ناول: دل درویش ستارہ

تحریر: ایس مروہ مرزا

ستارہ جیسی ہر وہ حقیقی فورس جو ملک کے لیے سچے جذبے سے غائبانہ، مخفی اور حساس انداز سے کام کرتی ہے، بہت زیادہ پیار، محبت، تشکر اور دعاوں کی مستحق ہے۔ ایس مروہ مرزا کا سچا سلام ان سب جانبازوں کے لیے جنکی محنت اور قربانی سے آج ہمارے پاس ہمارا یہ پیارا ملک پاکستان موجود ہے، میرا یہ ناول ہر اس قابل تعظیم فرد کو خراج تحسین پیش کرے گا۔ ناول کی "ستارہ" نامی فورس اور تمام کردار فرضی ہیں، خواہ کوئی زندہ ہو یا مردہ، کسی دوسرے شخص سے مطابقت نہیں رکھتا۔ ستارہ نامی فورس ایک ملک سے وفادار حساس ادارے کا استعارہ ہے، اسکا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں!

کون ہے یہ ستارہ؟ کس آسمان سے ہم پر آن گرا ہے؟ کس بلا کا نام ہے ستارہ؟ کون ہیں یہ ستارہ کی آفتیں؟ کیوں ہیں یہ اتنے طاقت ور؟ یہ سب سوال وہ تھے جو ملک کے کرپٹ منسٹرز، پارٹی لیڈرز اور ہر اس بدبخت کی زبان پر

تھے جو ستارہ کا آئے دن شکار ہو رہے تھے۔ اخبارات کا سب سے اہم موضوع "سنہری ستارہ" وہ ثبوت جو وہ غائبانہ لوگ ہر واردات کے بعد اپنی نشانی کے طور پر کرائم سین پر چھوڑ آتے تھے۔ وہ سنہری ستارہ نہیں، ملک سے وفاداری کا وہ استعارہ تھا جو ہر ملک دشمن کے سینے میں تیر کی طرح گڑھ جاتا تھا۔ وہ آندھی کی طرح آتے تھے اور طوفان بن کر ہر ملک کے غدار کو نیست و نابود کر دیتے تھے۔ عام آنکھ تو انکی ایک جھلک دیکھنے کو ترستی تھی، عام کان تو انکے لفظوں کی گرج سننے سے بے حد محروم تھا، عام کیمرہ تو انکا ہاتھ میں مڑور دینے والا کھلونا تھا۔ وہ جن کے نام سے دشمن کے گھر کی اینٹ اینٹ لرز جاتی تھی وہ پانچ جانبازوں کی کئی کڑور فوج کو مات دیتی ٹیم "ستارہ ڈیٹیکٹیو فورس" آسمان کی بلندی پر سب سے زیادہ چمکدار ستارہ بن کر ابھر چکی تھی۔

وہ جو رہنما تھا اسے خضر کہتے ہیں۔ جس کے آگے بڑے سے بڑا طوفان تھم جاتا تھا، وہ وقت کا سکندر رہے۔ جو حب الوطنی کا اعلی پیکر ہے، خضر خاقان قریشی، نہ ڈرتا ہے نہ جھکتا ہے۔ دشمن کی آنکھوں میں جھانک کر اسکے سینے سے راز کھینچ کر باہر کر دینے والا شارپ شورٹر، فائٹر، خطرناک ٹیم ہیڈ۔۔۔۔۔ جسے ہوائیں خود آگے بڑھنے کا راستہ دیتی ہیں، جو اندر اور باہر سے ایک پیارا انسان ہے۔

وہ جو خوبصورت ہے اسے زیان کہتے ہیں، چہرے سے لگے کہ اس سے بڑا شفیق روح زمین پر نہ ہو گا مگر ایک ایسا خطرناک جانباز جسے میٹھی میٹھی محبت زدہ جنگ جیتنے کا ہنر آتا تھا، وہ جو مسکراہٹ کو اپنی جیت سے باندھ کر چلنے کا شوقین تھا۔ زیان فاروقی، فائٹر، ڈیٹیکٹیو، فنگر پرنٹس اینڈ ساونڈ پروفینگ ایکسپرٹ، کمال کا انسان اور ایک مہربان دل کا مالک ہے۔

وہ جو مر ہر لوگوں کی بھی ماہر استاد ہے اسے افراح کہتے ہیں۔ کمال کی طبیب مگر ملک دشمنوں پر ایک کیمیکل وپین کی طرح اثر انداز ہو کر تباہی مچانے والی افراح زیان فاروقی، میڈیکل اینڈ کیمیکل ایکسپرٹ کے ساتھ ساتھ فارنسک جانباز، لاشوں سے لے کر چھوٹے سے زخم تک کی گہرائی کھود کر رکھ دینے والی خطرناک ڈاکٹر مگر نہایت پیاری اور نیاری، زیان جیسے حسین کی زوجہ کے ساتھ ساتھ باقی تینوں کی آپی کہلاتی ہے۔

وہ جو با اخلاق ہے اسے آئرہ کہتے ہیں۔ کہنے کو تمیز دار مگر ملک کے دشمن اور غداروں سے کوئی تمیز روا نہ رکھنے والی پھرتیلی کراٹے چیمپئن اور ڈیپارٹمنٹ کی سب سے مانی گئی فائٹر، زندگی کے دوسرے معاملات میں نہایت نرم دل، خوش اخلاق، پیاری اور شربتی ہے۔

وہ جو خدا ترس سا اک پگلا ہے اسے عریش کہتے ہیں۔ واقعی میں خدا ترس، نہ مار کٹائی نہ جھگڑا فساد بس سیدھا سیدھا دشمن کی سانس تک ہیک کر لینے والا جادوگرد، جسے ہیکنگ میں اعلی پائے کی مہارت ہے۔ ایک منٹ کے اندر اندر ناقابل بیان حد تک پیچیدہ معلومات، کالز، فائلز یہاں تک کے کرپٹ لوگوں کے پرسنل سوشل اکاونٹس تک ہیک کر لینے والا جانباز " عریش باجوہ " ایک شہید کا بیٹا ہے۔ ملک پر قربان ہونے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے حسن پر فدا ہونے والا زرا بگھڑا سا نواب زادہ ہے، مگر پھر بھی شہزادہ ہے۔

۔ جنرل انجم جن کا فخر بس ایک تھا اور ایک ہے، ستارہ۔۔۔۔۔! جن کو پیارے بس پانچ ناقابل شکست آفیسرز ہیں۔ جو ان نایاب ہیروں کو پا کر شادماں ہیں، نازاں ہیں۔ وطن کی حرمت پر آنچ تک نہ آنے دینا ان کا نصب العین ہے۔

مرجان خالق جو ایک ایسا سائبان ہے جس کے سائے میں یہ پوراڈیپارٹمنٹ اپنی اونچائی کی منزلوں پر گامزن ہے، اللہ نے ان سب کے سینوں میں ملک سے سچی وفاداری بھر دی ہے، اچھے مسلمان اور اچھے حب الوطن سے یہ ستارے آفت تو تھے مگر ایسی آفتیں صرف ان پر اترتی ہیں جو ملک کی طرف میلی نگاہوں اور لپکتی لال والے منہ سے دیکھتے ہیں۔ گو ستارہ ایک غائبانہ مخفی حساس جاسوس فورس تھی مگر اسکے نام سے ہر بے ضمیر اور ملکی ناموس کا غدار سوداگر کانپتا ہے اور کانپتا رہے گا۔

****

"کون ہو تم؟ اور مجھے یہاں کیوں لائے ہو یار۔۔۔۔۔! باخدا میں نہایت شریف النفس ہوں، میری شرافت ہے کہ میں تم پانچوں کے ساتھ اکیلا پچھلے آدھے گھنٹے سے مغزماری کر رہا ہوں" رات کی تاریکی اور سائیں سائیں کرتا خاموشی کا شور اس اتاولے بندے کی پٹر پٹر سے بری طرح بے ڈھنگا ہوا جب وہ اپنی ٹنڈ نما کھوپڑی کو ان پانچ کالے سیاہ نقاب پوشوں کی طرف باری باری گما کر بڑی بیچارگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے تاب ہوا۔ یہ ایک سنسان جگہ تھی جہاں چند ٹوٹی کرسیوں اور چند چھت سے لٹکے مرے بلبوں سے سوا بس ایک چھوٹا میز اور اس

پر گلاس اور جگ دھرا دیکھائی دے رہا تھا۔ وہ چاروں اب کی بار کھسیانی بے قابو ہنسی پر اس شرارت کے شہکار کو گھور چکے تھے جو اس بندھے بندے کی بات کو ہضم نہ کر پایا اور وہیں پیٹ پر ہاتھ دھر کر بے لگام ہنستا اس بگھڑے نقوش زدہ بابے کے روبرو بیٹھا۔ ان پانچوں نے سیاہ ہڈز اور سیاہ ہی جینز پہن رکھی تھی۔ دیکھنے سے دو نسوانی اور تین مردانہ وجود لگتے تھے۔

"ابے تو شریف النفس ہے، ھاھا اسکی شکل دیکھ کے لگتا ہے یہ شریف ہے۔ سٹار کوچ! اس بندے کی چٹنی بنا دوں کیا۔۔۔۔ ھائے ساتھ پکوڑے ہوئے تو مزہ آجانا" لطافت اور مزاخ کے وقت تو اس بندے کی بتیسی پھیلتی ہی تھی، پر آج تو ورک ٹائم پے بھی محترم کے دانت باہر تھے۔ سامنے کھڑے چاروں میں سے ایک نے اسے خطرناک گھوری نوازی تو پل بھر کو سنجیدگی عود آئی۔ اب وہ اس آدمی کے قریب بڑھ کر پورے زور سے اسکا گریبان دبوچ چکا تھا۔

"شرافت وہ ہے جو ہم دیکھا رہے ہیں، ورنہ تمہاری سزا سٹار گینگ کی طرف سے دی موت سے نیچے کی نہیں تھی۔ تمہارے بینک آکاونٹ میں جو سولا کڑور آیا ہے وہ تم شرافت سے ہمارے حوالے کرو گے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمہارا آسٹریلیا اور ہانگ کانگ میں بھی ایسا بھرا اکاونٹ موجود ہے، اس سے پہلے کہ تم اس پیسے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو! شرافت کا تقاضا نبھانے میں لگ جاو۔ یہ رہی تمہارے اکاونٹ کی فائیل۔ سائن کرو" بارعب اور دبنگ آواز نے اس کرسی پر بے زار و پریشان بیٹھے آدمیٔ کا سانس سوکھا دیا تھا۔ اب کی بار اسکے چہرے پر صاف صاف خوف درج تھا، وہ تو شدید حیرت میں تھا کہ آخر یہ لوگ کون ہیں اور اسکے بارے میں اتنا کیسے جانتے ہیں۔

"تم لوگ زیادتی کر رہے ہو، ہو کون۔ بھتہ خور، قبضہ مافیہ یا پھر کوئی ہیکرز؟ بولو کیوں مجھے دیوالیہ کرنا چاہتے ہو، خدا کے لیے رحم کرو" وہ آدمی اب تو باقاعدہ رونی صورت لیے ہاتھ جوڑنے پر آگیا تھا، لہجے میں تاسف زدہ غم تو کوٹ کوٹ کر آمڈ آیا تھا۔

"ہم لوگ وہ ستارہ ہیں جو ٹوٹ کر تم جیسے غدار کرپٹ اور برے لوگوں پر قہر بن کر ٹوٹتا ہے۔ سائن کرو ورنہ یہیں تمہاری یہ حسین کھوپڑی اڑا دوں گی" نسوانی ظالمانہ آواز نے تو اس آدمی کے مزید چھکے چھڑوا دیے تھے۔ اب کی بار تو وہ ششدر سا انکی دی کوئی فائیل مرے ہاتھوں سے پکڑ کر بس گر مرنے والا ہی تھا۔ شرارتی سی ہنسی پھر سے اس شریر سراپے کی سمت جگمگائی تو وہ چاروں پھر سے اسے گھور کر چپ کروا چکے تھے۔

"ویسے آپو، یہ حسین کھوپڑی سوراخ کے ساتھ تو دلنشین لگے گی۔ قسم سے آج آپ اسے ٹھوک دیں" اب تو وہ نسوانی دبنگ انداز میں گن ہوا میں لہراتی لڑکی بھی مسکراتی ہوئی محسوس ہوئی تھی، مگر ابھی بھی ان پانچوں نقاب زدہ سیاہ لباسوں میں ملبوس لوگوں کے چہرے مکمل تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"کر دو سائن، کیوں ہمارا اور اپنا وقت برباد کر رہے ہو" ایک اور مردانہ دھیمی سی شفیق آواز ابھری تو وہ آدمی اب ایک اور لڑکی کی پکڑائی پینسل بڑے رونے والے دلبرداشتہ انداز سے پکڑ رہا تھا، اور باری باری ان پانچ جلادوں کو بھی گھور رہا تھا۔

"میں تم لوگوں کو چھوڑوں گا نہیں" سائن کرنے کے ساتھ ساتھ اس آدمی کی زہریلی دھمکی آئی تو ایک وجود لیپ ٹاپ کھول کر اس آدمی کے سامنے کر چکا تھا۔ بنک کا سارا پیسہ سٹار اکاونٹ میں ڈالنے کے لیے تمام سیٹنگ مکمل تھی بس اس آدمی کے فنگر پرنٹ درکار تھے۔

"اف یار یہ کتنی دماغ کی لسی کرتا ہے، یہاں اپنا ہاتھ رکھیے شریف صاحب" وہ مستیلا سا شریر وجود اب اٹھ کر اس آدمی کا تنا چہرہ اور اکڑا ہاتھ لیپ ٹاپ پر رکھے اسکے ہاتھ کی چھاپ لے کر فاتحانہ سا مسکرایا تھا، گویا اسکا سولا کڑور اب سٹار گینگ کے قبضے میں تھا۔

"تم سب مر۔۔۔۔" زیادہ دھمکیاں اور بحث سننا اور دینا سٹار گینگ کو سوٹ ہی کہاں کرتا تھا، اس سے پہلے کہ وہ آدمی ان سب پر اپنی شعلہ باز آنکھیں اور لفظ نکالتا، اسکی گردن میں لگا بڑے آرام دہ انداز کا انجیکشن اسے دنیا و جہاں سے بیگانہ کر گیا تھا۔ اس اندھیرے کمرے میں اب کی بار سمیٹے اور کھلے قہقہے گونجے تھے۔

"پلین سکسیسفل" وہ چاروں پر اشتیاق اور ترنم خیر ہنسی لیے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کے بعد اپنی اپنی ہڈز کی ٹوپیاں اتار چکے تھے، مگر اندھیرا ابھی بھی ان پانچوں کے چہرے سے پردہ اٹھانے میں ناکام تھا۔

****

"ول ڈن، مجھے تم پانچوں پر فخر ہے۔ کمانڈر بھی تم سب کی کارکردگی پر رشک زدہ ہیں، تم لوگوں نے ایک بار پھر ناممکن کو ممکن بنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ ستارہ اگر ستارہ بننے کی ٹھان لے تو اسکے سامنے کئی ماہ کامل پانی بھرتے ہیں۔ تم پانچوں کے سینے پر سجا یہ سبز ستارے کا بیج آج بھی مسکرا رہا ہے۔ میرے شیر جوانو! آج کی اس کامیابی کی خوشی میں تم سب کی دو دن کی چھٹی منظور کرتا ہوں۔ مگر! واپس آ و تو ستارے کی روشنی بڑھا کر آنا، اسکی کمی نہ ہم افورڈ کرسکتے نہ ہمارا ملک۔۔۔۔۔۔۔۔

ویل ڈن مسٹر خضر خاقان قریشی، آئرہ جبران، زیان فاروقی، افراح زیان اینڈ ہمارے چھوٹے اور سب سے کھوٹے مسٹر عریش باجوہ۔۔۔" مکمل بلیک میں ملبوس وہ پچپن سالا ٹرینڈ سول ڈیٹیکٹرز ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ بہت ڈیسنٹ اور وجیہہ سے مسٹر ہزل انجم تھے جو اپنے روبرو کھڑے ان پانچ شیر جوانوں سے براہ راست مخاطب تھے۔ انکے لہجے کی کھنک اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ اپنے ان آفیسرز پر دل و جان سے فریفتہ اور راضی تھے۔

"خضر خاقان قریشی" ڈیٹیکٹیو سٹار گینگ کے ہیڈ کوچ، قد چھ فٹ، عمر اکتیس سال، چہرے پر بلا کی پرکشش سنجیدگی اور غرور کم رشک زیادہ، سیاہ آنکھوں والا ایک جانباز، جو باتوں کے تیر چلا کر مجرم کو گڑبڑا دینے کی

صلاحیت رکھتا تھا، ناک پر سنجیدگی کے باعث پھیلا کچھا و مگر دل والا، دل موہ لینے والی پرسنالٹی اور ایک مکمل شاندار شخصیت۔۔۔۔۔

"آئرہ جبران، قد پانچ فٹ سات انچ، عمر آٹھائیس سال، بظاہر شربتی آنکھوں والی معصوم مگر مجرموں کی ہڈی پسلیٔ دو سکینڈ میں توڑ کر ہاتھ میں دینے والیٔ کراٹے چیمپئین، بھورے بال مگر چہرہ گلابی مائل، مدہوش آنکھوں والی اور بلا کی ظالم حسینہ۔۔۔۔

"زیان فاروقی "کمال کے دھیمے مسکان زدہ شفیق چہرے والے، قد چھ فٹ کے قریب، عمر اٹھتالیس سال، چہرے پر گردن تک آتی بڑھی زیادہ سیاہ بہت کم سفیدی زدہ دھاڑی کے باوجود شریف النفس دیکھائی دیتے مگر جب اپنی طاقت ور اور توانا بازووں سے مجرم کی گردن دبوچ لیں تو بچارا ناک اور آنکھوں کے بل سیج اگلتا پھرے۔ بظاہر نرم مگر انتہا کا سخت جان۔۔ آوازوں اور فنگر پرنٹس کھوجنے کے ایکسپرٹ۔۔۔۔۔

"افراح زیان "خوبصورت بظاہر میٹھی سی مگر زہریلی سب کی آپو سوائے ہبی زیان کے، قد پانچ فٹ آٹھ آنچ، عمر چالیس سال کے لگ بھگ، پیاری سی شفیق مگر جب مجرم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گھورے تو اسکا

سانس تک خلق سے آگے آنے کو انکاری تھا۔زیان فاروقی کی زوجہ صاحبہ اور انکے بقول انکی دبنگ فارنسک کمیکل ویپن اور ڈاکٹر وائفی۔

"عریش باجوہ" ناٹی اور جولی سے ستائس سالا جوان، سٹار گینگ کی جان کے ساتھ ساتھ پورے ڈیپارٹمنٹ کا اکلوتا شریر ہیکر۔قد چھ فٹ، اچھی باڈی شاڈی کے ساتھ زرا فینسی گنڈے موالی والا روپ، گلے میں چین، کان میں ایک عدد سیاہ کوکا اور نظروں کی شرارت، سب کے بقول لفنگا اور چھچھورا پر پھر بھی سب کی متفقہ جان۔۔۔

"تھینک یو سر، ہم سب آپکی امیدوں پر ہمیشہ پورا اتریں گے" بیک وقت سٹار ٹیم کی گرجتی اور برستی آواز گونجی تو جنرل انجم صاحب تو ان پانچوں کے مزید اسیر ہوئے تھے۔

"تم سبکا یہ جوش قابل تعریف ہے، جلدی ملیں گے۔گڈ لک" پانچوں تن کر ایک بار گلے کی گہرائی تک چلا کر "یس سر" کہہ چکے تھے، نظروں کا مطمئین تبادلہ ہوا اور یہ میٹنگ برخاست ہوئی۔

****

"ابے یار، دو دن۔۔۔ قسم سے دل کے سارے ارمان آنسوؤں میں بہہ گئے۔ دو دن کے اندر میں کیسے شیلا، منی، درپن، ہاجرہ اور کلثوم سے ملوں گا" گاڑی میں جہاں اگلی نشستوں پر خضر اور زیان نے سیٹ سنبھال رکھی تھی وہیں پیچھے وہ ناٹی اور چلبلے سے عریش محترم آئرہ اور افراح کے بیچ بیٹھ کر اس قدر قلیل رخصت پر اپنی ساری گرل فرینڈز سے نہ مل پانے کے دکھ سے بے حال تھے، جہاں افراح اور آئرہ ہنسیں وہیں آگے والے جوان بھی مسکراتے دیکھائی دیے۔

"ھاھا اوئے کھوتے، تو نے یہ گرل فرینڈز اپنے لیے بنا رکھی ہیں یا بیچنے کے لیے، مجھے تو لگتا کسی دن تو نے ان سب کے جوتے کھا کے ہی مرنا ہے۔ یا اللہ ہمارے اس چھچھورے کو ہدایت دے" زیان نے منصوعی ہول اٹھتے دل پر ہاتھ دھرے ہوائی ہاتھ اٹھا کر پیچھے عریش کو دبوچنا چاہا تو موصوف سڑا منہ بنائے سیٹ سے لگ گئے تھے۔

"ھائے زیان لالہ، کیا بتاؤں۔ یہ عاشق مزاج ہونا بھی بڑی خطرناک شے ہے، اب میرا دل ہر پیاری لڑکی پر آ جاتا ہے تو اس میں مجھ معصوم کا کیا قصور" عریش نے اپنے چونچال پن پر بڑی ڈھٹائی سے اترا کر کہا تو سب ہی اس عجوبے پر ہنسے سوائے آئرہ کے جو فون پر آنے والی مسلسل کال پر اب اپنا تنا چہرہ پریشان کر چکی تھی، خضر نے سامنے مرر سے آئرہ کا بجھا چہرہ بھانپتے ہوئے سرد سانس خارج کی۔

"تو بہت معصوم ہے میرے بچے، میں تیری اس معصومیت پر فدا ہوں" افراح نے بھی بڑی نزاکت خیزی سے ساتھ بیٹھے اچھلتے اور تیز گام عریش کا کان دبوچے ٹانگ کھینچی مگر وہ سب ہی اب آئرہ کی جانب دیکھ کر اپنی ہنسی روک کر سنجیدہ اور فکر مند ہو چکے تھے۔

" آئرہ، کوئی مسئلہ ہے" زیان نے ہی رخ پیچھے آئرہ کی جانب پھیر کر تشویش زدہ ہوتے سوال کیا جس پر وہ بے زاری سے اپنا فون سوئچ آف کر کے ایک نظر آئینے سے دیکھتے خضر پر ڈال کر مزید اداس ہوئی۔

"نادم حسین، میں نمبر بدل بدل کر تھک گئی پر یہ کال کر کے میرا دماغ چاٹنا نہیں چھوڑتا۔۔۔ میرا گھر جانے کو زرا دل نہیں، خالا نے پھر سے اس منحوس کو گھر بلا لیا ہے" آئرہ نے بے زار و پریشان ہو کر بتایا تو سب ہی تشویش ناک ہو گئے مگر عریش صاحب کے دماغ کی بتی جل گئی تھی۔

" ویسے یہ نادم حسین، اسکا نام اتنا نادم ہے تو یہ خود کتنا شرمندہ ہو گا۔ ویسے ہم اسکی ٹھکائی کر کے اسکو مزہ کیوں نہیں چکھاتے، آئرہ تم گھر کو چھوڑو۔۔۔ گائز چلو میرے گھر چلتے ہیں۔ ویسے بھی دادی کو مجھ سے زیادہ تم چاروں کی جدائی کا صدمہ لگا ہوتا۔ بے جی کے ہاتھ کا مزیدار کھانا۔۔۔ ویسے بھی تم سب تو گھروں سے فارغ ہی ہو ناں، سنا ہے مری کا موسم بھی بڑا دل پسند ہے۔۔۔۔ چلو چلو چلتے ہیں، خضر گاڑی مری کی طرف موڑ" عریش ہو اور کسی کو اداس رہنے دے، ایسا ممکن ہی کب تھا۔ افراح اور زیان تو ویسے بھی دادی کے بیبے اور پیارے بچے تھے اور وہ تو اس آفر پر جی بھر کر راضی تھے، باقی خضر اور آئرہ میں تو خود دادی کی جان تھی۔ جہاں تک سوال رہا انکے اپنے منچلے اور شریر پوتے کا، تو وہ تو اس پر دل و جان سے نثار تھیں۔ آئرہ کے چہرے پر آئی مسکان سبکو ہی

مطمئین کر چکی تھی، خضر نے ایک نگاہ آئرہ پر ڈالی اور خاموشی سے گاڑی مری کی جانب موڑ لی، مظفر آباد سے ہوتے ہوئے وہ اب مری کی طرف جانے والے تھے۔

آئرہ جبران، اکلوتی ماں باپ کی کائنات مگر مما بابا کی وفات کے بعد اپنی خالا اور اسکے سفاک بیٹے نادم حسین کے رحم و کرم پر آجانے والئ۔ افراح اور زیان، شادی ایک سال پہلے اسی سٹار گینگ میں شامل ہونے کے بعد کی۔ دونوں لو و برڈز کے ساتھ ساتھ ایک سینئیر کپل تھا۔ زیان کے والدین بھی حیات نہ تھے، اسکی پرورش یتیم خانے میں کامل بابا کے زیر نگرانی ہوئی تھی، ڈیفینس میں ایک نارمل فلیٹ تھا جس میں ان دونوں کی ایک چھوٹی سئ دنیا تھی۔ یہ فلیٹ بھی ٹیم سٹار کا ایک مجموعی آرام گاہ تھی۔ افراح کے والدین ترکی کے رہنے والے تھے، والد خالص ترک تھے مگر ان دونوں کی وفات کے بعد وہ اپنی بہن کے ساتھ پاکستان آگئی تھی، کیونکہ والدہ پاکستانی تھیں۔ اتفاق سے افراح کی بہن نور کی شادی پھر سے ترکی میں ہوئی تو وہ اب اپنے شوہر کے ساتھ وہیں سیٹل تھی۔ خضر خاقان، کہنے کو بہت امیر ماں باپ کا اکلوتا بیٹا مگر شفیق باپ کی بچپن میں ہی وفات کے بعد ماں نے دوسری شادی کرلی تھی۔ خضر کے دو سوتیلے بھائی اور ایک بہن بھی تھی، وہ سب اپنی دنیا میں خوش اور خضر اپنی دنیا کا ستارہ ہو کر آسودہ تھا۔ سب سے چھوٹے مگر آفت کی دکان عریش باجوہ، شہید کیپٹن عبدالحمید باجوہ کا چشم و چراغ، ایک چھوٹی سولا سالا بہن اور پیاری راج دلاری دادی کے ساتھ مری میں رہائش پذیر تھا۔ ماں تو بابا کی وفات کے ساتھ ہی دنیا کو خیر باد کہہ گئیں، اب اسکی زندگی اسکئ دادی، سولا سالا بہن عنیہ جو کمال کی ہیکر کے ساتھ ساتھ بہت بریلینٹ فسٹ ییئر سٹوڈنٹ بھی تھی، اور اسکے یہ چار بازو کے سنگ جڑھ کر حسین تھی۔ محترم

ایک اعلی پائے کے ہیکر اور ڈیٹیکٹیو ہونے کے باوجود بڑے شوقین اور رنگین مزاج تھے۔ ان سب کو ستارہ بنا کر چمکانے والی رب تعالی کی ذات نے ان کے ذمے بہت اہم فریضہ لگا رکھا تھا، ملک دشمنوں کا صفایا کر کے وطن عزیز کو پاک کرنے کا بہترین فریضہ۔۔۔!

****

"سر ایک کاٹیج میں سرور سر بے جان اور بیہوش ملے ہیں، یہاں جنگل میں دور دور کسی چیز کا نام و نشان نہیں ہے، انکے سینے پر ایک پیغام زدہ چٹ لگی ہے" اسی تاریک کمرے میں تقریبا سات آٹھ سانڈ نما گن مین جگہ جگہ تلاشی لے رہے تھے جبکہ ایک اس بیہوش آدمی کے سر پر کھڑا وہ چٹ دیکھ کر فون پر کسی سے بڑی تشویش ناک صورت بنائے مخاطب تھا۔ منظر بدلا اور ایک آدمی منظر عام پر آیا، اسکے پورے وجود کا لہو اسکی آنکھوں پر خوفناک انداز سے سمٹ آیا تھا۔ فون پر ملنے والی اطلاع نے اس ساٹھ سالا سوٹڈ بوٹڈ آدمی کے اعصاب شکتہ حد تک تان دیے تھے۔ وہ انگلیوں کی پوروں سے اپنی درد کرتی کنپٹی کو مسلتا ہوا سرعت سے پلٹا تو اسکا چہرہ منظر عام

پر آیا۔ تھری پیس، فرنچ داڑھی اور الجھے آدھے کالے اور آدھے سفید بال، داڑھی پر بھی کافی حد تک اتری سفیدی، اسکی وہ خوفناک دہشت زدہ آنکھیں کے وہ فون کے پار شخص کا خون پی جانا چاہتا تھا۔

"کیا لکھا ہے اس پر؟" خونخواری ضبط کیے سوال آیا تو وہ آدمی جھک کر ان رومن ہندسوں سے جوڑے گئے پیغام کو پڑھنے کی کوشش کرنے کو جھکا تھا۔ وہ لوگ جاتے ہوئے اپنے ہاتھ کے لکھے کے بجائے مختلف انگریزی کے حروف کاٹ کر پیغام ترتیب دیتے تھے۔

"سولہ کڑور کو اپنی فل وقت کی عزت بخشی سمجھنا، اگلی باری تمہاری ہے سیٹھ ظہور تبریزی" تحریر کے اختتام پر ایک ستارہ بنا تھا، سیٹھ ظہور کی نظریں مزید وہشت ناک ہوئیں۔

"سرور کو ختم کردو، کیونکہ وہ لوگ اسکی یاداشت لے چکے ہوں گے، یہ اب ہمارے کسی کام کا نہیں۔ پورا کاٹیج چھان مارو، کہیں سے بھی کوئی انگلی کا نشان یا کچھ بھی" سیٹھ ظہور دبنگ حاکم زدہ لہجے میں فون کاٹ کر اسے پوری طاقت کے ساتھ سامنے دیوار سے مار چکا تھا، اسکی مشتعل صورت اور مخدوش حالت لرزا خیز تھی۔

"آخر کون ہے ستارہ، خدا گواہ ہے کہ یہ لوگ میری جان اتنی آسانی سے نہیں بخشیں گے۔ موت آئے تم سب کتوں کو، کسی کام کے نہیں ہو۔ وہ لوگ ہمیں بنا پتا لگے ہمارے خفیہ بینک ہیک کر لیتے ہیں، ہماری نظروں کے سامنے ہمارے بندے اٹھا کر ان سے پیسے وصول کرنے کے بعد انکو ایک کیمیکل زدہ انجیکشن لگا کر یاداشت چھین

لیتے ہیں۔ تم سب لوگ کیا کر رہے ہو" سیٹھ ظہور کی خون آشام آنکھیں اب اپنے سامنے سیاہ تھری پیس میں ملبوس مودب ہو کر کھڑے اپنے آدمیوں پر تھیں جو واقعی بے زبان مورتیں بنے ہوئے تھے۔

"سر کوئی نہیں جانتا کہ وہ لوگ کون ہیں، کتنے ہیں، انھیں آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔ وہ کوئی عام فورس نہیں ہے۔ وہ واردات کرنے سے پہلے بلڈنگ کے سب کیمرے بھی ہیک کر چکے تھے، جب تک ہم سرور سر کے روم تک پہنچے، وہ انھیں اٹھا کر لے جا چکے تھے۔ ڈرائیور، مالی یا کسی اور فرد نے انکا سایہ تک نہیں دیکھا۔ بس وہ بیڈ پر ایک سنہری ستارہ چھوڑ گئے تھے، پورے کمرے میں کہیں انگلی کا کوئی نشان نہ تھا۔ شاید وہ لوگ بہت پروفیشل ہیں، ہمارے تمام ہیکرز تو انکے سامنے پانی بھرتے ہیں۔ آپ خود بتایئے کہ ہم اس صورت حال میں اور کیا کرتے" ایک بھدے نقوش والا آدمی کچھ آگے بڑھ کر ہاتھ باندھے بے بسی سے گزارش کے انداز میں بولا تو سیٹھ صاحب کے چہرے پر ہولناک سرخی اتر آئی تھی، غصے کو ضبط کرنے کی کوشش میں اسکی آنکھیں لال ہو چکی تھیں۔

"نہیں، یہ لوگ عام انسان نہیں ہیں۔ ہر بار یہ لوگ مجھ جیسے طاقتور لوگوں کو اتنی آسانی سے بنا کوئی ثبوت چھوڑے کیسے لوٹ سکتے ہیں۔ مجھے۔۔۔ مجھے تو لگتا ہے ہر وقت وہ لوگ مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہیں" اب تو سیٹھ کے خوفزدہ اور ڈرے انداز پر سامنے تنے چہرے والا اسی جیسا سوٹڈ آدمی بھی حیران ہوا اور اسے سیٹھ کی ذہنی حالت مشکوک لگی۔

"سروہ کوئی خلائی مخلوق تو نہیں" سامنے گارڈز کے مجمعے سے ایک سمٹی سی ناقابل امید بات ابھری تو وہ دونوں مزید خونخوار ہوئے۔

"خلائی مخلوق بھی سیٹھ ظہور تبریزی کے آگے خاک ہیں۔ یہ لوگ تو وہ دیمک ہیں جو اس ملک کی حفاظت کی معموری پر ہم جیسوں کو کھاتی جا رہی ہے۔ میرا تو دماغ پھٹ رہا ہے، نیوز پیپرز بھرے پڑے ہیں انکی وارداتوں سے مگر ایک سنہری ستارے کے سوا کسی کو ان چوروں اور بلاؤں کا کوئی سراغ نہیں ملتا" سامنے صوفے پر بیٹھا سیٹھ میزان خان بھی تپے اور جھنجھلاہٹ زدہ انداز میں اپنا سر جکڑ کر بولا تھا۔

"میزان! اپنے لیے نئے ہیکرز منگوانے پڑیں گے۔ پوری دنیا چھان مارو تم سب، مجھے ایک ہفتے کے اندر اندر بہترین ہیکرز اپنے لیب میں چاہیں۔ جاو دفع ہو جاو، ورنہ خوامخواہ تم سب میرے ہاتھوں مر جاوگے" پہلی بات اس صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھے میزان کو کہنے کے بعد وہ باقاعدہ ہنکار کر اس دس پندرہ رکنی فوج کو آرڈر دیتے چلایا جس پر وہ لوگ ترنت باہر کی سمت بھاگے تھے۔

"ان تک پہنچنے کا راستہ وہ ستارہ ہی ہے، اگر اس ستارے کی پراسراری کھل جائے تو ہم ان تک پہنچ سکتے ہیں۔ مگر اس ستارے کی گتھی کھولنا نہ میرے بس میں ہے اور نہ تمہارے، وہ لوگ یونہی ہماری دولت ہتھیاتے رہیں گے اور ہمارے ہی ہاتھوں ہمارے لوگ مر کر ایک دن ختم ہو جائیں گے تبریزی! اس معاملے کا حل ناقابل پہنچ ہے" دوسرے سیٹھ نے تو جیسے ستارہ کے آگے ہار مان لی تھی مگر تبریزی جیسے سورما اتنی جلدی ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھے۔ اپنی انگشت شہادت مڑ کر میزان کے سامنے لہرا کر وہ اسے ہار نہ ماننے پر قائل کر رہا تھا۔

"ان تک پہنچنا بہت ضروری ہے، میں ہر حد تک جاوں گا۔ الیکشن قریب نہ ہوتے تو میں کچھ دن روپوش ہو کر کوئی پلین بنا لیتا مگر میری غیر موجودگی پارٹی کے لیے خطرہ ہے۔ وزیر کی کرسی اپنے ہاتھوں سے جانے نہیں دوں گا، تب تک تم ان سارے معاملات پر نظر رکھو۔ ستارہ کی گتھی نہ کھولی تو سیٹھ ظہور تبریزی کا دی اینڈ طے ہے" اس شخص کی آنکھیں جہاں تپش زدہ تھیں وہیں وہ ستارہ سے اچھا خاصا خوف زدہ تھا۔ یہ ستارہ تو واقعی قہر زدہ ہو کر ان کرپٹ وزیروں کی نیندیں حرام کر گیا تھا۔ کہنے کو وہ چور اور بلائیں تھیں مگر وہ تو اس ملک کے وہ رکھوالے تھے جن پر اس ملک کا ہر آسودہ فرد غائبانہ فخر کرتا تھا، وہ دونوں تو بے چین اور منتشر سے اپنے اگلے لائحہ عمل کے بارے میں بات کرنے لگ گئے تھے۔ اس بات سے بے نیاز کے ستارہ جلد ان پر قہر بن کر ٹوٹنے والا تھا۔

****

"یار دادی تو خوشی سے اچھل ہی پڑیں گی، اور عنیہ تو اپنے شہزادے خضر کی ٹاپ فین ہے" وہ لوگ رات بارہ تک مری پہنچ چکے تھے۔ کنیز باجوہ عرف سبکی بے جی اور دادی کا گھر تو مری کی خوبصورتی کا اچھوتا شہکار تھا۔ ٹھنڈا یخ موسم اور انکے گھر کا صحن اور اس سے اٹھتی تازہ موتیے کے پھولوں کی خوشبو نے تو ان پانچوں کے وجود کو زنخیر کیا تھا۔ صحن سے کچھ فاصلے پر دادی نے رنگ برنگی سبزیاں لگا کر مزید رنگینی پھیلا رکھی تھی۔ گھر کے آتشدان

سے اٹھتا دھواں گھر کی چھت سے نکلتا صاف دیکھائی دے رہا تھا۔ صحن ختم ہوا تو ایک پتھروں کے بلاک سے بنی راہداری شروع ہوئی جو گھر کے مین دروازے پر جا کر ختم ہو گئی۔ عریش نے پر جوشی لیے ان چاروں کو ٹھنڈ کی وجہ سے اپنے اپنے بازو سینے پر باندھتے دیکھا تو ہنستا ہوا دادی کی ایکسائٹڈ صورت امیجن کیے چہکا، وہ چاروں بھی مسکرائے تھے۔ مری میں آجکل برف باری تو نہیں تھی مگر منہ سے نکلتے دھویں نے یہ ضرور باور کروا دیا تھا کہ ٹھنڈ تو کڑا کے کی ہے۔ بھلا ہو ان پانچوں کی جینز شرٹس اور لیدر جیکٹس کا جنہوں نے بچت کرا دی، ہاں البتہ اب انکے گرین سٹار بیج انکے سینوں سے ہٹ کر چھپ چکے تھے۔ وہ خاص بیج صرف ڈیوٹی کے دوران استعمال ہوتا تھا۔ مشن کے دوران وہ ایک دوسرے کا نام بھی نہیں لیتے تھے، ہمیشہ دستانے، لانگ شوز اور فل بلیک میں کور ہو کر ڈیوٹی کی جاتی اور اس دوران وہ پانچوں اپنا منہ بھی چھپا کر رکھتے تھے۔ واردات کی جگہ چھوڑنے والا سنہری ستارہ انکے اصل لوگو کی نقل تھا کیونکہ اصل ستارہ سبز رنگ ہونے کے ساتھ ساتھ مکمل خفیہ تھا۔ نہ ہی وہ اس ڈیپارٹمنٹ کے باہر یوز کیا جاتا نہ ہی اسکی اجازت تھی۔

خضر، آئرہ، آفراح اور زیان کے گھر والے تک نہیں جانتے تھے کہ وہ چاروں کس پیشے سے منسلک ہیں۔ جبکہ دادی اور عنیہ بس ستارے کی حقیقت سے واقف تھے۔ یہ دونوں بھی ستارہ ٹیم کے خاص مددگار تھے، تسلی اور حوصلے کے لیے دادی، ماں اور باپ دونوں بن جاتی تھیں اور رہی بات عنیہ کی، اسکا دماغ قدرتی طور پر بہت تیز تھا جس سے یہ لوگ اکثر چھوٹی موٹی کاروائیاں کروا کے اپنا کام آسان کیا کرتے تھے۔

"آرہی ہوں، صبر کر لو۔ ضرور میرا کھوتا عریش آیا ہے" اندر سے دادی کی آواز پر ان پانچوں کی سمیٹی ہنسی پھوٹی پر عریش صاحب باقاعدہ قہقہہ لگا چکے تھے۔

"ھاھا مطلب گھر میں بھی اب تو کھوتا ہے، واہ بھئی میر ادیا خطاب تو مشہور زمانہ ہو رہا ہے" زیان نے بھی لگے ہاتھوں ناٹی صاحب کی معصومانہ سی درگت بنائی تو اس پگلو کی مزید کسی من چلی دفاعی گفتگو سے پہلے دروازہ کھل چکا تھا۔ وہ بہت پیاری سی عمر رسیدہ مگر گلابی رنگت والی دادی تو اپنے دروازے پر اتنی ساری خوشیاں دیکھ کر جی اٹھی تھیں۔

"دادی قربان جائے، میرے ستارے۔ ارے میری شربتی" سب سے پہلے دادی کی جان نثار نظریں آئرہ پر گئیں تو دادی نے اسے بے لوث محبت کے ساتھ خود سے لپٹا ہی لیا۔ گو کلیجے میں ٹھنڈ اتری تھی۔ عنیہ تو سبکو دیکھتی ہوئی اندر سے ہی پوری رفتار سے دوڑ لگائے ہنستی ہوئی خضر صاحب سے جالپٹی تھی جو اب مسکرا کر اسکا چہرہ ہاتھ میں بھرے اسکی اس پرجوشی پر خود بھی موہنا سا ہنس پڑا تھا۔

"دادی، ستارے نہیں۔۔۔ ستارہ! اٹس سیکرٹ" آئرہ کے بعد افراح نے ہنستے ہوئے اپنی زبردست باہیں کھولے دادی سے دل کھول کر پیار لیا تو عریش صاحب کا چوزا منہ اب زیان کی گالیں دبانے سے مزید چوزا ہوا تھا۔

"اوہ۔۔۔ یس یس بگ سیکرٹ" دادی بھی انکے رنگ میں رنگ کر بڑے پراسرار جاسوس کا روپ دھارے ہنسیں تو یہ تو سب کے چہرے گلنار کر گئی تھی۔ زیان کو بھی بہت پیار سے خود سے لگانے کے بعد ایک خضر واحد

تھا جو انکے سینے سے لگنے کے بجائے انھیں لگاتا تھا۔ محترم شفقت دینا زیادہ باعث شرف سمجھتے تھے۔ عنیہ بھی اب ہنستی ہوئی سب سے مل کر کھل چکی تھی۔ دادی نے سب سے آخر پے عریش کو دیکھا جو اس ناانصافی پر چنا کا کا بنے منہ لٹکا چکا تھا۔

" آمیرے لفنگے، ادھر آ۔ یو نو تیری دادی کو یہ ہنڈسم زیادہ پیارے ہیں۔ آمیرا کاکا، دادی قربان جائے اگر تیری یہ شکل انسانوں کا روپ دھار لے" دادی لاڈ لاڈ میں بھی بچارے کے گلے کی زنجیر اور کان کا کوکا دیکھ کر اچھی میٹھی میٹھی عزت زدہ چاہت لٹائے اب اسے بھی گرم جوشی سے ساتھ لپٹا چکی تھیں۔ سب کے چہروں پر ہنسی دوڑ گئی تھی۔

" ھاھا دادی ناٹ فیئر، قسم سے میری تو آپ سوتیلی دادی لگتی ہو۔ اور میری ڈان چھٹکی کیسی ہے تو دو پونیوں والی بکری؟" اب تو عنیہ بھی منہ بنانے کے بجائے ہنستی ہوئی عریش کے سینے سے لگی تو سب ہنس دیے۔ آئزہ اور خضر تو ان خوشیوں کے لیے ترستے تھے، مگر افراح اور زیان دادی سے پیار لوٹنے اکثر آتے تھے۔ ویسے بھی وہ کپل تھا اور دادی کو وہ بلکل اپنے بچے لگتے تھے۔ آئزہ اور خضر کے لیے تو دادی کی محبت کا دریا انتہا کا گہرا تھا۔ جب وہ ان چاروں پر اسقدر مہربان تھیں تو عریش اور عنیہ پر تو وہ جان تک لٹا سکتی تھیں۔ وہ سب ہی مسکراتے ہوئے لاونج کی طرف گئے تو ٹھنڈ نے اپنا اثر اس آتش دان میں لگی آگ کی وجہ سے کم کرنا شروع کر دیا۔ مری کی

سردی واقعی ہلا دینے والی تھی، آئرہ اور افراح تو دادی کے ساتھ ہی کھانے کا انتظام دیکھنے اچھی بیٹیوں کی طرح کچن کو پیاری ہو گئیں جبکہ عنیہ صاحبہ اپنے تینوں بھائیوں کو کمپنی دینے انکا سر چاٹنے میں گم ہو گئی۔

"اس بار تو میں نے آپ سبکو بہت مس کیا، اور خضر بھیا آپ تو پہلے سے بھی پیارے ہو گئے ہو۔ عریش بھیا آپکے ہاتھ میں ان گندے بینگرز کا خاطر خواہ اضافہ ہو گیا جبکہ میرے سادھو سے زیان بھیا کی داڑھی بھی سفید ہو گئی" عنیہ کافی شرارتی ہونے کے ساتھ ساتھ ان پانچوں کی ہی جان تھی۔ وہ تینوں ہی قہقہے میں لپٹ گئے جب محترمہ نے خاصی جانچتی نظروں سے خضر اور زیان کے درمیان بیٹھے اپنی کارآمد رائے دی۔ عریش تو منہ بسوڑے کشن اٹھا کر مارنے کا اشارہ کر چکا تھا۔

"بس سگے بھائی کو سیل سے لایا ہوا اس نے بھی، دیکھو بکری مجھے جیلس مت کرو۔" عریش گلا پھاڑے اس ناانصافی پر آواز بلند کیے بولا تو زیان کو شرارت سوجھی۔

"ہاں ہاں اسے جیلس مت کرو، ورنہ تمہاری بھی ساری چوڑیاں پہن کر آجائے گا" زیان صاحب جتنے شریف دیکھائی دیتے تھے باخدا ازرانہ تھے۔ اب تو بچارے عریش کا منہ دیکھنے والا تھا جب زیان اور عنیہ تو ہنسے ہی پر جناب سنجیدہ سے خضر بھی پس پردہ مسکان جذب کرتے دیکھائی دیے۔

"بگ بی! تسی وی" ھائے کیا معصومانہ منہ تھا جو بلاشبہ ناٹی عریش کے اور اس کے خلیے سے متضاد ترین لگا۔ سب ہی ہنس دیے اور اب تو اس لازوال ناانصافی پر عریش صاحب اپنے بال نوچ کر فرش پر لیٹ کر رونا چاہتے تھے مگر بھلا ہو سگھڑ کریوں اور دادی کا کہ وہ سب کھانا گرم کرنے کے بعد اب ڈائنگ پر لگانے لگ گئی تھیں۔ دادی

نے پہلے سے سب تیار کر رکھا تھا۔ دادی کی خوشی تو چھپائے نہیں چھپتی تھی، یہی سب تو انکی خوشیاں تھیں۔ کھانے کے بعد پھر ایک سیشن کافی کا چلا تھا۔

****

ستارہ دراصل ایک خفیہ ایجنٹ برانچ تھی جنکا مقصد ملک کے کرپٹ اور غدار لوگوں کی بلیک منی کو بہت چالبازی اور ہوشیاری سے ہتھیانا اور بدلے میں انکے ہاتھوں انہی کے ظالم اور سفاک لوگوں کو مروانا ہوتا تھا۔ ہزل انجم فل وقت ستارہ برانچ کے ہیڈ تھے۔ یہ مختلف جاسوسوں پر مبنی ادارے تھے جن کو ایک سپیشل لوگو انکی پہچان کی آسانی کے لیے دیا جاتا تھا۔ اس ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں کا لوگو اسی ڈیپارٹمنٹ کی دوسری برانچ کے لوگوں سے مخفی اور چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ ہزل کی ٹیم ستارہ مین پانچ رکنی افراد پر مشتمل تھی۔ ہزل انجم خود ایک ڈیٹیکٹیو سینیر آفیسر تھے جو مختلف ڈیپارٹمنٹ کے ساتھ الحاق کرنے کے بعد اب اپنی ٹیم بنانے کے اہل تھے۔ یہ لوگ بہت دھیان سے اپنا کام کرتے تھے اور دوران کام زراسئ لاپرواہی انکی موت کا باعث تھی۔ اس پیشے میں آنے والے لوگوں کی ٹرینگ بھی بہت خفیہ رکھی جاتی تھی اور یہ لوگ دو سال اس ٹرینگ سے اس طرح وابستگی رکھتے تھے کہ اس دوران نہ وہ اپنے گھر والوں سے ملنے اور نہ ان سے بات کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔ دو سال انکی ہر

طرح کی ٹریننگ کے بعد ان کو ایک ایک شعبہ دے دیا جاتا ہے۔ ستارہ ٹیم میں بھی ہر فیلڈ کے پانچ ناقابل شکست لوگ شامل کیے گئے تھے۔ پورے کیس کے دوران یہ لوگ منظر سے اس طرح غائب ہو جاتے تھے کہ جیسے انکا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ اس کام میں سارا عمل دخل ہی دماغ کا تھا، ذرا سی غلطی اس فورس کے لوگوں سے انکی سانس چھین سکتی تھی۔ پہلے اصول کے مطابق اگر ان میں سے کبھی کوئی کسی کے ہتھے لگ بھی جائے تو ان سب کے بیج کے اندر ایک ایسی سفوک زدہ شے رکھی گئی تھی جسکی چٹکی بھر مقدار بھی سامنے والے کو مکمل اندھا کر سکتی تھی۔ پکڑے جانے کی صورت میں یہ اپنی حفاظت کا وہ اکلوتا ہتھیار تھا جو ان لوگوں کی اچھی خاصی مدد کر سکتا تھا۔ انکی بلیک یونفارم کی جیکٹ کی دونوں بازوؤں کے اندر ایک ایک تیز چاچوکچھ اس طرح سلا ہوا تھا جو بازو زور سے جھٹکنے پر باہر نکل آتا تھا۔ سب کے سپیشل ڈارک بلیک جاگرز جن کے تلووں کی طرف ایک گیپ تھا جس میں ممکنہ چھ انکی گن کی گولیاں اور دو ایکسٹر اسفوف زدہ بیج رکھے جاتے تھے۔ سب سے اہم چیز انکے سر کے بالوں میں موجود ایسی دو چپس جن کو واردات کے دوران ہزل کی دوسری ٹیم مکمل فالو کرتی تھی۔ یہ کچھ ابتدائی ہتھیار تھے کہ اگر کوئی کسی مشکل میں پھنس جائے تو اسکی موت سے پہلے وہ اپنی بچاو کی ایک کوشش کرتا تھا۔ سب سے برا اصول یہ تھا کہ کسی بھی ٹیم ممبر کے پکڑے جانے پر نہ اسکی ذمہ داری ٹیم لے گی نہ اسکا ڈیپارٹمنٹ۔ مگر ستارہ گینگ کے لیے یہ اصول نہ قبول تھا نہ وہ اس پر راضی ہونے کے بعد آئے تھے بلکہ انکی ٹیم کا اصول یہ تھا کہ اگر کوئی کسی صورت کسی کے ہتھے لگ جائے تو باقی کے چار اسے بچانے کے لیے بھلے مر جائیں مگر اسے اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔ پچھلے تین سالوں سے ستارہ ٹیم کی کارکردگی نہایت قابل تعریف تھی، کئی کرپٹ حکمرانوں کو نیم پاگل کر دینے والے وہ پانچ فولادی آگے بھی اسی عزم کو لے کر گامزن تھے۔

اخبارات اور آئے دن کے میگزین، ستارہ نامی لفظ سے بھرے ملتے مگر کسی بھی میڈیا یا کسی صاحب عروج کے

پاس تمام پاور کے باوجود اس ستارہ کی کوئی معلومات نہیں تھی۔ خود ہزل انجم پیشے کے اعتبار سے دنیا کے سامنے ایک ریسٹورنٹ کے مالک تھے۔ آئزہ اس گینگ کے علاوہ ایک نجی جم اینڈ کراٹے سکول چلاتی تھی۔ خضر کا ایک چھوٹا سا پراپرٹی کا بزنس تھا جس کا کام وہ خود بہت کم رکھتا تھا۔ زیان ایک مصور تھا جبکہ افراح کا اپنا کلینک تھا۔ عریش صاحب فراغت میں بس گرل فرینڈز بنانا ہی پسند فرماتے تھے۔ ان سب کے یہ کام بہت معمولی نوعیت کے تھے جسکا مقصد گھر والوں اور ارد گرد کے لوگوں کی نظروں میں رہنا ہوتا تھا۔ مہینے میں زیادہ تر دو کیس لازمی ہوتے تھے۔ ایک کیس پر زیادہ سے زیادہ دو ہفتے لگتے تھے، دو ہفتے پہلے سے اس کیس پر کام، اسکی چھوٹی سے چھوٹی معلومات اکھٹی کر کے ساتھ دنیا داری نبھاتے ہوئے یہ لوگ دو ہفتے بعد صرف ایک دن اپنے اصلی ڈیوٹی کے روپ میں سیاہ سائے بن کر حملہ آور ہو جاتے تھے۔

اور مہینے کے دو کیس پر فیکٹلی پورے کرنے کے بعد انکو دو دن ہر چیز سے چھٹی ملتی تھی۔ کرپٹ اور غیر دیندار لوگوں سے لوٹا ہوا پیسہ حکومت کے خفیہ اداروں کے پاس جاتا تھا جو اسے بہت مہارت سے اسکی اصل جگہ واپس پہنچا دیتے تھے۔

****

"تم باہر کیوں آ گئے، سب اندر مستی کر رہے ہیں" رات کی گہری سیاہ تاریکی اور وہ چپ چاپ فل بلیک جینز اور لیدر جیکٹ پہنے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر لپیٹ کر کمر بینچ کی پشت سے لگائے اپنے منہ سے سردی کے باعث دھواں نکال رہا تھا جو ہوا میں زائل ہو کر گم جاتا۔ ہاتھ میں اپنا اور اسکا کافی مگ لیے وہ بھی اسکے ساتھ آ کر بیٹھتے ہوئے خضر کے چہرے کو بغور دیکھتے بولی۔

"بس یونہی، اندر گھٹن تھی" خضر کے لہجے کا خالی پن محسوس کرتی آئرہ چپ چاپ سرد سانس خارج کرتی اسکے کندھے سے کندھا ملا کر بیٹھی تو خضر نے اپنی بے تاثر نگاہیں اس شربتی آنکھوں والی پر ٹکائیں۔ لان میں دادی نے ہر طرف پھول اور سبزیاں لگا رکھی تھی، مری کے خوبصورت مکانات میں سے ایک مکان جہاں آ کر انسان دنیا جہاں سے غم بھلا دیتا تھا۔

"نادم حسین پر غصہ ہو؟" یک دم ہی آئرہ کی بات سے مقابل وجود میں سنسنی دوڑی اور وہ سرعت سے سر جھٹکے نفی میں سر ہلا کر اپنی مدھم مگر غضب مسکان دیے اپنا مگ ہونٹوں سے لگا گیا تھا۔

"نہیں، وہ کس کھیت کی مولی ہے! غصہ نہیں، بے زار ہوں۔ تم اسے اپنے کراٹے دیکھاو تو ممکن ہے وہ تمہارا دوبارہ نام لیتے ہوئے بھی کانپے گا" آئرہ نے نگاہیں پھیریں تو مقابل محترم کے لہجے میں جیلسی کی رمک نے اس ظالم شربتی آنکھوں والی کو حسن کی بلندی پر فائز کر دیا تھا۔ دونوں کی مسکراتی نگاہیں چار ہوئیں تو دل نے ہٹا لینے کی سرزنش کر دی۔ خضر نے سرعت سے رخ واپس پھیرا تو آئرہ کو بے قراری لاحق ہوئی، اس شخص کی سیاہ آنکھیں کچھ نہ کہہ کر بھی اسے بہت کچھ کہہ دیتی تھیں۔

"دیکھادوں گی" آئرہ ہنوز اسے یک ٹک دیکھے بولی مگر اب کی بار خضر نے اسے دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔ وہ بے گانہ ہوتے ہوئے اب سامنے لان میں لگے پھولوں کو ستائشی انداز سے دیکھ رہا تھا۔

"تم بتاو، تمہاری مما کیسی ہیں۔ کیا ڈیوٹی پے واپسی سے پہلے گھر جاو گے؟" بات کی گہرائی شاید دردناک تھی تبھی خضر کا مسکرائی لہر والا چہرہ یک دم تن گیا۔ خود آئرہ بھی اداس سی اسکی سمت کھوجتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہی ہوں گی، ہاں جاوں گا۔ ویسے بھی میرے لیے بہت بے حس ہو کر بھی وہ بے چین رہتی ہیں۔ یوں تو اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ انھیں میری کمی محسوس نہیں ہوتی مگر یہ میری ذمہ داری کے ساتھ ساتھ مجبوری ہے" خضر کا بتاتے ہوئے سانس پھولا تو اگلے ہی لمحے آئرہ نے اپنا نازک ہاتھ اس باہر سے پتھر دیکھائی دیتے خضر کے ہاتھ پر تسلی کی مانند رکھا تو وہ اب کی بار خود کو اس لڑکی کی سمت نگاہیں اٹھانے سے روک نہیں پایا تھا۔

"کوئی بات نہیں، ماں جیسی بھی ہو، ماں ہوتی ہے۔ مجھے ہی دیکھ لو۔ امی بابا کے جانے کے بعد خالا نے ساتھ تو رکھا مگر آج تک اس نادم حسین کی بیوی بنانے کی لالچ کی غرض سے۔۔ جانتی ہیں کہ میرے نام بابا کی تھوڑی سی پراپڑٹی ہے۔ لالچ اور خود غرضی صرف ماں کو نہیں ہوتی خضر۔ باقی یہ ساری دنیا ہی درندہ صفت ہے" دونوں کی نظریں ملیں تو ایک دوسرے کے لیے تشفی کا روپ دھار گئیں۔ خضر نے اس کے لہجئے کی نمی بھانپ کا اپنے ہاتھ

پر رکھا اسکا ہاتھ مزید ٹھیک سے مضبوط کیے تھاما تو وہ یوں مسکرائی جیسے ہر طرف رقص کرتے رنگ اترے ہوں۔

"ہاں، کیا کریں۔ یہی دستور حیات ہے۔ بھلے مہینے میں ایک بار ہی سہی، جاتا ضرور ہوں۔ نہ جاوں تو وہ چھپ چھپ کر روتی ہیں۔ شاید مائیں دوسری جگہ شادی کر کے بندھ بھی جائیں تو دل کے کسی کونے سے مائیں ہی رہ جاتی ہیں۔ میں ان سے خفا اور ناراض نہیں پر انکو کہیں یہ احساس ندامت ہے کہ وہ مجھے فراموش کر دیتی ہیں۔ وہ خوش رہیں، میں تو اپنی زندگی پر یہ فراموشی خوشی خوشی واجب کر چکا ہوں" وہ بے تاثر اور ہلکے رنجیدہ رمق زدہ انداز میں سامنے آسمان پر کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ کر روانی میں بولا تو آئرہ نے مگ سائیڈ پر رکھتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں سے اسکا ہاتھ پکڑے اپنا سر خضر کے کندھے پر ٹکا دیا۔ اس شخص کے دل میں آسودگی اتر کر اسکا ہر دکھ مٹاتی گئی۔ وہ اپنے ہاتھ کو دیکھ کر رشک زدہ تھا، نگاہیں آئرہ پر گئیں تو مزید پرسکون ہوئیں۔ دونوں کے ایک جیسے دکھ، دونوں کو ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے تھے۔

"اللہ سب ٹھیک کر دیں گے۔ ہمیں اسکی رحمت سے مایوس نہیں ہونا، اور تم تو ہم سبکی ہمت ہو۔ میری، عریش، افراح آپی اور زیان بھائی تک کی۔ پتا ہے خضر کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ ہمیں ہمارے پروفیشن سے زیادہ ہمارے ملتے جلتے دکھوں نے جوڑا ہے۔ اللہ نے ہمیں ستارہ بنا کر ایک دوسرے کی طاقت کے ساتھ اس ملک کا محافظ بنا دیا ہے" آئرہ کی سحر انگیز بات نے گویا خضر خاقان کو جامد کیا اور پھر اسکے بدھم چہرے پر آبادگی کا حسن

پھیلا دیا۔ آئرہ اب اپنا سر اٹھا کر اپنی پر شوق نگاہیں خضر سے ملائے خود بھی مسکرائی تھی جو پیاری سی مسکان کے سنگ سر کو اثبات زدہ جنبش دے رہا تھا۔

پھر سے نظروں کا ٹکراو، جیسے کوئی تشنہ کسی دوسرے تشنگی کے مارے پر سراپا مہربان ہونے کی آرزو میں ہو۔

"تمہاری آنکھیں میرے لیے ممنوع ہونی چاہیں، انھیں دیکھتا ہوں تو بے ایمان ہونے لگتا ہوں" ھائے کیا دلکشی میں لپٹی بے بسی لیے وہ اسیر سیاہ آنکھوں والا سر جھٹکے مسکرایا تھا، آئرہ بھی بے ساختہ ہنس دی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ اس شخص نے اسکی تعریف کی ہے یا آنکھوں کی گنہگار برائی گوش گزار کی ہے۔ کتنی ہی دیر وہ دونوں ہی بے وجہ مسکراتے رہے، رات کی ٹھنڈی تاریکی اور انکا ساتھ یوں تھا جیسے سمندر کی تہہ اور سیپ جس کے اندر ممکنہ موتی دھرا ہوا ہو۔

****

"دیکھ لیا آپ نے اس خود سر نواب زادی کو؟ گھر آنے کے بجائے اپنے ان لفنگے دوستوں کے ساتھ مری چلی گئی۔ میں بتا رہا ہوں کہ کسی دم نادم حسین اسکی جان جسم سے نکال باہر کرے گا" لگ بھگ آٹھائیس تیس سالا وہ سیاہ لمبی گھنی مونچھ اور موٹی آنکھوں والا، سرخی مائیل چمکتا حسین بھلے مگر جنگلی خلیے والا بڑے ناپسندیدہ انداز

میں اپنی پہلے سے کھڑی مونچھ کو مزید تاؤ دیے دھاڑا تو ڈائنگ کی کرسی پر ایک عمر رسیدہ مگر کافی ماڈرن سی عورت شاکی نگاہ اٹھائے اپنے اس جذباتی لخت جگر پر نگاہیں ڈالے گھور چکی تھیں۔ دل تو ہاتھ میں پکڑی چھری اس منحوس کے سینے میں گھسیڑنے کا کیا تھا جو بیٹھے بیٹھے سونے کے انڈے دینے والی مرغی کو حلال کرنے کے چکروں میں تھا۔

"اووو، زیادہ پھنے خان نہ بن، آیا بڑا جان جسم سے نکالنے والا۔ مکھی تو تجھ سے ماری نہیں جاتی اور چلا ہے اس کراٹے چیمپئن کا مقابلہ کرنے۔ زرا ہولا ہو جا نادم، کیوں خوامخواہ زہر اگل رہا ہے۔ دوستوں کے ساتھ مری گئی ہے، مر نہیں گئی جو واپس نہیں آئے گی۔ ملا کی دوڑ مسجد تک ہی ہوتی ہے، اسے یہیں آنا ہے" یہ تیکھے نقوش کے ساتھ تیکھی زبان والی آئرہ کی اکلوتی خالا ہاجرہ تھیں جو اپنے سامنے سینہ تان کر اکڑ کر کھڑے نادم کی باقاعدہ باتوں باتوں سے ہی ٹکاہ کر عزت کر گئیں تو گویا اس نواب کو تو پتنگے ہی لگ گئے، بجلی کی رفتار سے وہ اس بے فکر اماں کے قریب جا بیٹھا۔ چہرے پر انتہا کی بے قراری عود کر سمٹ گئی تھی۔

"دیکھ اماں، وہ بہت پڑھی لکھی ماڈرن ہے اس نے کوئی نوا چن چڑھا دیا تو ہم دونوں یہاں بیٹھ کر بھوکے مر جائیں گے۔ اب آئے تو بس میرا نکاح پڑھوا دے" ماں جی تو بچے کی ایسی نامنظور خواہش پر اپنے پیر کی جوتی اتار چکی تھیں، نادم بھی ماتھے پر شکنیں ڈالے جوتی کی ہر ممکنہ پہنچ سے بچتا ہوا بیچارگی سے اٹھ کر کچھ دور ہٹا۔

"نہ یہ بات کرتے ہوئے تجھے شرم نہیں آئی، پہلے خود کو اسکے قابل تو کر زلیل شخص۔ تیرے اباجی میری اور تیری جان ساتھ نکالیں گے۔ جب تک تو نوکری پر نہیں لگتا اپنی اس چونچ سے شادی کا نام لیا تو لیتر پڑھیں گے تجھے۔ آیا بڑا، شکل دیکھ ایسے لگتا ہے کوئی نشئی اور غنڈہ موالی سات گھر مانگ کے آیا ہے۔ اور اس آئرہ کو دیکھا ہے، ہاتھ لگائے میلی ہوتی ہے۔ بھلے تو میرا بیٹا ہے، ایم اے پاس بھی ہے نادم پر دیکھ میرے ہاتھ! کوئی کام دھنداڈھونڈ تا کے اپنے ان لوفر مراثی یاروں سے تیرا پیچھا چھوٹے، اور اپنی اس شکل کو بندے کا پتر بنا ورنہ آئرہ تو کیا تجھے کوئی لڑکی دیکھنے کو بھی نہیں ملنی" نادم کا نام نادم واقعی بہت خوب تھا بچارا تو گھر میں بھی بہت خوبصورتی سے نادم کر دیا گیا تھا۔ ایک پل کو تو وہ منہ بسورے بڑے رونے والے انداز میں اس برستی ماں کم جلاد کو دیکھ رہا تھا جو سگی ہو کر بھی سوتیلوں کا ہر درجہ عبور کرتی ہوئی اب سبزی کاٹنے کے ساتھ ساتھ کھا جانے والی نظروں سے اس نادم کو گھور رہی تھیں۔

"اللہ مجھے ہی اٹھالے پھر، اماں تو میری ماں نہیں ہے۔ ہوتی تو تجھے میری فکر ہوتی، ماوں کو تو اپنے بچے چن کے ٹوٹے لگتے اور ایک تو ہے۔۔۔۔" نادم کا بھیگا ناامید لہجہ ہاجرہ کو اور تپا گیا تھا، اب انکا دل واقعی جوتی پھینکنے کو کیا تھا۔

"باقیوں کی اولادوں میں کوئی ایک نیک عادت ہوتی ہو گی نادم، پر تو مجھے ہر طرح گنگلا اور زلیل ہی کروائے گا۔ تیرے بھلے کے لیے سوچتی ہوں، اسکے لائق بن ورنہ وہ تجھے منہ بھی نہیں لگائے گی۔ بارہ مربعے زمین اسکے نام ہے، دو ڈیفینس کے پلاٹ اور ایک بنا بنایا پلازہ، مر کچھ کر لے ورنہ ان سب کا سایہ تک چھن جائے گا۔ یا اللہ کیسی

ناکارہ اولاد دے دی ہے، پرے ہٹ" ہاجرہ تو دل تک جل چکی تھیں، اصل صدمہ تو انکو نادم کی کاہلی اور ہڈ دھرمی کا تھا جسکی وجہ سے بیٹھے بیٹھے ان کے ہاتھوں اتنا سب جانے کا خطرہ لاحق تھا۔ سبزی کی ٹرے اٹھائے وہ نادم کو پرے دھکیلتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئیں اور وہ تو جیسے اب مشتعل ہو کر اپنا سر کسی دیوار سے دے مارنے والا تھا۔

"کچھ بھی ہو جائے، آئرہ صرف نادم حسین کی ہے" ہنوز ڈھیٹ پن اور پختگی آنکھوں میں لائے نادم نے مکا سا لہرایا مگر بچارے کا ہاتھ بری طرح دیوار سے ٹکرا کر اسکی ساری جوشیلی ہمت پل میں ختم کر چکا تھا۔ اب تو نادم کا دل پیٹنے کو کیا تھا، بمشکل دانت پیس کر اپنا ہاتھ سہلاتا ہوا وہ بھی باہر نکل گیا۔

****

"خضر، میری جان۔ پلیز آجاو۔ مما تمہیں بہت مس کر رہی ہیں" مری کی ایک خوشگوار صبح، البتہ آج وہ سب ہی دس بجے اٹھے تھے مگر ابر آلود اور یخ بستہ ہوائیں جسم کے اندر جا کر ہر شے منجمد کرتی دکھائی دے رہی تھیں۔ خضر گردن اور کندھے میں فون دبوچے اب جیکٹ پہنتے ہوئے دادی کے لان میں جا کھڑا ہوا، مہرو کی تاسف زدہ

آواز پر خضر کے چہرے پر بھی ہواوں جیسی ٹھنڈک اتری تھی۔ فون کو دوبارہ سے ہاتھ میں پکڑ کر کان سے لگاتے ہوئے وہ اپنا دوسرا ہاتھ جینز میں گھساتے ہوئے درخت کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔

"رات آپ کے پاس آوں گا، اتنا مس مت کیا کریں۔ یہ نہ ہو آپکے شوہر اور بچے خفا ہو جائیں" خضر کے لہجے میں نا چاہتے ہوئے بھی ماں کے لیے شکوہ امڈا تو مقابل بھی وہ بیڈ پر بیٹھی مدھم نقوش والی مہرو کا دل جکڑ گیا تھا۔ سامنے ہی وال پر خضر اور مہرو کی بہت پیاری سی تصویر آویزاں تھی اور اسکے ساتھ ایک دوسری تصویر میں مہرو اپنے بارعب سراپے والے شوہر اور تین بچوں کے ساتھ مسکرا رہی تھیں جن میں دو لڑکے اور ایک پیاری سی لڑکی تھی۔ مہرو کی آنکھیں اس تصویر میں خضر کی کمی دیکھ کر ہمیشہ رو دیتی تھیں۔

"میرے بچے تو تم بھی ہو، خضر مما یاد نہیں آتیں کیا؟ دو ماہ سے تم نے مجھے اپنی صورت نہیں دیکھائی۔ میرا جرم اتنا بڑا نہیں کہ تم مجھے خود کے لیے ترساتے رہو، میں تمہارا انتظار کروں گی" مہرو کی محبت خضر کو بلاشبہ پر سکون کرتی تھی پر بچپن سے لے کر آج تک وہ اپنی ماں کو شئیر کر کر کے تھک چکا تھا، اور پھر ایک ایسا وقت آیا جب خضر کی یہ تھکن، کنارے کی صورت اختیار کرتی چلی گئی۔ خضر کی آنکھیں بھی ایک نامعلوم بے چینی کے زیر اثر مہرو کی آواز کا لرزا سن کر بڑھی تھی، درخت سے ٹیک ہٹائے وہ چند قدم آگے بڑھا۔

"ایسی بات نہیں ہے، میں کچھ بزی تھا۔ آپ پلیز رویا مت کریں، آج آپ کے ساتھ رہوں گا۔ لیکن اپنے گھر، میں اس گھر نہیں آوں گا۔ دو ماہ بعد ایک دن تو مجھے بھی ماں ملنی چاہیے۔ پوری، بنا شئیرنگ کے" اب کی بار خضر

کے لہجے کا دکھ تو مہرو کے چہرے پر یاس اور بے قراری پھیلا گیا تھا، وہ بمشکل اپنے آنسو اندر اتارنے کے بعد جبر کیے مسکرا دیں۔

"جیسا میرا بیٹا کہے، اپنا خیال رکھنا خضر۔ مما تم سے بے حد پیار کرتی ہیں، بائے" فون رکھتے ہی مہرو کی ضبط کی آنکھیں برس پڑی تھیں۔ سامنے لگی اپنی اور خضر کی تصویر دیر تک دیکھتی ہوئی مہرو آج بھی کسی انجانے احساس جرم میں مبتلا تھی۔ باپ تو قدرت نے لے لیا مگر وہ خضر پر سے ماں کا سایہ ہٹ جانے پر خود کو مجرم سمجھتی تھیں۔

"مما تمہارے بغیر کچھ نہیں ہیں خضر، میری جان تو تم میں ہے۔ میرا سب کچھ تم ہو، میں تمہارے بنا جی نہیں سکتی۔ مما تم پر قربان جائیں میں شرمندہ ہوں کہ میں نے اپنی خوشی کے لیے تمہاری خوشیوں کو گرہن لگا دیا۔ آئی ایم سوری" مہرو فون وہیں بیڈ پر رکھنے کے بعد اٹھیں اور اپنی رنجیدہ نگاہیں اس فوٹو فریم پر مرکوز کیے پورے دکھ سے بولیں تھیں۔ انکی آنکھیں خلش اور پچھتاوے نے زرد کر دی تھیں۔ دوسری طرف خضر اپنا فون کچھ دیر دیکھنے کے بعد جینز میں رکھ کر مڑا تو آئرہ اسی کو بلانے لان میں آرہی تھی۔ آج دادی نے سب کے لیے کمال کا ناشتہ بنایا تھا، آئرہ اور خضر کی نظریں ملتے ہی مدہوش ہونے لگتی تھیں مگر آج تو خضر کی آنکھیں تھکن زدہ تھیں۔ آئرہ اسکا چہرہ کھوجتی ہوئی اسکے سامنے کھڑی ہوئی تو نظریں تھکن چھوڑ کر بحال ہونے لگ گئیں۔

"کیا ہوا ہے سیاہ آنکھوں والے؟" اپنی طرف سے آئرہ نے موصوف کے غمناک سے تاثر زدہ چہرے کی اداسی جان لی تھی مگر وہ پھر بھی اسے دیکھتی ہوئی پوچھ بیٹھی۔ خضر نے مسکان زدہ نگاہ یونہی آگے پیچھے پھیرے ٹال کر آگے بڑھ جانا چاہا مگر وہ اسکی بازو پکڑے روک چکی تھی۔

"مما کی کال تھی، تبھی یہ سیاہ آنکھیں مزید سیاہ ہو گئی ہیں" خضر کے لہجے کی جل تھل سی اداسی نے آئرہ کا چہرہ بھی بوجھل کیا مگر وہ اسے یوں اداس نہیں دیکھ پاتی تھی، اسکی بازو پر نرمی سے ہاتھ پھیرے وہ تسلی آمیز انداز میں مسکرائی تو خضر نے بھی پورا پورا ساتھ دیا۔

"سیاہی کا کیا ہے، انکی محبت کی روشنی پڑنے کی دیر ہے، خضر کا چہرہ سویرے کا استعارہ بن جائے گا۔ ایسے بجھ مت جایا کرو، میں تمہیں مسکراتا دیکھنا چاہتی ہوں" خضر کا جینز سے نکالا ہاتھ پکڑ کر وہ ہنوز یک ٹک ان آنکھوں میں بے خوفی سے دیکھتے ہوئے اس ڈوبتے حوصلے والے کو پھر سے مضبوط کر گئی تھی۔ خضر مسلسل اسے نہیں دیکھتا تھا تبھی کبھی چہرہ دائیں گھماتا ہوا آئرہ کی سمت دیکھتا تو کبھی پھر سے اس لڑکی کے چہرے سے بھٹکتے ہوئے ارد گرد کا حسن دیکھنے لگتا۔ آئرہ کو اسکی یہی ادا تو پسند تھی کہ وہ اسے دیکھ کر کنفوز اور بے چین نہیں کرتا تھا۔

"مسکراوں گا، جب میرے پاس مسکرانے کی دل پسند وجہ ہو گی" اب کی بار وہ آئرہ کی آنکھوں میں مسلسل دیکھ کر بولا تو وہ شربتی آنکھوں والی اسکی بات کا دلنشین سا مفہوم سمجھنے کے بعد سر جھکائے مسکا دی۔

"آو، دادی بلا رہی ہیں" یہ باتیں وہ دونوں فل وقت خطرناک سمجھتے تھے تبھی وہ خود ہی مسکان زدہ سر جھٹکنے کے انداز میں بولی تو خضر بھی رضامند سی سمائیل دیتا اسکے ساتھ ہی گھر کے اندر بڑھ گیا۔ دونوں ہمقدم چلتے ہوئے بلکل ایک دوسرے کا حصہ لگتے تھے۔ ایک دوسرے کے ہمدرد، دوست اور سب سے بڑھ کر ایک دوسرے کی دل پسند مسکرانے کی وجہ۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

"دیکھو سال ہونے کو آگیا ہے میری شہزادو، کوئی ننھا کاکا تو آجانا چاہیے ناں۔ تمہیں پتا ہے ناں افراح اس عمر میں یہ ویسے بھی مشکل ہوتا ہے" باقی سب جاگ کر اب ناشتے کی میز پر تھے جبکہ آئرہ بھی خضر کو باہر سے بلا کر لانے کے بعد اب کچن میں آئی تو دادی کی بات پر وہ ہنستی ہوئی افراح سے لپٹ گئی جو دادی جان کی کہی بات پر اپنے چہرے کے رنگ برنگے تاثر چھپاتی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ویسے تو افراح جیسی شیرنی شرما جائے یہ تو ناممکن تھا مگر اس معاملے میں محترمہ کی نزاکت چہرے پر امڈ کر روشنی کر گئی تھی۔ وہ دادی کے ساتھ مل کر چائے کپس میں ڈال رہی تھی جبکہ دادی تو اب افراح کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے پوری توجہ اسکی جانب مبذول کیے سنجیدہ تھیں، اندر یہ تینوں اور باہر عنیہ سب سے گپیں لگائے ہنس رہی تھی۔

"جی دادی لیکن آپ جانتی ہیں ناں ہماری زندگی بہت ٹف ہے، یہ بے بی وغیرہ ہم فل وقت افورڈ نہیں کر سکتے۔ کام کا کیا ہو گا، کون دیکھے گا اسے" افراح کی ہلکان فکر مند بات پر تو دادی اسے زبردست خود میں سمیٹ چکی تھیں، آئرہ بھی شرارتی سی ہنس کر ہمہ تن گوش ہوئی دونوں کے ساتھ لگ گئی تھی۔

"پگلی، دادی ہے ناں۔ میں جب تک زندہ ہوں تمہارے اور زیان کے درجن بچے بھی پال لوں گی۔ ابھی تو اس دادی نے عریش اور خضر کی پلٹون بھی پالنی ہے۔ اگر یہ وجہ ہے تو بے فکر رہو، تم سب میری جان ہو۔ سوچو اس بارے میں بھی" دادی جان تو آج کسی انکار کو سننے کے موڈ میں نہ تھیں، اب تو تینوں لیڈیز بڑی آنکھوں آنکھوں میں دیکھ کر ہنسی تھیں، جبکہ کچن کے دروازے میں بڑی مشکوک نگاہیں ان تینوں پر اسرار سی ہنستی لیڈیز پر ڈالے عریش صاحب خاصے متاثر سے لگ رہے تھے۔ دادی کی نظریں اپنے بچے پر گئیں تو مزید شریر ہوئیں۔

"اوئے، حیا نہیں ہے تجھے۔ چھپ کر لڑکیوں کی بات سن رہا ہے" دادی کے ڈان بننے کی دیر تھی کہ محترم کا لمبو کان دادی کی پہنچ میں تھا اور آئرہ اور افراح کے ساتھ ساتھ خود عریش کے بھی دادی کو اپنے آپ کو لڑکی کہنے پر بتیسی پھیل گئی تھی۔

"ھاھا دادی کچھ رحم کر لیں، لڑکی زیادہ ہو گیا۔ چھوٹی سی گڑیا ٹھیک رہے گا" عریش ہو اور کوئی سنجیدہ رہ جائے ایسا کب ممکن تھا، پوری مہارت سے وہ اپنی گال چھڑوائے اب دادی کی گالوں کو پکڑے ہنسا تو اندر کے قہقہے سن کر باہر بھی جیلسی ابھری۔

"ظالمو اب ناشتہ دے بھی دو، مجھ بڈھے کی شوگر لو ہو رہی ہے" زیان کا بھی مزاح کے شعبے سے خاصا اچھا تعلق تھا، محترم سینئر تھے پر بلا کے شفیق سے۔ زیان کی بات پر جہاں سب ہنسے وہیں افراح کو تو اپنے بندے پر ڈھیر پیار امڈ آیا تھا۔ باقی ناشتہ آئرہ نے لگایا جبکہ دادی اور افراح نے چائے اور چند چیزیں اٹھا کر ناشتے کی میز پر لائیں، سب کے تر و تازہ چہرے اپنی پوری رعنائی لیے جگمگا رہے تھے۔

"ارے واہ دادی۔ کباب، فروٹ سیلڈ، کیک، ہنی رائس، حلوہ پوری اف‌ف کیا کھاؤں اور کیا نہ کھاؤں" ناشتہ واقعی رئیسانہ بنا تھا، دادی کے ہاتھ کی بھلے کوکنگ ہو یا بیکنگ، ہر چیز شاندار ہوتی تھی، اور اپنے ان بچوں پر تو انکا بس چلتا تو جان تک وار دیتیں۔ زیان کو تو پر جوشی میں سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کس سے شروع کرے، خضر بھی مدھم سی مسکان سجائے ایک نظر آئرہ پر ڈالے اپنی چائے اٹھا کر زیان کی سمت دیکھے ہنس دیا۔

"زیان بھیا سب کھالیں، آج دادی نے یہ سب آپ کے لیے سپیشل بنایا ہے" عنیہ بھی مزے سے ناشتے سے انصاف کیے ساتھ ساتھ سبکو پوری مہارت سے مزید ارڈشیز کی پلیٹس اٹھا کر دے رہی تھی۔

"بلکل، یہ سب میں نے اپنے ستاروں کے لیے بنایا ہے، سچ کہوں تو تم سب آجاتے ہو تو یہ دادی بھی جی اٹھتی ہے۔ اللہ نے مجھے کتنے سارے خزانے دیے ہیں کہ میں اگر ہر وقت اسکی بارگاہ میں شکر گزاری کرتی رہوں تب بھی حق ادا نہیں ہوگا" راک دادی اب زرا ایموشنل ہوئیں تو پہلی فرصت میں عریش اٹھ کر دادی کو بیٹھے بیٹھے اپنی مضبوط گرفت میں دبوچ کر انکی گال پر کئی پیار دے چکا تھا، سب کی ہنستی آنکھیں اس منظر سے مزید حسین ہوئیں۔

"یہ شیلا، درپن، خالدہ اور نمرہ کے حصے کی تھیں جو آپکو کر رہا ہوں" عریش کی افلاطون صورت بنا کر کہی اس بات پر پورے ڈائنگ پر سمٹے قہقہے پھوٹے اور جناب شرارتی عریش کا کان پھر سے دادی کے ہاتھ میں تھا۔ مگر اب کی بار دادی اپنے اس شوخے پر نثار ہو گئی تھیں۔ زیان، عنیہ اور افراح تو ہنس ہنس کر دہرے ہو رہے تھے مگر خضر اور آئرہ ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی میٹھی مسکان کا تبادلہ کرتے ہوئے سب سے دلفریب لگتے تھے، جیسے ان دونوں کی سب کے بیچ بھی الگ ہی دنیا تھی۔

"ھاھا میر اکھوتا" دادی کا پیار بھی سب سے نرالا ہی تھا، ناشتے پر بھی وہ سب بے حد مسکرائے تھے۔

"دادی قسم سے یہ کھوتا ہی ہے، اس سے پہلے کے اس کی ساری گرل فرینڈز مل کر اسے ٹھکائی سے لال پیلا کریں، آپ کوئی لڑکی دیکھ کر اسے باندھ دیں۔ بہت خراب ہے یہ" زیان صاحب تو نا جانے کون کونسے بدلے چکا رہے تھے، افراح بھی ہنستی ہوئی سب کے چہرے دیکھ کر مزے سے ناشتہ کرتی ہوئی ساتھ ساتھ میاں جی کو بھی اپنی سپون سے سیلڈ کھلا رہی تھی جس پر سب اب شریر ہو کر ہنسے تو وہ دونوں بچارے گڑبڑا گئے تھے۔

"ھاھارومینس انکا ختم نہیں ہو رہا اور خراب میں ہوں۔۔۔۔ ھاھا بگ بی ساڈھے نال پنگے، ناٹ چنگے" عریش صاحب نے شرارت کا ایک نیا پہلو نکالے کہا تو اب تو عریش صاحب کا معصوم کان آپو جانی کے ہاتھ میں تھا۔

"بچے میں یہیں ہوں۔ تھنی نہ سوجھوا لینا میرے بندے سے۔ اسکی بازو دیکھ تیرے منہ سے زیادہ موٹی ہے" افراح صاحبہ کے اندر کی جاگیردارانہ مٹیار جاگ کر دبنگ ہوئی تو عریش نے ہنستے ہوئے سامنے دیکھا جہاں زیان صاحب شرٹ کی بازو اوپر کر کے تھنی سوجھا دینے والی اپنی طاقتور بازو لہراتے ہوئے آنکھیں بھی شرارت سے گھما رہے تھے، ایک بار پھر سب عریش کا چوزا اور بسورا منہ دیکھ کر بے ساختہ ہنس پڑے تھے۔

"توبہ ہے، سب کو میں معصوم ہی ملتا ہوں۔ یا اللہ مجھے بھی کوئی پیاری سی دے، تا کہ ان سڑیل لوگوں کو جلا جلا کر ماروں" سب کے ہنستے چہرے دیکھ کر عریش نے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرائے دعائے خیر اور نا جانے کس بچاری کے حق میں دعائے بد کر ڈالی تھی۔ سب عریش کے ڈراموں سے ہشاش بشاش ہو گئے تھے،

"یا اللہ مجھے صبر دے" اس معصوم کہنے پر تو خضر بھی پس پردہ کہہ کر شریر ہوا جس پر اب خود عریش بھی ہنس پڑا تھا، ناشتہ تو ایک دم مزیدار کے ساتھ خوشگوار ہو گیا تھا۔

****

"یہ دیکھو، پچھلے چھ دنوں کے بیچ میرے بینک سے چار کرڑور غائب ہوا ہے۔ کون ہیں یہ لوگ، میرا دل چاہتا ہے میں اپنا سر کسی دیوار سے دے ماروں۔ کب تک! آخر کب تک ہم اس ستارہ نامی بلا کے شکار ہوں گے منسٹر برہان، آپ کے اتنے اونچے ہاتھ کس کام کے ہیں اگر محترم ہمارا یہ نقصان نہیں روک سکتے۔ یہ مت بھولو کہ ہمارے ووٹوں اور نظر کرم سے آج تم اس کرسی پر براجمان ہو۔ اگر ہم آپ تینوں کی فاتح جیت کی وجوہات ہیں تو آپکو فقیر کرنے میں بھی ہمیں دو سکینڈ لگیں گے" یہ ایک بند میٹنگ روم تھا جس میں بہت مدھم روشنی ہونے کے ساتھ ساتھ کئی معزز چہرے والے لگ بھگ پچاس پچپن سال کی عمر والے اعلی طبقوں کے تین منسٹر، اور پارٹی لیڈرز موجود تھے۔ لہجے کی گرمی بتا رہی تھی کہ وہ براون تھری پیس والا خاصا بارسوخ شخص تھا اور بے حد برہمی سے اپنے سامنے بیٹھے ایک بلیک تھری پیس والے برہان سکندر پر غضبناک ہو رہا تھا۔ ایک فائیل سامنے کیے اس آدمی نے منسٹر برہان کو آڑے ہاتھوں لے کر ڈپٹا جواب ناگواری سے اپنا ماتھا تانے وہ فائیل دیکھ رہا تھا،

ان دونوں کے علاوہ بھی میٹنگ روم میں دو لوگ موجود تھے جنکے چہرے پر بھی خاصی تشویش تھی۔ ایک کراچی کا منسٹر شکور بدین اور دوسرا لاہور کا دائم شیخ تھا۔

"سر یہ ستارہ نامی بلا کو قابو کرنا ہمارے بس میں بھی نہیں ہے، ہم نے اپنے کئی لوگ اس کام پر انکی کھوج کے لیے انکے پیچھے لگا رکھے ہیں مگر وہ لوگ ہم سبکی سوچ سے بھی زیادہ شاطر ہیں۔ سیٹھ تبریزی والا معاملہ ہی دیکھ لیں، وہ آپکی ٹکر کا آدمی ہو کر اس ستارہ کا شکار ہو چکا ہے" یہ ایک بہت بڑا منسٹر تھا جس کی منسٹری اسکے لیے ایک ملک کی خدمت کا رتبہ کم مگر وطن کا مال لوٹنے کا ذریعہ زیادہ تھا۔ سامنے سنگل کرسی پر بیٹھا ہاشم اس سے ایسا جواب امید نہیں کر رہا تھا، تبھی چہرے پر ناخوشگوار رنگ ابھر کر غرق کرتی سنجیدگی لا چکا تھا۔

"میں کچھ نہیں جانتا، تم لوگ ستارہ کا پتا لگواو، یہ لوگ مجھے ہر صورت اپنے سامنے چاہیں۔ ورنہ تم سبکی کرسیاں تم سمیت غرق کر دوں گا۔ یہ منسٹری جس پر تم لوگ اکڑتے ہو، صرف ہاشم بخت کی نظر کرم کی بدولت ہیں۔ وہ لوگ میری کمائی کو یوں لوٹ جائیں اور مجھے خبر تک نہ ہو، نہیں۔ وہ لوگ میرے ہر بینک اکاونٹ اور ہر ملک کی برانچ تک سے واقف ہیں۔ یہ چار کڑور کسی ایک بینک سے نہیں بلکے تین ملکوں کے الگ الگ بینک کی برانچ سے غائب ہوا ہے، وہ ستارہ اس تبریزی کے ہاتھ لگنے سے پہلے مجھے چاہیے۔ سن لیا ہے تم سب نے ؟" تڑختے ہوئے کہتا ہاشم بخت کہیں نا کہیں اس ستارہ سے خوفزدہ تھا۔ ستارہ نے تو واقعی ان سب طاقتور فرعونوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں، ہاشم بخت کی غضبناک دھاڑ پر وہ تینوں اپنے اپنے علاقے کے ناقابل شکست کرپٹ منسٹر بھیگی بلیاں بن کر اپنے سر اثبات میں ہلا رہے تھے۔

"جی سر" تینوں نے بیک وقت حکم بجالانے کا اعتراف کیا تو ہاشم بخت صاحب کے چہرے کا بلند ہوتا افشار خون آہستہ آہستہ نارمل ہو کر اسکے چہرے پر تجسس آمیز اطمینان پھیلا گیا تھا۔

****

"جنت! جنت۔۔۔ کہاں جا رہی ہو اس وقت؟" کسی حسین سے سراپے کی پشت تھی مگر اپنے عقب سے آتی مانوس آواز پر جنت کے پیر تھمے تو اسکے پاوں کی پائیل پاگل ہو کر چھنکی۔ سفید سوٹ پر سرخ اور سبز بہت نفیس کام والی قمیص اور کھلے گھیرے والی سفید شلوار، دوپٹہ گہرا سرخ گلے میں پوری آب و تاب سے لہرا رہا تھا اور بالوں کا فرنچ ڈیزائن بنا کر اپنے سیاہ اور بھورے بال کھول کر وہ جب مڑی تو لمحے رک گئے۔ خوبصورت اور معصوم مگر کمال کی گلابی مائیل اور مدھم سے نقوش والی جنت یوں دبے دبے گھر سے نکلنے کے باوجود آپی جانی کے ہتھے لگ کر بری طرح پکڑی جا چکی تھی۔ سامنے اٹھائیس سالا پیاری سی سلجھی مانیہ تھی جو کمر پر ہاتھ باندھے اپنی چھوٹی بہن صاحبہ پر بڑی تحقیق زدہ نظر ڈالے استفسار کرنے کے بعد گھور رہی تھی۔

"وہ۔۔۔، آپی وہ" جنت کے موہنے چہرے پر بہاروں سا رنگ اب جھجھک اور بے تابی بنا تو لفظوں نے بھی اس ماہ گل کی زبان پر آنے سے انکار کر لیا تھا۔

"عریش آیا ہے کیا؟" ھائے آپی جان پر تو جنت نثار ہونے کو پوری رفتار سے قریب آئی اور با قاعدہ چمٹ ہی گئی۔ اب تو مانیہ بھی اپنی لاڈلی بہن پر ہنس دی۔

"جی آپی، آپکو پتا ہے وہ پورے دو ماہ بعد آیا ہے۔ آپی اسے دیکھ آوں؟ دادی کے بہانے وہ مجھ سے بھی بات کر لے گا۔ میں نے چھت سے دیکھا ہے، اسکے کچھ دوست بھی آئے ہوئے ہیں۔ آپی پلیز جانے دوناں" جنت کی سادہ لوح اور دل تک اترتی فرمائش پر مانیہ اب ہنستی ہوئی کچن میں گئی تو جنت بھی بے قراری سے اسکی ہمقدم ہوتی ہوئی پلٹ گئی۔

"اف جنت، تم تو اسکی یوں شیدائی ہو جیسے نجانے کونسا پرنس چارمنگ ہے، چوچا کہیں کا۔ اور تم نے اسے دیکھ کر کونسا دل ٹھنڈا کر لینا ہے۔ وہی منہ اور خلیہ ہو گا اس نکمے کا" مانیہ تو صاف صاف اجتناب برت کر خاصا خفا ہوئی تو جنت کی بلا کی پر کشش آنکھیں اداسی میں لپٹ کر رات ہوئیں۔

"آپی، اسے ایسا تو مت کہیں۔ وہ مجھے اچھا لگتا ہے" جنت نے ہاتھوں کو مڑور کر نظریں جھکا کر اپنے دل کے جذبات کے سنگ ہچکچاتے ہوئے کہا تو مانیہ مڑ کر نگاہیں اپنی اس پگلی پر ٹکائے قریب ہوئی۔ گویا جنت کی اس بیوقوفانہ بات کو اس نے چنداں سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔

"پورے مری کی لڑکیاں اس نے گرل فرینڈ بنا رکھی ہیں، موصوف دو دو ماہ بعد آوارہ گردیوں کے بعد گھر تشریف لاتے ہیں۔ یہ تو کنیز خالا کی ہمت ہے کہ اس لاپرواہ پوتے کے رحم و کرم پر ہو کر بھی آسودہ ہیں۔ دیکھ

جنت! وہ ایک بہت موڈی اور بگھڑا لڑکا ہے۔ تجھے بھی اپنی درجن گرل فرینڈ میں ہی رکھے گا، ایسے لڑکے شادی وغیرہ میں نہ دلچسپی رکھتے ہیں نہ انکو ایسی قید پسند ہوتی ہے۔ تو جا کر مل آ لیکن اپنے دل سے عریش کے لیے محبت نامی جذبات نکال دے۔ میں نے بریانی بنائی ہے، وہ لے جا۔ میں ڈال کے دیتی ہوں" مانیہ کو ایسا سب کہتے ہوئے زرا بھی عجیب نہیں لگا تھا کیونکہ انکی اور باقی لوگوں کی نظر میں عریش ایسا ہی تھا۔ کوئی اگر یہ جان لیتا کہ وہ ایک ناقابل شکست ہیکر اور ملک کا ٹاپ جاسوس ہے تو یقیناً اس پہ رشک کے سوا کچھ نہ کرتا۔ جنت کا دل دکھی ہوا مگر وہ جانتی تھی کہ اسکی آپی اسکی فکر میں یہ سب کہتی ہے۔ اپنا موہنا چہرہ لٹکائے وہ مزید رنجیدہ ہوئی،

"نہیں آپی، عریش تو باقی لڑکیوں کے مقابلے میں مجھے ٹھیک سے دیکھتا بھی نہیں ہے۔ کیا بتاوں کے وہ مجھے گرل فرینڈ نہیں سمجھتا۔ وہ باقیوں کو دیکھ کر ہنستا ہے پر مجھے دیکھ کر مسکراتا ہے۔ باقی سب اسکا ظاہری خلیہ دیکھتے ہیں مگر جنت تو اسکا دل اور وہ گہری آنکھیں دیکھتی ہے جن میں میری اور آپکی سوچ سے زیادہ گہرائی ہے" دل تک جنت ان اسیر نگاہوں کو اپنے ذہن کے دریچے سے ابھرتا محسوس کر رہی تھی۔ ناجانے جنت اس من چلے عریش کی کونسی گہرائی کا ادارک کر بیٹھی تھی کہ اسے وہ بظاہر لاپرواہ مگر دل کا بادشاہ جیسا عریش عزیز تھا۔ مانیہ نے بڑی سی پلیٹ میں بریانی بھر کر جنت کو تھمائی تو جنت اپنے حواس میں واپس لوٹی۔ عریش کا سامنا کرنے کا سوچ کر اس کے اب ہاتھ پاوں پھولتے محسوس ہوئے تھے، مانیہ اب کچن سے نکل کر اپنے تین سالا فاحد کو اٹھا کر کمرے کی طرف بڑھی تو جنت بھی وہ پلیٹ ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اپنے چہرے کا ہر باریک اور گہرہ تاثر زائل کرتی ہوئی کچن سے باہر نکل گئی۔

****

"ھاھا خضر بھیا آرام سے شارٹ لگائیں ناں، آپ کے سامنے چنی سی عنیہ ہے۔ آپ پہاڑ اور میں چھوٹی سی پہاڑی" ایک اور سنہری اور خنکی زدہ دوپہر جب دادی کا گھر انکے ستاروں سے پرنور ہو کر چمک رہا تھا۔ دادی اور افراح ہنستی ہوئی پودوں کی کانٹ چھانٹ میں گم تھیں جبکہ آئرہ، عریش اور زیان بھی گپیں ہانک رہے تھے۔ جبکہ عنیہ اور خضر اب ریکٹس کھیل کر اپنی مستی شروع کر چکے تھے۔ خضر کی لگائی شارٹ سے شٹل اڑ کر عنیہ کے سر سے گزرتی ہوئی پار جا کر گری تو وہ ہنستی ہوئی باآواز بلند بول کر خود خضر کو بھی ہنسا چکی تھی۔ زیان، آئرہ اور عریش مالٹے کھانے کے ساتھ ساتھ انکے چھلکوں سے ایک دوسرے کی آنکھوں کو شرارت سے وہ جلتا جوس بھی نچوڑتے ہوئے بتیسی نکال رہے تھے۔ اس شرارت کا آغاز بھی جناب ون اینڈ اونلی عریش باجوہ صاحب نے کیا تو زیان نے پورا بدلا ادا کیا، بس پھر شربتی کا موڈ بھی پیچھے رہنے پر آمادہ نہ ہو سکا۔ سب اپنے اپنے موہنے انداز سے ہنس رہے تھے۔

"اوہ سوری جونیئر، دیکھو تم اب اپنے سائز کا پارٹنر ڈھونڈ لو" خضر بھی اچھلتا ہوا شارٹ لگائے پھولے سانس سے بولا تو عنیہ بھی دانت نکالتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"اسکے سائز کا چوہا ہی ہو گا پھر، زمین کھودنی پڑے گی" عنیہ بھلے سولا سال کی تھی مگر وہ چھٹکی سی سمارٹو سی تھی تبھی اب عریش اسکو تپانے کو چوہی سے ملاتے بولا تو اب شٹل سیدھی عریش کے سر پر لگ کر اسکے چند بال ماتھے پر پھیلا گئی۔ سب کے قہقہے پھوٹے تو عنیہ بھی اپنی زبان نکالے عریش کو چڑاتی ہوئی بلکل بندری ہی لگی تھی۔

"اوئے بچو! باہر دیکھو کون آیا ہے۔ کب سے بیل بج رہی ہے" دادی کی گلاب کے پودوں پر نظر ثانی کرتے آواز بلند ہوئی تو سب کے ہی کان کھڑے ہوئے تھے۔ چارو ناچار یہ دروازہ دیکھنے کا فریضہ بھی محترم عریش کو نبھانا پڑا۔ زیان اور آئرہ اب باقاعدہ ہوٹنگ کرتے ہوئے کھیل کو خوش دلی سے سراہا رہے تھے۔ عریش اپنی شرٹ ٹھیک کرتا اور مالٹے کے چھلکے کے پانی سے اپنی جلتی آنکھیں رگڑتا گیٹ تک گیا تو کھولنے سے پہلے ہی جنت کا سر دیکھ کر شریر سی مسکان سجائے دروازہ کھول کر ایک نظر جنت کی گھبرائی شکل دیکھنے کے بعد بہت بے تکلف انداز میں اسکے ہاتھوں سے پلیٹ لے چکا تھا۔ جنت تو یوں تھی جیسے اپنی جگہ جم چکی ہو۔ عریش اسکو پہلے سے کچھ بدلا اور زیادہ شرارتی دیکھائی دیا تھا، اپنی ناز سے اٹی آنکھیں جھکانے کے بعد وہ بھی اب عریش کی اس بے تکلفی پر مسکرائی جو باقاعدہ بریانی چکھ بھی چکا تھا اور مزیدار ہونے کا اشارہ بھی دے رہا تھا۔

"ارے واہ، اس وقت سچی میرا دل بریانی پر تھا۔ آجاو اندر نزاکت کی دکان" عریش اسکا شرمانہ دیکھ کر اب خود بھی ہنستا ہوا اسے کہتا اندر بڑھا تو جنت بھی دلکش سا مسکاتی اسکے پیچھے ہی چل دی۔

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

"ارے میری جنت آئی ہے، آو میرا بچہ۔ کیسی ہو" دادی تو سب پر ہی دل کھول کر نثار ہو جاتی تھیں۔ جنت اتنے سارے لوگ دیکھ کر کچھ گھبرائی ہوئی تھی مگر دادی کی محبت نے اسے حوصلہ دیا تو وہ بھی اب مسکرا کر دادی سے ملنے کے بعد آئرہ اور افراح سے ملی۔ عریش صاحب تو بریانی پر حملہ کرنے کے ساتھ ساتھ اب آئرہ اور زیان کے ساتھ شئیرنگ بھی کر رہے تھے۔ خضر اور عنیہ کی گیم تو ویسی ہی جاری تھی۔

"میں ٹھیک ہوں دادی، آپیؑ نے بریانی بنائی تھی تو میں وہ لائی" جنت کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو یہی بول گئی جس پر جہاں سب مسکرائے وہیں آئرہ شرارت منہ پر لائے عریش کے کان کے قریب ہوئی۔

"یہ کتنے نمبر والی ہے عریش" زیان نے بھی چہرے پر ہنسی لائے دونوں کیؑ سرگوشی سنی۔ تینوں کی نظریں سامنے بیٹھی جنت، دادی اور افراح پر تھیں جو اب مسکرا کر حال احوال میں لگی تھیں۔ آئرہ کی متجسس سماعت اور زیان کی بتیسی سمٹ کر عریش کے تاثر کی جانب تھی جو میسنی ہنسی دبائے بریانی کھانے کے بعد دونوں کے قریب ہو کر مشکوک ہوا۔

"یہ میری گرل فرینڈ نہیں ہے، مجھ معصوم کو تم لوگ لیتر نہ پڑوادینا۔ اسکی آپیؑ کا شوہر بہت ظالم پولیس والا ہے یار" عریش کی بیچارگی میں ڈوبی حسرت پر تو زیان اور آئرہ دونوں ہی ہنسے پر اللہ بھلا کرے دادی، اور افراح کا جنہوں نے انکی اس ہنسی کو سینسر ہونے سے بچالیا تھا۔ اب تو عنیہ اور خضر بھی گیم ختم کیے سب کی طرف جا کر

انھیں جوائن کر چکے تھے۔ خضر نے بہت مدھم سی مسکان سجائے اس چھوٹی سی دیکھائی دیتی جنت کو دیکھ کر سر ہلایا اور خود بھی ان تین ہنستے مشکوک افراد کے ساتھ جا بیٹھا۔ عریش نے اب کی بار بڑے نازو ادا سے چاول سے بھری سپون خضر کے منہ میں انڈیلی تو اب کی بار وہ سب ہنس دیے تھے۔

"جنت آپئ میری بہت اچھی دوست ہیں گائز، یہ ہمارے ساتھ والے گھر میں اپنی آپئ کے ساتھ رہتی ہیں۔ اور جنت آپی! یہ سب عریش بھیا اور میرے فرینڈز ہیں، اور میرے اور بھیا کی طرح دادی کے لاڈلے۔ یہ خضر بھیا ہیں، یہ میرے پالے سے زیان بھیا، یہ زیان بھیا کی وائف افراح آپی اور یہ سب سے لاڈلی آئرہ آپی"عنیہ صاحبہ نے تعارف کا یہ عظیم کام اپنے سر لیتے ہوئے بخوبی سر انجام دیا تو سب نے ایک بار پھر جنت کو مسکان دے کر یہ بتایا کہ انھیں اس سے مل کر دلی خوشی ہوئی۔ جنت کی بدلے میں سمٹی سی مسکان بھی اس بات کا اشارہ تھی کہ وہ بھی سب کو دیکھ کر خوش ہے۔ اسکی نظریں تو اس ہنسی دبا کر اپنے ساتھ بیٹھی آئرہ اور زیان سے سرگوشیاں کرتے عریش پر تھیں۔

"اینڈ فائنلی ون اینڈ اونلی میرے ناٹی سے عریشو بھیا کو تو آپ جانتی ہی ہوں گی"عنیہ صاحبہ کی تقریری انداز میں کہی بات پر جہاں سب ہنسے وہیں جناب عریش صاحب بھی کن آکھیوں سے خود پر نگاہیں جما کر دیکھتی جنت پر ڈال کر مشکوک ہوئے مگر ساتھ بیٹھے خضر کی کہنی کے ٹھوکے نے یہ سلسلہ تادیر قائم نہ رہنے دیا تھا۔ منہ بسورے اب عریش نے خضر کو دیکھا وہ اسے خود بھی شرارت سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ سب سے مل کر بہت اچھا لگا، اب میں چلتی ہوں دادی۔ پھر آوں گی" جنت خود کو ان سب چہروں کے بیچ بے چین محسوس کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی تو دادی نے بھی مسکان زدہ آمادگی کے سنگ اسے خود سے لپٹا کر عنیہ کو اسے دروازے تک چھوڑنے بھیجا۔

"دادی، یہ جنت اپنے عریش کے لیے کیسی رہے گی۔ ماشاءاللہ اچھی کھٹی میٹھی چاٹ جیسی جوڑی بنے گی" افراح جو کافی دیر سے اپنے جونیرز کی مشکوک حرکتیں بہت تجسس سے دیکھ رہی تھی آخر اپنے والہانہ خوشی لٹاتے لہجے میں مسکراتی بولی تو مقابل عریش صاحب کا کھلا منہ اور پھٹی آنکھیں دیکھ کر سب کا قہقہہ پھوٹا۔

"ھاھانہ میری بچی، کیا پرائی بچی کی بدعائیں لوں۔ یہ کھوتا تو گرل فرینڈز پر ہی رہے گا۔ جیسی اسکی حرکتیں ہیں اسے جنت مل ہی نہ جائے" اب تو عریش کا منہ واقعی سوجھ کر غبارہ ہوا تھا۔ زیان نے بھی اپنی طرح کا جاندار قہقہہ لگائے اس مسی شکل والے کو اپنے مضبوط گرفت میں لپٹائے اسکی اندر کو گھسی گالیں مزید دبا کر اندر کیں۔ عنیہ بھی جو دروازہ بند کر کے آرہی تھی عریش کی ننھی منھی ناراضگی دیکھ کر ہنستی ہوئی اب افراح اور دادی کے ساتھ لپٹ کر بیٹھی تھی۔

"نہ مینو تسی مریخ تے چھڈ آو لوکو! میرا اس ظالم دنیا وچ گزارہ مشکل ہو گیا جے" عریش دی گریٹ کے ہوتے ہوئے کوئی ہنسی کچھ لمحے کو بھی اپنے ہونٹوں سے جدا نہیں کر پاتا تھا۔ خضر اور آئرہ کی آنکھیں ملیں تو مزید مسکرائیں۔ مری کا یہ ٹرپ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بہت یادگار تھا۔ شام تک افراح، زیان، آئرہ اور خضر کی واپسی تھی جبکہ عریش ایک ہی بار کل واپس جانے والا تھا۔ زندگی کی الجھنوں اور دکھوں سے نجات کے لیے ان سب کے پاس اللہ کی بارگاہ کے بعد دادی کا یہ خوبصورت خوشیوں سے سجا گھر تھا جہاں آکر وہ سب ہی ستارہ نہیں

بلکہ بس دادی کے پیارے اور لاڈلے بچے بن جایا کرتے تھے۔ زیان اور افراح کی شادی بھی یہیں مری میں ہوئی تھی۔ افراح کی آپی (استنبول) ترکی سے شرکت کے لیے سیدھی یہیں آئی تھی جبکہ زیان کی طرف سے اسکا سب کچھ اسکے کامل بابا تھے جن سے اس نے قرآن بھی سیکھا تھا۔ اسکی طرف سے وہی آئے تھے اور دونوں کا نکاح بھی انہوں نے پڑھوایا تھا۔ دادی کا یہ گھر تو ان سبکی خوشیاں اور دکھ بانٹنے کی من پسند جگہ تھی، اس تپتی زندگی میں ان سب کی چھاؤں بس وہ نیاری اور قربان سی دادی کنیز باجوہ تھیں۔

****

یہ ایک بند کمرہ تھا جس پر تقریبا دس کے قریب مانیٹرز نصب تھے۔ مکمل سیاہ وردی میں ملبوس وہ پانچ لوگ مسلسل پانچ کیمروں کی ریکارڈنگ پوری توجہ سے دیکھ رہے تھے۔ اس کمرے کی دیواریں کسی پرانی غار جیسی شکل میں پینٹڈ تھیں، ایک طرف سبز رنگ کا جہازی سائز ستارہ دیوار پر آویزاں ہو کر ہلکی لائٹنگ سے منور تھا۔ ستارہ ہیڈ کوارٹر جہاں ان پانچوں کے گھروں کی مسلسل حفاظت کے لیے کیمرے لگائے گئے تھے۔ پانچ عدد وہ چپس جن کی چوبیس گھنٹے جانچ کی جاتی تھی۔ یہ سب بھی ستارہ گینگ کی حفاظت کا ایک اصول تھا۔ انکے ڈیپارٹمنٹ کے لوگ انکی چوبیس گھنٹے نگرانی کرتے تھے جسے مخفی رکھا گیا تھا۔ ہزل انجم بھی سیاہ وردی جس کے سینے پر سبز ستارہ آویزاں تھا، پہنے ہوئے اب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ ان پانچ مونیٹرنگ کرنے والے لوگوں کی چار گھنٹے مسلسل ڈیوٹی کے بعد مزید پانچ آفیسرز سے شفٹ تبدیل ہو جاتی تھی۔ یوں ان پانچوں کی

نگرانی کے لیے سولا آفیسز مختص کیے گئے تھے۔ جن کا کام خضر، آئرہ، عریش، افراح اور زیان کی پل پل نگرانی کرنا ہوتا تھا۔ سب کے گھروں کے باہر لگے کیمرے سے وہ گھر کے اطراف مکمل نظر رکھتے تھے جبکہ انکی بالوں میں لگی چپس انکی حفاظت کا ثبوت دیتی تھیں کہ وہ کس جگہ ہیں اور سانس لے رہے ہیں یا نہیں۔ ستارہ اپنے ان پانچ ستاروں کی ہر ممکنہ حفاظت عمل میں لانے پر معمور تھی۔

"کہاں ہیں یہ سارے جانباز" سامنے پانچ مونیٹرز پر ان پانچوں کی چپوں کے روان سگنلز جاری تھے جبکہ باقی پانچ میں ان کے گھر کے باہر لگے کیمروں سے دیکھائی دیتیں لوکیشنز باآسانی نظر آرہی تھیں۔

"سر مری کے مزے لوٹنے گئے ہیں، سب بلکل سیو ہیں۔ سب کے گھروں کے باہر بھی سب ٹھیک ہے مگر یہ انسپیکٹر آئرہ کے گھر کے اندر ایک مشکوک سا آدمی آتا جاتا دیکھائی دیتا ہے، سر یہ شکل سے کافی قابل غور ہے" ان پانچ سلجھے اور ٹرینڈ مانیٹرنگ آفیسرز میں سے ایک نے کی بورڈ کا بٹن پریس کرتے ہوئے ایک تصویر سامنے کی تو ون اینڈ اونلی نادم حسین مانیٹر کی سکرین پر ابھر آئے۔

"ہاں یہ اسکا کزن ہے، اگر یہ مشکوک ہے تو اس پر بھی نظر رکھو" اس سے پہلے کے ہزل مزید کچھ کہتے، انکا جیب میں رکھا فون بجا۔ وہ ان پانچوں کو اپنا کام جاری رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس روم سے باہر نکل کر آفس کی طرف آگئے۔ دن کی روشنی کے باوجود ستارہ ہیڈ کواٹر ملگجی مدھم سرخ اور پیلی روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ ہیڈ کوارٹر جنگل کے ایک سنسان علاقے میں انڈر گراونڈ تعمیر ہوا تھا، ہزل کا ماتھا کچھ ٹھنکا کیونکہ انکے فون پر ایک وی آئی پی جانی پہچانی کال آرہی تھی۔

"اسلام وعلیکم سر" ہزل انجم کی جس طرح آواز کڑک کر مودب ہوئی وہ خود بھی چوکس ہوئے تھے۔ دوسری طرف ایک سیاہ اندھیرے سے بھرا کمرہ اور ایک رولنگ چیئر سے سر آٹکا کر بیٹھا وجود منتظر تھا۔ یہ ستارہ کے اصل ہیڈ مرجان خالق تھے جو آج تک خود ہزل انجم تک کے سامنے نہیں آئے تھے۔ وہ بس کال پہ ہی ساری انفارمیشن دیتے تھے۔

"وعلیکم السلام ہزل، نیو کیس! کہاں ہے ستارہ" مقابل ایک دبنگ اور دبدبے والی کڑک آواز آئی تو ہزل متوجہ ہوئے۔

"سر کل تک ستارہ ایکٹیو ہو جائے گی، آپ بتایئے کیا کیس ہے؟" ہزل اب کرسی پر بیٹھ کر اپنے پیشہ وارانہ انداز میں بولے تھے۔

"اس بار کیس بہت خطرناک اور پہلے سے مختلف ہے۔ ہاشم بخت کے آفس میں اسکی سیکنڈ ڈرا میں ایک لیپ ٹاپ ہے جس میں اس ملک کی خفیہ معلومات کی فائلز ہیں۔ وہ بد بخت یہ ساری انفارمیشن ملک دشمنوں کو دو دن بعد بیچنے والا ہے۔ مجھے وہ لیپ ٹاپ بحفاظت جلد از جلد چاہیے۔ اس کام کے لیے خضر کا انتخاب کیا ہے، وہ اپنا خلیہ بدل کر اسکے آفس جا کر وہ لیپ ٹاپ لائے گا۔ باقی یہ سب کیسے اور کب ہو گا تم دیکھ اور جان لو۔ یہ ستارہ کے لیے پہلا خطرناک اور چیلنجنگ کیس ہو گا۔ اس بار پیسہ نہیں، ملک دشمن کی ہولناک منصوبہ بندی غرق کرنی ہے۔ کل ان سب کے آتے ہی میری وڈیو کال سیٹ کرواو۔ میں انکو خود ساری بریفنگ دوں گا، یہ کام بھی بہت باریکی سے ہونا چاہیے ہزل۔ کوئی غلطی یا کوئی کوتاہی ہمارے ملک کا ناقابل تلافی نقصان کر دے گی۔ گڈ لک فار

دس ٹاسک" وہ سیاہ سائے میں لپٹا جنرل ڈیٹیکٹیو ہیڈ ایک ہی لمبی بات کہہ کر کاٹ منقطع کر چکا تھا۔ وہ اندھیرے میں ہی وڈیو کال پر ضروری بریفنگ دیتے تھے، ہزل نے فون آف کر کے اپنے چہرے پر ایک چمک لائی۔

"ستارہ کے ہوتے ہوئے کوئی اس ملک کی طرف میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھ سکے گا۔ ستارہ! تم سب یہ کر دیکھاو گے، کیونکہ مجھے ہی نہیں، اس ملت کے ہر فرد کو تم لوگوں کے غائبانہ وجود پر لازوال فخر ہے اور رہے گا۔ آج کا دن تم سب کے لیے آرام کا ہونا بہت ضروری ہے۔ گڈ لک میرے جوانو" ہزل کی پر اعتمادی میں لپٹی صورت اور جانشین سا انداز سامنے دیوار پر چمکتے سبز ستارے اور اسکے ہر کونے پر لکھے سپیشل کوڈ نیم کی طرف تھا۔ ہر کونے پر ان پانچوں کے ڈیوٹی کوڈ نیم درج تھے۔ جس طرح ملک کے ہر فرد کو ان شیر جوانوں پر غائبانہ رشک تھا ویسے ہی ہزل انجم کو بھی اپنے ان فاتح اور ناقابل شکست جوانوں پر خود سے زیادہ اعتماد اور یقین تھا۔

خضر خاقان (کوڈ نیم: ایچ ایچ 1)

زیان فاروقی (کوڈ نیم: ذی ایف 2)

آئرہ جبران (کوڈ نیم: اے جی 3)

افراح زیان (کوڈ نیم: آئی ذی 4)

عریش باجوہ (کوڈ نیم: اے بی 5)

ان پانچوں کے یونیفارم پر انکے یہی نام سبز ستارے کے ساتھ درج تھے۔ پانچوں کا یونیفارم سامنے الماری میں پریس ہو کر لٹکا موجود تھا۔ اسی روم کے ساتھ ایک ملحقہ لیب اور کئی لاتعداد آفس موجود تھے، ستارہ کی تمام

خفیہ پلاننگ یہیں ہوتی تھی۔ ہر آفس اور کمرہ ساونڈ پروف ہونے کے ساتھ ساتھ ہینڈ اور آئی انٹرکشن لاک سے مزین تھا۔ یہ سارا ائیریا زمین کے انڈر گراونڈ ہونے کے باعث کسی کی سوچ میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ زمین کے اوپر گھنا جنگل تھا جہاں کئی کیمرے نصب تھے جنکی مونٹرنگ بھی ساتھ ساتھ عمل میں لائی جاتی تھی۔ دو لوگ مسلسل اس جنگل میں چوکس رہتے تھے اور ارد گرد عام مقامی لباس میں ملبوس ہو کر چوکیداری پر فائز تھے۔ یونہی ستارہ اس قدر خفیہ نہیں تھا، یہ حساس ادارہ تھا اور اسکی حفاظت اور نگرانی بھی اسی حساس طریقے سے عمل میں لائی جاتی تھی۔

****

"جی تو مسٹر زیان اینڈ مسز زیان، آپکی منزل آچکی ہے۔ ویسے بائے داوے، آپ دونوں کی دو ویک بعد اینورسری ہے۔ کیا خیال ہے؟ پھر سے مری جا کر پارٹی کا پلین فائنل کر لیں" وہ سب واپس آتے آتے کافی لیٹ ہو گئے تھے اور اب تو اچھا خاصا اندھیرا ہو گیا تھا۔ خضر کی بات پر ساتھ بیٹھا زیان تو چہکا تھا جبکہ افراح بھی پوری پوری رضامند تھی۔ ویسے بھی ایک مری واحد تھا جہاں وہ سب کبھی بھی جانے پر رضامند ہو جاتے تھے۔

"بھئی میرے بچے خضر نے پہلی بار اپنے نایاب منہ سے پارٹی کی خواہش کی ہے، بس پکی سمجھو۔ ویسے قسم سے مجھے تو اتنی نیند آ رہی ہے اور صبح ڈیوٹی کا سوچ کر مجھے پتا ہے بستر پر جاتے ہی اڑے گی" افراح تو با قاعدہ بڑی اماں بنے خضر کے بالوں کو بکھیرتی ہوئی ہنسی اور اگلے ہی لمحے گاڑی سے نکلتے ہی محترمہ کو نئی تشویش نے آن گھیرا تھا۔ آئرہ اور خضر بھی مسکان سجائے باہر نکل آئے جبکہ زیان بھی اب اچھی خاصی جمائیاں لے رہا تھا۔

"ھاھا افراح آپی کل سیکنڈ ٹائم ہے ناں ڈیوٹی، آپ دس بجے تک سوتی رہیے گا۔ آئی نو ہمارے کیوٹ سے زیان بھیا آپکو بلکل تنگ نہیں کریں گے" آئرہ بھی افراح کو لپٹائے شریر ہوئی تو خود افراح اور زیان بھی دانت نکالے سر ہلا چکے تھے۔ خضر اب آئرہ کو چھوڑنے کے بعد مما کو لینے جانے والا تھا۔

"جی جی بلاشبہ زیان فاروقی ایک شریف انکل نما بچہ ہے" زیان صاحب بھلے سب سے سینیر تھے مگر تھے ہی اتنے سوئیٹ کے سبکو ہی عزیز تر تھے۔ انکل پر تو افراح لاڈو رانی بنے اپنے ہیرو کی بازو سے لگ گئی تو وہ تینوں ہی دلفریبی لیے مسکرا دیے۔

"چلیں جی پھر کل ملتے ہیں، ٹیک کیئر" ان دونوں کو گھر کے اندر بھیج کر آئرہ اور خضر پھر سے گاڑی میں آ کر بیٹھے اور بیٹھتے ہی خضر نے گاڑی اب آئرہ کے گھر کی طرف موڑی تھی۔

"اللہ کرے نادم کا بچہ نہ ہو گھر، قسم سے اسے دیکھ لیا تو ساری نیند تباہ ہو جائے گی" نادم کا ذکر تو خضر کا چہرہ تان چکا تھا، خود آئرہ بڑی بیزاری لیے بولی مگر جب نگاہیں سنجیدہ خضر پر گئیں تو وہ پھر سے مسکرا دی۔

"تم اب مما کو لینے جاو گے کیا؟" خضر کی نا قابل ہضم سنجید گی بھانپتے ہوئے خود آئرہ نے بات بدلی تو خضر نے ہلکی سی جنبش دیے سر ہلائے اثبات میں اشارہ کیا تو اب آئرہ بھی اداس سی رخ خضر کی طرف کر چکی تھی۔

"مجھے کب لینے آو گے خضر؟" خضر کے ہاتھ برے طریقے سے سٹیرنگ پر مضبوط ہوئے اور اسی لمحے گاڑی عین سڑک کے درمیان چڑچڑتی ہوئی رکی تھی۔ سرعت سے خضر نے اپنی بے تاب نگاہیں آئرہ پر ٹکائیں تو دونوں طرف سمٹے سے بے یقینی کے اثرات وافع مرتب ہوئے تھے۔

"خالا میری شادی نادم سے کروانے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہیں۔ میں مر جاوں گی، لیکن کسی اور کی زندگی کا حصہ بننے کا سوچنا گوارا نہیں کر سکتی۔ میں جانتی ہوں تم کہو گے کہ یہ سب اتنا اچانک لیکن آئی فیل کے مجھے تمہاری اور تمہیں میری اب بے حد ضرورت ہے" وہ خضر کی زخمی سی بجھی سیاہ آنکھیں دیکھ کر روہانسی ہوئی تو وہ بے بسی سے اس پر سے نگاہیں ہٹا گیا۔

"یس، آئی ریلی نیڈ یو" بنا دیکھے وہ آج خود کو ہارنے دے رہا تھا، آئرہ نے اس رخ پھیر کر خاموش اعتراف کرنے والے کا ہاتھ تھامے پیار لٹاتی نظروں سے دیکھا تو خضر نے اپنے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے نگاہیں آئرہ پر لے جا کر روکیں۔ دونوں کی نظریں مل کر تباہی مچا دیتی تھیں۔

"می ٹو، مما سے بات کرنا خضر۔ ہماری زندگی کی بے اعتبار لمبائی کتنی ہے ہم نہیں جانتے۔ مگر ہم خود کو اپنے حاصل وقت میں ایک دوسرے سے محروم نہیں رکھ سکتے، مجھے اس گھر میں وہشت ہوتی ہے، مجھے اس نادم نامی لٹکتی تلوار بے سکون کرتی ہے، مجھے اپنے ساتھ لے جاو خضر" آئرہ کی حسرت پر دگنی رضامندی سے حسرت کرتا

خضر خاقان قریشی کا دل اور اس کی دھڑکن بھی آسودگی لیے رواں ہوئی تھی۔ وہ آئرہ کی آنکھیں اپنے اندر اترتی محسوس کر رہا تھا۔

"لے جاوں گا، جلد لے جاوں گا" بہت محبت سے وہ اس جان سے بھی کہیں درجے افضل لڑکی کو دل کے مزید قرین محسوس کیے پوری سچائی سے بولا تو آئرہ کی شربتی آنکھیں یوں مہکیں کہ اسکے اندر کا رنگ ہر سو جلترنگ سا روپ دھار گیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو مزید دیکھنے کے بجائے رخ بدل گئے مگر گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے خضر کا سینہ آج اس دلپسند خیال سے ہی ہلکا ہو چکا تھا۔ آئرہ کی خوشی تو اس کے انگ انگ سے جھلکتی ہوئی دیکھائی دی تھی، دونوں باقی کا راستہ بس مدھم مدھم مدہوشی لیے مسکراتے رہے تھے۔

****

"مہرو، کہاں جا رہی ہو" ہلکی براون لانگ شرٹ اور وائٹ ٹراوزر پہنے، بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے وہ اپنا ہینڈ بیگ اپنی بازو پر دھرے گاڑی کے ہارن پر بے قراری سے باہر نکلیں تو جلال صاحب اپنے پورے جلال کے سنگ مہرو کو مشکوک نگاہوں میں سمیٹ کر روک چکے تھے۔ خضر انکو لینے پہنچ چکا تھا، وہ چاروں ساتھ ہی مری سے واپس آئے تھے اور آج کی رات اس نے مما کے ساتھ رہنے کا فیصلہ لیا تھا۔

"خضر آیا ہے" مہرو کی آواز آج بھی اس کلین شیو والے رعب دار اور غصیل سے جلال احمد کے سامنے دبی ہوئی ابھری تو مقابل ایک ناگوار سا تاثر امڈ آیا۔

"تمہارے اس لاڈلے کو یہاں آنے میں کیا مسئلہ ہے آخر، کونسے کانٹے لگے ہیں یہاں۔ میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے کہ اگر اسے اپنی ماں سے ملنے کی اتنی ہی بے قراری ہے تو وہ خود یہاں آئے۔ اسے میں نے کبھی رہنے سے منع نہیں کیا، پھر آخر تمہارے بیٹے کی اکڑ کیوں نہیں ٹوٹتی" جلال کی آنکھیں اب طیش زدہ ہوئیں تو مہرو کا گلاب سا چہرہ مرجھا گیا اور آنکھوں میں نمی سی تیرنے لگی۔

"پلیز جلال، آج نہیں۔ وہ دو ماہ بعد ملے گا مجھے، خدا کے لیے مجھ پر یہ ظلم مت توڑیں۔ مجھے خضر سے دور مت کریں میں مر جاؤں گی" مہرو تو اس سفاک شخص کے آگے بکھر کر التجاء کر رہی تھیں مگر وہ تو ظالم پتھر تھے۔ جنھیں بس اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی ماں چاہیے تھی، کسی اور کے ساتھ وہ مہرو کو شئیر کرنے سے مکمل انکاری تھے۔

"یہ تڑپ تمہارے اندر میرے اور ہمارے بچوں کے لیے تو کبھی نہیں آئی۔ وہ بھی تو تمہارا خون ہیں ناں، خضر کو کونسے ہیرے موتی جڑھے ہیں۔ میری بات کان کھول کر سن لو مہرو، مجھے تمہارا وہ مغرور بیٹا بہت زہر لگتا ہے۔ آج تو تمہارے اس رونے دھونے پر میں تمہیں اجازت دے رہا ہوں مگر آئندہ تم نے اگر ہم سب پر اسے ترجیح دی تو میں تمہارا اس سے ملنا اور بات کرنا تک ممنوع کر دوں گا۔ سمجھی تم" ایک ہی جھٹکے سے وہ مہرو کی بازو پکڑ کر تیر جیسے لہجے میں اس پہلے سے احساس جرم میں مبتلا مہرو کو مزید توڑتے ہوئے جلال اب اسے تیوری چڑھائے گھورنے کے بعد بازو سے جھٹکتے ہوئے اپنے روم کی طرف بڑھ گئے۔

"یا اللہ مجھے خضر سے دور مت کریے گا، جلال کے دل میں رحم ڈالیے" مہرو اپنے لاکھ ضبط کے باوجود اپنی بجھتی آنکھیں بھیگنے سے بچا نہیں پائی تھیں۔ خود کو وہ اب مسمار ہوتا محسوس کرتی ہوئیں دیوار کا سہارا لیے اپنی بگھڑی حالت درست کرنے لگیں۔ فل وقت انھیں اپنے کسی غم کا سایہ اپنے چہرے پر نہیں لانا تھا۔ اپنے چہرے پر اپنے ہاتھ پھیر کر وہ زبردستی کی مسکان چہرے پر سجائے گھر سے باہر نکل گئیں۔ وہ بلاشبہ ایک ماڈرن وومین تھیں، باہر آکر چوکیدار نے اسے خضر کے باہر ویٹ کرنے کا بتایا تو مہرو بے قراری سے دروازے کی سمت گئیں اور اپنی بے تاب نگاہیں گاڑی سے لگ کر کھڑے خضر پر ڈالتے ہی نم محسوس کیں۔ وہ جو پشت کیے کھڑا تھا، آہٹ پر پلٹا تو اسکی خوبصورت سی مما اسے بے حد نڈھال لگیں۔ جتنی بے قرار وہ تھیں اتنا ہی خضر تھا، فوراً سے پہلے وہ ٹیک چھوڑے مڑا اور اپنے من وزنی قدم بڑھا کر مہرو کے ہاتھ تھامے اس بے حال ہو کر دیکھتی ماں کو ایک ہی جھٹکے میں اپنے سینے سے لگا گیا۔ وہ تو مہرو کے چہرے پر اترتی نمی اپنے دل کے کسی نہاں خانے میں اترتی محسوس کر رہا تھا۔

"مت روئیں پلیز، کیسی ہیں آپ" بہت مدھم سی سہی مگر افسردگی تو خضر کے چہرے پر آکر اسکا حسین عکس بجھا گئی تھی۔ مہرو تو دو ماہ کی لمبی جدائی کے دکھ کو اپنی نگاہیں خضر پر ٹکائے رکھ کر مٹا رہی تھی جواب اسے ساتھ لگائے گاڑی میں بٹھا رہا تھا۔

"تمہاری مما تمہارے بنا ادھوری ہیں" خضر انھیں بٹھا کر دوسری طرف سے گاڑی میں بیٹھا تو مہرو کی اس بات پر وہ رنجیدہ ہو کر مہرو کا ہاتھ پکڑ کر اس پر پیار دیے زخمی سا مسکرایا تھا۔

"می ٹو، لیکن یہ ادھوراپن ہمارا مقدر ہے، اٹس اوکے۔ سمائیل کرلیں پلیز۔ خضر آپکے ساتھ ہے" خضر کی سیاہ تسلی آمیز آنکھیں اب مہربان ہوئیں تو مہرو کی آنکھیں شفیق سی بھیگی مسکان سے چمک گئیں۔ یہ ایک دن ہی سہی مگر مہرو کی زندگی کے کئی دنوں سے افضل تھا۔ وہ اپنے آنسوؤں پر لاکھ بند باندھنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اسکا دل بے حد پھٹا تھا۔ وہ مجبور تھی کہ اپنے جان سے زیادہ عزیز خضر سے دور ہونے پر مجبور تھی۔ جوانی میں جلال کا پرپوزل لینا اسکی اور خضر کی جدائی کی پہلی کڑی تھا، شادی ہوتے ہی اس سفاک شخص نے خضر کو بورڈنگ بھیج کر اپنی زندگی سے اس خضر کے کانٹے کو ہٹا دیا۔ اور اب ایک بار پھر وہ ظالم شخص مہرو سے خضر کو چھیننا چاہتا تھا۔ وہ روتی رہی، اپنی بدقسمتی پر۔ اسے اس دن پر اب دکھ تھا جب اس نے جلال احمد کا پرپوزل قبول کیا تھا۔

****

"رات کے دس ہوگئے ہیں، اللہ کرے وہ منحوس نادم سو گیا ہو" آئرہ اپنے بیگ سے گھر کی چابی نکالے دروازہ کھول کر بے زاری سے بڑبڑاتی اندر داخل ہوئی تو پورا گھر سوائے کچن کے، اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ یہ گھر بھی آئرہ کے نام تھا مگر اسکے والدین کے مرنے کے بعد اسکی خالا مسلسل اسکے ساتھ رہائش پذیر تھیں جبکہ نادم اپنے گھر میں ابا کے ساتھ رہتا تھا۔ آئرہ کے خالو کا ایک یوٹیلٹی سٹور تھا جس سے وہ خود دار آدمی اچھا کما لیتے تھے۔

جبکہ ہاجرہ اور نادم ایک دم لالچی طبیعت کے تھے، ہاجرہ کو تو اپنی بہن سے ان دن کی کدورت تھی جب اس کا رشتہ بہت اونچے گھر کے آزر جبران سے ہوا اور ہاجرہ کے نصیب بس چند کریانے والی دکانیں چلانے والے سیدھے سادھے شمس حسین سے جڑھ گیا۔ بس پھر بددعائیں اور آہیں ایسی لگیں کے آئرہ کی ماں ماہ نور اور آزر جبران کا ایک حادثے میں اکھٹا انتقال ہو گیا۔ تب سے وہ شربتی آنکھوں والی اپنی حسین ماں کی مشابہ آئرہ ان دونوں ماں بیٹے کے لیے سونے کا انڈا دینے والی مرغی بن چکی تھی۔ نادم کے والد شمس حسین اچھے اور سمجھدار آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ آئرہ کے ساتھ سچا لگاو رکھتے تھے اور وہ اپنے نکمے نادم کو رتی برابر بھی آئرہ کے قابل نہیں سمجھتے تھے۔ مگر ہاجرہ کی ضدی طبیعت اور نادم کی ہڈ دھرمی کے آگے وہ زیادہ بولتے نہیں تھے۔ انہوں نے گھر ایک ملازم رکھا تھا جو انکے سارے کام کرتا تھا۔ خود ہاجرہ اس گھر کی مالک بنی تھیں اور وہ نادم بھی اکثر و بیشتر ماں کا پلو پکڑتا اس گھر میں آجایا کرتا تھا۔ آئرہ اور شمس کو یوں نادم کا اس گھر آنا جانا زہر لگتا تھا مگر ہاجرہ کی شے پر وہ کسی کی پرواہ کیے بنا آجایا کرتا تھا، خاص کر جب آئرہ گھر آتی تھی۔ زیادہ تر انکے لیے آئرہ اپنے سکول کے ساتھ والے ایک کمرے کے فلیٹ میں ہی رہتی تھی اور دو تین ہفتوں بعد ایک دو دن گھر آجاتی تھی۔ آئرہ کے تاثرات تو تب بگھڑے جب وہ اپنا بیگ اور جوتے اتارنے کے بعد گھر کے سلیپر پہن کر مڑی۔ سامنے دیوار کے ساتھ وہ چھچھورا بڑے غور سے آئرہ پر نظریں جمانے کے بعد اب اپنی کلائی موڑ کر گھڑی پر بجے دس دیکھ کر خاصا حاکمانہ تاثر دے رہا تھا۔ آئرہ کا خدشہ آج بھی درست نکلا کیونکہ اسکی شکل دیکھنی اسے اس دنیا کا سب سے ناپسندیدہ کام لگتا تھا۔

"ٹائم دیکھا ہے مہارانی صاحبہ، شریف لڑکیاں اس وقت گھر آتی ہیں؟ بولو۔ ایک تو تم بنا بتائے مری گئی اور اب رات کے دس بجے تشریف کا ٹوکرا آ رہا ہے" نادم حسین کا منصوعی خفا پن آئرہ کو خاصا ناگوار لگا تھا، پر وہ اس سے منہ ماری کر کے اپنا موڈ خراب نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی اسکی بات کو چنداں اہمیت نہ دے کر آگے بڑھی مگر وہ اسکی بازو پکڑ کر باقاعدہ جھٹکا دیے ناپسندیدگی سے اپنے مقابل کر چکا تھا۔ آئرہ کی برداشت اب ختم ہو رہی تھی۔

"چھوڑو مجھے، تمہاری ہمت کیسے ہوئے کہ تم مجھے ٹچ بھی کرو" آئرہ نے ناقابل یقین جھٹکا دے کر نادم کی سٹی گم کی تھی، اسے اس کراٹے چیمپئن کا ایسا سفاک روپ پہلے بھی کئی بار دیکھا گیا تھا پر مجال ہو جو یہ لوفر اپنی حرکتوں سے باز آیا ہو۔

"زیادہ اتراو مت، میں تمہارا سب کچھ ہوں۔ تم بھلے جتنی بھی ماسٹر کیوں نہ بن جاو، میرے آگے بہت نازک ہو۔ اپنی یہ حرکتیں ٹھیک کر لو ورنہ کل کے بجائے آج ہی تمہیں باندھنے کا بندوبست کر دوں گا" نادم نے تلملاتے ہوئے آئرہ کی حقارت سے تنی آنکھوں میں جھانک کر کہا تو اب آئرہ کا دل یہیں اسے زمین میں دفن کرنے کا کیا تھا مگر وہ یہ سب کر کے اس نادم کو کسی قسم کا شک مہیا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"بھاڑ میں جاو، آئرہ تمہاری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی۔ ہٹو اب ورنہ ایسی مار دوں گی کہ صبح تک تمہارا رونا نہیں بند ہو گا" آئرہ کے اندر کی شیرنی ہی اس بلی جیسے نادم پر بھاری تھی تو پھر آئرہ کو کسی تشدد کی کیا ضرورت تھی۔ آئرہ بے حد نارمل اور اعتماد زدہ انداز میں کہہ کر اس سانڈ جیسے نادم کو ایک ہی جھٹکے سے دھکیلتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی جبکہ نادم نے نہایت ناممکن طور پر اپنا ابلتا غصہ ضبط کر کے اپنی سیاہ مونچھ کو تاو دے کر نگاہوں کا رخ اس طرف پھیرا جہاں آئرہ گئی تھی۔

"بھاڑ میں تو تمہیں پہنچاؤں گا، تمہارا یہ غرور نادم حسین ہی توڑے گا۔ اب ہر صورت تمہیں اپنی بیوی نہ بنایا تو میرا نام بھی نادم حسین نہیں۔ ساری زندگی تمہیں اتنا نادم کروں گا کہ تو خواب میں بھی میرا نام لے گی" بدستور مشتعل سا خطرناک غصہ کم بے بسی زیادہ اپنے اندر اتار کر نادم حسین اپنی گھٹیا سوچ کے گھوڑے دوڑاتا خود کلامی کر رہا تھا۔ لگتا ہے نادم حسین کی پٹائی کے دن شروع ہونے کے تھے، بچارا بے موت انسپکٹر آئزہ جبران کے ہاتھوں مرنے کی پلیننگ بنا کر کس قدر اترا رہا تھا۔

****

"یہ ٹرپ تو مزے دار ترین رہا، کام کی ساری تھکن دور ہو گئی۔ ویسے زیان! تم نے محسوس کیا ہے کہ خضر اور آئزہ پہلے کی نسبت مزید قریب ہو گئے ہیں، سچ میں وہ دونوں ایک ساتھ بہت پیارے لگتے ہیں۔ اگلے ٹرپ پر انکی شادی نہ کروادیں" زیان وائٹ ٹی شرٹ اور بلیک ٹراوز پہنے فریش ہو کر ابھی بستر میں آیا تھا اور محترمہ حسین سی وائفی اب بڑی نشیلی مسکان سجائے آئینے کے سامنے کھڑی اپنے ہاتھوں پر موائسچرائزر لگاتے ہوئے دل پسندی کا ایک نیا پہلو نکالے زیان کو بھی پوری رضامند سی اور تجسس آمیز مسکان دے چکی تھی۔

"ھائے تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی یار، واقعی دے میڈ فار ایچ ادر۔ مجھے بھی لگتا ہے کہ اب ان دونوں کو اس رشتے کی مضبوطی کا سوچنا چاہیے، باقی جہاں تک رہے ہمارے چلبلے سے عریش! ھاھا اسکے لیے اسکی درجن دوستیں ہی کافی ہیں" زیان بھی جو اپنا فون دیکھ رہا تھا، افراح کی اس من پسند بات پر ہنستے ہوئے بولا۔

"عریش کے لیے جنت ہے ناں، سچی زیان! وہ اپنے عریش کو کتنا پیارا دیکھ رہی تھی۔ میری جاسوس نظریں تو انہی پر تھیں، وہ پہلی بندی ہے جس کے سامنے عریش دبا ہوا لگا۔ ھاھا قسم سے اچھا قابو کرے گی اس بندر کو" افراح کی شریر پلیننگ اور خواہش پر زیان بھی موہنے انداز میں ہنس کر اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھا رہا تھا جس پر افراح کی نگاہیں محبت سے لبریز ہو کر مسکرائیں۔ وہ اسکا ہاتھ پکڑے جناب محترم پیارے سے دل کے راجہ کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔ دونوں کو ایک دوسرے کے لیے یونہی کبھی کبھی وقت ملتا تھا، دونوں کی زندگی کا سفر بہت دیر سے سہی مگر نہایت دلنشینی سے شروع ہوا تھا۔ زیان اپنی زندگی کے کئی سنہرے برس تنہا بس اپنے مقصد اور ملک کی خدمت میں صرف کرتا رہا مگر پھر اسکی زندگی میں اپنے جیسی ہم مزاج افراح آئی۔ ان پانچوں کی ٹرینگ کے وہ دو سال نہایت اہم تھے جن میں جہاں افراح اس شفیق مگر پیارے زیان کی شیدائی ہوئی تو دوسری طرف وہ دوراز جیسے خضر اور آئزہ کے دل جڑے، اور وہ پانچواں ہیرا تو ان چاروں کا راج دلارا بن گیا۔ اور ان پانچوں کا یہ ساتھ کئی سال کی انتھک محنت کے بعد ستارہ بن کر آسمان کی بلندیوں پر ابھرتا گیا۔

"دعا ہے کہ ہم سب کا ساتھ اتنا طویل ضرور ہو کہ دل میں کوئی حسرت لے کر واپس دنیا سے نہ جائیں، جو سکون ہم پانچوں کی مشکل ترین اور الجھن زدہ زندگی کے باوجود ہم کو میسر ہے اسکا نعم البدل کوئی نہیں" زیان کی آواز

کی میٹھاس اور لہجے کا دعا ہو جانا، افراح کو بھی دلفریب دل پسند مسکان دے چکا تھا جو اس پر بہت پیار سے اس حسین سے زیان کے سینے پر سر رکھے مزید پرسکون ہو گئی تھی۔

" بلکل، ہم سب کو اللہ نے ایک دوسرے کی مضبوطی بنایا ہے۔ سب سے بڑھ کر تو مجھے نوازا ہے، تم جیسے ہمسفر کو دے کر۔ میری سب سے بڑی طاقت تم ہو زیان " واقعی یہ تو سو فیصد سچ تھا، افراح کا نا قابل شکست ہونا اور زیان کی محرم ہونا تو وہ طاقت تھی جس نے افراح کے اندر لازوال ہمت بھر رکھی تھی۔ زیان جسکی آنکھیں بنا مسکرائے بھی آسودہ اور دلکش لگتی تھیں، اس من پسند اظہار پر مزید عاشقانہ ہوئیں۔ نظریں مہکیں تو اس مضبوط شخص کی گرفت بھی اس چنچل کے گرد گرفت پکڑتی ہوئی تیز ہوئی۔

" بیشک، مجھ سا تنہا اور محبت سے نا آشنا بھی تو تم پر پہلی اور آخری بار فریفتہ ہوا تھا۔ اپنی زندگی کی وہ سٹیج جب اس محبت اور شادی نامی رشتے کا وقت گزر گیا تب مجھے تم ملیٔ اور مجھے محبت سے روشناس کروایا۔ ورنہ میں تو اس لطف سے محروم رہ جاتا، مجھے تم سے محبت ہوئی اور یہ میری آج تک کی سب سے بڑی نیکی کا کوئی صلہ تھا " زیان کی آنکھیں شکر گزاری کے رنگ میں لپٹ کر حسین ہوئیں تو افراح نے سر اٹھا کر نگاہیں اس دل کے مکین پر درج کیے محبت سے ان آنکھوں کی گہرائی کا لطف لیا۔

" تمہیں پتا ہے دادی نے مجھ سے کیا کہا " یک دم ہی وہ اسے دیکھتے ہوئے ہنسی تو اب تو زیان بھی متجسس اور شریر ہوتی صورت بنائے متوجہ ہوا۔

" ھاھا ڈونٹ ٹیل می، یقینا ملکی آبادی پر ایک اور اضافے کا کہا ہو گا۔ ھائے ہماری دادی جان " اب تو دونوں ہی شدت اور محبت سے دادی پر غائبانہ پیار لٹائے ہنسی تھی

"ھاں، اور مکمل اس آبادی کے اضافے کی ذمہ داری بھی قبول کی۔ آئی تھنک ہمیں بھی اب دادی کی بات کو سنجیدہ لے لینا چاہیے، ہم دونوں کے بعد ہمارا کوئی ایک ڈیٹیکٹو جانباز تو ہونا چاہیے ناں" افراح کی بات پر زیان واقعی حیرت اور خوشی میں غوطہ زن ہوئے نگاہیں جھکائے ہنسی دبا گیا تو افراح بھی دبی دبی ہنس دی۔

"بس ایک! مسز زیان۔ آپ کافی ظالم نہیں ہوگئی ہیں" افراح کو شرارت سے دیکھتے ہوئے زیان نے آنکھ ماری تو وہ بات کی گہرائی کا مفہوم سمجھ کر اپنی گلال اور مخملی تبسم زدہ حیا چھپائے زیان کے سینے میں سمٹ گئی۔ اب تو پورے کمرے میں زیان صاحب کا ان جیسا جاندار قہقہہ پھیل کر مدھر سی دھن چھیڑ چکا تھا۔

"فسٹ اینورسری کا بگ گفٹ! زیان تمہارا ہو جائے گا۔ سچ کہوں تو تمہارا ہونے کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے" بے حد جذباتیت میں ڈوبا وہ اس دلگیر سی افراح کی چمکتی پیشانی پر شدت پسند سی مہر دیے روانی میں بولا تو خود افراح نے بھی چہرے پر تقدس کا شرف بڑھاتے ہوئے بدلا پورا کیا۔ دونوں کی ہنستی آنکھیں ملیں تو دل تک ایک دوسرے پر ایک دوسرے کی محبت کا ایمان تازہ ہوا، دونوں ہی اپنی آنکھیں بند کر کے اب نیند کی وادیوں میں جانے کی تیاری پکڑ چکے تھے۔

****

"یہ آئرہ ہے ناں! یہ میرے بیٹے کو بہت پسند ہے" مہرو بیڈ سے ٹیک لگائے دلفریب اور ہنستی آنکھیں لیے خضر کو اپنی گود میں سر رکھ کے لیٹائے ہوئے تھیں اور وہ انکو فون پر اپنے موجودہ مری کے ٹرپ کی پکس دیکھا رہا تھا، مگر آئرہ پر آکر خود خضر کے ہاتھ تھم گئے تھے۔ مہرو کی پر شوق نگاہیں تو خضر کے تحیر زدہ چہرے پر ٹکی تھیں جو ماں کے سوال پر تھوڑا الجھا تھا۔ مہرو اسکی خاموش سی ہاں سمجھ کر بہت مدھم محبت کا لمس خضر کے ماتھے پر درج کیے مسکرا دیں۔

"میری زندگی کی مشکلات کم نہیں ہیں۔ میں کبھی اپنے جیسا خالی انسان اس لڑکی کو نہ دیتا مگر وہ میرے لیے بہت زیادہ ضروری ہے، آپکے بعد اگر میری زندگی میں کوئی اہم ہے تو وہ آئرہ ہے" مہرو نے خضر کی آواز میں بس محبت محسوس کی تبھی وہ اپنی نرم شفیق نگاہیں خضر کے چہرے کی بڑھتی خوبصورتی پر یک ٹک ٹکائے حسین تر ہوئیں۔

"ٹھیک ہے، پھر کب چلنا ہے۔ میں تمہارے لیے آئرہ کو تمہاری زندگی میں لے آوں گی، مجھے تم اسکے گھر والوں سے ملوا دو تاکہ میں بات آگے بڑھاوں" مہرو کی تو اب اولین خوشی ہی یہی تھی، خضر کی آنکھیں ایک بار پھر سیاہ ہوئی تھیں۔

"ملوادوں گا، کچھ دن تک" خضر نے مختصر بات کہہ کر نقطہ توڑ دیا اور فون سائیڈ پر رکھے وہ اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا، جیسے بے حد تھک گیا ہو۔

"تم اپنا خیال نہیں رکھتے، چہرے پر ایسی سنجیدگی اور یہ رف سی بڑھی شیو۔ آنکھیں اتنی بجھی ہوئی، میرا شہزادہ اتنا بے قرار کیوں رہتا ہے خضر! کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتے؟ میں نے ایک بہت [illegible] سے اپنے اس فیصلے کی سزا

جھیلی ہے۔ تب سے میں نے تمہیں ہنستے نہیں دیکھا۔ کبھی خود کو میری جگہ رکھ کر سوچو گے تو شاید اپنی اس بری ماں کو معاف کرنے کا حوصلہ جمع کر سکو" مہرو اپنے بچے کے چہرے کا ہر بے قرار نقش بہت گہرائی سے دیکھ کر اسکے دل کے اندر پلتے دکھوں کو ایک بار پھر کرید رہی تھیں۔ خضر کی آنکھیں کھلیں تو ماں کا چہرہ اور اس پر جھکی نگاہیں اب تک کی سب سے پر سکون توفیق لگیں۔

"آپ بری نہیں ہیں، لیکن میں بھی اتنا اچھا نہیں رہا ہوں۔ اب مجھے کچھ برا نہیں لگتا اور یہی میری سب سے بڑی برائی ہے، دبی راکھ کو چھیڑنے سے آپکے اور میرے کئی دکھ ہرے ہو جائیں گے۔ مت کریں، بس یونہی مجھے محسوس کرواتی رہیں کہ یہ ماں آج صرف میری ماں ہے۔ مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں ہے، مجھے آپ کبھی کبھی یوں ملتی رہیں تب بھی کوئی مسئلہ نہیں" خضر کے لہجے کی نمی نے مہرو کی آنکھیں ایک بار پھر بھر دیں، اور وہ خود ضبط سے آنکھیں بند کیے مہرو کا ہاتھ تھامے بہت مدت بعد ایک اطمینان بھری نیند سونے کی کوشش میں لگ چکا تھا۔ لہجے میں کھارے پانی کی طرح کا ذائقہ تھا جو خضر کی عمر بھر کی محرومیوں کے ثبوت تھا۔ مہرو کا بس چلتا تو اپنی خضر کے ساتھ کی اس فلک شگاف سی ناانصافی پر سارا رو دیتیں مگر وہ اس وقت رو کر خضر سے یہ موہوم سکھ چھننا نہیں چاہتی تھیں۔ تبھی اپنے دوسرے ہاتھ سے وہ اپنے گالوں پر لڑھکتی پاگل نمی ہٹائے ایک بار پھر خضر کا ماتھا چوم گئیں جو بند آنکھوں کے باوجود اس تاثیر پر تڑپ اٹھا تھا۔ درد لٹاتا تاثر صاف صاف اس بظاہر خاموش مگر طوفان کی طرح گردش کے حامل وجود والے خضر خاقان قریشی کے چہرے پر رقم ہوا تھا۔ کچھ چیزیں ہمیں بہت دیر سے ملتی ہیں، پھر ان سے حاصل ہونے والی خوشی تاعمر پوری نہیں مل پاتی۔ خضر کا دل بھی رنجیدہ تھا، مگر وہ اس ماں کی مجبوری سمجھتا تھا۔ تبھی اب شکوہ بھی نہیں کرتا تھا۔

"آئی ریلی مس یو، آپ کو کیسے بتاوں کے یہ خضر آپ کو کتنا یاد کرتا ہے۔ آئی وش کے آپ صرف میری مما ہوتیں۔ ساری میری، یہ دکھ مجھے آپکی محبت کا مکمل لطف نہیں لینے دے رہا" خضر کا دل ماں کے اس قدر قریب ہو کر بھی دکھ سے نڈھال تھا۔ وہ یہ سب آج بھی مہرو سے نہیں کہہ پایا تھا، کیونکہ بعض اوقات اظہار محض تکلیف دہ بے بسی کے اور کچھ نہیں دیتا ہے۔ وہ آج ماں کی گود میں سر رکھ کر اپنی نیند کو خود سے دور پٹخ چکا تھا، اسے بس یہ لمس زدہ لمحے پل پل اپنی محرمیوں کو سلانے کے لیے بے حد درکار تھے۔

****

"ارے میری جان، تمہارا یہ ہیرو بہت بزی تھا۔ ہاں ہاں مس یو ٹو" ایک نئی صبح کا آغاز تھا جو ہر طرف ٹھنڈک پھیلا کر اپنی باہیں کھولے منتظر تھی۔ عریش دس بجے تک واپسی کے لیے ارادہ کر چکا تھا مگر اس سے پہلے اسے اپنی درجن گرل فرینڈز کو بھی ٹائم دینا تھا۔ ناجانے یہ کونسی والی تھی مگر محترم خاصے پھیل کر اترائی شکل کے ساتھ اپنی سطحی محبت کا اعلان فرما رہے تھے جب عنیہ اسکے عقب میں کھڑی ہو کر اپنی بتیسی نکالے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ گویا محترمہ شرارت کا کوئی نیا پہلو ڈھونڈتی ہوئی اپنے نیارے بھائی کے قریب آئی۔

"بس یار مجھے دنیا گھومنے کا شوق ہے، وہیں بزی ہوں۔ چلو چلو جلد ملوں گا، لو یو جانی" عریش کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر تو اب باہر آتی دادی بھی اپنے اس عجوبے پر سوائے ہنسنے کے کچھ نہ کر پائیں۔

"اب کرتا ہوں بارھویں والی کو" اس سے پہلے کے عریش صاحب پھر سے کال ملاتے، دونوں دادی پوتی اپنی اپنی کمر پر دونوں ہاتھ باندھے منظر عام پر آئیں، عریش کی میسنی بتیسی تو بنا دعوت کے باہر کو دی۔

"اوئے کڑیو! عریش از ویری بزی۔ آپ دونوں کا ٹائم آنے میں ابھی وقت ہے" عریش کی ناقابل قبول بے نیازی پر تو اب دادی نے فوراً سے پہلے عریش کے کان دبوچے اور خود ہی ہنس پڑیں۔ عنیہ بھی اچھل کر ٹیبل پر جا بیٹھی، عریش کو ان دونوں کے ارادے خاصے مشکوک لگے تھے۔

"کیا ہے؟ ایسے کیوں دیکھا جا رہا جیسے میں آپ دونوں کی جیب کاٹ کے بھاگا ہوں" دونوں دادی پوتی کی ہنسی نکلی اور متبسم چہرہ ان چھوٹی سی گدگدی کی ترجمانی کر رہا تھا۔

"عریش، کتنا پیارا ہے تو، پر تو نے یہ لفنگے لوازمات پہن کر اپنی شکل کا ستیاناس کر رکھا ہے، مجھے تو تیری بڑی فکر ہے کھوتے۔ کون کرے گی تجھ جیسے آفت کے پرکالہ سے شادی" دادی کی یک دم فکر مندی پر تو عریش واقعی میں اٹھ کر دادی کو بڑی ادا سے کپل ڈانس کے پوز میں پکڑ کر باقاعدہ مدھر سا گمانے لگا تو جہاں دادی کے دانت نکلے وہیں عنیہ بھی سیٹی مارے قہقہہ لگا چکی تھی۔

"میری لیڈی ڈائنامائیٹ، آپکو کس نے کہا کہ عریش شادی کرے گا۔ عریش آزاد پنچھی ہے، وہ آڑ کر بس آسمان کی بلندیاں طے کرے گا۔ ایسی کسی قید کے لیے زمین پر نہیں اترے گا، ویسے بھی جس دن مجھے کڑیوں کی کمی

ہوئی، اس دن میں صدمے سے چلو پانی میں غوطہ نہ لگا جاوں۔ کی کردے او میری بھولی دادی جی" دادی جان تو اپنے انوکھے لاڈلے کی بات پر ہنس کر اسکو لاڈ سے اپنی محبت لٹاتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جواب عنیہ کو بھی اس ڈانس میں شامل کیے لہرا رہا تھا۔

"عریش بھائی! ہمیں آپکے بچے دیکھنے ہیں ناں۔ اس گھر میں اچھلتے، کودتے اور ناچتے گاتے ہوئے "عنیہ کو بھی اب عریش ہنستا ہوا گھول گھول گمار ہا تھا جبکہ دادی اپنی ان موہنی کائناتوں پر نظر ڈالتی ہوئی اب کرسی پر بیٹھ گئی تھیں۔

"یہ ہے ناں میرا دو پونیوں والا بچہ، آں میں واری میں قربان "اب تو عنیہ کی ہنسی بنار کے کسی مہکار کا روپ دھارے دادی کے ساتھ ساتھ عریش کو بھی حسین مسکان دے چکی تھی۔ عریش نے اب عنیہ کو خود سے لپٹا کر دادی کی طرف نگاہ پھیرے آنکھ ماری تو دادی اس عجوبے پر قربان ہو گئیں۔

"ھاھا بھیا، آپ نہیں سدھر سکتے "وہ بھی اپنے جان سے زیادہ عزیز بھائی پر قربان ہو گئی تھی، اب دونوں ہی الگ الگ سمت سے جا کر اپنی واحد آسودگی سے جا لپٹے تھے، آج عریش واپس جانے والا تھا اور یقینا دادی اور عنیہ اسکی شرارتیں بہت یاد کرنے والی تھیں۔

****

"آجاو آئرہ، ناشتہ تیار ہے میری جان" ہاجرہ کا میٹھا لہجہ تو اصل میں وہ زہر تھا جو اسکے دل میں شہد میں لپٹ کر قید تھا۔ آئرہ وائٹ شرٹ اور بلیک جینز کے ساتھ ایک بلیک اینڈ گرین جیکٹ پہنے اپنے بالوں کو ہیر بینڈ میں مقید کیے کندھے پر اپنا لٹکا یا بیگ لیے لاونج میں آئی اور اپنے پاوں باری باری سیڑھیوں پر رکھ کر جاگرز کے تسمے باندھنے کے بعد سیدھی ناشتے کی میز پر آئی جہاں اب صرف ہاجرہ ہی تھیں، نادم شاید صبح ہوتے ہی گھر چلا گیا تھا۔

"میں ناشتہ سکول جاکے کروں گی، مجھے آپ سے بات کرنی تھی" آئرہ کا محتاط اور سپاٹ انداز میں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ کے کہنا ہاجرہ کو بھی گڑبڑا چکا تھا، یہ آئرہ کا گھر بھلے چھوٹا تھا مگر بہت پیاری طرز کا ایک لکڑی کے انٹیریئر سے مزین پرانی طرز کی دیدہ زیب آرائش کا مرکز تھا۔ جگہ جگہ لگی خوبصورت سی قدم پینٹنگز یقینا آئرہ کے والدین کا ذوق ظاہر کر رہی تھیں۔

"ہاں ہاں کہو" ہاجرہ نے اپنا اڑا رنگ ہر ممکن کوشش کیے چھپا کر چہرے پر دنیا جہاں کی محبت سمیٹ لائی۔

"آپ اب اپنے گھر چلی جائیں، ویسے بھی میں زیادہ تر اپنے سکول رہتی ہوں، مہینوں بعد یہاں آکر ایک دن رہتی ہوں تو آپ خوامخواہ اپنا گھر چھوڑ کر میرے ساتھ بندھی ہیں۔ مجھے برا لگتا ہے کہ میری وجہ سے آپکو اپنے گھر سے دور رہنا پڑتا ہے، میں جب گھر آیا کروں گی تو آپ تب آجایا کیجیئے گا" آخر جسکا ڈر آج تک ہاجرہ کے وجود سے لپٹا تھا، آئرہ نے بہت مجبور ہو کر یہ بات کہہ ہی دی تھی۔ مقابل تو صاف صاف ناگواری ابھر کر یہ بتا چکی

تھی کہ بات نہ تو پسند آئی ہے اور نہ قابل قبول ہے۔ آئرہ ان دونوں ماں بیٹے سے اب حقیقت میں عاجز آچکی تھی۔

"یہ کیسی بات کی ہے آئرہ، ایک لمحے میں تم نے میری آج تک کی محبت اور پیار کو بے وقعت کر دیا۔ جب سے آپی اور جیجو کی وفات ہوئی ہے میں نے تب سے تمہیں اکیلا نہیں چھوڑا، تمہارے لیے اپنے گھر کو نظر انداز کر دیا۔ اور اب جب صلے کا وقت ہے تو تم صاف صاف دامن چھڑوا رہی ہو" ہاجرہ کے لہجے میں صاف صاف مطلب کا اور احسان جتانے کا رنگ تھا مگر آئرہ کا ماتھا تو اس صلے والی بات پر خاصا خفگی سے تن چکا تھا۔

"کیسا صلہ، میں آپکو صلے کے بدلے ہر ماہ اچھی خاصی رقم تو دیتی رہی ہوں۔ اس سے زیادہ اگر آپکو کچھ چاہیے تو بتائیں" آئرہ یہ بات کہنا تو نہیں چاہتی تھی مگر رات نادم کی بدتہذیبی کے بعد وہ کم از کم اس کمینے کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ تھی۔ آئرہ کے لہجے میں ہر ممکنہ حد تک نرمی تھی مگر ہاجرہ ضرور جل بھن گئی تھیں۔ اب وہ اتنی سستی بھی نہ تھیں جتنی آئرہ نے اسے سمجھ لیا تھا۔

"نادم حسین کی بیوی بن کر ہی قرض چکایا جائے گا آئرہ، بار بار مجھے کیوں بتانا پڑتا ہے" ہاجرہ کے لہجے میں صاف صاف برہمی تھی، آئرہ اپنے غصے کو قابو کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نادم سے شادی کبھی نہیں کروں گی، رات اس نے میرے ساتھ بتمیزی کی ہے۔ اگر اب وہ اس گھر میں آیا تو میں سیدھی پولیس کے پاس جاوں گی، اگر آپکو اپنے اس لفنگے کی ذرا بھی فکر ہے تو آج کے بعد ایسا خواب میں بھی مت سوچیے گا۔ مجھے کسی گستاخی پر مجبور مت کریں خالا، آپ براہ مہربانی اپنے گھر چلی جائیں۔ میں اب اپنا اچھا برا خود دیکھ لوں گی، اللہ حافظ" آئرہ نے لہجے میں صاف صاف بیزاری لیے آج اپنا ختمی فیصلہ سنا دیا اور

ہاجرہ تو بھونچکارہ گئیں، گویا انکے ہاتھ سے تو سیدھا سیدھا سارے کا سارا خزانہ نکلنے والا تھا۔ اس سے پہلے کہ آئرہ یہ سب کہہ کر چلی جاتی، ہاجرہ خونخوار ہو کر سرعت سے اسکی بازو پکڑے اپنے سامنے لائے اس پر اچٹتی نگاہیں مرکوز کر چکی تھیں، آئرہ بھی اس اچانک افتاد پر بوکھلا گئی۔

"نہایت آحسان فراموش ہو تم، خون سفید ہو گیا ہے تمہارا۔ نادم کی طرف سے میں تم سے معافی مانگتی ہوں ناں مگر ایسا مت کرو، اس دنیا میں ہم سے مخلص کوئی نہیں ملے گا۔ یہ زمانہ اکیلی لڑکی کو چیڑ پھاڑ دیتا ہے، آئرہ میں کل کو آپی کے سامنے کیا منہ لے کر جاوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ نادم تھوڑا بدتہذیب ہے لیکن وہ ٹھیک ہو جائے گا، تم اسکی طرف سے دل خراب مت کرو۔ بے فکر رہو، وہ اب نہیں آئے گا۔ میں بھی آج چلی جاوں گی مگر تمہیں میری بہو بننا ہے۔ آئرہ تم دیکھنا جب تک نادم بندے کا بچہ نہیں بن جاتا تب تک وہ تمہارے سامنے نہیں آئے گا۔ لیکن ایک بات اپنے کان کھول کر سن لو، اگر تم نے نادم سے شادی نہ کی تو وہ جذباتی شخص پھر جو کرے میں اسکی ذمہ دار نہیں ہوں" آئرہ کو خالا کی بات سن کر حقیقی صدمہ ہوا تھا، ان لوگوں کی سفاکی پر اسکا دل آج سخت رنجیدہ تھا۔ یہ اسکے سامنے بظاہر اسکی خالا تھیں مگر آج تو دشمنوں کو بھی مات دے گئی تھیں۔ آئرہ کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا خطرہ اب یہی لوگ لگ رہے تھے۔ بے دردی سے وہ اپنے کندھے کو چھڑوا کر مڑی تو ناچاہتے ہوئے بھی آئرہ کی آنکھیں نم ہوئیں، ہاجرہ تو بے چین سی منتظر تھیں، انکے چہرے کی معنی خیزی واقعی ظالم تھی۔

"مجھے افسوس ہوا، کہ میں نے آج تک خوامخواہ آپ جیسی ظالم کا احسان لیا۔ آئی ریلی ہرٹ، میں اپنی حفاظت خود کر لوں گی۔ میں اب آپکو یہاں مزید نہ دیکھوں" آئرہ اپنی نم آنکھیں ان بے حس لوگوں کے لیے رنجیدہ کرتے بولی اور فوراً سے پہلے صوفے پر رکھا اپنا بیگ لیے باہر نکل گئی، ہاجرہ کو تو گویا پتنگے لگ گئے تھے۔

"ستیاناس ہو تیرا نادم، اسی کا ڈر تھا۔ یا اللہ ہم تو برباد ہو گئے، اگر آئرہ ہاتھ سے نکل گئی تو میری ساری عیش و عشرت بھی غرق ہو جائے گی۔ اف میں اس منحوس اولاد کا کیا کروں۔ اسکی آگ تو آج میں نکالتی ہوں، تو نہیں بچے گا نادم" ہاجرہ کے ہاتھوں ایک بار پھر نادم صاحب کے پٹنے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔ ہاجرہ اپنے ہاتھ آئی خزانے کی چابی کو بلکل گنوانا نہیں چاہتی تھیں۔ انھیں تو رہ رہ کر ہول اٹھ رہے تھے کہ اب آئرہ کا غصہ کیسے ٹھنڈا ہو گا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے دوبارہ کرسی پر گرنے کے انداز میں بیٹھ گیئں۔

****

"اگلی بار مجھے آئرہ اور اسکے گھر والوں سے ضرور ملوانا، میں اپنے چاند کی زندگی میں اب بس خوشیاں دیکھنا چاہتی ہوں" گاڑی جلال ہاوس کے باہر رکی تو مہرو نے اترنے سے پہلے اپنا رخ پھیرے نگاہیں خضر پر نرمی سے بچھائے کہا تو وہ سر کی ہلکی سی جنبیش سے اثبات کا اظہار کر رہا تھا۔ بلیک جینز اور ڈارک میرون شرٹ، نفاست سے جمائے بال اور چہرے کی وہی بشاش سنجیدگی جو صرف خضر خاقان پر جچتی تھی۔ مہرو نے اپنے بیٹے کی صورت اپنی آنکھوں میں بھرتے ہوئے مسکان سجائی تو خضر بھی ساتھ دینے میں مہربان ہوا۔

"اپنا خیال رکھنا خضر، خوش رہو" تھوڑا قریب ہو کر وہ خضر کے ماتھے اور گال پر پیار دیتیں اسے اپنی محبت لٹاتی نگاہوں میں بھرے گاڑی کھول کر اتر گیئں، خضر نے بھی محبت سے دور جاتی ماں کو ایک آخری نظر دیکھا۔ دل

کی خلش نے کہا کہ ماں سے دوری ناگزیر ہے مگر خضر ایسی ناگزیز چیزیں اپنانے کا ایک مدت سے عادی تھا۔ فقط مسکرانے پر اکتفا کیے وہ مہرو کے اندر جاتے ہی گاڑی سٹارٹ کے کہ موڑ چکا تھا۔ زیان، افراح اور عریش تینوں ڈائریکٹ ہیڈ کوارٹرز پہنچنے والے تھے جبکہ خضر اب آئرہ کو اسکے سکول سے پک کر کے آفس جانے والا تھا۔
گاڑی کی سپیڈ کم کرتے ہوئے اس نے فون پر آئرہ کا نمبر اوپن کرتے ہوئے اپنے آنے کی اطلاع کا پیغام ارسال کیا جسے آئرہ نے اسی وقت دیکھا۔ وہ ابھی سکول پہنچی تھی، آج وہ حد درجہ اداس تھی مگر کام کے وقت انھیں اپنی ہر اداسی پس پشت ڈالنی پڑتی تھی۔ یہ آئرہ کا اپنا چھوٹا سا سکول تھا جہاں بیس کے قریب طالبات کراٹے وغیرہ سیکھتے تھے۔ آئرہ نے اپنے انڈر تین مزید ٹرینگ ٹیچرز سیلری پے ہائیر کر رکھے تھے جو آئرہ کی غیر موجودگی میں سکول کا سارا کام سنبھالتے تھے۔ آئرہ مشن کے دوران بھی سکول چکر لگاتی رہتی تھی جو انکی ڈیوٹی کا ایک حصہ تھا، آدھے گھنٹے تک آئرہ کو خضر کا ایک اور پیغام موصول ہوا۔

"میں باہر ویٹ کر رہا ہو، کم فاسٹ" آئرہ نے میسج پڑھتے ہی اپنی کلاس کو کچھ ضروری ہدایت دی اور اپنا بیگ لیے جلدی باہر نکل آئی۔ یہ ایک نان سوشل جگہ تھی جس کے باہر کچھ گلیاں تھیں اور پھر مین روڈ سے پہلے ایک پارکنگ ایئریا تھا وہیں خضر اپنی گاڑی روک کر ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ آئرہ کو آتا دیکھ کر خضر نے ٹیک چھوڑی تو دونوں ہی کے چہرے ہر رنجیدہ تاثر کے باوجود مسکرائے تھے۔

"تو پھر کیسی رہی مما سے ملاقات، خوش ہوئی ہوں گی" آئرہ گاڑی میں بیٹھتے ہی سیٹ بیلڈ باندھے اپنی نگاہیں اس خاموش سیاہ آنکھوں والے پر کشش خضر خاقان پر مرکوز کیے متبسم لہجے میں بولی جو سیڈ بیلڈ باندھنے کے بعد اب آئرہ کے چہرے کو بڑی جانچتی نظروں سے ملاحظہ کر رہا تھا۔

"ہاں، بہت۔ تم بتاؤ، کچھ ہوا ہے کیا؟" ان سب کا اس قدر طویل ساتھ تھا کہ اب وہ سب ہی بنا اگلے کے بتائے بھی دل تک جھانک لیتے تھے۔ آئرہ کی شربتی آنکھوں کی چمک آج خضر کو بھی مدھم لگی تھی۔ آئرہ نے ایک زبردستی کی مسکان چہرے پر گھسیٹے رخ پھیرے ٹالنا چاہا مگر خضر اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے پھر سے خود کی جانب دیکھنے پر مجبور کرتا ہوا اب شدید سنجیدہ تھا۔

"کچھ نیا نہیں ہے خضر، خالا اور نادم نے جان عذاب کر دی ہے۔ آج پہلی بار بہت مجبور ہو کر میں نے بھی تھوڑی بد تہذیبی دیکھا دی۔ کہہ آئی ہوں کہ میرے گھر سے چلے جائیں، تم جانتے ہو میں ایسی بے حس نہیں ہوں لیکن میرے پاس اپنے بچاؤ کے لیے اور کوئی چوائز نہیں تھی" آئرہ کی آنکھیں پشیمانی اور دکھ سے آٹ کر بھر سی گئیں۔ خضر کے چہرے پر بھی غضب رنگ لہرایا، غصہ ضبط کرتا ہوا وہ اپنے ہونٹ بھینچ گیا۔ ماتھے اور گردن کی تنی رگیں بھی اسکے ضبط کی گواہ تھیں۔

"تم مجھے اجازت دو، اس نادم کو وہاں غرق کروں گا جہاں اسے خود اپنا سراغ نہیں ملے گا۔ اب تک وہ جو سانس لے رہا ہے صرف تمہاری خدا ترسی کی وجہ سے، ڈونٹ وری۔ اس کیس کے بعد مجھے ہماری زندگی کا کوئی فیصلہ لینا پڑے گا۔ آئی نو کہ تم اپنی حفاظت خود کر سکتی ہو لیکن میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ نادم جیسے لوگوں کی ذہنیت سے بخوبی واقف ہوں" خضر کے لہجے میں سختی اس نادم کے لیے تھی مگر نرمی اور محبت کا سارا عنصر صرف آئرہ کے لیے تھا، تبھی مقابل ساری نمی زائل ہو کر پر سکون مسکان کا روپ دھار گئی تھی۔

"وہ خالا کا اکلوتا سہارا ہے، بس یہی سوچ کر اسے آج تک رعایت دیتی آئی ہوں۔ لیکن میں اس شخص کو اپنی زندگی کا ساتھی نہیں بنا سکتی، وہ لوگ آج تک میرے ساتھ اسی وجہ سے جڑے ہیں۔ سچ پوچھو تو مجھے اس سفاک

دنیا میں صرف اللہ کا اور تمہارا ہی آسرہ ہے۔ میں جتنی بھی مضبوط کیوں نہ ہو جاوں، میں دل سے پتھر نہیں بن پاتی۔ مجھے خالا کے رویے سے بہت گہرا دکھ پہنچا ہے، کاش مما ڈیڈیوں ایک ساتھ نہ جاتے، یا پھر مجھے بھی لے جاتے" آئرہ کا ہاتھ وہ مزید مضبوطی سے پکڑ کر اسکی طرف اپنا اور اپنی نگاہوں کا رخ پھیرے بیٹھا۔ آج آئرہ اسے پہلی بار اسقدر غمزدہ لگی تھی، دونوں کی نگاہیں چار ہوتے ہی آسودگی کا جہاں آباد کر دیتی تھیں۔

"تم جانے کی بات تو مت کرو، میں تمہارے ساتھ ہوں آئرہ۔ زندگی کا کام تھکانا ہے اور ہمارا تھک جانا، لیکن اس رب نے ہم سبکو ہماری سچی خوشی کا وسیلہ دے کر زندگی گزارنے کا ہنر بھی تو عطا کر رکھا ہے" آئرہ نے خضر کا چہرہ بغور دیکھا تو اس شخص کے دل میں چھپا محبت کے جہاں کا ادراک کیے پر سکون ہوئی جو سارے کا سارا آئرہ جبران کا تھا۔

"ہاں، تبھی تو اس ناگزیر زندگی کو آج تک جی لیا ہے۔ تم میرے ساتھ ہو اور یہ ساتھ میری زندگی اور خوشی کا وسیلہ ہے" آئرہ نے اس شخص کو بلا جھجھک اسکی لازوال اہمیت سے آگاہ کیا تو وہ اسے کندھے سے تھامے خود سے لگائے مسکرا دیا تھا۔

"میرا بھی، بس ریلکس ہو جاو، اب چلتے ہیں۔ دیر افورڈ نہیں کر سکتے" اس بے حد عزیز آئرہ کا حوصلہ اس موہوم سے لمس سے پہاڑ جتنا کرتے ہوئے وہ اسے بازو سے نکالتا ہوا پھر سے سٹیرنگ کو سنبھالے بولا اور آئرہ کی مسکان زدہ ہاں پر خضر نے اگلے ہی لمحے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

****

"ویکم بیک ستارہ! آئی ہوپ سو کہ تم لوگوں کی انرجی پہلے سے بہت ہائی ہوگی۔ کیونکہ اب کی بار کیس، تم لوگوں کی سوچ سے بھی بڑا ہے۔ ابھی کچھ دیر بعد کمانڈر تم سبکو شارٹ بریفنگ دیں گے، ٹیم کا ہیڈ کوچ خضر خاقان اس بار شدید قسم کی خطرناک سچویشن میں اپنا یہ ٹاسک پورا کرے گا۔ آفراح زیان نے اس بار پہلے سے زیادہ پاورفل بائیو کمیکل مواد تیار کرنا ہوگا، آئرہ جبران نے اس بار پہلے سے زیادہ مضبوطی اور دلیری دیکھانی ہوگی۔ زیان فاروقی کو اس بار تمام کالز، اور تمام کیمروں کی کڑی جانچ پڑتال کرنا ہوگی۔ پورے مشن کے دوران ملنے والا ایک ایک ثبوت ہمارے لیے جان سے بڑھ کر قیمتی ہے۔ عریش باجوہ! اپنی ہیکنگ کو اچھے سے چمکا لو، تم تمام کیمرے، کمپوٹرز، موبائیل۔۔۔ یہاں تک کہ اس بار سوشل آکاونٹ تک ہیک کروگے۔ یہ کیس ہمارے لیے ایک بار پھر زندگی اور موت کا مسئلہ ہے میرے شیر جوانو! گیٹ ریڈی" سب آفس کے تاریک کمرے میں سرخ اور پیلی روشنی میں ہزل انجم کے روبرو کھڑے اپنی آنے والی ڈیوٹی کے الرٹ لے رہے تھے۔ پانچوں سیاہ لباس میں چہرے پر سختی اور پراعتمادی لائے ایک نئے عزم کو باندھنے کی تیاری میں تھے۔

"یس سر، ہم سب اپنی جان لگا دیں گے" بیک وقت پانچوں کی دبنگ آواز پر ہزل انجم کا چہرہ مزید روشنی اوڑھ کر فاتح ہوا تھا۔ کمرے میں ان چھ کے علاوہ دو تنے ہوئے گن مینز تھے جو اپنی ڈیوٹی کے دوران زرا سی جنبیش

تک نہیں دے رہے تھے۔ ہزل قریب آئے اور اپنے میز پر پڑے ان پانچوں کے بیچ ایک ایک کر کے پانچوں کو دینے کے بعد اب مڑ کر مین کمپوٹر سکرین کے سگنلز دیکھنے کو مڑے جہاں کمانڈر کی کال آرہی تھی۔

"ستارہ! ایک ایسی برانچ جسکا کوئی نہ کنارہ ہے نہ استعارہ۔ ستارہ ایک ادارہ نہیں بلکے ملک کی حفاظت پر معمور ہوا ایک دیو ہیکل سپاہی ہے۔ مجھے تم سب پر فخر ہے لیکن اس فخر کو قائم و دائم رکھنا تم پانچوں کا نصب العین ہے، اسلام و علیکم ایوری ون" دیوار پے لگی بڑی سی کمپوٹر سکرین پر ایک سیاہ اندھیرے میں مکمل غرق ہوا وجود اور ایک دبنگ، بشاش سی آواز نے مزید خاموشی کا پہرہ بٹھایا تھا۔ یہ مرجان خالق تھے، جو ستارہ کے اصل ہیڈ اور کمانڈر تھے۔

"وعلیکم السلام" ایک بار پھر وہ پانچ پروفیشنل آفیسرز ہم زبان ہو کر مقابل کا فخر مزید بڑھا چکے تھے، ان کی آواز میں ایسی کڑک تھی کہ دیواریں تک اس پر اعتماد صداوں سے لرز اٹھی تھیں۔ اب وہ پانچ کے بجائے چھ ہو کر قطار بنے اس کمپوٹر سکرین کے سامنے کھڑے تھے جہاں اب اس اندھیرے کے زائل ہوتے ہی ایک میپ آچکا تھا۔ ہزل نے پرنٹگ مشین سے بٹن پریس کرتے ہی اس نقشے کی کاپی نکال کر سامنے ٹیبل پر رکھی اور پھر سے وہ سامنے متوجہ ہوئے۔

"ہاشم بخت جیسے بدبخت کے زوال کا وقت شروع ہوتا ہے، یہ نقشہ اسکے خفیہ آفس کا ہے جو مکمل طور پر جدید مخفی سکیورٹی سے مزین ہے۔ اس تک پہنچنے کا راستہ مل جانا ہی ہمارا آدھا ٹاسک ہوگا۔ یہ آفس ایک نہایت گنجان علاقے کے قصبے کی ایک ویران بلڈنگ میں ہے۔ تم سب کو زمینی خفیہ پائپ لائن سے اسکے اندر جانا ہوگا" کمانڈر نے سکرین پر لگے کچھ نشانات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مدعا بیان کرنا شروع کیا۔

"یہ جو سرخ نشان ہیں، یہ وہ تمام پائپ لائنز ہیں جو مختلف آفس کے حصوں کے نیچے کھلتی ہیں۔ ان سب میں ہمارے کام کی صرف یہ بلو مارک والی نشاط پائپ لائن ہے جو ہاشم بخت کے آفس کے باہر بنی راہداری کے نیچے کھلتی ہے۔ وہاں ایک وقت میں چار کیمرے نصب ہیں، یہاں کی کھدائی کرنے سے پہلے یہ چاروں کیمرے عریش ہیک کرے گا اور ساتھ ساتھ یہاں موجود تین لوگوں کے فون جنکے نمبر اور کمپنی اس میں پر درج ہیں۔ فون ہیک کرنے کے بعد دوسری طرف سے خضر اور آئرہ مین آفس کے راستے سے خلیہ بدل کر اپنے مقررہ دیے نام اور کام کو سرانجام دیتے ہوئے آفس تک پہنچیں گے" کمانڈر نے اب ان سبکو انکی ضروری بریفنگ دینی شروع کی جس پر وہ سب ہمہ تن گوش تھے۔

"یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ صرف خضر کی اندر جانے کی اور وہاں پانچ منٹ رکنے کی مدت کے دوران یہ سارا ٹاسک پورا ہو گا۔ ٹائمنگ مینج کرنا تم سب کا چیلنج ہے، کھدائی سے پہلے آئرہ کا اس جگہ پہنچ کر ان تین گارڈز کا دھیان بٹانا اور اس دوران زیان، افراح کا کھودی جگہ سے آفس کے اندر گھسنا اور عریش کا اس دوران اپنی ہیکنگ پرفیکٹ رکھنا تم سب کی اصل مہارت ہو گی" اصل کام تو ان دو جانباز کا تھا، وہ سن کر مزید پر اعتماد ہو چکے تھے۔

" خضر اور آئرہ دونوں کے خلیے اصل سے مکمل الگ ہوں گے اور ان دونوں کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہو گا۔ ان دونوں کو گنز کھدائی کے بعد ملیں گی، عریش یہ سب پائپ لائن پینل میں رہ کر کنٹرول کرے گا۔ خضر اس آفس میں کیمروں کے ہیک ہوتے ہی ہاشم بخت کی گردن پر کمیکل انجکشن کا اٹیک کر کے اسکی یاداشت لینے کے فورا بعد اس لاکر کا عریش کے ذریعے ہیک کیا کوڈ اوپن کر کے وہ لیپ ٹاپ لیتے ہی کمرے سے نکل کر باہر کھدائی کی جگہ پہنچ کر پہلے آئرہ کا انتظار کرے گا۔ بھول کر بھی زخمی ہونے کی غلطی نہیں ہونی چاہیے، خون کا کوئی سیمپل

یا کوئی بھی پرنٹ یا ثبوت چھوٹنا نہیں چاہیے" بریفنگ کے دوران سب بلکل پتھر بن کر بس اپنے دل، دماغ، آنکھیں اور کان اسی طرف متوجہ رکھتے تھے۔

" یہ کام کل رات گیارہ بجے ہو گا، گیارہ بجے ہاشم بخت ان دو لوگوں سے میٹنگ کرے گا جسے وہ انفارمیشن بیچنے والا ہے۔ ان دو لوگوں کو اٹھوا کر خود انکی جگہ خضر اور آئرہ جائیں گے۔ آئرہ باہر سنبھالے گی اور خضر اندر اپنا کام دیکھائے گا، اس سب کے علاوہ ایک اہم بات! وہاں کی سیکورٹی اس قدر پاورفل ہے کہ عریش اسے دس منٹ سے زیادہ ہٹا نہیں پائے گا۔ تم سب نے یہ واردات دس منٹ کے اندر کرنی ہے۔ بھلے مر جاو مگر وہ لیپ ٹاپ تم لوگوں نے ہر صورت بحفاظت واپس لانا ہے" اب زرا انسانی جذبات کے انحراف کا معاملہ زیر گفتگو تھا۔

" اس ٹاکس کے دوران تم سب لوگ نہ انسان ہو نہ احساس رکھنے والی کوئی دوسری مخلوق۔ تم سب لوگ بس اس ملک کے رکھوالے ہو، تم لوگ ناقابل شکست ہو، تم لوگ پتھر ہو اور تم لوگ نہ پگھلو گے نہ ٹوٹ سکتے ہو۔ تم لوگ ستارہ ہو، ستارہ چمکنے کے لیے ہے۔ اور سب سے آخر پر! ستارہ ٹوٹتا ہے تو گر جاتا ہے، اور جو گر جائے وہ امر نہیں، فنا ہو جاتا ہے۔ ستارہ فنا ہوا تو یہ سمجھنا کہ ملک کی حفاظت کا کیا عہد بھی فنا ہو گیا۔ بیسٹ آف لک۔ تم لوگوں کو یہ سب بہت احتیاط اور معاملہ فہمی سے نمٹانا ہے۔ باقی کی انفارمیشن میری بھیجی اس فائیل میں ہے، اس فائیل میں ان دو لوگوں کا بائیو ڈیٹا اور اس آفس کے چپے چپے کی معلومات درج ہیں۔ ہر گارڈ کی شکل، نام اور سب معلومات درج ہے۔ ان شاء اللہ ٹاسک کے بعد میں تم جیسے چمکتے ہوئے ستارے سے پھر ملوں گا۔ آل دا

بیسٹ اینڈ اللہ تم سب کا حامی وناصر ہو" بریفنگ کا اختتام ہوتے ہی وہ وڈیو کال منقطع ہو چکی تھی، کال کٹتے ہی وہ پانچوں اب ہزل انجم کے چہرے کی سمت دیکھ کر پھر سے بے انتہا پر اعتماد تھے۔

" آں، ٹاسک نے تو مجھے بھی ہلا دیا۔ خیر تم سب ابھی اور اسی وقت کام پے لگ جاو، باقی میں اس فائیل اور میپ کی ساری انفارمیشن تم لوگوں کو دے دیتا ہوں۔ سب سے اہم ٹاسک افراح اور عریش کا ہو گا۔ کیمکل ویپن پہلے سے زیادہ ظالم ہونی چاہیے اور عریش اپنی بازو چڑھالو میرے شیر۔ اینڈ زیان جی آپ زرا کھدائی کی پریکٹس بھی کرلیں، ان سب نازک مزاجواں سے یہ کام اس سرعت سے نہ ہو پائے گا جو تیزی اور پھرتی آپ کی مرہون منت ابھرے گی" سنجیدہ ماحول کو خود ہی ہٹانے کے لیے ہزل بھی دلفریبی اور شرارتی مسکان سجا کر بولے تو مقابل بھی مسکان زدہ بہار نے چہرے گلنار کیے تھے۔ زیان صاحب تو باقاعدہ اپنے ڈولے لہرا کر اترائے تھے، اور افراح بھی آنگوٹھے کو اٹھا کر تباہی مچا دینے کا سگنل دیکھا کر خوش دل سا مسکرائی تھی۔

" اور میرے یہ دو پیارے اور لاڈلے خضر اور آئرہ کی تو بات ہی نرالی ہے، گیٹ آپ ظالم ہونا چاہیے۔ اس ہاشم بخت کے دماغ کی بتی گل کر دینے والی شکلیں تیار کرو۔ اس دوران سب بلٹ پروف یونفارم کا استعمال کرو گے۔ کوئی اور کہے نہ کہے بٹ مجھے میرے ان پانچ جانبازوں سے والہانہ عشق ہے، گڈ لک" سب کے قریب آ کر وہ باری باری سب کے کندھے تھپکاتے ہوئے ان پانچوں کا حوصلہ مزین پر تپاک کر چکے تھے، ان پانچوں کے چہرے کی مسکان میں شکست اور ہار کی نہ رمق تھی نہ کبھی آنے والی تھی۔

****

"میری جوتی کدھر گئی ہے، رک نادم۔ رک تیری تو آج میں یہ آگ نکالتی ہوں" ہاجرہ پورے جلالی موڈ میں آچکی تھیں اور جوتی انکے ہاتھ میں تھی اور نادم کچھ نا سمجھتے ہوئے پورے صحن میں دولتیاں دوڑائے بس اماں کے تشدد سے بچنے کے چکر میں تھا۔ نادم کے ابا میاں اپنی دکان پے تھے جبکہ ہاجرہ بھی اپنے گھر تشریف لے آئی تھیں، یہ ایک درمیانے درجے کا اچھا پیارا گھر تھا جس کے ایک طرف کمرے اور دوسرے طرف بڑا سا سر سبز صحن تھا اور اسکے ساتھ ہی مین دروازہ تھا۔ اینٹوں کا فرش اور اس پر دوڑتا ہوا نادم اب یقیناً اڑتی چپل کھانے کے موڈ میں تھا۔

"او اماں کیوں ٹارزن بنی ہوئی ہو، قسم سے میں نے اس جھوٹی کو کچھ نہیں کہا، اماں نہ مارنا بہت بری لگتی ہے" نادم اپنی پھرتیوں کے ساتھ ساتھ اب رونی شکل بنائے صحن پے رکھی چارپائی پر چڑھا اور ہاجرہ کی کمال مہارت اور وہشتناک انداز میں پھینکی جوتی سیدھی نادم کے کندھے پر ٹھاہ کر کے لگی تھی۔

"تجھے زرا غیرت نہیں آئی منحوس مارے، بیٹھے بیٹھے کڑوروں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ ناں تو مجھے یہ بتا تجھے اللہ نے جو بھیجا دے دیا ہے اسے استعمال کب کرے گا۔ رک ادھر آ کمینے" اب تو نادم کی بچاری سی بچاو کی کوشش

تھی اور اماں ہاجرہ کے ہاتھوں کے مکے تھے جو اس پہاڑ پر بھلے کم اثر کر رہے تھے پر وہ منہ بڑے کمال چوہے والے بنا بنا کر ہاجرہ کو اور تپا رہا تھا۔

"اماں قسم سے غصہ آگیا تھا، بس ہاتھ ہی تو پکڑا تھا" زرا جو اس نادم کے بچے کو پشیمانی ہوئی ہو، ہاجرہ نے لگے ہاتھوں دو تین مکے اور رسید کیے اور اپنا سر جکڑے وہیں چارپائی پر بیٹھ گئیں۔

"آج تیری اس حرکت نے مجھے اس گھر سے نکلوا دیا ہے بے غیرت، کتنا سمجھایا تھا کہ اس کے سامنے اچھا رہا کر۔ بری شکل والے تو نے اسے موقع دے دیا کہ وہ تجھے تو کیا ہم سب کو جوتی کی نوک پر رکھے۔ ایک بات کان کھول کے سن لے نادم، اگر تیری اس حرکت کی وجہ سے مجھے کچھ کھونا پڑا تو مار مار کر تجھے دنبہ بنادوں گی" ہاجرہ نے انگلئ ہوا میں لہرا کر صاف صاف ناگواری سے تنبیہ کی تو نادم کی پیشانی بھی ناپسندیدگی سے تن کر مزید اکڑ گئ تھی۔ اپنی مونچھ کو غضبناک انداز میں تاو دیتے ہوئے جناب یوں اکڑ کر اماں کے مخالف رخ پھیرے کھڑے ہوئے کہ جیسے ابھی خطاب کرنے والے ہوں۔

"او میری ڈان جیسی دہشت گرد اماں! تسلی رکھ۔ وہ صرف نادم حسین کی ہے" ان سے پہلے کے وہ اکڑا مزید خوش فہمیوں کے پہاڑ پر جا بیٹھتا، پشت پر ٹھک کر کے پڑتی جوتی نے نادم کے پورے وجود میں کرا کرہ کرنٹ دوڑایا تھا۔ بجلی کی اعلی پائے کی رفتار سے مڑ کر برے منہ بسورے انداز میں وہ اماں کا ابلتا جلال دیکھ کر اپنی مسی شکل مزید باسی کر گیا، ہاجرہ تو آج اسے پیس کر رکھ دینا چاہتی تھی۔

"اپنا منہ اور یہ خیالی پلاؤ یہیں روک لے نادم ورنہ آج اتنی جوتیاں ماروں گی کہ گنتی بھی بھول جانی جو آتی، یا اللہ یہ کیسی بد دماغ اولاد دے دی مجھے" ہاجرہ نے دبنگ انداز میں غرانے کے فوراً بعد اپنا ہی سر پیٹ لیا جس پر نادم نے کن آکھیوں سے اماں کے جوتی زدہ غصے کو جانچنے کی جسارت کی۔

"اماں سن تو" نادم نے ایک مسکین سی گزارش کرنی چاہی مگر اس سے پہلے کے اماں میں جنوں کی فوج گھس کر جوتیوں سے اسے لال کرتی، ایک گھوری پر ہی نادم گدھے کے سر سے سینگ کی طرح منظر سے غائب ہوا تھا۔ ہاجرہ کو تو بس اپنے ہاتھوں سے اتنا سب من پسند جانے کا، غم کھائے جا رہا تھا، انھیں نادم پر حد سے زیادہ تپ چڑھ چکی تھی۔

****

"پرسوں کی میٹنگ میں کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے، تمام سیکورٹی ایک بار مکمل چیک ہونی چاہیے۔ یاد رکھنا کے اگر اس میٹنگ میں کوئی بھی رکاوٹ آئی تو میں تم سب کو زندہ زمین کے اندر گاڑ دوں گا۔ ان دو پارٹنرز کو بحفاظت آفس تک لانا تم سب کی اصل ذمہ داری ہو گی، اس میٹنگ کے متعلق کوئی معلومات لیک نہیں ہونی چاہیں۔ پتا نہیں کیوں مگر مجھے ستارہ سے خوف محسوس ہو رہا ہے، انکو اس میٹنگ کا علم ہوا تو میں تباہ ہو جاؤں گا"

ہاشم بخت آج اپنے خفیہ آفس میں موجود تھا، اسکے ٹیبل کے سامنے وہ لیپ ٹاپ تھا جس کے اندر ملک کی وہ خفیہ معلومات تھی جسے وہ دو غیر ملکی لوگوں کو بیچنے والا تھا۔ وہ لوگ خود تو نہیں البتہ اپنے دو لوگ اس لین دین کے لیے کل بھیجنے والے تھے۔ ستارہ نامی خوف تو ہاشم بخت جیسے بد بخت کو بھی ہلا رہا تھا مگر پھر بھی وہ اس گھٹیا کام سے باز نہیں آیا تھا۔ اس لیپ ٹاپ کے عوض اسے دو سو کڑور کی کثیر رقم ملنے والی تھی، محض پیسوں کی خاطر یہ کمینہ شخص اپنے ہی وطن سے غداری کرنے والا تھا مگر وہ بھول گیا تھا کہ غدار کی ہار نامی بلا ستارہ اس خفیہ پلاننگ سے مکمل واقف تھی اور وہ پانچوں ہیڈ کوارٹر کے آفس میں بیٹھے اس ہاشم بخت کی آواز سن رہے تھے۔ ایک عدد گارڈ ستارہ ٹیم کا جونئیر جاسوس تھا جسکا کام فل وقت نظر رکھنا اور ہاشم بخت کے خوف اور ارادے کی گہرائی کی معلومات ہیڈ کوارٹر پہنچانا تھا۔ ستارہ صرف پانچ نہیں بلکے پانچ ہزار سے زیادہ لوگوں پر مشتمل تھی جو پورے ملک اور ملک سے باہر پھیل کر اپنے اپنے سول روپ میں معلومات اکھٹی کرتے تھے۔

"سر، یہاں ستارہ تو کیا انکی سوچ بھی نہیں پہنچے گی۔ آپ بے فکر رہیں، اس بار کوئی گڑبڑ نہیں ہو گی۔ ہم سب اس مشن کے لیے اپنی جان لگا دیں گے، ویسے بھی یہاں ستارہ تو کیا کسی ذی روح کا سایہ تک نہیں گھس سکتا۔ اس قدر اعلی پائے کی سیکورٹی وہ ستارہ تو کیا، کوئی بھی آجائے مگر اسکا توڑ نہیں کر پائے گا" گارڈز کی بیس تیس رکنی فوج میں سے ایک نے بڑی جوشیلی آواز کے سنگ ہانک لگائی مگر ہاشم بخت ایسا خوش فہم نہ تھا۔ جو لوگ اسے کڑوروں روپے بنا پتا لگے ہتھیالیں، ان سے کوئی بھی امید کی جا سکتی تھی۔ ہاشم بخت کے چہرے پر ناگواری کے واقع آثار ابھرے تھے۔

"باتوں سے زیادہ مجھے ورک آوٹ چاہیے" ایک طیش زدہ لہر ابھر کر ہاشم کے چہرے پر خوف و حراس اور سخت مشتعل رنگ پھیلا چکی تھی۔ وہ سب فرمابرادی سے سر ہلا چکے تھے۔ ہاشم اب اٹھ کر وہ لیپ ٹاپ اپنے لاکر میں رکھنے کے بعد ہاتھ کمر پر باندھے دیوار پر لگی قائد کی تصویر پر اپنی نظریں مقید کر چکا تھا۔ ایسے لوگ ان تصویروں کو صرف ڈیکوریشن پیس سمجھتے ہیں، جو پیارے قائداعظم کی قربانی کو سمجھتا ہے وہ کم از کم ایک غدار نہیں ہو سکتا۔ غدار کی سزا تو صرف موت تھی، مگر ستارہ برانچ صرف ملک کے ایسے غداروں کے ارادوں کو ملیا میٹ کرتی تھی۔ یاداشت چھین کر کیا جانے والا ستم اس غدار کی زندگی کو موت سے بدتر بنا دینے کے لیے کافی ہوتا تھا۔ دوسری طرف وہ پانچوں اپنے تنے چہروں کے ساتھ اس شخص کے زندہ ہونے پر سراپا افسوس میں لپٹ کر اپنے ہونٹ اور مٹھیاں بھینچ چکے تھے۔

****

"مما، ارے آج آپ بوتیک نہیں گئیں۔ کیا ہوا ہے، اور یہ صبح میں نے خضر بھائی کی گاڑی دیکھی تھی۔ وہ آج بھی اندر نہیں آئے تھے کیا" یہ حرا تھی، مہرو اور جلال کی سب سے چھوٹی بیٹی۔ بیٹے دونوں ہی ہائیر سٹڈیز کے لیے انگلینڈ گئے تھے، چھوٹا مبشر تھا اور بڑا ضامن۔ جبکہ حرا سب سے چھوٹی اور لاڈلی ہونے کے باعث جلال کی

نسبت مہرو سے زیادہ مانوس تھی، اسے وہ اپنا مغرور سا مما کا بیٹا بھی پسند تھا مگر خضر نے ان تینوں سے کبھی اتنی بات وغیرہ نہیں کی تھی، مہرو جب بھی خضر سے مل کر آتی تھیں تو پہلے کی نسبت بہت خوش اور کھلی لگتی تھیں۔ مہرو کے گرد اپنی بازو پھیلائے حرا کو مہرو کی فکر کم، خضر بھائی کے بنا ملے جانے کا غم زیادہ تھا۔ مہرو مسکرا کر اسے اپنے روبرو لائے اسکی ہلکان سی صورت ہاتھ میں بھرے بیٹھا چکی تھیں۔ اس گھر میں مہرو کو سمجھنے والے بس حرا اور مبشر تھے، مگر بڑے صاحبزادے ضامن کا مزاج تو ایک دم جلال کی طرح کڑوا تھا۔

" آج دراصل رات میں ایک فارن کلائنٹ سے میٹنگ تھی، تبھی سوچا آرام سے شام کو ہی جاوں۔ خضر یہاں آکر کمفرٹیبل نہیں ہوتا تم جانتی تو ہو، تمہارے ڈیڈی نہیں چاہتے کہ میں اس سے ملوں" مہرو کی پیاری اور موہنی صورت صرف حرا سے نہیں دیکھی جاتی تھی، فوراسے وہ کچھ قریب ہوتی مہرو کے سینے سے لگ کر روہانسی ہوئی۔

" آپ کو ان سے ملنے سے کوئی نہیں روک سکتا، ہماری طرح آپ انکی بھی مما ہیں۔ آئی ریلی مس خضر بھیا، ضامن بھیا نے آج تک پیار سے بات نہیں کی، مبشر تو پڑھاکو سا میرا شہزادہ جو پھر بھی کبھی کبھی تو مل ہی جاتا ہے، میرا دل کرتا ہے میں خضر بھیا کو بھی روز ملا کروں، آپ ان سے کہا کریں ناں کے حرا کو اپنی پکی بہن بنا لیں" حرا کی اس بات پر ہمیشہ کی طرح مہرو ہنس کر اس سینے سے چمٹی نازک سی آٹھارہ سالا حرا کو اپنے روبرو کیے اسکا چہرہ مرکوز کر چکی تھی جو بلکل چھوٹی بے بی لگ رہی تھی۔

" وہ بلاشبہ تمہارا بھائی ہے، بس حالات اور اکیلے پن نے اسے ایسا بنا دیا ہے۔ تم اداس مت ہو، اسکے لیے بس دعا کیا کرو" بہت محبت سے مہرو اپنی نگاہوں کی نرمی میں کچھ اداسی کی رمق بھرے بولیں تو حرا بھی اب کی بار اداسی سے سر ہلا گئی۔

"آئی وش، کہ وہ بہت سارا خوش رہیں۔ اور میری مما بھی ڈبل خوش رہیں۔ آئی لو یو مما، آپ نے ہم تینوں کے لیے اپنے جان سے پیارے بیٹے کو خود سے دور رکھا، یہ خضر بھیا کے ساتھ زیادتی ہو گئی ہے، آپ ایسا کریں، میرے حصے کا وقت بھی خضر بھیا کو دے دیا کریں۔ وہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں، آپکو پتا ہے جب میں اپنی فرینڈز کو انکی پک دیکھاتی ہوں تو وہ اتنی تعریف کرتیں ہیں کے آپکی سوچ ہے۔ وہ بہت پیارے ہیں، بلکل آپ پر گئے ہیں۔ سب کہتے ہیں کہ میں بھی تھوڑی آپ پر ہوں، میں بھی پیاری ہوں ناں، خضر بھائی کی طرح" اب کی بار تو مہرو اس پگلی کی اس والہانہ محبت پر بے حد دلفریب انداز میں مسکرا کر حرا کے دونوں ہاتھ چومے اپنی اس پیاری سی بیٹی پر قربان ہو گئیں۔ خود حرا کے لہجے اور ان سیاہ آنکھوں میں خوشی ہمک کر حسین تھی۔

"میں قربان جاوں، بلکل تم بہت پیاری ہو۔ تمہاری آنکھیں بھی مجھ پر ہیں بلکل خضر کی طرح۔ ضامن اور مبشر کی جلال پر چلی گئیں۔۔۔ بھوری۔ خضر ایک دن تمہاری محبت کا اعتراف ضرور کرے گا، وہ پیار کرنا اور جتانا بھول گیا تھا مگر جلد اسکی زندگی میں کوئی ایسا آنے والا ہے جو میرے خضر کی سب سے بڑی خوشی ہے" ایک حرا تھی جس کے سامنے مہرو رو بھی لیتی تھیں اور کتنی دیر بنا رکے بول بھی لیتی تھیں، حرا تو یہ سن کر خوشی سے اچھل ہی پڑی تھی۔

"سچی؟" حرا کی بے یقینی پر مہرو پیارا سا ہنس پڑیں اور سر اثبات میں ہلاتے ہی حرا تو مہرو کے ساتھ چمٹ چکی تھی۔

"یاہو! یعنی خضر بھیا کی شادی۔ ٹھیک ہے مما لیکن اسکے بعد پلیز ضامن بھیا کے لیے بھی کوئی لطیفہ لے کر آیئے جو جناب کو ہنسانا سیکھا دے" اب تو حرا با قاعدہ اپنے کھڑوس سے بھیا کی شان میں خاصی بڑی گستاخی کیے شریر ہوئی تو مہرو اس بات پر بس ہلکا سا مسکرائی تھیں۔

"ان شاء اللہ ضرور" مہرو نے اپنی مسکرائی آنکھیں حرا پر ڈالے نہایت دل پسندی سے کہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئیں، حرا تو یہ خبر سن کر انتہا کی خوش تھی۔

****

"اس بندے کے تو آٹھارہ الگ الگ آکاونٹس ہیں۔ اور ایک قابل غور بات، اسکی کئی کنال کی زمین بھی ہے جس پر اس نے قبضہ کرر کھا ہے۔ یعنی حد ہوتی ہے یار، ایک طرف یہ ملک کو لوٹ رہا ہے اور دوسری طرف سے غریب لوگوں کی آراضی بھی ہتھیا رہا ہے، ایسے لوگ مر ہی جائیں تو اچھا ہے" وہ سب ہیڈ کوارٹر کے آفس میں تمام آنے والے ثبوتوں اور معلومات پر پورے انہماک سے کام کر رہے تھے۔ آفراح اپنی چھ رکنی ٹیم کے ہمراہ لیب میں تھی جبکہ زیان لیپ ٹاپ پر کچھ نئے پر نٹس اور ہاشم بخت کی پچھلی تمام ہیک کی گئی ریکارڈنگ پر کام کر رہا تھا۔ خضر کو ان دو افراد کی مکمل جانچ پڑتال، انکے ائیر پورٹ سے آنے کے وقت، انکی فلائیٹ، خلیہ اور چھوٹی سی چھوٹی معلومات پر کام کرنا تھا جبکہ عریش اور آئرہ بھی لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھے تشویشناک تھے۔

"میرے بس میں ہو تو یاداشت کے بجائے اس جیسے ہر گھٹیا شخص کی سانس لے لوں، ایسے لوگوں کی لالچ کا پیالا کبھی نہیں بھرتا۔ ایک بار حرام مال منہ سے لگنے کی دیر ہے بس" عریش کی بات پر خضر نے بھی اپنے کام سے سر اٹھا کر بہت دکھ اور رنجیدگی سے کہا۔

" بلکل، میرے خیال میں یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ تبھی تو مال کو سینچ سینچ کر اپنی ہی قبر میں جہنم بھرتے رہتے ہیں، اللہ ان سب غداروں کو نیست و نابود کرے" زیان کے لہجے میں بھی ہلکی سی اداسی تھی۔ جیسے جیسے انکے سامنے ثبوت آ رہے تھے، انھیں اس ہاشم بخت پر رہ رہ کر غضب چڑھ رہا تھا، خضر کا بس چلتا تو آج ہی اسکا سانس گھوٹ آتا۔

" آمین، خیر میں اور افراح آج یہیں ہیں۔ تم لوگ جانا چاہو تو جا سکتے ہو، عریش تمہارا کیا پلین ہے" زیان اپنا لیپ ٹاپ بند کیے باری باری ان تینوں سے مخاطب ہوا تھا۔

" مجھے ان سبکے سوشل آکاونٹ ہیک کرنے ہیں، یہ کام رات تک ہی ہو پائے گا۔ ان دونوں لووبرڈز سے پوچھ لو" عریش صاحب کی کام کے دوران میں شریر رگ پھڑکی تو تینوں نے ہی مسکرا کر عریش کی کھسیانی ہنسی ملاحظہ کی۔

" جی تو لووبرڈز، کھانا منگوالوں یا تم لوگ نکلو گے" زیان ان سبکے لیے کھانا لینے جا رہا تھا تبھی سب سے پوچھ رہا تھا۔ افراح تو گلاس ڈور کے اس پار مکمل فارنسک ڈاکٹر بنی اپنے کیمیکل پر کام شروع کر چکی تھی۔

" دل تو نہیں چاہ رہا لیکن مجھے تو جانا ہو گا، نا گئی تو خوامخواہ کسی کو شک ہو جائے گا۔ تم چاروں رک جاو، میں صبح ہوتے ہی پہنچ جاوں گی" آئرہ اپنا لیپ ٹاپ بند کیے فیصلہ کن انداز میں بولی تو خضر نے ایک مصروف انداز میں

نگاہ اٹھا کر آئرہ پر ڈالی۔ آئرہ جب تک چینج کر کے اپنے یونفارم سے نارمل خلیے میں واپس آئی تب تک خضر بھی اپنا کام کچھ دیر کے لیے روک کر ایک دم ریڈی تھا۔ اس نے یونیفارم پہلے ہی اتار دیا تھا، وہ زیادہ تر بلیک ہی پہنتا تھا، محترم کی سیاہ آنکھوں کے ساتھ اسکا سیاہ روپ تو تباہی مچا دیتا تھا۔ اب تو عریش اور زیان خاصے معنی خیز شرارت لیے خضر اور آئرہ کا ایک دوسرے کی طرف دیکھنا دیکھ کر دبی دبی ہنسی ہنس رہے تھے۔

"میں اسے چھوڑ کر آتا ہوں، تب تک تم دونوں مجھے باقی گارڈز کے نمبرز اور خلیے سینڈ کرو، چلو آئرہ" خضر بنا ان دونوں کی شرارتی مسکان سے دبے اپنے دبنگ لہجے میں کہہ کر آئرہ کو بولا جو بڑی ادا سے سینے پر ہاتھ دھرے جھک کر جناب کی تابعداری کرتی ہوئی نہایت حسین لگی تھی۔

"احسان تیرا ہوگا مجھ پر، دل چاہتا ہے جو کہنے دے۔۔۔

مجھے تجھ سے محبت ہو گئی ہے، مجھے پلکوں کے سائے میں رہنے دے۔۔۔۔۔ اہمم اہمم جاو جی جاو۔ ساڈھی طرفوں اک کینڈل لائٹ ڈنروی" دونوں کے جاتے جاتے بھی عریش انھیں ستانے سے باز نہیں آیا تھا، وہ دونوں تو پیاری سئ مسکان دیے نکل گئے جبکہ ناٹی سے صوفے پر نیم دراز عریش باجوہ اپنے بگ بی کی ظالم گرفت میں پھنس چکے تھے۔

"کھوتے، اپنے لیے بھی سیریس ہو جا اب، دیکھ اب خیر سے یہ دونوں بھی شادی کا سوچ رہے ہیں۔ تیرے لیے ہم سب نے فکر میں بڈھے ہو جانا ہے اور ظالم دیکھ، میں نے تو بڈھا ہونا شروع بھی کر دیا ہے" عریش کا خود ساختہ ساقہقہہ چھوٹا جب زیان نے بڑی بیچاری صورت کے سنگ اپنی داڑھی کے سفید بالوں کو چھو کر دہائی دی۔

"ھائے رے بگ بی، میں قید کے لیے نہیں بنا میرے لالہ، عریش باجوہ کا سانس صرف آزادی میں قائم رہے گا۔ ویسے بھی آپ اور خضر کافی ہو، ہم سے یہ بیوی اور بیوی کے نھرے نہیں اٹھائے جاسکتے۔ میں آپ چار پھنسے محترمین کے سامنے لہرا لہرا کر اپنی آزادی کا جشن منایا کروں گا۔ ھاھا" عریش دی گریٹ کی لطافت اور شوخی و ادا سے کہی بات پر زیان نے بھی قہقہہ لگایا، یہ سدھرنے والی شے تھا ہی نہیں۔

"تو نہیں سدھرے گا" ہنستا ہوا زیان کہہ کر اب میز پر پڑی فائیلز کی سمت چلا گیا تھا جبکہ عریش صاحب بھی اپنے چہرے کی ہنسی ضبط کیے اپنے پروفیشنل انداز میں سنجیدہ ہو کر کام شروع کر چکے تھے۔

****

"کیا خیال ہے، کھانا کھا لیا جائے" خضر نے گاڑی ایک ڈھابے نما ریسٹورینٹ کے قریب روکتے ہوئے خوش دلی سے نگاہیں موڑے آفر کی تو آئرہ بھی مسکرا کر سر ہلا چکی تھی، وہ دونوں ہی باہر نکل آئے اور اندر بڑھ گئے۔

"ویٹر" وہ دونوں ہی اندر گئے تو یہ ایک لکڑی کی کمال مہارت سے بنا ایک دیسی ریسٹورینٹ تھا جہاں پر پاکستان کی طرز طرز کی ثقافت اپنی موہنے انداز کے ساتھ ہر طرف سے جھلک رہی تھی۔

"ہمیشہ یہیں لاتے ہو، آئی تھنک تمہیں یہ جگہ کچھ زیادہ ہی پیاری ہے" آئرہ نے بیٹھتے ہوئے ارد گرد ستائشی انداز میں گردن موڑے نگاہیں جمائے خضر کو دیکھ کر کہا جو بدلے میں خاصا سنجیدہ ہو کر ارد گرد دیکھ رہا تھا۔

"ہاں، یہاں کافی سکون ہے۔ تمہیں تو پتا ہے کہ سکون کا کتنا بڑا متلاشی رہ چکا ہوں۔ خیر کیا کھاؤ گی" ویٹر کے آنے سے پہلے خضر نے اپنی بات مکمل کرتے ہوئے مقابل بھی سنجیدگی پھیلانے کے بعد پوچھا تو آئرہ بھی پر سوچ انداز میں کھانے کے بارے میں سوچنے لگی۔

"جو تم خود کے لیے منگواؤ، میرے لیے بھی وہی منگوالو" محترمہ کو جب کچھ سمجھ نہ آیا تو یہ عظیم ذمہ داری فوراً سے خضر کو سونپے وہ مسکراتی ہوئی آرڈر بک میز پر دھر کر اب اپنی بازو میز پر ٹکائے خضر کو فوکس کر چکی تھی جو ایک نظر اس پر ڈالنے کے بعد اب کھانے کا کہہ کر ویٹر کو بھجوا چکا تھا۔

دونوں بہت مدھم سی مسکان کے سنگ اب ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، دونوں کی آنکھیں ملتے ہی پھر کسی لفظ کی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ ایک عرصہ وہ دونوں ایک دوسرے کی ہر خوشی اور تکلیف بنا کہے سمجھتے آئے تھے، خضر نے خود ہی نظر ہٹانے میں آنکھ بچاتے ہوئے پہل کی تو آئرہ کی مدھم ہنسی کھنک اٹھی۔

"ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہو" خضر نے محبت کے اظہار میں آج بھی بے انتہا احتیاط برتی تھی، یہی تو اس پر اسرار سیاہ آنکھوں والے کی سب سے بڑی خوبی تھی۔ آئرہ نے چہرے پر محبت زدہ رشک لاتے ہوئے کچھ پوچھنے کی تیاری کی۔

"اور روتے ہوئے؟" وہ اسکی آنکھوں میں جھانکے بولی، دل اور دماغ تو محبت کی سرحد کو چھونے نکلے تھے۔ وہ خضر تھا اور اسکا جواب بھی اس جیسا الگ ہی ہونے والا تھا۔

"روتے ہوئے، روتے ہوئے بھی اچھی لگتی ہو۔ رونا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ ایک یہی تو سہولت ہوتی ہے، کہ ہم اپنے دل کے غبار زدہ بوجھ کم کرلیں" خضر کے لہجے میں بے حد روانی تھی، آئرہ نے اسکی سیاہ آنکھیں کچھ مزید کریدیں۔ وہ آنکھیں ہر بار ایک نئی کہانی سناتی تھیں۔

"بلکل، لیکن مجھے لگتا ہے جب آپکی زندگی میں کوئی ایسا ہو جو سرتاپا آپکا حوصلہ بن جائے، تو پھر رونے میں وہ لطف کہاں جو اسکے ساتھ مسکرانے میں ہے" آئرہ نے خضر کی مدھم افسانہ ساز آنکھوں میں دیکھ کر لفظ بکھیرے تو مقابل بھی اس بار رشک سا اُمڈ کر گل و گلزار کھلا گیا تھا۔

"بات میں وزن ہے، ہوپ سو کہ میں اپنی زندگی کی الجھنوں میں سے مسکرانے اور تمہیں ہنسانے کا کچھ وقت نکال پاؤں۔ تب تک یہی جلا کٹا بندہ قبول کرو" خضر نے اس قدر سنجیدگی سے مزاح کا سہارا لیا کے آئرہ تو اسکے چہرے کے تاثرات دیکھ کر جی بھر کر دلی آسودگی کے سنگ مسکرائی تھی۔

"تم جلے کٹے ہرگز نہیں ہو مسٹر، تم بس بہت میانہ روئی کے قائل ہو۔ بعض اوقات زندگی کے دکھ ہمیں اندر تک خاموش کردیتے ہیں، ہم بولتے تو ہیں لیکن ہمارے الفاظ بھی ایک گہری چپ کا شکار ہوتے ہیں۔ اچھا وقت بھی ضرور آئے گا" خضر بھلے کبھی کبھی ناامید ہوجاتا تھا مگر آئرہ کے لہجے کی یقین زدہ مٹھاس اس شخص کو پھر سے پرامید کرجاتی تھی۔

"تم ضرورت سے زیادہ پازیٹیو ہو" جناب بڑی سنجیدگی سے شاید تعریف فرما رہے تھے، آئرہ نے سر نفی میں ہلا کر سراپا اشتیاق ہو کر اسے دیکھا۔

"میں بس ضرورت سے زیادہ حوصلہ مند ہوں، اور میرے اس حوصلے کی وجہ یہ سیاہ آنکھوں والا ہے۔ وہ تینوں ہیں جن کی مسکراہٹ مجھے ہارنے نہیں دیتی، تمہارا اور میرا ساتھ اور اس ساتھ کے حقیقت بننے کے خواب نے مجھے مضبوط بنا رکھا ہے۔ ورنہ آئرہ کے اندر اس زمانے نے کم حوصلگی اور نیگیٹویٹی ہی بھری ہے" آئرہ کے لہجے کی کھنک اس آخری بات پر نا جانے کیوں، بہت کم ہوئی۔ خضر نے محسوس کیا کہ آئرہ بھی بجھ گئی ہے، سچ ہی تو تھا۔ یہ سب اکیلے اکیلے ان لکڑیوں کی طرح تھے جنہیں توڑنا نہایت آسان اور سہل تھا مگر جب یہ پانچ ایک گھٹے کی شکل میں جڑتے تھے تو کسی کی ہمت بھی نہ ہوتی تھی کہ انکو خراش تک دی جائے۔ خضر نے اپنا ہاتھ آئرہ کی طرف بڑھاتے ہوئے اپنی ہتھیلی کھولی تو آئرہ نے ایک نظر خضر کی تسلی آمیز آنکھوں کو دیکھتے ہوئے اپنا ہاتھ اس پر رکھ کر اپنا لازوال حوصلہ پھر سے بحال کیا، اب کی بار دونوں ایک جیسی وابستگی کے سنگ مسکرائے تھے۔

"تمہیں خود سے زیادہ مضبوط دیکھنا چاہتا ہوں، تم اس سیاہ آنکھوں والے کی وہ آخری آسانی ہو جس کو یہ اپنی ہر مشکل کے ساتھ ضروری چاہتا ہے" خضر کے اظہار پر تو آئرہ کا دل تک آسمانوں پر اڑان بھر گیا تھا، آنکھیں اس دنیا کی سب سے پیاری محبت کو حاصل کرنے پر نم سی ہوئیں۔ ہاتھ اور انگلیوں کی پوروں سے وہ شخص صرف اور صرف محبت کا احساس دلاتا تھا۔ بھلے خضر نے آج تک اسے اپنی محبت کا نہ بتایا تھا نہ کبھی وہ گھسا پٹا جملہ بولا تھا مگر وہ پھر بھی اپنی آنکھوں سے اس شربتی آنکھوں والی کو پل پل محبت کی خبر پہنچاتا تھا۔ آئرہ کا دل خوشی کے کسی

اونچے درجے پر پہنچ چکا تھا۔ کھانا آیا تو خضر نے اسکا ہاتھ چھوڑ کر ایک مسکان زدہ نظر ڈالتے ہوئے کھانا شروع کرنے کا کہا، خضر اسے سکول چھوڑنے کے بعد واپس ہیڈ کوارٹر جانے والا تھا۔

****

"آپکی میڈم کہاں ہیں" نادم حسین اپنی بگھڑی شکل اور تیکھے تیوروں کے سنگ آئرہ کے سکول پہنچ کر ریسپشن پر کھڑا بڑے محتاط انداز میں پوچھ رہا تھا، ریسپشن پر بیٹھی لڑکی نے اپنے مقابل کھڑے اس آدمی کا سر تا پا جائزہ لیا۔

"میم ایک ضروری کلاس لینے گئی ہیں، آپکو کوئی پیغام دینا ہے تو مجھے بتا دیں" ریسپشنسٹ نے اپنے پیشہ وارانہ انداز میں کہا تو نادم حسین جبڑے بھینچتا ہوا باہر نکل آیا۔ وہ اضطراب کی کیفیت میں ڈوب کر اپنے بالوں میں انگلیاں پھنسائے باہر نظر دوڑا رہا تھا کہ سامنے سے آنے والے دو لوگوں کو دیکھ کر جہاں وہ طیش زدہ ہوا وہیں آئرہ کا ماتھا ٹھنکا۔ خضر اسکے ساتھ تھا اور وہ خضر کے غصے کو اچھے سے جانتی تھی جو اس منحوس نادم حسین کو دیکھ کر ہی اسکے چہرے پر رقم ہو چکا تھا۔

"اوتو یہ کلاس تھی، تم یہاں ہم سب کو سکول چلانے کا کہہ کر اس کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہی ہو۔ تمہیں شرم آنی چاہیے" نادم اپنی تلملاتی صورت کے سنگ بھڑک اٹھا اور خضر اب بڑے ہی پر سکون انداز میں چند مزید قدم چلتا نادم حسین تک آیا۔

"خضر، اسکے منہ مت لگو" آئرہ نے کچھ کہنا چاہا مگر خضر نے اسے ہاتھ کے اشارے سے چپ رہنے اور اندر چلے جانے کا اشارہ کیا جس پر آئرہ اسے دیکھتی ہوئی چارو ناچار اندر چلی گئی۔ نادم اس حرکت پر تو اپنا سینہ تانے اکڑ کر خضر کے مقابل ہوا جو آج اس نادم کا کام تمام کر دینا چاہتا تھا۔

"آج کے بعد تم آئرہ کے کئی فٹ قریب بھی بھٹکتے دیکھائی مت دینا، آج بہت شرافت سے میں تمہیں زبانی طور پر تنبیہہ کر رہا ہوں" خضر بنا کسی تاثر کے اپنے دونوں بازو سینے پر لپیٹ کر اسے وارننگ دے رہا تھا مگر سامنے بھی ایک ڈھیٹ مٹی تھی۔

"اچھا، تم باپ لگتے ہو اسکے۔ کیا کر لوگے" یہ تو گڑبڑ ہو گئی تھی، نادم اسکے گریبان تک پہنچ کر خود اپنی جان کے پیچھے پڑھ چکا تھا۔ خضر بمشکل اس ناپسندیدہ حرکت کو برداشت کرتے ہوئے ایک ہی جھٹکے میں نادم حسین کی بازو مڑور کر اس ہاتھی جیسے آدمی کو گما کر زمین سے لگا گیا تھا۔ کچھ دیر پہلے اکڑنے والا نادم اب بھیگی بلی بنا کراہ رہا تھا، ذرا سا مزید جھٹکا اسکی بازو کا کام تمام کر سکتا تھا۔ خضر نے ایک برہم نگاہ نادم کے بگھڑے زاویے والے چہرے پر ڈالی اور اسکی جانب تھوڑا جھکا۔

"اگلی بار تمہاری ہڈی پسلی تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا، سمجھدار کے لیے اشارہ کافی ہے۔ چلو اب پھوٹو یہاں سے" خضر نے اسے بری طرح کھ کر جھٹکا تو بیچارا زمین بوس ہوتے ہوتے بچا تھا، نادم نے ایک خونخوار نظر خضر

پر ڈالی تو وہ یوں تھی جیسے اسے جلا کر راکھ کر دے گی۔ خضر کی نظر اس قدر غصیل تھی کہ وہ خوف سے مارے فوراً سے اپنے کپڑے جھاڑتا اٹھا اور بسور ا منہ بحال کرتے ایک کھا جانے والی نظر مقابل گرائے مڑا۔

" دیکھ لوں گا تجھے بھی، سنڈے کہیں کے۔ لگتا تو ایویں سا ہے، ہاتھ میں مج جیسی طاقت ہے۔ تو کھاتا کیا ہے" خضر کا غصہ ایک ہی لمحے میں زائل ہوا، اسے ہنسی آئی مگر وہ کم از کم اس نادم کے سامنے ہنسنا نہیں چاہتا تھا۔ نادم بڑی ہی دھمکی خیز صورت بنا کر ساتھ ساتھ تعریف کے چھپے کلمات بھی کہہ گیا تھا۔ خضر نے اپنی سیاہ آنکھیں خفگی سے پھیلائیں تو نادم ڈر کر یوں غائب ہوا جیسے وہاں تھا ہی نہیں۔ ہلکی سی مسکراہٹ اب کی بار خضر کے چہرے پر آئی تو وہ ایک نظر سامنے دیکھ کر رکا۔ آئرہ وہیں کھڑی اسے مسکرا کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔ خضر بھی مسکان دیتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف چل دیا۔

****

وہ چاروں صبح فجر تک اس کیس کو اور اس سے جڑے ہر ٹاسک کو مکمل طور پر سٹڈی کر چکے تھے، عریش ہیکنگ کا بادشاہ ایک بار پھر آج رات اپنے ہنر کا لوہا منوانے کے لیے پر عزم تھا، آئرہ اپنی تیاری آدھے سے زیادہ کر چکی تھی، باقی وہ فجر تک واپس آفس پہنچ آئی تھی۔ افراح نے اس بار کیمکل خاصا خطرناک بنا دیا تھا جو اس ہاشم بخت کی بد بخت زبان روکنے اور اسکے دماغ سے تمام باتیں فراموش کر دینے کے لیے بہت کار آمد تھا۔ زیان نے تمام

کیمروں، آوازوں، یہاں تک کے سب گارڈز کے پرنٹس تک آزبر کر لیے تھے۔ ہاشم بخت کے گارڈز میں دو آدمی ستارہ کے خبری تھے اور وہ لوگ بہت مہارت سے چھپی معلومات ستارہ تک پہنچا چکے تھے۔ رات نو بجے ان دو لوگوں کی آمد ہونی تھی، آئیر پورٹ سے اترتے ہی وہ دونوں ہاشم بخت کے گارڈز کی حفاظت میں پہلے ایک ریسٹورنٹ کھانے کے لیے جانے والے تھے اور پھر وہاں سے وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے مین علاقے تک پہنچنے والے تھے۔ وہ دونوں لوگ کراچی کے دو انجینئر تھے جو اصل ڈیلر کے بس دو کارندے تھے۔ ستارہ نے ان دونوں کو ائیر پورٹ سے ہیلی پیڈ تک جانے کے دوران غائب کر کے انکی جگہ خود اس سیکورٹی تک پہنچنا تھا جو ایک مشکل عمل تھا۔ گیٹ آپس اور انکی شکلوں کے ماسک بھی افراح اور اسکی لیپ اسسٹنٹ نے صبح تک مکمل کر لیے تھے۔ جہاں تک آواز کا تعلق تھا، خضر آوازیں کاپی کرنے میں بھی ماہر تھا تبھی کمانڈر نے اس کیس کے لیے ایک بار پھر خضر کو ہیڈ چنا تھا۔ آئرہ کا کام یہ تھا کہ وہ خضر کے آفس کی طرف جاتے ہوئے کر اس موڑ مڑ کر وہاں کے گارڈز کو نشانہ بنائے گی اور پھر اس کھدائی والی جگہ کو سیکورٹی سے پاک کر کے باقی تینوں کے گھسنے کا راستہ صاف کرے گی۔ زیان کا کام تمام کیمرے، کمپوٹرز اور ہیک ہوئی انفارمیشن پر نظر رکھ کر ٹائمر سیٹ کرنا تھا۔ افراح اس کھدائی کی جانے والی جگہ سے اندر جا کر خضر اور آئرہ کو حفاظت سے پائپ لائن تک پہنچانے والی تھی۔ عریش کا کام وہیں نیچے رہ کر ان تمام کمیروں، کمپوٹرز اور الارمز کو ہر ممکنہ کوشش کر کے ہیک کرنا تھا تاکے یہ کام ایک بار پھر پوری رازداری اور کسی کی نظروں میں آئے بنا پورا کیا جا سکے۔ کھدائی والی جگہ کے اوپر ایک لوہے کا دروازہ تھا جو ایک طرح فرش کا حصہ تھا۔ کھدائی ہونے کے بعد اس آفس کے باہر والی راہداری کی طرف بنا وہ فرشی دروازہ آرام سے کھل سکتا تھا اور وہیں سے کام ہونے کے بعد سب نکل کر اس دروازے کو بند اور سیل کرنے کے بعد وہاں سے نکلنے والے تھے۔ یہ سارا کام، اور اسکے لیے بہت کڑی نگرانی، طاقت، حاضر

دماغی اور ٹائمنگ کی ضرورت تھی۔ وہ پانچوں پر عزم تھے، اور ہزل انجم ان پانچوں کے اعتماد پر بھی بند آنکھوں سے بھروسہ کرتے تھے۔

****

"ارے واہ کامل بابا، آپکے ہاتھ کی چائے پی کے اماں سائیں یاد آجاتی ہیں، سچ پوچھیں تو آپ کے پاس یہ چائے کی رشوت کئی لوگوں کو کھینچ لاتی ہے" یہ ایک مظفر آباد کا پہاڑی علاقہ تھا جہاں ایک طرف بلند و بالا پہاڑ تھے اور دوسرے طرف چار پانچ کمروں والا لکڑی کا بنا چھوٹا سا گھر تھا جسکے دالان میں وہ دو افراد بیٹھے لکڑیوں پر چائے بنانے کے بعد اب پینے میں مصروف تھے۔ یہ کلیم تھا، استاد جی کا تھا تو ملازم مگر وہ شفیق سے مہران کامل اسے اپنا چھوٹا بھائی ہی سمجھتے تھے۔ وہ ایک عمر رسیدہ آدمی تھا۔ گرے جیکٹ اور بھورے سوٹ کو زیب تن کیے وہ نفیس سی کالی اور سفید داڑھی اور چہرے پر ایک پر سکون مسکان اوڑھتے ہوئے یہاں کی وادی کے کامل بابا کہلاتے تھے۔ یہاں ملحقہ گاوں کے بچے ان سے قران پاک کے علاوہ دنیاوی تعلیم کے لیکچر بھی لینے اور دنیا و آخرت کی باریکیاں سیکھنے آتے تھے۔ مہران کامل کی زیر نگرانی یہاں کے دو یتیم خانے بھی تھے جن کے بچوں کو پڑھانے کے ساتھ ساتھ وہ انکی شخصی تربیت کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے۔ زیان کی پرورش بھی انہی کی زیر

نگرانی ہوئی مگر زیان سے انکا رشتہ دل سے جڑا تھا، وہ واحد تھا جو مہران کامل کے لیے انکی اولاد جیسا عزیز تھا۔ مہران کامل ایک ادبی سکالر تھے اور مظفر آباد کی آزاد جموں کشمیر یونیورسٹی میں پڑھانے کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے، خود وہ مظفر آباد کی اس خاموش اور پرسکون جگہ پر سب سے الگ تھلک آباد تھے۔ کلیم کی اس بات پر کامل بابا کے چہرے پر کئی دلگیر رنگ اور بشاش سی مسکراہٹ میں تیزی آئی تھی۔

"رشوت یہ چائے نہیں، وہ الفاظ ہیں جو وہ پاک پروردگار میرے دل میں ڈالتا ہے، وہ دانائی کے راز جو اسکی وسعت زدہ کائنات کو کھوجنے سے ملتے ہیں۔ مالک کا کرم ہے کہ اس نے عزت کا ٹھکانہ دے رکھا ہے کلیم" وہ بات کرتے تھے تو یوں لگتا تھا جیسے میٹھے اور ٹھنڈے پانی کی کوئی آبشار بہہ نکلی ہو، بات میں وہ اثر کے کلیم جیسا سفید ان پڑھ بھی سر دھننے لگتا تھا۔

"صدقے جاوں کامل بابا" کلیم کی خوشی کا عروج چہکا تو مقابل بھی مدھم مسکان ابھری تھی۔ اس سے پہلے کے وہ مزید کوئی موتی جیسی بات کہتے، انکے فون کی مدھر سی آواز نے یہ سلسلہ منقطع کیا۔ فون پر زیان کا نام دیکھ کر ایسی تازگی عود آئی جسکی مثال ملنی ناممکن تھی۔

"ماشاء اللہ، ہمارے شیر جوان نے ہمیں یاد کیا" فون اٹھاتے ہی کامل بابا کی محبت دوسری طرف بیٹھے زیان کے چہرے پر بھی بہار لے آئی تھی۔ وہ پانچوں بھی ناشتہ ہی کر رہے تھے۔ زیان نے کال سپیکر پر ڈال دی کیونکہ کامل بابا بھی ان سب کو بے حد پیارا اور لاڈلہ سمجھتے تھے، پانچوں نے بیک وقت سلام کیا تو استاد جی کے چہرے پر خوشی ہمکنے لگی۔

"وعلیکم السلام میرے سارے شیر جوانو کو میرا بہت سا پیار، امید کرتا ہوں یہ ہستیاں جلد مجھے ملاقات کا شرف عطا کریں گی" جہاں مہران کے چہرے کی خوشی والہانہ تھی وہیں وہ پانچوں بھی راضی ورضا تھے۔

"ان شاءاللہ بابا، ہم بہت جلد آپکے ہاتھ کی بہترین سی چائے پینے آئیں گے، کچھ دل آپ ہلکا کیجیئے گا کچھ ہم کریں گے۔ یہ بتایئے کلیم نے مجھے بتایا تھا کہ آپکی طبعیت ناساز تھی، اب کیسے ہیں آپ" جس طرح وہ زیان کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے، بلکل ویسے ہی زیان کی محبت کا دریا بھی ٹھاٹھیں مار کر اٹھتا تھا۔ یہ وہ عظیم انسان تھے جس نے زیان کو آج اس قدر باہمت اور مضبوط بنا دیا تھا۔ اللہ کے بعد اس یتیم بچے کا واحد آسرہ کامل بابا تھے، زیان کی بات پر مہران نے ایک مسکرائی نظر لکڑیوں کی آگ کو پھونکنی سے بڑھاتے کلیم پر ڈالی جو فوراً سے خبریں پہنچانے کے عہدے پر آج بھی فائز تھا۔

"بس طبعیت چاہتی ہے کہ تم سب میرے غریب خانے آو، زندگی کا کام تھکانا ہی ہے بچے۔ جب تھک جاتا ہوں تو ان بیماریوں کو تو حملے کا ایسا موقع ملتا ہے کہ مت پوچھو، میں اب ٹھیک ہوں" وہ اپنی طرف سے زیان کی فکر ہٹانے کی بھرپور کوشش میں تھے مگر زیان بلکل مطمئین نہ تھا۔

"آپ تھک گئے تو ہمارا کیا ہوگا بابا، ایسا نہ کہیں" اب کی بار افراح نے اپنے ہونے کا ثبوت دیا تو پیاری سی بہورانی کی آواز پر وہ جی بھر کر خوش ہوئے۔

"بس تبھی تو، میں اپنے سب بچوں کا شدت سے منتظر ہوں۔ دراصل یہاں ایک چھوٹا سا پرائمری سکول کھولنے کا قصد کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں اسکا افتتاح تم سب کے مبارک ہاتھوں سے ہو" اب تو وہ پانچوں ہی بہت خوش

ہوئے تھے، کامل بابا کی محبت کی حد واقعی بے حد تھی، مشن کے بعد ان سب کا ارادہ اب پہلے مظفر آباد جانے کا تھا اور پھر وہاں سے مری کا۔

"ماشاء اللہ، بس ہم جلد آئیں گے۔ آپ اپنا خیال رکھیں پلیز، اللہ حافظ "زیان نے انکو اس بار آنے کا پکا یقین دلایا تھا۔ ان پانچوں کی زندگی میں دادی کے بعد یہ مہران کامل بابا ہی تھے جن کے پاس جا کر وہ اپنی ساری فکریں اور پریشانیاں بھول کر بس زندگی کا اصل لطف لیتے تھے۔

****

"یہ کیا طریقہ ہے ضامن، تم حد سے زیادہ خود سر ہو گئے ہو۔ میں تمہیں جو کہہ رہا ہوں اسے سنو "ناشتے کی میز پر جلال کا مزاج خاصا بگھڑا ہوا تھا، مقابل وہ پچیس سالا تیکھے اور عضیل نقوش والا ضامن اس بات پر خاصا بیزار منہ بنائے اپنی گاڑی ایک تاریک پارکنگ ایریا میں روک کر باہر نکل رہا تھا۔ بلیک اینڈ ڈارک براون تھری پیس پہنے وہ پہلی ہی نظر میں جلال جیسا خفگی سے مزین انسان لگتا تھا۔ مہرو اب حرا اور جلال کو چائے سرو کرتی ہوئی ایک چوری کی نظر جلال پر ڈالے ناشتہ شروع کر چکی تھیں۔

"ڈیڈ، میں نے آپکو پہلے بھی بتایا تھا کہ میں واپس نہیں آوں گا۔ مجھے آپکے اس فرسودہ بزنس میں کوئی دلچسپی نہیں، میں یہاں بہت خوش ہوں۔ مبشر ایک دو دن تک آجائے گا۔ اور وہ آپکا لاڈلہ خضر، اسے کہیں ناں آپکی مدد کرے۔ مجھ سے کوئی امید مت رکھیں" ضامن کے لہجے کی بیزاری مقابل تو جلبلا اٹھنے والی صورت حال تھی، جلال نے اپنے امڈتے غصے کو مٹھی بھینچے ضبط کیا تو ماتھے کی رگیں تن کر پھٹنے کے قریب ہوئیں۔

"سگے بیٹے کے ہوتے میں اسکی منتیں کروں، تمہارا دماغ الٹ گیا ہے۔ اور مبشر صاحب نے الگ ڈاکٹری چن لی ہے، مجھے بتاو کہ میں اپنے بزنس کی ترقی کے لیے کس پر انحصار کروں۔ اولاد تو باپ کی بازو ہوتی ہے، اور تم جیسی ناخلف اولاد پر نکلتے ہی پھڑ پھڑانے لگتی ہے۔ شرافت سے مبشر کے ساتھ واپس آو ورنہ میں وہاں آیا تو تمہاری چمڑی ادھیڑ دوں گا" مزاج کا چڑچڑا پن یوں عود آیا کہ جلال کا غصہ ہر شے تہس نہس کر دینے والا تھا، حرا اور مہرو تو دبکی ہوئیں پورے دھیان سے ناشتہ کر رہی تھیں۔

"او ڈیڈ آپ پلیز مجھے فورس مت کریں، مجھے جب آنا ہو گا میں آجاوں گا۔ مجھے کام سے جانا ہے بائے" ضامن تو یوں تھا جیسے اسکی بلا سے کوئی جیے یا مرے۔ ایک دبنگ سمٹی دھاڑ، کٹے فون کو دیکھ کر ابھری تو حرا اور مہرو دونوں لرز اٹھیں۔

"کیا ہے یہ؟ یہ چائے ہے۔ اس سے اچھا تھا شربت دے دیتی۔ جاو دوسری بنا کر لاو" جلال کا غصہ اب بچاری مہرو پر برسا تو وہ ایک اداس سی نظر جلال پر ڈالتے ہوئے حکم بجالانے اٹھ کر کچن کی سمت بڑھ گئیں، جلال نے سامنے حرا کو دیکھا تو ماتھے پر بل پڑے۔

"اور تم، گھور کیا رہی ہو، ناشتہ ہو گیا ہے تو جاؤ یونی" بابا کے دبنگ اور خفا انداز میں کہنے کی دیر تھی کہ حرا فوراً سے پہلے فرمابرداری سے اٹھ گئی، جلال نے ایک نظر نیوز پیپر پر ڈالنی چاہی مگر انکا دل سخت بیزار تھا۔ نیوز پیپر پورے زور سے ٹیبل پر پٹخ کر وہ بھی کمرے کی سمت روانگی پکڑ چکے تھے۔

دوسری طرف ضامن اس پارکنگ ایریا سے باہر نکلا تو اسکا فون بجا۔

"جی باس" ضامن کے چہرے پر صاف صاف اختیاط درج تھی۔

"ٹھیک ہے، آج کی ڈیل بلکل پرفیکٹ ہو گی آپ بے فکر رہیں۔ جی" نا جانے اس سمت کون تھا مگر ضامن احمد کے چہرے پر اگلے ہی لمحے مضحکہ خیز مسکان پھیلی اور وہ تیز تیز قدموں کے ساتھ ایک بہت بڑی بلڈنگ کے اندر بڑھ گیا۔

****

"جنت آپی" عنیہ نے اس قدر زور سے پشت کر کے کھڑی جنت کے کان میں گھس کر کہا کے اس بچاری کی باقاعدہ ڈر سے سمٹی چیخ نکلی اور اسکے ہاتھ میں پکڑی تصویر بھی فرش بوس ہو گئی۔ عنیہ کی ہنسی پھیلی اور اگلے ہی

لمحے وہ دونوں ہنس دیں، اس سے پہلے کے جنت وہ الٹی پڑی تصویر اٹھاتی۔ عنیہ نے پھرتی دیکھاتے ہوئے تصویر اٹھالی۔

"عنیہ، عنیہ مت دیکھنا" جنت کے چہرے کا رنگ فق ہوا تو مقابل بلا کی شرارت جگمگائی تھی، جنت کا ایسا تاثر دیکھ کر اب تو عنیہ وہ فوٹو دیکھ کر ہی دم لینے والی تھی۔

"ارے ارے مجھے بھی تو پتا چلے کہ میری جنت آپی کس کو چھپ چھپ کر نظر لگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔" عنیہ کے باقی لفظ تو کہیں زبان کے پر ہی دب گئے اور منہ حیرت کے شدید جھٹکے سے کھل چکا تھا۔ جنت تو یوں تھی کہ چوری پکڑے جانے پر اسکے جسم کا سارا لہو اسکے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

" آاااا، عریش بھیا۔ مجھے پتا تھا کہ آپ بھیا کو پسند کرتی ہیں۔ اف میں کتنی خوش ہوں بتا نہیں سکتی" عنیہ تو جنت کے ساتھ یوں لپٹی کے وہ خود بھی بچاری اس اچانک افتاد پر ہل گئی تھی، کئی رنگ تھے جو جنت رضا کے چہرے پر صورت بہار رقص کر رہے تھے۔

"عنیہ پلیز، یہ بات کسی کو مت بتانا۔ پلیز" جنت تو یوں خوفزدہ تھی جیسے نا جانے اس سے کونسا گناہ سرزد ہوا تھا، عنیہ کے چہرے کی پشاش اور دلفریب ہنسی مزید گہری ہوئی۔

"نہیں بتاوں گی آپی، لیکن میں اور دادی بھی یہی چاہتے ہیں کہ میرے جھلے بھیا کو آپ جیسی پری ملے۔ اس بار عریش بھیا آئے تو ہم نے مل کر انکے پیچھے لگ جانا ہے۔ آپ جانتی ہیں ناں، اس موضوع کی طرف تو بھول کر بھی نہیں آتے۔ ہر بار شادی کی بات گول کر کے اپنی گرل فرینڈز کے قصیدے شروع کر دیتے ہیں" مانیہ جو

عنیہ کی لائی کھیر پلیٹوں میں ڈال کر کمرے میں آرہی تھی، اندر کے ماحول کی سنجیدگی اور نازک پن دیکھ کر مسکرا دی۔

"یہی تو میں اسے سمجھاتی ہوں، کے وہ شادی ٹائپ کا نہیں ہے۔ وہ ایک من موجی ہے مگر یہ سنے تو تب۔ تمہارے بھائی کی ایسی شیدائی ہے کہ اب تو مجھے بھی تشویش رہتی ہے" مانیہ نے اپنی فکر کی گٹھری کھولی تو جنت نے ایک بچاری نظر کے اشارے سے مانیہ کو روکا، عنیہ بھی اب اٹھ کر مانیہ کو گھیرے میں لے چکی تھی۔

"آپ کو غلط لگتا ہے کہ میرے بھیا من موجی ہیں، وہ اتنے پیارے ہیں کہ میں انکی اچھائی بیان کرنے کا رسک اس ڈر سے نہیں لوں گی کہ کہیں انکی ذات کا کوئی حصہ بیان کرنے سے چوک نہ جاوں۔ آپ فکر نہ کریں مانیہ آپی، میں اور دادی بھیا کو منالیں گے۔ یہ بتائیں میرا چھوٹو فاحد کدھر، اتنا سارا پیار آرہا مجھے اس پر" مانیہ کی فکر چھٹکیوں میں ہٹائے اب عنیہ اس چھوٹو کو بے قراری سے کھوجتے بولی تو اب کی بار عنیہ کے ساتھ جنت بھی کچھ اعتماد بحال کیے مسکرائی تھی۔

"تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں، وہ روم میں ہے۔ تم دونوں بیٹھو، میں لاتی ہوں اسے۔ وہ بھی ہر وقت بس عنی عنی کرتا رہتا ہے" مانیہ نے اب کی بار عنیہ کی گال کھینچ کر اسے اسکی اہمیت بتائی تو محترمہ آسمان پر جا کر جگمگاتی لگیں۔ مانیہ ہنستے ہوئے باہر چلی گئی تو عنیہ بھی اس سر جھکا کر بیٹھی جنت کے ساتھ آکر بیٹھ گئی اور زبردست طریقے سے ایک ٹائٹ ہگ کرتے ہنس پڑی۔

"ویسے آپکا چہرہ بلش کر رہا، اوئے ھوئے "عنیہ صاحبہ بھلے پندرہ سولہ سال کی تھیں مگر شرارت اور آفت میں وہ بلکل عریش جیسی ہی تھی، اس بات پر تو جنت بھی دبی دبی دلکشی کے سنگ مسکرادی تھی۔ کئی دلگیر اور من پسند رنگ اس گلابی سی پری کے چہرے پر روشن سار شک دھر گئے تھے۔

****

"اوئے، نواب ابن نواب۔ یہ وقت ہے سو کے اٹھنے کا، دل تو کرتا ہے یہی جوتا اتار کے تیری اس سستی کا صفایہ کر دوں" آج شمس حسین اپنے یوٹیلٹی سٹور کا کچھ سامان لینے مارکٹ گئے تو پھر دن کا کھانا کھانے گھر آگئے تھے، گھر آکر پتا چلا کے نواب نادم صاحب ابھی تک سوئے پڑے ہیں۔ ہاجرہ کو تو اس اولاد سے رہی سہی ہر امید ٹوٹ چکی تھی تبھی وہ بولائی بولائی پھرتی دیکھائی دے رہی تھیں۔ ڈیڑھ بجے کے قریب نادم اچھی پینٹ شرٹ، اور پرفیوم کی پوری شیشی خود پر انڈیل کر، جنگلی بال اور داڑھی اچھے سے جمائے نکلا ہی تھا کہ ابا جان کی تفتیشی نگاہوں کی زد میں آکر مڑا۔

"اماں کم تھیں کہ آپ بھی اب شروع ہو گئے ہیں، جاتے ہوئے ٹوکتے نہیں ہیں" اس بات پر تو کچن سے نکلتی ہاجرہ کا دل چاہا اس کھوتے کو یہیں مار مار کر گدھا بنا دیں۔ شمس حسین الگ سختی سے اس کے چمچماتے سراپے اور تیاری کو دیکھ کر مشکوک تھے، اپنے چشمے کو ناک پر جمائے وہ نادم حسین کو اچٹتی نگاہ سے گھور رہے تھے۔

"اچھا جی، غلطی ہو گئی نواب جی۔ معافی مل جائے گی" میٹھی میٹھی بے عزتی تو نادم کی روزمرہ کی خوراک تھی، پر مجال ہو جو یہ نادم حسین زرا بھی نادم ہو جائے۔

"مل جائے گی اگر یہ بات بات پر آپ دونوں میری بے عزتی کرنا ختم کر دیں، پتا نہیں کیا سمجھ رکھا ہے مجھے" صحن میں لگے آئینے میں اپنی طرف سے اپنی دنیا کی سب سے خوبصورت سمجھی جانے والی جنگلی شکل دیکھ کر جو نہی وہ مڑا، ایک اڑتی ہوئی چپل ٹھک سے اسکی ٹانگ پر لگی تھی۔ باقی تو خیر تھی پر جوتی کا ٹھپہ شاندار طریقے سے اس کی چمکتی تیاری پر گرہن لگا چکا تھا۔

"کیا ملک کا وزیراعظم ہے تو، بول۔ تیرے جو کام ہیں وہ چھتر کھانے والے ہی ہیں، خبردار جو تو اپنے ان اوباش یاروں کے ساتھ مجھے دیکھائی دیا، شرافت سے آج دکان پے آجانا۔ ورنہ تو جہاں ہوا وہیں سے تجھے جوتیاں مار کر گھر لاؤں گا۔ ایک اولاد اور وہ بھی یہ۔۔۔۔۔ سمجھا لے اسے ہاجرہ، اور اس آئرہ کا پیچھا چھوڑ دے، میں اس کی شادی تجھ جیسے لوفر سے نہیں ہونے دوں گا" شمس حیسن بجلی کی رفتار سے اس رونا اور دھاڑیں ضبط کر کے کھڑے نادم کے پاس گئے، اپنی جوتی پہنی اور اسے کھا جانے والی نظر سے کہتے مڑ گئے۔

"کھانا تو کھالیں آپ" ہاجرہ پیچھے سے منمنائیں تو شمس سے اب کی بار دونوں ماں بیٹے پر اچٹتی نگاہ مرکوز کی۔

"مرگئی ہے بھوک، اسے کھلاتا کہ یہ کھاپی کے حرام کرے۔ وہ وقت دور نہیں جب یہ ان غنڈے موالیوں کی طرح جگہ جگہ ڈاکے اور وارداتیں کرے گا، میری جو تھوڑی عزت ہے اسے تمہاری یہ اولاد خاک میں ملادے گی۔ اسے سمجھا ہاجرہ" شمس تو جی بھر کر خفا ہو کر باہر نکلے، نادم نے دیوار پر لگا شیشہ زوردار طریقے سے زمین پر دے مارا۔

"آپ دونوں نے مجھے گود لیا تھا کیا، او ظالمو کوئی اپنی سگی اولاد کے ساتھ یہ کرتا۔ اللہ مجھے صبر دے" نادم کا دل تو پھر سے پیٹ پیٹ کر رونے کا کیا تھا پر بچارا سخت زچ ہوتا ہوا دوبارہ اپنے حجرے میں جا گھسا تھا، ہاجرہ بھی اپنا سر پکڑے وہیں بیٹھ گئی تھیں۔ انھیں تو آئرہ کا صدمہ بھی ابھی ختم نہیں ہوا تھا۔

"اف نادم، کاش تو کسی جوگا ہوتا" اب تو اس اولاد پر سوائے کڑھنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

"میں نے ان دونوں کو لیپ ٹاپ سیدھا یہیں لانے کو کہا ہے، ان دونوں کی فلائیٹ بھی یہیں سے کروادی ہے۔ اس بار وہ لوگ کوئی غلطی نہیں کریں گے" یہ ایک فرنیشڈ اور اعلی پائے کے وی آئی پی ہوٹل کا کمرہ تھا جہاں ضامن کسی سے فون پر سنجیدگی سے مخاطب تھا۔ دوسری طرف ایک آدمی اپنی پشت کھڑکی کی طرف کیے مقابل کی بات پر سر کو اثبات میں جنبش دے رہا تھا۔

"ہوپ سو، تم کب آرہے ہو۔ دیکھو مجھے تمہاری بہت ضرورت ہے۔ پاکستان میں کیا رکھا ہے، آئے دن فساد اور بے چینی کی فضا۔ تم یہاں آو تو ہم مل کر اس دنیا پر حکمرانی کر سکتے ہیں" وہ کھڑکی کی طرف پشت کر کے کھڑا ایک پاک دشمن تھا جسکے لہجے میں پاکستان کے لیے صرف حقارت تھی۔ ضامن نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر صوفے پر ٹانگیں فولڈ کیے بیٹھ کر سر پیچھے ٹکا دیا۔

"وہاں میری فیملی ہے بس، میری خوشی نہیں، میں ویسے بھی وہاں جانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ لیکن آپکے پاس آنا بھی خطرہ ہے، میں یہیں ٹھیک ہوں۔ آپکا تابعدار" پہلی باتیں تو خاموشی کا سبب تھیں مگر آخری پر دونوں ہی تمسخرانہ انداز میں قہقہہ لگا چکے تھے۔

"خوب ہے بچے خوب، چلو تم جیسے خوش۔ لیکن دھیان رہے ضامن، یہ ڈیل ہمیں زمین سے آسمان پر پہنچا دے گی۔ اور اسی طرح اسکی ناکامی ہمارا ناقابل تلافی نقصان کرے گی۔ اس ہاشم بخت کی موت ضروری ہے۔ اسکے بعد وہ ہمارے کسی کام کا نہیں رہے گا، اپنے آدمیوں کو کہو کے اسکا کام اچھے سے تمام کریں" تو گویا یہ ساری گیم ان دو لوگوں کے زیر اثر تھی، ضامن احمد کئی سال سے ملک کی سالمیت اور بقا کو نقصان دیتے ہوئے ملک

دشمنوں کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ چھوٹی موٹی ملکی انفارمیشن دوسرے دشمن ممالک کو بیچ کر وہ لوگ پیسہ اور پاور حاصل کرتے تھے۔ مہرو اور جلال کو تو خبر ہی نہ ہو سکتی تھی کبھی کہ انکا بیٹا کس قدر سفاک پیشے سے منسلک تھا، انکے لیے وہ انگلینڈ کی آکسفورڈ یونی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا، مگر حقیقت میں وہ ملک دشمن تنظیم کا ایک مرکزی رکن تھا۔ فون پر ایک غیر ملکی رہائش پذیر بظاہر ایک ایرانی منور عالی نامی آدمی تھا، جسکے اسکے علاوہ بھی کئی نام تھے جو معلومات کی لین دین کے یہ مرحلے خود ان دشمن ممالک میں جا کر ڈیل کرتا تھا۔ اس کے پاس کئی ممالک کی نیشنیلٹی تھی۔

"جی باس، وہ لیپ ٹاپ لیتے ہی اسے زہریلا انجیکشن لگا دیں گے، اسکے بعد جناب ظہور صاحب کی موت کا پروانہ آچکا ہے۔ ویسے سچ کہوں، اس کام میں مزہ تو ہے لیکن میرا پسندیدہ تھرل اور ایکشن بھی ہے" ضامن نے اپنے دل کی خوشی اور لطیف پسندیدگی کا وحشیانہ انداز کرتے ہوئے قہقہہ لگایا تو دوسری طرف بھی وہ آدمی اب منظر عام پر تھا۔ لگ بھگ چھہتر سالا وہ جھڑے سفید بالوں اور لشکاتے سر والا، چہرے پر انگریزی دھاڑی سج کر اسکے چہرے کی شیطانی مسکان سے مل کر بہت بری لگ رہی تھی۔

"ھاھا بہت اچھے جا رہے ہو ضامن، ممکن ہے کہ تنظیم تمہیں جلد پرموشن دینے کا سوچے۔ چلو اب مجھے کام ہونے کے بعد اطلاع کرو، اور ہاں! اصل چیز اس ہاشم بخت کی موت ہے۔ کیونکہ وہ ہمارے کئی راز جانتا ہے، یہ ہاشم بخت جیسے کیڑے چھوٹے موٹے ڈنگ سے باز نہیں آتے۔ گڈ لک" وہ آدمی پیشانی پر ابھرتی شکنوں کے

سنگ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فون بند کر گیا تھا۔ ضامن نے بھی ایک متوحش سی نظر فون پر ڈال کر سامنے میز پر رکھے اپنی ہلکی داڑھی اور مونچھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اپنی آنکھیں روشن کیں۔

"لالالالاااااہوووو ہممم ہمممم" ضامن نے اپنی طرف سے بڑی مدھر لے میں گنگناتے ہوئے ہاتھ سینے پر باندھ کر آنکھیں موندھ لیں، یقیناوہ جلد بے سکونی سے متعارف ہونے والا تھا۔

****

"میرے شیر جوانو! کیسی ہے تیاری۔ ہر چیز ریڈی ہوئی یا نہیں" ہزل انجم اپنی دبنگ مگر میٹھی آواز میں آفس کے اندر داخل ہوتے بولے تو وہ پانچوں اپنے مشن کی تکمیل کے لیے بلکل تیار تھے۔

"یس سر، سب ریڈی ہے۔ آج کا مشن ہمیشہ کی طرح کامیاب ہو گا" خضر نے اپنی آواز کے برخستگی کے سنگ اپنے عزم کا برملا اظہار کیا تو ہزل کا سینہ بھی فخر زدہ ہو کر تنا تھا۔

"ان شاء اللہ، تم اور آئرہ اب آئیر پورٹ کے لیے نکل جاو۔ میری ٹیم تم لوگوں کو مکمل فالو کرے گی۔ ان لوگوں کو بہت اختیاط سے غائب کر کے یہاں پہنچانا ہے کیونکہ وہ دو لوگ ہمارے گواہ ہیں۔ دوسری بات! عریش، افراح اور زیان تم لوگوں نے محتاط رہنا ہے کہ کوئی تم تینوں کو دیکھ نہ پائے۔ اپنے چہرے ماسک سے ڈھانپنا سب سے اہم ہے، اس کیس میں پہلی بار آئرہ اور خضر کے چہرے خطرے میں ہیں۔ کوئی خدانخواستہ ایکسپوز ہو جاتا ہے تو سمجھو ستارہ خطرے میں پڑھ جائے گا۔ تم پانچ جب تک اس فورس میں ہو، کبھی کسی کے سامنے نہیں آسکتے کیونکہ یہ اس فورس کا پہلا رول ہے۔ گڈ لک، کام ہوتے ہی تم لوگ سیدھا یہیں آو گے۔ ناو گیٹ ریڈی فار ٹاسک" ہزل نے ان پانچوں کی آنکھوں میں پر اعتمادی دیکھ کر پورے فخر سے کہا اور خود آفس سے باہر نکل گئے۔ آئرہ اور خضر کے چہرے والا ماسک بلکل ان دو آدمیوں کے چہرے جیسا بنا لیا گیا تھا، افراح نے کیمکل بھی بہت اچھے سے ریڈی کیا تھا۔

زیان نے تمام مانیٹرنگ کا کام سنبھال لیا تھا جبکہ دی گریٹ ہیکر عریش نے تباہی مچانے کے لیے اپنے بازو فولڈ کر لیے تھے۔

"ہم نکلتے ہیں، تم لوگ رابطے میں رہنا" خضر اور آئرہ نے لباس بھی ان دو لوگوں جیسا زیب تن کر رکھا تھا جو وہ دو لوگ پہن کر جہاز میں بیٹھنے سے پہلے پہنے ہوئے دیکھائی دیے تھے، کیونکہ انکی پل پل جانچ کی جا رہی تھی۔ آئیر پورٹ کے باہر بھی ستارہ کے لوگ سول خلیے میں منتظر تھے۔ آئرہ اور خضر نے اپنا اپنا ماسک پہنا تو ایک لمحے کو وہ تینوں خود بھی شاک رہ گئے۔

"افراح آپو، اے کی کیتا تسی، ساڈے کپل نوں پائیاں داجوڑا بنا دیتا، ھائے انکی شادی کا زردہ کھانے کا ارمان تو بیچ میں ہی رہ گیاناں" اس قدر خطرناک اور نازک صورت حال میں بھی عریش کی شرارت پھڑک اٹھی تو وہ چاروں بھی ناچاہتے ہوئے ہنس دیے۔

"ھاھا میرا ٹیلنٹ چیک کرو بچے، افراح زیان کوئی ایویں سی چیز نہیں" محترمہ نے بھی کمال کی ادا سے اپنا کالر جھاڑا تو زیان تو داد دیتی نظریں اپنی وائفی پر ڈال کر قائل ہوئے۔ آئرہ اور خضر بھی ایک دوسرے کو دیکھ کر اپنی ہنسی روک نہیں پائے تھے۔

"ھاں جی، آپ بہت پہنچی آنٹی ہو" عریش نے باقاعدہ آنکھ مارے مودب ہوتے ہوئے بتیسی چمکائی۔

"اوئے کھوتے، آنٹی تو نہ کہہ" زیان کا تو دل اٹکا، سب ہی ہنس دیے تھے۔

"چلو جی چھوٹی کہہ لیتا ہوں، میرا کیا۔ دل کی تسلی کو غالب خیال اچھا ہے" کوئی اس منچلے کو دیکھ کر واقعی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ ملک کا کتنا بڑا محافظ ہے۔ سب نے سرعت سے سنجیدگی اوڑھ کر مزاق ختم کرتے ہوئے اپنے اپنے ارادے کو تکمیل پہنچانے کے لیے پر تول لیے تھے۔ مشن شروع ہو چکا تھا، اللہ کے حضور حاضر ہونے کے بعد وہ پانچوں اپنے اپنے ٹاسک کو مکمل کرنے نکل گئے۔

****

"زندگی عذاب کر دی ہے میری، صرف تمہاری وجہ سے۔ میں تجھے اور تیرے اس سانڈ دوست کو ایسا مزہ چکھاوں گا کے تیری سوچ ہے۔ تم لوگوں نے نادم حسین کو آخر سمجھ کیا رکھا ہے" ابا کے شدید برہم زدہ غصے کے پیش نظر نادم دکان پر آتو گیا تھا مگر اسکا شیطانی دماغ اب اپنی بے عزتی کے بدلے کے لیے ہانک لگا کر اسے اکسا رہا تھا۔

"ہاں، کاشف۔ اپنی پوری ٹیم کو تیار کر، کسی کی ٹھکائی کرنی ہے۔ وقت اور جگہ تجھے کل بتاوں گا۔ سالے کو جان سے نہ مارنا مگر اسے اچھے سے نانی ضرور یاد دلانا" نادم پھنکارتا ہوا اپنے گھٹیا ارادے کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے اپنے کسی غنڈے کاشف نامی دوست کو فون پر تنی پیشانی کے ساتھ باور کروا رہا تھا۔ دوسری طرف شاید کسی نے فوراً سے ہامی بھر لی تھی تبھی نادم کے چہرے پر مضحکہ خیز اطمینان ابھرا تھا۔

"کل آتا ہوں، آج دکان پے ہوں۔ ابا جی کا حکم ہے۔ ہاں ہاں کل رات کی محفل پکی ہے" زرا جو اس نادم حسین کو اثر نامی کوئی شے ہو، بس یہ بے عزت ہو کر ہی سکون پاتا تھا۔ اب رات نا جانے اس نے کونسی محفل کی ہامی بھر لی تھی، اگلے ہی لمحے وہ فون بے دلی سے کاٹ کر کرسی پر نواب زادہ بن کر دراز ہوا اور موبائیل میں لگے ہیڈ فون کانوں میں دھنسا دیے۔ شمس دوسری طرف کسی کسٹمر سے بات کر رہے تھے، انھیں نادم حسین کی ہڈ دھرمی کا

علم تھا مگر وہ اس پر بھی راضی تھے کہ وہ چلو انکی نظر کے سامنے تو ہے، انھیں اپنی دکان پر اس نکمے کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی وہ اس اولاد پر نظر رکھنا خود پر فرض سمجھتے تھے۔

****

ائیر پورٹ پے وہ دونوں نو بجے تک پہنچ گیے تھے، وہاں ایک خبری نے ان دونوں کو انکی لوکیشن سینڈ کر دی تھی، وہ دو اصل آدمی ایک چھ رکنی گارڈز کی نگرانی میں ائیر پورٹ سے نکل کر گاڑیوں کی طرف روانہ ہو چکے تھے، خضر اور آئرہ بھی اپنی گاڑی میں انکی دونوں گاڑیوں کے پیچھے ہی تھے۔ ایک ویران سڑک کے قریب ان دو آدمیوں کی گاڑیوں کو ایک ٹرک نے روکا، اس ٹرک سے نکلنے والے لوگ پوری پھرتی سے ان کی طرف نکل کر فائرنگ شروع کر چکے تھے۔ وہ چھ کے چھ گارڈز اور تین عدد ڈرائیور موقعے پر ہی ڈھیر ہوئے اور ٹرک سے اسی خلیے میں چھ گارڈز اور تین ڈرائیور خضر اور آئرہ کی طرف لپکے۔ ٹرک والے گارڈ نے ان دونوں آدمیوں کو اپنی حراست میں لے کر وہ پیسوں سے بھرا بیگ خضر کو تھمایا جو اب انکی گاڑی کی سمت بڑھ رہا تھا۔

آئزہ اور خضر اب ان دو لوگوں کی جگہ، اپنی ہی گارڈز کی ٹیم کے ہمراہ روانہ ہو گئے تھے۔ فل حال کا پلین بہت اچھے سے پورا ہوا تھا۔ ٹرک والے ستارہ کے گارڈ نے اپنے دو آدمیوں کو ان لاشوں کو ٹھکانے لگانے کا کہا اور خود ان دونوں ڈیلرز کو لے کر ہیڈ کوارٹر روانہ ہو گیا۔ گاڑی سے نکالتے ہی ان دونوں کی آنکھیں اور منہ بند کر دیا گیا تھا، ویسے بھی ستارہ جب حملے کے لیے نکلتی تھی تو اسکی ٹیم کے ہر فرد کا چہرہ ماسک کے ساتھ ساتھ مزید سیاہ کپڑے کے ساتھ ڈھکا ہوتا تھا۔ دوسری طرف زیان، آفراح اور عریش بھی باقی کے مشن کو تکمیل پہنچانے نکل چکے تھے۔

****

"دادی جان صرف آپ ہیں جنکی بات عریش بھیا نہیں ٹالتے، آپکو پتا ہے جنت آپی واقعی بھیا کو پسند کرتی ہیں" پچھلے آدھے گھنٹے سے عنیہ اپنی ہر ممکن کوشش کر کے دادی کو قائل کر رہی تھی جو بڑی دھیمی مسکان کے سنگ اب کچن کے رات کے برتن دھو کر شیلف پر سوکھنے کے لیے الٹے کر کے رکھ رہی تھیں۔ مری کا موسم آج اچھا خاصا ابر آلود تھا اور ہلکی ہلکی بوندا باری بھی جاری تھی۔

"ارے عریش بھی تو مانے، اب اسکی زبردستی شادی کروادوں کیا۔ چھری کے نیچے دم تو لے عنیہ پتر" دادی کو تو اپنے لاڈلے کی شادی کا کوئی آثار نظر نہیں آرہا تھا تبھی وہ بہت بے فکر تھیں مگر عنیہ صاحبہ تو جب سے جنت سے مل کر آئی تھی، اسے تو بس ایک ہی دھن سوار تھی۔

"دادی جانو سنیں" عنیہ نے ہمہ تن گوش ہو کر دادی کو کندھوں سے پکڑ کر انکی توجہ اپنی جانب مبذول کرواتے ہوئے کہا تو دادی بھی ہاتھ کپڑے سے خشک کرتیں اب اچھے طریقے سے اس آفت کو مرکوز کر کے تجسس سے دیکھ رہی تھیں

"ہم ناں بنا عریش بھیا کو بتائے، انکی منگنی کر آتے ہیں۔ پھر تو انکے پاس انکار کا کوئی بہانہ نہیں ہوگا، اور تو اور انکی اس گرل فرینڈز کی فوج سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔ پلیز دادی" عنیہ نے سر کھجاتے ہوئے اپنی کمال است منصوبہ بندی گوش گزار کی تو دادی تو حیران ہو کر باقاعدہ گھور چکی تھیں۔

"پاگل ہوگئی ہے یہ لڑکی، ہاں ہم منگنی کر آئیں اور وہ آکر صاف منہ کھول کر کہہ دے کہ وہ نہیں مانتا۔ کیا عزت رہنی، اور ویسے بھی پتر، زبردستی اگر اسے ہم باندھ بھی دیں تو کیا حاصل۔ یہ رشتہ دل کی رضا سے ہوتا ہے، عریش آتا ہے تو میں کروں گی بات" دادی کو یہ کچھ نامناسب لگا تھا، اصل بات یہ تھی کہ وہ عریش کی خوشی اہم رکھتی آئی تھیں۔ عنیہ کا موڈ فیوز ہوا تو فوراً سے دادی کی لاڈلی بنے وہ لپٹ کر ایک منصوعی آہ بھرے دادی کو بھی ہنسا چکی تھی۔

"دادی قسم سے آپ میری بات مان لیں، عریش بھیا آپکو انکار کر ہی نہیں سکتے۔ جنت آپی لاکھوں میں ایک ہیں۔ سوچیں اگر بھیا اس بار پھر دو ماہ بعد آئے اور پیچھے سے مانیہ آپی اور انکے شوہر نے جنت آپی کی شادی کر دی تو۔۔۔۔ دادی مان جائیں ناں "عنیہ صاحبہ تو پورا زور لگائے مقابل کو قائل کر رہی تھیں اور اس بار تو دادی بھی کسی گہری سوچ میں غوطہ زن لگی تھیں، عنیہ نے الگ ہو کر کن آکھیوں سے دادی کے الجھے تاثر دیکھے۔

"اف عنیہ، تو نے تو مجھے یہ کہہ کر پریشان کر دیا ہے، کیا کوئی رشتہ آیا ہے اسکا" دادی نے فوراً سے پہلے فکر مندی سے دریافت کرتے ہوئے کرید اتو نہ چاہتے ہوئے بھی عنیہ نے جھوٹ موٹ کا سر شدید اثبات میں ہلا ڈالا جو دادی کو مزید فکر میں غرق کر گیا تھا۔

"اچھا مجھے سوچنے دے پھر، کل بتاوں گی۔ اچھا چل جا کر سو جا پتر میں بھی اب آرام کرتی ہوں "عنیہ کا دل تو بیچی کا ہوٹنگ کرنے کو کیا تھا مگر وہ اپنی باہر کو پھیلتی بتیسی ضبط کیے فوراً سے فرمابرداری میں کچن سے باہر نکل آئی۔

"یس" دونوں مٹھیاں بھینچ کر ہوا میں لہرایے عنیہ نے ایک دبی پرجوش آواز نکالی اور ہنستی ہوئی کمرے میں دوڑ گئی۔

****

"کام ہوتے ہی تم لوگ مجھے اطلاع کر دینا، اور اس سے پہلے کوئی مجھے فون مت کرے" ضامن ناجانے کہاں سے آرہا تھا مگر اپارٹمنٹ میں گھستے ہی مبشر صاحب کو تیکھی شکل کے ساتھ سینے پر ہاتھ لپیٹے دیکھا تو باقاعدہ ٹھٹکا۔

"کیا ہے، راستے میں کالی بلی بن کر کیوں اکڑے ہو" ضامن کی بیزار اور مشتعل کاٹ دار لہجے نے بچارے معصوم سے دیکھائی دیتے مبشر کا چہرہ مرجھا دیا تھا۔ مبشر ابھی میڈیکل کے پہلے سال میں انٹر ہوا تھا اور ایک دو دن تک وہ پاکستان جا رہا تھا۔ اسکی سیکنڈ ہیئر کمال کی پر تپاک کامیابی کے ساتھ مکمل ہوئی تھی اور وہ واقعی ایک قابل تعریف اور لائق بچہ تھا۔ مگر ضامن اپنے رویے اور بیزار طرز گفتگو کی وجہ سے خاصا کھڑوس اور کم گو لگتا تھا۔ مبشر اسکے پیچھے ہی سایے کی طرح چل پڑا تو ضامن کو مزید تپ چڑھی۔

"مبشر کے بچے، کیا تکلیف ہے" ضامن تو واقعی کاٹ کھانے کو دوڑا تو مبشر کی بتیسی بھی باہر آئی۔

"بھائی آپ بھی چلیں ناں پاکستان، آپ کی تو پڑھائی بھی ختم ہو چکی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اب آپ کونسے کورس کر رہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے ہیں" مبشر بھلے اس سے کافی سال چھوٹا تھا مگر وہ ضامن کی مشکوک حرکتوں سے اب خاصا بیزار تھا۔ کئی کئی دن تو ضامن گھر بھی نہیں آتا تھا، پہلے تو مبشر کو غور و فکر کا اتنا وقت ہی نہیں ملتا تھا مگر کچھ دن سے وہ فری تھا اور ضامن کی حرکتیں اسے کافی فکر مند کر چکی تھیں۔ مبشر نے منہ بسور کر ضامن کو دیکھتے کہا اور صوفے پر بیٹھ کر ریموٹ سے چینل بدلنے لگ گیا۔ ضامن نے ایک غصے سے مزین نظر مبشر پر ڈالی اور دو سیکنڈ کے اندر اسکے سر پر پہنچ کر اسے اچٹتی نگاہوں میں قید کیے گھورا۔

"اپنی یہ جاسوسی بند کردو ورنہ میرے ہاتھوں پٹ جاؤ گے، میں جو کرتا ہوں اس سے تمہیں یا کسی اور کو کوئی مرچ نہیں لگنی چاہیے۔ شرافت سے اپنے کام پر دھیان دیا کرو، ہر وقت ٹوہ میں لگے رہنا ہی سیکھا ہے۔ کبھی کبھی تو لگتا کے مما اور ڈیڈ نے تمہیں میرا واقعی جاسوس بنا کے میرے سر پے تھوپ رکھا ہے" مبشر کی معصومیت کے برعکس ضامن باقاعدہ دھاڑ کر اسکی صورت افسردہ کرتا ہوا اب اسے کھا جانے والے انداز میں خاصی بے رحمی سے جھاڑ چکا تھا۔ مبشر نے ریموٹ سے ٹی وی بند کیا اور اٹھ کر بھائی کے مقابل رنجیدہ چہرہ لائے روبرو ہوا۔

"مجھے آپکی جاسوسی کرنے کا نا شوق ہے نہ میرے پاس اتنا وقت ہے، آپ نے آج بھی میری محبت کو غلط ہی سمجھا ہے۔ آپ میرے اور حرا کے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی کرتے آئے ہیں۔ خیر، میں تو بس یہ چاہتا تھا کہ اس بار ہم مل کر ایز آ فیملی وقت گزاریں۔ آپکی مرضی" مبشر کلین شیو رکھتا تھا اور وہ شباہت میں مہرو سے بہت ملتا تھا، حرا کی شکل کچھ مہرو پر تھی اور کچھ جلال پر جبکہ یہ اکڑو ضامن صاحب تو خو بخو جلال احمد پر تھے۔ وہی غصہ، وہی اکڑ اور وہی باغی انداز گفتگو۔ مبشر خاصا مایوس ہو کر اپنے بات کا ایک ایک لفظ جتا کر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اور ضامن اس اپنے ہی خاندان کے ان والہانہ جذبات پر چہرے پر وافع ناگواری لا چکا تھا۔ اسے بس اپنے کام سے لگاؤ تھا، باقی دنیا جائے بھاڑ میں۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا ہوا وہ بھی بے زار اور کوفت زدہ سا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

****

خضر اور آئرہ کا گیٹ آپ اس قدر اعلی تھا کہ آفس پہنچتے ہی مین گیڈ پر موجود ہاشم بخت کے گاردز بھی دھوکہ کھا گئے تھے، ان لوگوں کو رتی برابر اندازہ نہ تھا کہ نہ یہ گارڈز انکے ہیں نہ یہ دو لوگ۔ خضر اور آئرہ تو دل میں خاصے خوش تھے مگر ابھی بھی وہ دونوں خطرے میں تھے۔ ان کے پاس گنز نہیں تھیں، اور دوسری طرف افراح، زیان اور عریش پائپ لائن کے ذریعے آفس کی نچلی جگہ پر پہنچ چکے تھے۔ آئرہ اور خضر کو اب ہاشم بخت کے گارڈز اندر لے جا رہے تھے۔ یہ ایک واقعی جدید ٹیکنالوجی سے مزید آفس تھا، خضر اور آئرہ کی نظریں پوری توجہ سے ہر طرف گھوم کر گہرا مشاہدہ کر رہی تھیں۔ دونوں کی مین آفس کی طرف جاتے ہوئے پھر سے چیکنگ ہوئی اور صرف خضر کو اندر بھیج کر آئرہ کو وہیں روک لیا گیا تھا، خضر جانے سے پہلے اسے کوئی اشارہ کر کے گیا تھا۔ آئرہ آفس روم کے باہر تھی اور اسکے سامنے آٹھ گارڈز تھے، ستارہ کے گارڈز وہیں دروازے پر روک کر بدلی کیے گئے جو ایک چالاک مرحلہ تھا۔ مگر وہ لوگ اسکے لیے تیار تھے، انکے وہ سب گارڈز باہر کے تمام لوگوں کو اب تک نشانہ بنا کر مٹا چکے تھے۔ آئرہ نے نظر ترچھی کر کے آفس کے ساتھ بنی راہداری کی سمت دیکھا جہاں سے وہ تینوں اندر گھسنے والے تھے، آئرہ ان آٹھ گاردز کے ہاتھ میں پکڑی گنز دیکھ کر اب کوئی ترکیب سوچ رہی تھی، اس سے پہلے کے وہ کسی ایک گارڈ کی طرف بڑھتی، اسکی نظر راہداری کے قالین پر پڑی جو ہٹ رہا تھا۔

آئرہ نے بجلی کی رفتار سے ایک ہی جھٹکے میں اپنے سامنے کھڑے گارڈ سے گن لی اور ایک دو بار ٹانگ لہرا کر سامنے دو کو زمین بوس کر کے باقیوں کو فائر کر کے گھائل کیا تھا۔ مین آفس ساونڈ پروف تھا اسکے ساتھ ساتھ اس گن پر سائلنسر فٹ تھا، پیچھے سے زیان نے آئرہ کو نشانہ بنانے والے دو گارڈز کو موقعے پر ہلاق کیا تو آئرہ فورا

چونک کر پلٹی۔ افراح بھی انٹر ہو چکی تھی۔ عریش وہیں نیچے اب ہیکنگ ریڈی کر رہا تھا۔ آئرہ، زیان اور افراح نے مزید تین چار گارڈز کو نشانہ بنا کر اب آفس کا رخ کیا تھا۔ افراح وہیں رک کر مانیٹرنگ کرنے والی تھی جبکہ زیان اور آئرہ اب خضر کے پیچھے جانے کو بھاگے تھے۔

****

"پیسے لائے ہو؟" آئرہ اور زیان دروازے کے پاس جا کر کھڑے تھے، ہلکا سا دروازہ کھلا تھا جس سے سامنے ہاشم بخت بیٹھا دیکھائی دے رہا تھا۔ ایک طرف دو گارڈز خضر کی طرف گنز کر کے پتھر کی مورت بنے تھے۔

"جی، پورے اسی کڑور" خضر نے بھاری سے آواز نکالے ایک نظر ان گارڈز پر ڈالتے ہوئے ایک بڑا بریفکیس ہاشم بخت کی طرف بڑھایا، عریش نے تمام کیمرے اور الارم ہیک کر لیے تھے تبھی باہر فائرنگ کے باوجود کوئی سائرن نہیں بجا تھا۔ خضر اب کسی طرح ان دو گارڈز کا دھیان زائل کروانا چاہتا تھا۔ ہاشم بخت نے ایک کڑی نظر خضر کے اوپر وی منصوعی خلیے پر ڈالی تو خضر کو لگا وہ اسے مشکوک سی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ خضر کا گیٹ آپ ایک چھبیس سالا جوان کا تھا مگر نا جانے کیوں ہاشم بخت کو وہ پچیس کا نہیں لگ رہا تھا۔ خضر کی چھٹی حس اسے خطرے کا سائرن سنا رہی تھی۔

"اچھا، اسکے بدلے لیپ ٹاپ چاہیے۔ ویسے اگر تم لیپ ٹاپ کے بدلے لاش کی صورت واپس پہنچو تو" خضر کو خطرہ مزید محسوس ہوا کیونکہ ہاشم بخت اپنی جگہ سے اٹھ کر اب اپنے دونوں بازو میز پر رکھے خضر پر گہری نگاہ ڈالے بولا تو باہر کھڑے زیان اور آئرہ کا دل بھی سہما۔ وہ دونوں گارڈز اپنی گنز لوڈ کر کے خضر پر تان چکے تھے۔ خضر بھی کرسی سے اٹھ کر دو قدم دور ہوا مگر اس سے پہلے کے ہاشم بخت اپنی گن نکالتا، ایک اڑتی ہوئی گولی اسکے ہاتھ پر لگی اور آئرہ نے ان دونوں گارڈز پر گولی چلادی، ایک کی تو موقعے پر کھوپڑی اڑی جبکہ دوسرا ابھی سینے پر گولی لگنے سے دوسرے کے ساتھ ہی زمین بوس ہوا۔ فوراً سے پہلے آئرہ نے خضر کی طرف انجکشن اچھال کر پھینکا جسے اس نے مہارت سے کیچ کر کے دو سیکنڈ کے اندر اس ہاتھ پکڑ کر بلبلاتے ہاشم بخت کی گردن میں پیوست کر دیا۔ انجکشن لگنے کی دیر تھی کے وہ کراہتا ہوا اگلے ہی لمحے زمین پر برے طریقے سے گر پڑا۔ باہر گولیوں کی آواز سن کر آئرہ اور زیان باہر بھاگے جہاں تیس کے قریب گارڈز کا افراح اکیلے مقابلہ کر رہی تھی۔ باہر گولیوں کا ایک لمبا سلسلہ شروع تھا، خضر نے ہاشم بخت کو پھلانگ کر ٹیبل تک رسائی حاصل کی اور عریش کا بھیجا پاسورڈ ٹائپ کرنے لگا۔ پاسورڈ ایک دم درست تھا اور وہ لاکر بنا کسی جدوجہد کے کھل گیا، سامنے ہی سلور رنگ کا لیپ ٹاپ تھا۔ خضر نے فوراً سے پہلے اسے نکالا اور نکلنے لگا مگر اس نے ایک حقارت آمیز نظر اس ہاشم بخت پر ڈالی۔ برائی کا انجام یقیناً اتنا ہی برا تھا، اس سے پہلے کے خضر باہر نکلتا، ان دو گارڈز میں سے ایک میں تھوڑی جان جاگی اور وہ گن اٹھانے میں کامیاب ہوا۔ یہاں خضر آفس کے دروازے تک پہنچا اور وہیں گولی اسکے کندھے کو چیرتی ہوئی خضر کو ایک ہی جھٹکے میں ہلا گئی۔ خضر نے ایک آہ بھرتے ہوئے فوراً سے پہلے بازو پر زبردست ہاتھ جکڑا اور زیان کو آواز دی کیونکہ اسکے بلڈ کے چند قطرے فرش پر گرے تھے۔ وہ گارڈ گولی چلاتے ہی جان سے چلا گیا تھا

۔ آئزہ اور افراح تمام گارڈز کا صفایہ کر کے راہداری کی طرف چلی گئی تھیں جبکہ زیان اندر آیا تو وہیں جم گیا۔ خضر کی بازو اور ہاتھ سرخ تھے جبکہ اس نے لیپ ٹاپ بغل میں بمشکل دبوچ رکھا تھا۔

"خضر، تم ٹھیک ہو میرے بھائی۔ چلو تم آو۔۔۔۔ یہاں میں کلئیر کرتا ہوں۔۔۔۔ آئزہ۔۔۔۔ افراح" زیان نے باہر جاتے ہی پریشانی سے آواز لگائی تو آئزہ دورتی ہوئی واپس آئی مگر خضر کا زرد پڑتا رنگ دیکھ کر دہل گئی۔

"یا اللہ گولی، خضر تم ٹھیک ہو" آئزہ کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا، فورا سے پہلے وہ اپنی گن پاکٹ میں رکھ کر خضر کو سہارا دینے آگے بڑھی تو زیان نے ان کو اسے لے جانے کا کہا اور خود دوبارہ آفس کی طرف چلا گیا۔ اپنی شرٹ اتار کر اس نے جیب سے ایک بلڈ سٹین رہمور سپرے کر کے ان خون کے قطروں کو صاف کیا اور ایک نظر ہر طرف دوڑاتا ہوا ٹیبل تک گیا اور وہ بریفکیس اٹھاتے ہی وہاں ایک رومن لیٹر سے لکھا نوٹ جیب سے نکال کر رکھنے کے بعد باہر نکل آیا۔ آئزہ اور خضر اسکا وہیں بے قراری سے انتظار کر رہے تھے۔ زیان نے اپنی وہی خون والی شرٹ دوبارہ پہنی اور وہ سب ایک لمحہ ضائع کیے بنا راہداری کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ مشن تو مکمل ہو گیا تھا مگر خضر کا کندھا شدید زخمی تھا، افراح کو لگ رہا تھا جیسے گولی ابھی بھی اسکے کندھے کے اندر رہے۔ وہ لوگ جتنا ممکن ہو سکا تھا، اتنی رفتار کے ساتھ خضر کو لے کر ہیڈ کوارٹر پہنچے تھے۔

****

"کسے موت آگئی اب" گھپ اندھیرے میں فون کی چنکارتی بیپ نے ضامن کی نیند میں خلل لایا تو وہ خاصی ناگواری سے بڑبڑاتا ہوا کمفرٹ ہٹائے منہ نکال کر لیمپ جلانے کے بعد فون اٹھا چکا تھا۔ رات کے پاکستانی وقت ساڑھے بارہ بجے اسکے آدمی کی پاکستان سے کال آرہی تھی، ضامن کسی ان سنے سے خدشے کے باعث مکمل جاگتا ہوا اٹھ بیٹھا۔

"سر، سب تباہ ہو گیا۔ اس بار وہ ستارہ ہم سب کو تباہ کر گئی۔ ہاشم بخت یہاں دنیا و جہاں سے غافل پڑا ہے، پورے آفس میں کئی گارڈز مرے پڑے ہیں۔ نہ ہی لیپ ٹاپ ہے اور نہ ہی پیسوں والا بیگ۔ وہ دو لوگ بھی غائب ہیں۔ یہاں ایک سنہری ستارے کے ساتھ ایک نوٹ ہے" یہ ایک سوٹڈ بوٹڈ آدمی تھا جو ایک دو زندہ بچ جانے والے گارڈ کی اطلاع پر فوری پہنچا تھا۔ دوسری طرف تو ضامن احمد کو لگا پورا چھت اسکے سر پر آن گرا ہے، وہ اپنی سرخ ہوتی آنکھیں شعلے کی مانند دہکائے بستر سے نکل کر مین سوئچ تک آیا اور لائٹ جلائی۔ پورا کمرہ بھلے روشن تھا مگر اس شخص کے چہرے پر دنیا جہاں کا اندھیرا تھا، اپنا سر جکڑے وہ صوفے پر گر پڑا تھا۔

"خدا غرق کرے تم سب کو، کیسے ہوا یہ۔ بولو" ضامن جتنی شدت سے دھاڑ سکتا تھا اتنی سے دھاڑ کر بولا کہ ایک لمحے کو خود اسکے کان کے پردے سن ہوئے تھے۔ دوسری طرف وہ آدمی خاصا مایوس چہرہ بنائے ہوئے اب اس نوٹ کو اٹھا چکا تھا۔

"سر، آئی ڈونٹ نو۔ اس قدر اعلیٰ سیکورٹی کے باوجود وہ لوگ نا جانے کس طرح اندر آئے اور اپنا کام دیکھا گئے۔ میں تو خود شاکڈ ہوں۔ نہ کوئی ثبوت، نہ کوئی فنگر پرنٹ" وہ آدمی اس قدر ستھرائی واردات پر پتھرایہ ہوا تھا۔ اصل بری حالت تو ضامن کی تھی جو ذہنی طور پر مخدوش ہو کر اپنے بال نوچنے والا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا، کچھ بھی کر کے ان لوگوں کا سراغ لگواو۔ ورنہ ہم سب تباہ ہو جائیں گے، نوٹ میں کیا لکھا ہے" ضامن کو تو اپنی جان آرے کے نیچے پھنسی لگی تبھی اسکے چہرے پر صاف صاف خوف و حراس پھیل چکا تھا۔ وہ اس ٹھنڈے موسم کے باوجود پسینے میں شرابور تھا، وہ آدمی اب اس پیغام کو کھوج رہا تھا۔

"اس ملک کے ہر غدار کا ہاشم بخت جیسا انجام نہ کیا تو ہم بھی ستارہ نہیں، تم سب کی الٹی گنتی شروع ہوتی ہے" وہ آدمی ترکی بہ ترکی عبارت پڑھتے خود اپنا ماتھا بھی تنی رگوں سے مزین کر چکا تھا، ضامن نے فون کان سے ہٹا کر پوری قوت سے فرش پر دے مارا۔

"نہیں، یہ لوگ میری محنت کو خاک نہیں کر سکتے۔ نہیں" پورا کمرہ ضامن کی ہولناک دھاڑ سے لرزا تھا، اسکی خون آشام نگاہیں اب ایک بے چین سے ڈر میں مبتلا تھیں۔ وہ لوگ جنکو انفارمیشن نہیں ملے گی، ضامن حیات کا گریبان بذات خود دبوچنے کی خاصیت رکھتے تھے۔ فون گر کر بھی سلامت تھا اور بجنے لگ گیا تھا۔ پرائیویٹ نمبر سے آتی کال نے ضامن کا رہا سہا خون بھی سکھا دیا تھا۔ ضامن نے کانپتے ہاتھوں اور سہمے دل کے ساتھ کال اٹھا لی۔

"یہ کیا سن رہا ہوں میں، ستارہ نے تو ہمارا جینا حرام کر دیا ہے۔ کیسے ہوا یہ سب ضامن۔ ہم ناکام ہونا افورڈ نہیں کر سکتے تھے، تم سوچ بھی نہیں سکتے کے تنظیم اس خبر پر آگ بگولا ہو چکی ہے" یہ وہی منور عالئ تھا جو فون لگتے ہی برہمی اور عتاب کے سنگ غرایا تھا، ضامن سے تو کچھ بولا ہی نہئں جا رہا تھا۔

"میں خود نہیں سمجھ پا رہا کہ وہ لوگ کون ہیں، پلیز باس آپ تنظیم کو سمجھائیں کے یہ سب ہماری کوتاہی سے نہیں ہوا۔ آپ جانتے ہیں آج تک میں نے اپنا ہر کام پرفیکٹ کیا ہے" ضامن نے تھوک نگلتے ہوئے بظاہر خود کو نارمل کرتے کہا مگر دوسری طرف غصہ بہت انتہا کا تھا۔

"تبھی وہ تمہیں اس بار زندہ چھوڑ رہے ہیں، ورنہ تم ابھی تک زندہ نہ ہوتے۔ کل پہلی فرصت میں ہیڈ کوارٹر پہنچو، ہیڈ تم سے ملنا چاہتے ہیں" یہ کہہ کر کال منقطع ہوئی اور ضامن کو لگا بس اسکی زندگی بھی ختم ہو گئی ہے۔ خوف کے مارے اسکے ہاتھ پیر پھول گئے اور دل میں الگ ہول اٹھ کر اسکے چہرے پر اندھیر نگری کا سماں پھیلا چکے تھے۔

****

"اللہ کا شکر ہے کوئی بڑی مصیبت سے بچت ہو گئی، افراح۔۔! اسکا زخم زیادہ گہرا تو نہیں" وہ لوگ خضر کو ہیڈ کوارٹر لے کر پہنچ چکے تھے، افراح نے اسکی گولی راستے میں ہی نکال کر پٹی باندھ دی تھی مگر اب وہ اسے بائیو ٹریٹمنٹ دے کر اسکا زخم صاف کر رہی تھی۔ عریش اور زیان دونوں لائی جانے والی انفارمیشن پر کام کر رہے تھے جبکہ آئرہ کی تو خضر کے زخم کو دیکھ کر جان آدھی ہو رہی تھی۔ وہ جو کئی گارڈز کو ڈھیر کر آئی تھی، خضر کے اس زخم کو دیکھ کر اپنا حوصلہ ہوا ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ ہزل نے شکر گزاری کے ساتھ ساتھ اب فکر مندی سے خضر کے قریب کرسی گھسیٹے بیٹھ کر پوچھا جس پر افراح نے اداس سا سر ہلایا۔ خضر زخم کی گہرائی سے خاصا ہل گیا تھا، گولی سیدھی کندھے میں گھسی تھی اور یہ بہت خطرناک تھا۔ اسکا کندھا تک ایفیکٹ ہو سکتا تھا۔ آئرہ تو یوں تھی جیسے ابھی رو دے گی۔

"کافی گہرا ہے، یہ تو شکر ہے میں نے بروقت گولی نکال دی ورنہ اسکا کندھا ملنے تک سے قاصر ہو جاتا۔ خضر میرے بھائی گولی نکالنی لازم تھی، مجھے اس وحشیانہ عمل کے لیے معاف کر دو" افراح تو خود جذباتی ہو رہی تھی، خضر نے بمشکل چہرے پر مسکان لا کر بند آنکھوں سے ہی تسلی دینی چاہی پر درد اسقدر شدید تھا کہ وہ مسکرا بھی نہیں پایا تھا۔

"اسے کوئی پین کلر دے دیں آپی، وہ برداشت نہیں کر پا رہا ہے" آئرہ نے روہانسی ہو کر کہا تو ہزل انجم اور افراح دونوں نے متفقہ سر ہلائے دیکھا، خضر کو فل وقت افراح نے پٹی کرتے ہی صوفے کی پشت سے ٹیک لگوا دی۔ جب تک وہ پین کلر کا انجکشن لائی، تب تک آئرہ کی آنکھیں خضر کا زرد چہرہ اور گلابی مائل آنکھیں دیکھ کر

بھر آئی تھیں۔ ہزل انجم نے مسکرائی سی شفیق نظر اس روئی آئرہ پر ڈالے اسکے سر پر ہاتھ رکھے ہلایا تو وہ سر گھمائے انکی طرف متوجہ ہوئی۔

" وہ ٹھیک ہے آئرہ، بی بریو میری شیرنی۔ تم دونوں خضر کے ساتھ رہو آج اور اسے کچھ کھلا بھی دو۔ میں زیان اور عریش باقی کا کام مکمل کر کے آتے ہیں۔ ان شاء اللہ صبح کمانڈر تم سب لوگوں سے ملاقات کریں گے۔ اور خضر، مائی سن۔ گیٹ ویل سون" ہزل انجم ایک شفیق سی مسکان دیتے ہوئے اٹھ کر چل دیے تو زیان اور عریش بھی اٹھ کر خضر تک آئے۔ عریش نے تو با قاعدہ خضر کا بے حال چہرہ دیکھ کر ماتھا چوما تو خضر نے اب کی بار مسکان دینے کی کامیاب کوشش کی تھی۔ افراح نے اسے انجیکشن دے دیا تھا۔ زیان بھی اسکی گال تھپکتا ہوا عریش اور ہزل سر کے ساتھ ہی باہر نکل گیا۔ افراح نے ایک نظر خضر کو دیکھا اور پیار سے اسکے چہرے پر ہاتھ رکھتی ہوئی میڈیکل باکس اٹھائے اٹھ گئی۔

" آپی، اسے کیا ہو گیا ہے۔ یہ بول بھی نہیں رہا" آئرہ نے روتے ہوئے خضر کا ہاتھ اپنے دونوں نازک ہاتھوں میں تھام کر افراح کی طرف حسرت سے دیکھا تو وہ بھی اداس ہوئی۔

" بہت ظالم زخم لگا ہے اسے، پین کلر اثر کرے گا تو اسے کچھ ہوش آئے گا۔ تم تو حوصلہ کرو میری جان۔ میں اسکے لیے کچھ کھانے کو منگواتی ہوں" افراح نے بجھے لہجے میں ٹیبل پر پڑی اپنی کٹ سمیٹ کر فولڈ کرتے کہا اور دونوں کو دیکھتی باہر نکل گئی۔ آئرہ کا دل خضر کی ایسی تکلیف پر رنجیدہ تھا۔ وہ پین کلر انجیکشن کے باوجود درد سے بے چین تھا۔

"خضر، پلیز کچھ بولو۔ یوں چپ مت رہو" آئرہ کی آواز میں ٹوٹے کانچ کی لرزش تھی، خضر کا ہاتھ حرکت میں آیا تو آئرہ نے جھکی نگاہیں اٹھائے ساتھ نیم دراز ہوئے خضر کو دیکھا جو اب پھر سے آنکھیں کھول چکا تھا، درد کا اثر تھا کہ اسکے چہرے پر خو بخود تکلیف کے اثار درج تھے۔

"آئرہ، میں ٹھیک ہوں" خضر نے کھلتی اور بند آنکھوں کے تسلسل میں ڈوبے اس کی آنکھوں کی نمی کو روکنے کی کوشش کی تو آئرہ مزید رنجیدہ ہوئی۔

"ہاں، بس تمہارا درد نہیں دیکھا جا رہا خضر۔ بہت زیادہ درد ہے کیا" آئرہ اسکی طرف رخ کیے دکھ سے بولی تو خضر نے مسکرا کر اپنے ہاتھ کو جکڑے آئرہ کے ہاتھ کو پکڑ کر نفی میں سر ہلایا۔

"درد نہیں ہے، اس درد سے زیادہ مشن کے مکمل ہونے کی خوشی ہے۔ یہ تو بہت معمولی زخم ہے۔ تم مت رو، بھلے تم روتی اچھی لگتی ہو پر ابھی نہیں لگو گی" اسی ہاتھ سے وہ آئرہ کے رخساروں پر ڈھلکے پاگل آنسو ایک ہی لمحے میں ہٹا کر اس پگلی کا دل جکڑ چکا تھا۔ آئرہ نے اسکا چہرے پر ٹکا ہاتھ تھامے ایک روئی سی مسکان دے کر خضر کی تکلیف بھی کم کی تھی۔ بلاشبہ وہ بے حد تکلیف میں تھا مگر آئرہ کے آنسو اس تکلیف سے کہیں زیادہ بھاری تھے۔

"آئی لو یو خضر، تمہیں خراش تک نہیں سہہ سکتی۔ میرا دل بند ہو جاتا ہے" آئرہ نے اس دوبارہ سے بند آنکھیں کرتے خضر کو دیکھ کر اپنے دل میں صدا بلند ہوتی محسوس کی تھی۔ پین کلر اپنا اثر دیکھا رہی تھی تبھی خضر اب پہلے سے کافی پر سکون انداز میں آ چکا تھا۔ آئرہ اسکا ہاتھ پکڑے بس اسے تا دیر دیکھنا چاہتی تھی۔

"آئرہ، ول یو میری می؟" یک دم آئرہ کا دل بند ہوا جب خضر نے بند آنکھوں سے آئرہ کو ورطہ حیرت میں ڈالا تھا۔ ایک آسودہ مسکان آئرہ کے چہرے پر نمی کے سنگ چمکی تو خضر کی سیاہ آنکھیں بھی کسی من پسند چاندنی رات کی طرح آئرہ پر اپنا نرم سایہ کیے اٹھیں۔ آئرہ نے اپنی نگاہیں جھکا کر اپنے اور خضر کے ہاتھ کو دیکھا۔

"یس، آئی ول میری یو" آئرہ کی آنکھیں اس سچویشن میں شدید خوشی سے بھی بھیگ گئی تھیں، اور وہ تو اس دھوپ میں بارش ہونے والے منظر سے جی اٹھا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو دل تک اترتی چلی گئیں۔ خضر کی آنکھوں کی نرمی اور مہک بس آئرہ کے لیے تھی، آئرہ تو ان سیاہ آنکھوں کی اسیر شیدائی تھی۔ دونوں مسکرائے تو یوں لگا کسی مسیحا نے مسیحائی کا فرض بہت خوبصورتی سے نبھایا تھا۔

****

"سیٹھ ظہور، جلدی سے ٹی وی آن کریں۔ ستارہ نے ایک بار پھر ناقابل یقین ہاتھ مارا ہے" فون پر میزان نے اطلاع دی تو ظہور تبریزی جو صبح صبح کہیں جانے کو تیار تھا، جلبلاتے ہوئے سامنے کھڑے آدمی کو ٹی وی آن کرنے کا اشارہ کر چکا تھا۔

"ستارہ! کون ہے یہ ستارہ، ہاشم بخت جیسے ملک دشمن کو اس قدر آرام سے تباہ کرنے والی یہ فورس ایک بار پھر بازی لے گئی۔ ہاشم بخت جس پر ہاتھ ڈالتے ہوئے نیب بھی سوچ بچار کا شکار تھا، ستارہ کے ہاتھوں دیکھتے ہی دیکھتے نیم پاگل ہو چکا ہے۔ وہ ملک کی بہت اہم معلومات غیر ملکی اجنسی کو بیچنے والا تھا مگر ملک کی حفاظت پر معمور یہ غائبانہ فورس اس غدار کے ہر برے ارادے کو نیست و نابود کر چکی ہے۔ اس بار پھر سے وہ شیر جوان ایک سنہری ستارے کے سوا کوئی ثبوت نہیں چھوڑ کر گئے۔ اے میرے ملک کے ناقابل شکست لوگو! ملک کا ہر فرد تم کو خراج تحسین پیش کرتا ہے۔ جب تک ستارہ جیسے ملک دوست موجود ہیں، کوئی اس ملک کا بال بھی بھیگا نہیں کر سکتا" ٹی وی پر ایک جرنلسٹ تازہ تازہ خبر دے رہا تھا اور اسکی آواز میں وہ جوش تھا جو اس وقت ملک کے لوگوں کی خوشی کی نمائندگی کر رہا تھا۔ ظہور تبریزی اپنا سر جکڑے ہونق زدہ ہو کر صوفے پر گر چکا تھا۔ گویا یہ ستارہ تو اب اسے کسی صورت زندہ نہیں چھوڑنے والی تھی، اور تبریزی کو وہ نوٹ اور اس پر لکھی عبارت ابھی تک یاد تھی کہ اسکی باری بھی جلد آنے والی ہے۔ گارڈ نے آگے بڑھ کر پانی دینا چاہا مگر ظہور تبریزی نے گلاس پوری شدت سے فرش پر دے مارا۔

"کیا ہو گا اب، اگر وہ لوگ ہاشم بخت تک پہنچ سکتے ہیں تو میں تو ان کے لیے بہت آسان ہوں" آواز کا اتار چڑھاو اور دبنگ انداز، تبریزی کے اندر کا خوف بہت اچھے سے واضع کر رہا تھا۔

"سر آپ کچھ دن کے لیے روپوش ہو جائیں، میرا خیال ہے وہ لوگ ہماری سوچ سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔ خدانخواستہ اگر آپکو کچھ ہوا تو۔۔۔ پلیز سر" یہ اسکا پرسنل مینجر تھا جو لہجے میں خاصی ہمدردی لیے اس خونخوار اور ذہنی دباو کے شکار تبریزی کو رائے دے رہا تھا۔

"الیکشن سر پر ہیں، بد دماغ انسان، میں گیا تو ویسے بھی میرا کیریئر تباہ ہو جائے گا۔ کچھ کرو تم لوگ، لعنت ہو تم سب کی موجودگی پر جب تم لوگ اپنے مالک کی حفاظت تک نہیں کر سکتے۔ دفع ہو جاو میری نظروں کے سامنے سے "اس تجویز پر جبڑے بھینچے مقابل سے یوں دھاڑ سنائی دی گئی کہ گویا پتنگے لگ گئے ہوں۔ مینجر باقی گارڈز کو اشارہ کرتا ہوا خود بھی کمرے سے نکل گیا۔

" وہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے، کیا کروں "تبریزی تو لگتا تھا اس خوف سے ہی پاگل ہونے والا تھا، اسکی ذہنی حالت ماوف تھی اور یہی حال باقی سب منسٹرز اور وزیروں کا تھا۔ ہر کوئی اس ستارہ نامی آفت سے پناہ مانگتا دیکھائی دے رہا تھا۔

دوسری طرف ہاشم بخت کے اس انجام کو دیکھ کر اسکے تینوں ماتحت منسٹرز شکور بدین، دائم شیخ اور برہان سکندر تو اس کانٹے کے نکل جانے پر جشن کی صورت لطف لے رہے تھے، کیونکہ یہ طاقتور نشے میں سرمست لوگ تو خود تک سے وفادار نہیں ہوتے۔ ہاشم بخت کی وجہ سے وہ لوگ اپنے اپنے علاقوں کے اعلی منسٹر تھے مگر اسکی اس مخدوش حالت کا سن کر وہ لوگ سب سے زیادہ خوش تھے، مگر ستارہ کا خوف وہاں بھی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔

****

آئرہ کی آنکھ اچانک کھلی تو خضر صوفے پر نہیں تھا، بے قراری سے وہ اسے تلاشتی اور کھوجتی نظروں سے اردگرد دیکھ رہی تھی مگر آفس میں فل وقت کوئی نہ تھا۔ افراح اپنے لیب میں تھی جبکہ دوسرے آفس میں عریش، زیان اور ہزل ابھی وہ انفارمیشن سیو کر کے واپس آئے تھے۔ کچھ دیر میں کمانڈر مرجان خالق ان سب سے بات کرنے والے تھے۔ آئرہ بے اختیار اٹھی تو خضر دروازے سے اندر آتا دکھائی دیا تھا تو گویا اسکی بے قراری میں کمی آئی اور مسرت کی تیز لہر نے ماحول گل و گلزار کیا۔ رات کی نسبت محترم اب تو خاصے پرفیکٹ لگ رہے تھے، پین کلر اور آئرہ جیسی من پسند طبیب کہ ہوتے ہوئے درد کی کیا مجال جو خضر خاقان کے آس پاس بھی بھٹکتا، اپنی شرٹ کے اوپری دو بٹن بند کرتا وہ مسکراکر آئرہ کی سمت آیا تو آئرہ نے بھی بقیہ بے چینی زائل کیے مسکان کا پرکشش تبادلہ کیا۔

"ماشاءاللہ، اب تو یہ ہیرو کافی بہتر لگ رہا ہے۔ لیکن تمہیں آرام کی بہت ضرورت ہے خضر، آو بیٹھ جاو" آئرہ نے ایک خوشی سے جھلملاتی نظر خضر کے کچھ بشاش چہرے پر ڈالے اسکو بازو سے پکڑے بٹھا دیا جو اس قدر فکر پر اب جی بھر کر خوشی محسوس کر رہا تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ دونوں کے ہونٹوں پر آئی اور حسب ضرورت حد تک معدوم ہو کر ایک دوسرے کی راحت بنی۔

"میں ٹھیک ہوں اب، تم میری وجہ سے ساری رات بیٹھی رہی۔ کچھ دیر سو لو، یا ایسا کرو ابھی کمانڈر کی میٹنگ کے بعد تم گھر چلی جانا" اب فکر کا بدلا بھی تو دینا تھا، آئرہ نے مسکراکر کندھے اچکائے۔ کیا خوب صلہ دیتا تھا وہ سیاہ آنکھوں والا۔ وہ بلکل محبت کی اوس جیسا تھا جو بنا برسے بھی اپنی نمی سے ہر شے گیلی کر دیتی ہے۔ وہ بلاشبہ

آنکھوں سے دل میں اتر جانے کے فن سے خوب واقف تھا، اسیر سیاہ آنکھوں والے یونہی تو آفت نہیں کہلاتے۔ آئرہ کی آنکھیں ہمکلام ہوئیں تو اس نے خاموشی کا وقفہ حسب منشاء منقطع کیا۔

"جو حکم سیاہ آنکھوں والے کا" مودب ہو کر آئرہ نے شریر ہوئے کہا تو خضر بھی ویسی ہی دلفریبی سے مسکایا۔

" چشم بد دور یہاں تو لوو کی برسات چھائی ہوئی، اہمم اہمم میں آجاوں" عریش نے اپنی انٹری میں شرارت گوندھ کر ہانک لگائے کہا تو اندر موجود دونوں پیاروں کے ساتھ ساتھ اسکے پیچھے آتے ہزل، افراح اور زیان بھی ہنس دیے تھے۔ سب کے چہروں پر ویسے بھی مشن کی کامیابی کی خوشی تھی اور دوسرا پورا ملک ان سب کے لیے غائبانہ دعا گو تھا۔

" بھئی میرے شیر جوانو! مجھے تم سب پر بہت فخر ہے۔ تم لوگوں نے نیوز دیکھی؟ ملک کا بچہ بچہ ستارہ کا ورد کر رہا ہے، اور تمام گھٹیا اور کمبخت لوگ ستارہ کا نام کسی بلا کی صورت لیتے ہوئے کانپ رہے ہیں۔ یہی، یہی خوف اور ڈر ہر برے شخص کے اندر پلتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں ہم۔ اگر کوئی برا کام کرنے کا سوچے بھی تو اسکا دل اور دماغ اسے ایک بار تنبیہہ ضرور کرے کہ مت کر، ستارہ تجھے تباہ کر دے گا" ہزل انجم تو اپنے ان جانبازوں پر مزید فریفتہ ہوئے، انکی آواز میں وہ خوشی تھی جسکی مثال ملنا ناممکن تھی۔ ان پانچوں کے چہرے پر فاتحانہ خوشی تھی۔ اس سے پہلے کہ ان سب کی مزید بات ہوتی، سکرین پر کال سگنل آتے سنائی دیے۔ خضر بھی بازو پر ہاتھ رکھتا ان پانچوں کے ساتھ دیوار پر لگی سکرین کے سامنے جا کر کھڑا تھا۔ وہ پانچوں اور ہزل اب اپنی فاتحانہ نظریں سکرین پر جما چکے تھے۔

"ویل ڈن مائی ان بیٹ ایبل فورس، آئی ایم پراوڈ آف یو۔ ملک کے ہر دشمن کو ہم ہمیشہ یونہی نیست ونابود کریں گے۔ ستارہ ایک ملکی محافظ کے ناقابل فراموش استعارے کی صورت ابھر چکا ہے، یہ ستارہ ہر غدار تاریکی کو ختم کرے گا۔ اسلام وعلیکم میرے شیر جوانو!" پھر سے اندھیرا اور اس نیم تاریکی میں رولنگ چیئر پر بیٹھے مرجان خالق، جنکی آواز آج پہلے سے زیادہ رشک اور فخر سے مزین ہو کر ان چھ کے چھ جوانوں کے دلوں میں اتر رہی تھی۔

"وعلیکم السلام" وہ سب دلبستگی اور فتح بخش انداز میں دبنگ اور جوشیلے انداز میں بولے تھے۔

"خضر، تمہارا کندھا کیسا ہے؟ میرے شیر تم نے وہ کیا ہے جسکا قرض کوئی نہیں اتار سکتا" حوصلے اور تشفی کے جذبات کے سنگ مرجان نے خضر سے مخاطب ہو کر پوچھا اور اس شہزادے کا کئی کلو خون بڑھایا۔ سب کی پر اشتیاق نگاہیں فوراسے بھی بیشتر خضر خاقان پر رقم ہوئیں۔

"الحمداللہ سر، یہ زخم بھی انعام ہے۔ راہ حق میں کامیابی ہونی اہم ہے، چھوٹے چھوٹے زخموں کا کیا ہے۔ وہ جلد مندمل ہو جاتے ہیں" خضر کا ایسا جواب تو سامنے مزید خوشی پھیلا چکا تھا، آئرہ نے بھی خضر کے اس جواب پر اسے محبت لٹاتی نظروں سے دیکھا اور پھر باقی سب نے بھی اسی عمل کی پیروی کی۔

"یہی حوصلہ، مضبوطی اور معاملہ فہمی تم سب کو ناقابل شکست بناتی ہے۔ راہ حق کا یہ منصب بہت گنے چنے لوگوں کے حصے آتا ہے۔ اللہ ہر کسی کو محافظ بنا کر نہیں بھیجتا، تم سب اللہ کے بہت خاص بندے ہو۔ جب ہماری نیت خالص اور پاک ہو تو وہ رب ہمیں خود آسانیاں اور راستے دیتا ہے" مرجان کی آواز سے لگتا تھا وہ ہزل کی عمر کے

ہوں گے مگر حقیقت میں وہ ہزل سے کچھ سال بڑے تھے، وہ ایک اور پاکستانی خفیہ ادارے کے جنرل کمانڈر بھی تھے۔ مرجان خالق کو آج تک ان سب میں سے کسی نے نہیں دیکھا تھا، انکو بس انکا نام پتا تھا۔

"بے شک" بیک وقت آواز کسی خوش الحان پرندے کے سر کی مانند لہرائی تھی۔

"کیس کی کامیابی کی خوشی میں اگلے کیس تک تم سب انجوائے کرو، اپنی فیملیز سے ملو۔ اور ہاں، تم لوگ ہر وقت اللہ کے بعد ہماری حفاظت میں ہو۔ کیس کے دوران سخت آرڈز دینا ہماری مجبوری ہے لیکن مجھے اور ہزل دونوں کو تم سب کی سلامتی بے حد عزیز ہے۔ خضر! بچے اپنا اچھے سے خیال رکھو اور پھر سے ایک اور کیس کے لیے پرفیکٹ ہو جاو۔ اللہ تم سب کا اصل محافظ ہے اور وہ بہترین حفاظت کرنے والا ہے۔ خوش رہو، آگین ویل ڈن آل آف یو" جی بھر کر خوشی اور شفقت لٹاتی آواز نے ان سب کے حوصلے ایک بار پھر بڑھا کر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ کال کے بند ہوتے ہی اب ہزل ان پانچوں کو فخر سے دیکھ کر مسکرائے۔

"لو بھئی، موجیں مارو۔ ویسے مجھے ایک اڑتی ہوئی خبر آئی ہے کہ ہماری شہزادی اور شہزادہ نکاح کا سوچ رہے ہیں" ڈیوٹی ٹائم آف ہوا تو ہزل بھی زرا شریر سی مسکان کے سنگ بولے تو عریش صاحب چھلانگ لگائے اپنی بتیسی لیے سینے پر ہاتھ باندھے کو دے۔

"اور کیا سر، لو والا چکر ہے" عریش نے باقاعدہ آنکھ مار کر ہزل سر کو بھی قہقہہ لگانے پر مجبور کیا تھا۔ شہزادہ اور شہزادی تو والہانہ محبت کے سنگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، افراح نے تو باقاعدہ آئرہ کو گھیر کر گال سے پکڑ کر دانت نکالے تھے۔

"ھاھا بہت زبردست، محبت کی منزل نکاح سے بہتر ہو ہی نہیں سکتی۔ اور تم مسٹر کھوٹو! بھئی اسکا بندوبست اب تم چاروں کر دو تاکے اسکا بھی لو و والا چکر شروع ہو" ہزل انجم بھی خاصے مزاح کے دلدادہ تھے، ویسے بھی وہ ان پانچوں کو بلکل اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔

"جی جی سر، اسکا بندوبست دادی کریں گی" زیان نے بھی بچارے بتیسی بہت اداسی سے غائب کرتے عریش کی ٹانگ کھینچی تو سب ہنس دیے۔ ہزل نے مسکراہٹ دلفریب کیے اب اپنی نظریں آئزہ اور خضر کے دھیمی آسودگی والے چہروں پر مرکوز کیں۔

"زندگی کے اس سفر کا آغاز میں میرے پاس تم دونوں کے لیے بہت سی دعائیں ہیں۔ خوش رہو۔ مجھے ضرور انوائیٹ کرنا، ان شاء اللہ اگر وقت ملا تو ہم سب بہت مزہ کریں گے۔ چلو اب تم سب جاو۔ اور خضر ٹیک پچ کیئر آف یور ہیلتھ۔ گڈ لک" ہزل سب کو پیار سے دیکھنے کے بعد باہر کی سمت نکل گئے جبکہ وہ پانچوں بھی اب آنے والے اس بگ ایونٹ کے لیے نہایت پرجوش تھے۔ خضر کا ارادہ یہی تھا کہ وہ مما کو لے کر آئزہ کے خالو اور خالا سے باقاعدہ رشتہ مانگے۔ اگر یوں سب سیٹ رہتا ہے تو ٹھیک ورنہ آئزہ خودمختار تھی اور اسے دادی کے ہوتے کسی فیملی کی ضرورت نہ تھی۔ مگر دستور دنیا نبھانا ان سب کے نزدیک ہی اولین فریضہ تھا۔

****

یہ ایک تاریک کمرہ تھا جہاں تقریباً پندرہ کے قریب لوگ ملگجے اندھیرے میں ایک لمبی ٹیبل کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ یہ انگلینڈ کا تنظیمی آفس تھا جہاں وہ لوگ اس ناکامی کے بعد جمع ہوئے تھے، سب کی نظریں فل وقت ضامن احمد پر تھیں جس پر کئی برہم، عتاب زدہ اور اچٹتی نگاہیں مرکوز تھیں۔

"تم نے ہمیں بہت ناامید کیا مسٹر ضامن، وہ ستارہ نامی فورس کیا اسقدر پاورفل ہے کہ تم لوگوں کی ساری سیکورٹی کا بینڈ بج گیا۔ بدیسی لوگ ہماری اس ناکامی پر شدید برہم ہیں، اگر وہ ہاشم بخت ٹھیک ہوتا تو یقیناً ہمیں ابھی تک تمہاری موت کے آرڈز مل چکے ہوتے۔ تمہیں اس ستارہ کا شکر گزار ہونا چاہیے جنکے اس ہاشم بخت کی یاداشت لینے کے عمل نے تمہاری جان بخشی کر دی ہے۔ ہمیں اسی کڑور کے بجائے دو سو کڑور کا نقصان ہوا ہے، انفارمیشن تو چلی گئی ساتھ ساتھ اسی کڑور کی کثیر رقم بھی وہ لوگ لے گئے" یہ ایک تھری پیس برہم زدہ آدمی تھا جسکا چہرہ تاریکی میں مکمل ڈوبا ہوا تھا، روشنی کی ہلکی سی رمق بس ضامن کے بے حال تنے چہرے پر تھی، شکست خوردہ سا تاثر آج ضامن احمد کے چہرے پر صاف صاف درج تھا۔

"سر، یقین کیجئے ہم نے کوئی کمی نہیں کی" ضامن کے بولنے سے پہلے سامنے وڈیو کال پر موجود منور عالی نے بھی ضامن کی طرفداری کی غرض سے اس نازک گفتگو میں حصہ لیا مگر ان سب کو فل وقت بے حد غصہ تھا۔

"کمی کہیں تو تھی، تنظیم کے لوگوں کو ہم نے فل وقت بمشکل کنٹرول کر رکھا ہے۔ وہ تو تم لوگوں کو مزید کسی کیس کے دینے پر راضی تک نہ تھے مگر اگلا کیس تم لوگ اپنی آخری وارننگ سمجھنا۔ یہ کیس دو ہفتوں بعد فائل ہونے کے بعد شروع ہوگا، ہمارا اگلا ٹارگیٹ پاکستان کے پانچ اور فل منسٹرز ہیں، پانچوں سے انفارمیشن لے کر

انکو سیدھا سیدھا موت کے گھاٹ اتارنے کا کیس ہے، لیکن اس سے پہلے دو ہفتے تک تم لوگ اپنی کمیوں کو تلاش کر کے انکی تلافی کرو۔ اگر اب کی بار کوئی ناکامی ہوئی تو تم دونوں کی موت پکی ہے" ضامن کا دل شدید خوفزدہ ہوا، اسے تھرل اور ایکشن پسند تھا مگر اب یہ سیدھی موت کی وارننگ تو اسکا سارا حوصلہ گڑبڑا گئی تھی۔ سامنے آن لائن کال پر موجود منور عالی کے چہرے پر بھی عتاب اور ناگواری سی تھی۔

" سر، ہم اپنی جان لگا دیں گے" ضامن نے بھی گویا ہمت جمع کرنے کا دشوار کام کرتے ہوئے مقابل کی برہمی کو کم کرنے کی کوشش کی۔

" ہوپ سو، میٹنگ برخاست ہوتی ہے۔ دو ہفتے بعد اگلے کیس کی ساری بریفنگ یہیں ہو گی۔ گڈ بائے" وہ لوگ اپنی بات کا اختتام کرتے ہوئے آئیندہ کا لائحہ عمل بھی منتخب کر چکے تھے۔ منور عالی کی وڈیو کال بند ہوئی تو ضامن بھی اپنی چیئر پیچھے سرکا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دو گارڈز اسکے ہمراہ اسکے پیچھے باہر نکل گئے تھے، پورے ٹیبل پر سرگوشیوں کی آوازیں بلند ہو چکی تھیں۔

" خاموش" ایک دبنگ آواز نے سب کو چپ کروایا۔

" ان دونوں پر خاص نظر رکھو، ان بیوقوفوں کی وجہ سے ہم تنظیم کی ناراضگی افورڈ نہیں کر سکتے" ایک نہایت موٹی اور گرج دار آواز بلند ہوئی تو پورے کمرے میں بیٹھے ان لوگوں نے متفقہ سر ہلایا تھا۔ یہ سیاست، اور غداری کے شاہکار لوگ واقعی کسی کے نہیں تھے۔ ان سبکو اگر کسی کی فکر تھی تو وہ اپنی، کہ کس طرح اپنے پیٹ کا اور نفس کی میں کا جہنم بھرا جا سکے۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

"سر، آپ سے ملنے کوئی شمس حسین آئے ہیں" جلال نے مصروف سے انداز میں فائیل سے نظریں ہٹا کر گردن موڑے فون اٹھایا تو سیکرٹری کے بتانے پر جلال کے چہرے پر والہانہ خوشی اور حیرت ابھری تھی، کافی وقت بعد شمس کا سن کر وہ خاصے پرتپاک ہوئے۔ آخر وہ دونوں بچپن کے دوست تھے۔ دونوں نے ایک ہی مڈل طبقے سے اپنی ابھرتی کامیابی کا آغاز کیا تھا۔ شمس کا یوٹیلٹی سٹورز کا بزنس ایک زمانے میں بہت اونچے درجے کا تھا مگر اب حالات مختلف تھے۔ جلال جس نے اپنی محنت کے بل پر آج دو ٹیکسٹائل فیکٹریاں کھڑی کر رکھی تھیں مگر حقیقت تو یہ تھی کہ دونوں دوست حالات کی پستی سے بخوبی واقف تھے۔

"ہاں، فوراً اندر بھیجو۔ اور ساتھ ہی کھانے کے لیے کچھ اچھا سا بجھواو" جلال کے چہرے پر موجود صدا رہنے والا غصہ پہلی بار خوشی بنا تھا کیونکہ شمس حسین اور وہ بچپن کے ساتھی تھے۔

"اسلام و علیکم یا حبیبیٔ" شمس کے اندر آنے کی دیر تھی کہ جلال اپنے رعب دار اور دبنگ انداز میں اٹھ کر انکا استقبال کرنے اٹھے اور دونوں دوست گرم جوشی سے بغل گیر ہوئے تھے۔ دونوں پورے دو سال بعد مل رہے تھے، شمس حیسن کی چار دکانیں قبضہ معافیہ نے ہتھیا کر انکو سڑک پر چھوڑ دیا تھا، وہ لوگ اتنے اونچے بزنس سے

یک دم فقیر ہو کر سڑک پر آ گئے مگر یہ آئرہ کے نام موجود پراپرٹی تھی جسکا کچھ حصہ خود آئرہ نے بیچ کر وہ پیسے خالو کو دیے تا کہ وہ اپنا کام پھر شروع کریں۔ آئرہ کے والد اور شمس کی بھی اچھی دوستی تھی تبھی آئرہ اپنی خالا سے زیادہ خالو سے اٹیچ تھی۔ وہ خود بھی کھرے اور سچے تھے، آئرہ کے دیے پیسوں سے انہوں نے اپنی چھوٹی سی دکان کھولی جو آج شہر کے بہترین یوٹیلٹی سٹور کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ دو سال کی انتھک محنت سے شمس حسین نے اپنا ڈوبتا بزنس پھر سے کھڑا کیا اور آئرہ سے لیے سارے پیسے اسکے آکاونٹ میں ڈلوا کر اسکی امانت واپس کر دی کیونکہ وہ اب بہت اچھا کما رہے تھے۔ جلال اور وہ ایک ساتھ ہی سکول، کالج گئے تھے۔ حالات کی تنگدستی اور ذہنی دباو کے بیچ وہ لوگ دوسرے شہر منتقل ہو گئے تھے اور اس دوران شمس سے تمام ایڈریس اور فون نمبر تک گم گئے۔ اب جا کر انھوں نے ایک جاننے والے سے جلال احمد کے دفتر کا پتا معلوم کروایا تھا، جلال تو اتنی لمبی یار کی غیر حاضری پر اس وجہ کو جاننے کو بے تاب دیکھائی دیے تھے۔

"دو سال، کہاں نہیں ڈھونڈا تجھے۔ کہاں تھا تو، مجھے تو لگا کوچ کر گیا ہے" جلال نے باقاعدہ خفا سے شکوے سے انھیں بیٹھتے ہوئے دیکھ کر کہا تو شمس بھی دھیمے سے انداز میں مسکرائے۔

"بس یار، یہ سمجھ کے قسمت کے داو پیچ کی زد میں آ گیا تھا۔ بنا بنایا چار یوٹیلٹی سٹورز کا بزنس ٹھپ ہو گیا تھا، قبضہ معافیہ نے تو مجھے اور میرے خاندان کو کنگلا کر دیا، اگر آئرہ نہ ہوتی تو آج تو شاید مجھے کوچ کیے دو سال بیت چکے ہوتے" شمس نے اپنے اس مشکل وقت کے متعلق سرد آہ بھرے کہا تو مقابل مزید اشتیاق ابھرا۔

"یار، میں زندہ تھا ناں۔ مجھ سے کہتا تو، چل خیر یہ بتا بھابھی اور وہ تیرا اکلوتا بچہ کیسا ہے۔ مجھے تو لگا جیسے میں اب تجھے نہیں دیکھ پاوں گا" جلال کو جذباتیت میں ڈوبا ہوا ہلکے سے شکوے میں دیکھ کر تجسس آمیز ہوتے ہوئے

محسوس کر کے شمس اپنے اکلوتے لخت جگر کے ذکر پر منہ پر شدید بے زاری لا چکے تھے۔ دراصل کچھ سال پہلے ہی خود جلال نے حرا کے لیے نادم کے رشتے کی بات کی تھی مگر وہ نہایت سرسری تھی۔

"کیا بتاؤں، نادم نے تو مجھے نادم کر کے رکھ دیا ہے یار۔ ایم اے پولیٹیکل سائنس کر چکا ہے مگر مجال ہے جو اس میں کوئی انسانیت ہو، پتا نہیں چنے دے کر پاس ہوا تھا۔ دو سال سے نکما اپنے نالائق اور چھچھورے دوستوں کے ساتھ گھوم رہا ہے، اس نکمی اولاد نے تو مجھے پریشان کر رکھا ہے، اور ماں تو سوا سیر ہے۔ اسی کی شہہ پر نادم اس حال کو آیا ہے" وہ جلال سے کچھ نہیں چھپانا چاہتے تھے، تبھی اپنے لاڈلے کے کرتوت صاف صاف گوش گزار کر گئے تھے۔ دروازہ ناک ہوا اور ملازم چائے اور کھانے کے کچھ لوازمات رکھے باہر نکل گیا، جلال نے ایک گہری مشاہداتی نظر اس پریشان حال شمس پر ڈالی جو اس ذکر پر خاصے دلبرداشتہ اور مایوس سے دیکھائی دیے تھے۔

"کوئی نہیں یار، جوانی کا جوش ہے۔ ٹھیک ہو جائے گا، تو ایسا کر اسے ایک دو دن تک میرے آفس بھیج۔ اگر اسکے لیے کوئی مناسب جگہ بنتی ہے تو میں اسے رکھ لوں گا۔ مجھے ویسے بھی ایک ایسے بندے کی ضرورت ہے، میری تو اپنی اولاد نے مجھے عاجز کر رکھا ہے۔ کتنا ارمان تھا کہ دو بیٹے ہیں چلو کل کو میری بازو بنیں گے۔۔۔۔ پر ناں جی۔ ایک نے ڈاکٹری چن لی اور دوسرے کے تو مزاج ہی رئیسانہ ہیں" جلال خود اپنا رونا شروع کر چکے تھے، جلال نے سوچ کے زیر اثر نادم کے سلجھاو کے لیے بے حد اچھی آفر کی تھی۔

"کیا کریں یار، یہ آجکل کی نسل تو ماں باپ کو کچھ سمجھتی ہی نہیں" شمس نے چائے کا کپ اٹھائے جلتے انداز میں کہا، گویا ایسی تلخ بات کہ چیونٹیاں جسم میں لوٹ کھسوٹ کرنے لگی ہوں۔

"سہی کہا ہے، ویسے حرا کو بہو بنانے والی بات قائم ہے ناں" جلال نے کن اکھیوں سے کریدتے ہوئے رازداری سے پوچھا تو شمس رنجیدگی سے جلال کی طرف دیکھ کر مایوس ترین صورت بنا چکے تھے۔

"میرے لیے اس سے بڑی خوشی کیا ہو گی، مگر میں اپنی نکمی اولاد کو اس بچی کے سر نہیں تھوپ سکتا۔ جب تک وہ کچھ بن نہیں جاتا، تب تک میں کیا کہہ سکتا ہوں یار" نادم کی صورت جلال کو ایک مفت کا بندہ مل جاتا، اور وہ بھی ایم اے پولیٹیکل سائنس والا۔ اسے اور کیا چاہیے تھا۔ اپنے بزنس کی بحالی کے لیے انھیں ویسے بھی ایک آدمی چاہیے تھا۔ ضامن اور مبشر سے تو انھیں کوئی رتی برابر امید نہ تھی، اب جلال کا واحد سہارا یا خضر تھا یا نادم۔ خضر کا اکڑ امزاج اور غرور تو ویسے بھی جلال کو ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، تو اب انھیں نادم ہی کچھ مناسب بکر الگا تھا۔

"ارے یار، میں ہوں ناں۔ میں اسے سیٹ کر لوں گا، دوستی کو رشتہ داری میں بدلنا ضروری ہے۔ نا ٹنشن لے یار، میں دیکھ لوں گا" تو گویا جلال نے تو شمس کی مشکل کے حل کا پروانہ بہت آسانی سے انکو تھما دیا تھا۔

"اللہ کرے وہ سدھر جائے، اگر وہ کسی جوگا ہوتا تو رونا ہی کس بات کا تھا۔ آئے دن اسکی حرکتوں سے عاجز آ چکا ہوں، ٹھیک ہے میں اسے ایک دو دن تک تمہارے پاس بھیج دوں گا" شمس نے گویا بے دلی کا عنصر لیے کہا مگر وہ جلال کو جانتے تھے کہ وہ اسے سدھار ہی لے گا۔ جلال نے بھی بدلے میں خاصی مخلصانہ اور مطمئین مسکان دیے چائے کا کپ منہ سے لگا لیا تھا۔

****

"دادی، دادی۔۔۔۔ کہاں ہیں "عنیہ کالج سے واپس آئی تو چینج کیے بنا دادی کو پکارتی ہوئی لان میں دوڑ آئی۔ کنیز باجوہ پورے انہماک سے لان میں آج مٹر کے پودے لگا رہی تھیں، عنیہ دور سے ہیٔ اپنی اس مہارت سے بھری دادی جان کو دیکھ کر مسکرائی اور ان کے کھڑے ہوتے ہی ان سے لپٹ گئی۔ دادی بھی شدت جذبات میں اس جان جیسی عنیہ کو لپٹائے ہی کرسیوں تک لے آئیں۔

"دادی، کیا سوچا پھر آپ نے، ہم آج رات بھیا کی منگنی کر آئیں "عنیہ کو تو لگتا تھا کہ شادی فوبیا ہی ہو گیا تھا، دادی تو اسکی پھرتیوں پر اپنی آنکھیں حیرت سے اٹی ہوئی محسوس کر رہی تھیں۔ رات انہوں نے کافی سوچا تھا اور انھیں عنیہ کی بات ٹھیک لگی تھی۔

"عنیہ، مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ کیا کروں۔ عریش اگر کسی اور کو پسند کرتا ہوا تو کیا ہو گا؟" دادی نے ایک نئے حدشے کے پیش نظر ایک اور مدعا سامنے دھرا تو عنیہ منہ بسور چکی تھی۔

" دادی جانو، ایسا ہونا ناممکن ہے، عریش بھیا کو محبت ہو گی تو بس جنت آپی سے کیونکہ میرا دل کہتا ہے "عنیہ کا یقین تو واقعی قابل داد تھا، اب تو دادی بھی محتاط سی کسی سوچ میں گم تھیں۔

"اف تو مجھے شرمندہ کروائے گی عنیہ، دیکھ لے اگر عریش نہ مانا تو پھر میں نے تجھے نہیں چھوڑنا" اب دادی جان زرا ڈان بن کر گھورتی ہوئیں مخمل لوٹ گئیں تو عنیہ کی بھی مودب سی بتیسی باہر گری۔

"ھاھاٹھیک ہے، پہلی بات کہ عریش بھیامان جائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں۔ دادی آپ خان بابا سے کہہ کر میٹھائی اور باقی چیزیں منگوالیں میں تب تک آپکا اور اپنا سوٹ پریس کرتی ہوں" عنیہ کی تو باچھیں یوں کھلیں جیسے اسے قارون کا خزانہ ملا تھا، دادی خود عنیہ کی تیزیوں پر سر جھٹکے ہنس دیں۔ خان بابا انکے چوکیدار تھے جو اسی علاقے کے رہائشی تھے، عنیہ تو لازوال خوشی سے کہہ کر اندر بھاگ گئ جبکہ دادی کے چہرے پر بھی اب ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئ تھی۔ پتا نہیں کیا وجہ تھی کہ انکا دل بھی عریش کے لیے جنت کا سوچ کر اندر سے خوش تھا۔ دوسرا انھیں بھی کہیں نا کہیں عریش کی تربیت پر فخر تھا کہ وہ کم از کم دادی کو کبھی شرمندہ نہیں ہونے دے سکتا تھا۔ دوسری طرف جناب عریش صاحب کو خبر بھی نہ تھی اور انکی اسیری کے لیے اچھی خاصی تیاری ہو چکی تھی۔

****

" بھئی تم سب آج ہمارے گھر چلو، کل جو کرنا وہ کرلیں گے۔ آج کی مستی زیان ہاوس میں" وہ پانچوں آفس سے نکل آئے تھے، آج خضر کے بجائے زیان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال رکھی تھی جبکہ خضر مدھم مسکان کے سنگ اسکے ساتھ براجمان تھا جبکہ پیچھے دو بیوٹی فل لیڈیز کے درمیان ناٹی سے عریش اب کچھ گنگنائے جا رہے تھے،

آئرہ اور افراح اس فلاپ سنگر کے گانے پر بڑی برداشت کا مظاہرہ کرتی ہوئیں بچارگی سی مسکان کے ساتھ ہلکی ہلکی تالیاں بجائے بلکل عریش کی ٹیم کی لگ رہی تھیں۔ زیان صاحب کی آفر پر تو عریش نے باقاعدہ دونوں انگلیاں منہ میں ڈالے سیٹی مارے افراح اور آئرہ کے کانوں میں پورے کا پورا گھس کر پردے پھاڑ ڈالے تھے۔

"یاھو، بھئی یہ ہوئی ناں بات۔ دیکھ لو میں تو جو جو ساتھ رکھے گا رہ لوں گا۔ شریف جو ہوا، جب تک آئرہ اور خضر کا رشتہ وشتہ طے ہوتا میں تم چاروں کا بن بلایا مہمان بننے پر کھلے دل سے راضی ہوں" عریش دی گریٹ نے اپنے بے سرے گانے کو روکے اپنی والہانہ اپنے منہ میاں مٹھو والی تعریف اور مہمان بننے کی اعلی سخاوت پیش کیے آواز بلند کی، سب ہی اس چھچھورے مگر جان سے پیاری رونق پر فدا ہوئے۔

"ھاھا عریش تم نہیں سدھرو گے" محترم خضر بھی زرا دل سے خوشی کا اظہار کرتے بولے تو عریش بیٹھے بیٹھے ہی خضر پر چڑھے اس بچارے کا منہ اچھے سے کوچی کوچی کر گیا۔ سب کے چہروں پر ہنسی دوڑ گئی تھی، یعنی یہ پلٹون آج زیان اور افراح کے گھر مستی کی دھمال ڈالنے والی تھی۔

"بھئی ہم میں سدھرنے کے جراثیم ہیں ہی نہیں، ویسے بھی میں تم چاروں کو شرارتی کرنے کے بعد سدھرنے کا سوچوں گا۔ تب تک ہم سے جو جو پنگا لے گا آپن اسکی ساری لائف ہیک کر دے گا" ناٹی سے عریش نے اتراتے ہوئے چاروں کا دھیان اپنی طرف مبذول کرواکر بڑے جوشیلے انداز میں کہا تھا، یہ تو اب اسکو کچھ دن بعد مری جا کے پتا لگنا تھا کہ بچارے کو باندھنے کے لیے دادی اور عنیہ آج شام منگنی کر کے آنے والے تھے۔

"تم ہنستے ہی پرفیکٹ لگتے ہو پارٹنر، ہم دل سے چاہتے ہی نہیں کہ ہمارا یہ ڈرامہ سدھرے" ساتھ بیٹھی آئرہ نے محبت سے عریش کے کندھے پر پنچ مارے بڑے لاڈ سے کہا تو اب تو سب ہی رشکی زدہ سی متفق بالوں میں سر

ہلاتے دیکھائی دیے تھے۔ آئرہ، عریش سے ایک سال بڑی تھی، مگر وہ دونوں ہی گینگ کے چھوٹے لاڈلے کہلاتے تھے۔

"اہمم اہمم بیٹھ جایئے بیٹھ جایئے، پیچھے والوں کو بھی میر ادیدار کرلینے دیں" عریش صاحب تو لگتا تھا ایک راک سٹار ہیں اور ہزاروں کا مجمعہ انکی سمت اچھل کر آرہاہے اور وہ انکو بڑی ادا سے بیٹھنے اور پیچھے والے شائقین کی رکاوٹ بننے سے روک رہے تھے۔ عریش کی اس شوخی پر تو افراح نے اسکے دونوں کان بازو پیچھے لے جاکر پکڑے تو سب نے اب ایک ساتھ قہقہہ لگایا تھا۔

"اف عریش، تو کتنا پیارا کھوتا ہے" زیان نے اس قدر امڈتے پیار لٹاتے انداز میں گردن موڑے عجیب وغریب تعریف کیے کہا کہ خود عریش کی بتیسی بھی باہر کو آکر گری تھی۔ ہنسنے کا سلسلہ رکا تو جناب راک سٹار پھر سے اپنے بے سرے راگ چھیڑ چکے تھے۔

"ڈسکو دیوانے،،،،، آہاااا آہ، ڈسکو" اب تو ان پانچوں نے عریش کے گانے کی چوائز پر اپنے اپنے بظاہر سر دھنے مگر حقیقت میں جکڑ لیے تھے، ہائے آج ان سبکے کانوں اور زوق کی بلکل خیر نہ تھی۔

****

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں شمس، نادم کی شادی بس آئرہ سے ہو گی۔ میں آئرہ کو کسی قمیت پر نہیں چھوڑ سکتی، وہ ہمارے لیے خزانے کی چابی ہے" شام کو گھر آتے ہی شمس نے ہاجرہ کو جلال سے کی جانے والی ملاقات کا حال احوال بتایا تو ہاجرہ تو ہتھے سے اکھڑ کر جلبلا اٹھی تھیں، گویا اس اچانک کے فیصلے پر وہ بھونچکا ہو گئیں۔ شمس نے اس لالچی عورت پر ایک غصیلی نظر ڈالی جو اس بچی کو اتنا لوٹ کر بھی باز نہیں آئی تھی۔

"بد دماغ عورت، کیوں اس یتیم بچی کی بد دعائیں لینا چاہتی ہے۔ یتیم کا مال کھانے والے کو سخت عذاب ہو گا، آئرہ نے جتنا ہم سب کے لیے کیا ہے اور کر رہی ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اب اس بچی کو میں نادم کے لیے پابند نہیں کر سکتا۔ آئرہ پڑھی لکھی اور دنیا کی سمجھ بوجھ رکھنے والی بچی ہے، وہ جہاں شادی کرنا چاہے گی میں اسکے ساتھ ہوں۔ اور اس معاملے میں تم نے یا اس نکمی اولاد نے ٹانگ اڑائی تو انجام بہت برا ہو گا" شمس تو انگلی اٹھا کر ہاجرہ کو سختی سے اپنی بات سمجھاتے ہوئے غرائے تھے، ہاجرہ کے چہرے پر صاف ناپسندیدگی درج تھی۔

"مگر شمس" ہاجرہ نے منمنانے کی کوشش کی مگر شمس کے ہاتھ کے اشارے کے آگے انکی بھڑکتی سلگتی آواز دب گئی تھی، ہونٹ بھینچے وہ سخت کوفت زدہ ہوئیں۔

"جلال احمد کی بیٹی حرا، بہت سال پہلے ہم دونوں نے آپس کی دوستی کو رشتہ داری میں بدلنے کا عہد کیا تھا۔ میں جانتا ہوں فی الوقت نادم دنیا کی کسی لڑکی کے قابل نہیں مگر جلال نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ اسے سدھار دے گا۔ وہ اسے اپنے اتنے کامیاب کاروبار میں نوکری دے گا، پھر بیٹی دے گا۔ اور کیا چاہیے تمہاری اس بے کار اولاد کو، ایم اے پولیٹیکل سائنس والے آج دیکھو کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں اور ایک یہ نکما ہے، بس اپنے آوارہ یاروں اور عیش پرستی سے ہی فرصت نہیں۔ دیکھ ہاجرہ، نادم ہماری اکلوتی اولاد ہے، کیا تو نہیں چاہتی کہ وہ

بھی ہم سب کا فخر بنے، آفسر بن کر وہ ہمارا نام چمکائے" اس بار شمس کے لہجے میں تاسف زدہ استفسار تھا، ہاجرہ کے چہرے پر قائل ہونے والے کوئی تاثرات نہیں تھے۔

"اور آئرہ" ہاجرہ کی سوئی وہیں کی وہیں اٹک چکی تھی۔

" آئرہ اس بار آئے تو میں اس سے خود پوچھوں گا، اگر اسے کوئی پسند ہے تو بس ٹھیک نہیں تو میں اسکی شادی اس کے معیار کے مطابق لڑکے سے کروں گا۔ تم آئرہ کی فکر چھوڑ کر نادم کے دماغ میں وہ بھرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ کل اتوار ہے، پرسوں صبح دس بجے اسے جلال کے آفس جانا ہے، باقی وہ جانے اور جلال" شمس نے حتمی طور پر اپنا فیصلہ سناتے ہوئے بات کا کنارہ برہمی اور اٹل انداز میں توڑتے کہا تو ہاجرہ کے چہرے پر خلش زدہ افسردگی رقم ہوئی تھی۔ آئرہ کے مقابلے میں حرا سے تو انکو مزید زیادہ فائدہ ہونا تھا کیونکہ وہ اتنے امیر باپ کی اکیلی بیٹی اور دولاڈلے بھائیوں کی بہن تھی۔ ہاجرہ کی لالچی طبعیت تو یہاں بھی فائدے کے متعلق سوچ کر ہلکان تھی۔ شمس نے اٹھنے سے پہلے ایک نظر اپنی منصوبہ ساز سی خطرناک بیگم پر ڈالی تو افسوس سے اپنا سر جھٹکتے باہر نکل گئے۔ ہاجرہ تو شدید جھنجھلاہٹ کا شکار تھیں۔ اسے فی الوقت وقت آئرہ کے ہاتھ سے نکلنے کا شدید صدمہ لاحق تھا۔

****

"لیکن کنیز خالا" مانیہ کے چہرے کی ہوائیاں تو تب اڑیں جب عنیہ اور دادی پورے شاہی اور دھوم دار طریقے سے جنت کا رشتہ مانگنے اور انگوٹھی پہنانے کی بات کر رہی تھیں، مانیہ کے شوہر کمال رضا بھی خاصی خوشگوار حیرت کا شکار تھے۔ جنت تو دروازے کی اوٹ میں کوئی مجسمہ بنی کھڑی تھی کہ اس پگلی کو یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا۔ عنیہ تو اس قدر خوش تھی کہ فاحد کو گھود میں بیٹھائے وہ اپنی والہانہ خوشی کا اس عنی کہنے والے کیوٹو کے ساتھ مل کر کر رہی تھی۔

"عریش میرا پوتا ہے مانیہ بچے، اور اسکی تربیت میں نے بہت ایمانداری سے کی ہے۔ بھلے وہ تھوڑا روشن مزاج سہی مگر برا نہیں ہے۔ اس جیسا ہیرا تمہاری جنت کو کبھی نہیں مل سکتا" دادی نے مانیہ کے خدشے کو بھانپتے ہوئے اپنے نرمی لٹاتے لہجے میں کہا تو اب تو مانیہ کے شوہر بھی متفقہ سر اثبات میں ہلا رہے تھے۔ جنت کا دل اس قدر زور سے دھڑکا کہ وہ دروازے کے پیچھے چھپ کر اپنی اتھل پتھل ہوتی ڈھڑکنوں کے شور سے خوف کھا گئی۔

" دادی ایسی بات نہیں ہے، بس وہ اسے لاپرواہ لگتا ہے" اب تو کمال رضا بھی بہت محبت سے مانیہ کے خوف کے پیش نظر بولے تو دادی بھی متفقہ مسکرا دیں۔

" وہ لاپرواہ سہی، پر وہ میرا لاڈلا بھی تو ہے۔ تم دونوں بے فکر رہو بچے، جنت کو میں اپنی بیٹی بنا کے رکھوں گی" دادی کو تو خود رہ رہ کر ابھی تک خوف آ رہا تھا، عنیہ کی جذباتی ابھارنے کی کوشش پر دادی عریش کا رشتہ لینے پہنچ تو گئی تھیں مگر اب انھیں کئی وسوسے گھیر چکے تھے۔

"ٹھیک ہے کنیز خالا، میں آپکے بھروسے ہاں کر دیتی ہوں لیکن مجھے اطمینان تبھی ملے گا جب عریش واقعیٔ ثابت کرے گا کہ وہ جنت کے لیے بہترین ہے" مانیہ تو جانتی تھی کہ اسکی بہن اس پگلے کی شیدائی ہے، وہ بھلے دل سے غیر آسودہ تھی مگر دادی کے مان کے آگے اسے ہاں کرنی پڑی تھی۔ دادی نے بہت پہلے سے عریش کی دلہن کے لیے بہت پیاری انگوٹھی بنوا رکھی تھی، دادی نے بیگ سے انگوٹھی نکال کر بے قراری سے ادھر ادھر دیکھا تو عنیہ ہنستی ہوئی فاحد کو صوفے پر بیٹھائے اٹھ گئی۔

"میں جنت آپی کو لاتی ہوں" عنیہ نے چہکتے جوش کے سنگ کہا اور جونہی وہ کمرے کی طرف بڑھی، دروازے سے ساتھ کملائی سی جنت کو دیکھ کر دلفریبی سے ہنستی ہوئی اس سے جا لپٹی۔ جنت جو پہلے ہی اپنے دل کے عجیب اتار چڑھاو پر ہلکان تھی، اب تو باقاعدہ چونک گئی تھی۔ عنیہ الگ ہوئی تو اسکا متبسم چہرہ گدگدی کی ترجمانی کر رہا تھا۔

"آج ہم آپکو عریش بھیا کی امانت بنانے آئے ہیں، آپ فکر مت کریں۔ عریش بھائی کو میں اور دادی منا لیں گے۔ میری بھابھی صرف آپ بنیں گی، ان بارہ گرل فرینڈز کی ایسی کی تیسی۔ آئیں دادی آپکو رنگ پہنانا چاہتی ہیں" عنیہ جہاں خوشی سے مہک رہی تھی، جنت تو دم بخود سی رہ گئی تھی۔ جس انسان کو اس نے دیکھ کر اپنی آنکھوں میں آسودگی اترتی محسوس کی تھی، وہ اب اسکا ہونے کو تھا۔ جنت کو واقعی اس سب پر یقین نہ تھا۔

"عنیہ، وہ نہ مانا تو" جنت کی آنکھیں انہونی کے خوف نے بجھائیں تو عنیہ جو اسکا ہاتھ پکڑے ساتھ لے جانے والی تھی، اس بات پر بے اختیار پلٹی۔

"ایسامت سوچیں ناں، آپکو مجھ پر بھروسہ رکھنا ہو گا۔ میرے بھیا بہت جھلے سے ہیں، انکو جب پتا چلے گا کہ آپ انکو کتنا چاہتی ہیں تو سچی انکو آپکی چاہت سے پیار ہو جائے گا۔ وہ بہت پیارے اور حساس ہیں، وہ کسی کا دل نہیں توڑتے "عنیہ تو ہر ممکن کوشش کیے جنت کے ٹوٹے اور جڑتے حوصلے کو روانی دے رہی تھی مگر جنت تو اداس سی سر جھکا گئی تھی۔ اسے عریش نہیں، عریش کی رضا سے محبت تھی۔

"اچھاناں، چھوڑیں سب۔ آجائیں "عنیہ اسکی اداسی کو دور بگاتی ہوئی اسکا ہاتھ پکڑے زبردستی سب کے بیچ لے گئی۔ دادی نے محبت لٹاتی نگاہیں جنت کے چہرے پر ڈالیں اور اسے پاس بیٹھا کر وہ بہت خوبصورت سی چھوٹے سے ڈائمنڈ والی انگوٹھی جنت کی انگلی میں پہنا کر اسے سینے میں سمو گئیں۔ مانیہ اور کمال بھی دل پسند مسکراہٹ کے سنگ اپنی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ عنیہ فوراً سے پہلے ٹیبل سے میٹھائی کی پلیٹ اٹھا کر سب کی طرف آئی اور بذات خود سب کا منہ میٹھا کروایا۔ عنیہ نے بھی ایک بار پھر جنت سے لپٹ کر مسکراہٹ کا فریضہ نبھایا۔ وہاں عریش صاحب کو خبر تک نہ ہوئی اور کوئی دیوانی اسکی نام کے ساتھ امانت کے طور پر جڑھ گئی۔ دادی اور عنیہ گھر آئے تو عنیہ کی خوشی پر دادی اپنا رہا سہا خدشہ بھی بھلا بیٹھیں۔ جنت تو ساری رات اپنی انگلی کی اس انگوٹھی کو یک ٹک دیکھتی رہی جو اس یک طرفہ محبت کے پہلے تحفے کی صورت اسے ناجانے بے چین کیوں کر رہئ تھی۔ اسے عریش کے رد عمل سے شدید خوف آ رہا تھا۔

****

"ابے یار، وہ لگتا ایویں سا ہے پر ایک نمبر کا سانڈ ہے۔ تم لوگوں کو میں بس ایک اشارہ دوں گا اور ڈنڈے لاٹھیاں لے کر پہنچ جانا۔ اس نے نادم کو بڑا ایزی لے لیا ہے" یہ ایک سنوکر کلب تھا جہاں کئی اوباش اور غنڈے اپنے اپنے مولوایوں والے خلیوں کے سنگ نادم کے ارد گرد کھڑے تھے۔ نادم ان سب میں اب بے حد شریف دیکھائی دے رہا تھا کیونکہ یہاں پر تو سوچ سے بھی بڑھ کر وہشت اور خباثت پھیلی ہوئی تھی۔ نادم نے اپنی مونچھ کو تاو دے کر پس پردہ خضر سے خوفزدہ ہو کر پلین سمجھایا تو اسکے دوستوں نے ایک تمسخرانہ جبیس قہقہہ لگایا۔

"اوئے نادم، تو لگتا ہے ہمیں ایزی لے رہا ہے۔ اس ہاتھ کا ایک مکا ہی کافی ہے" سیاہ نقوش والے ایک بھدے آدمی نے اپنی موٹی بازو دہری کر کے مکے کی شکل میں اپنی طاقت کا نظارہ کروایا تو نادم بھی اب معنی خیز سا ہنسا تھا۔ ایک طرف باقاعدہ کچھ لڑکے جوا کھیل رہے تھے جبکہ یہاں ہیروئن بھی بیچی جاتی تھی۔ نادم کے سارے دوست ہی غنڈے اور بگھڑے تھے جنکی صحبت کا اثر تھا کہ نادم بھی پڑھ لکھ کر ان کے اڈے پر آ کر اپنا کبارہ کر رہا تھا۔

" چلو یار پر تمہاری بھابھی کو اپنے اس دوست کے ادھ منہ ہونے کا بڑا صدمہ ہو گا، پر سانوں کی۔ جو نادم کی بے چینی بنتا ہے، نادم اسکی زندگی ہلا دیتا ہے" گھر میں جنکو جوتیاں ہی ملیں وہ باہر اکثر یونہی اکڑ کر شیر بنتے ہیں، اسکے دوست تو تب متاثر ہوتے جب وہ اس نادم کی اوقات نہ جانتے ہوتے۔ تبھی سارے اپنے پیلے دانوں کے سنگ

قہقہے لگا کر ہنس پڑے، نادم نے ایک گھوری سکو عطا کی اور ڈھیٹ صاحب خود بھی دانتوں کی نمائش میں لگ گئے۔

"چلو یار چھوڑو، ابھی شیلا آنے والی ہے۔ اف کیا مجرہ کرتی ہے قسم سے" اوباش مجمعے میں سے اب ایک اور تیکھی شکل اور رنگین مزاج قسم کا لوفر باقاعدہ خباثت سے آنکھ مارے بولا تو ان سب کے چہرے چمکے تھے۔

"باس۔۔۔۔ باس ریٹ پڑھ گیا" اس سے پہلے کہ ایک لڑکا گولی کی طرح اندر آکر بولتا، فائرنگ پر وہ سب ہی ہولناک منہ لیے کونے کھدروں میں بھاگے مگر افسوس، پولیس نے انکے اسنوکر کلب کو پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ انکو اطلاع ملی تھی کہ یہاں جوا کھیلا جاتا ہے۔ اور خیر سے آج نادم بھی پولیس کی چھترول کے قبضے میں آچکا تھا۔

"لعنت ہو، تم لوگوں کو میں چھوڑوں گا نہیں۔ کس نے خبر لیک کی" وہ دانی نامی کلب کا مالک تو یوں تھا جیسے اسے کسی نے بجلی کا تازہ کرنٹ لگا دیا تھا۔ پولیس انسپیکٹر نے گچی سے مڑور کر اسے اپنے مقابل کیا۔ باقی سب بھی سپاہیوں کی گرفت میں تھے، خود نادم پھٹی آنکھوں سے اپنی عزت کے جنازے کا سامنا کرنے کا سوچ کر ہی بھیگی بلی بن چکا تھا۔

"لعنت تو تم پر ہو جو یہ فساد خانہ کھول رکھا ہے، چلو آج زرا تھانے۔ ایسی چھترول کروں گا کے نانیاں نانے دادیاں اور دادے بھی یاد آئیں گے۔ چلو آگے لگو" انسپیکٹر تو خاصا جلالی تھا، وہاں موجود تقریبا آٹھارہ لڑکوں کو پولیس گھسیٹ کر لے کر گئی تھی۔ دوسری طرف شمس عشاء کی نماز پڑھ کر واپس آرہے تھے تو ایک محلے دار نے انکو روکا۔

"شمس بھائی، سنوکر کلب پر پولیس کا ریٹ پڑا ہے، سنا ہے اپنا نادم بھی وہیں تھا۔ پولیس ان سب کو ابھی تھانے لے کر گئی ہے" وہ آدمی بڑی تشویشناک صورت بنائے شمس حسین کو صدمے میں غرق کر چکا تھا۔ بس یہی ذلت رہ گئی تھی جو اس اولاد نے دے کر شملہ آسمان تک پہنچا دیا تھا، شمس نے دیوار کا سہارا لیا اور اپنا سر پکڑے سیڑھی پر بیٹھ گئے۔

"ستیاناس ہو تیرا نادم، میری رہی سہی عزت بھی خاک میں ملا دی تو نے" شمس ایک دکھی سی سرد آہ بھرے خود کلامی کرتے ہوئے سرعت سے اٹھے اور گھر کی طرف چل دیے۔ صحن میں ہاجرہ پریشانی اور بے قراری سے ٹہل رہی تھیں کیونکہ اسے بھی خبر پہنچ چکی تھی۔ شمس کو آتا دیکھ کر وہ دو سیکنڈ کے اندر روتی ہوئی بے قراری سے ان تک پہنچیں۔

"شمس، شمس نادم کو پولیس لے گئی۔ خدا کے لیے کچھ کریں، وہ بھلے ان غنڈوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھا ہے پر قسم سے میرا بچہ جواری یا نشئی نہیں ہے۔ شمس پلیز کچھ کریں" ہاجرہ تو تکلیف سے بلبلا اٹھی تھیں مگر شمس کی نظر یوں سختی لیے تھی کہ ہاجرہ کے دل تک پیوست ہوئی۔

"کتنا منع کیا تھا اس کو کہ ان یاروں کا پیچھا چھوڑ دے، پورا محلہ مجھے یوں دیکھ رہا تھا جیسے میں کوئی مجرم ہوں۔ اس اولاد نے شرمندہ اور ذلیل کر دیا ہے۔ اور خبردار جو تم نے مجھے اس کے لیے کچھ کرنے کو کہا، ایک رات حوالات میں رہے گا تو ہو سکتا ہے کچھ عقل آئے۔ صبح دیکھوں گا کیا کرنا ہے" شمس نا چاہتے ہوئے بھی بے رحم بن کر بولے مگر ہاجرہ کا تو دل پھٹ گیا۔

"نہیں شمس، آپ جانتے ہیں یہاں کی پولیس کو، وہ میرے بچے کو مار کے رکھ دیں گے۔ اللہ کا واسطہ ہے شمس آپ آئرہ کو کہیں وہ ضرور کچھ کرے گی، اسکا وکیل بہت بڑا ہے۔ پلیز شمس" ہاجرہ روتی ہوئی اپنے خدشوں کو زبان دے رہی تھیں اور شمس وہیں سر تھامے صحن میں رکھے پلنگ پر گرنے کے انداز میں بیٹھے تھے۔

"اس وقت کوئی وکیل کچھ نہیں کر سکتا ہاجرہ، نادم کی غلطی ہے تو اسے سزا ملنے دے" اب کی بار شمس بھی دل تک دکھی اور تاسف زدہ ہوئے تو ہاجرہ بے یقینی سے شمس کی سنگدلی پر رنجیدہ ہوئیں۔

"اللہ کا واسطہ ہے شمس، وہ ہماری اکلوتی اولاد ہے" ہاجرہ کی آنکھیں تکلیف سے اٹ کر گزارش کر رہی تھیں، شمس نے ایک گہرا سانس خارج کیا اور جیب سے فون نکال کر کوئی نمبر ملانے لگ گئے۔

****

"ویسے بگ بی، کیا تصویریں بناتے ہو۔ پر قسمے مجھے تو سمجھ نہیں آتی لوگ ان ترچھی ڈنگی لائنوں کے اتنے اتنے ہزار کیوں دیتے ہیں" وہ سب آج زیان اور افراح کے گھر رکے تھے، افراح نے مزیدار کھانا تیار کیا جس میں اسکی مدد آئرہ نے پوری خوشدلی سے کی تھی۔ خضر آتے ہی سو گیا تھا کیونکہ ان چاروں نے اسے سختی سے آرام کا کہا تھا اور کھانے سے پہلے جگانے کا ارادہ کیا تھا۔ زیان اب بڑی مہارت سے پیشہ وارانہ انداز میں سلاد بنا رہا تھا اور جناب ناٹی اور شرارتی سے عریش صاحب ہاتھ سینے پر باندھے دیواروں پر زیان کے بنائے اعلی مصوری کے فن

پارے دیکھ کر بڑی گہری سوچ کے زیر اثر بولے تھے۔ افراح اور آئرہ تو عریش کی تحقیق میں لپٹی بات پر کھانا لگاتی ہوئی مسکرائیں جبکہ زیان ساتھ پڑا کشن عریش کی پشت پر مار چکا تھا۔

"دس از بیوٹی فل آرٹ کھوتے، یہ صرف ذوق والے سمجھتے ہیں۔ تو میرا بچہ بس گرل فرینڈ بنایا کر" زیان کو اعلی پائے کا باورچی بنا دیکھ کر عریش کے چہرے پر شرارت چمکی اور وہ فوراً سے لمبے ڈگ بھرتا زیان کے ساتھ دھڑم سے بیٹھا۔

"ھاھا بگ بی، گرل فرینڈز یوں سلاد نہیں بنواتیں۔ قسمے اے ظلم بیویاں ہی کر دیاں نے" عریش نے کھسیانی ہنسی اور بتیسی کی نمائش کے سنگ زیان کے کان میں گھسے کہا تو وہ بھی قہقہہ لگائے ہنس دیا۔

"اوئے ناں، بھئی بیوی جیسی نعمت بھی کہیں نہیں ہے۔ ویسے تو نہ گھبرا ہم تیری بیوی سے پہلے ہی کہہ دیں گے کہ عریش صاحب سے سلاد نہ بنوانا۔ ہاں برتن دھلوانا اور صفائی کروانا مت بھولنا" زیان صاحب تو ہر وقت بچارے چنے اور پیارے سے عریش کو چڑاتے ہی رہتے تھے۔ پس پردہ شرارت چھپائے عریش اب کھیرے اٹھا کر منہ میں ڈالتا ہوا ساتھ اس زیادتی پر منہ بسور گیا تھا، اور جب وہ اپنا منہ یوں چنا کرتا تھا تو بے حد کیوٹو لگتا تھا۔

"آئرہ جاؤ خضر کو اٹھاؤ، اسے کہو کھانا کھا لے" افراح اور آئرہ نے سارا کھانا میز پر لگا دیا تھا، بس وہ اب بریانی کی ٹرے رکھتے ہوئے فکرمندی سے بولی تھی۔ آئرہ نے مسکاتے ہوئے کمرے کا رخ کیا تو خضر اٹھ چکا تھا، وہ بیڈ کے پاس کھڑا اپنا فون چیک کر رہا تھا، آئرہ کو آتا دیکھ کر محترم کے چہرے پر سنجیدہ ہی سہی مگر بہار ضرور آتی تھی۔

"آہاں، یو لک فریش۔ چلو آجاو کھانا ریڈی ہے" آئرہ اسکے قریب آکر اسکا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے مسکراتے بولی تو خضر نے بھی اب کی بار مسکرا کر آئرہ کا چہرہ دیکھا۔ یہ نظریں مل کر زندگی کے کامل وجود کا استعارہ بنتی تھیں، دونوں ہی اس بار ظالمانہ مسکرائے تھے۔

"صبح تمہیں مما سے ملوانا چاہتا ہوں، اسکے بعد ہم شام کو تمہارے خالا اور خالو کی طرف جائیں گے۔ ٹھیک ہے" خضر مسکان ختم کیے اب زرا سنجیدگی کے خول میں لپٹ کر آئرہ کی آنکھوں میں جھانکے اپنی منصوبہ سازی گوش گزار کیے بولا جو اس شخص کے ہو جانے کا سوچ کر ہی ہواوں میں اڑان بھر چکی تھی۔ آئرہ نے کچھ پل کو اپنی سرشار سی پلکیں جھکائیں تو ہر منظر ہی مہک اٹھا، اور پھر آئرہ نے اپنا چہرہ اٹھا کر خضر کی منتظر سی آنکھیں دیکھیں۔

"ٹھیک ہے، میں تو اس سب کو ابھی تک خواب سمجھ رہی ہوں۔ نجانے کیوں مجھے اس نادم سے ڈر لگ رہا ہے، اگر اس نے کوئی مسئلہ کھڑا کر دیا تو کیا ہو گا" آئرہ نے آخر دل کے رہے سہے ڈر کو بھی خضر کے سامنے رکھا تو وہ خاصا حیران کن سا تاثر دیے مسکرا دیا۔

"وہ مسئلہ کرے گا تو خضر مسائل کی لائن لگا دے گا، یو ڈونٹ وری۔ وہ کم از کم اب مجھ سے تو دور ہی رہے گا، تم اس سب کو لے کر بلکل فکر مت کرو" خضر نے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی سیاہ آنکھوں میں تسلی اور محبت کا جہاں آباد کیے کہا تو آئرہ اس شخص کے ہر ہر لفظ میں اظہار کا رنگ محسوس کرتی ہوئی مہک اٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے، لیکن جب تک ہماری شادی نہیں ہو جاتی، مجھے فکر رہے گی۔ اچھا یہ سب چھوڑو، چلو کھانا کھاتے ہیں" آئرہ اسکا ایک ہاتھ چھوڑے اب دوسرے سے پکڑے مسکراتی ہوئی اسے کمرے سے باہر لے گئی جہاں دونوں کو یوں ہاتھ پکڑ کر آتا دیکھ کر جہاں عریش نے شریر سیٹی بجائی وہیں افراح اور زیان تو صدقے واری جلے

گئے۔ دونوں نے ہلکی سی حیا چہروں پر لائے فوراً سے اپنے ہاتھ چھوڑے تو سب کا قہقہہ پورے لاونج میں کھنک کر زندگی کا ایک طلسمی رنگ بن گیا تھا۔

****

شمس نے آئرہ کے نمبر پر کال کی مگر اسکا فون شاید سائلنٹ تھا تبھی اس نے پھر جلال کو فون کیا تھا۔ رات ایک بجے تک جلال نے اپنے وکیل کو بلوا کر نادم کی ضمانت کروالی تھی کیونکہ ان سب کے خلاف پکی ایف آئی آر درج ہوگئی تھی۔ جلال خاصے مایوس تھے کہ نادم واقعی حرا کے قابل نہیں تھا۔ مگر اب جب انہوں نے اس بگھڑی شے کو سدھارنے کا عہد لے لیا تھا تو وہ اس پر ہر ممکن عمل کرنے والے تھے۔ تھانے سے باہر آتے ہوئے جہاں جلال اور شمس کے چہرے تلخ اور خفا تھے وہیں نادم آج سچ میں خاصا شرمندہ اور پشیمان تھا۔

"نادم، کیوں اپنے باپ کو اس عمر میں رسوا کرتے ہو بچے۔ دیکھو اسکی شکل، تم شمس کے اکلوتے بیٹے ہو کچھ اپنی ذمہ داری کا خیال کرو" گاڑی تک آتے ہوئے جلال نے رخ پلٹ کر ایک مشکوک نگاہ نادم پر ڈالی جو خاصا دباو کا شکار ہو کر اداس سامنہ بنائے کن اکھیوں سے رخ پھیر کر گاڑی کی طرف کھڑے بابا پر ڈال کر مزید زمین بوس ہوا تھا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا، ان سبکی وجہ سے۔۔۔" اس سے پہلے کے نادم مری ہوئی آواز میں کچھ بولتا، شمس خونخوار ہو کر ایک تھپڑ ہوا میں لہراتے ہوئے اسکا منہ توڑنے مڑے مگر جلال نے اپنی پوری طاقت لگائے شمس کی بازو کے ساتھ انکو بھی مشتعل ہونے سے روکا۔

"زلیل اولاد، تیرا تو آج میں خون پی جاوں گا۔ یہ دن دیکھنے سے پہلے موت آجاتی تو اچھا تھا۔ جلال اسے کہہ میری آنکھوں سے دور دفع ہو جائے" شمس تو بس آج نادم کا کچومر بنانے والے تھے، جلال نے شمس کو تائید طلب نظروں سے دیکھ کر غصہ ٹھنڈا رکھنے کا کہا تو وہ دوبارہ سے غصے سے رخ پلٹ گیا۔

"بابا قسم سے میں نے تو آج تک جوا نہیں کھیلا، اب اتنا بھی کمینہ نہ سمجھو مجھے" نادم کو لگتا تھا عزت راس نہ تھی، جلال کا اپنا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔ شمس نے وہشت ناک انداز میں نادم کو گھورا تو بچارے کا خلق تک سوکھ گیا۔

"شمس، تو گاڑی میں بیٹھ" شمس کو گاڑی میں بیٹھا کر وہ دوبارہ نادم کہ طرف آئے جو پریشان حال سا ابھی تک سر جھکائے سینے پر ہاتھ لپیٹے زمین کو گھورنے میں لگا تھا۔ جلال نے ایک لمبا سانس خارج کیا اور نادم کو شانوں سے پکڑ کر اپنی طرف توجہ دلواتے ہوئے دیکھا۔

"پرسوں صبح دس بجے تم میرے آفس آجانا، میں تمہیں ایک اچھی پوسٹ پے نوکری دوں گا۔ اپنے باپ کو اتنا پریشان مت کرو نادم کے وہ عزت مند آدمی کہیں منہ دیکھانے کے لائق نہ رہے۔ تم سن رہے ہو" جلال کو نادم اچھے سے جانتا تھا کہ وہ بابا کا پرانا دوست ہے، تبھی وہ بڑی فرمابرداری سے سر ہلا رہا تھا۔

"اپنی زندگی کا مقصد رکھو، میں تو تمہیں اپنا داماد بنانے کا سوچ رہا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے تم میری بیٹی کے قابل بنو، سمجھے "اس بات پر تو نادم کو گویا پتنگے ہی لگ گئے تھے، اس نے ایک بے یقین اور بلبلاتی نظر جلال پر ڈالی اور ایک گاڑی میں بیٹھے شمس پر۔

"میں۔۔۔۔ میں آپکا داماد نہیں بنوں گا" نادم کی ہڈ دھرمی پر اب جلال اور شمس دونوں کا دل اسے جوتی مارنے کا ہی کیا تھا، نواب صاحب یوں انکار کر رہے تھے گویا اسکے نام پے پریستان کی پریاں منتظر تھیں۔ جلال، جو اپنا اڈ تا جاہ جلال بمشکل ضبط کیے ہوئے تھے، اب کی بار متوحش نگاہیں لیے اسے گھور چکے تھے۔

"بچے، اب تم وہی کرو گے جو میں کہوں گا۔ ورنہ تمہیں دوبارہ جیل بھیجنا میرے لیے بہت آسان ہے" جلال کی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر نادم کا دل ٹھٹکا، جلال اسے چھپے الفاظ میں دھمکی دے رہے تھے۔ اس کے بعد جلال نے معنی خیز انداز میں مسکرائی نظر سے نادم کی تمام اکڑ کا خاتمہ کرتے ہوئے قدم گاڑی کی طرف بڑھا دیے۔ نادم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کسی طرح اس بندے کا احسان اسکے منہ پے دے مارتا۔ پیر پٹختا ہوا وہ بھی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولے ایک ایک گھوری دونوں کو دیتا بیٹھ گیا۔

"یہ جلال تو بڑا مطلبی ہے، چل نادم۔۔۔۔ یک نہ شد دو شد۔ آئرہ بھی اور اس جلال کی بیٹی بھی۔ تیری تو یہ بڈھا لاٹری لگا رہا، ہنہ اور نوکری کرتی ہے میری جوتی۔۔۔۔" نادم صاحب نے دل میں یہ سوچ کر خود کو ٹھار تو پہنچا دیا پر وہ ابھی جلال کے غضب سے واقف نہ تھا، وہ اس غضیل آدمی کے سامنے تو واقعی ایک کیڑا مکوڑا تھا۔

****

"جلال، آپ کہاں رہ گئے تھے۔ دو بج رہے ہیں" جلال گھر کے اندر داخل ہوئے تو مہرو جو بے چینی سے لاونج کے چکر کاٹ رہی تھیں، فوراسے پہلے جلال کی سمت لپکیں جو اس اندر داخل ہوتی تفتیش پر خاصا بیزار ہوئے تھے۔

"کتنی بار کہاہے آتے ساتھ سر پر سوار مت ہو جایا کرو، ہٹو پیچھے" وہ سارا غصہ جو وہ اپنے اندر قید کیے ہوئے تھے اب اس بچاری مہرو پر پھٹ پڑا تھا، مقابل پریشانی بھک سے اڑ کر دکھ بنی تھی۔

"میں پریشان ہو رہی تھی، آپ اچانک سوتے میں اٹھ کر چلے گئے تھے" مہرو کا گداز چہرہ جھک کر گزارش کا روپ دھارے جلال کو مزید تپ چڑھا چکا تھا۔ جلال جو کچن میں جا کر پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگائے پانی پی رہے تھے، ایک طنزیہ نظر مہرو کی فکر مند صورت کی سمت اچھالتے ہوئے مڑے۔

"اتنی فکر تب دیکھاتی جب مجھے ضرورت تھی، اس وقت تو تمہارا سوگ ہی نہیں جاتا تھا۔ اب یہ اوچھی حرکتیں کر کے میرا پارہ ہائی مت کیا کرو" جلال عین مہرو کے روبرو آئے ایک ایک لفظ شدید برہمی سے چبا کر بولا تو مہرو نے نظریں اٹھا کر جلال کو شکایتی انداز میں دیکھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی مہرو کی آنکھیں نمی سے تر ہوئیں، وہ جلال کا ہاتھ پکڑے روہانسی ہوئیں اور وہ انکی اس حرکت پر کچھ لمحے کو مشکوک۔

"میں نے ہمیشہ آپکو خود سے، خضر سے بڑھ کر اہمیت دی ہے جلال، آپ نے مجھے جس محبت سے اپنایا تھا وہ محبت مجھے بھی ان چند دنوں کے بعد نہیں ملی۔ آپ نے کہا کہ خضر کو خود سے الگ کر دو، میں نے آپ کے لیے اپنے جان سے عزیز بچے کو الگ کر دیا۔ ماں کے ہوتے وہ بچہ بورڈنگ اور ہوسٹلز میں رہا۔ میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ آپکے نام کیا، حرا ضامن اور مبشر کی صورت ہمارا رشتہ مضبوط ہونے کے بجائے بے حد کمزور ہوتا گیا۔ آپ مجھے کس بات کی سزا دے رہے ہیں" مہرو کی آنکھیں سراپا سوال تھیں اور انکے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی سی لرزش تھی۔ جلال نے بے حسی سے ماتھے پر بل ڈالے اپنا ہاتھ مہرو کے نازک ہاتھ سے چھڑواتے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"تمہاری اس فضول تقریر کا مجھ پر کوئی اثر نہیں کیونکہ تم اپنا یہ احسان لاکھ بار جتا چکی ہو، تم میری محبت کے لائق تھی ہی نہیں مہرو۔ یہ تو میں پاگل تھا کہ تم جیسی احسان فراموش کو چاہ بیٹھا۔ تم کبھی اپنے پہلے شوہر سے الگ ہو ہی نہیں پائی، خضر آج بھی ہم سب سے زیادہ تمہیں عزیز ہے۔ مجھے کیا ملا، والہانہ محبت کے بدلے ایک بٹی ہوئی سوگ زدہ ہمسفر۔ ساری جوانی خضر اور خاقان کا کانٹا تم میرے سینے میں کھونپتی آئی ہو اور اب جب تمہارے دیے زخم مجھے نیم کی گھٹلی بنا گئے ہیں تو شکایت کرتی ہو" جلال کے لہجے میں بھی تمام تک ناراضگی کے دکھ کا سایہ تھا، مہرو کی سیاہ آنکھیں پانی سے بھرتی گئیں۔ وہ اس رخ پھیر کر کھڑے جلال کو نہ پہلے اپنی بات سمجھا پائی تھیں اور نہ آج سمجھانے میں کامیاب تھیں۔

"تم نے اگر میرے لیے یہ سب کیا ہے تو میں نے بھی بہت کچھ کیا ہے، تم دونوں ماں بیٹوں کو سہارا دیا، خضر کی پرورش پر ہر ممکن پیسہ خرچ کیا۔ اسے باہر بھیجا، اسکی تعلیم اور یہاں تک کہ اسے اپنے کاروبار کا حصہ بھی بنانا چاہا

مگر تمہاری طرح تمہارا وہ بیٹا بھی احسان فراموش ہے۔ مجھے تم سے کوئی امید تو نہیں لیکن میں تمہیں اپنی حکم عدولی کی ہر گز اجازت نہیں دوں گا۔۔۔۔ تم نے مجھ جیسے نرم مزاج آدمی کو میرے نام جیسا پتھر بنایا ہے، تم میری کسی نرمی کے قابل نہیں ہو" زہر سے سنے لہجے میں جلال نے پھر سے رخ پھیر کر انگلی سے مہرو کی سمت اشارہ لیے اپنا دکھ اور غصہ ملا کر انڈیلا تھا۔ وہ جو اس قدر ناراضگی سہہ کر رو دی تھیں، اب تو اپنا دل بھی بند ہوتا محسوس کر رہی تھیں۔

"جلال ایسا نہیں ہے، خدا کے لیے" مہرو نے پھر سے اپنی انا سائیڈ پر کیے جلال کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر وہ اسے شدید برہمی سے ایسا کرنے سے روکنے کا اشارہ دے رہے تھے۔ مہرو کے رخسار پر ڈھلکتی نمی خود جلال کو اچھی نہیں لگی تھی مگر وہ بھی شاید اپنی جگہ ٹھیک تھے۔

"ایسا ہی ہے، تم صرف گزارے لائق ماں ہو سکتی ہو مہرو۔ لیکن تم بہت بری بیوی ہو، اتنی بری کے تمہاری سوچ کا لیول بھی ختم ہو جائے گا" جلال کمزور پڑنا نہیں چاہتے تھے تبھی کہہ کر ایک لمحہ ضائع کیے بنا کمرے کی طرف چلے گئے۔ مہرو کی آنکھیں پہلے سے زیادہ تکلیف سے بہہ نکلیں تھیں۔

"یا اللہ، میں کیا کروں۔ مجھے تو نہ دنیا ملی پائی نہ آخرت، میں تو سب کی مجرم بنا دی گئی۔ خضر کے ساتھ کی گئی ناانصافی مجھے جینے نہیں دیتی اور جلال کے ساتھ کیے ظلم نے مجھے چین سے مرنے نہیں دینا، یا اللہ مجھے ہمت دیجیے" مہرو دم سادھے اپنے بے لگام آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑتی وہیں ڈائننگ کی کرسی پر سر گرائے بیٹھ گئیں۔ انھیں سکون نہ دنیا لینے دیتی تھی نہ لوگ، وہ بے حد دلبرداشتہ تھیں اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی تھیں۔

****

"اوئے عریش پیچھے کرنا اپنا سر" زیان اور عریش کی فائیٹ رات کے دو بجے بھی جاری تھی۔ دونوں شہزادیاں تو صوفے پر ہی سو گئی تھیں جبکہ تینوں مرد صاحبان ابھی تک کوئی ایکشن اور تھرل سے بھری فلم دیکھ کر رات گزار رہے تھے۔ خضر نے بھی اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر اپنی زخمی بازو کو صوفے سے لگا کر لیٹے ہوئے ایک مسکرائی نظر زیان پر ڈالی جو عریش کے لمچو سر کو باقاعدہ دبوچ چکا تھا۔

"اف بگ بی، میری مونڈی توڑ دی آپ نے" عریش کی دبی سے آواز پر زیان اسے باقاعدہ سر پر چت رسید کیے اس ڈرامے پر ہنسا تو عریش صاحب اب شرافت سے فرش پر لیٹ چکے تھے۔

"مونڈی کیا ہوتا جہالت کے اباجی، ویسے مجھے اسکی بہت فکر ہے خضر۔ کیا بنے گا اسکا" زیان اب خاصی فکرمندی سے خضر کی سمت دیکھتے بولا جو جناب پتا نہیں جاگی آنکھوں سے کونسے خواب دیکھ دیکھ مسکرا رہے تھے۔ زیان کی بات خضر کو سنائی نہ دی تو زیان نے بڑی رازداری سے عریش کو ٹھوکا مارے اسکی توجہ بھی خضر کی میٹھی سی دلفریب مسکان پر ڈالی جو گھور تو چھت کے فانوس کو رہا تھا مگر یقیناً وہ کچھ بہت پیارا سوچ رہا تھا۔ زیان اور عریش دونوں نے شرارتی نظروں کا تبادلا کیے ایک دوسرے کو آنکھ ماری۔

"لگتا ہے کوئی جاگتی آنکھوں سے اپنا ولیمہ اٹینڈ کر رہا ہے" عریش نے گود سے کشن اٹھا کر سائیڈ پر رکھا اور دھڑم سے اٹھ کر خضر کے ساتھ بیٹھتے ہی اپنی کہنی صوفے پر ٹیکے باقاعدہ بچارے کے خوبصورت تسلسل کو بری طرح تباہ کیے بولا۔ زیان بھی کھسیانی ہنسی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

"نہیں نہیں، ہنی مون" زیان کا بشاش لہجہ اور شرارت تو واقعی مسحور کن تھی۔ خضر نے سر کو دائیں بائیں جنبیش دے کر ہلکی سی سمائیل دے کر جادو پھیلائے کن اکھیوں سے سامنے افراح کے ساتھ سوئی آئرہ کو دیکھا، زیان صاحب نے بڑی مہارت سے موصوف کی یہ چھپی چوری بھی پکڑ کر شریر سا ڈپٹا۔

"ھاھا دیکھ لو بھئی دیکھ لو، پہلی پہلی قربتوں کے یہ لطف تو کوئی خضر خاقان کی ان ظالم آنکھوں میں دیکھے" زیان شرارت سے یک دم محبت میں لپٹا تو خضر کے چہرے پر دلنشینی کا اضافہ ہوا۔ عریش کا تو بس چلتا صدقے ہی چلا جاتا۔

"بھائی ایسا کچھ نہیں ہے" خضر نے جھجک سے کام لیتے ہوئے اپنا دفاع کرنا چاہا تو زیان کی ہنسی مزید ظالم ہوئی۔

"جی جی ہم جانتے ہیں جو لڈو محترم کے دل میں پھوٹ رہے، میں صدقے اس لاڑے توں، ساڈا منڈا شرما کے کنا سوہنا لگدا اپیا اے" عریش نے بچارے کی گال پکڑ کر ساری جھجک نکال باہر کرتے ہوئے شوخی سے کہا۔ خضر بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپا کر سر جھکا گیا، دونوں ایک ساتھ اس بچارے کو آڑے ہاتھوں لے چکے تھے۔

"ویسے مزاق کے علاوہ ہم سب بہت خوش ہیں، تم اور آئرہ ہمیشہ خوش رہو۔ بس اپنا یہ کھوتا بھی پار لگ جائے تو پھر تو موجاں ہی موجاں" عریش کی شادی کروانے میں سب سے بڑا ہاتھ زیان صاحب کی دعاوں کا تھا جو یقیناً منگنی کی صورت رنگ لا چکی تھیں۔ بچارے عریش نے تو سر پکڑ کر مسی صورت بنا کر اپنا چوچا منہ مزید اندر گھسا لیا جس پر خضر نے خاصی خوش دلی سے محترم کو اپنی دوسری غیر زخمی بازو میں جکڑ لیا۔ اب کی بار تینوں مسکرائے تھے۔

"ویسے ہر ٹائم میری شادی کا نہ کہا کریں کوئی وقت قبولیت کا بھی ہوتا ہے" جناب چھوٹو صاحب تو شادی سے یوں خار کھا رہے تھے جیسے واقعی اسے کرنٹ لگنے کا خطرہ تھا۔ پر مجال ہو جو زیان باز آیا ہو، دونوں ہاتھ اور بلکے شرٹ کا پلو اٹھائے لمبا سا آمین بولے قہقہہ لگا چکا تھا جس پر اب عریش اپنی زبان نکالے خاصا بندر بندر لگا تھا۔ ان دونوں کی وجہ سے خضر بھی کچھ ہنس رہا تھا، پھر سے نظر آئرہ پر گئی تو خود ہی وہ سیاہ آنکھیں روشنی کا مرکز بنتی چلی گئیں۔ کل کا دن خضر، آئرہ کے لیے بہت خاص بنانا چاہتا تھا۔ وہ اس نایاب آئرہ کی محبت کے دل پسند جذبے کا اسیر تھا، وہ اس سے اظہار کرنا چاہتا تھا۔ وہ اظہار جو آج تک اس پر قرض تھا، آج تک خضر نے اسے کھل کر نہیں بتایا تھا مگر نا جانے کیوں یہ محبت ایسی کیوں ہوتی کے اچھا خاصا دل بھی دیوانہ ہونے لگتا ہے۔ وہ اپنی نظریں ہٹا کر پھر سے ان دو دل کے بادشاہوں پر ڈال کر مسکرا دیا جو پھر سے کسی شرارت پر ہنس رہے تھے۔

****

"کیا بتاؤں یار، بھائی تو نہیں آرہے۔ ہمیشہ کی طرح مجھے بہت برا ڈانٹ دیا۔ کل شام سے کمرے سے بھی نہیں نکلے پتا نہیں اتنے عجیب کیوں ہیں" مبشر منہ پر ازلی دکھ لائے اپنی کافی بنا کر فون پر حرا کو بتا رہا تھا جو آج سنڈے کی وجہ سے کالج سے چھٹی پر تھی، وہ ابھی لان میں لگے جھولے پر بیٹھی کوفت اور اداسی سے جھولے کی رسی کو نوچے جا رہی تھی۔

"اوہ، یعنی اس بار پھر ہم سب ساتھ نہیں ہوں گے، مبشر بھائی آپ انکو منائیں ناں" حرا نے منہ پر ڈھیر سی افسردگی سجائے اترے چہرے کے سنگ کہا تو مبشر نے بے دلی سے سر جھٹکا۔ ہمیشہ سے ضامن نے ان دونوں کو ہی نہ توجہ دی نہ پیار، وہ بچپن سے ہی موڈی اور چپو تھا اور اب تو خیر سے خطرناک ترین تھا۔ مبشر اپنی کافی میں چمچ ہلاتا ہوا باہر آیا اور کپ لیے ٹیرس پر چلا گیا۔ مبشر اور حرا جڑواں تھے مگر حرا اسے بھی بہت تمیز اور پیار سے بھائی ہی بلاتی تھی۔

"حرا وہ نہیں مان رہے، اب کیا انھیں اٹھا کر لے آوں۔ تمہاری ضد کے آگے میں بار بار ان سے ڈانٹ کھاتا ہوں، اب مجھے بھی اچھا نہیں لگتا۔ یار اپنی بھی کوئی عزت ہے" بھائی کے ظالم رویے نے دونوں معصوموں کی جان خشک کر رکھی تھی، حرا بھی مایوس سی منہ لٹکائے اٹھ کر اندر چلی گئی۔

"لیکن آپ کو پتا ہے ناں وہ چار سال سے پاکستان نہیں آئے، ہم سب انکو کتنا مس کرتے ہیں۔ ان چار سالوں میں بمشکل دس بار انھیں اپنی اس بہن کی یاد آئی ہو گی، مما تو کئی بار انکو یاد کر کے رونے لگتیں ہیں۔ میں تو بس اس لیے آپکو فورس کرتی ہوں" حرا کی آنکھیں دل کے گہرے دکھ سے نم ہوئیں۔ وہ اندر آئی تو سامنے مہرو

ملازمہ سے ڈسٹنگ کروا رہی تھیں، سفید اور گلابی بہت پیارا اپنا ہی ڈیزائن کیا ڈریس اور ایک طرف کندھے پر چادر پھیلائے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا کیے وہ آج بھی نہایت حسین تھیں۔ حرا کا اترا چہرہ دیکھ کر مہرو نے فکر مندی سے حرا کو دیکھا جو اب فون مما کو پکڑا کر دونوں ہاتھوں سے اپنا رنجیدہ چہرہ تھامے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میری جان تمہارے لیے میں جو ہوں" مبشر کی آواز اور بات سن کر مہرو کو اپنی روٹھی سی لاڈلی پر پیار سا آ گیا۔

"وہ اداس ہے، مجھے فون دے کر خود سیڈ وسا منہ بنائے بیٹھ گئی ہے" مبشر کے چہرے پر بہار آئی، مما کی آواز سن کر وہ بھی بہت پیارا مسکرایا تھا۔

"آآآآآمیری جھلی، اچھا آپ اسکو کہیں میں کل صبح پہنچ جاوں گا۔ ضامن بھیا کو ایک بار پھر کہوں گا" مبشر سے حرا کی اداسی دیکھی نہیں جاتی تھی، اور مہرو تو ان دونوں کے لیے بیسٹ تھی۔ مہرو نے حرا کے ساتھ بیٹھتے ہوئے فوراً سے اپنی جذباتی اداس پری کو بازو سے لگائے پیار کیا۔

"ٹھیک ہے، خیر سے آو۔ اور ضامن کو کہنا ایک دن کے لیے ہی سہی ہم سے مل جائے" مبشر کا چہرہ بھی اداسی سے منور ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مہرو اور حرا کے علاوہ ڈیڈ بھی ضامن کو مس کرتے ہیں۔ یہ الگ بات تھی کہ جلال احمد اظہار کی طرف کم ہی آتے تھے۔

"مما میں اپنی کوشش کروں گا، آپ دعا کریں کے اللہ بھائی کے دل کو نرم کریں۔ وہ بہت چڑچڑے اور عجیب ہو گئے ہیں، انھیں ہم سبکی ضرورت ہے لیکن وہ سمجھتے ہیں کہ وہ اکیلے بہت بہتر ہیں" مبشر کی بات پر مہرو کا چہرہ بھی بجھ گیا تھا، باقی کی کسر اس ساتھ لگی اداس حرا کا بوجھل چہرہ دیکھ کر پوری ہو رہی تھی۔

"ہمم، میں جانتی ہوں۔ چلو اللہ بہتر کرے گا، میرا بچہ اپنا خیال رکھنا" مہرو نے بہت پیار سے کہہ کر فون رکھا اور نظریں حرا پر ڈالیں، حرا کا چہرہ ہاتھ سے اوپر کیے مہرو مسکرا دیں۔

"ڈونٹ بی سیڈ بچہ، یو نو آج ہم کہاں جا رہے ہیں" مہرو نے پر اسرار سی مسکان دبائے کہا تو حرا ایک سیکنڈ میں سیدھی ہو کر تجسس آمیز ہوئی۔

"کہاں مما" حرا کی بے قراری تو دیدنی تھی، مہرو تو قربان ہوئیں۔

"خضر کا رشتہ لینے، ہاں مجھے اسکا میسج آیا تھا۔ وہ آج مجھے پہلے آئرہ سے ملوائے گا اور پھر ہم رات کو ایک چھوٹی سی رسم کر آئیں گے۔ اینڈ یو نو، شادی ہم سب مری میں جا کر انجوائے کریں گے۔ اس لیے خوش ہو جاو" حرا کی تو ساری اداسی ہی بھک سے اڑ کر نا قابل یقین خوشی بنی تھی، وہ اتنی پر جوش ہو کر مہرو سے لپٹی کے خود مہرو بھی پیارا سا ہنس کر حرا کو خود میں سمو گئیں۔

"یاھووو، بہت مزہ آئے گا۔ مما میں نے بھیا کی شادی پے بہت مزہ کرنا ہے۔ اف آئی ایم سو ایکسائٹڈ" حرا کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ ناچنے لگتی، دونوں کے چہرے کی اس بہار کو ہر منظر تا عمر قائم رہنے کی دعا دے رہا تھا۔ مہرو خوش تھی مگر ابھی جلال سے اجازت لینے کا مشکل عمل باقی تھا۔ رات جلال کے رویے کی پھانس مہرو کے چہرے پر اندھیرا پھیلا چکی تھی، کچھ دیر پہلے والی خوشی نا جانے کہاں روپوش ہو گئی۔

****

"اوہ، خالو کی پانچ مس کالز۔۔۔۔یا اللہ سب خیر ہو" صبح ناشتے کے بعد جب آئرہ اپنے بیگ سے اپنا موبائیل نکال رہی تھی تو شمس خالو کی پانچ مس کالز دیکھ کر پریشان ہو گئی۔ عریش صاحب کا ارادہ آج زرا پورا شہر گھومنے کا تھا، زیان اور افراح کا پلین ایک دوسرے کو ٹائم دینے کا تھا جبکہ خضر اب آئرہ کو مما سے ملوانے لے جانے والا تھا۔ سب ہی آئرہ کی طرف متوجہ ہوئے جواب بے قراری سے واپس فون ملا رہی تھی، دوسری بیل پر ہی فون اٹھالیا گیا تھا۔

"اسلام وعلیکم خالو جان، مجھے معاف کر دیں دراصل میرا فون سائلنٹ تھا تو میں کال نہیں اٹھا پائی۔ سب خیریت تھی" آئرہ نے کال لگتے ہی دنیا جہاں کی فکر میں غرق ہوتے پوچھا تو دوسری طرف اتنی فکر پر شمس حسین کا سینہ چوڑا ہو گیا تھا۔ ایک یہ آئرہ تھی جس کے ہر انداز سے تمیز اور تہذیب جھلکتی تھی، اور ایک انکی خود سر اولاد تھی جسکی کھوپڑی ہی الٹی تھی۔ آج بھی محترم دس بجنے کے باوجود سوئے پڑے تھے۔

"وعلیکم السلام جی میرا بچہ کوئی بات نہیں، دراصل رات بات ہی کچھ ایسی تھی کہ مجھے دیر سے ہی کال کرنی پڑی۔ رات نادم کو پولیس لے گئی تھی، جوئے کے اڈے پر تھا" افراح، زیان اور خضر نے آئرہ کی پھٹی اور حیران آنکھیں دیکھ کر ایک دوسرے کی طرف فکر سے دیکھا۔

"اوہ، بہت افسوس ہوا۔ خالو جان آپ کہیں تو میں وکیل سے بات کروں" آئرہ نے اپنی طرف سے خیر سگالی کے جذبات پیش کرتے کہا۔

"نہیں، وہ میرا ایک دوست ہے۔ اس نے مدد کی اور ہم رات کو ہی اس کو چھڑوا لائے تھے، اللہ ہی ہے جو اس بد دماغ کو ہدایت دے۔ میں تو سخت پریشان ہوں" شمس نے ہاجرہ کو چائے کا کہا تھا جو وہ لا کر رکھتی ہوئیں دوبارہ منہ ٹیڑھا کیے واپس چلی گئی تھیں، ان دونوں ماں بیٹے کی یہی شکلیں تو شمس کی اصل پریشانی تھی۔

"اللہ خیر کرے گا، چلیں ہو سکتا ہے کہ وہ اس کے بعد کچھ سدھر جائے" آئرہ نے بھی گویا ایک ناممکن بات کہہ کر خود کو اور خالو جان کو تسلی دینے کا فرض نبھایا تھا، باقی چاروں تو جاننے کو بہت بیتاب تھے۔

"آمین ثم آمین" شمس نے بھی دل سے ابھرتی آواز زبان سے ادا کرتے کہا۔ آئرہ کو لگا کے موقع ہے تو وہ دوسری بات بھی کر ہی لے۔

"خالو جان مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا، میں آپکو کسی سے ملوانا چاہتی ہوں۔ کیا ہم آج رات آجائیں" آئرہ نے گویا بظاہر جھجک سے کام لیتے ہوئے خضر اور ان تینوں کو دیکھتے کہا مگر دوسری طرف شمس تو یوں مسکرائے جیسے انکا کوئی بوجھ بنا ہٹائے ہٹ گیا تھا۔

"جی میرا بچہ، تم انکو لے آنا۔ کوئی تم سے شادی کرنا چاہتا ہے کیا؟" شمس سمجھ تو گئے تھے مگر انھیں پوچھنا ضروری لگا۔ کیونکہ نہ وہ خود تنگ نظر تھے نہ وہ آئرہ کو غیر ذمہ دار سمجھتے تھے، انھیں خود سے زیادہ آئرہ پر

بھروسہ تھا، اور آج تک اگر آئرہ اس قدر پر اعتماد تھی تو صرف شمس حسین کی وجہ سے۔ ورنہ وہ ماں بیٹا تو اس بچاری کو آج نا جانے کس نگر پہنچا چکے ہوتے، آئرہ نے ایک گھبرائی سی نظر خضر پر ڈالی تو وہ بنا کہے سمجھ گیا۔

"جی خالو جان، وہ اپنی امی اور بہن کے ساتھ آپ سے میرا باقاعدہ رشتہ مانگنا چاہتے ہیں" آئرہ بھی مدھم سی مسکان سجائے اس ادب و احترام سے خضر کا ذکر کرنے پر ان چاروں سمیت خود بھی مسکرا دی۔ مقابل بھی دلپسند سی خوشی ابھری۔

"ماشاءاللہ۔ ٹھیک ہے میرا بچہ تم انکو لے آنا، جیسی میرے بچے کی خوشی۔ ہم انتظار کریں گے" شمس نے مسکرا کر فون رکھا تو وہ چاروں ہی سراپا اشتیاق بن کر منتظر تھے، آئرہ پہلے تو ہنسی پھر سنجیدہ ہوئی۔

"نادم صاحب جیل پہنچ گئے تھے، پر رات ہی خالو جان کا کوئی دوست کام آیا، انکی ہیلپ لے کر اسے جیل سے واپس لے آئے" نادم کے اس ناقابل فراموش معرکے پر توجہاں افراح اور خضر شاکڈ تھے وہیں زیان اور عریش کی بتیسیاں پوری رفتار سے نکلی تھیں۔

"شاواشے، نادم صاحب تو واقعی نادم نکلے۔ ھاھا قسم سے آئرہ تمہارے اس عجوبے کزن کو دیکھنا ہے میں نے" اب تو ان تینوں کی بھی زیان اور عریش کی بے قابو ہنسی دیکھ کر مسکان در آمد ہو چکی تھی۔

"ھاھا واقعی، بہت مزے کا بندہ ہے۔ لیکن کبھی کبھی مجھے لگتا ہے وہ اتنا برا ہے نہیں جتنا بنتا ہے" آئرہ کو نا جانے کیوں آج بچارے پر ترس سا آیا، خضر کو اسکی اور اپنی ملاقات یاد آئی تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"چلو بھئی اللہ اسے عقل دے، پھر نکلو تم سب۔۔۔ پلیز یار آج ہی سب فائنل کر لو، پھر ہم دو دن تک ان شاء اللہ مظفر آباد نکلیں گے۔ مہران بابا کی طرف ایک دن کا سٹے کرتے ہوئے ان شاء اللہ دادی کے پاس لینڈنگ ہو گئی" زیان نے تو پوری کی پوری پلیننگ گوش گزار کرتے اپنے اس سہانے سفر کا ذکر چھیڑے کہا تو افراح اور آئرہ سب سے زیادہ خوش ہوئیں۔ خضر صاحب کی پٹی افراح نے اٹھتے ہی بدل دی تھی اور اب وہ کل کی نسبت بہتر تھا۔ خضر اور آئرہ کے جانے کے بعد عریش بھی آج نئی گرل فرینڈ زمیر امطلب نئی جگہیں دیکھنے نکل پڑا تھا، آج کا دن بہت مزے دار ہونے والا تھا۔

****

"جلال، مجھے آپ سے اجازت لینی تھی" مہرو کمرے میں آئیں تو جلال ناشتے کے بعد اب آفس کے لیے ریڈی ہو رہے تھے، مہرو نے پچھلی بار جلال کی وارننگ کے زیر اثر کافی ڈرے دل کے ساتھ جھجھکتے ہوئے پوچھا تو جلال نے آئینے سے ایک نظر مہرو پر ڈالی۔

"کس چیز کی" سپاٹ انداز میں جملہ پھینکا گیا تو مہرو چند چھوٹے چھوٹے قدم چلتی ہوئیں جلال تک آئیں اور انکے سامنے ہو کر سر جھکا گئیں۔ وہ جانتی تھیں کہ خضر کا نام سن کر جلال پھر آگ بگولا ہوں گے مگر مہرو کم از کم خضر کو

اس وقت اکیلا چھوڑنا نہیں چاہتی تھیں۔ جلال نے ٹائی کی ناٹ کستے ہوئے ماتھے پر بل ڈال کر سختی سے استفسار کیا۔

"خضر کے لیے لڑکی دیکھنے اس کے گھر جانا ہے، وہ اپنی زندگی کی اس خوشی میں اگر مجھے نہیں پائے گا تو ٹوٹ جائے گا۔ میں وعدہ کرتی ہوں اسکے بعد اس سے نہ روز روز ملوں گی نہ فون کروں گی" مہرو کی آنکھیں کسی انکار کو سننے کا حوصلہ نہ رکھ پائی تھیں، جلال نے اپنے ماتھے کی رگیں تان کر اپنی خون آشام نگاہیں مہرو پر ٹکائے انھیں سخت غصے سے دیکھا۔

"اسکے ٹوٹنے کی بڑی فکر ہے تمہیں، تم کبھی بھی میری نہیں ہو سکی مہرو۔ تمہارا وہ بیٹا سب کچھ ہے۔ جاو بھئی مناو اسکی خوشیاں، میں ہوں ہی کون جو وہ مجھے اس میں شامل کرتا۔ احسان فراموشی کا کوئی ایوارڈ ہوتا تو وہ تم ماں بیٹے کو ہی ملتا" جلال کے لہجے کی کاٹ تو اب رات سے بھی زیادہ ظالم تھی۔ ،مہرو کا اترا اور مرجھایا چہرہ تھکن سے بے حال ہوا تھا۔

"آپ بھی چلیں، اس نے کسی کو آنے سے نہیں روکا جلال، بار بار آحسان فراموشی کا الزام مت لگائیں۔ میں نے آپکی محبت کا پورا جواب دیا ہے، مجھے یوں رسوا تو مت کریں" مہرو کی آنکھیں وہ درد سے اٹی نہیں دیکھ سکتے تھے پھر بھی درد بھرتے رہتے تھے۔ ایک حقارت زدہ نظر مہرو پر ڈالے جلال نے انھیں کندھے سے پکڑ کر پرے ہٹایا اور کوٹ پہننے لگ گئے۔

"تم نے مجھے میری محبت کے بدلے صرف محرومی دی ہے، صرف یہ جتایا ہے کہ میں تم پر دل کی خوشی سے نازل نہیں ہوا۔ اپنے یہ آنسو بہا بہا کر تم نے انکے ساتھ میری ہر خوشی بھی بہا کر خاک میں ملا دی ہے۔ جاو جا کر اپنے بیٹے کی خوشی مناو، گڈ لک" جلال کی بدگمانی تو مہرو کی جان کی دشمن بنتی جا رہی تھی۔ وہ جلال کے غصے میں چھپی خلش سمجھتی تھیں پر وہ بھی مجبور تھیں، انکا دل آج تک کبھی آسودہ نہیں ہو پایا تھا۔ کتنی آسانی سے وہ مہرو کو رلانے کا کام کر کے خود کو بھی تکلیف دیتے تھے۔ شاید جلال احمد جیسا کٹھور شخص بھی مہرو پوری چاہتا تھا، مگر مہرو پوری تو خود تک کے پاس نہ تھی، پھر کسی اور کو پوری کیسے ملتی۔ اس قدر دلخراش اجازت پر مہرو کا دل بجھ گیا مگر وہ کم از کم اپنی الجھن میں خضر کی کوئی خوشی متاثر نہیں کرنا چاہتی تھیں، وہ اور حرا اب خضر کی طرف جانے والے تھے۔ خضر، آئرہ کو وہیں لانے والا تھا، آج کا دن وہیں گزار کر پھر وہیں سے آئرہ کے گھر جانے کا پلین تھا۔

****

"کام ہوتے ہی تم اس آدمی کو ختم کر دینا، ہاشم بخت کی موت کی خبر پرسوں کے اخبار میں بڑے بڑے حروف سے لکھی ہونی چاہیے۔ وہ بنا یاداشت کے بھی ہمارے لیے خطرہ ہے" سیٹھ ظہور تبریزی کی ایک اور بیوقوفی پر کمرے میں بیٹھا دوسرا سیٹھ میزان بھی حیرت کا مجسمہ بن چکا تھا۔ تبریزی کا خوف تو اسقدر تھا کہ نہ اسے بیٹھے

سکون تھا نہ حرکت کرتے وقت چین میسر تھا۔ ہر وقت اسے یہی محسوس ہوتا جیسے ستارہ اس پر ابھی ٹوٹ گرنے والا ہے، تبریزی نے فون رکھ کر رخ پھیرا تو میزان کا سوالیہ چہرہ دیکھ کر منہ پر سختی لا چکا تھا۔

"کیا ہے، ایسے کیوں دیکھ رہے ہو؟" سیٹھ میزان کی اچٹتی نگاہیں خود پر مرکوز دیکھ کر تبریزی نے خاصی ناگواری سے پوچھا تھا۔ میزان کو تو حیرت تھی کہ تبریزی اتنی بڑی بیوقوفی کیسے کر سکتا ہے۔

"کل تک تمہیں ستارہ سے خوف لاحق تھا اور آج تم یہ خطرناک کام کرنے چل پڑے ہو، کہیں برہان سکندر سے گٹھ جوڑ کا ارادہ تو نہیں بن گیا تمہارا؟" سیٹھ میزان کو تو خود بھی اب اپنی گردن پھنسی محسوس ہوئی تبھی اس نے خوف کے زیر اثر پوچھا جس پر تبریزی کے چہرے پر معنی خیزی ابھری۔

"برہان سکندر اچھا ہے، بھئی دشمن کا دشمن تو دوست ہوتا ہے میرے پگلے۔۔۔ ویسے بھی ہاشم بخت کو مارنے کے بدلے وہ مجھے نا صرف الیکشن میں جیتوائے گا بلکے ایک اچھی خاصی کثیر رقم بھی دے گا۔ تم فکر مت کرو یہ سب تحریری کانٹریکٹ کے طور پر سائن ہوا ہے۔ وہ لوگ اپنی بات سے پھرے تو ستارہ سے پہلے وہ تبریزی کا شکار ہوں گے" تبریزی کے لہجے میں خوشی اور فتح کا جشن ہمکا تو وہ برخستگی سے مقابل کے چہرے کی بے زارگی ہٹانے کو میز پر دونوں ہاتھ رکھے بولا۔ سیٹھ میزان کو تو یہ بندہ زیادہ ہی پر اعتماد لگ رہا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اس فیلڈ میں نہ زبانی ثبوت چلتے ہیں اور نہ تحریری، بس جس کے پاس طاقت زیادہ ہو وہی وقت کا سکندر بن جاتا ہے۔

"پھر بھی تبریزی، اس وقت جب سب ادارے چوکس ہیں۔ تمہیں یہ رسک نہیں لینا چاہیے تھا۔ اگر غلطی سے بھی ستارہ تک یہ خبر پہنچ گئی کہ ہاشم بخت کو مروانے میں تمہارا اور برہان سکندر کا ہاتھ ہے تو دونوں مرو گے، میرا تو خیال تھا کہ تم الیکشن تک ایسی کوئی بیوقوفانہ حرکت کرنے کا سوچو گے بھی نہیں" سیٹھ میزان کو تبریزی سے

بہت شکایت تھی مگر تبریزی نے اسکی بات کو چنداں اہمیت نہ دیتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکے سامنے کھڑا کیے چہرے پر ناپسندیدگی لائی۔ فل وقت ہاشم بخت کے بعد جو پاور فل تھا وہ سیٹھ ظہور تبریزی ہی تھا، اور یہ بات ہاشم بخت کے وہ تینوں دوست اور آستین کے سانپ جیسے ہمدرد جانتے تھے تبھی ان سب نے مل کر یہ ایک جال بچھایا تھا۔ طاقت ور بھلے خود کو بڑا سمجھدار سمجھتا رہے لیکن اگر وہ بیوقوف ہو تو مات کھا ہی جاتا ہے۔ برہان سکندر نے ایک تیر سے دو شکار کیے تھے، ایک تو تبریزی انکی راہ کا نیم پاگل کانٹا نکالے اور دوسرا ستارہ کی نظروں میں آئے۔ یہ دونوں ہی ایک دوسرے سے بڑھ کر بیوقوف تھے۔ اور تیسری وہ تنظیم تھی جس نے ان پانچوں سیٹھوں کو ٹارگٹ کر رکھا تھا۔ سیاست کی جنگ اسے ہی کہتے ہیں، ہر کوئی دوسرے کو زیر کرنے کی تاک میں تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ان تینوں الگ الگ تنظیموں کی پلاننگ جیتنے والی تھی یا پھر ستارہ ایک بار پھر میدان مارنے والا تھا۔

"سیٹھ میزان، ستارہ سے بھی نمٹ لیں گے۔ پہلے اپنے سولا کڑور تو سود سمیت واپس لے آئیں۔ تم بس پارٹی کے معاملات دیکھو، باقی کے لیے میں ہوں۔ برہان سکندر نے اگر تبریزی کو دھوکہ دینے کا سوچا بھی تو پہلی گردن اسی کی اڑاوں گا۔ جو آدمی کل ہاشم بخت کا کام تمام کرے گا وہ صبح تک ہاشم بخت کے ساتھ ہی قبر میں ہو گا۔ سب ثبوت بھی ان دونوں کی قبروں میں دفن ہو جائیں گے۔" شیطان بھی ان لوگوں کی ظالمانہ منصوبہ بندی پر حیران تھا۔ اس قدر سفاکی اور بے رحمی کہ حد تک ختم تھی، میزان صاحب نے بھی بے دلی سے سر ہلایا مگر تبریزی کے اس اقدام سے وہ خود کو بہت غیر محفوظ سمجھ رہا تھا۔ مگر وہ مجبور تھا کیونکہ تبریزی اسکے سر پر ہاتھ رکھتا آیا تھا لہذا بیوقوف مالک کی ہر بات ماننی بھی لازم تھی، اب کی بار دونوں کے چہروں پر شیطانی ہنسی ابھر کر تہلکہ مچا چکی تھی۔

****

"اہمم اہمم میری یہ خوبصورت سی زوجہ صاحبہ تو آج کمال لگ رہی ہے، بھئی مجھ معصوم کو چاروشانے چت کرنے کا ارادہ ہے کیا" زیان اور افراح کا بھی دن کو باہر کھانا اور پھر شاپنگ کا پلین تھا، بہت پیاری ریڈ شارک فراک شرٹ جس پر گرین بہت مدھم کٹ داری موتی کا کام تھا اور ڈارک براون پلازو پہنے اب آئینے کے سامنے اپنے ڈریس سے میل کھاتی لال لپ سٹک لگا رہی تھی جب زیان صاحب نے چھپکے سے آکر اپنی بازو افراح کی کمر میں حائل کرتے ہوئے اپنی ٹھوڑی اسکے کندھے پر ٹکائے مسکرائی نظر لیے کہا۔ معصوم پر تو افراح کے چہرے کی ترنگ بھی موہنی ہوئی تھی، آئینے سے ہی ایک نگاہ زیان پر ڈالے وہ ہنس پڑی۔

"وہ تو ایک سال پہلے ہی کر دیا تھا، اب تو سیدھا سیدھا زیر کرنے کا ارادہ ہے اس ظالم کا" لہجے میں بلا کی شوخی کھنکائے افراح نے خود کو سیدھا سیدھا ظالم اور اسے مظلوم کہا تو زیان نے چہرے پر لطیف سی سنجیدگی لائے ایک ہی جھٹکے میں محترمہ کو پلٹا کر مقابل لایا۔ وہ واقعی ایک ساتھ بڑی عمر کے باوجود حسین ترین لگتے تھے، جہاں زیان کے چہرے کی مدھم مسکان نشیلی ہوئی وہیں وہ نڈر شیرنی بھی شرمیلی ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے کی سچی

خوشی کے ساتھ ساتھ زندگی کی سب سے بڑی نعمت تھے۔ بھلے دونوں ماں باپ سے محروم تھے مگر اللہ نے دونوں کو ایک دوسرے کی ہمت بھی بنا دیا تھا، اللہ اپنے پیاروں کو آزماتا ضرور ہے مگر تنہا ہرگز نہیں چھوڑتا۔

"کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ میں اتنا خوش نصیب کیسے ہوں، مجھے میرے جیسی ہم خیال اور ظالم بیوی ملی ہے" اف کیا دلکشی تھی جس انداز سے زیان نے مسکرا کر افراح کی آنکھوں میں جھانکے کہا، ظالم پر وہ بھی اپنی دونوں بازو محترم کے گلے میں ڈالے شریر ہوئی۔

"بس دیکھ لو، یقیناً کوئی نیکی تھی جس کا صلہ ہے افراح" افراح نے مسکان کو مدھم اور ساحرانہ سا بنائے اتراتے ہوئے کہا۔ زیان تو بنا توقف کیے پوری رضامندی سے سر اثبات میں ہلا کر اپنی خوش قسمتی کا اعتراف کر رہا تھا۔ دونوں کی نظریں باہمی محبت نے مزید روشن اور کشادہ کیں تھیں۔

"اور میں تو پھر بہت سی نیکیوں کا صلہ ہوں ناجان جی" ہلکی سی گستاخ نظر لیے وہ افراح کے چہرے پر بھٹکتی آنکھیں ٹکائے اپنا فرضی کالر جھاڑے بولا تو وہ مہک سے بھرپور خوشی کے سنگ اس من پسند سے پیارے زیان کے سینے سے جا لگی۔ زیان نے بھی فراغ دلی کی حد کرتے ہوئے اپنی جان دار بازوؤں کی گرفت مضبوط کیے ہوئے اس پری کے ماتھے پر مہر چاہت کا موہنا ستم ڈھاتے ہوئے ہنسی کو مسکان بنایا۔

"بلکل، تم میری جان سے کہیں بڑھ کر ہو زیان۔ میں ہوں اس لیے کہ میرا زیان میرے پاس ہے۔ آئی لو یو سو مچ" کبھی کبھی ہی تو اظہار کا موقع آتا تھا، تو پھر ایسے موقعے میں کوئی کمی نہ وہ چھوڑنا چاہتی تھی نہ زیان صاحب کسی کمی پر رضامند تھے۔

"ھائے ہم تو اس ادا پر قربان ہو جائیں گے، دیکھو اب تم واقعی خطرناک ہو رہی ہو۔ ہائے داوئے، آج تو آفت لگ رہی ہو۔ قسم سے "شانوں سے افراح کو تھام کر مقابل لایا گیا تو محترمہ گلال سی بتیسی نکالے زیان کی تعریف پر اترانے لگی تھیں۔ زیان صاحب کے ارادے خود زیادہ خطرناک تھے۔ دونوں کی معنی خیز سی نظریں ٹکرائیں تو دونوں ہی پاگلوں کی طرح ہنس دیے تھے۔ اب کی بار تو شدید پیار اور جذباتیت سے بھرا احصار تھا جس نے دونوں کو قید کیا تھا۔

"ھاھا چلو اب، پھیلو مت" افراح ہنستی ہوئی جناب کو ڈپٹے انداز میں بولی تو زیان بھی ویسی ہی شریر ہنسی کے ساتھ ڈریسنگ ٹیبل سے گاڑی کی چابی اور والٹ اٹھائے افراح کا ہاتھ پکڑے کمرے سے نکل گیا، آج سب نے ہی خوب گھومنے پھرنے کا پلین بنا رکھا تھا۔

****

گاڑی آئرہ چلا رہی تھی اور باقاعدہ وقفے وقفے بعد منہ پر ہاتھ رکھ کر شرمیلا سا گردن پھیرے ہنس دیتی کیونکہ خضر صاحب بڑی ہی سنجیدہ ترین نظر سے آئرہ کو دیکھ رہے تھے۔

"خضر ایسے مت دیکھو، تمہاری آنکھیں مجھے بے چین کر رہی ہیں۔۔۔" آئرہ کو اب واقعی خضر کی آنکھیں کنفیوز کر رہی تھیں حالانکہ وہ بچارا شریف ساخود آئرہ کی اس ہنسی پر دبی دبی مسکراہٹ لیے اب واقعی اپنا رخ کندھے اچکا کر سامنے پھیر چکا تھا۔

"آنکھوں کا نہیں پتا البتہ میں بہت شریف ہوں، الحمداللہ" خضر نے کن آکھیوں سے آئرہ کے چہرے پر امڈتے من پسند رنگ اپنی آنکھوں میں سموئے کہا تو آئرہ نے اسی لمحے مڑ کر خضر کو دیکھا جو واقعیٔ بے حد شریف بنا بیٹھا تھا۔

"آنکھوں نے ہی تو ساری کہانی لکھی ہے، تم تو بس اس کہانی کا مرکزی کردار ہو" آئرہ نے ہنسی دبائے اب کی بار اپنی نگاہیں پھر سے خضر پر لے جاتے کہا جو اسکی اس بات سے کافی متاثر زدہ تاثر دے رہا تھا۔

"اور تم اس کہانی کے رنگ، جن کے بنا یہ ایک بلیک اینڈ وائٹ بدمزہ سا ضائع شدہ قصہ رہ جاتا" خضر اب کی بار بنا آئرہ کو دیکھتے ہوئے ایک بار پھر اظہار کر رہا تھا، آج آئرہ کو اسکی یہ کنجوسی بہت حسین لگی تھی۔ وہ اسے ایسا ہی چاہتی تھی، مدھم سا۔ اپنے نام جیسا، جسکو کبھی کسی نے شدت پسند ہوتے نہ دیکھا تھا۔ وہ رہنما کے منصب پر تھا اور اسے مہربانی اور عاجزی جچتی تھی۔

"یہاں گاڑی روکو، میں ابھی آتا ہوں" مین روڈ کے قریب ہی اچانک خضر نے گاڑی روکنے کا کہا تو آئرہ نے فوراً سے مسکراتے ہوئے گاڑی روک دی، اسے تجسس بھی تھا۔

"اوکے جلدی آنا" آئرہ نے اسے گاڑی سے نکلتے ہوئے کہا تو وہ سنجیدگی سے اپنی بازو پر ہلکا سا ہاتھ رکھتا ہوا سر ہلاتا باہر نکل گیا۔ آئرہ کی نگاہیں تو خضر کے ساتھ سایے کی مانند لگی تھیں، وہ کچھ دور سامنے ہی مال میں انٹر ہوا تھا، آئرہ کو خاصا تجسس تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے۔

تقریبا پانچ منٹ ویٹ کے بعد اسے خضر اندر سے نکلتا دیکھائی دیا۔ فل بلیک پینٹ اور کوٹ کے ساتھ ڈارک بلو ٹی شرٹ پہن کر آنکھوں پر سیاہ چشمہ پہنے وہ سیاہ سا اسیر شہزادہ واقعی حسن کا بادشاہ تھا۔ آئرہ اسے یوں تفصیلی سا دیکھ کر خود ہی ہنس پڑی، محترم گئے تو مال میں تھے پر لائے تو کچھ نہیں تھے، آئرہ نے گردن گما کر عینک اتارتے خضر کو مایوسی سے دیکھا جو اسے بیٹھتے ہی گاڑی چلانے کا اشارہ دے رہا تھا۔ گویا دل کے آرمان تھے کہ آنسووں میں ہی بہہ گئے تھے۔

"کتنے کنجوس ہو گئے ہو تم، کہاں گئے تھے" آئرہ سے جب برداشت نہ ہوا تو فورا اسے منہ بسورے شکوہ کرتی بولی تو خضر اب کی بار واقعی کھل کر مسکرایا تھا۔

"گیا تو تھا کہ تمہارے لیے کچھ خرید لوں، پر پھر سوچا چھوڑو" خضر بچاری کا امتحان لینے پر بضد تھا اور آئرہ کا اداس چہرہ دیکھ کر تو اسے واقعی بہت لطف آیا تھا۔

"ہو ہی کنجوس" آئرہ صاحبہ تو واقعی رنجیدہ سا منہ بنائے بولی تھیں، خضر اسکے لیے بہت پیاری سی ڈائمنڈ رنگ لے کر آیا تھا۔ اور اب وہ اسے ہلکی پھلکی تنگ کرنے کی کوشش میں لگا تھا۔

"اچھا چلو یہاں کسی اچھی سی جگہ کافی پیتے ہیں، کوئی کیفے آئے تو گاڑی روکنا" آئرہ کی اداسی سے منصوعی بے نیازی برتتے ہوئے خضر نے باہر جھانکتے ہوئے کہا تو آئرہ واقعی منہ پھلائے سر ہلا چکی تھی۔ خضر پھر سے رخ پھیرے آئرہ کو دیکھ رہا تھا جو آج ہلکی سی روٹھ کر تو اور پیاری لگ رہی تھی۔ اسکی گالوں پر پھولا پن اسے کیوٹ بنا رہا تھا، ناک پر بیٹھی اداسی تو خضر کا دل بیقرار کر رہی تھی۔ اور وہ شربتی آنکھیں جو گاہے بگاہے خضر کی نظروں سے ٹکرا کر منظر ساکت کر رہی تھیں۔ یہ طلسم تو تب ٹوٹا جب آئرہ نے گاڑی روک کر باقاعدہ خود بھی گھوم کر دونوں بازو سینے پر باندھے خضر کو گھور کر دیکھا۔ خضر تو آنکھ چراتا ہوا دروازہ کھولے فوراً سے باہر نکل آیا تھا۔ یہ ایک اوپن علاقے پے بنا بہت خوبصورت سا کیفے تھا جہاں انکے علاوہ بھی چند کپلز، لڑکے لڑکیاں اور چند بزرگ تک براجمان دیکھائی دے رہے تھے۔ آئرہ بھی اپنے چہرے پر سنجیدگی سجائے باہر نکل آئی۔ خضر صاحب تو اندر بھی پہنچ چکے تھے، مڑ کر دیکھا تو وہ روٹھی سی لڑکی بڑے انداز سے چلتی ہوئی اس تک جا پہنچی۔ وہ دونوں ٹیبل تک گئے تو ویٹر زنے باقاعدہ خود چیئر زہٹا کر دونوں کو بٹھایا اور آرڈر فائیل دیے واپس رخ کر گیا۔ آئرہ نے اپنی اداسی ترک کر کے ایک خوشگوار نظر چاروں طرف ڈالی تو مسکان خود ہی سمٹ کر اس پری کے چہرے پر گلاب کی طرح کھل اٹھی تھی۔

خضر نے آرڈر خود ہی دیتے ہوئے اب ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر ایک ہاتھ گود میں تھا جس میں چشمہ تھا اور دوسرا اسکے کوٹ کی جیب میں تھا۔

"میں کنجوس ہوں لیکن آج سے کوشش کروں گا کہ یہ اظہار جیسا مشکل فعل سرانجام دے پاوں" خضر کی نگاہیں آتشی رنگ سے مزین ہو کر آئرہ کو بھی چونکا گئی تھیں۔ آئرہ کا دل تو تب دھڑکا جب وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی عینک میز پر رکھنے کے بعد کوٹ کی جیب سے پر اسرای کے سنگ کچھ نکال رہا تھا۔ آئرہ کا چہرہ بھی دلفریب سی خوشی سے چمکا، وہ ایک بلیک سی بہت خوبصورت ہارٹ شیپ ڈبیہ تھی جس پر ربن سے ایک ریڈ بو لگی تھی۔ آئرہ خود اس وقت بلیک اینڈ ریڈ جینز شرٹ میں تھی اور بال اس نے ڈیلی سی پونی میں مقید کر رکھے تھے۔

"میں تمہیں خود کے ساتھ باندھنے کا خواہشمند ہوں۔ دس از فار یو، ہاتھ دو" خضر نے مبہوت ہوئی آئرہ کی آنکھیں دیکھتے ہوئے وہ ہارٹ شیپ باکس کھولا تو بہت خوبصورت سی بلیک ڈائمنڈ کی رنگ اپنے پورے حسن کے ساتھ اتراتی ہوئی دیکھائی دی۔ بلاشبہ وہ بہت مہنگی تھی مگر وہ آئرہ کے آگے خضر کو بے وقعت لگی تھی۔ آئرہ کی آنکھیں اس دل پسند سے اظہار پر نم ہوئیں تو وہ پھر بھی مسکرا کر اپنا ہاتھ خضر کی پھیلی ہتھیلی پر رکھ چکی تھی۔ خضر نے وہ خوبصورت سی رنگ آئرہ کی انگلی میں پہنا کر اپنی نظروں کی تمام تر توجہ آئرہ کے حسین چہرے پر ڈالی۔

"تمہیں میری سیاہ آنکھیں پسند ہیں، اور دیکھو میں نے یہ سیاہ رنگ تھوڑا تمہیں دے دیا۔ محبت، پیار، چاہت یہ سب میرے لیے صرف آئرہ ہے۔ ان سے جڑے سب فسانے سب کہانیاں میرے لیے صرف تم ہو۔ میں اپنی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ آئی لو یو آئرہ، آئی لو یو سو مچ" خضر نے ایک ایک لفظ آج بس اپنے دل سے کہا، اسکا ایک ایک حرف محبت کی معراج پر چمکتا ستارہ تھا۔ آئرہ کو لگا جیسے وہ اس شخص کی ابھی سے ہو گئی ہے، یہ شخص جو اپنی سیاہ آنکھوں میں آئرہ جیسی روشنی سمو کر اسے اپنے دل کا کھلا اظہار دے رہا تھا۔ آئرہ

کی بھیگی ترنم خیز آنکھیں کبھی خضر کے ہاتھ میں موجود اپنے ہاتھ پر جاتیں اور کبھی اس چہرے پر جہاں آئرہ کی محبت سنہری حروف میں درج تھی۔ نامحسوس طور پر کیفے میں موجود لڑکے لڑکیوں کا ایک دائرہ بن گیا۔ سب زیر لب مسکرا رہے تھے اور لڑکی کی شرمگیں مسکراہٹ دیکھ کر اس حسین جوڑے کو تا عمر ساتھ رہنے کی دعائیں دے رہے تھے۔ آس پاس کے کپلز نے باقاعدہ ہوٹنگ کی اور دائرے میں کھنچے لوگوں نے دل کھول کر تالیاں بجائیں اور سب نے اس اظہار کرتے جوڑے کو کلیپنگ کر کے سپیشل فیل کروایا۔ وہ دونوں تو واقعی اس اچانک افتاد پر چونکے اور پھر ہنس دیے۔ سب نے انھیں ڈھیر دعائیں دیتے ہوئے پھر سے اکیلا چھوڑ دیا۔ آئرہ کی بھیگی آنکھیں اب بس مسکرا رہی تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو جی بھر کر دیکھنا چاہا تھا، اور منظر تو ان چار نگاہوں کی تکرار پر مچل رہے تھے۔

" آئی لو ویو ٹو، تم بہت پیارے ہو خضر، تھینک یو سو مچ مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے، مجھے اس دنیا کی سب سے انمول اور پیاری محبت دینے کے لیے " جذباتیت بھرے انداز میں آئرہ نے ایک بار پھر خضر کی سمت دیکھا جو شاہانہ انداز سے مسکرا کر اترا رہا تھا۔ دونوں کی زندگی نے باہمی رضامندی سے خوبصورتی اوڑھ لی تھی، منظر اور نظارے ناچ ناچ اٹھے تھے۔ ہر رنگ، آسمان کے ستاروں کی طرح ٹوٹ ٹوٹ کر انکا صدقہ اتار رہا تھا۔

****

"رات کے لیے کچھ اچھی سی تیاری کر لینا، آئرہ کے رشتے کے لیے کچھ لوگ آرہے ہیں۔ اور یہ کمینگی کا سردار ابھی تک جاگا نہیں، دو بج رہے ہیں زرا جو اس نکمے کو کوئی فکر ہو" ہاجرہ کا دماغ تو پہلی بات پر ہی اعلی وولٹیج کے جھٹکے سے ہل گیا تھا، وہ جو دن کے کھانے کے بعد شمس کو چائے بنا کر دینے آئی تھیں اب چہرے پر تناو لائے دونوں بازو کمر پر رکھے گھور رہی تھیں۔

"آپ کو کیوں بیٹھے بیٹھائے آئرہ کو بیاہنے کی سوجھ رہی ہے، شمس میں بتا رہی ہوں کے میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گی" ہاجرہ کا باغی پن اس قدر مضبوط تھا کہ شمس ایک ہی لمحے میں اٹھ کر زوجہ کے روبرو کھڑے ہو کر اپنی غصیل نظریں ہاجرہ کے چہرے پر ڈال چکے تھے۔ کمرے سے نکلتا ہوا نادم بھی اماں ابا کی لڑائی ملاخظہ کرنے کے لیے وہیں سوئی شکل لیے دروازے کے ساتھ لگ چکا تھا۔

"آئرہ میرے پاس امانت ہے اور مجھے یہ امانت اچھے سے واپس کرنے دے ہاجرہ، ایک بات میری کان کھول کر سن لو اگر تم یا تمہارہ وہ بیٹا رات کو کسی تماشے کے مرتکب ہوئے تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔ آئرہ جہاں چاہے گی اسکی شادی وہیں ہو گی، ویسے بھی نادم کی شادی اب صرف حرا سے ہو گی" وہ جو دروازے میں کھڑا ہو کر ڈھٹائی سے لڑائی کا نظارہ لینے کھڑا تھا، اس بات پر تو فیوز بلب کی طرح صدمے میں غرق ہوا تھا۔ شمس کا غصہ ہاجرہ کو بے بسی سے منہ پر رضامندی لانے پر مجبور کر چکا تھا مگر نادم اپنی زرافے جیسی ٹانگیں چلاتا ہوا دو لمحے کے اندر ابدر بیچ میں کودا۔

"آئرہ صرف میری ہے بابا، ایسا تو نہ کریں اب" نادم نے التجاء کرتے ہوئے شمس کو کہا جو بدلے میں اپنی چپل اتار چکے تھے۔ ہاجرہ تو بغیر کوئی تاثر دیے کچن میں چلی گئی تھیں۔

"مجھ سے یہ بات کرتے ہوئے تجھے غیرت نہیں آئی، آئرہ تیری ضرور ہوتی اگر تو نے وقت پر خود کو اس کے قابل بنالیا ہوتا۔ اب تجھے جلال ہی دیکھے گا اور بندے کا پتر بنائے گا۔ رات کو اگر تو نے کوئی کمینگی دیکھائی تو یاد رکھنا نادم اسی چپل سے میں تجھے مار مار کر گنجا کر دوں گا" شمس نے جلتے اور سلگتے انداز میں نادم کو اچھا خاصا باور کروا دیا تھا۔ نادم نے تو کیا کیا سپنے سجا رکھے تھے اور وہ ایک پل میں بکھر کر خاک ہو گئے تھے۔ اسے لگا جیسے وہ برف میں مبحوس ہے، مجبور اور لاچار ہے۔

"بابا پلیز یہ نہ کرو مجھ معصوم کے ساتھ" نادم نے ہچکچاتے ہوئے جوتی کی پہنچ سے پرے ہٹ کر رونی شکل سے کہا تو شمس جو اپنی چپل فرش پر پھینک کر پہن رہے تھے ایک بار پھر شدید برہمی سے گھورے تھے۔

"اپنا یہ لفنگا خلیہ ٹھیک کر، کل دس بجے تجھے آفس جانا ہے۔ حرا بہت پیاری بچی ہے مجھے زلیل مت کروا دینا نادم۔۔۔ یہ میرے بندھے ہاتھ دیکھ، آئرہ کو چھوڑ کر اب اپنے مستقبل کو سیدھا کرنے کا سوچ، مجھ بوڑھے میں اب اتنی سکت نہیں کہ تیری مزید لفنگی اور بے کار حرکتیں برداشت کروں۔ یہ داڑھی اور مونچھ ہلکی کر، جنگلی کہیں کا۔ تھوڑا احساس کر لے نادم، ہمیں اتنا عاجز مت کر کے ہم لوگ تیری فکر میں وقت سے پہلے قبر میں جا بسیں" شمس نے بات تو دبنگ انداز سے شروع کی مگر اختتام تک اس میں حسرت گھل گئی تھی۔ آخری بات پر تو وہ مشتعل اور رنجیدہ سا نادم بھی تڑپ اٹھا تھا، بھلے وہ جتنا بھی ہڈ دھرم کیوں نہ ہو، ایسی ظالم بات نہیں سہہ پایا تھا۔ آئرہ کا ہاتھ سے جانا تو اسے تیر کی طرح چبھ رہا تھا۔

"اچھا چلا جاوں گا، لیکن اب اگر حرا ابھی نہ ملی تو میں نے آئرہ اور حرا دونوں کو آغوا کروالینا۔ پھر نہ کہنا کوئی مجھے۔۔۔ہاں" نادم کی بات پر شمس پورے غصے کے باوجود ہنس پڑھے تھے، اپنی اس اکلوتی عجوبی اولاد پر انھیں اب واقعی پیار سا آیا تھا۔ نادم بھی بابا کو مسکراتا دیکھ کر بڑے ہیرو کے انداز میں اپنی الجھی سی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ناک ٹیڑھا کیے منہ بسورے واپس حجرہ مبارک کی سمت چل پڑا۔

"اماں جانی مجھے ناشتہ دے دو" جاتے جاتے ہانک لگاتا نادم تو اب واقعی شمس کی جوتی کا مستحق تھا، شمس حسین نے بھی نہ آو دیکھا نہ تاو، فوراً سے جوتی اٹھا کر پیچھے گمائی۔

"بے غیرت، اس وقت لوگ دنیا کے آدھے کام ختم کر چکے ہیں اور تجھے ناشتہ چاہیے۔ فوراً سے ٹھوس کے دکان پہنچ ورنہ یہ جو نشانہ چوک گیا ہے اگلی بار تجھے لال پیلا کرے گا۔ کھوتے کا کان" شمس کی جوتی نادم کے کمرے میں دوڑ جانے سے بچاری ہوا میں ہی لہراتی ہوئی سامنے لگے لیموں کے پودے میں جا ٹکی، نادم نے ڈھیٹ بنے کمرے سے سر نکال کر جوتی دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ اس سے پہلے کہ شمس اپنی دوسری جوتی اٹھاتے، نادم صاحب کمرے میں گھس چکے تھے۔

"سنیں، اب زرا جوتیاں کم کر دیں۔ آگے ہی اسکی عقل گٹوں (ٹھنوں) میں ہے۔ یہ لیں بل، آج آخری تاریخ ہے" ہاجرہ صاحبہ بھی بچے کی فرمائش پر کمرے سے بل لا کر چبا چبا کر بولنے کے بعد ناشتہ بنانے کچن میں چلی گئیں۔ شمس نے بل پر نظر ڈالی اور اپنے مقدروں کو کوسا دیے جوتی نکالنے کے لیے لیموں کے درخت تک گئے اور جاتے جاتے بھی وہ ہانک لگا۔۔ئے نادم کو تنبیہ کرنا نہیں بھولے تھے

****

"بھائی، صبح سے شام ہو رہی ہے پلیز کچھ کھالیں، آپکی طبعیت تو ٹھیک ہے" مبشر دن تک تو ضامن کے خود باہر نکلنے کا انتظار کرتا رہا مگر جب پوری رات تک وہ باہر نہ آیا تو خود ہی سینڈوچ بنائے ٹرے لیے کمرے میں گیا۔ ضامن کمفرٹ منہ تک تانے گہری نیند میں تھا، سامنے ٹیبل پر بجھے جلے سگریٹ سے بھری ایش ٹرے دیکھ کر تو مبشر کا دل جل کر خاک ہو گیا تھا۔ وہ کئی بار ضامن کو سموکنگ سے روک چکا تھا مگر ضامن کو روکنے اور ٹوکنے والے لوگ ہمیشہ سے زہر لگتے تھے۔ مبشر نے اداسی لیے ضامن پر جھک کر اسکے چہرے سے کمفرٹ ہٹایا تو وہ بے زاری سے اسکا ہاتھ جھٹک کر کروٹ بدل گیا تھا۔ مبشر کو اطمئینان سا ہوا کیونکہ اسے بخار وغیرہ تو بلکل نہیں تھا۔ مبشر نے ہنوز اداس سا چہرہ گمائے کمرے میں نظر دورائی تو ہر چیز ضامن جیسی کڑوی ہی تھی۔ پورا کمرہ سیاہ اور سفید کنٹراسنگ پر مشتمل ہو کر الگ ہی سوگواری پھیلا رہا تھا۔ خود ضامن کو رنگوں سے وہشت تھی، اسے سیاہ، سفید یا اسی طرح کے ہلکے اور مرے رنگ پسند تھے۔ سامنے وال پر لگی مہرو، جلال، مبشر، حرا اور ضامن کی چار سال پہلے والی تصویر دیکھ کر مبشر کی آنکھیں مزید رنجیدہ ہوئیں۔ اس تصویر میں وہ پانچوں مسکرا رہے تھے۔ مبشر اٹھ کر کھڑکی کی طرف آیا اور پردہ ہٹا کر سامنے سحر کی تاریکی کو دیکھنے لگا۔ اسے لگا جیسے آسمان کی ساری اداسی اس کمرے میں سمٹ آئی تھی۔

"کیوں آپ نے خود کو پتھر بنا رکھا ہے بھائی، آپکا یہ جلا رویہ آپکو بہت اکیلا کر دے گا۔ ہم سبکو آپ کی بہت ضرورت ہے مگر آپکو ہماری ضرورت نہ کبھی تھی نہ ہو گی۔ آئی لو یو لیکن آپ بہت بے رحم ہیں" مبشر اس ظالم بھائی کو شدت سے یاد کر رہا تھا جو اس کے پاس تو تھا مگر پھر بھی کہیں نہیں تھا۔ اسے اس تکلیف سے فرار چاہیے تھا جو پاکستان جا کر مہرو، حرا اور بابا کی آنکھوں میں ضامن کی کمی سے اترنے والی تھی۔

"تم میرے کمرے کی تلاشیاں لینے آئے ہو، تمہیں سمجھ نہیں آتی ایک بار کے میرے روم میں مت آیا کرو" مبشر نے اپنے عقب سے آتی دبنگ غصیلی آواز پر بے اختیار پلٹ کر دیکھا تو ضامن اٹھتے ہوئے اب بیٹھ کر اپنی تیکھی نظریں جمائے کڑوا سا استفسار لیے ہوئے تھا، مبشر کے دل کا کوئی کونہ ٹوٹ سا گیا۔

"مجھے آپکے روم کی تلاشی لینے کی کیا ضرورت ہے بھائی، مجھے بس آپکی فکر تھی۔ آپ کل رات سے کمرے میں ہیں" مبشر مودب اور اداس سا مجرم کی طرح سر جھکائے اپنی صفائی دیتے بولا تو ضامن نے اٹھ کر اسکے سامنے تن کر اسکے چہرے پر تیر جیسی نظر ڈالی۔

"آپنی یہ فکر کا ٹوکرا اسمیٹ کر پاکستان جاو، مجھے سکھ کا سانس لینے دو۔ تم سب کی فکر اور رونا لے کے بیٹھ گیا ہے۔" زرا جو اس بدلحاظ کو اس پیارے چھوٹے بھائی پر ترس آیا ہو، مبشر کی آنکھوں میں یہ تکلیف نئی نہ تھی۔ ضامن ستمگر اور ظالم تھا کیونکہ اسکے دل کو اللہ نے سیاہ کر رکھا تھا۔ وہ بد فعل سر انجام دینے والا ایک گنہگار تھا۔

مبشر بنا کچھ کہے اپنا رخ پھیر گیا، ضامن کو تو جیسے کوئی پرواہ تک نہ تھی۔ مبشر کے چلتے قدم رکے تو وہ بجلی کی رفتار سے ضامن کے سینے سے جا لگا، خود ضامن اسکے یوں چمٹنے پر باقاعدہ بیزار منہ بنا چکا تھا۔

"آپ بہت برے ہو بھائی، لیکن میرا آپکے لیے پیار مجھے برا بننے نہیں دیتا۔ ہم سب آپ کو بہت مس کریں گے" مبشر کی آنکھیں اس کبھی کبھی زبردستی وصول کی جانے والی جپھی پر آج بھی صورت برسات بہہ گئی تھیں۔ ہلکی سی ہلچل تو اب ضامن کے دل میں بھی ہوئی تھی۔

"اچھا چھوڑ اب مجھے، یوں عورتوں کی طرح ٹسوے نہ بہا۔ یار جب تجھے پتا ہے کہ مجھے پاکستان جانا نہیں پسند تو پھر مجھ سے ضد کر کے میرا میٹر مت گمایا کر۔ چل چھوڑ بھی دے جھونک کہیں کے" ضامن کا غصہ بھی ہٹ کر کچھ دھیما ہوا اگر مبشر تو آج واقعی شدید رو کر جونک ہی بنا ہوا تھا۔ مبشر نے ناں میں گردن ہلائی تو ضامن نے پورا زور لگا کر اسکو الگ کر کے اپنے سامنے لایا جو رو کر اپنی آنکھیں زرد کر چکا تھا۔ ضامن کو احساس ندامت سا ہوا، پر وہ ایسا ہی تھا۔

"اچھا سوری، نہ رو" ضامن نے سنجیدگی سے اپنے ہاتھ سے مبشر کی گال تھپکاتے ہوئے کہا تو وہ روئی سی شکل کو ہاتھوں سے رگڑنے کے بعد ایک بار پھر لپٹ چکا تھا، اب کی بار ضامن احمد کے چہرے پر بھی کہیں سے بھولی بھٹکی مسکان عود آئی تھی۔ اپنی دونوں بازو سے مبشر کو خود میں بھینچے ہلکا سا قہقہہ آیا تھا۔

"تجھے لڑکی ہونا چاہیے تھا، پتا نہیں ڈاکٹر بن کر تو نے ابھی کتنی بار غش کھا کر گرنا ہے۔ چل ناں اب چھوڑ دے مجھے زیادہ فری مت ہو" ضامن نے اب کی بار تھوڑی شرارت لیے بھائی کا رونا ختم کرانے کی کوشش کی تو مبشر زرا بھی ہنس نہ پایا تھا۔ دل دکھانے کے بعد کوئی لاکھ ہنسا لے، درد کم نہیں ہوتا۔

"سینڈوچ بنائے ہیں، کھا لیجیئے گا۔ مجھے پیکنگ کرنی ہے" مبشر صاحب پر ابھی بھی روتو سا اثر باقی تھا، ضامن کو سنجیدہ سا کہہ کر وہ چپ چاپ کمرے سے نکل گیا۔ ضامن نے اپنی شرٹ ٹھیک کی اور ڈریسنگ سے اپنا فون اٹھایا جس پر کافی مسکالز تھیں۔ ضامن نے کال بیک کرتے ہی فون کان سے لگایا اور واش روم میں گھس گیا۔

****

"دادی، دادی کہاں ہیں آپ" عنیہ کی آوازیں پورے گھر میں گھونج رہی تھیں، کنیز آج سٹور روم میں گھس کر کچھ صفائی ستھرائی کر رہی تھیں جب عنیہ کی ہانک پر سٹور روم سے باہر آئیں۔ عنیہ فون ٹیبل پر رکھے دوڑ کر دادی تک آئی۔

"آج خضر اور آئرہ آپی کا رشتہ طے ہو رہا ہے دادی، مجھے ابھی زیان بھیا کی کال آئی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر آج سب فائنل ہو گیا تو ہم ان شاء اللہ دو دن تک مری پہنچ جائیں گے۔ اف دادی جانو کتنا مزہ آئے گا

ناں۔۔۔۔شادی ہو گی۔۔۔۔ھائے" عنیہ کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا، دادی نے اپنی اس آفت کی پرکالہ کو سینے سے لگائے خود بھی پیاری مسکان دی اور وہ دونوں ہی لاونج میں چلی گئیں۔

"ہاں، اچھا سن عنیہ۔۔۔ آتے ساتھ عریش کو منگنی کا مت بتانا، پہلے یہ شادی ہو لے پھر ہم سب مل کر اسے بتائیں گے۔ مجھے تو ابھی بھی فکر ہے کہ کہیں میرے بچے کا دل نہ ٹوٹ جائے" دادی کو تو ابھی بھی رہ رہ کر عریش کے منگنی کی بات پتا چلنے پر ظاہر ہوتے تاثرات کی فکر تھی۔ انکے تو سوچ سوچ کر ہاتھ پیر پھولنے لگتے تھے۔ عنیہ نے فوراً سے پہلے دادی کا ہاتھ پکڑے اپنا رخ اور گردن انکی طرف پھیرتے ہوئے پیار سے دیکھا اور مسکرا دی۔

"دادی جان آپ کیوں فکر کرتی ہیں، ایسا ویسا کچھ نہیں ہو گا۔ آپ بس شادی کی تیاری کریں۔ عریش بھیا اس فیصلے سے بہت راضی ہوں گے بھروسہ رکھیے، جنت آپی انکی ساری آڑی ترچھی گرل فرینڈز سے پیاری ہیں کہ نہیں؟ بولیں" عنیہ تو بس کسی طرح دادی کے سارے خدشات مٹانے میں لگی تھی۔ دادی نے فوراً سے پہلے اداسی سے نفی میں سر ہلایا تو عنیہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارے قہقہہ لگایا۔

"اور پلس پوائنٹ تو یہ ہے کہ جنت آپی عریش بھیا سے محبت کرتی ہیں، آپ ہی تو کہتی ہیں کہ محبت کرنے والے سراپا قابل قبول اور قابل رشک ہوتے ہیں۔ سوچئیے کہ جب عریش بھیا جیسے پگلو کو ایک پیاری سے بیوی ملے گی تو وہ جلد یا بدیر ان سے محبت کرنے لگیں گے" عنیہ کی باتیں واقعی وزن والی ہوتی تھیں کیونکہ وہ بہت ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ سمجھدار بھی تھی۔ دادی کا چہرہ کچھ فکر مندی کا اثر زائل کرتا محسوس ہوا تھا۔

"ہاں ان شاء اللہ، ٹھیک ہے۔ اللہ سب خیر کرے۔ میرا بچہ بس خوش رہے مجھے اسکی خوشی عزیز ہے" دادی کا

بس چلتا تو اپنے اس راج دلارے پر اپنی جان تک لٹا دیتیں۔ عنیہ نے قائل ہوتی دادی کو پوری شدت سے

دبوچے گالوں پر پیار دیا تو اب کی بار عنیہ کے شرارتی انداز پر دادی بھی ہنس دیں اور اپنی اس بجلی کو بھی سینے میں سمو گئیں۔عنیہ کی آنکھیں تو ان شادیوں کی خوشی میں پورے انداز سے چمک اٹھی تھیں۔اب کی بار زیان اور افراح کی میرج اینور سری بھی یہیں مری میں سیلیبریٹ ہونی تھی لہذا خوشیوں کے ایک طویل سلسلے کی آمد بس ہونے کو تھی۔

****

آئرہ اور خضر پہلے خضر کے گھر گئے تھے جہاں حرا اور مہرو پہلے سے موجود تھیں،مہرو کے ساتھ ساتھ حرا کو بھی آئرہ بہت پسند آئی تھی۔وہاں سے وہ سب سیدھا آئرہ کے خالا اور خالو کی طرف گئے تھے۔ہاجرہ بھلے دل سے خوش نہ تھیں مگر شمس نے بہت سختی سے یہ معاملہ سلجھانے کا کہا تھا،نادم تو یوں تھا جیسے کوئی شریف النفس پن کا ابھی ابھی کورس کر کے آیا ہو۔دروازے پر نادم کا بتیسی کے سنگ ویلکم تو آئرہ اور خضر دونوں کو چونکا چکا تھا۔افراح،زیان اور عریش بھی انہی کے ہمراہ تھے۔ہاجرہ نے رات کے بہترین کھانے کے ساتھ ساتھ چائے کے لیے بھی خاصا اہتمام کر رکھا تھا۔وہ سب ہی کھانے کے بعد اب لاونج میں بیٹھ کر چائے پی رہے تھے۔مہرو کو آئرہ کے ساتھ ساتھ اسکی خالا اور خالو بھی پسند آئے تھے،شمس کو وہ جانتی تھیں کیونکہ وہ جلال کے دوست تھے

اور وہ تبھی اس رشتے پر ناصرف مطمئین تھے بلکے انکی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا۔ نادم صاحب بھی حرا کو دیکھ کر باچھیں کھول کر مطمئین تھے کہ آئرہ نہ سہی پر حرا جیسی حسین اور پیاری اب اسکی تھی۔

" بھئی مجھے بے حد خوشی ہو رہی ہے کہ میری آئرہ میرے دوست کی بہو بن رہی ہے، خضر کا نام تو سنا تھا آج مل کر یقین کیجئے دلی خوشی ہوئی ہے۔ بھابھی آپ یہی سمجھیں کے اب آئرہ آپکی امانت ہے" شمس کی آنکھیں تو مسکرا کر گویا رشتے کو دل و جان سے منظور کر چکی تھیں، نادم کے منہ پر اب سکتہ سا تھا۔ جبکہ ہاجرہ نے بھی منہ پر گھسیٹ کر مسکان لا کر شوہر صاحب کی بات سے متفقہ مسکان ملائی تھی۔ افراح، زیان، عریش اور حرا تو بے حد خوش اور مسکرا رہے تھے۔ مہرو نے بھی اپنے بغل میں ایک طرف بیٹھی آئرہ کو محبت لٹاتی نظروں سے دیکھا اور پھر خضر کو جو بڑی سنجیدگی سے چائے پی رہا تھا۔

" بہت شکریہ شمس بھائی، بس پھر مجھے اجازت دیں کے میں یہ رسم کر لوں" مہرو نے اپنا بیگ کھولتے ہوئے اپنے لہجے کی ہمکتی خوشی کے سنگ شمس کو دیکھا جو بسم اللہ کرنے کا اشارہ دے رہے تھے۔ نادم نے ابا جان کو ایک چھٹی نگاہ سے دیکھا تو وہ بدلے میں اسے بہت شدید گھور چکے تھے۔ مہرو نے بہت پیاری سے دو گولڈ کی چوڑیاں بہت محبت سے آئرہ کی بازو میں پہنا کر خود سے لپٹا لیا۔ سب نے ہی بیک وقت ہوٹنگ کرتے ہوئے آوازیں بلند کیں تو پورا کمرہ جلترنگ سے مسکان زدہ قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔

" دراصل سب بچوں نے پلین بنایا ہے کہ یہ شادی مری میں ہو، کیونکہ خضر کی منہ بولی دادی ہیں وہاں، تو ہم یہ فنکشن مری میں کرنا چاہتے ہیں۔ آپ بتا دیں کہ ہم پھر کب کی ڈیٹ رکھیں" مہرو ہی باقی معاملات طے کرتے

بولیں تو شمس نے پر سوچ انداز میں اپنا چشمہ اتار کر ایک نظر ہاجرہ پر ڈالی جو بے نیازی سے یہ معاملہ بھی شمس پر ڈال چکی تھیں۔ نادم اب مسلسل خضر اور آئرہ کو کن آکھیوں سے گھور رہا تھا۔

"مری، اچھا مری جانا تو مشکل ہو جائے گا۔ نادم بھی کل جاب پر جا رہا ہے۔ ہم ایسا کرتے ہیں کل نکاح کی تقریب یہیں کر لیتے ہیں اور پھر سب بچے مری جا کر باقی کی مستی کر لیں۔ یوں دونوں طرف شرکت بھی ہو جائے گی۔ ہم سب ان شاء اللہ بارات پر کچھ دیر کی شرکت کرنے کی کوشش کر لیں گے۔ اس طرح ہم بھی خوش اور سب بچے بھی" شمس کا خیال تو سب کو پسند آیا تھا مگر اس قدر جلدی نکاح پر خضر اور آئرہ دونوں ہی کچھ حیران اور شاکنگ سا تاثر دیتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ جبکہ عریش صاحب تو باقاعدہ دونوں کو آنکھ مارے خود تو ہنسے ہی ان دو ہونق زدہ دیوانوں کو بھی ہنسا چکے تھے۔ مہرو کو شمس بھائی کا خیال بہت اچھا لگا تھا تبھی انکا چہرہ کھل چکا تھا۔

"ٹھیک ہے بھائی، کل ان شاء اللہ ہم دو بجے نکاح کر دیتے ہیں۔ آپ بھی کچھ بولیں ناں ہاجرہ بھابھی" مہرو نے پوری گفتگو کے دوران خاموش سی الجھی سئ ہاجرہ کو نوٹس کرتے ہوئے مخاطب کیا تو ہاجرہ کپ رکھے مسکین سی مسکراہٹ دے چکی تھی۔

"انہوں نے کہہ دیا بس ٹھیک ہے، کل دو بجے یہ نیک کام ہو جائے گا" ہاجرہ کی بے دلی صاف محسوس ہوئی تو شمس نے بھی انھیں برہمی سے دیکھا۔ نادم صاحب تو پتا نہیں کس طرح اتنے پر سکون تھے، دل تو اسکا اس آئرہ سے دستبردار ہونے پر بلکل راضی نہ تھا مگر وہ اس خضر سانڈ سے بھی خوفزدہ تھا۔

"جتنی خوشی منانی ہے منالو۔اس خضر کی ٹھکائی تو میں کروا کے دم لوں گا۔اس نک چڑھی آئرہ سے اپنی بے عزتی کا بدلا تو مجھ پر فرض ہے بچو۔میرا کیا ہے، حرا پر صبر و شکر کر لوں گا۔پر ان دونوں کی خوشی بھی مجھ سے نہیں دیکھی جائے گی۔نادم کو بڑا ایزی لے لیا۔۔۔۔۔۔نادم کیا بلا ہے یہ تو میں بتا کے رہوں گا آئرہ بی بی"سب کے ہنستے اور مسکراتے چہرے دیکھ کر نادم نے معنی خیز نظروں کے سنگ اپنی مونچھ کو تاو دیتے ہوئے تڑختے ہوئے نئے فساد کو برپا کرنے کا عہد باندھا تھا۔خضر نے گردن موڑ کر آئرہ کو دیکھا جو گھبرائی ہوئی جناب کا دل لوٹ گئی تھی۔افراح اور زیان نے دونوں کا یہ ظالمانہ ایک دوسرے کو دیکھنا ملاخظہ کیا تو دلفریبی لیے مہک اٹھے۔عریش تو رہ کر نادم کو دیکھ کر دل میں ہنس رہا تھا جسکا یہ والے گانے کا حال تھا۔۔۔

"دل کے آرمان آنسوؤں میں بہہ گئے، ہم وفا کرتے بھی تنہا رہ گئے"وہ سب نو بجے تک واپس چلے گئے تھے۔ ہاجرہ نے آئرہ کو آج رات یہیں روک لیا تھا کیونکہ کل نکاح تھا اور شمس بھی یہی چاہتے تھے کہ آئرہ انکے گھر سے رخصت ہو۔جاتے ہوئے افراح اور مہرو کے علاوہ حرا نے بھی آئرہ کو لپٹ کر پیار لٹایا اور خضر نے بس ایک دل تک اترتی بے قرار نظر ڈالنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

****

"کل ہم ایک بجے تک آجائیں گے، الحمدللہ کے سب کچھ اچھے سے طے ہوگیا" وہ لوگ باہر گاڑی تک آئے تو مہرو نے رک کر پیچھے مڑتے ہوئے اپنے جان سے پیارے خضر کو دیکھ کر کہا جو خاصا سنجیدہ تھا۔ حرا، افراح، زیان اور عریش بھی ساتھ ساتھ ہی تھے۔

"خضر بھیا، آپکو پتا ہے آپکی شادی پر سب سے زیادہ خوش میں ہوں۔ کل تک مبشر بھیا بھی آجائیں گے، ہم سب آپکی شادی میں خوب سارا مزہ کریں گے" حرا کو تو آج اتنا سارا وقت خضر بھیا کے ساتھ گزارنے کو ملا تھا لہذا وہ بھی آج پھول کی طرح کھل کر مہک رہی تھی۔ خضر بھی حرا کی بات پر اپنا ہاتھ بڑھائے مسکرایا تو حرا نے بے قراری سے بھائی کا ہاتھ تھام لیا۔ مہرو کی آنکھیں تو اس منظر پر قربان تھیں جبکہ وہ تینوں بھی دلکشی نگاہوں میں بھرے خضر کا پیارا سا روپ دیکھ کر مسکرائے تھے۔

"تھینک یو حرا، آج مجھے واقعی لگا جیسے میری بہن کی کمی دور ہوگئی ہے۔ مجھے میری بے حسی کے لیے معاف کردو، تم اور مبشر مجھے پیارے ہو لیکن حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنا وجود اس گھر سے اور وہاں کے ہر فرد سے الگ رکھنے پر مجبور ہوں" خضر نے جلال اور ضامن کے کٹھور پن کی وجہ سے مبشر اور حرا کو بھی اپنے قریب نہیں آنے دیا تھا اور آج حرا کی اس والہانہ خوشی پر وہ اسے اپنی شفقت سے محروم نہیں رکھ پایا تھا۔ حرا کو تو جیسے اپنی زندگی کا بہترین دن نصیب ہوا تھا، فوراً سے پہلے وہ خضر سے لپٹ کر روئی سی مسکائی تو یہ منظر ان باقی چاروں کی آنکھیں بھی نمی سے مہکا چکا تھا۔

زیان نے خضر کو کندھے سے پکڑا تو افراح بھی محبت سے روئی سی مہرو کو ساتھ لگائے مسکرا دی۔ عریش بھی فی الوقت ہلکی سی آسودہ مسکان لیے یہ ملن دیکھ کر ہر شرارت فراموش کیے حسین ترین لگ رہا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں خضر بھیا، آج آپ نے مجھے بہن مان لیا بس مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ کوئی آپکو مانے نہ مانے، آپکو چاہے یا نہ چاہے لیکن میں، مما اور مبشر بھائی آپ سے بہت پیار کرتے ہیں" حرا نے اپنی سیاہ آنکھیں الگ ہو کر خضر پر ڈالے پوری سچائی سے کہا تو خضر نے مدھم سی اداس مسکان کے سنگ حرا کی گال پر ہاتھ رکھے شفیق سی ہاں میں سر ہلایا۔

"خوش رہو" بے حد پیارے انداز میں اب وہ مہرو کو اپنے سینے سے لگا چکا تھا جو اس منظر سے خاصی جذباتی تھیں۔ اب کی بار ان سب کی آنکھیں جگمگائی اور دل مسکرا اٹھے تھے۔ خضر کا دل توکل کے اس من پسند فیصلے کی طرف جا اٹکا تھا جو ایک پل میں آئرہ کو اسکا بنانے والا تھا۔

"ہم سے بھی ملو دلہے راجہ" زیان صاحب اب اپنے پورے جوش سے خضر سے بغل گیر ہوئے تو خضر کے چہرے پر سہانی سی خوشی چمکی اور اسکی سیاہ آنکھیں محبت کے نئے سفر کا سوچ کر قوس قزاح کا روپ دھار گئی تھیں۔ زیان کے بعد افراح نے بھی جناب کو بے شمار پیار میں لپٹی دعائیں دیے چہرے پر ہاتھ دھرے مسکرانے پر مجبور کیا اور سب سے آخر میں عریش صاحب تو خضر سے یوں چمٹے گویا واقعی دنیا کی بڑی جونک لپٹ گئی تھی۔ سب کے چہرے پر اب کی بار والہانہ سی آسودہ اور طلسمی ہنسی دوڑ گئی تھی۔ آج خضر اپنے گھر جانے والا تھا اور آج عریش صاحب خضر کے مہمان تھے جبکہ باقی سب نے بھی صبح پہلے خضر کے گھر پہنچنا تھا اور اسکے بعد نکاح کے لیے آئرہ کی طرف۔ سب کچھ طے تھا اب بس پیار سے مزین حسین اور دلنیشن سے فیصلے کا انتظار تھا۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

"سر نے مجھے تمہارے لیے بھیجا ہے، مجھے تمہاری ہر فکر دور کرنی ہے اور تم ہو کے مجھے خود کے قریب آنے ہی نہیں دے رہے" یہ یو کے کا ایک فائیو سٹار ہوٹل تھا جہاں ضامن اکثر و بیشتر اپنا مائینڈ ریلکس کرنے آتا تھا، منور نے اسکے لیے اپنی ہی ٹیم کی مینا کو بھیجا تھا جو تھی تو بہت خوبصورت مگر نا چاہتے ہوئے بھی عزت و ناموس کو داو لگانے پوری تیاری سے آئی تھی۔ گرے ڈھیلی ڈالی شرٹ اور بلیک جینز پہنے بالوں کو ہزار طریقے سے کرل کیے، چہرے پر مدھم سا منصوعی حسن سجائے وہ ضامن کو دیکھ کر بے چینی لیے بولی تھی۔ ضامن اپنے دونوں بازو گلاس ونڈو پر رکھ کر باہر شام کا منظر دیکھ کر اور عقب سے مینا کی لہراتی تاسف زدہ آواز سن کر بیزار ہوا۔ مینا کو وہ شخص ہمیشہ ہی بہت پیارا لگتا تھا مگر اسکی ایک برائی تھی کہ وہ کسی کو اپنے قریب آنے نہیں دیتا تھا، مینا تک کو بھی نہیں۔ ہر حرام چیز اس شخص نے چکھ رہی تھی سوائے پرائی عورت کے۔ شاید یہاں آکر اسکے اندر کچھ انسانیت جاگ جاتی تھی۔

"مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے، عورت پر کمزور لوگ انحصار کرتے ہیں۔ ضامن کمزور نہیں ہے" ضامن کی سپاٹ انداز میں کہی بات پر تو وہ گلابی رنگت اور تیکھے نقوش والی مینا اپنی دونوں بازو ضامن کی کمر سے سینے تک لے جاتی اپنا سر اسکی پشت پر ٹکا گئی تھی۔ ضامن کو اسکی یہ حرکت ہمیشہ کی طرح آج بھی زہر لگی تھی۔

"مجھے پتا ہے ضامن کمزور نہیں ہے، لیکن ضامن کمزور پڑھ رہا ہے۔ یہ پہلی بڑی شکست تھی جو تمہیں ملی، تمہیں پتا ہے کہ تنظیم تمہاری سوچ سے زیادہ برہم ہے۔ سر کو بھی لگتا ہے جیسے تم نے اس بار کو تاہی کر دی ہے، تبھی وہ مجھے سختی سے تمہیں کام ڈاون کرنے کا آرڈر دے چکے ہیں" ضامن کو اپنی کمر پر مینا کے ہونٹوں کا لمس محسوس ہوا تو وہ ایک سیکنڈ کے اندر اسکی سینے پر بندھی بازو کھول کر اسے جھٹکا دے کر شدید ناگواری سے گھور چکا تھا۔ وہ جو اس شدت زدہ اٹیک پر لہرا گئی تھی، بمشکل ضامن کے سینے سے لگتی ہوئی سنبھلی تھی۔ مینا کی آنکھیں تشنہ تھیں اور ضامن کی نگاہیں تپش سے شدید بھری ہوئی تھیں۔ ضامن کی وائٹ شرٹ کی پشت پر مینا کے ہونٹ اپنی چھاپ چھوڑ چکے تھے۔

"تمہیں سمجھ نہیں آتا، مجھے ریلکس ہونے کے لیے تمہارا سہارا نہیں لینا۔ میں ٹھیک ہوں۔ جہاں تک بات رہی شکست کی، یہ ضامن کی پہلی اور آخری ہار تھی" ضامن اس بے جا بے حیائی پر تلملا کر مینا کو جھاڑنے کے بعد پورے اعتماد سے ایک ایک لفظ جتا کر بولا تھا۔ مینا نے اسکی ہر بات ہوا میں اڑا کر اپنے ہاتھ اسکے کالر پر رکھے اور نگاہوں کی مدہوش نظر ضامن کے تنے چہرے پر ڈالی۔

"یہ میری ڈیوٹی ہے" مینا کی آنکھیں مزید مدہوش ہوئیں اور اس سے پہلے کے وہ ضامن کو اس معاملے میں بھی بے بس کرتی، ضامن نے اسے خفگی سے بازو سے پکڑ کر دور دھکیلا۔ مینا کچھ دور ہوئی اور بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔ ضامن نے غصے سے بھری نظر کے سنگ اپنی انگلی اٹھا کر ہوا میں لہرائی۔

"مجھ سے دور رہا کرو، ضامن کوئی بچہ نہیں کہ تم جیسی چیز سے بہل جائے گا۔ ضامن کا اپنا ایک معیار ہے، تم میرے معیار کی کہاں سے ہو؟" سخت وہشت ناک انداز میں وہ اسے کھا جانے والے انداز میں دیکھتے ہوئے دھاڑا۔ مینا کی آنکھیں تو تلخ سا مسکرائیں اور وہ دو لمحے صرف کرتی ہوئی پھر سے اس تک جا پہنچی۔ اب کی بار مینا نے دکھ اور غصے سے ضامن احمد کا گریبان پکڑا تھا۔

"میرا معیار تو میری قسمت نے گرایا ہے، لیکن میری توہین نہ کر کے مجھے زمین سے آسمان پر لانے والے تم ہو۔ لیکن یوں میری انسلٹ کیسے کر سکتے ہو؟ کیا سمجھتے ہو کہ مینا ہر ایرے غیرے کو ریلکس کرواتی پھرتی ہے؟ کیا مجھے طوائف مان رکھا ہے۔ بولو سمجھتے کیا ہو تم مجھے۔۔۔۔۔۔۔ میں بھی تمہاری طرح اس تنظیم کا ایک معیاری حصہ ہوں مسٹر ضامن۔ میرا معیار گرا ہوا ہے لیکن وہ اس لیے کہ مجھے صرف تمہاری تفریح پر معمور کیا گیا ہے۔ میں نے یہ معموری دل سے قبول کی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم میرے گرے معیار کو مزید نہیں گراو گے۔ یہاں آنا میری مجبوری ہے مگر تمہارا گریز میری خوشی ہے۔ محبت کرتی ہوں تم سے، آج تک تمہارے علاوہ کسی نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا۔۔۔۔" بنا رکے وہ ضامن کو دم بخود سا کیے اپنی آنکھوں میں بے شمار تکلیف بھر لائی تھی۔

ضامن کو ششدر سا دیکھ کر وہ اسکا گریبان چھوڑ کر مڑی اور بیڈ سے اپنا بیگ اٹھائے باہر کی سمت مڑی مگر ضامن کی آواز نے مینا کے تکلیف دہ من وزنی قدم روک دیے تھے۔

" مجھے اپنے کہے الفاظ پر شرمندگی ہے " ضامن نے بہت کٹھن سی پشیمانی ظاہر کرتے ہوئے کہا آخر وہ دوست تھے، تو مینا نے گردن موڑ کر ضامن کو دیکھا جو اسے خود سے بھی خالی لگتا تھا۔

" اور مجھے اپنے معیار کو گرانے پر دکھ ہے، آج کے بعد مینا تمہارے سامنے تمہارے معیار پر معمور ہو کر آئے گی " مینا کی نظروں کا مفہوم ضامن کے دل پر آرے چلا گیا تھا۔ ضامن زچ ہوا۔

" لیسن، دیکھو یہاں " مینا کو شانوں سے تھامے وہ نہایت پتھرائے انداز میں اسے زبردستی اپنے مقابل لا کر بولا تو مینا کی نم آنکھیں باآسانی دیکھائی دی تھیں۔

" ضامن نے تمہارا معیار اسی لیے نہیں گرایا کے وہ بھی تمہارا مقام بہت اوپر رکھ چکا ہے، مجھے تمہارا اپنے قریب آنا پسند ہے مگر میں کسی ناجائز رشتے کو بنا کر محبت کو روندنا نہیں چاہتا۔ آئی نو کہ میں ہر برا اور غلط کام کر چکا ہوں لیکن یہ مجھ جیسے کے لیے بھی ناقابل قبول ہے " ضامن کی آواز میں بھلے اتار چڑھاو تھا مگر وہ بہت سچائی سے اس سامنے کھڑی لڑکی کو بولا جواب کی بار اپنے آنسو واقعی نہیں روک پائی تھی۔

" جائز بنا لو محبت " مینا کے لہجے میں سمندر کو پی جانے کی حد تک پیاس تھی، ضامن نے بے بسی سے سر جھٹکا اور رخ موڑ گیا۔

"جائز بنانا ایک مشکل عمل ہے، وقت لگے گا" ضامن نے آپنی آنکھوں کی بجھتی روشنی مزید تاریک کرتے ہوئے ایک گہری سانس لیتے ہوئے کہا تو مینا نے بھی ویسی ہی سرد آہ بھرتے ہوئے اس شخص کی پشت کو گھورا۔

"کیا میں انتظار کروں" اپنے عقب سے مینا کی آواز پر وہ بے قراری سے پلٹا تو دو منتظر سوالیہ آنکھیں سایہ فگن ملیں۔ ضامن نے اسکے اور اپنے درمیان کا یہ فاصلہ چند قدموں میں عبور کیا اور اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوا۔

"ضامن نہ انتظار کرواتا ہے اور نہ کرتا ہے، لیکن تم کر لینا" ضامن نے اپنا ہاتھ آٹھا کر اپنی انگلی کی پوروں سے مینا کی گال کو چھوا اور وہ ہاتھ بھٹکتا ہوا ہونٹوں تک پہنچا۔ مینا کی آنکھیں اس عجب سے جواب پر مزید خالی ہوئیں۔

"کر لوں گی، لیکن اتنا یاد رکھنا کے وقت ہم جیسوں کے لیے بہت ظالم حد تک قلیل ہوتا ہے۔۔۔۔ ہم جو ایک ہاتھ میں زندگی اور دوسرے میں موت لے کر گھومتے ہیں۔ کب مر کر خاک ہو جائیں کسے خبر۔۔۔۔۔۔۔ اتنا انتظار مت کروانا کے محبت کی پہلی ملاقات ہم میں سے کسی ایک کے لیے غائبانہ بن جائے" مینا نے بہت دکھی ہو کر ضامن کا اپنے ہونٹوں کو چھوتا ہاتھ ہٹایا اور ایک تلاطم خیز سی حسرت زدہ نگاہ ڈالتی ہوئی بجلی کی رفتار سے کمرے سے نکلی تھی، ضامن نے ایک بے قرار نظر اپنے ہاتھ پر ڈالی اور اپنے چہرے پر بے انتہا سرخی سمیٹ لایا۔

"کیا ستم ہے کہ ہم سے صرف مرنے کے لیے جیتے ہیں، محبت کرنا اور نبھانا کم از کم ضامن احمد کے بس کا روگ نہیں ہے۔ تم مجھ سے دور ہی اچھی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔ میں تم سے محروم ہی اچھا ہوں۔ ہم دونوں بے قرار ہی

اچھے ہیں" بیڈ پر بیٹھتے ہی ضامن نے اپنا سر ڈھیلا چھوڑا تو وہ بیڈ پر گر گیا۔ مدھم سی ہار نے ضامن کا چہرہ رنجیدہ ترین اداسی کی گرد و غبار میں دفنا دیا تھا۔ محبت اور وہ بھی ضامن احمد کو مل جائے، بھئی دیوانے کا خیال اچھا تھا۔

****

"لو جی کل کے لیے ہم شاپنگ کر آئے، جلدی جلدی میں یہی سب ملا ہے۔ باقی کی دھماکے دار تیاری مری جا کر کریں گے، خضر یہ لو بھئی تمہارا نکاح کا جوڑا" عریش اور خضر دونوں نے بڑی چالاکی سے شاپنگ کا فریضہ زیان اور افراح کے سپرد کر کے خود پہلے ہی گھر کی راہ پکڑ لی تھی۔ ویسے بھی شاپنگ کے معاملے میں وہ سینئر کپل خاصا پرفیکٹ تھا۔ زیان صاحب تو بیٹھتے ہی یوں کسمائے جیسے بے حد تھک گئے ہوں، شاپنگ میں رات کا ایک بج چکا تھا۔ افراح نے بہت پیارا سا پیک اور ہینگ ہوا سیاہ کڑھائی دار کرتا اور سفید شلوار والا بہت خوبصورت لباس پسند کیا تھا کیونکہ سب جانتے تھے کہ محترم سیاہ کے خاصے دلدادہ ہیں۔

"اور یہ لو عریش تمہارے لیے زیان نے لیا ہے دیکھ لو اگر کوئی گڑبڑ ہے تو ابھی بتا دو تا کے ہم صبح صبح جا کر بدلوا لیں۔۔۔۔۔ اینڈ اینڈ دس از فار آئرہ" خضر کو اپنا جوڑا خاصا پسند آیا تھا تبھی محترم کے چہرے پر سحر انگیز پیاری

سی مسکان ابھری تھی۔ زیان کا لایا عریش کے لیے تھری پیس خاصا ڈیشنگ تھا، البتہ عریش زیادہ جینز ٹی شرٹ ہی پہنتا تھا مگر کل کے لیے زیان اور وہ رائیل بلو اینڈ چاکلیٹی براون تھری پیس پہننے والے تھے۔ افراح نے اعلانیہ طور پر اپنی بے حد پیاری مسکان کے سنگ ایک بہت پیاری سی ریپ ہوئی بلیک اینڈ سلور فراک اپنے ساتھ لگا کر لہراتے ہوئے بتایا تو خضر نے ایک نظر اس حسین جوڑے کو دیکھا۔ وہ بہت ہی نفیس سی فراک تھی جس پر سلور موتیوں سے بہت اچھوتا کام کیا گیا تھا۔ چوڑی دار سلور پاجامہ اور سر کے لیے جالی دار سیاہ اور سلور آنچل جسکے کنارے تین سلور موتیوں کی قطار لگ کر بھاری بنایا گیا تھا۔ عریش، خضر اور زیان نے ستائشی انداز میں افراح کی پسند کو دیکھ کر سراہا تو وہ خود بھی ہنس دی۔

"ماشاء اللہ آپو کیا چوائز ہے سچی آپکی، زیان لالہ تسی کنے لکی ہو۔۔۔۔ ھائے جب میری دلہن آئے گی تب بھی ساری شاپنگ آپ کرنا" عریش صاحب آج خلاف توقع سی سوچ کے زیر اثر بولے تو افراح تو صدقے واری چلی گئی تھی، خضر تو کل کے لیے ابھی سے خود کو بے جان سا محسوس کر رہا تھا۔ کل جب وہ اس دنیا کے حسین ترین جوڑے میں اسکے لیے سجے گی تو وہ کیسے اس شربتی آنکھوں والی کے حسن کی آنچ سہے گا۔ دل میں گدگدی ہوئی اور چہرے پر اس نئے بندھن کے بندھ جانے کا سرور چھانے لگا۔

"ھاھا میرا بچہ، تو شادی کر تو سہی۔۔۔۔ میں نے دنیا کی سب سے بیسٹ شاپنگ کرنی پھر۔۔۔۔ خضر تم بتاو آئرہ کا جوڑا کیسا ہے" اب افراح مصروف سے انداز میں باقی ساری شاپنگ دیکھاتے ہوئے کھوئے ہوئے خضر

سے بولی جو یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس نے کچھ سنا نہ تھا۔ تینوں ہی جناب کی ایسی دلفریب سی غائب دماغی پر پوری لطافت کے سنگ ہنسے تھے۔

"اہمم اہمم لگتا ہے لوگوں نے دلہن کو اس جوڑے میں امیجن بھی کر لیا ہے۔۔۔۔۔ ھائے خضر کا چہرہ بلش کر رہا" زیان نے کھسیانی سی ہنسی کے سنگ ساتھ بیٹھے اس خاموش سے شہزادے کو کندھے سے جکڑ کر کہا تو عریش صاحب بھی منہ پر شرارت سجائے ساتھ جا کر دھڑم سے بیٹھے۔

"ھاھا بھائی ایسا نہیں ہے" خضر کی مسکراہٹ نے تو گویا ہر سو چاندنی بکھیر دی تھی، وہ واقعی اب کی بار بلش کر رہا تھا۔ افراح بھی کن آکھیوں سے کام کے ساتھ ساتھ یہ حسین منظر دیکھ کر دبی سی رشک زدہ مسکرا رہی تھی۔

"ویسے کیا فیلنگز ہیں جناب کی، آر یو نروس" اب کی بار افراح نے سامنے ٹیبل پر بیٹھے ہوئے شریر سے تجسس سے پوچھا تو خضر ایک لمحے کو بلکل ساکت ہوا۔ وہ تینوں ہی پر اشتیاق سی نگاہیں خضر پر جمائے اسکے چہرے کے آتے اور جاتے رنگ ملاخطہ کر رہے تھے، خضر کا چہرہ بلش کرنا ختم کر چکا تھا اور پر اعتمادی نے ان سیاہ آنکھوں میں راعنائی بھر دی۔

"مجھے یہ سب بہت خوبصورت لگ رہا ہے، کسی خواب کی طرح۔۔۔ ہم جسے چاہیں وہ ہمیں اتنی آسانی سے مل جائے تو خوشی کا لیول بتایا نہیں جا سکتا۔۔۔ اینڈ یس آئی ایم نروس" خضر نے متبسم انداز پھر سے اوڑھے ہوئے کہا اور آخری بات پر سر کھجاتے ہوئے نہایت معصوم سا لگا، وہ تینوں تو دل تک جی بھر کر پیارا مسکرائے تھے۔

"ھائے اور یا خضر تم تو گئے کام سے، یک نہ شد دو شد۔۔۔۔ بھئی اگر اس شادی میں ایسا جادو بسا ہے تو میں تو کنوارا ہی بھلا۔۔۔۔ میکو تو شمو کا طوفان آجانا اس سچویشن میں "عریش کی شرارتی رگ پھڑکی تو سب ہی کے دانت نمائش کو باہر آئے تھے۔ گویا محترم اس جذبے کو سوچ کر ہی گلابی مائل ہو گئے تھے۔

" بھئی یہ شمو تو اسے آئے ناں جس نے لڑکیوں سے خار باندھا ہوا، تسی کیڑھے پاسوں شریف ہو "اب تو جناب ناٹی صاحب کا کان زیان کے ہاتھ میں آچکا تھا، خضر بھی زیر لب مسکرا رہا تھا، گویا خوشی کا لازوال اجالا تھا جس نے ان سب کے چہرے گلنار کر دیے تھے۔

****

"یار ابھئ نہیں ٹھکائی کرنی، تم لوگ جیل سے کب چھوٹے ہو" چھت کی منڈیر پر کھڑا اپنی مونچھ کو تاو دیتا نادم فون پر کسی کی بات سن کر ترنت بے قرای لیے بولا تو دوسری طرف اسکا وہی بھدے نقوش والا سانڈ نما یار دیدے پھاڑ کر اسکی بات پر برہم ہوا تھا۔

" دیکھ نادم ہمارے ہاتھوں میں بہت خارش ہے، ان تھانیداروں نے ہمیں مارا ہے اور ہم نے کسی پر تو اپنی بھڑاس نکالنی ہے ناں، دیکھ یہ ناہو ہم تیری ہی ٹھکائی کر دیں۔۔۔۔۔ اور دنیا کی ایسی کوئی جیل نہیں جہاں راجو کو زیادہ

دیر قید کیا جا سکے، اگر تیرا ابا کچھ صبر کر لیتا تو میں تجھے بھی چھڑوا لیتا" راجو کے منہ پر جا بجا نیل تھے جو تھانے دار کی درگت کا اعلی ثبوت تھے، دوسری طرف نادم نے سختی سے ہونٹ پھینچ کر افسوس ناک منہ بنا کر دیوار پر زور دار مکا مارا۔

"اف یار اف، تو نہیں جانتا کہ اس وجہ سے کتنا ذلیل ہوا ہوں۔ خوامخواہ اس منحوس جلال کا احسان لے کر بابا نے مجھے باندھ دیا ہے۔ قسم سے دل کر رہا دیوار سے ٹکریں ماروں" ایک بار پھر نادم کے سنبھالے گئے تاثرات بری طرح بگھڑ کر اسکا چہرہ وہشت ناک بنا گئے تھے۔ نہ شمس جلال سے مدد لیتے اور نہ اسے یوں آئرہ سے دستبر دار ہونا پڑتا، بچپن سے وہ آئرہ پر حاکمیت کے سپنے سجاتا آیا تھا۔

"اوئے میری جان ٹکریں ماریں تیرے دشمن، میں ہوں ناں۔۔۔۔۔بس تو مجھے ایک اشارہ کر دیویں اور پھر دیکھیں میں کیسے تیرا مسئلہ حل کرتا ہوں۔۔۔۔ پر دیکھ نادم۔۔۔ زرا جلدی، اگلے ماہ میں ایک بڑا ہاتھ مارنے کا ارادہ ہے تو میں قابل جا رہا ہوں۔۔۔ تو حکم کر کسے چیڑنا ہے۔۔۔" راجو کی خطرناک سی شکل مزید وہشت ناک ہوئی تو دوسری طرف نادم کی آنکھوں میں وہ سختی اور بدلا تھا جسے دیکھ کے ہر نظارہ حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

"او اچھا میں تجھے کچھ دن تک بتاوں گا، وہ بندہ فل وقت یہاں نہیں ہو گا کچھ دن۔۔۔۔ اسے کچھ دن بعد یہ سرپرائز دیں گے۔ میں تجھے وقت اور جگہ خود بتاوں گا" وہ بدلا جو کچھ دیر کو نادم کے ذہن سے فراموش ہو گیا تھا، اب از سر نو پوری شیطانی طرز سے نمودار ہوا تھا۔

"چل ٹھیک ہے پر زیادہ انتظار مت کروائیں، اڈے پر آئے گا کل۔۔۔۔ بڑی مست دوشیزہ آ رہی ہے"

دوسری طرف راجو کی تمسخرانہ اور لپکتی رال کے ساتھ مستیلی بات سنائی دی تو نادم دل بھی کر کڑوا ہوا۔ صبح فی

الوقت اسے شرافت سے آفس جانا تھا، ابا کے سامنے وہ مزید زلیل ہونے کے بجائے اب چپ چاپ پلیننگ کرنے کی ٹھان چکا تھا۔

"او یار میں کچھ دن تک نہیں آسکتا، مجھے گھر والوں کے سامنے مزید کچھ دن مشکوک نہیں ہونا۔۔۔۔ میں تجھ سے پلین کے مطابق ملوں گا۔۔۔۔ چل اب رکھتا ہوں" نادم کا فسادی دماغ نجانے اب کیا سوچ رہا تھا مگر اسکی نگاہ کے ترچھے زاویے بتا رہے تھے کہ کچھ ٹھیک ہونے والا ہرگز نہیں ہے۔ فون رکھ کر نادم نے ماتھے پر بل ڈال کر اپنے سیاہ گھنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور دھاڑی تک لے آیا۔ مونچھ کو ایک بار پھر تاو دیتے ہوئے نادم حسین کی آنکھوں میں مضطرب مگر فسادزدہ سی روشنی چمکی تھی، ایک گہری سانس خارج کرتا ہوا وہ رات کے اس اندھیرے میں رات ہی لگ رہا تھا۔

****

"ہاں وہ دونوں ابھی گئے ہیں، عریش یہ میرے ساتھ سو رہا ہے۔۔۔۔" خضر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے ایک نظر بے سدھ ہو کر شریر سے سوئے عریش کو دیکھے سنجیدگی سے بولا جو سوئے ہوئے دنیا کا سب سے معصوم فرد لگ رہا تھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی خضر کے چہرے پر حسین سی دلفریب مسکان ابھری۔ دوسری طرف وہ شربتی

آنکھوں والی کھڑکی میں کھڑی آسمان پر چمکتے ستارے دیکھ کر مسکرا رہی تھی، اس سے زیادہ اسکی آنکھیں حسن سے لبریز تھیں۔ گھڑی کی سوئیاں رات کے دو بجا رہی تھیں۔

"اور تم؟ کیوں جاگ رہے ہو" ہونٹ کا کونا دانت میں دبا کر مدھم سے سوال پر خضر بیڈ سے اٹھا اور چہرے کی میانہ روی کے سنگ چھکی ترنگ کے ساتھ چلتا ہوا ٹیرس پر جا کھڑا ہوا۔ رات کے اس پل شہر کی پر رونق سڑک تک ویران تھی، ہلکی ہلکی خنکی نے خضر کے اندر اتر کر سنسنی پھیلا دی تھی۔ آئرہ اس طویل خاموشی پر اپنا دل مچلتا محسوس کر رہی تھی۔

"میں بس تمہارا ہونے کے لیے خود کو تیار کر رہا ہوں" خضر کے لہجے میں ان کہے سے سکھ کا سایہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ آئرہ نے آسمان پر سے نظریں ہٹا کر مڑتے ہوئے جھکا لیں، دوسری طرف بس سکون کی فراوانی تھی۔

"زیادہ مشکل تو نہیں ہو رہی" آئرہ کی آواز کا اتار چڑھاو خضر کو حسین ترین لگا۔

"مشکل تو بہت ہو رہی ہے، ڈرتا ہوں کہ پتا نہیں محبت کو نبھا بھی پاوں گا یا نہیں" خضر کا خوف حق تھا، وہ جو محرومیوں کا شکار رہ چکا تھا اب اپنی زندگی کے اتنے خاص رشتے سے کوئی ہلکی سی ناانصافی سرزد ہو جانے پر خوفزدہ تھا۔ آئرہ کا چہرہ بھی پل بھر کو بجھا تھا۔

"خضر، محبت کرنا کافی ہے۔ نبھانے کا ابھی سے سوچ کر ہلکان مت ہو۔ کل جب ہمارا رشتہ بدلے گا تو تمہیں آج کی نسبت کوئی خدشہ نہیں رہے گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم کمی بھی کرو گے تو میں اس کمی کو بھی اپنے لیے

بے حد زیادہ سمجھوں گی۔ جیسے آج تک ہم دونوں نے ایک دوسرے کے دکھ سن کر آنسو پونچھے ہیں ویسے ہی ایک دوسرے کی پہلی اور آخری خوشی بنیں گے۔ میں تو بلکل خوفزدہ نہیں ہوں، مجھے تو اپنی قسمت پر پیار آرہا ہے جس میں تم لکھے ہو۔ تم بھی مت ڈرو، فائنلی کل یہ حقیر سی آئرہ تمہارے نام جڑھ کر امیر ہونے والی ہے۔ میں بہت خوش ہوں" آئرہ کا ایک ایک لفظ خضر کو اپنے دل میں بازگشت کر کے جھومتا سنائی دیا تھا، ایک بھولی بھٹکی سی مسکراہٹ خضر کے چہرے پر بھی آئی تھی۔

"ہمیشہ خوش رہنا، اس سیاہ نصیب کے روشن ہونے کی وجہ صرف تم ہو" خضر کی آواز اور ہر لفظ محبت میں ڈوب کر امر تھا۔ آئرہ کا دل بھی پوری شدت سے دھڑکا تھا۔ وہ واقعی اس دنیا کا سب سے پیارا شخص تھا جو آئرہ کا تھا۔ سر تا پا محبت تھا، رشک تھا۔

"تم رکھو گے تو کیوں نہیں رہوں گی بھلا" آئرہ کی آواز میں پھیلے چاہت کے جہان نے خضر کا دل بھی جکڑا، دونوں کے دل اتھاہ گہرائی تک پر سکون تھے۔

"تمہیں ہی رکھوں گا، خوش، مطمئین، آسودہ اور قریب۔۔۔۔۔ تم وہ واحد ہو گی جو میری روح سے ملو گی، خضر خاقان قریشی کی سب سے بڑی خوشی" وہ جو یوں دور ہو کر بھی قریب تر تھا، اسکے شدید قرین ہونے کا سوچ کر ہی آئرہ کا وجدان آن دیکھی اور پاگل سی لرزاخیز خوشی میں ڈوبا تھا۔

"سو جائیں اب، مزید بے قرار مت کرو۔ ورنہ لمحہ لمحہ صدی بن جائے گا" آئرہ نے کانپتے دل کے ساتھ لرزاخیز سی بات کہی تو خضر کی بے چینی بھی بڑھی تھی۔

"وہ تو بن گیا ہے آئرہ" اف خضر کی بے بسی سے کہی اس بات پر آئرہ کا دل اپنی پوری شدت سے مچل اٹھا اور وہ فوراً سے پہلے فون کان سے ہٹائے کال بند کر چکی تھی۔ کتنی ہی دیر وہ اپنی اتھل پتھل ہوتی دھڑکنیں بحال کرتی رہی۔ خضر نے مسکرا کر فون جیب میں رکھا اور دونوں بازو ریلنگ پر رکھتے ہوئے اپنی آنکھیں موندھ کر ایک لمبا سا سانس خارج کیا۔ واقعی اب لمحہ لمحہ ایک صدی تھی، اور ان کئی صدیوں کے انتظار کا پھل انکا موہنا ملن تھا۔ ہر کوئی سرشار تھا، آخر بے قرار دل، قرار پانے کی منزلوں کی طرف پوری رفتار سے گامزن تھے۔

****

مبشر وہاں سے رات کو ہی فلائٹ کے لیے نکل گیا تھا، اس نے ضامن کا بہت انتظار کیا مگر وہ گھر نہیں آیا تھا۔ ضامن رات ہوٹل میں ہی رک گیا تھا اور مبشر کو ایک بار پھر ضامن کے رویے نے خاصا دلبرداشتہ کر کے واپس بھیجا تھا۔ صبح نو بجے تک مبشر گھر پاکستان بھی پہنچ گیا تھا۔ انگلینڈ کا وقت پاکستان سے پانچ چھ گھنٹے پیچھے تھا، جہاں مہرو اور حرا کی خوشی والہانہ تھی وہیں آفس کے لیے تیار ہوتے جلال بس سرسری سے انداز میں مبشر کو ملے تھے، انھیں ضامن کی ہڈدھرمی کا غصہ تھا جو اب ان تینوں بچاروں پر نکلنے والا تھا۔

"ضامن کیوں نہیں آیا" ناشتے پر حرا، اور مبشر مسکرائی صورت کے ساتھ بیٹھے تھے جبکہ مہرو بھی مسکرا کر ناشتہ سرو کر رہی تھیں مگر جلال کے تیکھے اور تیوری چڑھا کر پوچھے سوال پر مبشر نے بے اختیار مہرو کی سمت دیکھا جو خود اداس سی تھیں۔

"میں نے انکو کہا تھا ڈیڈ لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ وہ پاکستان نہیں جانا چاہتے، میں چھوٹا تھا اس لیے زبردستی نہیں کر سکتا تھا" مبشر کا انداز بھی جلال کے سامنے زرا محتاط اور سنجیدہ ہوتا تھا کیونکہ وہ ان کے جلالی رویے سے بخوبی واقف تھا۔ اس ناپسندیدہ بات پر جلال کے ماتھے پر بل پڑھے تو محترم نے حقارت سے میز پر پڑا کپ زمین پے دے مارا۔

"اس ضامن کو تو اب مجھے درست کرنا پڑھے گا، جاتا ہوں خود۔۔۔ ان نواب زادے کی عقل تو میں ٹھیک کروں گا، خبردار جو تم سب میں سے کسی نے اسے میرے جانے کا بتایا۔۔۔ میں کچھ آفس کے کام نمٹا لوں پھر دیکھتا ہوں کہ یہ کیسے پاکستان نہیں آتا" جلال کا غصہ آسمان پر تھا اور نگاہیں ضامن پر حد درجہ برہمی کا اظہار کر رہی تھیں، جلال کی شعلہ بازسی تنبیہی نظر پر وہ تینوں سہم سے گئے تھے۔

"ڈیڈ آپ ان پر سختی نہ کریں" مبشر سے ہدایت دینے کی بڑی غلطی سرزد ہوئی تبھی جلال اسے سخت ناراضگی سے گھور چکے تھے، حرا تو ہمیشہ سے جلال سے ڈرتی تھی۔

"تم بتاؤ گے مجھے اب کہ میں نے کیا کرنا ہے، تم لوگ اپنی ماں کی خوشیاں مناؤ۔۔۔۔۔۔ میں ضامن کو خود ہینڈل کر سکتا ہوں، میرے اور ضامن کے کسی معاملے میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں۔۔۔ تم سب کو ضامن کی پرواہ ہوتی تو آج وہ اس قدر خود سر نہ ہوتا ہے نہیں، تم لوگوں کو تو اپنی ماں اور اسکا وہ لکڑ انوار ہی

عزیز ہے" کہاں کا غصہ کہاں پر جا نکلا تھا، ایک ہی بار جلال نے سارے حساب چکا کر تانوں کے نشتر ہی چلا دیے تھے، مہرو کی آنکھیں اداسی سے جھک گئیں تھیں۔

"ڈیڈ پلیز ایسا نہیں ہے" مبشر نے مہرو اور اپنی سچویشن کلئیر کرنی چاہی تو جلال نے ماتھے پر تناو لا کر سختی سے اپنا ہاتھ لہرا کر اسے خاموش کروایا اور نیپکن سے منہ صاف کرتے اکڑ میں اٹھ گئے، ایک تیر جیسی نظر مہرو پر ڈالتے ہوئے وہ مڑے مگر پھر رکے۔

" آج تو تم لوگ اس خضر کے نکاح پر جا رہے ہو، مگر اس سے زیادہ چونچلوں کی اجازت ہرگز نہیں ملے گی۔ دماغ اور کان کھول کر سن لو" جلال کو شاید سبکے مری کے پلین کا شمس سے ہی پتا چلا تھا تبھی وہ ایک بار پھر رنگ میں بھنگ بنتے ہوئے دھاڑے تھے، وہ تو کہہ کر چلے گئے مگر مہرو اور حرا دونوں کے چہرے بجھ کر تاریک ہوئے تھے۔ خود مبشر ہقا بقا اور حیران سا ڈیڈ کی بڑھتی ہوئی بے جا سختی پر اداس ہو چکا تھا۔

" مما، مما پلیز آپ بابا کو کہیں ناں کے ہمیں مری جانے سے مت روکیں۔۔۔۔ بابا ہر بار ایسا ہی کرتے ہیں۔ میں بتا رہی ہوں کہ میں رونے لگ جاوں گی" حرا کی گداز آنکھیں نمی سے بھر گئی تھیں، وہ روتی سی شکل لیے مہرو کے قریب گئی تو مہرو نے اسے خود سے لگائے رونے سے روکا، مبشر بھی کرسی سے اٹھ کر اداس سا دونوں تک پہنچا۔

"ہم سب مری جائیں گے، مبشر کے ہوتے ہوئے آپ دونوں کو یوں منہ پر اداسی لانے کی ضرورت نہیں۔ ڈیڈ کو میں ہینڈل کر لوں گا۔۔۔ چلیں آپ دونوں ریڈی ہو جائیں، ہم شاپنگ پر جا رہے ہیں" مہرو کو مبشر ہی کا سہارا تھا، اور وہ جانتی تھیں کہ مبشر انھیں یا حرا کو اداس ہونے نہیں دے گا۔ حرا تو ایک سیکنڈ کے اندر اندر مبشر

سے لپٹ گئی جبکہ مہرو بھی اپنے اس پیارے سے بیٹے کا ماتھا چومتی ہوئیں اسکی بازو کی گرفت میں جاتی مسکا دیں۔ مبشر نے دونوں کو ہی ساری شاپنگ کروادی تھی، نکاح کی ساری شاپنگ افراح اور زیان کے کی تھی اور وہ مہرو کو کال کر کے کسی چیز کو نا لینے کی ہدایت کر چکے تھے۔ کیونکہ باقی شادی کی ساری تیاری دادی کے پاس جاکر ہونی تھی اور اس سے پہلے وہ پانچوں کامل بابا کے پاس جاکر انکو بھی شادی کی دعوت دینے والے تھے، اسکے بعد باقی سب لوگ دوسرے دن مری جانے والے تھے۔

* * * * * * * * * *

"اہم اہم بڑی بات ہے، میری ماں میری ہی ہونے والی دلہن کو کسی اور کے لیے سجوا رہی ہے۔ واہ اماں۔۔۔۔"

آفراح نے دس بجے تک ڈرائیور کے ہاتھ آئرہ کا ڈریس اور باقی سب چیزیں بھیج دی تھیں۔ ابھی کچھ دیر تک سب مہمان آنے والے تھے، نادم صاحب آج تو دنیا کے واقعی شریف النفس انسان بنے تھے۔ آسمانی شرٹ، گرے پینٹ اور لائنگ والی ٹائی جما کر اپنی داڑھی مونچھ کو بھی نفیس سی تراش خراش کیے آج وہ جلال احمد کے آفس جانے والا تھا۔ آئرہ آئینے کے سامنے بنا دوپٹے کے اپنا سیاہ رات میں چمکتے ستارے جیسا حسن دیکھ کر اترا رہی تھی اور ہاجرہ میک آپ والی کو سنجیدگی سے جیولری دے رہی تھیں جب نادم بے گانی سی نظر سے ہاجرہ کو

دیکھنے کے بعد اب آئرہ کے پیچھے کھڑا اسے سینے پر ہاتھ باندھے تشویشناک انداز سے دیکھ رہا تھا جب آئرہ فورا سے پہلے کھڑی ہوئی۔ اسکا جالی دار دوپٹہ اسکے شانوں پر ڈھلک کر زمین کو لگ رہا تھا۔

"نادم، آئی نو کہ تم اس سب سے ڈسٹرب ہو لیکن میں کبھی بھی تمہارے ساتھ ایڈجسٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ تم اپنے جیسی ڈھونڈ لو جسے تمہارا رویہ پسند آئے، میرا اور تمہارا کوئی میچ نہیں تھا" آئرہ کو کہیں نہ کہیں نادم کے ایسے پرسکون سے تاثر پر حیرت تھی تبھی وہ اپنی پوزیشن کلیئر کرنے کے چکر میں نادم کا غصہ مزید بڑھا گئی تھی، ہاجرہ تو دونوں کو بڑی خاموش نگاہوں میں مرکوز کیے دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں، نادم کو تم جیسی کہاں کسی کھاتے میں لاتی۔۔۔۔ تم ٹھہری مشہور، لائق اور گھمنڈی۔۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا، نادم حسین کو تمہاری یہ زیادتی ہمیشہ یاد رہے گی، میرے تو اپنے ماں باپ تک مجھے ناکارہ سمجھتے ہیں، تو تم تو پھر دوسری جگہ تھی۔ خیر شادی کی مبارک نہیں دوں گا۔۔۔۔۔۔۔ مجھے میری زلت آج بھی یاد ہے۔ سجاو سجاو،،، اماں آپ سے مجھے آخری امید تھی اور آپ نے بھی میرے ساتھ یہ ناانصافی ہونے دی۔ بھئی آئرہ تو پہنچی چیز تھی اور اسکی محبت بھی ہائی فائی تھی۔ ہم ٹھہرے ایم اے پولیٹیکل سائنس والے فرسودہ لوگ، جنکی محبت بس فضول سمجھی جاتی ہے اور سمجھی جاتی رہے گی" یہ سب نادم کے پلین کا ایک حصہ تھا، شاکی نگاہیں وہ باری باری پہلے آئرہ اور پھر ہاجرہ پر ڈالتا ہوا نہایت دلبرداشتہ لگ رہا تھا۔ آئرہ اسکے چہرے پر آئے دکھ سے متاثر تھی جبکہ ہاجرہ بھی پشیمان تھیں، واقعی وہ نادم کے ساتھ ناانصافی ہونے دے رہی تھیں۔

"نادم ایسا نہیں ہے" آئرہ نے بے قراری سے کچھ کہنا چاہا تو نادم بنا دونوں کو سنے بجلی کی رفتار سے باہر نکلا تھا۔ نادم کے جاتے ہی ہاجرہ نے آئرہ کو یوں دیکھا جیسے اسے جلا کر بھسم کر دینا چاہتی تھیں۔

"تم نے میرے بچے کو بہت دکھ دیا ہے آئرہ، خیر اب کیا ہو سکتا ہے۔ میرا بچہ آج جاب کے لیے گیا ہے دعا کرو کے اللہ اسے کامیاب کرے، ایک تمہاری دھتکار نے اسے کیا سے کیا بنا دیا ہے" ہاجرہ کا انداز تسلئ آمیز ہو کر بھی کوسنے جیسا ہی تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی آئرہ کا دل بوجھل ہوا کیونکہ وہ آج جس نادم کو دیکھ رہی تھی وہ بلکل مختلف تھا۔

"اللہ اسے کامیاب کرے" آئرہ کی آواز بہت مدھم سی گونجی اور وہ پھر سے اپنی جگہ پر بیٹھ کر آئینے میں اپنا دہکتا روپ دیکھنے کے باوجود بجھ گئی تھی۔ ہاجرہ، پالر والی کو ساری چیزیں دے کر خود باہر نکل گئیں، آئرہ کا دل بھرنے لگا تھا۔

"آج کے بعد آئرہ یہاں کبھی نہیں آئے گی، ساری زندگی آپکی مان کر بھی میں بری تھی تو یہ کر کے کونسا اچھائی کا میڈل پالیتی۔ اچھا ہے وہ سدھر کر خالا اور خالو کی مشکلیں حل کر دے، آئرہ صرف خضر کی تھی اور اسی کی رہے گی۔ یا اللہ مجھ سے خضر کے معاملے میں اب کوئی آزمائش مت لیجئے گا پلیز" دلہن بن کر تو اسے مسکرانا تھا مگر وہ تو رو دی تھی، آج اس گھر سے رخصت ہونا اسے اپنی رہائی لگ رہی تھی۔ وہ اپنی مشکل زندگی کی یہ آخری آسانی نہیں گنوا سکتی تھی، کیونکہ جتنی اسے خضر کی ضرورت تھی، خضر کو اس سے کہیں بڑھ کر آئرہ چاہیے تھی۔ آئرہ کا دل بے حد غمزدہ تھا، نا جانے کیوں اسکا دل بہت رونے کو کیا تھا مگر وہ دلہن تھی، اسے رونا نہیں تھا۔ اپنی باقی کی درد میں لپٹی نمی وہ آنکھوں کے گوشوں میں ہی جذب کر چکی تھی، اسکا انگ انگ آج کے دن کی خیریت مانگنے میں مشغول ہو چکا تھا۔

****

"سر، آپ سے ملنے کوئی نادم حسین صاحب آئے ہیں" جلال کسی فائیل کو کھولے تیکھے انداز میں سائن کر رہے تھے جب ریسیپشن پر کھڑی لڑکی نے کال کر کے بتایا۔ جلال نے ایک نظر سامنے گھڑی پر ڈالی تو آدھا گھنٹہ لیٹ ہونے پر انکے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"بھیج دو اندر" جلال کا موڈ خاصا جلالی تھا کیونکہ وہ کبھی بھی خوش ہونا پسند ہی نہیں کرتے تھے، نادم حسین کے ناک کرنے کے بعد اشارہ ملنے پر اندر آنے کی دیر تھی کہ جلال کو پہلا جھٹکا تو اسکا جنگلی روپ کے بدلے سلجھا روپ دیکھ کر لگا تھا، اچھی خاصی پیاری شکل کو شودے نے بگاڑ کر رکھا ہوا تھا۔ جلال نے ایک گہری جانچتی نظر نادم کے سراپے پر ڈالی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا چکے تھے، نادم خاصا محتاط لگ رہا تھا۔

"تمہارا یہ بہترین خلیہ دیکھ کر خوشی ہوئی، اب یونہی آگے آگے بھی یہی اچھائی دیکھاوگے تو ممکن ہے تم بہت آگے جاوگے۔ کہاں ہے سی وی تمہاری؟" جلال سراہ بھی نہایت بے دلی اور احسان جتانے والے انداز میں رہے تھے جو نادم کو خاصا ناگوار لگا تھا مگر وہ فی الوقت اپنی اداکاری کا یہ تسلسل توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ جلال کو فی الحال ایک بندے کی بہت ضرورت تھی اور اب وہ نادم حسین کو اپنے مطابق ٹرینڈ کرنے والے تھے۔ جلال کے

سوال پر نادم نے غائب دماغی کا اعلیٰ نمونہ بنتے ہوئے کندھے اچکائے تو جلال نے بہت مہارت سے اپنی خفگی ضبط کرلی۔

"وہ نہیں لایا، آپ بتا دیتے تو حکم کی تعمیل ہو جاتی" نادم نے فوری سے بے تکلفانہ انداز اپناتے ہوئے جہالت کا ثبوت دیا جس نے جلال کو خاصا بدمزہ کیا تھا۔

"ہمم، تھوڑی عقل بندے کے سر میں بھی ہوتی ہے، خیر میں تمہیں ابھی چھوٹا موٹا کام دوں گا پھر آہستہ آہستہ تمہیں سب سمجھ آتا جائے گا۔ فیکٹری کے ملازمین پر کڑی نظر رکھنا اور انکے حساب کتاب کی جانچ پڑتال آج سے تم کرو گے۔ پھر میں دیکھوں گا کہ تمہارا ایم اے کس کھاتے میں رکھا جائے۔۔۔۔۔" جلال کے بتانے کا طریقہ خاصا پیشہ وارانہ تھا، نادم کو یہ کام سننے میں آسان لگا تھا مگر اسے لگا جیسے اسے جلال نے خاصا فارغ کام دے دیا ہے، تبھی محترم نوابی چہرے پر ہلکی سی ناپسندیدگی نمایاں تھی۔ جلال اسکے چہرے کے تاثرات کو چنداں اہمیت نہ دیتے ہوئے کال ملا کر مینجر کو اپنے روم میں بلا چکے تھے، خاموشی کا وقفہ دروازے کی دستک پر ٹوٹا۔

"بلال یہ نادم ہے، آج سے یہ مونیٹرنگ کا کام کریں گے۔ تم اسے سارا کام سمجھا دو اور اسے اسکا آفس بھی دیکھا دو۔ نادم کو کوئی بھی بات سمجھ نہ آئے تو تم میرے آفس آکر پوچھ سکتے ہو۔ جاو" دروازہ کھلتے ہی ایک بشاش ساتیس سالا بلال نامی مینجر اندر آیا اور جلال کی ہدایت کو بغور سننے کے بعد خوش دلی سے سر ہلا چکا تھا۔ نادم نے ایک سرسری نگاہ جلال پر ڈالی اور تنے انداز سے اٹھ کر بلال کے ساتھ ہی باہر نکل گیا۔ اسکے نکلتے ہی جلال نے ایک تیر جیسی نظر دروازے کی سمت گھمائی، بیزارگی یہاں بھی پھیلی تھی۔ مینجر نے نادم کو تمام آفس کولیگز سے ملوایا

جو خاصے پر تپاک انداز میں اس نئے آنے والے بندے کو ویلکم کہہ رہے تھے اور اتنی عزت تو شاید نادم حسین کو پہلی بار ملی تھی تبھی اسے نا چاہتے ہوئے بھی خوشی ہوئی۔ مینجر اسے کام کے بارے میں سمجھانے کے بعد فیکٹری لے کر گیا، یہ کپڑے بنانے کی ایک بڑی اور مقبول فیکٹری تھی جہاں ہر چیز معیاری استعمال ہوتی تھی۔ پچاس کے قریب ورکرز تھے جو مینجر اور نادم کے آتے ہی اپنا اپنا کام روک کر اس سمت آئے تھے۔ نادم کو ایسا پروٹوکول دل تک تبسم خیز مزہ دے رہا تھا، یہاں آنے سے پہلے اسکی جتنی بے دلی اور بیزاری تھی، سب خوشی اور رشک میں بدل گئی تھی۔ سب مزدور پر اشتیاق نظروں سے ان دونوں پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔

"اسلام وعلیکم ایوری ون، یہ آپ سب کے نیو مانیٹر آفیسر ہیں۔ فیکٹری کی کوئی بھی خرابی یا کوئی بھی مسئلہ اب آپ انکو بتائیں گے۔ مسٹر نادم حسین، یہ آج سے ہی جوائن کر رہے ہیں" مینجر نے بڑی والہانہ خوش اخلاقی سے نادم کا تعارف کروایا تو وہ سب اس نئے افسر کے آنے پر مسکرا رہے تھے۔ نادم کو تو لگا وہ ہواوں میں ہے۔

"وعلیکم السلام، ویلکم نادم سر۔۔۔ ہمیں آپ سے مل کر خوشی ہوئی" یہ لیبر ہیڈ تھا جو آگے بڑھ کر مودب ہوئے بولا تو نادم نے اسکے پھیلائے ہاتھ کو فورا تھاما۔

"مجھے بھی خوشی ہوئی" نادم نے ایک مشاہداتی نظر فیکٹری پر ڈالی اور بلال تمام ورکرز کو دوبارہ کام کا کہنے کے بعد اسے وہیں کچھ دور اسکے آفس لے گیا۔ یہ ایک معیاری اور فرنیشڈ آفس تھا جو کم از کم نادم کے لیے سوچ سے بڑھ کر تھا، نادم کی آنکھیں تو اس انتہا کے بے یقین عزت کے سمندر پر چمک اٹھی تھیں۔

"دس از یور آفس، یہاں مزدوروں کے تمام مسائل آپکو سر تک پہنچانے ہوں گے۔ انکے ساتھ دوستانہ ماحول بنائیں تاکہ وہ ہر مسئلہ آپ سے با آسانی کہہ سکیں۔ بیسٹ آف لک۔ یہاں پر لگے تین کیمروں کی ریکارڈنگ

ہے اسکے علاوہ یہ تمام لیبرز کی فائیل ہے۔ آپ اسے آج اچھے سے سٹڈی کرلیں، آپ بیٹھیں میں آپکے لیے چائے بجھواتا ہوں" مینجر اسے ضروری معلومات گوش گزار کرنے کے بعد محتاط اور دھیمے انداز میں کہہ کر اہک مسکان دیے باہر نکل گیا۔ وہ جو ابھی تک سن سا کمرے کی نفاست میں غرق تھا یک دم چہرے پر فاتح سی ہنسی سجائے رولنگ چیئر پر جا بیٹھا۔

"واہ نادم حسین، آج سمجھ آئی ہے کہ عزت کتنی پیاری شے ہے، میں ایسا شاہی کام ہی تو چاہتا تھا۔۔۔۔ آئرہ جائے اب بھاڑ میں، میں تو اب عیش کروں گا عیش۔۔۔۔ یہاں یہ شاہی پوسٹ اور اوپر سے جلال صاحب کی وہ خوبصورت سی غضب بیٹی تو مفت میں ملے گی۔۔۔۔۔ ھاھا کیا قسمت پائی ہے تونے نادم، اب ہر وہ انسان جو تجھے ناکارہ سمجھتا تھا، للچائی نظروں سے تیرا عروج دیکھے گا" نادم نے دل میں انتقامی اور جشن کی ملی جلی کیفیت کے سنگ کرسی پر جھولتے ہوئے خود کو شاباشی دی، نادم حسین پر بھی ایک کیمرے کی آنکھ نظر رکھ رہی تھی۔ بھلا ہو نادم کا کہ اس نے یہ سب دل میں سوچا، ورنہ اس پار بیٹھے جلال اسے ابھی تک آفس سے نکال کر اسکے خیالی پلاؤ کو جلا چکے ہوتے۔ جلال اسے اپنے آفس میں رکھ تو چکے تھے مگر وہ اس پر نظر رکھنا بہت اہم سمجھتے تھے۔ نادم صاحب ابھی اس کھیل میں نئے اور کچے تھے، جبکہ جلال احمد ہر انسان کے اندر جھانک لینے کی صلاحیت رکھتے تھے، خوب بنے گی جب مل بیٹھیں گے چالاک دو۔۔۔۔۔!

****

"تم نے اپنے باپ کو ستانے کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے، کیا ہے وہاں جو تمہیں پچھلے چار سال سے باندھے ہوئے ہے" ضامن اپنے گھر کی لیب میں کچھ ضروری ڈاکومنٹس بنا رہا تھا جب ڈیڈ کی کال پر بے زاری سے منہ بناتا ہوا فون کان سے لگائے باہر نکل آیا۔ فون کان سے لگانے کی دیر تھی کہ جلال کی برہم اور خفا آواز نے ضامن نے تنے چہرے کو مزید تان دیا تھا، فریج سے پانی کی بوتل نکال کر ڈائنگ کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے ضامن نے فون سامنے رکھ کر سپیکر پر ڈالا۔

"ڈیڈ، پلیز جو بات ممکن نہیں ہے اسے مت چھیڑا کریں۔۔۔۔ یہاں ایسا کچھ نہیں ہے اور نہ میری آپ سبکو ستانے کی کوئی نیت ہے" ضامن نے ایک بازو ٹیبل پر ٹکا کر دوسری طرف جلال کو ایک ایک لفظ جتا کر بتایا تو وہ خونخوار سے اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑکی کی سمت مڑے۔

"اپنی یہ فضول ضد ختم کر کے پاکستان پہنچو، ورنہ انجام کے ذمہ دار تم ہو گے۔۔۔۔ میں یہاں اپنے کاروبار کو اکیلا سنبھالنے میں ہلکان ہوں اور میری کوئی اولاد اس باپ کی مددگار بننا نہیں چاہتی، کل کو میں مر گیا تو تم سب نے تو فاتحہ تک نہیں کہنی" جلال نے ناراضگی کے پیش نظر کہنا شروع کیا مگر آخر تک انکی آواز ایک انجانے دکھ سے لرز اٹھی تھی۔ دوسری طرف بھی ضامن کو ایسی بات سن کر دکھ سا ہوا۔ سچ ہی تھا، اسے فاتحہ پڑھنے کا سلیقہ ہی کہاں تھا، نا جانے کیوں ضامن کا دل لرزا اور ہونٹ کچھ بھی کہنے سے انکاری ہو گئے۔

"ایسا مت کہیں، پلیز ڈیڈ میں واپس نہیں آنا چاہتا۔ مجھے اس جگہ گھٹن ہوتی ہے، میرا سانس بند ہوتا ہے۔ آپکے اور مما کے جھگڑے بچپن سے دیکھ دیکھ کر مجھے ازبر سی وہ تنی ہولناک صورتیں یاد آکر بے سکون کرتی ہیں۔ مجھے یہیں رہنے دیں، میں کسی کے ساتھ نہیں رہنا چاہتا۔۔۔۔ جہاں تک بزنس کی بات ہے تو آپ حرا کو کہیں وہ آپکی مدد کرے گی۔۔۔ کل کو حرا کا شوہر بھی آپکا مددگار بن جائے گا۔۔۔۔ لیکن پلیز مجھے بار بار مت بلایا کریں۔ آپ نے مجھ سے ملنا ہے تو جب مرضی آئیں، پر میں پاکستان نہیں آسکتا" جس ملک کے ساتھ وہ غداری کرتا آرہا تھا وہاں جاکر وہ اسکی ہواوں سے واقعی بے سکون ہونے لگتا تھا۔ ملک کا ہر چپہ چپہ اس سے چینخ چینخ کر حساب مانگتا تھا، اپنے وطن سے غداری کرنے والوں کو وہ ملک جگہ تو دے دیتا ہے پر غائبانہ طور پر اس انسان کا دم گھوٹنے لگتا ہے۔ حقیقت میں ضامن برا نہیں تھا، اسکی تربیت مہرو جیسی ماں نے کی تھی۔ سخت مگر شفیق باپ جلال تھا۔ مگر چھ سال پہلے وہ اس تنظیم کا بہت آسان شکار بن گیا تھا۔ وہ لوگ ضامن احمد کا دماغ تو واش کر گئے اور بظاہر دل بھی پتھر بنا گئے مگر اسکے اندر مہرو اور جلال کی اچھائیاں نہ نکال سکے۔ وہ جلال کی طرح اصول کا سخت تو تھا مگر مہرو کی طرح کہیں اندر سے بے حد حساس اور بزدل بھی تھا۔ خود جلال نے بھی آج ضامن کے لہجے میں دکھ سا محسوس کیا تو انکا اپنا دل جکڑ گیا تھا۔

"سب نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے، لیکن تم جان بوجھ کر خود کو اکیلا کر رہے ہو۔ ٹھیک ہے پھر شادی کر لو، وہیں کر لو کم از کم ہمیں کچھ تسلی ہوگی کہ تم اکیلے نہیں ہو" جلال کو شاید یہی حل دیکھائی دیا جس پر مقابل تلخ سی ہنسی جگمگا کر پھر سے تاریک سنجیدگی بنی تھی۔ بھلا ضامن احمد کا شادی سے کیا تعلق، وہ تو کب مر جائے اور مار دیا جائے کسی کو خبر نہ تھی۔

"ڈیڈ پلیز، جب ایسا کچھ سوچوں گا تو آپکو بتادوں گا۔۔۔۔۔۔ بائے" ضامن ناجانے واقعی بے حس تھا یا بنتا تھا۔ جلال نے کٹے فون کو ایک سرد سانس خارج کرتے دیکھا اور واپس کرسی پر آکر بیٹھتے ہی اپنی کنپٹی ہاتھوں سے جکڑ گئے۔ ضامن نے چہرے کی تاریکی کو پانی کا گلاس خلق میں انڈیل کر کم کیا۔

"ضامن احمد پتھر ہے، وہ پگھلا تو اس دنیا سے مٹ جائے گا" کچھ دیر پہلے کی ساری اداسی اور رنجیدگی ہٹ کر وحشت بنی تھی۔ گلاس کو واپس میز پر دھرے کسی غیر مرئی نقطے کو شدید حقارت سے گھورتا ہوا وہ بجلی کی رفتار سے اٹھا اور واپس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

****

نکاح بہت خوبصورتی اور سادگی سے شمس حسین کے گھر طے پایا تھا۔ سیاہ اور سفید کا ایسا دلپسند سا امتزاج تو آج پہلی بار آنکھوں کی دلبستگی کا خوش رنگ نظارہ بنا تھا۔ مہرو، حرا اور مبشر کے ساتھ آئی تھیں۔ انکے چہرے پر آج انکا کوئی غم درج نہیں تھا بلکے وہ خضر کی زندگی اسکے من پسند ہمسفر سے روشن ہونے پر شادماں تھیں۔ بہت نفیس سی گرین اینڈ بلیک ساڑھی میں وہ ڈھیلے ڈھالے جوڑے کے سنگ نہایت خوش اور آسودہ تھیں۔ حرا تو ویسے بھی سب بہن بھائیوں سے زیادہ پیاری تھی، وائیٹ اینڈ براون بہت مدھم کام والا یہ جوڑا اسے مبشر نے

اپنی پسند سے دلوایا تھا جبکہ وہ چھٹکے خوش مزاج سے نواب زادے خود بھی مکمل سیاہ تھری پیس میں آفت سے بھی بڑی آفت معلوم ہو رہے تھے۔

اسکے بعد سب کی نظروں میں حسین کے اصل معنی پر پورا اترنے والا وہ سینئر کپل چلبلی سی افراح اور شفیق سے زیان فاروقی کا تھا۔ زیان، عریش نے بھی بلیک ہی رنگ چنا تھا کیونکہ دلہن دلہا بھی سفید اور سیاہ میں لپٹ کر محفل میں آگ لگاتے دیکھائی دے رہے تھے۔ ہاجرہ نے بھی چہرے پر گھسیٹ کر مہمانوں کے پیش نظر مسکان سجا رکھی تھی البتہ شمس حسین تو واقعی جی بھر کر خوش دیکھائی دے رہے تھے۔ آج وہ اپنے دو دو فرائض سے بری ہوئے تھے۔ دوست کی بیٹی کی حفاظت کے ساتھ ساتھ یتیم کی پرورش کا یہ سکھ بھی انکو نہال کر رہا تھا۔

شمس حسین کا گھر عام گھروں جیسا مگر بہت پیارا تھا۔ پورا گھر بہت پیاری لائٹنگ سے مزین تھا۔ زیادہ سجاوٹ موسمی پھولوں سے عمل میں لائی گئی تھی۔ خضر پر تو وہ حسن چڑھ کر اعلانیہ ہانگ لگا رہا تھا کہ جسکی مثال ناممکن تھی۔ سیاہ بہت ہی چنا ہوا شاندار کرتا تو محترم کے توانا بھاری اور وجیہہ وجود پر ایک دم جچا تھا۔ جینز شرٹ میں رہنے والا سنجیدہ سا خضر خاقان، آج تو واقعی اس قدر اجلا اور شفاف تھا کہ دیکھنے والی ہر آنکھ نظر اتارتی جا رہی تھی۔ آئرہ کی شربتی آنکھیں تو آج اس سیاہ سفید کے ملاپ کے بیچ دبی تھیں۔ جالی دار کناروں سے موتیوں کے وزن سے ڈھلکا آنچل لیے وہ اپنے سامنے بہت مدھم سفید پردے کے اس پار اپنے خوابوں کے شہزادے کو دیکھ کر اترا رہی تھی۔ درمیان میں بہت پیارا سا پردہ لگایا گیا تھا، آئرہ کی طرف تمام خواتین تھیں اور دوسری طرف

شہزادے کے سنگ اسکے چمکتے دمکتے دویار، شمس اور کچھ مزید محلے دار۔۔۔ نکاح ہوا تو فضائیں جھوم جھوم کر ترنگ زدہ گیتوں سے مچل اٹھی تھیں۔

"رچ گئی خوشبو میں گل اندام، سماں بھر
ٹکتی نہیں نظر، کہ اسے دیکھوں نظر بھر

وہ حسنِ سراپا کہ پیرہن بھی اِترائے
جو رکھے سہج سہج کے قدم، مہکائے راہگزر

تیری چاند صورت دیکھ دیکھ ٹوٹ رہے ہیں
تاروں کو چمکنے کا نہیں وقت میسر

چمن کے سبھی پھول تجھے دیکھ کر کہیں

تو نے کہا جس دل کشی سے "قبول ہے"

بول اٹھے لفظ، "اے نازنین ! مقرر

مہندی لگے ہاتھوں میں مقید ہوا قلم

منسوب کر گیا تجھے خوشیوں سے عمر بھر

نکاح مقدس کی مبارک دے رہی ہے

تیرے لیے فضا بھی ہو رہی ہے معتر

اس قدر خلوص سے مانگا گیا ہے تم کو

رشک کرے گا اب ہر شب کا پہر موخر "

سریلی ادائیں اور مہکتی ہوائیں جھوم جھوم کر اس بندھن پر ناچتی گاتی چلی گئیں۔ نکاح ہوتے ہی وہ تشنہ چار آنکھیں اس مدھم پردے کے پار سے ملیں تو ہر تشنگی اپنی شدت سے دستبردار ہو کر محبت کی معراج بنی تھی۔ مبارکباد کا ایک طویل سلسلہ تھا جو وہاں موجود ہر فرد نے دیا اور وصول کیا تھا۔ خود شمس نے دونوں کو اپنے سینوں سے لگا کر تا عمر کے ساتھ کی ڈھیڑوں ڈھیر دعائیں دے ڈالیں۔ اب ان سب کا رات کو مظفر آباد نکلنے کا پلین تھا۔ آج کی رات سب مہران بابا کے مہمان بننے والے تھے اور پھر کل وہاں سے مری دادی کے پاس، مہرو نے بھی خضر اور آئرہ کو ایک ساتھ رہنے کی بے شمار دعائیں دیں۔ سب سے زیادہ خوش تو وہ ٹونز حرا اور مبشر تھے جو سچی دلبستگی کے ساتھ اپنے بھائی کی شادی میں شرکت کر رہے تھے۔ اب دو دن بعد سب نے انکو مری میں جوائن کرنا تھا ابھی صرف وہ پانچوں جانے والے تھے۔

وہاں دادی نے ستاروں کے پہنچنے کے بعد ساری فنکشنز شروع کرنے تھے۔ دو دن انکا پلین آئرہ کو مایوں بٹھانے کا تھا۔ پھر مہندی، اگلے دن بارات اور پھر ولیمہ بھی وہیں مری طے پایا تھا۔ اسکے ساتھ ساتھ وہ لوگ کچھ دن مری گھومنے والے تھے اور پھر افراح اور زیان کی شادی کی سالگرہ پارٹی کے بعد واپس آنے والے تھے۔ یہاں سے وہ پانچوں خضر کے گھر گئے تھے۔ چار بجے تک مہرو، حرا اور مبشر بھی وہیں رکے تھے اور پھر وہ بھی گھر چلے گئے۔ مہرو نے خضر کو جلد مری جوائن کرنے کا پرامسس کیا تھا، مگر وہ کہیں اندر سے جلال کو لے کر پریشان تھیں۔ جلال احمد کے جلال کا کچھ پتا نہیں چلتا تھا، جہاں ایک طرف مہرو کو جلال کی ٹنشن تھی وہیں مبشر کے آجانے سے انکا حوصلہ قدرے بڑھ چکا تھا۔

****

مسلسل فون کی گھنٹی بج رہی تھی، برہان سکندر نے میٹنگ برخاست کرتے ہوئے اپنے آفس میں موجود لوگوں کو اشارہ کیا اور ان لوگوں کے باہر نکلتے ہی فون کان سے لگائے بے قرار ہوا۔ دوسری طرف جناب تبریزی صاحب شاہانہ قہقہہ لگا کر منسٹر برہان کے چہرے پر بھی شیطانی ہنسی لا چکے تھے۔

"ٹی وی آن کرو، اور بتاو سرپرائز کیسا لگا" فرینچ داڑھی اور پر رونق سرخی مائیل سیٹھ ظہور تبریزی کا چہرہ پر اسرار سی جیت سے روشن ہوا تو برہان سکندر نے بے اختیار پلٹ کر گلاس ٹیبل کے کنارے پر پڑا ریموٹ اٹھا کر ٹی وی چلایا۔ دوسری طرف تبریزی بھی صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے مغرورانہ انداز میں ٹی وی دیکھ رہا تھا، اسکے دو سانڈ نما گن مین اسکی پشت پر کھڑے تھے۔

"ایک بار پھر برائی نے اپنا چہرہ دیکھا کر یہ ثابت کر دیا کہ کرپٹ لوگ کسی کے ساتھ نہیں ہوتے۔ ستارہ کا شکار ہو کر ہوسپٹل ایڈمٹ ہونے والے ہاشم بخت پر اسرار طریقے سے موت کے منہ میں جا گرے۔ فارنسک ڈی این اے ریورٹ کے مطابق انکو گردن میں کسی تیز داری نوک دار چیز سے زہر انجیکٹ کیا گیا۔ دنکوان سے ملنے

آنے والا انکا اپنا ایک گارڈ مرا ہوا ملا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اسی نے ہاشم بخت کو وہ زہریلی سوئی کھونپی اور پھر اس نے کسی چیز کو کھا کر خودکشی کر لی۔ افسوس صد افسوس کے ملک کے کرپٹ اور بے ضمیر لوگوں کے سامنے کسی کی جان کا کوئی مول نہیں۔ گارڈ کا فی الحال وقت کوئی کرمینل ریکارڈ نہیں ملا۔ دونوں کو کل بعد نماز ظہر سپرد خاک کیا جائے گا۔ ہاشم بخت کی پر اسرار موت کا راز کھولنا ابھی تک کسی کے بس میں نہیں ہیں۔ ہم ستارہ کے منتظر ہیں کہ وہ جلد اصل ماسٹر مائنڈ کو بھی عبرت کا نشان بنائیں۔ ہاشم بخت بھی ان بد بختوں کے لیے صرف ایک مہرہ تھا۔

افسوس کہ طاقت اور دولت کے نشے نے ان لوگوں کو درندہ بنا دیا ہے۔ جیسے جیسے اس کیس کے متعلق معلومات ملتی رہیں گی ہم آپکو آگاہ کرتے رہیں گے" یہ نیوز نہیں تھی، یہ تو ظہور تبریزی اور برہان سکندر کے گٹھ جوڑ کا ایک چھوٹا سا ٹریلر تھا، فون کے دونوں طرف مضحکہ خیز اور تمسخرانہ قہقہے سنائی دیے تھے۔

ہاشم بخت دن کو بہت آسانی سے موت کی گھاٹ اتار دیا گیا اور تبریزی کے گارڈز نے اس آدمی کو بھی بہت چالاکی سے راستے سے ہٹا دیا۔ پورا ملک ہاشم بخت کی موت سے نا چاہتے ہوئے بھی ہل چکا تھا۔

"ھاھا ھا بہت خوب سیٹھ صاحب، دل میں حقیقی ٹھنڈ پڑھ گئی ہے۔ حکم کیجئے کہ آپکا نذرانہ کب پہنچایا جائے۔ کیا خیال ہے کل ایک دوستانہ اور فاتحانہ ملاقات نہ ہو جائے۔ آپسی لین دین کے ساتھ اس دوستی کو مستحکم کرنے

کے لیے کچھ مشاہدہ اور غور و فکر ہو جائے" برہان سکندر کا خوشامدی انداز بھلے منصوعی اور موقع پرست تھا پر ظہور تبریزی کو ہوا میں ضرور پہنچا چکا تھا۔ تبھی اس شخص کے کی نگاہیں پر شوق ہو چکی تھیں۔

"کیوں نہیں، اب تو ملاقات کا شرف دینا ہی پڑے گا۔ دیکھ لیں کیا خوب صفائی سے کام کیا گیا۔ آئی ایم شیور کے ہماری دوستی بہت آگے جائے گی" برہان سکندر کا لہجہ بھلے کم خوشامدی تھا مگر یہاں بھی منصوعی محبت ابھر کر خاصا متاثر کن اثر کر گئی تھی۔ سیاست میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہو سکتا، ہاں آستین کے سانپ ضرور ہوتے ہیں جو میٹھے بن کر وقت آنے پر ڈس لیتے ہیں۔

"بلکل سیٹھ صاحب، مجھے آپکی دوستی پر ہمیشہ ناز رہے گا۔ چلیں پھر کل کا ڈنر ہم ساتھ کرتے ہیں" باہمی منافقانہ سے رسم وراہ بڑھانے کا یہ سلسلہ کل تک موقوف ہو چکا تھا۔ رابطہ رضامندی سے منقطع ہوا اور دونوں کے چہروں پر زہریلی ہنسی ابھر کر انکے شیطانی منصوبہ بندی کی نمائندگی کرتے دیکھائی دیے تھے۔ سچ کہتے ہیں، لالچ بری بلا ہے۔ اور اس بلا پر اس سے بڑی بلا نازل ہونے والی تھی۔

****

خضر ان چاروں کو گھر ہی لے آیا تھا، آج تو آئزہ اپنے گھر میں پورے حق سے داخل ہوئی تھی۔ چینج وہ سب پہلے ہی کر چکے تھے لہذا اب تینوں مرد خضرات جینز شرٹس کے اوپر اپنی اپنی پسند کی جیکٹ پہن چکے تھے جبکہ آئزہ اور افراح بھی لانگ شرٹس اور جینز میں گلوں میں حجاب لیے مسکراتی دیکھائی دی تھیں۔ سب کا پلین تھا کہ وہ شام چھ بجے تک مظفر آباد کے لیے نکل جائیں تا کہ رات تک کامل بابا کی طرف پہنچ جائیں۔ خضر کا زخم بہتر تھا مگر ابھی بھی بازو ہلانے سے اسے شدید درد برداشت کرنا پڑتا تھا۔ آج کچن میں عریش اور زیان صاحب گھس کر شام کی چائے اور ساتھ کباب بنا رہے تھے جبکہ افراح روم میں، خضر کی پٹی کر رہی تھی کیونکہ سارا دن بچارے کی بازو کافی حرکت پذیر رہی تھی۔ آئزہ بھی خضر کے ساتھ بیٹھ کر بڑے انہماک سے خضر کا زخم جانچ رہی تھی۔

"اوئے کوئی اس کو لے جاو، چار کباب مشکل سے بنے اور چاروں یہ نمونہ کھا گیا۔۔۔۔ ھائے میری محنت"

کچن سے زیان صاحب کی رونی آواز بلند ہوئی تو لاونج والے تینوں حسین سی مسکان دے چکے تھے۔ خضر نے اسی مسکرائی نظر سے دوسری بازو پکڑ کر بیٹھی آئزہ کو دیکھا تو مزید پیارا سا انداز لیے مسکرایا۔ آئزہ کے چہرے کی فکر آج خضر کو بے انتہا پیاری لگی تھی۔ افراح نے کن آکھیوں سے دونوں کو ایک دوسرے کی سمت دیکھتے پایا تو منصوعی سا گلا صاف کیے کھانسی تو خضر نے بے اختیار رخ افراح کے شرارتی چہرے کی سمت پھیرا جو بچارے دونوں معصوموں کو چھیڑ رہی تھی۔

"لو جی پٹی تو ہو گئی، آئرہ۔۔۔ اسے شرٹ پہنا دو۔۔۔ میں زرا ان دونوں کو دیکھتی ہوں کہ کچن میں کونسا ایٹم بم بنا رہے ہیں۔ اہمم اہمم میری طرف سے تم دونوں کے لیے تھوڑی سی پرائیویسی" افراح کا انداز تو چھیڑ خانی والا تھا مگر وہ شفیق سے انداز میں دونوں کی بے قراری پر قربان ہوتی دیکھائی دے رہی تھی۔ آئرہ تو فوراً سے شرما کر نظر جھکا گئی مگر خضر، افراح کی اس عنایت پر خاصا شریر سی نظر چرا چکا تھا۔ افراح بھینی بھینی مسکان لیے صوفے پر خضر کی پڑی شرٹ آئرہ کو تھماتے ہوئے خود کمرے سے نکل گئی۔ آئرہ جو اسکی بازو پکڑے بیٹھی تھی، چہرے پر مدھم سی مسکان سجائے اٹھ کر محترم کے سامنے آئی جو بلیک ویسٹ پہن کر بھی خاصے غضبناک لگ رہے تھے۔

"اب زیادہ درد تو نہیں ہے؟" آئرہ بنا ان آنکھوں سے آنکھیں ملائے آہستگی اور نرمی سے اسکے شرٹ پہناتے ہوئے پہلے بینڈج والی بازو پہناتے بولی تو محترم نے منہ کے تھوڑے دردرسیدہ زاویے کے سنگ باقی شرٹ خود پہنتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ آئرہ پھر سے اپنی جگہ جا بیٹھی اور ہاتھ بٹن تک گئے تو خضر کے ہاتھ پہلے جا پہنچے۔

"میں کر لیتا ہوں" ایسی دلکش قربت تو لوگ ڈھونڈتے ہیں اور ایک یہ جادوگر سے خضر تھے جو اس عنایت سے گریز کر بیٹھے تھے، آئرہ نے نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا کر اسکی مدد کی جس پر دونوں کی نظریں بہت ظالم سا ہمکلام ہو بیٹھیں۔ خضر نے آج تو جان بوجھ کر نظر جھکا لی، نظر جھکی تو خضر کی ٹانگ پر رکھے آئرہ کے ہاتھ پر پہنی اس خوبصورت رنگ پر گئی۔ آئرہ کی نگاہیں بھی بھٹک کر جھک گئیں جب خضر نے اسکا وہی قیمتی ہاتھ اپنے ہاتھ میں

لے کر پھر سے ظالم نگاہیں اس قرین سی آئرہ پر ڈالیں۔ آئرہ کا دل عام سے کچھ زیادہ تیز رفتار تھا، وہ سیاہ آنکھوں والا اسکی کمزوری بن چکا تھا۔

"فائنلی میرے پاس مسکرانے کی دل پسند وجہ آچکی ہے، یہ دن جب تم نے خضر خاقان کو قبول کیا ہے، میری زندگی کا اب تک کا سب سے خوبصورت ترین دن ہے" اپنے دل کے سکون میں غوطہ زن سے جذبات کو حرفوں کا لباس پہنانا کٹھن سہی پر خضر کے منہ سے نہایت حسین لگا تھا۔ آئرہ کو ملن کے بعد ایسی اہمیت کا ملنا تو مہکا گیا تھا۔ وہ مہکار سے مزین آنکھیں اپنی زندگی کی واحد خوشی پر ڈالنے کے بجائے نم کیے رنجیدہ ہوئی تھی۔ شاید صبح کی تکلیف کا اثر اب پھر سے نمودار ہوا تھا۔ خضر کم از کم اس وقت اسکا رونا امید نہیں کر رہا تھا۔ آئرہ کا غمزدہ انداز خضر کے دل کو بھی اداس کر گیا تھا۔

"پلیز آئرہ، تم مجھے روتی ہوئی اب کبھی اچھی نہیں لگو گی۔ جو ہو گیا اسے پیچھے چھوڑ دو۔ اب تم معمولی سا کمزور بھی نہیں رہی، کم از کم تمہارے پاس اب یہ فولادی سا باڈی گارڈ تو ہے ہی" اپنے دونوں ہاتھوں سے وہ آئرہ کا چہرہ پکڑے ان مقدس آنسوؤں کو روکنے کا حکم دے رہا تھا، آخری بات پر تو آئرہ بھی روئی سی محبت سے بھر کر مسکائی تھی۔

"نہیں رو رہی، یہ تو اپنی قسمت کی بلندی پر خوشی کا اظہار ہے۔ ایک عرصہ کانٹوں پر چلنے کے بعد مجھے ایسی پیاری منزل ملی ہے کہ میں سمجھ نہیں پا رہی کہ اس پر مسکراتی چلی جاوں یا شکر گزاری کے آنسو بہاوں" آئزہ اس شخص سے اپنے دل کی حالت بیان کرتے ہوئے ان سیاہ آنکھوں میں ڈوب سی گئی تھی۔ خضر اسکی اس پیاری سی بات پر اپنی بازو اسکے گرد پھیلائے سینے سے لگاتے ہوئے خود بھی شکر گزاری میں غرق ہوا تھا۔

"تم بس مسکراو، مسکراتی چلی جاو۔۔۔۔۔" خضر نے جذباتیت میں نگاہیں جھکا کر آئزہ کی اٹھی آنکھوں کی سمت دیکھ کر شاہانہ تجویز دی۔ آئزہ کا ایک ہاتھ محترم کی کمر اور دوسرا سینے پر دھرا تھا۔

"جی جی اور سب سمجھیں آئزہ پاگل ہوگئی ہے" اتنی طلسمی سی نزدیکیاں تو دونوں کو بے گانہ کر سکتی تھیں، بس تبھی آئزہ نے سر فوراً سے جھکا کر شریر ہوتے کہا تو خضر بھی آئزہ کی بات سے زیادہ اسکے انداز سے لطف اندوز ہوا۔

"تمہیں مجھ سے شرم آ رہی ہے کیا، یہ نظریں کیوں جھکا رہی ہو۔ نظر چرانا تو خضر کا پسندیدہ مشغلہ ہے پر آج باخدا نظر چرا لی تو افسوس رہے گا کہ تمہارے چہرے کا کوئی تاثر دیکھنے سے محروم رہ گیا ہوں" خضر کی سنجیدگی بڑھی اور نگاہوں کا زاویہ بھی عاشقانہ ہوا، آئزہ کا تو چہرہ بے قراری اور گھبراہٹ کے ساتھ ساتھ من پسند سی گرفت اور چاہت کے اثر سے مزید گلابی مائل ہوا تھا۔

"تمہاری آنکھوں سے ڈر لگتا ہے، یہ پھر سنبھلنے کہاں دیں گی" آئرہ اس شخص کی سمت ایک بار پھر من چلی سی بے بسی کے سنگ دیکھتے بولی تو خضر کی سنجیدگی اور نزدیکی مزید گہری ہوئی۔ آئرہ کا دل پوری شدت سے دھڑک اٹھا تھا، اس سے پہلے کہ خضر اپنی محبت کا عملی اظہار دیتا، آئرہ بجلی کی رفتار سے گرفت سے نکلتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ مگر اسے لگا وہ نہیں بچے گی، اسکی بازو خضر کے مضبوط ہاتھ میں بہت شدت سے قید تھی۔ آئرہ کے چہرے کے اتھل پتھل ہوتے رنگ مزید آتشی ہوئے جب اس نے خضر کو اٹھ کر اسے حصار میں لے کر جامد کرتے محسوس کیا۔ خضر کی شرٹ سے اٹھتے کلون کی مہک نے اس چہرہ پھیر کر کھڑی آئرہ کے حواس شل اور ہوش بے گانہ کیے تھے۔ خضر کی سنجیدگی اس کانپتی سی لڑکی کو محسوس کرتے ہوئے کم ہوتی گئی۔ آئرہ کے گرد اپنے بازو باندھتا ہوا وہ اسکے بالوں سے اٹھتی مہک اندر اتارے مسکرایا تو آئرہ نے کسی نئے اظہار کی کوشش سمجھتے ہوئے آنکھیں سختی سے بند کرلیں۔

"خضر۔۔۔" اس سے پہلے کہ آئرہ کچھ بولتی، خضر اسے بازو کھول کر کندھوں سے پکڑے اپنے روبرو لایا، وہ بس اتنا ہی کہہ پائی کہ خضر کی انگلی اسکے ہونٹوں پر جا کر باقی کے لفظ مقفل کر گئی تھی۔ دونوں نے ایک دوسرے کی سمت سیر اب سی محبت سے دیکھا، نظروں کا مفہوم ظالم تھا، مگر خضر کو فی الوقت اسکے ہر رنگ سے شدید محبت محسوس ہوئی تھی۔

"محبت کا عملی اظہار تب کروں گا جب تم میرے سامنے دلہن بن کر کھڑی ہو گی، تب تک موج کرو" اف کیا رحم دلی اور مہربانی کا دریا تھا جو خضر کے چہرے پر مستی پھیلا کر اس سہمی اور بے قرار سی آئرہ کو بھی ایک لمحے میں مسکرانے پر آمادہ کر چکا تھا۔ دونوں ہی بے اختیار ہنس پڑے تھے، خضر صاحب اب اتنے بھی رحم دل نہ تھے۔ اپنی سب سے بڑی خوشی کو اب اپنے سینے سے لگانا تو شدید ضروری تھا، اور آئرہ کو اس پناہ میں اپنی زندگی کا سب سے بہترین سکھ ملا تھا۔ ایک دوسرے کو دل سے قبول کرنے والے اب سچ میں ایک دوسرے کے وجود کا حصہ لگ رہے تھے۔

وارفتگی نے وار کیا جب آئرہ اس سے بے چین ہوئے الگ ہو کر خود کو اس سحر سے نکالنے کی کوشش میں پھر سے خضر کو دیکھ بیٹھی تھی۔ وہ میٹھی نظروں سے آئرہ کو دیکھ رہا تھا اور وہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستی ہوئی اپنی گھبراہٹ چھپا گئی تھی۔

"لگتا ہے کوئی مجھ معصوم کا بہت امتحان لینے والا ہے" خضر نے سر کھجاتے ہوئے نظر چرا کر بے بسی کا عنصر، شرارت میں گھول کر استعمال کیا تو آئرہ کی ہنسی بھی مزید گہری ہوئی۔ اب یہ معصوم تو آئرہ کو ذرا بھی ہضم نہیں ہوا تھا۔ آئرہ کی ہنسی دیکھنے کے بعد محترم ایک بار پھر زبردست انداز میں محترمہ کو ایک ہی بازو سے خود میں جکڑ کر اسکی ہنسی روک چکے تھے۔ اب کی بار آئرہ نے بھی گرفت سے نکلنے میں جلدی نہیں کی تھی، خضر کا چہرہ اس نئی اور اکلوتی خوشی نے گلنار کر دیا تھا، ایک دوسرے کی دھڑکنیں اور سانیس قسمت نے بہت مہارت اور موہنے طریقے سے جوڑ دی تھیں۔

****

"اف بتتمیزو! کتنا گند پھیلا دیا۔۔۔۔ یا اللہ یہ کباب ہیں کیا۔۔۔۔۔۔ کہاں ہے یہ ماسٹر شیف" افراح روم میں کٹ رکھنے کے بعد کپڑے وغیرہ سمیٹ کر کچن میں آئی تو اپرن پہن کر دو فٹ دور کھڑے ہو کر کباب کو بڑے پر اسرار طور سے پلٹتے عریش کو دیکھ کر اسکی ہنسی تو نکلی مگر خضر کے خوبصورت سے کچن کی تباہی دیکھ کر بچاری سر پکڑ کر اندر داخل ہوئی۔ زیان فی الوقت دیکھائی نہیں دے رہا تھا، اسے کال آئی تھی تبھی وہ سننے باہر گیا تھا۔

" آپو وہ باہر گئے ہیں، یہ جو دو بلیک ورژن والے کباب ہیں یہ میں نے بنائے۔۔۔۔ زیان لالہ تو سارے خود کھا کر ہاتھ میرے اپرن سے صاف کر گئے ہیں" عریش تو یوں کھڑا تھا جیسے فرائنگ کے لیے ڈالا زرا سا آئل اچھل کر اس پر حملہ کر دے گا، بڑی ہی معصوم شکل کے ساتھ سامنے دھرے دو جلے کبابوں کی طرف اشارہ کیے اطلاع دی گئی تو افراح اسکے سٹائیل پر ہنس کر اسکے کندھے پر چت رسید کیے چمچا لیے خود سامنے ہوئی۔

" نکمے، یہ جل گئے ہیں۔ اور یہ آئل اچھل کر تم پر نہیں گر سکتا۔۔۔۔ ھاھا عریش میرے جھلے ویر تمہارا کیا بنے گا۔۔۔۔ تیری بیوی تو ہنس ہنس کر ہی گزر جائے گی" افراح مسلسل ہنستی ہوئی عریش کے منہ پر لگے کباب کے

زرے دیکھ کر مزید ہنسی تو عریش صاحب کی بھی بتیسی باہر آن گری۔ کباب اٹھا کر معائنہ کرنے کے بعد جب سونگھا تو واقعی جلن جلن محسوس ہوئی۔ اب تو اندر آتے خضر اور آئرہ بھی عریش کی اس حرکت سے لاجواب بنا منہ دیکھ کر ہنس دیے۔

"لو جی لوو برڈز بھی آ گئے۔۔۔۔ آجاو جی جلے کباب کھالو" عریش صاحب مستے ہوئے موڈ میں اپنے بنائے دو جلے کباب لہرالہرا کر بولے تو افراح بھی پیچھے سے عریش کا کان پکڑے ہنس پڑی، زیان کے اندر آنے پر وہ سب ہی پلٹے۔ محترم کا چہرہ خاصا سنجیدہ دیکھ کر وہ چاروں ہی فکر مند ہو چکے تھے۔

"ہاشم بخت آج دنکو چل بسا، مڈر کر دیا گیا اسکا اور جس نے یہ کیا وہ بھی مرا ہوا ملا ہے۔ ہزل سر کی کال تھی" یہ خبر ان پانچوں کے لیے نئی نہ تھی کیونکہ اکثر و بیشتر ستارہ کے شکار اب اس دنیا میں نہیں تھے۔ پانچوں کے چہرے تشویشناک سے ہوئے تھے۔ زیان نے خاصی خبر دار سی لے میں بتاتے ہوئے کہا۔

"مجھے لگتا ہے یہ کام تبریزی کا ہے" خضر نے بھی کسی سوچ کے زیر اثر اپنی رائے دی جس پر باقی تینوں بھی ایک دم متفق تھے۔

"اور کون ہو سکتا ہے، مجھے لگتا ہے اگلا کیس تبریزی کے متعلق ہی ہو گا۔ میں نے سر سے پوچھا کہ ہم واپس آجائیں تو انہوں نے کہا ہے کہ ابھی کیس ریڈی نہیں ہوا۔ اور تم لوگ اپنا ٹرپ مکمل کرو جا کر، وہ ہمیں اپڈیٹس دیتے رہیں گے" زیان نے فون سائیڈ پر رکھ کر دوبارہ اپیرن پہنتے ہوئے باقی کی صورت حال بتائی تو سب کے چہرے کچھ تناو زائل کرتے دیکھائی دیے تھے، ویسے بھی ان سب کے لیے ڈیوٹی سب سے اہم تھی۔

"چلو دیکھ لیں گے اس تبریزی صاحب کو بھی، پہلے سب میرے بنائے کباب تو کھاو" عریش صاحب تو آج پتا نہیں کونسا جلے کباب کھلا کر بدلا لینے والے تھے، اب کی بار زیان بھی ہنستا ہوا اس کھوتے کو ٹھو کا مارے اپنی پیاری سئ بیگم کے ساتھ کباب بنانے لگ چکا تھا۔ عریش کی جگہ اب افراح نے سنبھال لی اور آئرہ نے بھی فوری طور پر چائے بنانے کی تیاری پکڑ لی۔ خضر تو تب شدید ہنسا جب کرسی پر بیٹھے عریش نے کباب کی ایک بائیٹ لے کر ویسا ہی جلا منہ بنایا۔ خود عریش بھی میسنا سا ہنس دیا۔ ان دونوں کو ہنستا دیکھ کر وہ تین کام کرنے والے بھی مدھم مدھم ہنسی دے چکے تھے۔

****

"کل جب تم آو گے اور جب تمہیں ہمارے اس رشتے کا علم ہو گا تو مجھ سے بہت دور چلے جاو گے، میں کیسے تمہارا سامنا کروں گی عریش۔ جنت اتنی باہمت نہیں ہے" فاحد کو فیڈر دیتی ہوئی وہ اسکے ننھے ننھے ہاتھ پکڑ کر اپنی انگوٹھی دیکھتے ہوئے پھر سے خدشے کا شکار ہوئی تھی۔ جب سے اسکی اور عریش کی یہ پر اسرار منگنی ہوئی تھی تب سے جنت کا دل شدید بے چینی کا شکار تھا۔ کل کا سوچ کر ہی جنت کے چہرے پر رنجید گی اترتی گئی۔ وہ تین سالا پیارا سا فاحد مزے سے فیڈر پکڑے ساتھ ساتھ اپنے پاوں سے کھیل رہا تھا۔ مانیہ شاید کاموں میں لگی تھی۔

"یا اللہ، مجھ سے یہ موہوم سی خوشی مت لیجئے گا۔ وہ بھلے میرا نہ ہو لیکن میں اسکے نام لگنے کی آرزو میں ہوں" جنت کا دل ہول اٹھا تھا، وہ عریش کو بے حد چاہتی تھی مگر عریش؟؟؟؟؟ وہ اسے کیا سمجھتا تھا؟ یہ ابھی کھلنا باقی تھا۔ مانیہ دوپٹے سے ہاتھ صاف کرتی کمرے میں آئی تو اداس سا چہرہ لٹکائے جنت کو دیکھ کر وہیں چلی آئی، جانتی تھی کہ جنت کو کیا چیز ہلکان کر رہی ہے۔

"کیا ہوا ہے جنت، میں دیکھ رہی ہوں جب سے یہ انگوٹھی تمہارے ہاتھ میں آئی ہے تب سے تمہاری بیقراری کو بھی پر لگ گئے ہیں" مانیہ نے فاحد کو آہستگی سے گود میں لے کر بیٹھتے ہوئے جنت کی سمت کھوجتی نگاہوں سے دیکھ کر استفسار کیا تو وہ جو اپنے ہاتھ کو مڑور رہی تھی، بے قراری سے سر اٹھائے آپی کی طرف متوجہ ہوئی۔

"پتا نہیں آپی، یوں لگتا ہے یہ قید بہت عارضی سی ہے۔ عریش کو پتا چلا تو وہ کہیں مجھ سے یہ حق چھین نہ لے۔ آپی میں عریش کے بنا جی نہیں سکتی، اور اب تو میں اسکا انکار سننے سے پہلے ہی گر پڑوں گی" مانیہ تو خود ابھی غیر مطمئین تھی، اور اب جنت کی مسلسل بے چینی نے اسے مزید اداس کیا تھا۔ مانیہ نے ایک گہرا سانس خارج کیا اور جنت کا ہاتھ تھامے اپنی تشفی سے مزین نگاہیں جنت پر ڈال کر گردن موڑے سیدھی ہوئی۔

"کسی بھی فیصلے اور جھٹکے کے لیے خود کو تیار رکھو جنت، وہ عریش ہے۔ ایک آزاد خیال سا مرد۔۔۔۔ وہ اپنی دادی کا فرمابردار ضرور ہے لیکن شادی کا معاملہ ہر ایک کا بے حد ذاتی ہے۔ میں تو اس منگنی کے حق میں اسی لیے نہیں تھی کہ تمہارے دل کے ٹوٹنے سے ڈرتی ہوں، کنیز خالا کے اصرار پر اب اگر یہ رشتہ بن گیا ہے تو اللہ سے دعا گو ہوں کے وہ عریش کا دل نرم کر دیں۔۔۔۔ تم خود کو ہلکان کر کے کیوں آدھا کر رہی ہو۔۔۔ ہو گا تو وہی جو اٹل ہے" مانیہ کے لہجے میں کھٹاس اور کھارا پن تھا کیونکہ وہ جنت کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جنت کی بے آس سی آنکھیں تو اس بات پر مزید بجھ سی گئی تھیں، اسکا گلاب جیسا چمکتا چہرہ کسی انہونی کے خدشے میں آکر بے رنگ ہو گیا تھا۔

"آپی آپ اسے کہیے گا جنت کو انکار نہ کرے، میں ساری زندگی اسکے نام بیٹھے رہنے پر بھی راضی ہوں" جنت کی کہی تاسف زدہ گزارش پر مانیہ نے بھی افسوس سے اپنی دیوانی بہن کو دیکھا جو واقعی دل و جان سے اس منچلے کی ہو گئی تھی۔

"پاگل، تیرا کیا ہو گا جنت "مانیہ تو اپنی اس پگلی اور دیوانی جنت کو لے کر خاصی پریشان اور فکر مند تھی۔ جنت نے اٹھ کر کھڑکی میں جا کر ایک نظر دادی کے گھر پر ڈالی تو چہرے پر ایک اندھیرا سا چھا گیا۔ نا جانے عریش اسے قبول کرے گا یا وہ دھتکارنے کا ستم کر دے گا۔ جنت کا دل گہرے صدمے میں مبتلا تھا، اسکا چین، سکون اور قرار اب بس عریش کے فیصلے پر ٹکا تھا۔ وہ حسین سی اداس آنکھیں جھکتے ہی ہر سو اندھیرا کر گئی تھیں۔ جنت کے چہرے پر انتظار کی شدت صاف صاف رقم دیکھائی دے رہی تھی۔

****

"کیا ہوا چیتے، تم نے اس بار پھر مینا کو خالی بھیج دیا۔۔۔۔ ضامن وہ صرف تمہارے لیے سپیشل ہے، اور تم ہو کہ ۔۔۔۔۔ یہ بتاؤ اگلے لائحہ عمل پر تمہاری تیاری کیسی ہے "منور عالی کا ابتدائی الفاظ ضامن کو ناگوار گزرے مگر آخری بات پر وہ کھڑکی پر ہاتھ رکھ کر گردن موڑے ٹیبل پر پڑی لاتعداد فائلز کو ایک جھلک دیکھنے کے بعد تھکی سی نظر دوبارہ کھڑکی پر جما چکا تھا۔

"تیاری کے ساتھ ساتھ پلین بھی بہت اچھا ہے سر، اس بار وہ ستارہ تو کیا، کوئی بھی ضامن کے راستے میں نہیں آئے گا" ضامن نے پہلی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے بے دلی سے آنکھوں میں چمک لائے کہا تو دوسری طرف منور عالی نے اسکی اگنورنس کو خاصا نوٹس کیا تھا۔

"ہوپ سو، تنظیم کا غصہ اتارنے کا ایک یہی حل ہے کہ اس بار تم اپنا بہترین ورک آوٹ دو۔۔۔۔۔۔" وہ لشکتے جھڑے سفید بالوں والا فینسی سا منور عالی خاصا پر امید تھا مگر ضامن کا اعتماد بھی اب کی بار آسمان کی اونچی بلندیوں پر فائز تھا۔

"جی" ضامن نے مختصر بات کہہ کر شاید فل سٹاپ لگایا تھا۔

"مینا کیسی لگتی ہے تمہیں؟" منور عالی کا پھر سے مینا کے ذکر پر ضامن کو کریدنا، اب خود ضامن کے ماتھے پر بل ڈال چکا تھا۔ دوسری طرف وہ خاصا مشکوک انداز لیے دریافت کر رہا تھا۔

"یہ کیسا سوال ہے؟" جبڑے بھینچے ہوئے ضامن نے اُمڈتے غصے کو لگام لگایا تو منور عالی نے بھی ضامن کی برہمی محسوس کی۔

"تمہیں اپنا جونئیر کم، بیٹا زیادہ سمجھتا ہوں۔ اس سے پہلے کہ تنظیم اسے کسی اور کے لیے خاص بنا دے، اگر تمہارے دل میں کچھ ہے تو مجھے بتا دو۔۔۔۔۔۔ محبت کوئی بھی کر سکتا ہے، میں نہیں چاہتا جو میرے ساتھ

ہوا۔۔۔وہ تم سہو۔۔۔۔۔میری آنکھوں کے سامنے میری محبت کی رسوائی ہوتی رہی اور میں چپ رہا۔۔۔۔تم چپ مت رہو" منور عالی کے چہرے پر نا جانے اتنی رنجیدگی کہاں سے اتر آئی تھی مگر ضامن کا اچھا بھلا دل لرز کر بند سا ہوا تھا۔

"ضامن، میں تم دونوں کی شادی کروادوں گا۔۔۔۔۔۔لیکن تب جب تم مجھے سچ بتاؤ گے۔مجھے محسوس ہوا جیسے تم اسے دل سے چاہ بیٹھے ہو۔اس سے پہلے کہ وہ تمہاری محبت کے علاوہ کسی اور کی بظاہر محبت مگر اصل میں حوس کا شکار ہو۔۔۔۔۔اسے اپنا کرلو۔وہ کافی اچھی لڑکی ہے،میں اسکی فیملی تک کو جانتا ہوں۔ماں باپ مر چکے ہیں۔ایک بھائی ہے جو اپنے بیوی بچوں کے ساتھ کراچی میں رہتا ہے" منور عالی کا لفظ لفظ ضامن سے سانس کی آسانی چھینتا گیا،نہایت اضطراب میں ڈوب کر ضامن نے کرسی کا سہارا لے کر خود کو بمشکل بیٹھایا۔۔۔۔وہ بول ہی نہیں پارہا تھا،دوسری طرف منور عالی اسکے جواب کا شدت سے منتظر تھا۔

"مجھے اس سے محبت سہی،میرے پاس اسے اپنا کرنے کا وقت نہیں۔۔۔۔۔آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس اگلے سانس کی گارنٹی نہیں۔میں اس جھنجھٹ میں نہیں پڑنا چاہتا" ضامن نے خود پر اور اپنے بے قرار وجود کی لرزش پر قابو پا کر بہت مدھم سا جواب دیا جس پر مقابل بھی اداس سا تاثر پھیل گیا۔

"یہ گارنٹی تو دنیا کے کسی شخص کے پاس نہیں، سوچ لو۔۔۔۔ مشن کے بعد مجھے اپنا جواب دے دینا۔ وہ بھی تمہیں چاہتی ہے، اچھا ہو گا کہ دونوں مل کر مزید اچھا کام کر سکو گے۔ جب کبھی اس جھنجھٹ میں پڑنے کا دل چاہے تو اشارہ کر دینا" منور عالی کہہ کر فون رکھ چکا تھا مگر ضامن احمد تو یوں تھا جیسے اسکے جسم کا سارا خون سمٹ کر اسکے چہرے اور آنکھوں میں ٹھہر گیا ہو۔ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں لیے وہ اپنے دکھتے ماتھے کو شدت سے جکڑ چکا تھا۔ اسکا سانس پھول رہا تھا، اسکا سکون رفتہ رفتہ ختم ہو رہا تھا۔

"ضامن تم کیوں کمزور پڑھ رہے ہو، یہ پچھتاوا اور پشیمانی تمہاری دشمن ہیں۔ مینا تم جیسے پر ایک اور بڑا استم ہے۔۔۔۔۔ میں ایک پاک دشمن تنظیم کا جونیئر ہیڈ ہوں، مجھے صرف اپنے پیشے سے وفاداری کرنی ہے۔ مجھے محبت اور رحم دلی کو خود پر سوار نہیں کرنا۔۔۔۔۔۔۔۔ کوئی مجھے توڑ نہیں سکتا سوائے خود میرے" جب جب مبشر پاکستان جاتا تھا تو وہ پیچھے سے یونہی پاگل ہونے لگتا تھا۔ وہ اسے بہت یاد کرتا تھا، وہ اسکے سامنے اس سے حار کھاتا تھا مگر حقیقت میں وہ مبشر کے ہونے سے تنہائی سے نکل آتا تھا۔ اور جب مبشر بھی پاکستان چلا جاتا تھا تو تنہائی، بے قراری اور وحشت کا شدید حملہ ضامن احمد کو بے جان کر دیتا تھا۔ بظاہر وہ رشتوں اور اپنوں سے بے زار تھا مگر ان چار سالوں میں اس نے کئی بار مہرو، جلال اور حرا کو شدت سے یاد کیا تھا۔ وہ ان سب کو چاہتا تھا مگر وہ جس پیشے سے منسلک تھا اس بے رحم نے ضامن احمد سے ہر اچھائی چھین کر اسے انا پرست اور خود بین بنا دیا تھا۔

"خود کو تنہا اور بے سکون کرنے والے تم خود ہو ضامن، جس وطن نے تم کو اتنے برس خود کی حفاظت میں لیے رکھا۔ آج تم اس ماں جیسی دھرتی کو چوٹ دیتے دیتے خود ایک زخم بن گئے ہو۔ماں، باپ، بھائی اور بہن کی جدائی پر کتنے راضی ہو۔ محبت کو خود سے دور پٹخ کر رسوا کرنے پر مجبور ہو۔ حقیقت میں تم ایک بزدل اور معزور ہو" وہ دل جس میں مہرو کی محبت اور تربیت تھی، وہ دل اسے آج بھی ملامت کر رہا تھا۔ضامن نے ارد گرد گھر کی خالی وہشت لٹاتی دیواریں دیکھیں تو دل کے ساتھ ساتھ اسکا دماغ بھی خوفزدہ تھا۔

"میں تو اتنا بے بس ہوں کہ اپنی اس تکلیف سے چھٹکارے کی دعا بھی نہیں مانگ سکتا۔ دعا مانگوں بھی تو کس منہ سے۔ جانتا ہوں ایک غدار کو بد دعائیں تو لگ سکتی ہیں۔۔۔۔۔ دعائیں نہیں لگتیں۔بی بریو ضامن۔۔۔۔۔ تم بکھرنا افورڈ نہیں کر سکتے" ضامن نے بے دردی سے اپنے چہرے کی اڈتی نمی رگڑی اور ٹیبلز سے تمام فائلز اٹھا کر فوراسے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

****

"میرے اس غریب خانے کی تاریکی میرے ان ستاروں سے کیسی ہٹی ہے۔۔۔۔ جیتے رہو، اتنا پاو کے تم سب کے دل اور زبانیں اس رب کی تعریف گوئی اور حمد و ثناء کا پیکر بن جائیں" مظفر آباد کی ٹھٹھرتی سردی اور دلان سے کچھ دور رات کے اس پل آگ جلا کر بیٹھے وہ سات وجود تو اپنے اپنے موہنے انداز سے مسکرا دیے تھے۔

زیان نے تو باقاعدہ کامل بابا کے پہلو سے لگ کر نشست سنبھال رکھی تھی۔ منچلے سے عریش تو دوسری سمت کامل بابا کا ہاتھ محبت اور عقیدت سے پکڑے انکی کہی بات پر دلفریب سا مسکرا رہا تھا۔ خضر، آئرہ اور افراح بھی کامل بابا کے کہے لفظوں کے سحر کے زیر اثر موہنی اثر انگیز صورتیں لیے ہوئے تھے۔

کلیم کی تو خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی کیونکہ اب کی بار یہ پانچوں بابا کے لاڈلے کافی مدت بعد آئے تھے۔ مہران کامل ایک دھیمے سے عاجز انسان ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی جوانی میں خود بھی ایک ڈیٹیکٹیو رہ چکے تھے۔ ملک دشمنوں کو نیست و نابود کرتے کرتے وہ اپنی پیاری سی بیوی اور دو سالا حسنین کامل سے دستبردار ہو گئے تھے۔ ایک کیس کے دوران انکی بیوی نمرہ اور دو سالا حسنین کو صرف اس لیے بے دردی سے قتل کر دیا گیا کیونکہ انکو شک تھا کہ یہ کسی جاسوس کی فیملی ہے۔ وہ لوگ مہران کامل تک تو نہ پہنچ سکے مگر مہران کی زندگی ضرور ویران کر گئے۔ مہران کامل ایک صابر اور شاکر ملک و فادار سپاہی تھے اور وہ اس ناگہانی المیے پر ٹوٹنے کے باوجود زندگی کی سمت لوٹ آئے۔ یہ حادثہ انکے لیے واقعی ناقابل برداشت تھا مگر اسے اللہ کی رضا مان کر وہ پھر سے جینے لگے۔

اپنی ڈیٹیکٹیو ایجنسی سے ریٹائرمنٹ کے بعد وہ فلاحی کاموں کے ساتھ ساتھ خود بھی درس و تدریس کے شعبے سے وابستہ ہو گئے۔ زندگی کی بہار تو رخصت ہو گئی مگر وہ خود کو تاریک کرنے کے بجائے اپنے ارد گرد کی تاریکی مٹانے پر معمور ہو گئے۔ ہر یتیم بچے میں انھیں اپنا حسنین دیکھائی دیتا اور پھر واقعی انکو اپنا حسنین ملا، زیان کے روپ میں۔ وہ بچہ جو آج تک نہ صرف انکا حسنین تھا بلکے اس نے ثابت کیا تھا کہ وہ مہران کامل کی پرورش میں پروان چڑھا ہے۔

گو مہران کے لیے ہر بچہ دل و جان کا گوشہ تھا مگر زیان کو انکے دل میں ہمیشہ خاص مرتبہ ملا تھا۔ انھیں بیٹے کی کمی اس دن ختم ہوئی جب وہ زیان کو باقاعدہ گود لے آئے۔ زندگی اگر طویل لکھی ہو تو ہر درد اور تکلیف کے باوجود، اللہ پاک اس انسان کو زندگی کا کوئی نہ کوئی وسیلہ فراہم کر دیتا ہے۔ بلکل ویسے ہی مہران کامل کی زندگی کا وسیلہ زیان فاروقی بنا تھا اور آج اس کاروان میں کلیم، افراح، عریش، خضر اور آئرہ بھی شامل تھے۔ کامل بابا بھی انکے پیشے سے واقف تھے اور انھیں ان پانچوں ستاروں پر بے حد مان تھا۔

"آمین، باباواقعی میں آپ بہت کمزور لگ رہے ہیں۔۔۔۔ کلیم تم انکا پلیز ٹھیک سے خیال رکھا کرو" سب نے محبت سے بیک وقت آمین کہا مگر زیان کو تو رہ رہ کر بابا پر پیاری سی فکر آرہی تھی۔ کلیم نے بھی زیان کی ایسی بات پر مسکرا کر سر ہلایا۔

"وہ تو رکھتا ہے، اور مت کہو نہیں تو اس نے مجھے خیال رکھ رکھ آدھا کر دینا ہے۔ میں نے اپنے بچوں کو دیکھ لیا ہے تو بلکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔۔۔۔۔ میرا یہ لاڈو مجھے بہت یاد آیا" مہران بابا، زیان کے علاوہ جس پر سب سے قربان تھے وہ عریش تھا جو انکی باتیں آج بھی دل سے سن رہا تھا۔ بابا کی بات پر وہ انکا ہاتھ چومے کھل سا اٹھا تھا، مہران کی نظریں افراح پر گئیں تو شہد سے بھی زیادہ شفیق اور میٹھی ہوئیں۔

"اور میری بڑی بہو رانی، میرے زیان کی دنیا کیسی ہے۔۔۔۔ میرا یہ دلفریب ساراج دلارا نیا جوڑا تو میرے دل کا گوشہ ہے" افراح تو جی بھر کر چہک کر فٹ فاٹ ہونے کا اشارہ دے گئی جبکہ آئرہ اور خضر بھی اس محبت پر نثار سے ہو گئے تھے۔

"ہم سب بلکل فٹ ہیں بابا، آپ کو دیکھ کر ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر خوشی ہوتی ہے" خضر نے اب کی بار محبت لٹاتے شفیق انداز میں کہا تو کامل بابا کا چہرہ یوں گلنار ہوا جیسے وہ دل سے جی اٹھے ہوں۔ کلیم نے گرما گرم چائے بنالی تھی کیونکہ کھانا ان سب نے کچھ دیر پہلے ہی کھایا تھا۔

"استاد جی جیسی چائے تو نہیں بنی لیکن قبول کریں آپ سب، صبح ناشتے پر انکی فینس چائے ضرور ملے گی" کلیم کی لطافت میں کہی بات پر وہ سب ہی پوری رعنائی سے مسکرائے تھے۔

"ان شاء اللہ، کلیم بچے جا کر میرے ان شہزادوں کے کمرے کھلوا دو۔۔۔۔ عریش میرے ساتھ سوئے گا۔۔۔ کیوں برخوردار؟" ہمیشہ سے عریش جب بھی آتا تھا اسکی ضد ہوتی تھی کہ وہ ساری رات بابا کی باتیں سنے گا، اور آج تو بنا ضد کے ہی کامل بابا کی شفقت میں لپٹی بات پر وہ مدھم سا سر اثبات میں ہلائے مسکرادیا۔

"آپ کا وقت، آپکی باتیں اور آپکی شفقت پانا میرے لیے باعث شرف ہے بابا۔۔۔ اسی بہانے مجھ سا گنہگار کوئی نیکی کرنے کا گر سیکھ لے گا" عریش کم ہی سنجیدہ ہوتا تھا مگر جب سنجیدگی اس چہرے پر وارد ہوتی تھی تو بڑے بڑوں کو چکرا دیتی تھی۔

"نیکی کا گر نہیں، اب کی بار نیکی کی توفیق پانے کا ٹارگٹ رکھو۔ ویسے میں جانتا ہوں کہ یہاں بیٹھے افراد میں سب سے زیادہ پیارا اور نیارا دل میرے عریش کا ہے" اس بات پر تو سب نے بیک وقت شریر سی رضامندی سے عریش کے چہرے کا حسن اور تازگی دیکھی تھی۔

"میں بہت عام سا ہوں، مجھے حاصل بے شمار نعمتیں اور محبتیں ہی مجھے خاص بناتی ہیں۔۔۔ خیر کل آپ نے ہمیں اپنے ہاتھ کا مٹر قیمہ بھی کھلانا ہے۔ اور آپکے ہاتھ کی جادوئی چائے تو ہو گی ہی" عریش کو بھی محبت لٹانی اور اظہار دینے کی مہارت تھی مگر وہ زیادہ تر تنگ کرنا اور سب کو مسکراہٹ عطا کرنے پر ہی خوش رہتا تھا۔

عریش کی پیاری فرمائش پر تو مہران بابا نے محبت سے عریش کے بکھرے سٹائیل شدہ بالوں کو مزید بکھراتے ہوئے خود بھی شرارت اوڑھی تھی، خضر اور آئرہ بھی ایک دوسرے کی سمت دیکھ کر بھینا بھینا مسکا دیے تھے۔

****

"لو جی یہ رہا تم دونوں کے لیے کمرہ، آتش دان میں آگ لگا دی ہے، سونے سے پہلے بجھا دینا دونوں" آفراح نے دروازہ کھولتے ہوئے آئرہ اور خضر کو انکے لیے بے حد پیارا روم دیکھاتے ہوئے کہا تو آئرہ نے بے چینی سے باری باری خضر اور افراح کو دیکھا جو دونوں ہی پس پردہ سی مسکان جذب کر چکے تھے۔

"آپی، میں آپ کے ساتھ سو جاتی ہوں ناں۔۔۔۔ یہاں کیسے" آئرہ نے دھڑکتے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے خضر کی آنچ دیتی نگاہوں سے بچ کر افراح سے کہا تو وہ شرارتی سا ہنس کر آئرہ کو خود سے لپٹا گئی۔

خضر صاحب تو اس ناانصافی پر اپنی دونوں بازو سینے پر لپیٹ کر تسلی سے آئرہ کو جانچ رہے تھے جو شاید خضر کے ساتھ یوں رات بھر رہنے پر ہچکچا رہی تھی۔

"ھاھا تم تو ایسے گھبرا رہی ہو جیسے میں تمہیں شیر کے پنجرے میں سونے کا کہہ رہی ہوں، بھئی اب یہ فولادی سا میرا پیارا ویر تمہارا شوہر ہے۔ خضر کو آرام کی ضرورت ہے اور تمہیں اسکا رات کو دھیان رکھنا ہے
سنپل۔۔۔۔ عریش تو آج کامل بابا کے ساتھ سوئے گا۔ ویسے بھی اسے کامل بابا کی کمپنی بے حد پسند ہے"
افراح کی پہلی بات پر تو جہاں آئرہ پشیمان سی نظر جھکا گئی وہیں خضر اسے ظالمانہ نگاہیں ڈالے دیکھ کم اپنے اندر زیادہ اتار رہا تھا۔

افراح دونوں کو اب الماری سے لحاف نکال کر دے رہی تھی مگر ایک لحاف پر پھر سے آئرہ نے کرنٹ کھائے خضر کو دیکھا جو اب واقعی تھک کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے ابھی تک آئرہ کو شریر سا دیکھ اور افراح کو سن کر سر ہلا رہا تھا۔ آئرہ کی اڑی رنگت دیکھ کر افراح نے بمشکل اپنی ہنسی روکی اور اسکے قریب آتے ہوئے مسکرائی۔

"سوری جان، ایک پر ہی گزارہ کر لو۔۔۔ مری جا کر دادی سے سپیشل دو دو لے کر دوں گی" افراح کو تو رہ رہ کر بچاری آئرہ کی گھبراہٹ پر ہنسی آئی تو آئرہ نے لرزتے دل کے ساتھ افراح کو یوں دیکھا کہ کہہ رہی ہو کہ مجھے ساتھ لے جائیں۔

"او کے خضر، میری آئرہ کو زیادہ تنگ مت کرنا۔ اب تم دونوں ریسٹ کرو۔۔۔۔ میں بھی سونے جا رہی، ایک تو دن تھکا دینے والا اوپر سے اتنا لمبا سفر۔۔۔ زیان بھی روم میں سو گیا جا کر" افراح نے آتش دان پر نظر دوڑانے کے بعد سائیڈ ٹیبل پر دھرا پانی دیکھتے ہوئے خضر کو تاکید کی جو بڑی تھکی سی مسکان کے سنگ رضامند سا اشارہ دے رہا تھا۔

"میں بہت شریف ہوں، الحمد اللہ "خضر کی شریر سی بات پر جہاں افراح قربان ہوتے ہوئے ہنستی ہوئی کمرے سے نکلی وہیں آئرہ کے ہاتھ پاؤں پھول سے گئے۔ خضر نے ٹیک چھوڑی اور اٹھ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس بظاہر پر اعتماد مگر قربت کے خدشے سے ہلکان رخ پھیر کر گردن جھکا کر کھڑی آئرہ تک پہنچا اور اسکے شانوں کے گرد حصار بنا کر اسے قید کیے اپنے ہونٹ اسکے کان تک لایا۔ آئرہ کا دل بری طرح لرز اٹھا تھا۔

"کوئی مجھ سے گھبرا کر بہت حسین لگ رہا ہے، شیر کے پنجرے میں ویلکم "خضر کی مدہوش ہوتی گھمبیر آواز نے آئرہ کے دل تک سنسناہٹ اتاری تو وہ اس ظالم گرفت میں قید ہو کر اپنی آنکھیں بند کر گئی۔

خضر کی بڑھتی ہوئی شدت زدہ محبت آئرہ کو اپنے بس میں کرتی جا رہی تھی، وہ اسے اپنے روبرو لانا چاہتا تھا مگر وہ سمٹی ہوئی بے چینی کے باوجود پلٹ کر ہوش سے بیگانی نہیں ہو سکتی تھی۔

"خضر، ابھی میں دلہن نہیں بنی" آئرہ کی آنکھیں کھلیں تو ہونٹوں نے بھی کچھ کہنے کی جسارت کو جنبش کی۔

خضر اسے اپنی پوری طاقت لگائے اپنے سامنے لانے میں کامیاب ہوتے ہوئے ان شربتی آنکھوں کے لرز کر کھلتے ہی ان میں گہرا جھانکا۔

"تو میں کونسا عملی اظہار دینے والا ہوں" آئرہ کا دل بری طرح کانپا جب خضر نے سادگی سے ظالمانہ بات کہی۔ خضر کا یوں قریب آنا ہی آئرہ کے ہوش اڑا کر بے جان کر رہا تھا تو مزید کسی عملی اظہار کا سوچ کر ہی اسکی ریڑھ کی ہڈی میں ہلچل ہوئی۔ آئرہ نے شکایتی انداز سے خضر کو دیکھا جو اسے دل بھرنے کی حد تک دیکھ رہا تھا۔

"مجھے بے بس کر رہے ہو اور کونسا عملی اظہار کرو گے" آئرہ نے متجسس انداز میں اپنی بے قابو دھڑکن کو لگام لگائے بے بسی سے کہا تو خضر اس پگلی کو کمر سے لہرائے مزید اپنے اور اسکے درمیان کا فاصلہ ہٹاتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔ آئرہ اس شخص کی سانس کی تپش اپنے چہرے پر آکر پھیلتی اور بے خود کرتی محسوس کر رہی تھی۔

"تمہیں خضر خاقان سے ملواوں گا، اس خضر سے جو بس تمہارا ہے۔ تمہیں اپنی ذات کے ہر پہلو سے روشناس کروانا ہے۔ اس دنیا اور اسکے دھندے کو ہٹا کر صرف تمہیں دیکھنا اور سوچنا ہے۔۔۔" خضر مزید قریب آسکتا تھا مگر وہ نہیں آیا تھا، آئرہ کی آنکھیں بھی خوشی کی والہانہ چمک سے گلنار ہوئیں۔

"نکاح ہوتے ہی تم خطرناک ہو گئے ہو" آئرہ نے تحیر سے کھلی آنکھیں خضر کے چہرے پر ٹکائے ہوئے مدھم سی سرشاری میں کہا تو محترم مزید رہا سہا فاصلہ ہٹا کر اسے سینے سے لگا کر پھر سے اسکے ریشمی ملائم بالوں میں ہاتھ پھیرے بے خود ہوئے۔

"نہیں، تم پر حق جتا رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔مجھے اچھا لگ رہا ہے" خضر کی دلپسند خوشی پر تو آئرہ کا اپنا دل مہک کر اسکی خوشبو میں غرق ہو گیا تھا۔ آئرہ نے اسکے سینے سے اٹھتی دھڑکن کی جلترنگ محسوس کرتے ہی اپنے ہونٹوں کی مقدس چھاپ اس چوڑے سینے پر ثبت کر دی۔۔۔۔۔۔

خضر نے بے اختیار اس عنایت پر اپنی آنکھیں بند کیں اور جب وہ آنکھیں کھلیں تو آئرہ یک ٹک خضر کی آنکھوں اور چہرے کی سب سے الگ اور موہنی خوشی دیکھتی پائی گئی۔ خضر اپنے طلسم کے سنگ مسکرا کر دیوانہ ہو رہا تھا۔

" خضر، ہم ایک لحاف میں کیسے سوئیں گے، ہے بھی میڈیم سا" اس قدر ظالم قربت پر ایسی بات سن کر خضر کا بے اختیار سمٹا قہقہہ محترم کو اچھی خاصی شرارت میں غرق کر چکا تھا۔ آئرہ جو فکر میں ہلکان تھی اب خضر کی بہکتی نظروں اور بڑھتی نزدیکی سے پتھر بنی۔

خضر اسکے کان کے قریب ہو کر مسکرایا اور وہ دم سادھے پتھر سے موم ہوتی گئی۔

"لپٹ کر" خضر کے کہنے کی دیر تھی کہ آئرہ فوراً سے کرنٹ کھائے گھبرائی سی نظر اٹھا کر کچھ دور ہٹی تو خضر کی مسکراتی آنکھیں اس کا رہا سہا دم بھی نکال گئی تھیں۔

"خضر، میں ایسا نہیں کروں گی۔۔۔۔اور اور تمہارا کندھا درد کر گیا تو۔۔ چلو شرافت سے مجھ سے دو فٹ کی دوری بنا کر سو جاؤ، آجاؤ" آئرہ تمام تک گھبراہٹ بہت مہارت سے جذب کرتی باقاعدہ خضر کو گھسیٹ کر بیڈ تک لائی اور دھڑم سے بیٹھانے کے بعد تک وہ خضر کی آنکھوں میں دیکھنے سے مکمل گریز کر رہی تھی۔

خضر اس کے چہرے کا ہر تاثر دل میں کسی فسانے کی مانند لکھ رہا تھا۔ آئرہ اسے ٹانگیں اوپر کر کے لیٹنے کا کہہ رہی تھی اور خضر کو لگا جیسے آوازیں جامد ہو گئی تھیں۔ آئرہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک ہی جھٹکے سے وہ اسکو خود پر جھکائے خود بھی بیڈ پر گر گیا۔

آئرہ کا دل تو اس جھٹکے پر بند ہوتے ہوتے بچا تھا۔ آئرہ کے بال خضر کے چہرے پر بکھر گئے تو انھیں ہٹانے کا فریضہ خضر نے ہی سر انجام دیا۔ آئرہ کا پھولا سانس اور یہ نزدیک ترین قید اسے ہار جانے پر آمادہ کر رہی تھی۔

"خضر ..." آئرہ نے بے قراری کی ہنگ کچھ کہنا چاہا تھا

"شی۔۔۔۔ کچھ مت کہو" خضر نے اپنی انگلی پھر سے ان ہونٹوں پر رکھ کر بات کا کنارہ توڑ دیا تھا۔

"تم مجھے آج بہت زیادہ قبول ہو گئی ہو آئرہ، ایک پل کو تم سے جدائی پر آمادہ نہیں ہوں۔۔۔۔۔ خضر ایسا نہیں تھا، خضر ایسا ہو گیا ہے۔ تم قریب ہو تو اور کچھ بھی میرے قریب نہیں رہا، نہ ہوش نہ احتیاط۔۔۔۔" آئرہ کی دہکتی حیا اور مہکتی قربت، خضر سے عملی اظہار کا تقاضا کر رہی تھی اور وہ خود پر جبر کیے ساکت تھا۔ آئرہ تو پتھر بنی جھکی ہوئی تھی، اسکا ہر احساس اس آنچ دیتے خضر نے منجمد کر دیا تھا۔

"خضر تمہیں آرام کرنا چاہیے" آئرہ مزید ان سیاہ آنکھوں کا تحیر زدہ سحر نہیں دیکھ پائی تھی، تبھی اپنا سر اسکے سینے سے ٹکائے بہت رومان پرور صدا سے بولی تھی، خود خضر بے حد فرمابرداری میں اسکے گرد پھیلائی اپنی بازو سر کے نیچے رکھتا ہوا اسے قید سے رہائی دیتے ہوئے مسکرایا۔

ہاتھ ہٹتے ہی آئرہ نے بیڈ پر بازو ٹکائے اٹھنے کی کوشش کی تو نظریں ایک بار پھر ان سیاہ مہکی نگاہوں سے الجھ گئیں۔ خضر کا سنجیدہ چہرہ کسی نئے اظہار کی ترجمانی پر آمادہ تھا، آئرہ اپنے چہرے پر پھیلے گلابی رنگ قابو کرتی اٹھ کر بیٹھی تو دھڑکنیں اسکی بھی اس دوری پر سراپا احتجاج بن گئیں۔ خضر صاحب اب بنا کسی خطرناک چھیڑ خانی کے اٹھ کر بیڈ پر سیدھے جا لیٹے۔

آئرہ اٹھی اور دبی دبی مسکان کے سنگ لحاف کھول کر خضر پر کروانے لگی۔ خضر کی نظریں ایک لمحے کو بھی آئرہ پر سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔

"سو جاو اب خضر، دیکھنا بند کرو ناں" آئرہ کی لرزتی آواز یک دم ہنسی بنی تو محترم ایک بار پھر اسکے بازو سے پکڑے اپنے ساتھ بیٹھا کر کچھ نیم دراز ہوئے۔ آئرہ کی نیند تو ان سیاہ آنکھوں کو دیکھتے ہی بھک سے اڑ چکی تھی۔

"نا جانے کیا ہو رہا ہے مجھے، میں کتنا شوخا ہو رہا ہوں۔ آئی ایم سوری آئرہ" خضر کے چہرے کی اداسی نے ایک لمحے کو آئرہ کا دل روک دیا تھا، آئرہ نے اپنا ہاتھ خضر کے چہرے پر رکھ کر دلفریبی کے سنگ اس نڈھال ہوتے خضر کو دیکھا۔

"پاگل ہو، ایسا آئیندہ کبھی مت کہنا۔۔۔۔ تم مجھے ہر طرح بہت پیارے ہو، بس میں تھوڑی گھبرا گئی ہوں تم مجھے معاف کر دو۔ ابھی تمہیں آرام کی ضرورت ہے اور مجھے خود کو تمہارے اظہار کے لیے تیار کرنے کی۔۔۔۔ ہمارا رشتہ ایک دم بہت قریبی ہو گیا ہے تو شاید یہ جھجک اسی لیے ہے۔۔۔" آئرہ نے اسے محبت لٹاتی

نظروں سے دیکھ کر بنا ہچکچائے سب سچ بتایا تھا، خضر اس سے بلکل متفق تھا۔ اسکا ہاتھ پکڑے وہ اسے ساتھ لیٹائے خود بھی لیٹ گیا تھا۔

خضر کو اب خود بھی نیند سئ آرہی تھی۔ آئرہ نے محسوس کیا کہ خضر چپ سا ہے، بہت سرعت سے وہ اس سیاہی میں ڈوبی شہکار آنکھوں والے کے قریب ہوئی اور چہرے پر اس رشتے میں آنے کے بعد پہلا حق درج کیے خود بھی کچھ لمحے کو بے جان ہوئی۔ خضر نے چہرہ موڑ کر دیکھا تو پھر سے ظالم آنکھوں کی آپسی تکرار نے دونوں کو دل تک آسودہ کیا تھا۔

"بہت محبت کرتی ہوں تم سے، بتا نہیں سکتی کہ اس وقت آئرہ کن ہواوں میں ہے۔ ہمیشہ میرے اتنے ہی قریب رہنا خضر، ہمیشہ" آئرہ سراپا رشک اور محبت بن کر اپنی انگلیوں کی پوروں سے خضر کے چہرے کے نقوش سے چھیڑ خانی کرتی ہوئی روانی سے کہہ گئی اور وہ جو تشنہ سی سیاہ آنکھیں تھیں، محبت کے جہاں سے آباد ہوتی گئیں۔

"ہمیشہ" خضر کے چہرے کی رنگینی کو پر لگے تو وہ بھی اس روبرو چہرے کے ہر نقش کو کھوجتا ہوا اس پیشانی پر محبت رکھتے ہی بازو کی گرفت قریبی قربت کا سبب بناتے ہی اپنی سیاہ آنکھیں بند کر گیا۔ آئرہ جو اسکی خوشبو سے خود بھی مہک رہی تھی، اب چہرے پر پڑتی خضر کی سانس زدہ مہکار سے گل و گلزار ہوتی گئی۔

خضر کے ہونٹوں پر بنا آئرہ کو دیکھے بھی ایک تبسم تھا جسے دیکھ کر آئرہ بھی ہنس دی۔ یہ بندہ تو اسے بنا دیکھے بھی بے قراری کے اونچے درجے پر پہنچا دیتا تھا۔ رات کی بڑھتی تاریکی، کمرے کی مدھم رسیلی روشنی اور خضر کی سانسوں کا تسلسل۔۔۔۔۔

آئرہ کی آنکھیں بھی بند ہو رہی تھیں مگر وہ خضر کو دیکھتے رہنا چاہتی تھی۔۔۔۔ اور جب تک وہ گہری نیند میں نہیں ڈوبا تھا تب تک آئرہ اسکے چہرے کی ہر داستان چپ چاپ اپنے دل میں درج کرتی رہی، یہاں تک کہ اسکی اپنی آنکھیں نیند کے اثر سے بند ہو گئیں۔

****

"بابا ہم خضر بھیا کی شادی کے لیے مری جانا چاہتے ہیں، پلیز آج منع مت کیجئے گا" ناشتے کی میز پر مبشر آج صبح صبح صرف جلال سے بات کے لیے جاگا تھا۔ آج جلال کی آفس میں کوئی میٹنگ تھی تبھی وہ جلدی میں تھے۔

مہرو تو ناشتہ لگوا رہی تھیں جبکہ حرا ابھی اٹھی نہیں تھی۔ مبشر نے گزارش میں ہلکی سی من مانی ملا کر کہا تو جلال نے ایک اچٹتی نگاہ مبشر پر ڈالی اور پھر نگاہوں کا رخ جوس رکھ کر بیٹھتی ہوئی سنجیدہ مہرو پر ڈالی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے، نکاح پے گئے تھے کافی ہے" جلال کے باغی انداز پر جہاں مہرو کا چہرہ اتر گیا وہیں مبشر بھی افسردہ چہرہ بنائے جلال کی سمت دیکھنے لگا۔

"انکو ہماری ضرورت ہے بابا، پلیز ایسا مت کریں" مبشر کا لہجہ اب سرد سی رنجیدگی لیے تھا مگر جلال کے چہرے پر ضرور برہمی عود آئی تھی۔

"کہہ دیا ہے ناں، نہیں تو نہیں" جلال نے گویا مبشر کی فریاد پر پانی پھیر کر بے رحمی جاری رکھی۔ مہرو نے ایک بے یقین نظر جلال پر ڈالی تو دل تک دکھ اترتا چلا گیا۔

"خضر سے یہ خوشی مت چھینیں، میں اسکی ماں ہوں جلال۔۔۔ پلیز ایک آخری بار۔۔" مہرو کی ممتا نے تڑپ کر جلال کی سمت دیکھا جو اسکے اس انداز پر بھڑک اٹھے تھے۔

"تم سب کو صرف خضر دکھائی دیتا ہے، وہ جو پرائے ملک میں تنہائی کاٹ رہا ہے کبھی اسکے لیے تمہاری ممتا تڑپی

شامل کرنے کا نہ سوچا۔۔۔۔ باقی سب جائیں بھاڑ میں۔۔۔۔ میری بات کان کھول کر سن لو تم دونوں، اگر تم میں سے کوئی بھی اسکی شادی میں گیا تو انجام کا ذمہ دار وہی ہو گا" جلال نے دبنگ انداز میں ناپسندیدگی لیے دو ٹوک فیصلہ سنایا تو مہرو کی آنکھیں جلال کے ایک اور ستم نے نم کیں تھیں۔

"بابا آپ غلط کر رہے ہیں" مبشر نے خود پر ضبط کیے تاسف زدہ ہو کر کہا تو جلال کی ایک ہی گھور کر دیکھنے والی نظر اسے جی بھر کر خاموش کروا گئی تھی۔

"اب تم بتاو گے کہ کیا سہی ہے اور کیا غلط؟ اپنی حد میں رہو مبشر۔۔۔۔ مجھے کسی سختی پر مجبور مت کرنا، ورنہ انجام بہت بھیانک ہو گا۔ جس ماں کا ایک بیٹا خود کو تنہائی میں ڈبو رہا ہو، وہ دوسرے کی خوشی میں کیسے شریک ہو سکتی ہے۔۔۔۔ وہ بھی تمہارا خون ہے مہرو! تم کتنی ظالم اور سفاک ماں ہو۔ اس خضر کے لیے تم کب تک اپنے اس بچے سے ناانصافی کرو گی۔۔۔۔۔" جلال کے لہجے کی تیزی اور کاٹ نے مبشر کے ساتھ ساتھ مہرو کے دل میں بھی ہلچل زدہ تکلیف اتاری تھی۔

"بابا پلیز آپ مما کو ہرٹ مت کریں۔ ضامن بھائی نے خود کو جان بوجھ کر تنہا کیا ہے۔ آپ اسکا الزام مما پر کیسے لگا سکتے ہیں" مبشر لاکھ تمیز دار تھا، مگر اسکے سامنے کوئی اسکی ماں کو غلط سمجھے تو یہ اس سے برداشت نہیں ہوا تھا۔

جلال اپنے ہاتھ میں پکڑے نیپکن کو زوردار طریقے سے ٹیبل پر پھینک کر خونخوار نگاہیں مبشر پر ڈالے اٹھ کر اسکی جانب گئے تو مہرو بھی کانپتے دل کے ساتھ اٹھ کر دونوں تک پہنچیں۔

"مبشر، جس بات کا تمہیں علم نہیں اس میں اپنی ٹانگ مت اڑایا کرو۔ وہ ضامن اس عورت کی وجہ سے ایسا ہے۔ بچپن سے لے کر آج تک تمہاری ماں کا رونا میری اور ضامن کی جڑوں میں بیٹھ گیا ہے۔ شادی سے لے کر ضامن کے ہونے تک اس عورت کا رونا ختم نہیں ہوا۔ ضامن سے لے کر تم دونوں تک اس عورت کا سوگ ختم نہیں ہوا، اسے سب ملا پر ناشکری کی حد تھی کہ اسے اس خضر کی محبت ہی چاہیے تھی۔ ہر دن، ہر لمحہ خضر نامہ سن سن کر ہماری روحیں لہولہان ہو گئی ہیں۔۔۔۔۔ تم لوگ کرو اپنی ماں کی پوجا، کیونکہ یہ تمہاری ہو گی مگر ہماری نہیں ہے۔ آج بھی اسے اس خضر کی خوشی کی فکر ہے۔۔۔۔۔۔ ہم سب کی خوشیاں اسے بوجھ لگتی ہیں، ہم سب کا سکون اسے بے سکون کرتا ہے" آج تو جلال نے بے رحمی اور سفاکی کی ساری حد پار کر دی تھی، ایک خون آشام سی نگاہ وہ مہرو پر دکھی ہو کر ڈالتے ہوئے اپنی پوری رفتار کے سنگ باہر کی سمت نکل گئے تھے۔

مبشر خود صدمے کی سی حالت میں بمشکل گرنے سے بچتی مہرو تک پہنچا جو کرسی کا سہارا لیے اپنی برستی آنکھیں اور ہچکیوں کے سنگ رو دی تھی۔

" مما، نہیں مما۔۔۔۔ آپ پلیز مت روئیں۔ ہم ضرور جائیں گے، بابا کو میں سمجھاوں گا۔ مما پلیز یوں روئیں گی تو مجھے تکلیف ہو گی" مبشر انکے قدموں میں بیٹھ کر انکے دونوں ہاتھ چومے شدید کرب سے بولا تو مہرو کے رونے میں پہلے سے زیادہ شدت آئی تھی۔

" میں واقعی اچھی ماں نہیں ہوں، میں اچھی ہوتی تو آج تک یوں بے وقعت نہ ہوتی" روتے ہوئے لرزی آواز کے ساتھ مہرو نے اپنے غم کو مزید بڑھایا تو مبشر نے اٹھ کر انکو گھیر کر بازوں میں لیا۔

" آپ اس دنیا کی بیسٹ مما ہیں، پلیز آپ یوں روئیں مت۔ میں ہوں ناں مما، میں آپکو اور حرا کو لے کر جاوں گا۔۔۔ آئی پرامسس" مبشر سے ماں کا رونا نہیں دیکھا گیا تھا، مہرو کا دل جلال نے جس دہکتے تکلیف زدہ مرحلے میں داخل کر دیا تھا، اس سے بنا راکھ ہوئے نکلنا ناممکن تھا۔

مبشر کی تسلی نے مہرو کی بظاہر روتی آنکھیں تو تھما دی تھیں مگر انکے دل نے خون کے آنسو رونا شروع کر دیا تھا۔ خضر کے ساتھ اس ناانصافی پر وہ اپنی جان نکلتی محسوس کر رہی تھیں۔

****

صبح اپنی پوری رعنائی کے سنگ وارد ہو کر خنکی کا نیا دور لے کر آئی تھی، مظفر آباد کی سردی تو مری کو بھی مات دے رہی تھی۔

آج کا ناشتہ سب کامل بابا نے خود بنایا تھا جس میں انکی مدد کلیم اور عریش نے کی تھی۔ کلیم نے اپنے موہنے انداز میں استاد جی کو لکڑیاں جلانے اور آگ کو قائم رکھنے کی ذمہ داری اٹھالی تھی، افراح اور زیان نے گھر کے اندر کی ہلکی پھلکی صفائی شروع کرلی تھی، یوں تو کامل بابا خود بے حد صفائی پسند تھے مگر بہو رانی کا اصرار تھا کہ اب وہ آئی ہے تو پورے گھر کی تفصیلی صفائی کردے۔

آئرہ اور خضر نے باہر لان کو صاف شفاف کرنے کا عہدہ قبول کررکھا تھا۔ کلیم کی مدد کے ساتھ کامل بابا نے بھی اپنے چھوٹے سے لان میں شہتوت، اور چند پھولوں کے پودے لگا رکھے تھے۔ رات تیز ہواوں کی وجہ سے اکثر و بیشتر پتے کیاریوں میں گر کر بدمزہ سا منظر پیش کررہے تھے۔ آئرہ نے مسکراتے ہوئے تمام سوکھے گرے پتے اکھٹے کیے اور جناب خضر صاحب نے انکو جلا کر لان کی خوبصورتی بڑھادی۔

پتوں کے جلنے سے اٹھنے والا دھواں وہاں کے مچھروں اور کیڑے مکوروں کو بھگانے کا بہترین ہتھیار سمجھا جاتا تھا۔ سب کے ہشاش بشاش اور کھلے چہرے مزید روشن ہو گئے تھے۔ ناشتے میں بابا نے خاص حلوہ پری، دیسی گھی سے بنے سفید چنے اور ساتھ اپنی مشہور زمانہ الائچی، بادام اور گڑ والی چائے بنائی تھی۔ چائے کو ابال آنے کی دیر تھی کہ ہر طرف چائے کی مہک نے ان سب جوانوں کی بھوک بڑھا دی تھی۔ وہ یہ سب لکڑیوں پر خود بناتے تھے جس میں کلیم انکی مدد کرتا تھا۔ ناشتہ بنا تو عریش نے لان میں لگی گھاس پر رکھی لکڑی کی ٹیبل پر سارا ناشتہ خود لگایا۔ ارد گرد چار کرسیاں تو پہلے ہی موجود تھیں، باقی کی تین زیان اندر سے لے آیا تھا۔

"اف بابا، یہ خوشبو۔۔۔۔۔۔۔ سچ کہوں تو آپکے بنائے اس ناشتے کی خماری تو دیکھ کر ہی حواسوں پر چھا گئی ہے" زیان نے ایک دلگیر سی نگاہ سجی اور پر رونق ٹیبل پر ڈالے داد دیتی نگاہوں سے کہا تو جہاں سب متفقہ مسکرائے وہیں کامل بابا کے چہرے کی شفقت بھی مزید گہری ہوئی۔

"بلکل، آئی لو دس میجیکل ٹی" خضر نے بھی آج تو دل کھول کر اپنی چائے اٹھا کر اسکی مست خوشبو محسوس کرتے ہوئے بے حد محبت سے کہا تو بابا جان کی محبت بھی مسکرائی تھی۔ کلیم سب کو ہی ناشتہ سرو کر رہا تھا، ان بچوں کے آجانے سے اس نے استاد جی کے چہرے پر الگ ہی رنگینی محسوس کی تھی۔

"یہ تو تم سب کی محبت ہے، جو تھا پیش کر دیا ہے۔ اصل لطف تو مل بیٹھنے کا ہے میرے بچو! تم سب نے تو میرے اس چھوٹے سے گھر کو کسی محل جیسا بنا دیا ہے۔ اپنی روشنی کے سنگ مجھ بجھے سے بابا کی زندگی کئی روز بڑھا دی ہے "کامل بابا کا لفظ لفظ بے حد مٹھاس اور شیرنی کے ساتھ ساتھ عاجزی کا مجموعہ تھا۔ انکی آواز حد درجہ رعب دار ہو کر بھی سماعت کے راستے دل میں اترنے لگتی تھی۔

"کئی روز نہیں، کئی سال۔۔۔۔ ابھی ہمیں آپکی بہت ضرورت ہے "عریش نے انکے ساتھ کی نشت لے رکھی تھی، بابا کی آخری بات پر عریش نے سحر انگیزی میں لپٹ کر محبت اور ضرورت کا ملا جلا رنگ سامنے دھرا جس پر مہران کامل کی آنکھیں بھی پوری سچائی سے مسکرائی تھیں۔

"بلکل، آپ ہم سب کی طاقت ہیں بابا۔ ہمیں آپ سے انسپریشن ملتی ہے۔ اللہ آپکا سایہ ہم سب پر سلامت رکھیں" دادی کے علاوہ بابا کی لاڈلی آئرہ نے بھی اپنی موہنی آنکھوں میں ادب اور پیار کا سمندر بھر لیا تھا۔ مہران کامل تو اتنی محبتوں پر مشکور سے بے حد پیارا اور نیارا مسکارہے تھے۔

"اللہ مجھے ہمت دے کہ میں تم سب کو ناقابل شکست ستارہ بنا دیکھتا رہوں۔ تم سب کے اندر ایک ایک کامل ہے۔ میں رہوں نہ رہوں، میرا پیار، محبت، شفقت اور دعائیں تم سب کے ساتھ جاوداں رہیں گی" ناشتے کا لطف اپنی جگہ، مگر بابا کی باتیں تو ان سب کی دلپسند تھیں۔ ان سب کے چہروں پر ایسے رہنما کے لیے رشک تھا۔

" آمین، لیکن ہم بچے آپکا ساتھ بھی ہمیشہ چاہتے ہیں" پیاری بہورانی تو انکی اداس باتوں سے روہانسی ہوئی جس پر کامل بابا نے اپنی میٹھی نگاہ افراح پر رکھے سر اثبات میں ہلایا۔

" ان شاء اللہ " کلیم سمیت ان پانچوں کی شدت جذبات میں ڈوبی ہم آواز صدا بلند ہوئی، آسمان کالے بادلوں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ ایسی ٹھنڈک سے مزین صبح اور کامل بابا کی شفقت میں لپٹی نظریں، باتیں ان سب کے لیے باعث شرف تھیں۔

" ایک بات تم سب ہمیشہ یاد رکھنا، کسی کا ساتھ ہمیں تب تک ملتا ہے، جب تک ہمارے لیے وہ ساتھ بہتری لیے ہوتا ہے۔ کبھی بھی کسی ساتھ کے چھوٹ جانے پر غم نہ کرو۔ ہم انسان اس دنیا میں اکیلے آئے ہیں اور اکیلے لوٹ جائیں گے۔ ساتھ بنتے اور ٹوٹتے رہیں مگر کبھی بھی اپنے مقصد سے منہ موڑنے کی غلطی کی سمت گامزن مت ہونا۔ رب تعالیٰ ہمیں جو غم دیتا ہے وہ بے شک مرہم کے سنگ دیتا ہے۔ جب مجھ سے میرا احسنین لیا گیا تو مجھے بدلے میں زیان کے ساتھ ساتھ تم سب مل گئے۔ وہ زندگی کی ساتھی کھو گئی مگر اس رب نے مجھے اپنا

دوست بنا کر بکھرنے نہ دیا۔ میں زندہ ہوں اور آسودہ ہوں، خلش پالنا انسان کی فطرت ہے، وگرنہ وہ رب بے حد رحیم ہے" گو لفظوں میں دکھی رنگ اور لہجے میں لرزش تھی مگر کامل بابا کا لفظ لفظ ان چھ کے چھ دلوں میں ٹھنڈک کی طرح شفاف پانی کی آبشار کے جیسے اترا تا گیا تھا۔

"بے شک" کچھ نے دل میں سکون کی روانی سے لفظ ادا کیے اور کوئی زبان تک یہ پیارا اقرار لے آیا۔

"بس تم سب ایک دوسرے سے اور اس رب تعالی سے جڑے رہنا، جن کا مددگار اللہ جل جلالہ اور رہنما برتر حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ وہ کبھی نہیں ہارے گا، اللہ اسے ہر جا سرخرو کرے گا۔ اللہ اسے اپنی حفاظت کا مدار عطا کرے گا۔ کچھ بھی ہو جائے دن کی پانچ بار اس رب کے خضور حاضری کو یقینی بناو۔۔۔۔۔۔۔۔ جو اپنے پروردگار اور پالن ہار کا نہیں بنتا وہ کسی اور کا بن ہی نہیں سکتا" یوں تو وہ سب پانچ وقتی نمازی تھے مگر عریش صاحب اکثر و بیشتر عشاء اور فجر کی نماز میں ناغہ کر دیتے تھے، جب بھی کامل بابا انکو نماز کی پابندی کی نصیحت کرتے تھے تو عریش عہد کرتا تھا مگر اس من چلے کا یہ عہد آج تک مکمل نہیں ہو سکا تھا۔

باقی چاروں تو نمازی تھے جبکہ کلیم جیسا مذہب سے دور بندہ بھی کامل بابا کی صحبت کے زیر اثر آج ایک اچھا نمازی تھا۔ اس بات پر عریش نے سر کھجا کر نظر جھکائی تو ہلکی ہلکی مسکان سب کے چہروں پر دوڑی تھی۔

"عریش بچے، سر کھجانے سے خلاصی نہ ہو گی۔ تم خود کو پابند کرو تاکہ وہ رب تمہاری صلاحتیوں کو مزید کندن بنا دے" ناشتہ تو جاری تھا مگر بابا کی باتیں انکی اصلاح کا کام بھی ساتھ ساتھ کرتی گئی تھیں۔

"ان شاء اللہ بابا، اب پکا وعدہ۔۔۔۔۔۔۔ آپ دعا کیا کریں کے اللہ مجھے پانچ کے توفیق دے" عریش نے بھی دلنشین سا اقرار میں لپٹا قصد باندھنے کے ساتھ ساتھ دعا کے لیے بھی کہا جس پر بابا بے حد خوش ہوئے تھے۔ ناشتہ یونہی بابا کی پیاری اور نایاب باتوں سے مزید مزیدار ہوتا گیا تھا۔

****

"اماں ناشتہ دے دو، آفس سے لیٹ نہیں ہو سکتا" ہاجرہ کو تو لگا وہ کسی صدمے میں ہے جب اپنے بچے کو نہایت سلجھا اور پیارا تیار ہو کر باہر آ کر اپنی ٹائی باہر صحن میں لگے شیشے کے سامنے ہانک لگا کر جماتے دیکھا۔ ہاجرہ نے ایک نظر نادم کے سراپے پر بڑے خوشگوار انداز میں ڈالی تھی۔ دس بجے سے لے کر رات گیارہ تک نادم کی آفس ٹائمنگ تھی اور رات تو وہ آکر سو گیا تھا۔

ڈارک گرے پینٹ کے اوپر براون شرٹ اور ڈارک گرے اور چاکلیٹی ٹائی جمائے سر کے زلف زدہ بال نہایت تہذیب کے ساتھ پونی کی صورت جمائے ہوئے اور داڑھی کا الجھاو مکمل غائب۔۔۔ہاجرہ ایک ہی دن میں نادم کی جنگلی شکل سے سلجھی موہنی شکل دیکھتے ہوئے خاصی متاثر تھیں۔ٹائی باندھتے ہوئے نادم نے تیکھے منہ کا زاویہ بنائے اپنے پیچھے بت بن کر ہونق زدہ اماں پر ڈالی تو بے اختیار کمر پر ہاتھ رکھے تن کر سامنے آیا۔

"کیا ہو گیا ہے" نادم نے کچھ زیادہ ہی شاہی بیزارگی سے پوچھا تو ہاجرہ ایک سینکڈ کے اندر نادم سے لپٹ گئیں۔ خود نادم ایسا پیار دیکھ کر تھوڑا اداس ہوا تھا، آخر نادم انکو آج مدت بعد پیارا دیکھائی دے ہی دیا تھا۔

"اللہ اس جلال کی عمر لمبی کرے، اسکے بچے جئیں جس نے میرے کھوتے نکمے اور ہڈ حرام سپوت کو بندے کا پتر بنا دیا ہے۔وے نادم، یہ واقعی تو ہے۔اماں قربان جائے، آج تجھے یوں دیکھ کر پہلی بار کلیجے میں ایک شیر جوان پتر کی اماں والے احساسات محسوس ہوئے ہیں" ہاجرہ کے لہجے کی کھنک نے نادم حسین کو بھی رسمی سے رشک میں مبتلا کیا تھا پر بچارا ابھی بھی آج تک کی جوتیاں نہیں بھولا تھا۔

"جا اماں، تو بھی مطلبی ہے۔نادم حسین تب تک ہی اچھا ہے جب تک کسی کو نادم نہ کرے۔۔۔۔بابا نے میرے ساتھ اچھا کیا کہ مجھے نوکری دلوا دی، ورنہ میرا ان سب محبتوں پر قائم کھوکھلا بھرم کیسے ٹوٹتا۔۔۔۔بیٹا نکما ہو تو

ماں کو بھی آخر کار چبتا ہے" ہاجرہ کا تو دل ہی تڑپ اٹھا جب نادم نے اپنی رنجیدہ گرفت سے انکو نکالے نہایت شکوہ زدہ چہرے سے کہا۔

سچ ہی تھا، کم از کم نادم کو یہی بدگمانی لاحق تھی۔ وہ یہ نہیں سمجھ رہا تھا کہ اسکی اماں اور بابا کی جوتیاں ہی تھیں جو اسے آج سدھار کے سفر پر گامزن کر چکی تھیں۔

"ناں نادم، اپنی اماں کو غلط نہ سمجھ۔ میں تو تیرا بھلا چاہتی تھی۔ تو ہماری اکلوتی اولاد ہے اور ہم دونوں میاں بیوی کے بڑھاپے کا اکلوتا سہارہ تو ہے۔ آج جب تجھ میں یہ سدھار آیا ہے تو سب سے زیادہ تیری ماں خوش ہے، ایک دن وہ بھی آئے گا جب تیرے بابا بھی سینہ چوڑا کر کے بتائیں گے کہ میرا نادم افسر ہے۔۔۔۔ تو ہماری جان ہے کملیا" ہاجرہ کے لہجے میں نادم کی بدگمانی سے لرزش آئی تو نادم کا دل بھی پسیج کر نرمی اوڑھ گیا۔

"پر نادم کا سارا اعتماد تو گیا ناں پانی میں، اگر تم نے میرا ساتھ دیا ہوتا اماں تو آئرہ میری ہوتی۔ میں اس خضر سے لڑ کر اسے اپنا بنالیتا، پر نادم حسین کے اندر کی بزدلی نے اسے چپ چاپ محبت سے دستبردار کر دیا۔ وہ حرا اچھی ہے پر جب وہ نہیں ملتا جو ایک عمر سے خواہش بنایا ہو، تو دل کسی اور شے پر خوش ہونے پر راضی نہیں ہوتا۔۔۔۔

"آج بہت دن بعد نادم کے لہجے میں تلخی اور خلش ابھری تو ایک لمحے کو ہاجرہ کا دل بھی گہرے صدمے کا شکار ہوا۔

نادم کے اندر کی یہ خلش تو مضبوط تھی، اور نادم حسین کے اندر کا بزدل شخص کب خوفناک بلا بن جاتا، کچھ خبر نہ تھی۔ ہاجرہ نے اداسی زائل کر کے نادم کے چہرے کی شکنیں دیکھیں۔

"نادم، آئرہ کو بھول جا۔۔۔۔۔ حرا کو اپنی خوشی بنا۔ یہ مت بھول کے اسکا باپ تیرا رہنما بن رہا ہے، میرا نادم سب کچھ کر سکتا ہے پر احسان فراموشی نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔ کل تک مجھے بھی آئرہ کے کھونے کا دکھ تھا لیکن آج جب تیرا یہ روپ دیکھا تو اللہ کے اس فیصلے میں مصلحت ہی مصلحت دیکھائی دی ہے۔ آئرہ کی دولت، آج بھی ہماری ہے کیونکہ وہ اپنی جائیداد کا کافی حصہ شمس کے نام لگوا چکی ہے۔ کل ہی شمس نے مجھ سے یہ انکشاف کیا ہے۔ میں بھی لالچی بن کر سوچ رہی تھی، لیکن اس لالچ سے ہٹ کر سوچا تو مجھے تیرے لیے حرا ہی بہترین لگی ہے" آئرہ نے بہت پہلے ہی اپنے نام کا پلازہ بھی شمس خالو کے نام کر دیا تھا جسکی مالیت بہت زیادہ تھی، اور یہ بات شمس نے کل ہی ہاجرہ کو اسکا کلیجہ ٹھنڈا کرنے کو مجبوراً بتائی تھی۔ اور اب نادم کا بدلاو دیکھ کر ہاجرہ کا دل بھی ہلچل مچا اٹھا تھا۔

اماں کی اس ساری بات پر نادم نے بے حسی سے تلخ ہنس کر رخ پھیرے بقیہ ٹائی جمائی اور صحن کے پلنگ پر رکھا اپنا فون اور بیگ اٹھائے پھر سے سامنے آیا۔

"میں کوئی نہیں سدھرا، ہاں اب نادم بزدل نہیں رہے گا۔ خود کے ساتھ ناانصافی ہونے نہیں دے گا اور ہر اس انسان سے بدلا لے گا جس نے نادم حسین کو زلیل کیا ہے۔۔۔۔ ناشتہ میں وہیں کر لوں گا، رب راکھا" بے تاثر اور اپنا وہی ازل کا باغی پن چہرے پر سجائے نادم کہہ کر پوری رفتار سے باہر نکلا تھا۔ ہاجرہ کی اداسی میں لپٹی نگاہیں اسکا باہر تک تعاقب کرتی پائی گئیں، اسکے باہر نکلتے ہی وہ بھی بوجھل سا چہرہ لیے اندر کی سمت بڑھ گئیں۔

****

"آپ سب کب پہنچو گے، میں اتنا سارا مس کر رہی ہوں۔ دادی نے تورات کے لیے چانپیں مصالحہ لگا کر رکھ دیں ہیں۔ مزید ار قیمہ پلاو بھی بننے والا ہے اور تو اور رات ہم نے مایوں کا فنکشن بھی رکھ لیا ہے" عریش نے فون سپیکر پر ڈال رکھا تھا، کامل بابا تھوڑی دیر کے لیے یونی گئے تھے مگر وہ آکر کھانا خود بنانے کا کہہ گئے تھے۔

کلیم کو انہوں نے سب کا خاص خیال رکھنے کی تاکید کی تھی، عنیہ کی فون سے پار ابھرتی آواز نے ان پانچوں کو سرپرائز کر دیا تھا۔ دادی اور عنیہ تو ماشاء اللہ سب سے فاسٹ جا رہی تھیں۔

"او خیر،،، دادی نے اتنا سب کب پلین کیا، ویسے تم اچھی جاسوس ہو لڑکی جو ہمیں پل پل آگاہ کرتی ہو" عریش صاحب زیان سے ریموٹ چھیننے کے بعد اب صوفے پر نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کیے خضر کے ساتھ گھس کر جا بیٹھے جبکہ آئرہ اور افراح مل کر شادی کے ڈریسز کے ڈیزائنز دیکھ رہی تھیں۔

ریموٹ چھیننے پر زیان نے اسے اچھا گھورا مگر اگلے ہی لمحے عریش کے ہاتھ سے موبائل لے کر دوسرے صوفے پر جا بیٹھا۔ آئرہ اور افراح بھی مدھم مدھم مسکا کر نظریں دونوں پر جمانے کے بعد پھر سے اپنی گپوں میں لگ چکی تھیں۔ دوسری طرف عنیہ کے پیٹ میں تو منگنی کی بات شدید درد کر چکی تھی، اسکا بس چلتا تو ابھی اعلان کر دیتی پر دادی کی بات ماننا بھی اہم تھا۔

"جی جی آپ پر جو چلی گئی، یہ بتائیں میرے پالے زیان بھیا اور خضر بھیا کدھر ہیں۔۔۔۔ مجھے بتائیں آپکو، افراح آپی اور آئرہ آپی کو کیا گفٹ چاہیے" عنیہ دوسری طرف بیڈ پر اپنی پھیلی کتابیں سمیٹ کر لام لیٹ ہوتے بڑے مان سے بولی تو عریش نے باقاعدہ ناک چڑھا کر منہ بسورا۔

"دس پندرہ لال بیگ پیک کر دو انکو" عریش نے جلے کٹے انداز میں کہا تو اب تو خضر بھی کان میں گھس کر چیختے عریش کی آواز پر اپنے دونوں ہاتھ کان پر رکھ چکا تھا جس پر سب ہی ہنس دیے تھے۔

"ھاھا عریش اپنی خوراک مجھے کیوں دلوا رہے ہو بندر، میری جان عنیہ تم اور دادی ہی ہمارا گفٹ ہو" زیان نے پہلی بات مکمل مستی میں عریش کو کہی جبکہ دوسری پر تو زیان صاحب سراپا شفقت بن گئے تھے۔ دوسری طرف عنیہ بھی پیارا سا مسکائی تھی۔

"اور ہمارا بھی جونئیر" خضر صاحب بھی سینے پر لیٹے لیٹے ہاتھ باندھے اپنی مدھم مدھم آنکھیں کھولے بولے تھے جس پر عنیہ کو اب خود ہی کوئی گفٹ سوچنا پڑھ رہا تھا۔ آئرہ نے نظر ٹیب سے ہٹا کر خضر پر ڈالی جو پھر سے آنکھیں موندھ چکا تھا۔ افراح نے کچھ دیر پہلے ہی اسکی پٹی بدل دی تھی۔ اب تو اسکا زخم کافی بہتر ہو رہا تھا مگر پھر بھی اسے کچھ دن مکمل آرام کی ضرورت تھی۔

"ٹھیک ہے، یعنی آپ سب اب مجھ سے، یعنی عنیہ باجوہ سے تکلف برتیں گے۔۔۔۔ ٹھیک ہے بھئی، اور میرے افلاطون سے عریشو بھیا کو کیا گفٹ چاہیے" عنیہ نے پس پردہ شرارت لیے کہا تو عریش صاحب کا منہ مزید لٹکا، ساری دنیا کو پوچھنے کے بعد اب بھائی یاد آگیا تھا محترمہ کو۔ اب تو چاروں ہی عریش صاحب کے چہرے پر امڈتے غرور کو دیکھ کر مسکرا دیے تھے۔

"مجھے تمہارا دماغ چاہیے، پکا کے کھاوں گا" عریش کے چہرے پر بھی از سر نو شریر سی آفت میں ڈوبی شرارت چھک کر عنیہ کو بھی ہنسا چکی تھی۔

"ھاھاوہ تو آپ ویسے بھی کھالیتے، ہے ناگائیز" اب تو وہ دو پونیوں والی بکری سامنے ہوتی تو عریش تو اسے واقع پونیوں سے کھینچتا۔ دونوں کی کھٹی میٹھی لڑائی پر ہمیشہ ہی مسکراہٹ بڑھنے لگتی تھی، سب نے ہی بیک وقت آنکھ چرا کرہاں کہی اور وہ سوئے بنے خضر بھی اس شرارت میں سب کے ساتھ ساتھ ہی تھے۔

"ھاھا میرے پیارے سے بھیا، چلیں آپ سب بس جلدی سے آجائیں۔ قسمے ویٹ نہیں ہو رہا۔ میرے خضر بھیا کو پیار دیجئے گا، آج چپ چپ ہیں۔ طبعیت تو ٹھیک ہے ناں انکی" عنیہ اور دادی کو ابھی خضر کے زخمی ہونے کا نہیں بتایا تھا، مگر عنیہ اسے آج زیادہ چپ محسوس کر کے اچھا خاصا نوٹس لے چکی تھی۔ سب ہی اب عنیہ کی اس بات اور فکر پر موہنا سا مسکرائے تھے۔ خضر نے تھوڑا اٹھ کر ٹیک لگائے دھیمے انداز میں زیان سے فون لیا اور سپیکر آف کیے کان سے لگا گیا۔

"یس آئی ایم گڈ، بس میں زرا لیٹا ہوا تھا۔ ہم ان شاء اللہ رات تک پہنچ جائیں گے" خضر کی آواز سن کر عنیہ کی فکر بھی فوراً سے ہٹ کر محبت میں بدلی تھی، خضر کے لہجے میں بے حد مٹھاس عود آئی تھی۔ عریش صاحب اور زیان

تو اب ریموٹ پر جنگلی بلیوں کی طرح کھینچا تانی کر رہے تھے اور آئرہ اور افراح ان نمونوں کی شکلیں اور ریسلنگ دیکھ دیکھ ہنس رہی تھیں۔

"زبردست ہے، ٹھیک ہے بس جلدی پہنچیں۔ چلیں اللہ حافظ "عنیہ کو دادی نے رات کی تیاری کے لیے کافی کام کہہ رکھے تھے، فون بند کر کے وہ رات کے لیے جی بھر کر خوش ہوئی اور مسکراتی ہوئی بیڈ سے اتر کر باہر نکل گئی۔ خضر نے بھی ایک مسکراتی نظر ان دو جنگلیوں پر ڈالنے کے بعد گردن موڑی تو کسی ڈسکشن میں افراح اور آئرہ کو انہماک دیکھ کر مسکرا دیا۔

"اف کوئی حال ہے تم دونوں عجوبوں کا، لڑنا ہے تو چلو نیچے جا کر لڑو۔ بچارے خضر کی بازو درد کروا دو گے "افراح اور آئرہ نے شادی کا جوڑا سلیکٹ کر لیا تھا تبھی افراح ہنستی ہوئی ڈپٹے انداز میں کشن لیے دونوں کو ایک ایک رسید کیے دونوں کے بیچ جا بیٹھی جبکہ خضر بھی اب لیٹنے کے بجائے ٹانگیں لٹکائے بیٹھ کر ایک نظر ان تینوں اور دوسری اپنے سامنے بیٹھی آئرہ پر ڈال چکا تھا جو پیاری سی الفت لٹاتی نگاہوں سے اپنے فولادی خضر کو دیکھ رہی تھی۔

"لڑ کب رہے آپو جان، آپکا بندہ ایک نمبر کا چلا کو ہے۔ ایسی گدگدی کرتا ہے کہ پسلیاں تک ہاتھ جوڑ لیتیں کہ بخش دے مینو اللہ دا واسطہ ای" عریش ابھی بھی افراح کے ساتھ بیٹھے کھسیانی ہنسی ہنستے زیان کے ساتھ شیطانیاں کرتا ہوا بولا تو افراح کے ٹیک لگانے سے بچارے کا ہاتھ بلاک ہو گیا۔ اب تو زیان کا بھی میسنا سا قہقہہ پھوٹا تھا۔

"تو بچے جی پنگے نہ لیا کرو نہ میرے بندے کے ساتھ" ھائے کس قدر لاڈ اور نزاکت خیزی سے افراح نے اپنے گریس فل سے زیان کو دیکھتے ہوئے کہا تو جہاں آئرہ اور خضر مسکرائے وہیں عریش صاحب خاصا اترا منہ بنا چکے تھے۔ سب کی اپنی ٹیم اور عریش بچارا میدان کا اکیلا چھڑا کھلاڑی۔۔۔

"آہاھااا مجھے بھی کوئی دے دیں ربا جسکے ساتھ میں بھی دل کھول کے شرارتیں کروں، ادھر تو خون ہی سفید بلکے کالے ہو گئے۔۔۔۔۔ ھائے و ربا مینو وی ووٹی دے دیو اک" عریش کی شریر سی ترنگ اور منصوعی برخستگی نے تو گویا وہاں ان چاروں کے ساتھ ساتھ اندر آتے کلیم کے دانت بھی باہر نکلوا دیے تھے۔ کلیم سب کے لیے مزیدار سا ایک علاقائی حلوہ لایا تھا۔ اسکے ساتھ تین عدد ڈبے تھے۔

"یہ استاد جی نے آپ تینوں کے لیے سندھی اجرک اور دونوں بہنو کے لیے خوبصورت شالیں منگوائیں تھیں۔ وہ مجھے کہہ کر گئے تھے کہ میں یاد سے آپکو دے دوں، کچھ دیر تک آپ میرے ساتھ چلیے گا۔ سکول کی افتتاحی تقریب میں آج آپ سب کامل بابا کے مہمان خصوصی ہو" کلیم نے نہایت بشاش اور پر اشتیاق انداز کے ساتھ خضر، زیان اور عریش کو اجرک اور آئرہ، افراح کو بے حد دیدہ زیب شیشوں کے کام والی شالیں دیں تو وہ سب ہر بار کی طرح کامل بابا کے اس تحفے پر بھی بے حد خوش ہوئے تھے۔ وہ واقعی نفیس اور جاذب تھیں اور سونے پر سہاگہ کہ ان پانچوں کی پسند کا خاص خیال رکھا گیا تھا۔

حلوہ بھی کمال تھا، شاید وہ بھی یہاں کی علاقائی سوغات تھی۔ گیارہ بجے سکول کا افتتاح تھا اور وہ سب اس اہم اور نہایت دل پسند تقریب کا حصہ بن کر بے حد خوشی محسوس کر رہے تھے۔ کامل بابا ایسے چھوٹے موٹے کئی سکول کھول کر اپنی طرف سے بے حد نیک کام کرتے تھے مگر انکا اس کے پیچھے مقبول ہونے کا مقصد نہ تھا۔ بلکے وہ علاقے کے ہر بچے کا مستقبل سنوارنا چاہتے تھے، انکے نزدیک اگر ہمارے ملک کی بگھڑی حالت کوئی درست کر سکتا ہے تو وہ بس تعلیم کا زیور ہے۔

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

"بھائی، مما ایک مدت سے ناکردہ جرم کی سزا پا رہی ہیں۔ پلیز آپ انکی یہ تکلیف ختم کر دیں، سبکو لگتا ہے کہ ضامن کی تنہائی کی ذمہ دار مہرو ہے" مبشر کی آواز کی لرزش سوئمنگ پول میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھے ضامن کو بھی دل تک چبھی تھی۔ گھر کے چھوٹے سے لان میں بنا فیروزی سوئمنگ پول اور دھوپ کی ہلکی سی تپش، ضامن کے چہرے پر روشنی کے باوجود اندھیرا مٹانے میں ناکام تھی۔

مہرو اپنی بوتیک تھیں جبکہ مبشر نے حرا کو بھی ساتھ بھیج دیا تھا کیونکہ اسے مہرو کو کم از کم آج اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں لگا تھا۔ ضامن نے ایک سرد سانس خارج کی اور پیچھے رکھی کرسی سے ٹیک لگائے اپنی ٹانگیں بھی پانی سے نکال کر ایک گھٹنا اٹھائے بیٹھا۔

"ضامن تنہا نہیں ہے، جسکو جسے جو سزا دینی ہے اور سہنی ہے وہ جاری رکھے۔ مجھے اس معاملے میں معاف رکھو" ہزار دکھ کے باوجود ضامن کی بے حسی نے مبشر کا نازک دل مزید ٹکڑے کیا تھا، صوفے پر بیٹھ کر اس نے اضطراب کی حالت میں فون ایک کان سے ہٹا کر دوسرے کے ساتھ لگایا۔

"آپ کو ہم سبکی محبت کھیل لگتی ہے، آپکو میرے آنسو اثرانداز نہیں ہوتے میں جانتا ہوں۔ پر اس ماں کے آنسوؤں کو اسقدر بے مول مت کریں، ڈیڈ کا رویہ بہت ناقابل برداشت ہے، وہ مما کو آپکی تنہائی کا الزام دے

کر ہرٹ کرتے ہیں۔ پلیز ضامن بھائی، ماؤں کو اتنا نہیں ستاتے۔ آپ مجھ سے جیسا مرضی سلوک کریں، حرا سے جتنی مرضی بے اعتنائی برت لیں، بابا کو جتنا مرضی ٹال لیں مگر ہماری مما اتنی مضبوط نہیں ہیں۔ وہ خضر بھیا کے لیے اگر روتی ہیں تو ترستی تو آپ کے لیے بھی ہیں۔ پلیز بھائی آجائیں" مبشر کا لرزاں خیز اخیر کرب میں ڈوبا لفظ لفظ ضامن کا جگر چھلنی کر رہا تھا، تبھی تو اس پتھر شخص کی آنکھوں کے گوشے بھیگ گئے تھے۔

"مبشر، ڈونٹ فورس می آگین ٹو کم پاکستان۔۔۔ مجھے مجبور مت کرو کے تمہارا رہا سہا ساتھ بھی جھٹک دوں۔ ضامن کو نہ کسی ضرورت ہے نا ضامن کسی کے لیے ترستا ہے۔۔۔۔ وہاں کے سارے معاملات تم سب خود سلجھاو، میرے وجود کو ہونا نہ ہونا برابر ہے" بظاہر سختی مگر ٹوٹے پھوٹے لہجے میں کہتا ضامن اپنا فون پٹخ کر ان آوازوں سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا جو اسے بار بار کمزور کر کے پھر سے مسمار کر دیتی تھیں۔ دوسرے طرف تو غرق کرتی رنجیدگی ابھری اور مبشر نے مزید کسی ستم کے سرزد ہونے سے پہلے فون بند کر دیا۔

"کیوں، یہ میرے ٹوٹنے میں اتنی شدت یک دم کہاں سے آتی ہے۔ کیوں تم لوگ میری جان نہیں چھوڑتے، مجھے جلد تم سب لوگوں سے کنارہ کرنا ہو گا۔ ضامن احمد کسی خسارے کو افورڈ نہیں کر سکتا۔ مجھے جانا ہو گا، ورنہ یہ سب لوگ مجھے وقت سے پہلے مار دیں گے" ایک ان چاہی خواہش ابھری، ایک تکلیف دہ فیصلہ، ملک سے غدار کی زندگی ایسی ہی ہوتی ہے۔ وہ جب تک اکیلا ہوتا ہے تب تک مضبوط ہوتا ہے۔ لیکن اس سے جڑے رشتے اسے کمزور کر کے مسمار کر دیتے ہیں۔

یہی حالت ضامن کی تھی، اسے اب اپنی تکلیف کا کوئی مستقل حل سوچنا تھا، ورنہ یہ جذبات، احساسات اور محبتیں اسکی جان لے سکتی تھیں۔ تھکے اور اٹکتے انداز سے اس بے چند سانسیں اپنے اندر اتار کر باہر انڈلیں، چہرے پر ہر درد دیتا تاثر ہٹ چکا تھا۔ ضامن اپنا فون سوئچ آف کر چکا تھا، اس نے سوچ لیا تھا کہ اب اسے ان جذبات کے طوفان سے کیسے بچنا ہے۔

****

"اچھا ناں میری جان جیسی مما، چلیں ہم خضر بھیا سے بات کرتے ہیں۔ مبشر بھیا نے کہا ہے ناں کہ وہ ہمیں لے کر جائیں گے، بیل جا رہی ہے" یہ ایک بہت پیارا سا جدید طرز کا بوتیک آفس تھا جس کے ایک طرف ہینگ کیے لاتعداد نفیس اور موہنے لباس تھے جبکے دوسری طرف دیوار پر بہت خوبصورت پرنٹس سے مزین پینٹنگز نے ان سفید دیواروں کا حسن بڑھا رکھا تھا۔ ایک طرف گلاس ونڈو تھی جس کے ساتھ بہت پیارے دو منی پلانٹس کے گملے تھے جبکہ دوسری طرف ایک اور ہینگ ڈریسز کا ریک تھا جسکے ساتھ رولنگ چیئر پر مہر و نہایت اداس سی بہت پیارے بلو اینڈ گرے دیدہ زیب سے لباس میں ملبوس تھیں۔

بالوں کو اس نے ہمیشہ کی طرح ڈھیلے جوڑے میں مقید کیے ایک طرف کندھے پر اپنا دوپٹہ پھیلا کر لے رکھا تھا۔ ساتھ ہی گلاس ٹیبل اور اس پر چند ڈیزائز فائیل اور کھلا لیپ ٹاپ تھا اور ٹیبل سے ٹک کر کھڑی وہ پیارے اور نیارے نقوش والی حرا جینز اور شارٹ فراک میں اپنے کرلی بال جھٹک کر پیچھے کرتی ہوئی کہہ کر خوش اور تسلی آمیز انداز میں فون کان سے لگائے بولی تھی۔

"اسلام و علیکم خضر بھیا، کیسے ہیں۔ اور آئرہ آپی کیسی ہیں" خضر ابھی کمرے میں آیا تھا، وہ سب ہی ابھی افتتاحی تقریب سے واپس آئے تھے اور اب کامل بابا کھانے کے انتظام میں لگ چکے تھے۔

خضر بھی شاید چینج کرنے کے بعد باہر سب کو جوائن کرنے والا تھا، حرا کی آواز سن کر مدھم سا اطمینان خضر کے چہرے پر پھیل گیا۔

"وعلیکم السلام، میں اور آئرہ بلکل ٹھیک ہیں۔ تم بتاو، مما کیسی ہیں" اپنی گھڑی اتار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد خضر خود بھی بیڈ سے ٹیک لگائے بولا تو مسکراتی حرا نے فون سپیکر پر ڈال کر ساتھ مہرو کے چہرے پر ہاتھ رکھے سمائیل والا پوز بنایا۔

"یہ لیں مما سے بات کریں، آپکو بہت مس کر رہی ہیں" حرا کی چہکتی آواز نے خضر کو بھی مسکان دی، مس والی بات پر خضر کا چہرہ نا چاہتے ہوئے بھی سنجیدہ ہوا۔

"کیوں مس کرتی ہیں اتنا، جانتی بھی ہیں کہ یہ بیٹا ہمیشہ پاس نہیں رہ سکتا۔ آج ہم مری پہنچ جائیں گے، آپ آرہی ہیں ناں" خضر کا لہجہ سرد سے یک دم تاسف زدہ ہوا تو مہرو کی آنکھیں پھر سے تر ہوئیں، حرا پھر سے مہرو کی اداسی پر بے چین ہو گئی تھی۔

"ہاں، کاش میرے پاس تمہیں قریب رکھنے کا اختیار ہوتا۔ خضر خوش ہوناں۔۔۔۔" ناجانے مہرو کا دل بار بار کیوں بھر رہا تھا، اب تو خضر نے بھی مقابل آواز کا اتھل پتھل ہونا نوٹس کیا تھا۔ اسی لمحے اسکی نظر اندر آتی آئرہ پر گئی تو آئرہ بنا آواز کیے چپ چاپ سامنے آبیٹھی، دونوں کی نظریں نہ مسکرا کر بھی دلگیر ہوئیں۔

"بہت خوش ہوں، لیکن آپ ضرور آیئے گا۔ مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ پریشان ہیں، پلیز اگر کوئی بات ہے تو آپ مجھے بتائیں" مہرو کے ساتھ ساتھ اب تو خضر کی فکر میں لپٹی بات پر حرا بھی روئی سی جھک کر مہرو کے گرد باہیں پھیلا چکی تھی، وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ خضر کے سامنے رو پڑیں۔ مہرو نے اپنے آنسو ایک بار پھر اندر اتار کر چہرے پر گھسیٹ کر صبر اور حوصلہ لایا۔ دوسری طرف آئرہ بھی خضر کی اس بے قراری میں پوچھے سوال پر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے چکی تھی۔

"نہیں میری جان، میں بلکل ٹھیک ہوں۔ ہم ضرور آئیں گے، کم از کم میں تمہارے ساتھ یہ ناانصافی نہیں ہونے دوں گی۔ اپنا خیال رکھنا" خضر کی چوٹ کا تو مہرو تک کو علم نہ تھا، اور یہ خضر ہی کی خواہش تھی کہ اسکا علم

کسی کو نہ ہو۔ مہرو نے اپنے دکھ کو اپنی آواز میں لانے سے بہت روکا اور وہ کامیاب بھی تھیں، مگر اس سے زیادہ وہ خود پر قابو پانے میں ناکام تھیں تبھی فون رکھتے ہی رو دیں۔

حرا جو پہلے ہی رنجیدہ تھی اب مہرو کی ایسی حالت پر ٹائیٹ سا ہگ کیے خود بھی روئی سی لگی۔۔۔ خضر کو بھلے مہرو نے مطمئین کر دیا تھا مگر وہ بے قرار دیکھائی دے رہا تھا۔

"کیا ہو گیا، اتنے اداس کیوں ہو؟" خضر اپنی ٹانگیں سمیٹ کر بیڈ سے نیچے اتارتے ہوئے سیدھا ہو کر بیٹھا تو آئرہ بھی کچھ قریب ہو کر اسکے کندھے پر بازو اور سر ٹکائے فکرلٹاتی نگاہوں میں خضر کا رنجیدہ سا چہرہ مرکوز کیے بولی تھی۔

"نہیں اداس نہیں ہوں، مما کچھ ڈسٹرب تھیں۔ مجھے محسوس ہوا کے وہ خود پر جبر کر کے بات کر رہی تھیں" خضر کی گہری سوچ کسی بے چینی میں لپٹ کر منظر عام پر آئی تو آئرہ بھی اداس سی ہو گئی تھی۔ مما سے بات کے بعد وہ اکثر یونہی بجھ جاتا تھا۔

"پریشان مت ہو، ہو سکتا تمہارا وہم ہو۔ شاید وہ تمہیں واقعی شدید مس کر رہی ہیں، شادی کے بعد ہم انکو کچھ دن اپنے پاس لے آئیں گے۔ ٹھیک ہے" آئرہ نے بہت پیار اور محبت سے بھرپور انداز میں خضر کے چہرے کو

گال پے ہاتھ دھرے اپنی طرف گما کر گویا مسئلہ ہی حل کر دیا تھا، خضر اس میٹھی سی شربتی کو دیکھنے کا من پسند مشغلہ شروع کرتے ہوئے مدھم کی آمادگی کے سنگ اثبات میں سر ہلائے آئرہ کے گرد اپنی بازو پھیلائے اپنے ساتھ لگا چکا تھا۔ آئرہ بھی اس من پسند سئ آسودہ گرفت میں پر سکون ہو گئی۔

"تم اداس ہوتے ہو تو ہر چیز اداس لگتی ہے، سیاہ آنکھیں اداس ہوں تو رات جیسی تاریکی پھیل جاتی ہے۔ اوپر سے جناب نے رنگ بھی سیاہ زیب تن کر رکھا ہے" بات شروع تو بے حد نغمگی اور جادوئی انداز سے ہوئی مگر اختتام تک لطافت کی شریر رمق بھی شامل ہو کر دونوں کے ہم آہنگ چہرے مسکرا چکی تھی۔

"جب میرے پہلو میں رنگوں کا جہان آباد ہے تو مجھے رنگوں کو خود پے اوڑھنے کی کیا ضرورت ہے، تم میری مٹھاس، میری خوشی، میرا سکون، میرے رنگ، میری رونق سب ہو" خضر کا اظہار روز بروز شدید دلنشین ہو رہا تھا اور اوپر سے اس ساحر کے سنجیدہ مزاج سے رنگ جو آئرہ کو قربان ہونے پر اکساتے تھے۔ آئرہ نے اپنا ہاتھ خضر کے چہرے پر رکھا اور آنکھوں سے آنکھیں ملائیں۔

"اتنا پیار اپیار ا اظہار ابھی سے کرو گے تو بعد کے لیے میری امیدیں بہت ہائی ہو جائیں گی، کیوں اپنی اور میری بے تابی ابھی سے بڑھا رہے ہو" اس جادو گرد کے چھونے کی دیر تھی کہ محبت اور ساتھ کا یہ نشہ آئرہ کے انگ انگ میں اتر کر حسرت بنا تھا۔ خضر اسکی دیوانگی میں اٹی گزارش پر آنکھیں چرا گیا۔

"تمہاری ہر امید پر پورا اتروں گا، ابھی تم نے میری محبت کا ٹریلر بھی نہیں دیکھا۔۔۔۔۔اور رہی بات بے تابی کی" خضر نے بات کے اختتام تک پھر سے اپنی نرم نگاہیں آئرہ کی صورت پر ٹکاتے ہوئے بات کے درمیان وقفہ لے کر آئرہ کا دل بھی روکا۔ دونوں کی ڈھڑکنیں ان آتی جاتی سانسوں کی مربوطی پر بضد تھیں۔

"بے تابی تو محبت کا اہم حصہ ہے۔ یہ ہوگی تو ہی محبت کی شدت کا اظہار ہوگا" خضر کی سادہ سی بات ایک بار پھر آئرہ کی ڈھرکنیں جامد کر گئی تھی، وہ تو مہک اٹھی تھی۔

"تم جادوگر ہو" آئرہ نے ہنوز نیم ہوش زدہ انداز میں ظالمانہ سا الزام دھرا، خضر کا سمٹا سا قہقہہ پھوٹ کر ہر طرف چاندنی کر گیا۔ وہ تو اسے یک ٹک دیکھ کر بھی اپنی آنکھوں کو سیر نہیں کر پا رہی تھی۔

"ہاں، اور میرا جادو تم پر سر چڑھ کر بول رہا ہے" اف ایک ہی لمحے میں وہ اسے اپنے سینے میں سمو گیا تھا، ایسی شدت جس پر آئرہ بھی ایک لمحے کو بوکھلا اٹھی مگر اس وجود کا حصہ بنتے ہی رعنائی اور دلفریبی کے سنگ مسکرا دی۔ خضر کو اسکے بالوں سے اٹھتی مہک نے آج بھی زنجیر کیا تھا۔

"خضر، مجھے خود سے الگ مت کرنا" آئرہ تو لگتا تھا اپنا رہا سہا ہوش بھی گنوا بیٹھی تھی، خضر نے پس پردہ شریر سی آمادگی میں محترمہ کو مزید قرین کر لیا تھا، اسکے ریشمی ملائم بالوں میں آہستگی سے اپنے ہاتھ کی انگلیاں پھیرتا ہوا

وہ اس قدر پیارا الگ رہا تھا کہ جیسے ابھی کسی گلاب نے چیخ کر اپنے پنکھ کھولے ہوں۔ اور وہ جس نے اس وجود سے الگ ہونے سے انکار کیا تھا اب خود کو قابو کرتی سر جھکائے خود ہی الگ ہوئے روبرو آئی۔ نگاہ اٹھی تو خضر کی پاگل کرتی آنکھیں دیکھ کر وہ بھی ہنس دی۔

"زیادہ دیر خضر صاحب کی الٹرا وائلٹ شعاعیں نہیں سہہ سکتی تم، ھاھاناویولک سویمی" خضر بھی کبھی کبھی شرارت میں گندھ کر تو کندن ہی لگتا تھا، شرماتی ہوئی آئرہ جناب کو مزید ارلگ رہی تھی۔ اب تو دونوں ہی ایک ساتھ اپنی اپنی حالت پر ہنس دیے تھے، ایک دوسرے پر انکی یہ نرم نگاہیں اب تاعمر یونہی سایہ فگن رہنے والی تھیں۔

****

"بہت شکریہ، آپ نے مجھے بروقت رہنے کی جگہ دی۔ جی میں بس نکل رہا ہوں" ضامن بلیک جینز کے اوپر بلیک ہی شرٹ اور لیدر جیکٹ پہنے کندھے پر اپنا بس ایک عدد بیگ ڈالے کمرے کو لاک کرنے کے بعد لاونج میں آیا تھا، اسکی تیاری اسکے فرار کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

"آجاؤ سکاٹ لینڈ، میرا گھر تمہارے لیے ہمیشہ کھلا ہے" دوسری طرف منور عالی کا محبت اور اپنائیت سے لبریز لہجہ سن کر بھی ضامن کے چہرے پر کوئی آسودگی نہیں آئی تھی۔

"جی" ضامن نے اپنی پرانی سم آف کر کے نیو ڈال لی تھی اور اپنے روم اور لیب سے تمام ضروری چیزیں بیگ میں ڈال چکا تھا۔ اب اسکا یہاں رہنا اسکے اندر کی توڑ پھوڑ کا سبب تھا، ضامن نے ایک تشنہ سی نظر دیوار پر آویزاں ان تصویروں پر ڈالی تو دل پھر سے جلبلا سا اٹھا تھا۔ اپنا بیگ کندھے پر درست کرتا وہ ان فوٹو فریمز کے قریب جا کر کھڑا ہوا۔

"آئی نو میرا چلے جانا آپ سبکی تکلیف ہے پر میں آپ سب کے ساتھ رہ کر ختم ہو جاؤں گا، آئے دن کسی کا رونا مجھے زنجیر کرے گا، روز بابا کو انکار کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔۔۔۔۔ اور ان دونوں کو نا جانے آخری بار کب پیار دیا تھا۔ میں آپ سب سے بہت محبت کرتا ہوں لیکن میں اپنے کام کے آگے مجبور ہوں، مجھے پتھر بننا ہے۔ آپ سب مجھے اس تکلیف کے لیے معاف کر دیجیئے گا۔ آپ سب کو بھولنا پڑے گا کہ کوئی ضامن احمد بھی تھا" ضامن کا تنا چہرہ مرجھا گیا اور آنکھوں میں نمی چھلکنے لگی جسے اس نے سرعت سے ہٹا کر اپنا سخت چہرہ بحال کیا اور باہر نکل گیا جہاں رزاق، ضامن کے لیے کیپ منگوا کر اب اداس سا ہاتھ باندھے ضامن کو باہر آتا دیکھ رہا تھا۔

رزاق گھر کا کیئر ٹیکر ہونے کے ساتھ ساتھ کوک بھی تھا، ضامن نے چابی رزاق کو دیتے ہوئے ایک سرد سی نگاہ اس پیارے سے چھوٹے سے اپنے ذاتی گھر پر ڈالی جو بابا نے اسے پانچ سال پہلے گفٹ کیا تھا۔

" یہ چابی مبشر کو دے دینا، گھر کا خیال رکھنا رزاق، اور مبشر کا بھی" ضامن کے لہجے میں ان کہا دکھ جھلک رہا تھا۔ رزاق نے فرمابرداری سے سرہلایا کیونکہ ضامن اکثریوں جایا کرتا تھا مگر اسے بھی اندازہ نہ تھا کہ ضامن اس بار ہمیشہ کے لیے جا رہا ہے۔

" بھائی آپ کب آو گے" وہ وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے ہوئے درمیانی سی عمر کا آدمی تھا، ضامن اسکے اس سوال کو یکسر نظر انداز کر گیا۔

" میں نجانے کب آوں، اسے بس اتنا کہنا کے بھائی جلد آجائیں گے۔ وہ واپس آئے تو اسے اکیلا مت کرنا، اسکے کھانے پینے کا دھیان رکھنا۔ مجھے کوئی شکایت نہ ملے" ضامن بلکل ربورٹ کے جیسے سپاٹ انداز میں کہہ رہا تھا اور رزاق فرمابرداری سے اثبات میں سرہلا رہا تھا۔

" بھائی آپ فکر نہ کریں، میں اسکا مکمل خیال رکھوں گا۔ پر آپ بھی جلدی لوٹ آیئے گا" رزاق کی اس بات کو سرسری سا ٹالتے ہوئے ضامن نے ایک تلخ نظر گھر پر ڈالی اور رزاق کے کندھے پر تھپک دیتے ہوئے باہر نکل گیا۔ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے ضامن کا دل بے حد تکلیف میں لپٹ کر دھڑکا۔

" ممکن ہے ضامن اب کبھی نہ لوٹے، مبشر مجھے معاف کر دینا۔ مگر میں مجبور ہوں، میں تم سب کو اپنی کمزوری نہیں بنا سکتا" ضامن جانتا تھا کہ وہ ان چاروں پر نا قابل برداشت ستم ڈھانے والا ہے مگر اسکے پاس اور کوئی چوائز نہ تھی۔ دقتوں سے اپنی بکھری ذات اور کرچی ہوتے منتشر دل کو سنبھالنے کے بعد وہ گاڑی کھول کر بیٹھ چکا تھا۔ یہاں سے دو گھنٹے کی فلائیٹ پر گلاسگو میں منور عالی کا اپنا گھر تھا، ضامن نے روپوش ہونے کے بعد وہیں رہنے کا قصد کیا تھا۔

****

دن کا کھانا بنتے بنتے تین بج گئے تھے مگر کامل بابا نے ساری چیزیں کمال کی بنائی تھیں، عریش کی فرمائش پر مٹر قیمہ کا بھی خصوصی انتظام ہوا تھا۔ کھانے کے بعد شام کی چائے کے فوراً بعد ان سب کی مری کے لیے روانگی تھی کیوں وہاں دادی اور عنیہ شدت سے منتظر تھیں۔ چائے آئرہ اور افراح نے بنائی تھی۔ شام ہوتے ہی ٹھنڈی ہوائیں اپنی پوری آب و تاب سے چلنا شروع تھیں۔ آسمان پر پھیلے کالے بادل بتا رہے تھے کہ بہت تیز اور موسلادار بارش ہونے والی ہے۔

"آپ شادی پر ضرور آیئے گا، ہم آپکا انتظار کریں گے" خضر نے اب کی بار چائے پیتے ہوئے پورے مان سے کہا تو کامل بابا مسکرا دیے، باقی سب بھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے سنگ گرما گرم چائے پی کر قدرت کے نظاروں کا بھی لطف لے رہے تھے۔

"ان شاء اللہ، میں اور کلیم ضرور آئیں گے، باقی میرا یہ بچہ کب اپنے ولیمے کا زردہ کھلائے گا" کامل بابا اور اپنے باقی چاروں بچوں کے باہمی رشتوں کی تو والہانہ خوشی تھی مگر عریش کے لیے وہ ابھی بھی فکرمند تھے۔ اس بات پر توسب کی توجہ اور نگاہیں شرارتی سے پوز دیتے عریش کی جانب مبذول ہوئیں تھیں جو سر کھجائے کوئی مناسب جواب تلاش کرتا دیکھائی دے رہا تھا۔

"بس اب کی بار ہم نے مل کر دادی سے کہنا ہے کہ اسے بھی کہیں باندھ دیں، آپ سفارش کیجئے گا دادی سے کہ اس کی بنا پوچھے ہی بس شادی کروا دیں" زیان تو دنیا میں لگتا تھا عریش کا بیاہ ہی کروانے آیا تھا، انھیں کیا پتا کہ دادی جان توسب سے زیادہ فاسٹ ہیں اور محترم کو بڑی مہارت سے باندھ بھی چکی ہیں۔

"ھائے میری گرل فرینڈز کا کیا ہوگا پھر، نہ کریں پلیز" عریش نے کسمساتے ہوئے اپنی حالت زار کا اظہار کیا توسب ہی پیاری مسکان کے سنگ مسکرا دیے۔

"انکو بھی اپنے اپنے بندے ڈھونڈنے دو، ہے بھی فوج ہے۔ ملکی کنواری عوام کا بھلا ہو جائے گا" افراح نے بھی شرارت کا نیا پہلو ایک نصیحت آمیز انداز میں کہا تو اب عریش کی بھی بتیسی پھیلی تھی۔

"دیکھا بابا، ان سب کو میری آزادی سے کتنا ویر ہے۔ میں معصوم کن جلادوں میں پھنس گیا ہوں" عریش کے انداز بھلے شریر اور عاشقانہ تھے مگر یہ واحد عریش تھا جسے کامل بابا نے گرل فرینڈز بنانے پر کبھی منع نہ کیا تھا، شاید عریش کے سچے اور کھرے دل اور منصوعی دل لگی کا ادراک وہ بھی بہت اعلی رکھتے تھے۔

"بھئی میرے بچے کو تنگ مت کرو، یہ میرا لاڈلا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کسی کا نقصان نہیں کرے گا" اب تو کامل بابا کی مکمل طرفداری ملنے پر محترم آسمان کی بلندیوں پر فائز تھے۔

"ہاشم بخت کی موت کی خبر ملی مجھے، کہتے ہیں دشمن کے مرنے پر خوشی نہیں کرنی چاہیے مگر اچھا ہوا کہ ہمارا ملک ایک غدار سے پاک ہو گیا۔ مجھے سچ میں اس شخص کی طاقت اور ناقابل شکست مرتبے پر افسوس ہے جو ایک پل میں قبر کا ایندھن بن گیا۔ ناجانے یہ لوگ کب سمجھیں گے کہ یہ دولت، حسب نصب اور مرتبے صرف زندگی تک ہیں۔۔۔ موت کا خوف انکے سیاہ دلوں سے نکل چکا ہے" کامل بابا نے آج ہی ہاشم بخت کی موت کی خبر سنی

تھی، آج صبح اسکو اور اسکے گارڈ کو بہت خاموشی سے سپرد خاک کر دیا گیا تھا، گو وہ وقت کا فرعون تھا مگر اسکے جنازے پر اسکی پارٹی کے چند لوگوں کے سوا کوئی نہ آیا تھا۔

یہ تھی اس شخص کی اوقات، بس چند گز زمین اور سفید چادریں۔ مرتے ہی اسکا نام بھی اسکی قبر میں گڑھ چکا تھا، ایک غدار مرتا ہے تو کئی غدار جنم لیتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ تا حد نگاہ جاری رہتا ہے۔ سب کے چہروں پر تلخ سی سنجیدگی اتر کر اثبات بنی تھی۔

" بلکل، بابا یہ لوگ نہ موت سے ڈرتے ہیں اور نہ اپنے رب سے، پھر یہ کس طرح دھرتی کے تقدس کا خیال رکھ سکتے ہیں۔ افسوس مجھے بھی ہوا اور خوشی تو بلکل نہیں کیونکہ اس کے مرنے کے بعد کئی اور غدار منظر عام پر آجائیں گے۔ کاش ہمارے پاس کوئی ایسی طاقت ہو کہ ہم ان سب بدبختوں کو ایک ساتھ زمین میں گاڑ دیں" خضر نے بھی ماتھے پر تناولائے اس غدار کے ذکر پر اپنا چہرہ مزید تلخ کیا اور وہاں موجود ہر کوئی خضر کی بات سے سو فیصد متفق تھا۔

"سچ کی، ایمانداری اور ملک سے وفاداری کی طاقت ایک دن ایسے ہر ناسور کو نیست و نابود کرے گی۔ برائی کا وقت طویل سہی مگر قلیل اچھائی کا وقت اس پر غالب ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو بعض دفع برائی سے روبرو کر کے

بھی آزماتا ہے، کیونکہ اس پیارے رب نے وہ خاتمہ ہمارے ہاتھ لکھ رکھا ہے" کامل بابا کے چہرے کی شفاف لہر اور لہجے کا بے لچک اور بشاش انداز ایک بار پھر ان سب کو لفظوں کی گہرائی میں پہنچا گیا تھا۔

"بے شک، اللہ بس ہمت دے۔ تاکہ ہم اپنے وطن کی حفاظت کا جو عہد لے چکے ہیں اسے دل و جان سے نبھا سکیں" آئرہ نے بھی مضبوط انداز میں اپنا حصہ ڈالا۔

"ان شاء اللہ۔۔۔۔ پاکستان زندہ آباد" کلیم کا دبنگ اور والہانہ جوش میں لپٹا نعرہ جہاں کامل بابا کے چہرے پر دلفریبی لایا وہیں وہ سب بھی اس حب الوطنی کے دلدادہ ہوئے۔

"پاکستان پائیندہ آباد" اور پھر کامل بابا کی کڑک اور محبت سے اٹی آواز نے ان سب کے جذبے آسمان کی سرحد تک پہنچا دیے تھے۔ انکے چہروں پر ملک کی سچی محبت صاف صاف درج تھی، کامل بابا سے وہ ہمیشہ ہی کوئی نئی سیکھ لے کر جاتے تھے۔ اس بار بھی وہ بہت کچھ نیا اور بہترین سیکھنے کے بعد شام کو مری کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔

* * * * * * * * * * *

"یہ فائیل تمام ورکرز کی ہے، دو تین لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اس بار جو رنگ استعمال کیا جارہا ہے اسکی کوالٹی کچھ خاص نہیں ہے۔ دوسرے ورکر کو دو ماہ سے رکا بونس چاہیے، اور یہ تیسرا ٹیکنیکل مشینری کی ٹیوننگ کروانا چاہ رہا ہے" جلال کو نادم کا دوسرے دن ہی کام کو سمجھ کر ورکرز کی شکایات جلال تک پہنچانا خاصا متاثر کر گیا تھا۔ کون جانتا تھا کہ نادم حسین کون کون سے پلین بنا کر یہ منصوعی فرمابرداری اوڑھ کر خوش اخلاقی کا شہکار بنا تھا۔ پہلا شکار تو اسکا خضر تھا، اور پھر وہ اس جلال سے بھی نمٹنے کا ارادہ رکھتا تھا جس کی وجہ سے اسکی اچھی خاصی آزادی چلی گئی تھی، کل کی طرح آج بھی جلال نے بچارے مفت کے نادم سے خاصا زیادہ کام لیا تھا۔

"ہم، گڈ جاب۔ تم نے سب کے مسائل خاصے غور سے سنے ہیں۔ یونہی کام کرو گے کہ تو مجھے خوشی ہو گی" جلال کا انداز بھلے لیا دیا تھا مگر نادم ضرور سنجیدہ تاثر دے کر خاصا مغرور لگا، آج تو ویسے بھی محترم خاصے بھلے اور شریف دیکھائی دے رہے تھے۔

"کوشش ہی کر سکتا ہوں" نادم کا لہجہ تو صاف صاف جان سے اتارنے والا تھا، نظر جلال پر گئی تو وہ کچھ مودب سا ہوا۔

"دیکھو نادم، میں اور شمس تمہارا بھلا چاہتے ہیں۔ تم ترقی کرو گے تو تمہارے ماں باپ کو تم پر فخر ہو گا۔ کل کو میں تمہاری اور حرا کی شادی کروادوں گا، وہ بہت ناز سے پلی ہے، میں چاہتا ہوں کہ جب وہ بیاہ کر تمہارے گھر جائے تو اسے وہ سب ناز ویسا ہی ملے۔ تم شکل وصورت کے اچھے ہو، پڑھے لکھے ہو کر جاہل جیسی زندگی گزارتے تو اس میں تمہارا ہی نقصان تھا" جلال کی باتیں فی الوقت نادم کو بس بیزار کر رہی تھیں، اسکے اندر کی جو بے سکونی تھی وہ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی۔ بے دلی کا عنصر تبھی غالب تھا مگر نادم نے چہرے پر آمادگی گھسیٹ کر لانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ جلال نے اب کی بار جانچتی نظروں سے نادم کے چہرے کی سنجیدگی کریدی۔

"جی، آپ نے مجھے نوکری پہ رکھ کر واقعی بہت اچھا کیا۔ ورنہ مجھ سا آدمی تو خوش فہمی میں ہی مارا جاتا" نا چاہتے ہوئے بھی نادم کے دل کا غبار لفظوں میں اتر کر اسکا چہرہ بجھا گیا تو جلال کی بھی سماعت اور توجہ نادم کی سمت ہوئی۔

"کیسی خوش فہمی" جلال کا تجسس عروج پر تھا، نادم نے بس تلخی سے ٹال دینے کو سر نفی میں ہلایا اور اپنے ازلی نوابی انداز میں لوٹتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"یہی کہ میں بیکار ہو کر بھی کم از کم ماں باپ کے لیے قابل نجات نہیں ہو سکتا ہوں، لیکن ہر وہ شخص قابل نجات ہے جو نکما ہے۔ وہ بات جو مجھے اتنے سالوں کی جوتیوں اور بیستیوں نے نہ سیکھائی تھی وہ ایک ہار نے سیکھا دی" نادم سے ایسی گہری بات کی امید تو خود نادم کو نہ تھی، جلال خود نادم کے سپاٹ اور بجھے انداز پر اسکے اندر پلتا کوئی خلش کا فسانہ چانچتے ہوئے مشکوک ہوئے۔

نادم تو کہہ کر چلا گیا مگر جلال نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اپنی کن پٹی سہلائی اور اپنا فون اٹھائے شمس کا نمبر ڈھونڈنے کے بعد کال ملا کر کان سے لگا گئے۔ دوسری ہی بیل پر فون اٹھالیا گیا تھا، علیک سلیک کے بعد جلال نے عجب بات پوچھ کر مقابل شمس کو بھی حیران کیا تھا۔

"ہاں، آج نادم کو کچھ ہوا ہے۔ وہ آج بہت بجھا ہوا ہے، تم اس سے پوچھنا۔ مجھے لگتا ہے جوتیوں کو سیریس لے گیا ہے" جلال کی بات پر شمس تو حیران ہوئے مگر آخری بات پر دونوں ہی مسکرا دیے تھے، مگر شمس نے قصد کیا تھا کہ وہ نادم کو کریدیں گے ضرور کہ وہ کیوں بجھ گیا ہے۔ کچھ دیر بات کرنے کے بعد جلال نے پھر سے فون رکھ کر کسی گہری سوچ کے پیش نظر سر کرسی کی پشت سے ٹکالیا۔

*** *** *** ***

مسلسل چمچماتی مگر ملگجی مدھم سرور اور پر ترنم رات کا شاہانہ انداز اور اس پر اسرار سے ولا میں ڈائنگ پر بیٹھے وہ پانچ لوگ کھانے کے ساتھ ساتھ بیئر کا لطف بھی گاہے بگاہے لیتے دیکھائی دے رہے تھے۔ ڈائنگ سے کچھ فاصلے پر کھڑے گارڈز ایک دم چوکس تھے، آج کا یہ شاہی ڈنر سیٹھ ظہور تبریزی اور برہان سکندر کی منافقانہ دوستی کی پہلی کڑی تھا۔

کھانے کی بے انتہا لمبی میز رنگ برنگے لوازمات سے اٹی تھی، شراب کی دو عدد برنڈڈ بوتلیں بھی خاکی کاغذ میں لپٹی ہوئی بظاہر چھپائی گئی تھیں مگر ان پانچ مکروچہروں کی مدہوشی اس حرام چیز کے ان لوگوں کے خلق میں اترنے کی ترجمانی کر رہی تھی۔ سیٹھ ظہور تبریزی کے ساتھ سیٹھ میزان براجمان تھا جبکہ برہان سکندر کے ساتھ شکور بدین اور دائم شیخ بھی اپنی ترسی مسکرائی صورتیں لیے براجمان تھے۔

"ستارہ کا خاتمہ کرنے کے لیے ہم پانچوں کا یک جان ہونا اہم ہے، وہ لوگ بہت پاور فل ہیں" یہ شکور بدین تھا جو کراچی کا ایک معزز نام تو تھا مگر کئی ایکڑ اراضی پر ناحق قبضہ کے ساتھ ساتھ کئی تعمراتی بلڈنگز کی کرپشن میں بھی

ملبوس تھا۔ ایسے غداروں کے منہ سے یک جان ہونے کا لفظ خاصا مضحکہ خیز لگتا تھا کیونکہ یہ تو یہ خود بھی جانتے تھے کہ یہ ایک دوسرے سے تو دور، خود تک سے غیر مخلص تھے۔

"وہ لوگ پاور فل نہیں ہیں، وہ لوگ بہت ذہین اور شاطر ہیں" ان سب میں سے فی الوقت جو عقل مند آدمی تھا وہ برہان سکندر تھا، اسکے چہرے کی پر اعتمادی سب سے اونچی تھی۔ برہان سکندر کی بات پر سیٹھ ظہور تبریزی کے چہرے پر بھی فکر عود آئی تھی۔

"خیر، یہ آپکے لیے چھوٹا سا نذرانہ، ہاشم بخت کا کام تمام کر کے آپ نے ہم پر بے حد نوازش کی ہے۔ دیکھیے گا اس بار کا الیکشن اب آپ کیسے جیتیں گے۔ میرے انڈر چالیس ہزار ووٹ تو جیب میں پڑا ہے تبریزی صاحب، باقی کا اثر رسوخ ہم آپکی خاطر دل کھول کر استعمال کریں گے" بہت نئے ڈیزائن کا بنا بریف کیس اب برہان نے تبریزی کی طرف بڑھا کر رشک زدہ ہو کر کہا تو تبریزی کی آنکھوں میں عاشقانہ سی خوشی ہمکی تھی۔

تبریزی کی یہ حد درجہ خوشی سیٹھ میزان خان کو کچھ اوور لگی تھی، وہ تو ابھی تک تبریزی کو اس سب کے لیے بہت زیادہ غیر محفوظ سمجھ رہا تھا، کم از کم اسے برہان سکندر جیسے سفاک پر کوئی بھروسہ نہ تھا۔ تبریزی واقعی ایک بیوقوف آدمی تھا اور اسی کا فائدہ وہ چالاک برہان سکندر اپنے دونوں منسٹروں کے ساتھ مل کر اٹھانے والا تھا۔ گو

تبریزی کو الیکشن جیتوانے میں بھی انکا کوئی مفاد ضرور تھا، ورنہ یہ لوگ تو کسی کو اپنا بخار تک دینے کے روادار نہ تھے۔

"بس تمہاری باری ہے اب، دیکھتا ہوں کہ تم سیٹھ ظہور تبریزی کو خوش کر پاتے ہو یا نہیں" سیٹھ جی نے نہایت اتراتے ہوئے شیخی بگاڑتے ہوئے کہا جس پر یقیناوہ تینوں ہی دل میں ہنسے تھے، مگر بظاہر خاصا متاثر کن تاثر دے رہے تھے۔ میزان تو خاموشی سے پرکھنے میں گہرا مصروف تھا۔

"ہم سب آپکی خوشی کا ہر ممکن خیال رکھیں گے، آپ بس ہم سب کے سر پر اپنا ہاتھ بنائے رکھیے گا" یہ تیکھے نقوش اور کلین شیوزدہ دائم شیخ تھا جو لاہور جیسے بڑے شہر میں رہ کر خاصی کرپشن میں ملوث تھا۔ محترم نے تو ایک عدد جوا خانہ بھی کھول رکھا تھا، ملک کے مال کو اور عزت کو لوٹنا ان لوٹیروں کا نسب العین تھا۔ اس بات پر تو سیٹھ ظہور تبریزی کے بھرم دیکھنے والے تھے، گویا گردن یوں غرور زدہ ہوئی جیسے سریا فٹ ہو گیا تھا۔

بظاہر پانچوں ہی تمسخرانہ سا ہنسے تھے مگر حقیقت میں ان پانچوں کی ہنسی منصوعی ہونے کے ساتھ ساتھ بے حد شیطانی تھی۔ یہاں یہ پانچ اور وہاں وہ تنظیم جو ستارہ کا کام آسان کرنے کے لیے بچاروں کا شکار کرنے کی تیاری

کر رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ جب دو برائیاں آپس میں ٹکراتی ہیں تو فنا ہو جاتی ہیں، یہاں بھی یہی ہونے والا دیکھائی دے رہا تھا۔

****

"ویلکم ضامن سر، کم ہیر پلیز" ضامن شام تک منور عالی کے شاندار اور عالی شان اپارٹمنٹ پہنچ چکا تھا۔ انگلینڈ کی ٹائمنگ پاکستان سے پانچ چھ گھنٹے آگے پیچھے تھی اور یہی حساب سکاٹ لینڈ کا تھا۔ یہاں شام کے چار بج رہے تھے جبکہ پاکستان میں اس وقت رات کے نو ہوئے تھے۔

چھ عدد گارڈز تو دروازے میں انٹر ہوتے ہی ضامن کے ہمراہ چل دیے تھے۔ یہ انگلینڈ کی ریاست سے ملحقہ سکاٹ لینڈ کا شہر گلاسگو تھا جہاں منور عالی کا یہ اپنا وی آئی پی اور ذاتی بنگلو تھا۔ کھلا کشادہ اور لگژری طرز پر تعمیر کیا یہ گھر اپنی مثال آپ تھا۔ ایک گارڈ ضامن کا بیگ لیے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ پانچ منٹ کی پر اعتماد مسافت طے کرنے کے بعد مین راہداری کراس کرتے ہی گلاس ڈور بنا تھا جسکے دونوں طرف شاندار سوئمنگ پولرز اور ایک طرف پورا ایریا گولف گراونڈ پر محیط تھا، ضامن یہاں کی خوبصورتی کے باوجود اس تکلیف میں مقید تھا جو اس نے خود پر فرض کر لی تھی۔

"سر، اس طرف۔۔۔۔۔۔ یہ آپکا روم ہے۔ آپکے علاوہ یہاں مس مینا بھی رہتی ہیں۔ وہ آجکل مشن کے سلسلے میں منور سر کے پاس گئی ہیں، لیکن وہ آپکو جلد جوائن کریں گی" گھر اپنی طرز کا واقعی کشادہ اور ریسانہ قسم کی خوبصورتی کا اچھوتا شہکار تھا۔ کئی بیڈ رومز، کھلا فرنشڈ لاونج اور کئی کمرے تو بلکل بند تھے۔

گارڈ کی بات پر ضامن نے ٹھٹک کے مڑ کر گارڈز کو دیکھا جیسے کچھ غلط سن لیا ہو۔ وہ مینا کا یہاں رہنا امید نہیں کر رہا تھا اور یقینا افورڈ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ رشتے، محبتیں اسے کمزور کرتی تھیں۔ وہ جن چیزوں سے بھاگتا تھا، قسمت اسے انہی سے روبرو کروا دیتی تھی۔ آس سے پہلے کے ضامن اپنے بل دار ماتھے اور اچٹتی نگاہ کے ساتھ کچھ کہتا، اسکے فون کی رنگ نے اسکی توجہ منتشر کی، وی آئی پی کال مطلب منور عالی اسے کال کر رہا تھا۔

"ویلکم ان یور ہوم، مجھے یقین ہے تمہیں میرا غریب خانہ قابل قبول ہو گا" منور عالی کا لہجہ ہی نہیں انداز بھی خوشامدی سا تھا، یہ امیر لوگ اگر اس قدر والہانہ آسائش زدہ بنگلو کو غریب خانہ کہتے تھے تو نہ جانے ان کے نزدیک آسائش کا درجہ کس قدر اونچا تھا۔

"جی باس، لیکن آپ نے مجھے مینا کا نہیں بتایا۔۔۔۔۔ مجھے تنہائی چاہیے تھی" ضامن اپنی جیکٹ اتار کر بیڈ پر پھینکنے کے ساتھ خود بھی بے چین اور جنجھلاہٹ زدہ ہو کر وہیں بیٹھ گیا، دوسری طرف بھی سنجیدگی عود آئی تھی۔

"وہ فی الوقت میرے کام سے یہاں آئی ہے، تب تک تم تنہائی سے استفادہ کر لو۔ باقی وہ تمہارے لیے بیسٹ ہے، میں چاہتا ہوں کے کیس سے پہلے تم کو جو یہ دن ملے ہیں اس میں اپنے اور مینا کے رشتے پر بھی نظر ثانی کرو۔۔۔۔۔۔ بھئی ہمیں بھی تمہاری شادی کا ارمان ہے" منور عالی کی بات ضامن احمد کے لیے سراسر ناقابل قبول تھی، اسکی آنکھیں وحشت اور ہار کے اثر نے بجھا دی تھیں۔

"ہمم" ضامن کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔

"چلو سفر کافی لمبا تھا تم تھک گئے ہو، آرام کرو۔۔۔۔۔ ہم کل بات کرتے ہیں۔ خود کو ریلیکس رکھو، اور ایک بات یاد رکھنا ضامن۔۔۔۔۔۔ یہ تمہارے پاس آخری موقع ہے۔۔۔ پروفیشنلی بھی اور پرسنلی بھی۔ تنظیم تمہارے ساتھ بہت سی امیدیں باندھ چکی ہے اب انھیں غلطی سے بھی مایوس مت کرنا، اور انسان زندہ ہو تو اپنی زندگی کو خوبصورت بنانے کا اختیار رکھتا ہے، ایک مرد کی زندگی عورت کے بنا مکمل نہیں ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کے تم اس معاملے میں تربیت کے زیر اثر آ کر جائز اور ناجائز میں پڑھ جاتے ہو، تبھی تمہارے اس

معیار کو دیکھ کر میں نے تمہارے اور مینا کے نکاح کا کہا ہے۔ ایک بار پھر کہوں گا کہ اچھے سے سوچ لو۔۔۔۔۔ گڈ بائے" منور عالی کے لہجے میں سنجیدگی کے ساتھ ساتھ نرمی آئی اور کال منقطع ہو گئی، ضامن کے چہرے پر خود سے دور فرار حاصل کرنے کی تگ و دو صاف درج تھی۔

آنکھیں بے زارو پریشان تھیں، تن بدن پر خوف، یاس اور ہار نے گہرہ قبضہ جمار کھا تھا۔ تکیہ سرہانے سے اٹھا کر بیڈ کے عین وسط میں رکھ کر ضامن سر گرائے جھٹ سے لیٹنے کو گرا۔ ایک لمبی سی سانس خارج کی اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ جگہ بدل گئی تھی، اس نے اپنے رشتوں سے کنارہ کر لیا تھا مگر افسوس کہ ضامن احمد خود سے فرار حاصل نہیں کر پایا تھا، ایک درد دیتا تاثر اسکے چہرے پر نمودار ہو کر تکلیف کے کئی اچھوتے رنگ پھیلا گیا تھا۔

ناجانے کیوں آج ضامن کو مہرو کی شدت سے یاد آئی تھی، اس ماں کی جو ساری زندگی اپنے بچوں کے لیے روتی رہیں، اپنے شوہر کی بدگمانی پر نڈھال ہوتی رہیں۔

"آئی مس یو مما، آپکا ضامن ممکن ہے اب آپکو کبھی دیکھ نہ پائے۔ مجھے میرے اعمال نے گو بہت کچھ دیا پر مجھ سے آپکو، بابا کو، حرا اور مبشر کو آج پورا چھین لیا۔ میں آپ سب کو بھولنے والا ہوں، آج کے بعد آپ سب کو

ضامن احمد کا سایہ بھی دیکھائی نہ دے گا" یہ شام اور رات ضامن کی شکست کا آخری حصہ تھی، کل سے وہ ان سب سوچوں کو پتھر بنے دل میں قید کرنے والا تھا۔ کل سے اسے اپنے مشن کی تیاری شروع کرنی تھی۔۔۔۔۔ آج کی رات اس پر بھاری ضرور تھی مگر اس نے چہرے پر زائل ہوتی سختی اور پر اعتمادی دوبارہ سے بحال کیے اب کی بار سختی سے اپنی آنکھیں بند کرتے ہی کروٹ بدل لی تھی۔

****

وہ سب ساڑھے نو تک پہنچ گئے تھے، کامل بابا نے شادی پر آنے کا وعدہ کیا تھا اور دادی جان کا گھر تو دور سے ہی یوں سجا تھا کہ وہ پانچوں ہی خوشگوار سی ہنسی کا شکار ہو چکے تھے۔ مری کی یخ ٹھنڈی سردی اور روح تک کو تر و تازہ کرنے والی ہوا تو ہر شے معطر کر رہی تھی مگر لان کی ریلنگ، راہداری کی ریلنگ اور گھر کی چھت اور ساری دیواریں چھوٹی چھوٹی لائٹنگ سے ایک دم جلترنگ سی روشنی اور سویرے کا استعارہ بن کر آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھیں۔

یہ سارا لائٹنگ کا کام دادی اور عنیہ نے آج دنکو ہی کروایا تھا۔ ہر کوئی دادی کے گھر کو ستائشی انداز سے دیکھ رہا تھا، یہ گھر جو ان پانچوں کی آسودگی اور سکون کی وجہ تھا، آج ایک بار پھر کسی سہانے ملن کا حسین مقام بن کر چمک

رہا تھا۔ رات کا کھانا دادی جان نے آج تو انگلیاں چاٹ جانے کی حد تک مزید ار بنایا تھا، کیونکہ سب بچے سفر سے بے حد تھک گئے تھے لہذا آج مایوں کا پلین خود دادی نے ہی کینسل کر دیا تھا۔

اصل مستی کل سے شروع ہونے والی تھی، کل آئرہ مایوں بیٹھنے والی تھی اور اگلے دن خضر اور آئرہ کی اکھٹی مہندی کا پلین کیا گیا تھا۔ اس سے اگلے دن بارات اور پھر اس سے اگلے دن ولیمے کی تقریب ڈن کی گئی تھی۔ سب ہی دادی کے پلین پر سو فیصد متفق تھے، دادی کا گھر بھلے چھوٹو سا تھا مگر چار کشادہ بیڈ رومز اٹیچ باتھ رومز کے ساتھ، ایک لائبرری، کچن اور سٹور روم کے علاوہ عنیہ کا سنگل بیڈ والا بیڈ روم بھی موجود تھا۔

ایک پیارا سا لاونج جہاں ساتھ ہی ڈائنگ ٹیبل تھا اور لاونج میں صوفے وغیرہ کے سامنے ہی ٹی وی نسب تھا۔ زیان، عریش تو کھانا کھاتے ہی بقایا مستی کل کرنے کا کہہ کر اپنے اپنے لحافوں میں گھس کر سو گئے تھے جبکہ خضر کو بھی دادی نے بازو کی وجہ آرام کا کہہ کر کمرے میں بھیج دیا تھا۔ افراح، عنیہ اور آئرہ تینوں ہی آج دادی کی لاڈلیاں بن کر انکے کمرے میں تھیں۔

ایک طرف عنیہ، دوسری طرف افراح اور دادی اور افراح کے ساتھ چپکی ہوئی آئرہ، سب کے چہروں پر تروتازگی اور خوشی ہمک رہی تھی۔ عریش کی منگنی والی بات اب دادی نے صرف آئرہ اور افراح کو بتائی تو وہ دونوں ہی حیرت ناک سا بے یقین تاثر دیے ہنس پڑیں، افراح نے تو دادی کو زور کی جپھی دی تھی۔

"دادی قسم سے آپ نے تو دل لوٹ لیا، صدقے جاوں" جہاں آئرہ اور عنیہ ہنس کر تالی مار کر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں وہیں افراح کی گرفت مضبوط ہوئی مگر وہ تینوں ہی دادی کا اداس چہرہ دیکھ چکی تھیں۔

"ہاں پر مجھے عریش کی طرف سے بہت فکر ہے، اس عنیہ کے کہنے پر میں اسکی منگنی تو کر آئی ہوں پر اگر عریش نہ مانا" دادی کا وہی خدشہ از سر نو اجاگر ہوا تو افراح جو لیٹی تھی اب اٹھ کر دادی کی پیاری صورت تھامے مسکا دی، جبکہ عنیہ کے اس کارنامے پر آئرہ اسے ہوائی شاباشی دیے ہنس پڑی۔۔

"عریش کی فکر آپ نہ کریں، وہ مان جائے گا۔ اور ہم ہیں ناں، منالیں گے۔۔۔ ھائے دادی سچی کہوں تو میرا دل چاہ رہا عریش کی بھی شادی کروادیں" عنیہ سیر تھی تو افراح صاحبہ سوا سیر نکلیں، ان تینوں کی شرارتی بتیسی اور نظروں کے ملن پر دادی بھی ہنسی روک نہ پائی تھیں۔

"ھاھا واقعی دادی، یہ ہو جائے تو کتنا مزہ آئے گا" آئرہ نے بھی چہکتے ہوئے خوشی بتائی تو دادی کو بھی لگا جیسے اب معاملہ اتنا مشکل نہیں رہا جتنا وہ سمجھ رہی تھیں، اسی لمحے آئرہ کے فون پر ٹیکسٹ میسج آیا تو وہ تینوں ہی اب کن اکھیوں سے آئرہ کو دیکھ رہی تھیں۔ دادی نے خضر اور آئرہ کو شادی تک دور رکھنے کا پلین بنا رکھا تھا وہ تبھی متوجہ ہوئے شریر سی ہوئیں۔ آئرہ کے چہرے پر بلش ہوتا رنگ یہ بتا رہا تھا کہ میسج خضر کا ہے۔

"آئرہ، مجھے نیند نہیں آرہی۔ درد بھی ہو رہا ہے۔ کچھ دیر میرے پاس آجاو پھر چلی جانا دادی کے پاس" آئرہ نے میسج پڑھ کر اپنی بے تاب نگاہیں اٹھائیں تو ان تینوں لیڈیز کو اپنی سمت دیکھتی سر جھکائے دبی سی ہنس دی۔

"دادی خضر کہہ رہا ہے پانی دے جاوں، پکا صرف دس منٹ" آئرہ کی اس موہنی گزارش پر تو ان تینوں کو ہی بے پناہ پیار آیا تھا

"بھئی میں نے تو نہیں جانے دینا تھا پر چلو دس منٹ کی رعایت لے لو، وہ بھی خضر کی طبعیت کی وجہ سے۔۔۔۔۔ جب تک شادی نہیں ہوتی دونوں دور رہو گے تو دیکھنا کتنا روپ آئے گا" آئرہ نے تو باقی کچھ نہیں سنا بس اجازت ملتے ہی خوشی سے اٹھ کر دادی کو لپٹتے ہی باہر بھاگ گئی۔ اور وہ تینوں بھی پھر سے ہنس دیں، دادی جان بیچ میں اور دونوں اطراف دادی کی لاڈلیاں واقعی حسین ترین تھیں، دادی تو اپنے سب بچوں پر واری اور قربان تھیں۔

****

"نادم کہاں ہے؟" شمس گھر آکر بے قراری سے ادھر ادھر دیکھتے بولے تو ہاجرہ کھانا لگانے کے بعد پانی رکھتی ہوئیں خود بھی اداس سی ہو کر بیٹھ گئیں۔ کل تک دونوں میاں بیوی اپنے اکلوتے لخت جگر کی ہڈ حرامی سے عاجز تھے اور آج وہ نادم کے اندر آنے والے بدلاو سے الجھ رہے تھے۔

"سو گیا ہے، صبح اسے جلدی جانا ہے تو میں نے اسے کھانا دے دیا تھا" ہاجرہ کے لہجے کہ یاس نے شمس کے چہرے پر بھی رنگ ماندھ کیے تھے، وہ جو انکو گلاس میں پانی ڈال کر دے رہی تھیں یک دم رنجیدہ ہوئیں۔

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس بے عقلے کو ہدایت دی ہے، اللہ جلال کو مزید عزت دے۔ تو نے کیوں منہ لٹکا رکھا ہے" شمس خود بھی پریشان سے تھے مگر پھر بھی انکو ایک تسلی سی تھی۔ ہاجرہ کے چہرے کی بجھی روشنی اب دکھ بنی تھی، شمس نے استفسار کرتے ہوئے خاصا مشکل سوال پوچھ لیا تھا۔

"آپ کو کیا بتاؤں، میرا بچہ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ ہم سے بدگمان ہو رہا ہے۔ اسے لگتا ہے ہم اسکے نکمے پن کو برداشت نہیں کرتے تھے اور تبھی بے عزت کرتے تھے اور ہمیں بس کام کاج والا نادم ہی پیارا ہے تبھی اس پر پیار لٹا رہے ہیں۔۔۔۔ آپ اسے سمجھائیں ناں کہ ہم اس سے ہر حال میں محبت کرتے ہیں، وہ ہمارا اکلوتا منتوں سے ملا بچہ ہے۔ آئرہ کو آپ نے اس سے چھین کے اچھا نہیں کیا، پسند کرتا تھا اسے، ان ساری باتوں نے اسے عمر سے کچھ زیادہ ہی سنجیدہ بنا دیا ہے۔ شمس مجھے اپنا پہلے والا نادم چاہیے" ہاجرہ کی آنکھوں کی نمی اور لہجے کی حسرت نے شمس حسین کا دل بھی جکڑا تھا۔

دنکو جلال بھی ان سے یہی کہہ رہے تھے اور اب ہاجرہ کو بھی یہی لگ رہا تھا۔ شمس حسین نے ایک گہری تھکی سانس خارج کرتے ہوئے بے دلی سے ہاتھ روک کر چاول کی پلیٹ کچھ پیچھے کر دی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے ہاجرہ، یہ تیرا وہم ہے۔ کل کو جب حرا بیٹی اس گھر آئے گی تو خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ رہی بات سنجیدگی کی، یہ بھی اچھا ہے۔ ٹھٹھے اور مزاح کے دن گئے، جو زندگی کو سنجیدہ لیتا ہے وہ ایک نہ ایک دن اسکا مقصد بھی حاصل کر لیتا ہے۔ یہ اسکی جذباتی بدگمانی ہے جلد اترے گی" شمس حسین کا بے لچک اور حقیقی انداز ہاجرہ کو رتی برابر مطمئین نہیں کر سکا تھا تبھی انکے آنسوؤں میں تیزی آئی۔

"آپ اسے پھر بھی ایک بار سمجھائیں ناں، میں تو اسکی بہتری کے لیے اسے غیرت دلاتی تھی، پر سہی کہتے ہیں کہ اولاد جوان ہو جائے تو اس پر ہاتھ اٹھانا بیوقوفی ہے۔ یہی بات اسکے اندر گھر کر گئی ہے، اس بدگمانی کو نکالنا ہو گا ورنہ وہ مزید پتھر ہو جائے گا" ہاجرہ کے لہجے میں ٹوٹے کانچ کی کھنک تھی اور شمس بھی تشویش کے زیر اثر آ چکے تھے۔

"اچھا چل فکر مت کر، میں صبح کرتا ہوں بات۔۔۔۔ اللہ سوہنا خیر کرے گا" یہ کہہ کر شمس حسین نے گویا خود کو تسلی دی تھی مگر دونوں کا دل ہی شدید ہلکان تھا۔ یہ ایسا معاملہ تھا کہ دونوں میاں بیوی کی بھوک بھی ختم ہو گئی تھی۔ شمس حسین کل صبح نادم سے بات کرنے کی ٹھانتے ہوئے بے دلی سے کھانا دوبارہ شروع کر گئے، ہاجرہ بھی دکھی سا تاثر دیے ساتھ دینے لگیں۔

****

دبے پاوں چلتی ہوئی آئزہ کمرے تک آئی اور مدھم سی مسکان سجائے دروازہ کھولے اندر چلی گئی۔ دادی کے گھر کا ہر ایک کمرہ آتشدان کے سنگ لکڑی کی بہت پیاری اور دیدہ زیب آرائش سے مزین تھا۔ کمرے کی مدھم ملگجی روشنی اور آتش دان میں جلتی آگ نے کمرے کو خاصا حدت زدہ کر رکھا تھا۔

آئزہ کو خضر کمرے میں کہیں دیکھائی نہ دیا مگر دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ بے قراری سے مڑی تو جناب من سنجیدہ سا چہرہ اور مکمل سیاہ میں لپٹے فریش ہو کر باہر نکل رہے تھے۔ آئزہ کو دیکھ کر خضر کی آنکھوں کی مسکان قدرتی تھی، خضر کی مسکان سنجیدگی بنی تو وہ دو قدموں کے سنگ درمیانی فاصلہ عبور کرتا جذباتیت کے سنگ آئزہ کے دونوں ہاتھ تھامے اپنی نگاہوں کو بے خود کیے اسے خود کے قریب کر چکا تھا۔ وہ جو اس شخص پر اس سے زیادہ فدا تھی، اچانک سے اداس ہو کر اسکا کندھا دیکھنے لگی۔

"خضر، درد کیوں ہو رہا ہے۔ کہو تو میں افراح آپی کو کہوں کے وہ تمہیں دیکھ لیں" آئزہ کے لہجے میں محبت میں لپٹی فکر تو خضر کا دل نہال کر گئی تھی۔

"نہیں وہ بینڈیج ہل گیا تھا، میں نے ٹھیک کر لیا ہے۔ مجھے لگا دادی تمہیں نہیں آنے دیں گی" خضر کی سنجیدہ سی معصومیت پر آئزہ نے اپنی آنکھوں میں محبت کا جہاں بھرتے ہوئے ان من پسند سیاہ آنکھوں کو جی بھر کر دیکھا۔

"دادی نے دس منٹ کا ٹائم دیا ہے، وہ کہتی ہیں اگر ہم ملے تو مجھے دلہن بن کر روپ نہیں آئے گا" آئرہ کی آنکھیں مدہوش ہو کر خضر کے چہرے پر ٹک کر مہکیں اور جناب من سنجیدہ صاحب اس بات پر آئرہ کے گرد بازو پھیلائے شریر سا تاثر دے چکے تھے۔

"اس سے زیادہ کتنا روپ چاہتی ہو، مجھ سے تو یہ بھی برداشت نہیں ہے" اپنے ایک ہاتھ سے وہ شدت جذبات میں لپٹا ساحر اسکے بالوں کو چھو کر گداز سی لے میں اپنی بے بسی کا اعتراف کر رہا تھا، آئرہ کی ہنسی یوں کھلی جیسے چمن کا واحد پھول وہی تھی۔

"تم کیا چاہتے ہو، وہ بتاو" آئرہ کو لگا کہ وہ اسے شدید لاجواب کر گیا ہے۔ خضر نے گرفت کی رہی سہی دوری ہٹا کر اس بظاہر بے حال سی مگر اندر سے خضر پر دل و جان سے نثار آئرہ کو اپنی بازووں میں قید کر لیا، ایک بار پھر وہ اسکے بالوں کی من پسند خوشبو کو مدہوش ہو کر خود میں سمیٹ رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جب میری آنکھیں کھلیں تو انکے سامنے تمہارا چہرہ ہو، جب میں اپنی آنکھیں بند کروں تو تم خواب بن کر میرے وجود سے لپٹتی خوشبو بن جاو۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ آج تک خضر خاقان قریشی نے کامل سکھ نہیں دیکھا مگر اب میں اپنے اور تمہارے ساتھ کی حد درجہ

لازوال تکمیل چاہتا ہوں۔ میں نے تمہاری بظاہر خوبصورتی تو نکاح کے بعد دیکھی ہے آئرہ، تمہاری ان مدہوش آنکھوں کے راستے اتر کر تمہارے دل کا مکین بننے کی آرزو ضرور پہلے کی تھی" ایک ایک لفظ امڈتے سانسوں کے لمس میں گندھ کر سب تہس نہس کر رہا تھا۔ آئرہ کی آنکھوں کے ساتھ آج وہ خود بھی اپنے بس میں کہاں تھی۔ وہ تو بس چاہتی تھی کہ لمحے رک جائیں اور وہ یونہی اس جادوگر کے سینے سے لگی ان لفظوں کی بازگشت سنتی رہے۔ سنتی رہے اور یونہی عمر تمام ہو جائے۔

"خضر، تم اتنا سب ایک ساتھ کیسے چاہ لیتے ہو" آئرہ کے اس سوال پر ہلکی سی مدہوشی زائل ہو کر ہنسی بنی اور وہ آئرہ کو الگ کیے سامنے لایا جو مقابل آتے ہی یک ٹک خضر کی سمت دیکھے جا رہی تھی۔

"چاہنے میں کیا جاتا ہے، ابھی میں نے اپنی چاہت کا مکمل افسانہ تو گوش گزار کیا ہی نہیں" خضر کی نظریں آئرہ کے دل میں گدگدی کرتی ہوئی بے لگام تھیں، آئرہ اتنی ساری چاہت کے بعد مزید کا سوچ کر ہی ہل چکی تھی۔

"یعنی میں تو گئی کام سے، کہتے ہیں سیاہ آنکھوں والے بہت ظالم ہوتے ہیں" آئرہ کو نئی فکر نے گھیر لیا اور اب خضر کا یقینی قہقہہ بنتا تھا، خضر کم ہی ہنستا تھا مگر آئرہ کو اسکی ہنسی کا یہ انمول لمحہ بے حد نایاب لگتا تھا۔

"ہاں، سنا تو میں نے بھی ہے اور میں واقعی ظالم ہوں۔ لیکن تم پر ظلم کرنا مجھے اچھا نہیں لگے گا، اس لیے ڈونٹ وری" خضر کی آنکھیں دلکش ہوئیں اور آئرہ کے ہونٹوں سے مسکان نے الگ ہونے سے صاف انکار کیا تھا، دونوں ہی مسکرائے تھے مگر پھر ظالم سنجیدگی نے دونوں کے چہرے نڈھال کر دیے۔

"اب میں جاوں" آئرہ ان نظروں کی تپش سے اپنا آپ بے گانہ ہوتا محسوس کیے خود ہی فرار کی خواہش کر بیٹھی، خضر کی سنجیدگی یک دم اداس سا تاثر بنی مگر پھر جناب نے سر ہلا کر مہربانی کا اشارہ دیا۔

"آئی لو و یو" جونہیٔ آئرہ مسکرا کر کہتی مڑی، ایک ہی جھٹکے سے پھر خضر کی جاندار اور بے قرار گرفت میں قید کی جا چکی تھی۔ اور اب تو خضر کی ظالم آنکھیں اسے واقعی ہار جانے پر آکسا رہی تھیں، خضر اسے جانے کب دینا چاہتا تھا مگر بچارا مجبور تھا۔ سانس کی گرم مہکار ٹکراتی ہوئی ہوا میں تحلیل ہوتی گئی اور کئی لمحے آنکھوں کی جسارتوں کی نظر ہوئے۔

"محبت کا اظہار کرو گی تو خضر بھاگنے نہیں دے گا، یہ آج آخری رعایت میری طرف سے بھی۔ آئی لو و یو ٹو" بے انتہا قربت پر آئرہ کا دل بے قراری سے مچلا تھا، آئرہ کی پلکیں جھک کر لرزیں اور وہ خضر کے کان کے قریب اپنا چہرہ کیے جھکی۔

"اظہار کا جواب دو گے تو آئرہ چاہ کر بھی بھاگ پائے گی ہی نہیں۔ یہ آخری ستم میری طرف سے بھی۔۔۔۔۔ آئی ول مس یو" حیا سے گلابی گالیں کرتی آئرہ اب مڑی تو شریر سے رشک میں مبتلا خضر صاحب اب اسے پشت سے جکڑ چکے تھے۔ آئرہ بھی ہنسی اور گردن موڑے خضر کو منصوعی گھوری اور اپنا جکڑا ہاتھ نکالے بڑی مشکل سے ہاتھ موڑے خضر کو گدگدی کی تو خضر ہنستا ہوا اسے آزاد کیے اس فولادی کراٹے چیمپئن پر مزید رشک زدہ ہوا۔ دونوں ہی اس شرارت پر عاشقانہ سا ہنسے اور آئرہ دروازہ کھولے باہر نکلی مگر پھر سے اندر جھانکنا اسے بے حد دل آفرین لگا۔

"سو جانا اب، میں تم سے دور ہو کر بھی نہیں ہوں۔ وہ دیکھو تمہارے سینے میں دھڑکتا آئرہ کا دل۔۔۔۔ اور یہ دیکھو میرے دل میں مچلتی ہوئی تمہاری دھڑکن" آئرہ نے دروازے کی اوٹ سے خضر کی سمت اشارہ کیا تو خضر نے مسکرا کر اپنا ہاتھ سینے پر رکھے اس تقدس کو محسوس کیا۔ پھر وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ایک محبت سے لبریز نگاہ خضر پر ڈالتی ہوئی دروازہ بند کیے مکمل باہر نکل گئی، خضر اندر اور آئرہ باہر آ کر دلنیشن سی مسکان سے گلنار ہو گئے۔

****

"کل سے ضامن کا فون بند آ رہا ہے، پتا نہیں یہ لڑکا کب مجھے سولی لٹکانا چھوڑے گا" آئینے کے سامنے شدید جھنجھلاہٹ زدہ چہرہ لیے اپنے بال جمانے کے بعد جلال نے کوٹ لینے کے لیے گردن موڑی تو گدازسی مہرو کوٹ لیے کھڑی تھیں۔ جلال کے غصے میں مہرو کو دیکھ کر مزید اضافہ ہوا تھا تو ناگواری سے وہ کوٹ باقاعدہ بے دردی سے لیے مڑے مگر مہرو کی بے تاب آنکھیں جلال کے قدموں کو زنجیر کر چکی تھیں۔

"آپ جائیں ضامن کے پاس، کل سے پتا نہیں کیوں میرا دل بھی بے چین ہے" مہرو کی اداسی تو جلال کو محض اداکاری لگتی تھی، تبھی ناپسندیدگی سے وہ مہرو کا اپنی بازو پر رکھا ہاتھ بری طرح جھٹک کر اسے سخت کوفت زدہ انداز میں گھور چکے تھے۔

"بڑی جلدی خیال آ گیا تمہیں، کہ وہ بھی تمہارا کچھ لگتا ہے۔ نہیں، تم تو خضر کی خوشیاں مناؤ کیونکہ ایک وہی ہے تمہارا سگا۔ تم جیسی بے حس عورت کسی کے لیے اگر بے چین ہو سکتی ہے تو وہ بس خضر ہے۔ ضامن کو تم نے جنم دے کر وہ ممتا کبھی نہیں دی جسکی اسے ضرورت تھی، تم نے میری خضر پر سختی کا بدلا ضامن سے لے کر یہ بتایا کہ تم میری محبت اور میرے رحم کے بلکل قابل نہیں تھی" جلال کا زہر تو دن بدن وہ شعلہ نمائی بن رہا تھا جو مہرو

کی رگیں تک جلا رہا تھا، اپنی آنکھیں سخت ویران کیے وہ جلال کے قریب ہوئیں مگر وہ پتھر شخص اسے خود سے یوں دور دھکیلتا تھا جیسے وہ اسے سخت ناقابل قبول ہے۔

"جلال، خدا کے لیے۔ آپکی بدگمانی ایک دن میری جان لے جائے گی۔ کاش یہ مہرو اپنا دل دیکھا پاتی، مجھے اتنا بے آبرو مت کریں کے میں سانس تک نہ لے پاوں۔ میں نے کوئی بدلا نہیں لیا، ضامن، حرا، مبشر بھی مجھے خضر جتنے عزیز ہیں۔ کوئی ماں اپنے وجود کے حصوں سے ناانصافی کیسے کر سکتی ہے" مہرو کی بھیگی پلکیں سراپا احتجاج تھیں، جلال نے مہرو کی آنکھوں کا کرب دیکھا تو دل ہر آرے چلنے کا مفہوم سمجھ آیا تھا۔ ایک ہی جھٹکے سے وہ چہرے پر تکلیف دہ سختی لائے مہرو کو جنجھوڑ کر پتھر کر چکے تھے۔

"لیکن تم نے میرے ساتھ جو ناانصافی کی ہے اسکے لیے تمہیں معافی نہیں ملے گی۔ میں نے اپنا دل مار لیا، لیکن اب اگر ضامن کو کچھ ہوا تو میں تمہاری جان لے لوں گا۔ جب تک ضامن مجھ سے دور رہے گا، میں تمہیں خضر سے دور رکھوں گا" درد نے یک دم سفاکی کا روپ دھارے جلال کی آنکھوں میں سرخی بھر دی تو مہرو کا دل پھٹ گیا اور آنکھیں سیلن زدہ نمی سے لبالب بھرتی گئیں۔

"جلال، پلیز "مہرو کی روتے روتے آواز بندھ گئی اور وہ سسک اٹھیں، مگر جلال نے اپنا دل مہرو کے لیے پتھر سے بھی سخت کیا تھا۔

"وہ دن جب مجھے تمہاری ضرورت تھی، تم نے یہی آنسو بیچ میں لا کر اپنے اور میرے بیچ سمندر بنا دیا۔ اب یہی آنسو بہا کر تم کیا سمجھتی ہو کہ جلال احمد پگھل جائے گا۔ نہیں، تم نے میرے دل کو اتنا توڑا ہے کہ اب وہ جڑنے کے قابل نہیں۔ بہت تڑپ لیا تنہا، اب جتنا میں تڑپوں گا اتنا تمہیں تڑپاؤں گا" جلال کی بدگمانی ناقابل تلافی تھی اسکا اندازہ مہرو کو تھا مگر وہ پھر سے اس شخص سے زلیل ہونے انکے سامنے آ جاتی تھیں۔

جلال احمد کی اپنی محرومیاں تھیں، وہ بھی حق پر تھے۔ مگر انکا یہ کہنا کہ ضامن کا دور ہونا مہرو کی وجہ سے ہے تو یہ سراسر غلط تھا۔ مہرو کی زندگی تو شدید مشکل تھی اور اب تو ناقابل گزارہ ہو رہی تھی۔ ایک طرف خضر تھا جو اپنی زندگی کے اس حسین موقعے پر انکا منتظر تھا اور دوسری طرف ضامن تھا جس نے خود کو روپوش کر کے مہرو کی زندگی مزید تکلیف سے دوچار کر دی تھی۔ اور تیسری طرف جلال تھے جو بات بات میں تیر باندھ کر اس بے جان مہرو کو مزید ہلکان کر رہے تھے۔

"میری جان لے لیں، مجھے اپنے ہاتھوں سے اسی دن مار دیتے جب آپکے سامنے فریاد کر کے روئی تھی۔ ہاں میں نے سمندر بنایا کیونکہ جس انسان نے مجھ کو خضر سمیت قبول کیا تھا وہی مجھ سے میری کائنات چھین کر بورڈنگ چھوڑ آیا۔ آپکو لگتا ہے آپ نے محبت کی ہے، نہیں جلال۔ آپ نے مجھ سے محبت کی ہوتی تو آج آپ یہ نہ کہتے کہ آپ تنہا تڑپے ہیں۔ پل پل تو میں بھی مری ہوں، خضر سے باپ چھن گیا اور ماں آپ نے چھین کر اس پر جو ظلم کیا تھا اسکا درد آج بھی مجھے سوتے میں خوفزدہ کر کے جگا دیتا ہے۔ میں روتی تھی کیونکہ میرا دل میرے اختیار میں نہیں تھا، پھر بھی اس ٹوٹی پھوٹی مہرو نے آپکو اپنا آپ دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ نے مجھے زخم دیا تو رونے کا حق بھی چھین لیتے تو میں کب کی مر گئی ہوتی" آج مدت بعد مہرو کا سینہ غم سے چھلنی ہوا تو وہ بھی پھٹ پڑیں۔ جلال کی آنکھیں بھی ماضی کے سائے نے سیاہ کیں، مہرو تڑپ اور سسک کر تھکی ہاری بیڈ پر جا بیٹھیں۔

جلال کے دل نے مہرو کے آنسو پونچھنے کی ترغیب دی مگر وہ اپنی انا کو مدہم کرنے پر راضی نہ تھے۔

"مار تو تم نے خود اس جلال کو دیا ہے جو تم سے محبت کرتا تھا، مجھ پر احسان مت جتاو۔ آج بھی اگر ترازو میں تولا جائے تو میری تکلیف تم سے بہت زیادہ ہے۔ پر تم جیسی بے حس نے پہلے میری تکلیف کا ادراک نہیں کیا تو اب کیا خاک کرو گی" جلال کے لہجے میں کھارے پانی کا ذائقہ تحلیل ہوا اور آنکھیں شدید کرب کا شکار لگیں۔

مہرو نے ایک روئی سی نظر ان ظالم آنکھوں پر ڈالیں جو اب پھیری جاچکی تھیں، جلال نے گردن موڑے ایک سرد سانس خارج کی اور مہرو پر ایک اچٹتی اور بھیگی نگاہ ڈالے باہر نکل گئے۔ مہرو کی زندگی کا رونا آج بھی جاری و ساری تھا۔ سب کا سوچنے والے خود کے ساتھ ظالمانہ انصافی کر جاتے ہیں، جیسے مہرو نے کر دی تھی۔

****

"میں نکل رہا ہوں آج جلدی جانا ہے" روز بروز نادم کی شکل پہلے سے زیادہ سلجھی لگ رہی تھی۔ اپنی لمبی داڑھی کو نفیس سا جمائے ہوئے زلف زدہ بال بہترین پونی بنا کر قید کیے آج تو ڈارک چاکلیٹی رنگ کی شرٹ میں نادم کا سرخی مائل رنگ مزید اجلا لگ رہا تھا۔ اپنے ہاتھ میں اپنا بیگ اور فون کے علاوہ جیکٹ بازو پر دھرے وہ سنجیدہ اور اجلت زدہ کمرے سے نکل کر کچن میں بیٹھے شمس اور ہاجرہ کو دیکھ کر بولا۔ شمس نے ایک جی بھر کر مطمئین نظر اپنے نادم پر ڈالی جسکا ایسا بدلاو شاید پہلی بار شمس حسین کا چہرہ گلنار کر گیا تھا۔ ہاجرہ جو شمس کو پر اٹھا دے رہی تھیں، بے اختیار پلٹیں۔

"نادم، آدھر آدومنٹ" شمس نے لہجے میں ہلکی پلکی مٹھاس لیے کہا تو نادم نے چہرے پر دنیا جہاں کی شرافت لائے ہوئے فرمابرداری سے اپنے قدم ڈائنگ تک لائے۔

"بیٹھ جا، ناشتہ کرلے۔ خالی پیٹ نہیں جاتے" ہاجرہ نے پیار سے نادم کی بازو کھینچ کر بٹھایا تو وہ منہ پر لاکھ دیری کے بھی انکار نہ کرپایا تھا، اتنی فکر پر نادم کا دل ایک بار پھر کھٹا ہوا تھا۔ ہاجرہ نے فوراً سے پھرتی دیکھاتے ہوئے پراٹھا اور آملیٹ نادم کو دیا اس دوران شمس کی رشک زدہ نظریں نادم پر تھیں۔

"نادم، تجھے پتا ہے ایک باپ کے لیے سب سے خوشی کا دن کیا ہوتا ہے؟" شمس کے لہجے کا اتار چڑھاو جہاں نادم کو متوجہ کرچکا تھا وہیں ہاجرہ بھی اسے چائے دیتیں ہوئیں ہماتن گوش سی سنجیدگی لیے بیٹھ گئیں۔ نادم کے نا سمجھی میں سر نفی میں ہلانے پر شمس نے مسکرا کر ساتھ بیٹھے نادم کا کندھا مضبوطی سے جکڑا۔

"جب اسکا بیٹا اسکے لیے قابل رشک بن جائے، کل تک تیری کاہلی کی وجہ سے جو لوگ مجھے تانے دیتے تھے آج جب میں گھر سے نکلوں گا تو سینہ ٹھوک کر کہوں گا کہ میرا نادم کاہل نہیں ہے، وہ سچ میں میرا بازو ہے۔ تو ہم سے بدگمان ہونے میں سچا ہے پتر، لیکن اس سے انکار مت کرکے تو ہماری آخری امید ہے۔ ہم دونوں کے بڑھاپے کا سہارہ، میں جانتا ہوں تجھے اپنے اماں ابا سے بہت سی شکایتیں ہیں لیکن ہم تجھ سے پیار کرتے ہیں۔ تجھے دیکھ کر

جیتے ہیں، تو کسی مرتبے پر پہنچے گا تو اس میں تیرا بھلا ہے، کسی کی محتاجی نہیں کرنی پڑے گی" شمس بس چاہتے تھے کہ نادم کی احساس کمتری مٹا دیں، وہ نادم کو خود بہت برا بھلا کہتے تھے اور آج انکو اپنے کیے پر افسوس تھا۔

ہاجرہ کی آنکھیں تو پہلے ہی جذباتی ہو کر نم ہو چکی تھیں، نادم نے چہرے پر بے دلی لائی اور ایک تاسف زدہ نگاہ شمس پر ڈالی اور زخمی سا مسکرا دیا۔

"کوئی نہیں، کھوٹا سکہ یوں ہی در بدری جھیلتا ہے جسے نادم نے جھیلی۔۔۔ آج چل گیا ہوں تو تب جا کر میری اہمیت پتا لگی ہے۔ مجھے دکھ رہے گا کہ دنیا نے تو نادم کو کاہل کہا ہی پر میرے اماں بابا نے مجھے کاہل اور بزدل ثابت کیا۔۔۔ پر خیر ہو سکتا ہے آپ دونوں کی مار ہی کام آگئی ہے" نادم بھلے برہم تھا مگر اسکی یہ باتیں شمس اور ہاجرہ کو واقعی خلش میں ڈوبی لگی تھیں۔

نادم کو اصل دکھ تو یہ تھا کہ اسکی کاہلی اور بزدلی نے اس سے آئرہ چھین لی تھی جو کہیں دل کے اندر زخم کی مانند درج تھا۔ بھلے وہ اس آئرہ کو اس قدر اہم نہیں جانتا تھا مگر وہ اپنا بدلا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، نادم کا بے حس انداز فل وقت وہ دونوں میاں بیوی بخوشی قبول کر رہے تھے۔

"چل اب زیادہ اوچھانہ بن، ہم تیرے دشمن نہیں ہیں" ہاجرہ کے اندر کی دبنگ اماں باہر نکل کر ماحول اچھا خاصا خوشگوار کر گئی تھی، شمس زخمی سا مسکرائے مگر نادم کو چہرے پر مسکراہٹ گھسیٹ کر مجبوراً ساتھ دینا پڑا تھا۔

"اللہ تجھے ہر بری نظر سے بچائے، ہمارے لیے اس دنیا میں تجھ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے بس اتنا ذہن میں رکھ نادم" شمس کی نگاہ میں بس اداسی اور محبت تھی۔ نادم نے بابا کی آنکھوں کی سچائی دیکھ کر اب کی بار مودب ہوئے سر ہلایا تھا۔ نادم کی زخمی مسکان ہی سہی مگر دونوں کو کچھ حد تک مطمئین کر گئی تھی۔ شمس کو لگتا تھا کہ اب نادم جلد سدھرنے والا ہے مگر کون جانتا تھا کہ نادم سدھرنے والی چیز تھی ہی نہیں۔ وقت کی چال ظالمانہ ہوتی ہو گی، مگر نادم حسین کی چال سفاکانہ ہونے والی تھی۔

****

ناشتے کے فوراً بعد دادی نے سبکو ہی کام پر لگا دیا تھا، رات مایوں اور ڈھولکی کا چھوٹا سا فنکشن رکھا گیا تھا جسکی ساری ذمہ داری چند ہونہار لوگوں کے سپرد تھی۔ آئرہ تو صبح ہی دادی کے دیے بہت ہی خوبصورت پیلے جوڑے

میں ملبوس ہو کر پریستان سے اتری پری ہی لگ رہی تھی۔ وہ زیادہ جینز شرٹس ہی پہنتی تھی اور یوں آج نفیس سے آئرہ کی طرح کے نازک شرارے میں وہ شربتی آنکھوں والی اپنے حسن کی بلندی پر فائز تھی۔ خضر صاحب کے علاوہ باقی ہر کوئی کام میں مگن تھا، اسے عنیہ کی کمپنی میں آرام کا سخت آرڈر بھی پیاری دادی نے کر رکھا تھا۔

پورے گھر کی لائٹنگ تو پہلے سے ہو چکی تھی جبکہ آج گل داودی اور گلاب کے پھولوں سے باقی کی سجاوٹ عمل میں لائی جا رہی تھی جسکی نگرانی گریس فل سے دو ہیروز عریش اور زیان کر رہے تھے۔ افراح نے دادی کے ساتھ کچن سنبھال رکھا تھا کیونکہ آج کا کھانا وہ گھر ہی بنانے والے تھے، مہمان بس چند ہی تھے۔ کچھ محلے کے لوگ جنت کی فیملی اور باقی سب ایک ہی بار بارات اور ولیمے پر مدعو تھے۔ مایوں اور مہندی پر صرف اپنے ہی لوگ شامل کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔ آئرہ بھی دادی اور افراح کے ساتھ کچن میں تھی کیونکہ دادی نے عنیہ کو خضر کو کمپنی دینے کے ساتھ ساتھ دونوں کو دور دور رکھنے کی ڈیوٹی بھی دے رکھی تھی جس پر وہ چلبلی سی عنیہ پورا پورا اتر رہی تھی۔

"دادی آپ کو عریش سے بات کر لینی چاہیے، مجھے نہیں لگتا کے وہ اتنا ریکشن دے گا" آئرہ، دادی اور افراح فکرمند سی کچن میں کھڑی تھیں۔ آئرہ کھیر کے لیے ڈرائے فروٹس صاف کر کے رکھ رہی تھی جبکہ افراح نے کمر پر ہاتھ رکھ کر کھیر میں چمچا مارے ساتھ ساتھ دادی کو کہا جو پھل وغیرہ نکال کر کیبین پر رکھ رہی تھیں، افراح کی بات پر جہاں آئرہ ایک دم متفق تھی وہیں دادی تو اب پھر سے بے چین ہو گئی تھیں۔

"پتا نہیں، مجھے تو بہت فکر ہے۔ یوں ایک دم اسے بتایا تو یہ نہ ہو اپنی دادی سے بدگمان ہو جائے۔ تم دونوں خضر اور زیان سے بات کرو کہ وہ کیا کہتے ہیں" دادی نے کہا ہی تھا کہ انکی نظر اندر آتے زیان پر پڑی جو شاید پانی لینے آیا تھا مگر تینوں کو پر اسرار سی سنجیدگی سے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ بھی متجسس سی مسکان سجائے تینوں کے مقابل جا کھڑا ہوا۔

"لیں، زیان آگیا۔ آپ خود پوچھ لیں" افراح نے پر شوق نگاہیں اپنے ہیرو پر ڈالے مسکان سجائی تو اب تو دادی سمیت وہ سب مسکرا رہے تھے۔ زیان کو تو جلدی سے یہ تجسس ختم کرنا تھا کیونکہ محترم بھانپ چکے تھے کہ کوئی بات ضرور ہے، جب دادی نے اسکے سامنے یہ انکشاف کیا تو زیان کا منہ حیرت سے کھل کر ان تینوں کو ہنسا چکا تھا۔

"ھاھا او مائی گارڈ۔۔۔۔ دادی ہاتھ لائیے میں آپکے صدقے جاوں" زیان کو تو اس قدر خوشی تھی کہ بس بنگڑا ڈالنا باقی تھا، دادی بھی زیان کے ایسے تاثر پر پر اعتماد ہوئیں۔

"ہاں لیکن دادی کو لگتا ہے کہ عریش اس سب پر اچھا ریکشن نہیں دے گا، آپکو کیا لگتا ہے زیان بھائی" آئرہ بھی مسکرا کر اب زیان کی طرف پلٹ کر بولی جو ابھی تک اس سرپرائز کے زیر اثر خوشی سے مسکان سجائے دادی کو لپٹائے کھڑا تھا۔

"ویسے سچی پوچھو تو اسے شاک لگے گا، میرا خیال ہے ہم جنت اور عریش کی ملاقات کروا دیتے ہیں۔ جو بات ہے وہ دونوں کر لیں تو زیادہ اچھے اور خوش اسلوب طریقے سے معاملہ ہینڈل ہو گا۔ ویسے بھی دادی آپ فکر نہ کریں، اپنا عریش جنت کو کہیں نا کہئں پسند کرتا ہے "لو جی، زیان صاحب کے اندر کا جاسوس ایک نیا انکشاف کر کے ان تینوں لیڈیز کو ورطہ حیرت میں ڈال چکا تھا۔ تینوں بے یقین سا تاثر دیے بے قراری سے زیان کی سمت دیکھ رہی تھیں جسکا چہرہ صاف صاف شریر سی گدگدی سجائے تھا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" دادی تو دم بخود سی پوچھ رہی تھیں، جس پر زیان صاف صاف مسکرا کر سر اثبات میں ہلا رہا تھا اور اب تو زیان کے ایسے پر تپاک یقین پر آئرہ اور افراح بھی ہنس دی تھیں۔

"دادی آپ خود سوچیں، عریش کے سامنے کوئی لڑکی آئے اور اسکی گرل فرینڈ میں شمار ہونے سے رہ جائے، ایسا ممکن کب ہے۔ مجھے تو گڈ فیلنگز آ رہی ہیں کہ اپنا کھوتا مان جائے گا۔ آپ یہ کام جنت کو دیں، عنیہ سے کہتے ہیں کہ وہ جنت کو یہیں بلا لے "زیان کی بات نے تو گویا دادی کے چہرے پر بہار سجا دی تھی۔ عریش باہر ڈیکوریشن والوں کے ساتھ تھا اور اندر اس بچارے کو شاک دینے کا منصوبہ تیار ہو رہا تھا۔ ان سب نے باہر آ کر پہلے یہ سارا ماجرہ خضر کو بتایا تو وہاں بھی پہلے بے یقینی ابھری اور پھر شدید پیاری مسکان۔ عنیہ صاحبہ کو اشارہ ملنے کی دیر تھی کہ اس نے جنت کو کال کر کے گھر بلا لیا، سب ہی زیان کے آئیڈیا پر متفق تھے کہ جنت یہ بات خود عریش کو بتائے اور پھر اگر عریش کوئی اعتراض اٹھا بھی لیتا ہے تو سب وہیں مل کر اسے کنوینس کر لیں۔ خضر نے بھی سب

کو اوکے کا سائن دے کر اشارہ دے دیا تھا۔ بچارا عریش تو نجانے کس حد تک جھٹکا کھانے والا تھا، بس کچھ دیر تک جنت کی انٹری ہوتے ہی عریش پر بم پھوٹنے والا تھا۔

****

"کل آپ اور حرا ریڈی ہو جایئے گا ہم مری کے لیے نکل جائیں گے، ڈیڈ کو میں بعد میں منالوں گا۔ میں نے خضر بھائی کو بھی بتا دیا ہے کہ ہم کل دن تک پہنچ جائیں گے" دن کو مبشر نے یہ کہہ کر جہاں حرا کو پر جوش کیا وہیں مہرو کا چہرہ اس بات پر بجھ گیا تھا۔ مبشر نے کھڑکی کے پاس کھڑی مہرو کے پاس جا کر اپنی بازو انکے گرد حائل کیں تو حرا بھی موہنا سا مسکا دی۔

"تم اپنے ڈیڈ کی ناراضگی مول مت لو میری جان، تم جانتے تو ہو انکا غصہ" مہرو کا بجھا انداز بھلے حاوی تھا مگر وہ پیار سے اپنے پیچھے کھڑے مبشر کا چہرہ تھامے بولیں تو اب کی بار مبشر تلخ سا مسکرایا تھا، حرا صوفے پر بیٹھی فون پر گیم کھیلنے کے ساتھ ساتھ متوجہ یہیں تھی۔

" آپ بھی تو جانتی ہیں کہ میں آپکو اداس نہیں دیکھ سکتا، ہم بس ایک دن ہی رکیں گے۔ خضر بھائی کو بتایا ہے کہ ہم بس بارات تک رکیں گے۔ وہ مسکرا کر بولے کہ ٹھیک ہے۔ کتنے انڈرسٹینڈنگ ہیں وہ، اور ایک ضامن بھیا اور ڈیڈ ہیں کہ جان بوجھ کر تلخی کریٹ کرتے رہتے ہیں" مبشر کو ضامن کی بے رحمی سہنے کی عادت تھی مگر جلال کا سخت رویہ اسے خاصا دکھی کر رہا تھا۔ مہرو نے اپنے سب سے پیارے بچے کے لہجے کی تھکن بھانپ کر گردن موڑتے ہی رخ بھی اداس سے مبشر کی جانب پلٹا تو مہرو کی آنکھیں مسکرا دیں۔

" کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ تم اور حرا نہ ہوتے تو میرا کیا ہوتا۔ تم دونوں کی وجہ سے ہی آج مہرو زندہ ہے ورنہ بے رحمی سہہ سہہ کر ختم ہو چکی ہوتی" لہجے کی یاس بڑھی تو مہرو کا پھول جیسا چہرہ بجھ کر ہر طرف اندھیرا کر گیا۔ مبشر نے دلگیر انداز میں مہرو کو خود میں بھینچ کر میٹھی سی محبت بھری مٹھاس ماں کی پیشانی پر اتاری۔ حرا صاحبہ بھی مکمل لاڈو رانی بنے ہوئے بھائی اور مما کے بیچ کو دیں تو مبشر نے جاندار انداز میں اسے بھی خود میں سمیٹ لیا۔ بھلے وہ حرا جتنا تھا مگر حرا کے لیے بڑے بھائی کی شفقت بچپن سے دیتا آیا تھا۔ مہرو کی زندگی کسی تپتے صحرا کی مانند تھی تو حرا اور مبشر جیسے سایہ دار شجر بھی اس کملی کی تھکن طویل ہونے نہ دیتے تھے، اللہ بھی اپنے بندوں پر مہربان ہے اور یہ مہربانی ہم سب کی حقیر سوچ سے بہت بالاتر ہے۔

"ہم ہمیشہ آپکے ساتھ ہیں مما، آپ نے جس طرح ہر رشتے کا حق ادا کیا ہے ویسا کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ کی تربیت نے خضر بھائی کو بے مثال بنایا ہے، آپکی شفقت نے ہم دونوں کو اچھا ... آپ دیکھیے گا کہ

جلد بابا اور ضامن بھیا بھی آپکے مرتبے کو تسلیم کریں گے" حرا کی محبت تو اسقدر تھی کہ اسے اس دنیا میں اپنی ماں سے عزیز کوئی نہ تھا۔ وہ ماں جو اسکی ہم عمر لگتی تھی، اسکی سہیلی تھی۔ یہ دونوں شفقت اور احساس کے معاملے میں مہرو پر تھے، دونوں ٹونز تھے مگر ایک کی آنکھیں کالی اور دوسرے کی بھوری تھیں۔ اب تو مہرو نے خوشی ہمکتے انداز میں اپنی ان دونوں کائناتوں کو اپنے سینے میں سمولیا تھا۔ مبشر تو مما کا یہ پیار واپس جا کر بہت مس کرنے والا تھا، اسے ابھی بہت سا پڑھنا تھا۔ ڈاکٹر بننا اسکا خواب تھا اور وہ بلاشبہ ایک بہترین انسان کے ساتھ ساتھ رحم دل تھا۔

"ہمیشہ خوش رہو میری جان ہو تم دونوں" باری باری دونوں لاڈورانے بن کر مما سے پیار لے کر یوں مسکرا رہے تھے جیسے انکے ہاتھ قارون کے خزانے تک جا پہنچے تھے۔ مہرو جیسی ماں کسی خزانے سے کم نہ تھی۔ ضامن اور خضر کے ساتھ ساتھ وہ بے حس اور بدگمان شخص جلال بھی اس پگلی کی جان تھا مگر وہ بس اس دکھیاری کی جان لینا ہی پسند کرتا تھا۔ مہرو خوش ہو کر بھی خوش نہ تھیں کیونکہ آج انکا دل شدت سے ضامن کو یاد کر رہا تھا، وہ چاہتی تھیں کہ ضامن کہیں سے آئے اور وہ اسے سینے سے لگالیں اور کہیں جانے نہ دیں مگر ضامن احمد ایک پتھر بننے کے مراحل میں داخل ہو چکا تھا۔ اسے اب کسی ماں، کسی بھائی اور کسی بہن کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ مہرو کا غم ہر صورت دردناک تھا۔

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

"میم آپ نے تو دو دن بعد آنا تھا، کھانا لگواوں آپکا" مینا کو منور نے پہلی فلائیٹ سے واپس بھیج دیا تھا کیونکہ وہ کہیں نہ کہیں ان دونوں کے لیے واقعی سنجیدہ تھا۔ بلو جینز پر ٹائٹ براون شرٹ اور اوپر جیکٹ پہنے وہ ایک دم ماڈرن دیکھائی دیتی کھلے لمبے بال لہراتی مینا مینجر کی بات سن کر کچھ لمحے رکی۔

"نہیں، میرا آنا جانا میرے بس میں نہیں ہوتا۔ جب کھانا ہوا تو میں بتا دوں گی، میرا سامان رکھوا دیجئے میں ضامن سے مل کر آتی ہوں" مینا کا لہجہ بے لچک اور آواز خالی سی تھی۔ مینجر نے ہاں میں ہاتھ باندھے مودب انداز میں سر ہلایا تو مینا اسے کہہ کر گھر کے اندر داخل ہوئی۔ پورا گھر شاندار سے شاندار معیار سے مزین تھا، مینا کے چہرے کی سنجیدگی تب زائل ہوئی جب راہداری مڑتے ہی وہ سامنے سے آتے ضامن سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھ وہ اس تھکے سے ضامن کے سینے پر رکھتی بمشکل اس سے نہ ٹکرانے کی کوشش میں کامیاب ہوئی۔ نظریں ملیں اور دل میں سنسنی خیز سا دکھ ابھرا تھا۔ ڈارک پرپل ٹی شرٹ اور وائٹ ٹراوز پہنے ہوئے ضامن کے چہرے پر نیند کے ابھی بھی اثار چمک رہے تھے، گو یہاں اگلا دن بھی آدھا گزرنے کو تھا مگر ضامن آج سارا دن ہی سویا رہا تھا۔

"میں آنا نہیں چاہتی تھی مگر تمہاری مسیحائی کرنے کے سوا میرے پاس کوئی چوائز نہیں تھی، سر چاہتے ہیں کہ میں تمہیں کم از کم اکیلا مت چھوڑوں" اپنے ہاتھ ضامن کے سینے پر سے ہٹا کر وہ کچھ دور ہٹتی ہوئی ضامن کے بے جان انداز پر سپاٹ سی بولی۔ ضامن نے مینا کے چہرے کو بغور جانچا اور جو فاصلہ مینا نے اپنے اور اس کے بیچ بنایا تھا اسے ختم کرتا اسکے بلکل روبرو آیا۔ دونوں کی آنکھوں میں شدید الجھن اور بے بسی کا راج تھا، مینا کی آنکھیں یک دم ہی درد سے لبریز سی ہوئیں۔

"تمہیں مسیحائی نہیں کرنی چاہیے، مسیحائی کرو گی تو ضامن کی کمزوری بن جاو گی۔ بعض اوقات بھر جانے سے بہتر خالی رہنا ہوتا ہے" ضامن کے لہجے کی آہ و بکا مینا کے دل کو جکڑ گئی، وہ ان سانسوں کی تپش اپنی صورت پر پھیل کر سوگواری مچاتی محسوس کر کے مزید دلبرداشتہ سی ہوئی۔

"مجھے بس تمہیں تنہا نہیں کرنا، باقی اب میں نے ہر امید توڑ دی ہے" مینا کی بات میں چھپی یاس نے ضامن کا دل دکھایا تھا، ایک تلخ سا رنگ ضامن احمد کے چہرے پر اُمڈ چکا تھا۔

"مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے" ضامن کا دل اس جھوٹ پر اسے لان تان کرتے ہوئے چلا اٹھا، مینا نے دلخراش سی ہنسی ہنس کر بدلا پورا کیا اور پھر سے ضامن کی پتھر آنکھوں میں جھانکی۔

"مجھے پتا ہے، تمہاری ضرورت کسی جائز رشتے کہ پوری ہو گی بھی نہیں، میں تمہارا احترام کرتی ہوں ضامن کیونکہ تم نے مجھے میری اوقات سے بڑھ کر محترم رکھا ہے۔ تبھی تم سے ناراض نہیں ہوں، یہ واحد معاملہ ہے جس پر ضامن احمد حق بجانب ہے" مینا کی آنکھیں اس سے زیادہ تڑپی لگتی تھی، ضامن کا دل چاہا اس لڑکی سے لپٹ کر سارا رو لے مگر وہ سرد آہ بھرتا دو قدم پیچھے ہٹا اور چہرے کی تباہی ضبط کی۔

"ہاں، مجھے حق بجانب پر قائم رہنے دینا۔۔۔۔۔ فریش ہو جاو پھر کھانا کھاتے ہیں" ضامن نے اپنی بات کہتے ہوئے نظریں چرا لیں اور سرسری سا مینا پر نظر ڈالے سامنے سے غائب ہوا، مینا نے اسے جاتے ہوئے تاسف زدہ ہوئے دیکھا اور پھر بے بسی سے اپنا سر جھٹکتی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

****

"ویسے عریش یہ خبر سن کر شک ضرور ہو گا، ہے کہاں وہ۔ اور جنت آئی کہ نہیں" وہ سب لاونج میں تھے جب خضر نے کسی نئے حدشے کے پیش نظر کہا۔ دادی اور افراح پھر سے کچن میں تھیں جبکہ آئرہ، خضر اور عنیہ اب جنت کے منتظر تھے۔ زیان باہر عریش کے پاس کھڑا ساتھ ساتھ اپنی پر اشتیاق نظریں دروازے پر ٹکا چکا تھا۔

"جنت آپی پہلے تو مان ہی نہیں رہی تھیں بھیا، پھر میں نے مانیہ آپی کو کہا کہ انھیں بھیجیں۔ آتی ہوں گی" عنیہ تو ابھی کچھ دیر بعد ہونے والے دھماکے کے لیے سب سے زیادہ ایکسائٹڈ تھی۔ خضر نے ایک سنجیدہ نظر دونوں تجسس کی ماریوں پر ڈالے کندھے اچکائے تو عین اسی وقت دروازے کی بیل پر سب کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔ زیان اور عریش پہلے ہی لان میں تھے، زیان نے اپنے منہ پر بڑی مہارت سے معصوم سی مسکان سجائے رخ تھک کر کرسی پر بیٹھے عریش پر ڈالی جو دروازے کھولنے کے اشارے پر باقاعدہ منہ بسوڑ چکا تھا۔ ڈیکوریشن والے اپنا کام مکمل کر کے جا چکے تھے، دادی کا پورا گھر پیلے اور سرخ پھولوں سے سج کر فرحت بخش لگ رہا تھا۔

"گھر کے چھوٹے تو دروازے کھولنے کے لیے ہی رہ گئے ہیں" عریش کی مسی صورت پر زیان نے بمشکل ہنسی دبا کر گھر کے اندرونی گیٹ پر دیکھا تو افراح، عنیہ، دادی اور آئرہ کے ساتھ ساتھ خضر بھی دھیمی چال چلتے باہر آ چکے تھے۔ زیان نے سب کو انگوٹھا ہوا میں لہرا کر سگنل دیا، دادی تو ابھی بھی سخت بے چین تھیں جبکہ آئرہ اور عنیہ تو باقاعدہ جو ہونے والا تھا اس کے لیے شدید پرجوشی سے مسکا دی تھیں۔

عریش نے اپنی شرٹ ٹھیک کی اور فون جینز کی پاکٹ میں گھسانے کے بعد گیٹ کے قریب گیا تو جنت کا سر دیکھ کر ہلکی سی مسکان سجائے دروازے تک گیا اور کھول کر وہیں دروازے سے جم کر کھڑا ہوا۔ سامنے جنت تو تھی

مگر وہ سر اور نظریں جھکائے ہوئے دروازہ کھلتے ہی اپنا چہرہ اٹھائے عریش کو خاصی کنفوز اور اداس سی لگی۔

عریش نے ایک نظر جنت کے سراپے پر ثبت کی، گہری نیلی نفیس سی قمیص کے نیچے سفید ٹراوز جن کے کنارے شیشے کے کام سے مزین تھے۔ شانوں پر پھیلا وہ ستر نگی لیس دار آنچل۔۔۔ اپنے ہاتھوں کو مڑورتی ہوئی سخت بے چین۔۔۔ مسکرائی نظر چہرے پر گئی تو تھمنے کے باوجود تھم نہ پائی، بنا کسی منصوعی حسن کی زیادتی کیے وہ گلابی ہونٹوں والی جنت اور کاجل سے اٹی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں جن کی بے تابی نے ارد گرد کے منظر پتھر کر دیے تھے۔ عریش اسکا مکمل جائزہ لینے کے بعد دروازے کو چھوڑ کر اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے شریر ہوا۔

جنت تو یوں تھی گویا ابھی گر جانے والی تھی، گھبراہٹ کے مارے اسے اپنے ہاتھ پیر پھولے اور دھڑکن تیز گام سئ سنائی دے رہی تھی۔ عریش کی آنکھیں وہ کھوجتی جاتی تو شاید خود ہی گر کر فنا ہو جاتی۔

"شرم و ادا کی فیکٹری آئی ہے، لو جی آج تم خالی ہاتھ آگئی۔ یہ تو غلط بات ہے ناں میں تو سوچ رہا تھا جنت اس بار قورمہ لائے گی" عریش کے ایسے منچلے اور گداز انداز پر گھر کے لان میں موجود ہر فرد کے چہرے پر تو ہنسی دوڑی ہی تھی مگر جنت تو سر جھکائے زمین کو گھورنے میں لگ چکی تھی۔

"وہ مجھے، مجھے" جنت کی زبان نے اس ماہ گل کے آگے خودکشی کر لی، اس سے پہلے کہ عریش صاحب اسے مزید تنگ کرتے۔ دادی خود دلگیر سی مسکان سجائے دروازے تک آئیں۔

"آو جنت میری جان، کھلادی گی قورمہ بھی اندر تو آنے دے اسے تھانیدار کہیں کے" دادی جان نے جنت کی بے تاب اور گھبرائی صورت دیکھ کر پوتے کی ٹانگ کھینچتے ہوئے جنت کو ساتھ لگایا اور اندر بڑھ گئیں جہاں سبکی پر شوق نگاہیں منتظر اور بے تاب تھیں۔ عریش صاحب بھی کھسیانی ہنسی ہنستے دروازہ بند کیے دادی کے ہمقدم ہو کر پیچھے ہی لان تک چلے آئے، اب جو یہاں ہونے والا تھا اس سے عریش کے علاوہ سب آگاہ تھے تبھی سبکی ہنسی کی شدت میں خاصی کمی آچکی تھی۔ جنت سب سے ملی تو اسکی گھبراہٹ کچھ زائل ہوئی، آئرہ اور افراح نے تو باقاعدہ اسے گرم جوشی سے گلے لگایا اور اندر بڑھ گئیں۔

افراح نے آنکھوں ہی آنکھوں سے مسکرا کر خضر، آئرہ، زیان اور عنیہ کو کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا تو عریش کی پکڑ میں آگئی۔ عریش کی مشکوک نظریں ان پانچوں کو ایک کے بعد ایک کر کے روم میں جاتا دیکھ کر اب خاصا بے چین ہوا تھا۔ اس سے پہلے کے عریش اپنا شک دور کرنے انکے پیچھے جاتا، دادی نے عریش کو بازو سے پکڑے صوفے پر بٹھا دیا اور اپنے ساتھ کھڑی دبکی جنت کو بھی عریش کے ساتھ بیٹھانے کے بعد خود دوسرے صوفے پر انکے مقابل جا بیٹھیں۔ عریش کی چھٹی حس اسے کسی بڑے خطرے کی اطلاع دی رہی تھی کیونکہ باقیوں کے ساتھ ساتھ اسے دادی کا رویہ بھی خاصا پر اسرار لگا تھا۔

خضر، آئرہ، عنیہ، افراح اور زیان کچھ دور اپنی سماعتیں اور نگاہیں باہر ہونے والے سین پر مودب ہو کر ٹکا چکے تھے۔ عریش نے ایک نا سمجھتے پن کے سنگ ایک نظر اپنے ساتھ پتھر بنی جنت پر ڈال کر دادی کو دیکھا جو ایک دم سنجیدہ ہو چکی تھیں۔

"آں، سب ٹھیک تو ہے۔ کیا کچھ ہوا ہے دادی؟" عریش کا چہرہ بھی فکر مند سا ہوا اور وہ دادی کو تائید طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے استفسار کر رہا تھا، دادی نے سر کو ہلکی سی جنبش دی اور ایک لمبا سانس لے کر اپنا رخ ان دونوں کی سمت کیا۔

"عریش، میں نے تیرے لیے ایک فیصلہ کیا ہے۔ بنا تجھ سے پوچھے، صرف اس بھروسے کہ میرا بچہ اپنی دادی کو مایوس نہیں کرے گا" دادی کا یوں جنت کی موجودگی میں تمہید باندھنا عریش کے ماتھے کی رگیں تان چکا تھا، اسے شدید تشویش لاحق ہوئی جب اس نے ساتھ بیٹھی جنت کو اپنا ہاتھ عریش کی طرف بڑھاتے دیکھا۔ وہ اسے انگوٹھی دیکھا رہی تھی مگر عریش ابھی بھی کچھ نہ سمجھا، شدید جھنجھلاہٹ زدہ ہو کر وہ دادی کی سمت منتظر نگاہیں پھیرے بے چین ہوا۔

"دادی پلیز، جو ہے صاف صاف کہیں۔ کیسا فیصلہ" جس قدر عریش کے چہرے پر ہنسی سجتی تھی آج یہ الجھن زدہ سنجیدگی نے بھی اتنی آفت مچادی تھی، وہ پانچوں بھی اب زرا سنجیدہ تھے کیونکہ عریش کا ریکشن کچھ بھی ممکن تھا۔

"میں نے تمہاری اور جنت کی منگنی کردی ہے" دادی کے الفاظ ایک لمحے کو عریش کا دماغ سن کر گئے اور وہ بے اختیار اپنی جگہ سے کھڑا ہوکر پتھر بنا۔ دادی بھی اٹھیں تو وہ نڈھال سی جنت بھی دل کے خدشے مزید بڑھاتی کھڑی ہوگئی، باقی پانچوں بھی سرعت سے ان تینوں تک پہنچے۔

"کیا؟۔۔۔۔ یہ کیا کردیا، مجھ سے پوچھے بنا آپ نے۔۔۔" عریش کا تاثر غصے کے بجائے شدید رنجیدگی لیے ہوئے تھا، دادی کا چہرہ بھی اترا جبکہ خضر نے عریش کے کندھے پر ہاتھ رکھے اسے دیکھا تو وہ شدید دکھی ہوا۔

"دادی نے جو کیا ہے، وہ تمہاری بہتری کے لیے کیا ہے۔ جنت بہت اچھی ہے، اور تمہارے ساتھ بہت سجے گی۔ تمہیں اگر یہ اعتراض ہے کہ دادی نے تم سے پوچھے بنا یہ کیا تو کچھ بھی ریکشن دینے سے پہلے یہ یاد رکھنا کہ وہ تم پر حق رکھتی ہیں" خضر کے لہجے کی مضبوطی نے عریش کے چہرے سے ہر تاثر غائب کیا، جنت تو شدید خدشے سے دوچار ہوئی کھڑی تھی جسے افراح نے بہت پیار سے اپنے ساتھ لگا رکھا تھا۔

"ہمم، حق رکھتی ہیں۔ لیکن میں شادی اور منگنی کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔۔۔۔۔۔اور جنت ؟اس سے کسی نے پوچھا۔۔۔بتاو جنت۔ تم نے کیسے مجھ جیسے شخص کے لیے ہاں کی۔۔۔۔، دیکھیں آپ سب پلیز کسی کو یوں زبردستی باندھنا تو غلط ہے ناں" عریش تو شدید باولا ہو کر اس پہلے سے سہمی جنت کو سختی سے دیکھنے کے بعد اپنی تاسف زدہ نظریں اور لرزی آواز پر قابو نہ کر پایا تھا۔ دادی کے کچھ کہنے سے پہلے ہی زیان نے اس بپھرے عریش کو اپنی پوری طاقت سے جھنجوڑ کر پرسکون کیا۔

"وہ تم کو چاہتی ہے عریش، تم بتاو" ایک لمحے میں زیان نے جنت اور عریش دونوں کو صدمے سے دوچار کر دیا تھا، جنت کو لگا وہ اب وہیں گر جائے گی۔ ایک تو اسکی محبت کا یوں اظہار اور اب عریش کے انکار کر دینے کا خدشہ اسکی سانس روک چکا تھا۔ عریش نے سب کے چہروں کو ہونق زدہ ہو کر باری باری دیکھا اور زیان کی گرفت سے اپنا آپ چھڑوائے جنت کی طرف مڑا جو عریش کے بجلی کی رفتار سے قریب آنے پر واقعی سن ہو گئی تھی، سب اب تشویش زدہ سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کیا یہ سچ ہے جنت؟" عریش کے لہجے کی کڑک اور بے رحمی نے جہاں باقی سب کا سانس خشک کیا وہیں جنت کی آنکھیں نمی سے بھرتے ہی نمی زائل کرنے لگیں۔ جنت کا جھکا چہرہ مزید جھکا مگر آنکھوں کی نمی اسکے گلابی رخساروں پر ڈھلک آئی تھی۔ زیان اور دادی نے بولنا چاہا مگر عریش نے سب کو سختی سے چپ رہنے کا کہہ کر اپنی آتشی غصے سے بھری نظریں جنت پر گاڑیں

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں" عریش کا لہجہ شدت کاٹ دار ہوا اور وہ جنت کی خاموشی پر شدید قسم کا چڑ چکا تھا۔

"عریش آرام سے" افراح نے عریش کو اس بد تہذیبی پر ڈپٹا مگر عریش فی الوقت صرف جنت کے منہ سے سچ سننا چاہتا تھا۔

"بولو جنت۔۔۔۔۔۔" اب کی بار عریش سمٹی سی آواز میں دھاڑا تو جنت نے اپنی روئی سی آنکھیں اٹھا کر عریش کی ناقابل برداشت برہم صورت دیکھی اور بنا کچھ کہے پلٹ گئی مگر سب ہی ساکت ہوئے جب عریش اس رو کر بھاگتی جنت کا ہاتھ شدید انداز سے پکڑے اسے اپنے مقابل لا چکا تھا۔ دادی، عنیہ تو خود عریش کی اس حرکت پر رنجیدہ ہوئیں، مگر زیان نے سب کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"دادی اسے کہیں مجھے چھوڑے، مجھے درد ہو رہا ہے" جنت نے رو کر اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنی جکڑی بازو نکالتے ہوئے شدید تڑپی آواز میں کہا تو اب دادی سے بھی عریش کی ایسی بے رحمی دیکھی نہ گئی تھی۔

"عریش، چھوڑ اسے" دادی کو عریش نے دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر نفی میں سر ہلا کر کچھ دیر خاموشی کی التجاء کی تو دادی روہانسی سی ہو کر رک گئیں۔ عریش کی خونخوار نظریں سخت اور گرفت نرم ہوئی تو جنت نے بازو نکالنی چاہی مگر ابھی بھی وہ اس میں ناکام تھی۔

"آپ سب پلیز دومنٹ کے لیے چپ رہیں، مجھے اس سے پوچھنے دیں کے اس نے کس کی اجازت سے مجھے چاہا" اب تو خضر کو بھی عریش کی یہ بد تہذبی ایک آنکھ نہ بھائی تھی مگر نا جانے عریش نے کیا اشارہ کیا کہ خضر اپنی ہنسی بمشکل ضبط کرتا ہلکان سی دادی کو اپنے ساتھ لگا گیا۔ تو گویا عریش صاحب یہ ڈرامہ کر رہے تھے، زیان، آئرہ، افراح اور عنیہ نے بھی عریش کی آنکھ دیکھ کر بمشکل مسکراہٹ ضبط کی۔

"دادی، یہ اپکا نمونہ ڈرامہ کر رہا ہے۔ رک جائیں" خضر نے بہت مہارت سے دادی کے کان میں سرگوشی کی جس پر دادی کا دل اپنا ہی سر کسی دیوار کو دے مارنے کا کیا تھا۔ جنت کا رونا اب کسی سے بھی نہیں دیکھا گیا نہ ہی عریش اسے مزید رلانا چاہتا تھا۔

"بولو جنت" اب کی بار عریش ایک دم غصے سے چلایا تو جنت نے شدید دلخراش انداز سے اپنے آنسو پونچھے اور خود کو نارمل کیا۔

"بہت برے ہو تم، چھوڑو مجھے۔ جنت نے تمہیں نہیں چاہنا" روتی ہوئی جنت پر تو عریش کا دل چاہا اپنا سب وار دے، اسی لمحے عریش کے چہرے پر تازہ سی بہار اڈتی تو دادی نے بے قراری سے آگے بڑھ کر عریش کے لمبچو کان پکڑ کر گھورا تو سب ہی کہ دانت باہر نکلے، سب کو ہنستا دیکھ کر جنت بھی شاکڈ ہوئی اور پھر عریش کی مسکان دیکھ کر مزید رو دی۔

"ڈیٹس لائک گڈ گرل، یہی تو کہہ رہا ہوں کہ میں اس معاملے میں بہت برا ہوں۔ اب تم پھنس گئی ہو تو یوں روز روز رونے کی عادت ڈال لو" جنت کو ایک لمحہ لگا اور اس عجوبے کا سارا ڈرامہ منظر عام پر آگیا، سب کے ساتھ ساتھ اب دادی بھی اس چھچھورے کو منصوعی سی چپت رسید کیے اس ہلکان اور پریشان سی جنت کو اپنے ساتھ لپٹا گئیں۔ سب کے چہروں پر شریر سی مسکان سجی تو جنت نے کھا جانے والے انداز میں عریش کو دیکھا جو کن آنکھیوں سے جنت کو نثار ہوتی نظروں سے دیکھ رہا تھا، دل تو اسکا عریش کے سر کو کچلنے کا کیا تھا مگر وہ عریش کے ایسے انوکھے راضی ہونے پر فدا بھی ہوئی تھی۔

"ھاھا بھیا آپ نے تو جان نکال دی تھی۔ ہماری بھی اور جنت آپی کی بھی" عنیہ بھی قہقہہ لگائے اپنے عجوبے بھائی پر فدا ہوئی۔ خضر، آئزہ، زیان اور افراح نے بھی باری باری اس شوخے عریش کو شرارتی انداز میں چپتیں رسید کیں، آج تو عریش کے چہرے کا رنگ قابل تعریف تھا۔

"اس کھوتے کی طرف سے میں معافی مانگتی ہوں میرا بچہ، بس پرسوں آئزہ اور خضر کی شادی پر تم دونوں کا بھی نکاح ہو گا۔ دیکھنا پھر ہم سب مل کر اس نمونے کی پھینٹی لگائیں گے" دادی کے معصوم انکشاف پر زیان اور عنیہ نے جو شیلی سیٹی مار کر ماحول کو خوشگوار کیا۔ جہاں جنت نکاح کا سن کر لرز اٹھی وہیں عریش ایک آنکھ اچک کر معنی خیزی سے جنت کو دیکھ کر ہنسا تو بچاری ڈر کے مارے دادی کے سینے میں سمٹ گئی۔ سب ایک دم پرفیکٹ ہو کر مزید خوشیوں کا سبب بن گیا تھا، اب تو ایک کے بجائے دو شادیوں کا سوچ کر ہی ہر چہرہ گلزار ہو گیا تھا۔

****

"تم لوگ کن کے لیے کام کرتے ہو، پاکستانی ہو کر تم لوگوں کو ایسا شرمناک کام کرتے ہوئے غیرت نہیں آئی" یہ ایک بند انویسٹیگیشن روم تھا جہاں ہزل سیاہ وردی میں ملبوس ہوئے ان دو پکڑے جانے والے لوگوں کے سامنے کرسی گھسیٹ کر بے حد لرزا خیز انداز میں دھاڑے تھے۔ کچھ دن ان لوگوں کو ریمانڈ پر رکھا گیا تھا اور آج ہزل خود ان دونوں سے تفتیش کرنے آئے تھے۔ یہ روم میں ستارہ ہیڈ کوارٹر کا ایک خفیہ انویسٹیگیشن روم تھا جہاں ہزل انجم کے علاوہ پانچ گارڈز موجود تھے۔ انگلینڈ کی بلڈ نامی تنظیم کے لیے یہ دو لوگ بلکل خطرناک نہ تھے کیونکہ یہ ان لوگوں کے بس دو مہرے تھے جن کو کچھ علم نہ تھا۔

"ہم آپکو بتا چکے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں پتا، ہمیں بس پیسہ ملا تھا۔ ہم نے وہ لیپ ٹاپ بھی کہاں دینا تھا یہ سب بھی ہمیں بعد میں بتایا جانا تھا" ان دونوں اچھے بھلے پڑھے لکھے لڑکوں میں سے ایک نے بمشکل بولنے کی مشقت اٹھائی تو ہزل اپنے دھیمے مزاج کے خلاف اسکی گردن دبوچ چکے تھے۔ انکا بس چلتا تو ان دو بے کار لوگوں کو بھی ہاشم بخت کی قبر میں گاڑ آتے، دونوں کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔

"جس ملک نے تم لوگوں کو اپنے اندر سمویا، اسکے ساتھ غداری کرتے ہوئے ایک بار بھی تم لوگوں کے سینے نہیں کانپے" ہزل انجم ان دونوں پر شدید تنقید زدہ نظر ڈال کر بر ہم تھے اور ان دونوں کے جھکے چہرے صاف صاف پشیمانی کا پرچار کر رہے تھے، ہزل کا چہرہ ہلکے اندھیرے میں تھا اور ان دونوں کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔

"پلیز ہمیں چھوڑ دیں سر، ہم لالچ میں آ گئے تھے" اب کی بار دوسرے نے شدید تکلیف زدہ التجاء کی تو اب کی بار ہزل نے دونوں کو شدید حقارت سے دیکھا تو دونوں کے خلق تک سوکھ گئے۔

"تم دونوں ہماری مدد کرو ورنہ یہیں ساری زندگی اس کال کوٹھڑی میں ہی رہو گے یہ سب تم لوگوں تک کیسے پہنچے، وہ لوگ ملنے آتے تھے یا کال کرتے تھے۔ کسی کا نام، خفیہ کوڈ نیم یا کچھ بھی" ہزل انجم کا تنا چہرہ صاف صاف شدید ناپسندیدگی کی ترجمانی کر رہا تھا۔ وہ دونوں کچھ لمحے کو خاموش ہوئے شاید ذہن پر زور دے رہے تھے۔

"وہ وی آئی پی نمبر سے کال کرتے تھے، باس کا نام زی اے ہی بتایا گیا ہے۔ ہم ان کے علاوہ اور نہ کسی کو دیکھا ہے نہ کسی کا نام سنا ہے۔ وہ سب بہت پاور فل ہیں، اگر ہم انکی بات نہ مانتے تو وہ ہم جیسے کئی اور پھنسا لیتے، سر پلیز

ہم پر رحم کریں" ہزل انجم نے بہت توجہ سے ساتھ گارڈ کو اشارہ کیا جو اس کوڈ نیم کو اپنے سپیشل ٹیب میں پٹ کرنے کے بعد کچھ دیکھنے کا منتظر تھا۔

"تم لوگ رحم کے ہرگز قابل نہیں ہو، محض پیسے کی حوس نے تم لوگوں کو جانور بنا دیا ہے۔ تم لوگ بھی اس غداری میں برابر کے ملوث تھے جسکی سزا کم سے کم عمر قید ہے" بندھی آنکھوں کے باوجود ان دونوں نوجوانوں کو لرزتا چھوڑے ہزل اس ٹیب والے گارڈ کو لے کر باہر نکل گئے، ایک لفٹ کو عبور کرنے کے بعد وہ چند کوریڈور پار کرتے ہوئے مین آفس تک پہنچے تو وہ گارڈ بھی ہمراہ ساتھ آفس آیا۔ ہزل نے اپنی منتظر نظریں مقابل جمائیں۔

"سر، اس کوڈ کا فی الحال ہمارے پاس کوئی کرمینل ریکارڈ نہیں ہے۔ محض کوڈ نیم ہمیں اس انسان تک نہیں پہنچائے گا" ہزل اسکی بات سن کر کسی گہری سوچ کے زیر اثر سینے پر ہاتھ باندھے متجسس ہوئے۔

"آں ہاں، تم تلاش جاری رکھو۔ غداری کے سارے کیس چھان مارو، آج تک کی تمام منظر عام ہر آئی غیر ملکی ایجنسیوں اور تنظیموں کا سراغ لگاؤ۔ ہمیں اگلے کیس سے پہلے یہ معاملہ حل کرنا ہے، ستارہ ایکٹیو ہوتے ہی کام پر لگ جائے گی مگر میں چاہتا ہوں کہ ان کے آنے سے پہلے ہم اپنی تیاری مکمل کرلیں" ہزل انجم کی کڑک اور

پر اعتماد آواز پر وہ آفیسر سرعت سے اثبات میں سر ہلائے باہر نکل گیا، ہزل انجم کو اب اس کوڈ نیم کی گتھی ہر صورت سلجھانی ہی تھی۔

****

"تم نے یہ ستم کس لیے ڈھایا خود پر، فیملی کے بنا ہم ادھورے ہیں" وہ دونوں شام کی گہری خاموشی کے سنگ ٹیرس پر کھڑے بے تاثر تھے جب مینا کی بجھی سی آواز نے کچھ فاصلے پر کھڑے ضامن احمد کے وجود میں سنسنی دوڑائی۔ مینا خود اس تنظیم کا حصہ بننے کے بعد ایک بار بھی گھر نہیں گئی تھی، اور اب جب اسے پتا چلا کہ ضامن سب سے تعلق بھی توڑ گیا ہے تو اسے سن کر حقیقی رنجیدگی ہوئی تھی۔

"مجھے سہاروں پر رہنا ہوتا تو شاید ضامن آج آکسفورڈ کی یونی کا کوئی گریجویٹ سٹوڈنٹ ہوتا، سہارے ہی میرا اصل رنج ہیں۔ میں ایک عام انسان ہوتا تو یقیناً ایک عام طور سے زندگی گزارنے پر خود کو اکسا لیتا، مجھے سکون سے وحشت اور بے سکونی سے انس ہے۔ میں پتھر ہوں لیکن پھر بھی خود سے جڑے ان اپنوں کی تکلیف مجھ پر گراں ہے، میں نہیں چاہتا کہ میرے سفر کے بیچ کوئی میری کمزوری رکاوٹ بنے۔ مرنا تو ایک دن ہے، کیوں ناں

ایسے مر اجائے کہ کسی کو آپکے جانے سے اتنا غم نہ ہو۔ سب یہی کہیں کہ چلو جان چھوٹی" سیاہ رنگ میں لپٹا ضامن خود بھی اندر تک سیاہی سے اٹ رہا تھا، مینا کا دل ضامن کی باتوں سے لرزا تو اسے اس سامنے کھڑے شخص کی ذہنی حالت مخدوش لگی، بے قراری بہت بے اختیار تھی جس کے سنگ وہ دو لمحے میں اپنے اور ضامن کے درمیان کا فاصلہ طے کرتی اس کے روبرو جا کھڑی ہوئی۔ دونوں کی تشنہ نگاہیں ایک سے بڑھ کر بے رحم تھیں۔

"تم اسی لیے مجھ سے دور ہو، تمہیں لگتا ہے مینا بھی تمہاری کمزوری بنے گی۔ نہیں بنوں گی، آزما لو" مینا کا مضطرب چہرہ اور بے قرار آنکھیں ایک لمحے کو ضامن کے دل میں ہلچل مچا گئیں مگر وہ جان بوجھ کر فرار کرتا ہوا کچھ دور ہٹ کر بے آس ہو کر گردن موڑ گیا تھا۔

"تم کمزوری نہیں، سیدھی سیدھی موت بنو گی" ضامن ترکی بہ ترکی رونکھا ہو کر بولا تو ستمگر لگا، مینا کا اصرار ماندھ ہوا تو وہ جل تھل کرتی رنجیدگی کے سنگ اپنی نگاہیں بھی پھیر گئی۔

"ضامن، کیا تم کو نہیں لگتا کہ موت ہماری زندگی سے بہتر ہے" رخ پھیرے ہی مینا کی آواز کا لرزا ضامن کو بھی توڑ کر رکھ گیا تھا۔ دونوں کے بیچ پھر سے ویسا ہی فاصلہ تھا، دونوں طرف ضبط کی کوشش میں آنکھیں لال ہوئیں تھیں۔

"لگتاہے، لیکن یہ میری اور تمہاری اپنی چوائز ہے" ضامن نے بظاہر ویران چہرے کے باوجود آواز میں آن کھے دکھ کی جھلک نمایاں ہوئی۔

"میں جینا چاہتی ہوں، بھلے ایک دن ہی سہی۔۔۔۔" بے تاثر انداز میں مینا نے سامنے زرد آسمان کے کسی غیر مرئی نقطے پر نظر جما کر کہا تو لہجے میں شدید تلخی اور تاسف عود آیا، ضامن کا دل چاہا کہ اس بات پر شدید قہقہے لگائے۔

"ہم جیسے جینے کی کوشش میں موت کے مزید قریب پہنچ جاتے ہیں، جینے کی خواہش محبت کی نشانی ہے۔ اور محبت کا ہونا ایک دوسرے کو پانے کی طلب جگائے گا، یہ طلب نہ مجھے راس ہے نہ تمہیں، جیتے جی مر جانے سے بہتر یہ ہے کہ محروم و بے قرار رہ لیا جائے" ضامن کے سفاک لفظ، مینا کے وجود پر بجلی گرانے میں ماہر تھے۔ ضامن کہہ کر واپس مڑا تو مینا بے قراری سے اس تک پہنچی، دونوں نے بے اختیار ایک دوسرے کی سمت دیر تک دیکھا۔

"یہ ظلم مت کرنا ضامن" مینا اسکی بازو پکڑے التجاء کر اٹھی۔

"ظلم تو وہ ہے جو تم یوں قرین آکر کرتی ہو، مجھے رشتوں سے خوف آتا ہے مینا۔ جب کوئی ضامن کو محبت سے دیکھتا ہے تو میں کانپ جاتا ہوں کہ میرے بعد اس پر کیا بیتے گی۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر تم تک آگیا تو اور کسی شے

کے قابل نہ رہوں گا۔ ہم محبت کے لیے بنے بھی تھے تو اب بس مشینیں ہیں، ربورٹ ہیں اور ہمیں یہی رہنا ہے" وہ بہت دکھ سے اپنی بازو چھڑوا کر لرزی آواز میں مینا کو ایک ایک لفظ واضح کرتا بہت رفتار سے پلٹا تھا، اسکے جاتے ہی مینا کی شفاف آنکھیں نمی سے اٹ کر نمی کا جہاں بن گئیں۔

****

"تم دونوں ابھی سے فائنل کر لو سب، بعد میں لڑتے دیکھائی دیے تو بہت کٹ پڑنی" مایوں کا چھوٹا سا فنکشن اپنے عروج پر تھا۔ مانیہ بھی کچھ دیر آئی تھی مگر پھر فاحد نے رونا شروع کر دیا تو وہ دادی کو بتا کر واپس چلی گئی تھی۔ جنت اور عریش کی طرف سے اسے ابھی بھی گہری فکر لاحق تھی۔ سب ہی لاونج میں آئرہ ور خضر کو ہلدی لگانے کی رسم کر رہے تھے جب زیان نے مسکرا کر منہ بنائے بیٹھے عریش اور جنت کو دیکھ کر ان دونوں کے خطرناک ارادے بھانپتے ہوئے مشورہ دیا جس پر عریش اب اٹھ کر خضر کے ساتھ بے حد شرارت سجائے بیٹھ چکا تھا۔

عنیہ اور افراح تو کھانے کا کام مکمل کرنے کے بعد پیاری سی تیار ہو کر آچکی تھیں۔ دادی نے بھی براون بے حد نفیس نیا جوڑا پہن کر لشکارے مارنے شروع کر دیے تھے، آئرہ تو پیلے اور نارنجی شرارے میں اپنی شربتی

آنکھوں کے عکس کے سنگ غضبناک حد تک خوش دلی سے مسکرا رہی تھی۔ خضر صاحب بھی آج زرا عادت کے برعکس ہاف وائٹ سوٹ میں وجاہت کا اعلی شہکار بن کر زیان اور عریش کی شرارتوں پر مسکرا رہے تھے۔

"بھئی میں پہلے بتادوں کہ میں اپنی درجن گرل فرینڈز کو چھوڑ کر انکا دل نہیں توڑنے والا، یہ بیوی ہو گی تو گھر ہو گی بھئی "عریش کی مستی میں ڈوبی فرمائش پر دادی کے ساتھ بیٹھی جنت نے منہ بسور کر عریش کو دیکھا جو اسے اب مکمل ڈھٹائی سی آنکھ مار گیا اور یوں سب کے سامنے عریش کی اس حرکت پر بچاری سمٹ کر رہ گئی، جہاں سب ہنسے وہیں عریش کی مسکراہٹ کی دلفریبی نے بھی ہر سو رنگ بکھیرے تھے۔

"بس بچو پھر تم ان ساری لڑکیوں کے ساتھ ساتھ بیوی سے بھی پٹنے کے لیے ریڈی ہو جاو، جنت تم دیکھ لو ہم تمہیں ایک بگھڑا عریش دے رہے ہیں۔ اسکو سدھارنا اور لائن پر لانا تمہارا کام ہے "ہلکی سی شوخی کے سنگ اب افراح اٹھ کر ٹیبل سے مہندی کی کون اٹھا کر آئرہ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ساتھ ساتھ جنت کو ایک مخلصانہ تجویز اور ٹاسک بھی سونپے ہنسی تھی۔ جنت تو اس عریش کے پوز دیکھ دیکھ ہلکان تھی، پر جو بھی تھا۔ دل تو اسکا عریش کا ہی تھا، وہ ممکن تھا کہ جلد عریش کو بھی اپنا بنانے میں کامیاب ہو جائے گی۔

"بس کر دو، کیا ہمیں پیلا کر کے رکھ دیا ہے" سب ہی اب عریش اور زیان کو دیکھ کر ہنسے جو بچارے خضر کے منہ اور ماتھے پر بھر بھر کر ہلدی لگا کر اب اسکے ناک کو نشانہ بنا رہے تھے۔ خضر کی معصومیت میں لپٹی دہائی پر افراح کے ساتھ بیٹھی شر میلی سی آئرہ بھی مسکرا دی۔ افراح کو مہندی تو لگانی نہیں آتی تھی مگر وہ بس اسے ہلکی سی گول سر کل والی لگا کر اسکے گرد نقطے ڈال رہی تھی۔

"ھاھا برادر، آپ تو ابھی سے ڈر گئے۔ ابھی تو رنگوں کی برسات باقی ہے" عریش کا تو بس چلتا خضر کو ہلدی میں ڈبکی لگوا دیتا، عریش کی آفت خیز کان میں گھس کر کی جانے والی سر گوشی پر خضر کے چہرے پر بھی ضبط کی ہوئی بہار کا عکس ابھرا۔ نظریں آئرہ سے ملیں تو دل میں ایک ساتھ کئی سر گوشیاں کرتی اتر گئیں۔ آئرہ کی بس گال پر ہلکی ہلکی ہلدی تھی اور باقی اسکی بازو پر لگی تھی۔ خضر بچارا تو دو آفت کے پر کالوں کے ہتھے لگ کر ہلدی سے اٹ کر پھر بھی بہت پیارا اور نیارا الگ رہا تھا۔

"ڈونٹ وری، یہ برسات تم پر بھی اترنے والی ہے" زیان نے عریش کی بات کا جواب میدان میں چھلانگ لگائے دیا تو اب عریش نے مہکتی نشیلی نگاہیں دادی اور عنیہ کے ساتھ بیٹھی جنت پر ڈالیں جو ابھی بھی شدید شکوہ کرتی آنکھون سے ہمکلام تھی۔

"بھئی بس کریں میرے خضر بھیا کو اتنا تنگ نہ کریں، ڈونٹ وری میں آپکا فیس کلئیر کرتی ہوں رکیں" بچارے خضر کو اس ہلدی سے بے چین دیکھ کر بھیا کی لاڈلی فورا سے پہلے ٹشو باکس سے زیادہ سے ٹشو لیے زبردستی زیان اور عریش کو مزید شرارت سے روک چکی تھی جس پر اب خضر واقعی پیارا مسکرایا تھا۔

"شکر ہے کسی کو میرا خیال بھی آیا ہے، ریمو واٹ جونئیر" خضر نے گویا سکھ کا سانس بھرتے کہا تو عنیہ ہنستی ہوئی اب خضر کے چہرے سے لگی ہلدی اتار رہی تھی۔ ہلدی ابھی سوکھی نہیں تھی اس لیے فورا اتر گئی تھی۔ دوسری طرف افراح نے آئرہ کے دونوں سیدھے ہاتھوں پر مہندی لگانے کے بعد اب جنت کو لگانی شروع کی جو بہت پیارا سا مسکرا کر مہندی لگتے دیکھ رہی تھی۔

"اللہ سے دعا ہے کہ وہ میرے گھر کی ان ساری خوشیوں کو سلامت رکھے، آمین" اپنے ارد گرد اپنے ستارے اور اپنے پیارے بچے دیکھ کر جو رشک کنیز دادی کو لاحق تھا، اسکی مثال ملنا ناممکن تھا۔ دادی کے کہنے کی دیر تھی کہ سب کی جان نثار سی نگاہیں آمین کی صورت دادی کی جانب اٹھیں اور سب کے چہروں پر والہانہ آسودگی کا رنگ گہرے سے گہرا ہوتا گیا۔

"آمین ثم آمین، ایسا ہی ہو گا میری ڈائنامائٹ دادی جان۔ لیکن اس لاڈلی چھوٹی بہو کے آتے ہی آپ مجھے نہ بھول جانا۔ یو نو کہ میں کتنی جلدی جیلس ہو تا ہوں۔ لو گو! تم بھی سن لو" عریش صاحب ہوں اور دادی کو زرا بھی ایموشنل ہونے دیں، ایسا کب ممکن تھا۔ فوراً سے پہلے دادی کی دوسری طرف جا کر بیٹھتے ہی وہ پیارے اور دل موہ لینے والے انداز میں دادی کی دوسری طرف دبی دبی مسکان دبائے بیٹھی جنت کا دل بھی ایک بار پھر لوٹ گیا تھا، دادی تو اپنے اس شہزادے پر ازل سے قربان تھیں۔ اور اب تو یوں دادی کا مان بڑھا کر وہ مزید پیارا اور جان کا ٹکڑا بن گیا تھا۔

"لیں جی میرے شہزادے خضر بھیا، آئرہ آپی مجھے لگتا شادی پر خضر بھیا نے تباہی مچا کر لڑکیوں کی لمبی لائن پر بجلی گرانی ہے۔ اللہ میرے سب شہزادے بھائیوں اور میری شہزادی بہنو کو ہر نظر سے بچائے" عنیہ نے باقاعدہ خضر کی گالوں کو ہلکا سا کھینچ کر حسین ترین انداز میں والہانہ محبت لٹاتی نظروں کے سنگ شرارت کا نیا پہلو نکالنے کے بعد دعا پر اختتام کیا تو خضر نے بھی اس پیاری عنیہ کو ساتھ بٹھاتے ہی بازو میں لیے محبت لٹائی جس پر عنیہ سمیت سب ہی دونوں کا پیار دیکھ کر کھل اٹھے۔

آئرہ صاحبہ آجکل شرم و ادا کے اعلی منصب پر فائز تھیں تبھی بس سب کو سننے اور مدھم سا مسکرانے پر اکتفا کر چکی تھیں۔ یہ الگ بات ہے کہ خضر کی بل کھاتی اور بھٹکتی طلسمی نگاہیں بار بار اپنی من پسند شربتی پر جا ٹھہرتیں۔

مایوں کا فنکشن بہترین گیا تھا اور اب کل سے شادیوں کے اصل فنکشن شروع ہونے والے تھے۔مانیہ اور اسکے شوہر کی رائے لینے کے بعد یہ فائنل ہوا تھا کہ کل جنت اور عریش کی بھی ساتھ ہی مہندی کی جائے۔

****

مبشر پچھلے دس منٹ سے اپنے روم کے ٹیرس پر کھڑا ضامن کا نمبر ملا رہا تھا مگر بند تھا، مبشر کو نا جانے کیوں اب بے چینی لاحق تھی، اسی سوچ کے زیر اثر اس نے کیئر ٹیکر اور کک رازق کا نمبر ملایا جو ضامن کے ساتھ ساتھ مبشر کے لیے بھی بلکل بھائی جیسا تھا۔ مقابل شام ابھی ہوئی تھی اور پاکستان میں ابھی رات کے نو دس بجے تھے۔ پہلی بار تو رزاق نے بھی کال پک نہ کی مگر اضطرابی حالت میں مبشر کی ملائی جانے والی دوسری کوشش پر کال اٹھا لی گئی تھی۔

"اسلام و علیکم رزاق بھائی، سوری میں نے آپکو اس وقت تنگ کیا مگر بھائی میرا صبح سے فون نہیں اٹھا رہے ہے۔ اگر وہ گھر ہیں تو میری ان سے بات کروادیں" فون لگتے ہی مبشر نے شدید بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا تو رزاق جو مصروف تھا ایک دم کام چھوڑے کال اٹھا چکا تھا۔

"وہ آج صبح ہی اپنے کسی کام سے دوسرے شہر گئے ہیں، کہہ کر گئے تھے کہ جلدی آجاوں گا" رزاق کی بات پر مبشر کی کچھ بیقراری تو کم ہوئی مگر مکمل ہٹ نہ پائی تھی۔

"اچھا، لیکن پہلے کبھی انکا نمبر تو بند نہیں ہوتا تھا۔ کیا وہ آپکو کوئی دوسرا نمبر دے کر گئے ہیں" مبشر کو رہ رہ کر نئے خدشے گرفت میں لے رہے تھے اور اسکے وجود کو عجب بے چینی نے متاثر کیا تھا۔

"نہیں بھائی، لیکن وہ کہہ رہے تھے مبشر کو کہنا کے پریشان مت ہو میں جلدی آجاوں گا" رزاق نے جو بات تھی، عین ویسی گوش گزار کرتے ہوئے مودب انداز اپنایا۔ مبشر کو اطمینان نہیں ملا مگر وہ اب انتظار کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے، بھائی آپکا ان سے رابطہ ہو تو مجھے بتائیے گا" مبشر نے کہہ کر اپنے قدم کمرے کی سمت موڑے اور بے دلی سے فون سائیڈ ٹیبل پر رکھنے کے بعد بیڈ پر بیٹھا تو چہرے پر بجھی تاریکی رقم ہوتی چلی گئی۔ کل مبشر پہلی بار جلال کے فیصلے سے انحراف کر کے مہرو اور حرا کے ساتھ مری جانے والا تھا۔ اسے پتا تھا کہ جلال اسے اس گستاخی کی کڑی سزا دے سکتے ہیں مگر وہ چاہ کر بھی غلط کو درست اور درست کو غلط نہیں کہہ پاتا تھا۔ ایک تو یہ ٹنشن اور دوسرا صبح سے ضامن کی کوئی خیر خبر نہ ملنا بھی اسے شدید پریشان کر رہا تھا۔

"یا اللہ ضامن بھائی کی حفاظت کیجیئے گا، میں نہیں جانتا کہ انہوں نے اپنا نمبر کس لیے بند کیا مگر پلیز آپ انکے دل میں نرمی ڈال دیں۔ سب ان کے لیے بہت پریشان ہیں، مما اور حرا کو کل مری لے کر جانا ہے، یا اللہ آپ

میرے اس قدم کو مما کے لیے مزید تکلیف نہ بننے دیجئے گا۔ مجھے ہمت دیں کے میں ان سب سچویشنز کا مقابلہ کر سکوں" تھکن اور یاس نے مبشر کی مہکی اور ترو تازہ صورت بجھا کر اسکی بھوری آنکھیں مزید بوجھل کیے اپنا سر بیڈ پر گرائے انھیں بند کر گیا۔

****

" آپ کل آرہے ہیں ناں" آئینے کے سامنے اپنے ڈھیلے جوڑے کو کھولتی ہوئی آئرہ ابھی روم میں آئی تھی، سب نے آج بہت مستی کی تھی اور اب سبکے آرام کا وقت تھا تبھی سب ہی سونے چلے گئے تھے۔ عنیہ، آئرہ کے روم میں تھی اور وہ تھوڑی دیر پہلے ہی سوئی تھی۔ آئرہ، شمس سے فون پر بہت مان سے بولی جو بیٹی جیسی آئرہ کے اس مان پر بیڈ سے ٹیک لگائے مسکا دیے۔

" ان شاء اللہ کل نہیں، پرسوں صبح میں اور ہاجرہ مری پہنچ جائیں گے۔ دراصل کل مجھے کچھ سامان دینے شہر سے باہر جانا ہے۔ پر ہمارا بچہ اداس نہ ہو، میری دعائیں تمہارے اور خضر کے ساتھ ہیں۔ اللہ نے مجھے بیٹی تمہاری صورت دی ہے آئرہ، تم نے اس باپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑا۔ میں تو اٹھتے بیٹھتے تمہاری خوشی کی دعا کرتا ہوں"

شفیق سی محبت میں لپٹی شمس خالو کی آواز نے ناچاہتے ہوئے بھی آئرہ کا دل بھر دیا، یقیناً اگر آج اسکے بابا زندہ ہوتے تو وہ بھی یونہی اسے دعائیں دیتے۔ شاید آئرہ کی زندگی کا یہ لمحہ تھا ہی ایسا کے وہ اپنے آنسو روک نہ پائی تھی۔

"مجھے بھی آپ کے ہوتے بابا کی کمی محسوس نہیں ہوئی، تھینک یو سو مچ مجھ جیسی نادان سی آئرہ کو سنبھالنے اور ہمت دینے کے لیے۔ آپ بہت اچھے ہیں خالو جان، مجھے نادم کے لیے انکار پر دل سے معاف کر دیجئے گا" ناچاہتے ہوئے بھی آئرہ کا حساس دل تڑپ اٹھا جس پر مقابل بھی اداسی پھیلی۔

"میری بچی، تم اس چیز کے لیے خود کو پریشان مت کرو۔ نادم کے لیے اللہ نے بہت بہتر فیصلہ لیا ہے میں تمہیں جلد بتاوں گا۔ تم اپنی ساری توجہ اب اپنی نئی زندگی پر دو، نادم کی فکر مت کرو۔ اگر نادم تمہارے قابل بھی ہوتا تب بھی میں تمہاری مرضی کے بنا کچھ نہ کرتا، تم میرے پاس جبران بھائی کی امانت ہو۔ بھلا پھر میں اس امانت میں خیانت کیسے کرتا۔ سب چیزیں بھول کر خوش رہو" شمس نے بے حد محبت سے اس نازک سی اداسی سے نڈھال آئرہ کے سب خدشے مٹا کر ڈھیر سی دعائیں دیں اور شادی پر پہنچنے کا قصد کرنے کے بعد فون بند کر گئے۔ آئرہ کا دل ہلکا تو ہوا تھا مگر آج شدت سے مما بابا کی یاد نے ان شربتی آنکھوں میں نمی کا جہاں بھرا تھا۔

وہ چینج کر چکی تھی، بس اپنے بالوں کو کھولنے کے بعد اداس سی بیڈ تک گئی مگر دروازے کی مدھم دستک نے آئرہ کے قدم روک کر واپس موڑے۔ آئرہ نے خود کو ہر ممکن حد تک نارمل کیا اور دروازہ کھولنے کے بعد جو نہی سامنے آئی، خضر نے ایک ہی جھٹکے سے اسکی کلائی پکڑی اور کمرے سے باہر لے گیا

اس اچانک افتاد اور گھوڑے پر سوار ہوئے بے قراری کے بادشاہ خضر نے اس مدھم حوصلے والی کو مسکرانے پر مجبور کیا تھا، وہ اسے لاونج سے لے کر کچن تک لے گیا۔ پورا گھر مدھم سی روشنیوں سے ابھی بھی معطر اور پر نور تھا۔ خضر نے آئرہ کو اندر لے جا کر اپنے سامنے کھڑا کیا مگر وہ آئرہ کی آنکھیں زرد دیکھ کر اپنی ساری شرارت زائل کرتے ہوئے سنجیدہ بلکے مضطرب ہو کر اسے شانوں سے پکڑے قریب کر چکا تھا۔

"کیا ہوا ہے آئرہ، تم روئی ہو" خضر شدید بے تابی سے اسکی گالوں پر بنی آنسو کی لکیر بہت مدھم ہونے کے باوجود پکڑ کر استفسار کیے بولا مگر آئرہ بنا کچھ کہے اسکی کمر کے گرد اپنی بازو باندھے، اپنا سر اسکے سینے سے ٹکا گئی۔ خضر کی پیشانی پر فکر مندی کے باعث تناو آیا تو وہ بھی اپنی بازو پھیلائے کچھ تشویشناک ہوا۔

"تم کیسے جان لیتے ہو کہ میں روئی ہوں" آئرہ کی آواز کی لرزش پر خضر نے اسے بہت آہستگی سے پکڑے سامنے کیا تو وہ تحیر زدہ سی رشک میں مبتلا تھی۔

"جنکو خود سے زیادہ چاہا ہو، انکے چہرے کا ذرا سا بدلاو بھی پہچان میں آجاتا ہے۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کیوں رونا پڑھ رہا ہے" خود خضر کے لہجے میں ٹوٹ پھوڑ ابھری تو آئرہ نے ایک گہری سانس خارج کیے ان سیاہ آنکھوں کو بغور دیکھا۔

"مما بابا کی یاد آرہی تھی، وہ ہوتے تو مجھے رہی سہی کمی بھی نہ محسوس ہوتی۔ خضر تم ہو تبھی تو میں زیادہ نہیں روئی، بس چند آنسو خود ہی بے قابو ہو گئے" آئرہ نے اس سامنے کھڑے خود سے زیادہ دلخراش اور دکھوں سے وابستہ

شخص کو مدھم آواز کے سنگ کہا۔ خضر جانتا تھا کہ آئرہ سے وہ اس کمی پر آنسو بہانے کا حق نہیں چھین سکتا کیونکہ وہ خود باپ کے سائے سے محروم تھا۔

"میری مما تمہاری مما ہیں، بابا پر صبر کر لو۔ یہی زندگی ہے، بہت بار بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔ ہمیں ہمت رکھنی ہے کیونکہ ہمارے پاس اگر یہ سکھ نہیں ہیں تو بہت سی ایسی چیزیں بھی ہیں جو ہر کسی کے پاس نہیں ہوتی ہیں۔ ہم اس ملک کے محافظ ہیں، ہمارے پاس دادی ہیں، اتنے پیارے دوست ہیں۔ ہمارے پاس ہم دونوں بھی تو ہیں، خوش ہو جاو" خضر نے آئرہ کا بجھا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کر نثار ہوتے انداز میں اسے اسکی خوش قسمتی کا ادراک کروایا تو ایک جادوگر سی مسکان دونوں کے چہروں پر پھیل کر ترنم پھیلا گئی تھی۔

"ہم دونوں کے پاس ہم دونوں جو ہیں یہ سکھ سب سے افضل ہے" آئرہ کی محبت کی اونچائی لامحدود ہوئی تو وہ قربان ہوتا ہوا اسے پھر سے خود میں سمیٹ چکا تھا۔

"بیشک، اب رونا مت۔ تم روتی ہو تو زیادہ قریب کر لینے کا دل چاہتا ہے۔ گویا یہ فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی" اب تو محترم کے لہجے نے گدگدی سا لمس اوڑھ کر آئرہ پر جھک کر کہا جو سینے سے سمٹی ہوئی سر اٹھائے مسکرا دی تھی۔

"یعنی جب مجھے تمہاری ضرورت ہو گی تو میں رونے لگ جاوں گی، تم سمجھ جانا کہ آئرہ تمہارے قریب آنا چاہتی ہے" خضر کی مسکرائی آنکھوں کے بر عکس آئرہ کی شربتی آنکھیں کسی نشہ آور طلسم جیسی دیکھائی دی تھیں۔ اس بات پر خضر بے اختیار ہنس ہی تو پڑا تھا۔

"اور جب ہنسو گی تب کیا سمجھوں" اس قدر معصومیت پر تو ہر نظارہ قربان ہو گیا، خود آئرہ خضر کو جی بھر کر دیکھتی ہوئی شرم و ادا سے گلاب ہوئی تھی۔

"تب سمجھنا تم میرے قریب ہی ہو" وہ پری بھی حد کر گئی تھی، خضر کا سینہ تو اس من پسند ہمسفر سے پہلے ہی روشن تھا، اور اب آئرہ کی مسکراہٹ سے تو وہ پورے کا پورا جی اٹھا تھا۔

"ٹھیک ہے، اور اگر میں کبھی رو پڑا تو کیسے سنبھالو گی اس طوفان کو" ہلکی سی بے خودی اب خضر کے چہرے پر اٹھی اور جناب نے خود کی بگھڑی حالت کو طوفان سے جا ملایا۔ آئرہ نے اپنی موہنی آنکھوں کو مزید بڑا کیے پھر آنکھیں زور سے بند کر کے کھولیں۔

"تم مت رونا، میں نہیں دیکھ پاوں گی" آئرہ کا سہا دل شدت سے دھڑک اٹھا اور خضر کو وہ خوفزدہ لگی۔

"ٹھیک ہے یہ بھی منظور ہے، تم ہو تو میں خود کو ہر ممکن کوشش کر کے سنبھال لوں گا۔ جتنا پیارا کسی کو کوئی نہیں ہوتا، اتنی پیاری ہو تم مجھے" خضر کا لہجہ محبت سے لبریز اور گرفت مخملی اور گداز ہو کر چاہت کا مجسمہ بنی اس شربتی پر نثار ہوتی چلی گئی۔

"یہ میری خوش قسمتی ہے" آئرہ اس قدر محبت پر تمام اعتماد کے باوجود نظریں جھکا گئی اور خضر نے اس دل پسند نظارے کی قمیت چکانے کے لیے آئرہ کی پیشانی پر مقدس سی مہر چھاپ دی۔ یہ ایسی تاثیر تھی جو آئرہ کے انگ انگ کو شادمانی سے وابستہ کرگئی تھی، دونوں ایک بار پھر میٹھی میٹھی گرفت میں شدت سے گرفتار ہو گئے تھے۔

****

"یہ سیٹھ ظہور تبریزی کے تمام غیر قانونی اکاونٹس کی تفصیلات ہیں۔ یہ فائیل برہان سکندر اور اسکے دو ساتھیوں کی تمام انفارمیشن ہے۔ اسکے علاوہ سیٹھ ظہور تبریزی کا ایک ساتھی بھی منسٹر ہے، شاید سیٹھ میزان۔۔۔۔اس بار تنظیم ان پانچ پاورفل منسٹرز کے ہاتھوں کچھ ضروری معلومات حاصل کرنا چاہتی ہے۔ پہلا شکار سیٹھ ظہور تبریزی ہوگا" یہ ایک بہت ویران اور تاریکی میں ڈوبی عمارت کا کمرہ تھا جہاں مدھم روشنی کے زیر اثر ضامن اور چند تنظیم کے لوگ براجمان تھے، مینا بھی ضامن کے ہمراہ ہی اس کیس پر کام کرنے والی تھی۔

ایک تھری پیس سوٹ میں ملبوس گندمی رنگت کا بدیسی آدمی چند فائلز ضامن کے سامنے کرنے کے بعد اسکے ساتھ ساتھ باقی سب کو بھی متوجہ کر چکا تھا۔

"ہمیں اس بار تمہارا بیسٹ چاہیے ضامن، تنظیم کے ہیڈ پہلے ہی تم سے خاصے نالاں ہیں۔ منور سر کی سفارش پر وہ تمہیں ایک اور موقع دینے پر راضی ہوئے ہیں۔ اس بار پیسے اور معلومات دونوں چیزوں تک رسائی ممکن بنانی ہو گی، تبریزی کی پاکستان کے مختلف شہروں میں غیر قانونی جائیداد ہے جسے تم پہلے بہت مہارت سے ضبط کرواؤ گے اور پھر تبریزی سے ہم کچھ ضروری فائلز خریدیں گے، کچھ بم بلاسٹ بھی کروانے ہیں۔ اسی کا پیسہ اسے دے کر تم یہ کام پوری ہوشیاری سے کرو گے۔ ایک دو جگہ نہیں بلکے کئی جگہ بلاسٹ بھی کروانے ہوں گے کیونکہ ملک میں پھر سے امن واپس لوٹ رہا ہے" یہ جارج کیریٹن نامی غیر مسلم شخص تھا جسکی اردو اس وجہ سے اچھی تھی کیونکہ وہ پاکستانی سفارت خانے میں کام کر چکا تھا۔ یہ تنظیم جس ملک پر وار کرتی تھی پہلے وہاں کے رنگ ڈھنگ خود پر اوڑھتی تھی۔ ضامن نے تنے سنجیدہ تاثر زدہ چہرے کے سنگ اثبات میں سر ہلایا تھا، ہیڈ کا چہرہ مکمل اندھیرے میں غرق تھا۔

"آپ بے فکر رہیں، میں اپنی جان لگا دوں گا لیکن مایوس نہیں کروں گا" ضامن نے بھی فیصلہ کن انداز اپناتے ہی مضبوط انداز میں بات کہی جس پر وہاں بیٹھے تنظیم کے کارندے خاصے مطمئین انداز لیے ہوئے پر اعتماد تھے۔

"گڈ، مینا اس کیس میں تمہیں فالو کرے گی۔ ابھی کچھ دن ہیں، اچھے سے مائینڈ کو تیار کرو۔ آج کی اس ایمرجنسی میٹنگ کا مقصد تم سب کو اس نئے مشن کی بریفنگ دینا تھا، اب آپ سب جاسکتے ہیں" مینا نے بھی غیر جانبدار

سی گردن اکڑا کر حکم کی تعمیل کی حامی بھری تھی۔ ضامن احمد کی تنہائی تو اسے واقعی مار دیتی اگر منور عالی اسے مینا کے پاس نہ بھیجتے۔

کہیں نا کہیں ضامن احمد بھی اپنی طاقت کو ایک طرف کر کے اب محبت پر انحصار کرنے کی سمت نکل پڑا تھا، یہ سب لوگ ایک ظالم چکر کا شکار تھے جو ممکن تھا کہ اختتام پر انہی کو نگلنے والا ہے۔

****

"ڈیڈ ناشتہ نہیں کریں گے کیا؟" ناشتے پر وہ تینوں ہی تھے، مہرو بھی مبشر کے پوچھنے پر ایک نگاہ اس پر ڈالتیں بیٹھ گئیں۔ حرا کی تو مری جانے کی ایکسائٹمنٹ ابھی بھی چہرے پر چمک رہی تھی، جبکہ مبشر چہرے سے خاصا سنجیدہ اور الجھا لگ رہا تھا۔

"پتا نہیں، تمہارے ڈیڈ کا موڈ کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ مبشر ہم مری نہیں جائیں گے۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے ڈیڈ کا موڈ اور خراب ہو" مہرو کا دل شدید تکلیف سے دوچار تھا کیونکہ آج جلال پہلی بار بنا ناشتے کے آفس چلے گئے تھے اور اب پیچھے سے ان تینوں کا بنا بتائے مری جانا تو مہرو کو خوفزدہ حد تک پریشان کر چکا تھا۔ حرا کا گلاب چہرہ مرجھایا تو مبشر بھی کچھ دیر خاموش سا ہو گیا۔

"پلیز مجھے جانا ہے، ایسا نہ کریں مما۔ خضر بھیا اتنی بڑی ناانصافی ڈیزرو نہیں کرتے ہیں" حرا ناشتہ بھول کر اٹھ کر مہرو تک آئی اور افسردہ سی ان سے جا لپٹی جو خود سخت رنجیدہ تھیں۔

"لیکن حرا، ضامن کا کچھ پتا نہیں۔ ایک بیٹے کی پریشانی لے کر میں دوسرے بیٹے کی خوشی پر چلی گئی تو سب سمجھیں گے کہ میں خود غرض ماں ہوں" مہرو کی اپنی آواز بے بسی سے لرز اٹھی تھی۔

"مما، ضامن بھیا اپنے کسی کام سے گئے ہیں۔ میری رزاق بھائی سے بات ہوئی تھی، آپ اگر اس وجہ سے جانے کے لیے منع کر رہی ہیں تو واقعی ایسا مت کریں۔ جہاں تک رہی ڈیڈ کی بات، تو وہ پہلے ہم سے کون سا راضی ہیں جو مزید برہم ہوں گے" مبشر نے اپنی طرف سے ماں کو مطمئین کیا البتہ وہ خود ضامن کو لے کر شدید پریشان تھا۔ مہرو نے تاسف زدہ انداز میں اپنے باقی آنسو اپنے اندر اتار کر ایک نظر مبشر کو دیکھا۔ مبشر کے لہجے کی چمک، بات کے اختتام تک نمی میں گھل کر تلخی بنی تھی۔ بات میں چھپا درد اور لہجے کا بے رنگ پن صاف عیاں تھا۔

"ضامن نے پھر اپنا نمبر کیوں بند کر رکھا ہے، تم اپنے بابا کو بتا دو یہ بات۔ ساری رات وہ بے قراری سے کروٹیں بدلتے رہے ہیں" مہرو کے لفظ لفظ میں بس اس شخص کے لیے فکر تھی جو اسے بہت آرام سے بے سکون کرتا آیا تھا۔ مہرو کی بجھی آواز میں کہی بات پر مبشر نے ایک لمبا سانس خارج کیا اور چائے کا کپ ہونٹوں سے لگا گیا، حرا تو یوں تھی کہ بس ابھی رو دینے والی ہے۔

"رزاق بھائی کو کہوں گا وہ بتا دیں گے۔ آپ دونوں ناشتے کے بعد ریڈی ہو جائیں۔ ہم بس دو دن ہی رکیں گے، ڈیڈ کو کیسے منانا ہے وہ مجھ پر چھوڑ دیں" مبشر کا انداز بھلے اداس سا تھا مگر حرا کے چہرے کی رونق ضرور بحال ہوئی تھی۔ ہنستی ہوئی وہ پگلی پہلے مہرو سے لپٹی پھر بجلی کی رفتار سے اپنے ٹوین مبشر کو گھیر کر کھلکھلانے کے فورا بعد ریڈی ہونے روم میں بھاگ گئی۔

مبشر کے چہرے پر مسکان بہت مختصر آئی کیونکہ وہ مہرو کا ڈرا چہرہ دیکھ رہا تھا، تبھی اٹھ کر مہرو کی طرف آیا اور آہستگی سے انکو دونوں ہاتھوں سے پکڑے کھڑا کیے اپنے سینے سے لگا گیا۔ مہرو کی بے چین ہستی کچھ لمحے کو سنبھل گئی تو انھیں مبشر کے اس انداز پر رشک اور پیار ایک ساتھ آیا تھا۔

"میں ہوں آپکے ساتھ، میرے ہوتے ہوئے کوئی آپکو کچھ نہیں کہے گا۔ اس بار ڈیڈ سے مار بھی کھانی پڑی تو کھا لوں گا، آپ اپنی پیاری سی آنکھیں اداس مت کریں" مہرو اپنی ان آسودہ راحتوں کی وجہ سے ہی زندہ تھیں، ورنہ زندگی نے انکو اتنے دکھ دیے تھے کہ وہ زندہ رہنے کا حوصلہ کبھی جمع نہ کر پاتیں۔

"مجھے ضامن کی فکر ہو رہی ہے، اسے کہوناں یہ فون کی سہولت نہ چھینے ہم سے۔ تمہاری بات تو مانتا ہے وہ، میں بہت تھک گئی ہوں، نہ اب جلال کی بے رحمی سہہ سکتی ہوں نہ ضامن کی جدائی۔ میرے لیے تو میرے چاروں بچے ہی میرے وجود کا حصہ ہیں تو بھلا میں کیونکر اسکے ساتھ ایسا کروں گی" جہاں مبشر کی گرفت نے اس ٹوٹے حوصلے والی کو پر سکون کیا وہیں وہ تکلیف کی شدت سے سسک اٹھی تھیں۔ خود مبشر کی آنکھیں اس انجانی تکلیف نے نم کیں تو وہ روئی سی نظر مہرو پر ڈال کر انھیں مزید جکڑ گیا۔

"بھائی یہاں آئے تو ڈیڈ کی طرح ہم سب کو رلائیں گے، پھر بھی میری بات ہوئی تو میں ان سے منت کرلوں گا کہ خدارا یہ ستم ختم کردیں۔ انکو لگتا ہے کہ ہم سب ان کے بغیر جی لیتے ہیں اور جی لیں گے مگر انکو کیا پتا کہ ہم انکے بنا واقعی نہیں جی سکتے اور نہیں جی پا رہے۔ میں جو انکے ساتھ رہ کر بھی ان سے محروم ہوں تو وہ آپ سب کو اتنی آسانی سے خود کے قریب کبھی نہیں کریں گے۔ مما یہ لوگ اتنے بے حس کیسے ہو سکتے ہیں، مت روئیں پلیز۔۔۔۔۔ اللہ سے بس دعا کیا کریں کے وہ ان دونوں کے دلوں کو نرم کریں۔۔۔۔۔ بس بس۔۔۔ مجھ جیسے پہاڑ کو بھی رلا رہی ہیں آپ، چلیں جا کر ریڈی ہو جائیں۔ خضر بھیا کی شادی پر جانے سے پہلے اپنی ہر اداسی یہیں چھوڑ جائیں۔ انکو اداس نہیں کرنا ہم نے، چلیں" مبشر کی پتھرائی سی آنکھیں چند بے لگام آنسوؤں سے پگھل گئیں اور پھر ضبط کی کوشش میں ان کے اندر بہت سی سرخی اترتی چلی گئی۔

مہرو کو اپنے سامنے کیے وہ انکی آنکھوں سے بہتے آنسو پوری دلبستگی اور محبت سے ہٹانے کے بعد بہت پیار سے بولا تھا۔ مہرو نے ایک نثار ہوتی نظر اپنے سب سے حساس بیٹے پر ڈالی اور مما سے ماتھے پر محبت کی مہر لینے کے بعد وہ مسکان چہرے پر لائے مہرو کو ریڈی ہونے بھیج چکا تھا، وہ خود واپس آیا اور اپنا کپ اٹھائے ایک اداس سا تاثر دیے خود بھی چینج کرنے چلا گیا۔

****

آج خضر اور آئرہ کی مہندی کے ساتھ ہی جنت اور عریش کی بھی مہندی تھی اور سب کی رضامندی سے یہ تقریب دادی کے گھر ہی ہونی طے پائی تھی جس پر کمال اور مانیہ کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا بلکہ ان دونوں کی خوشی تو قابل دید تھی۔ مانیہ بھی خیر سے بہن کے فرض سے سبکدوش ہونے والی تھی۔ اسے عریش کی لاپرواہی کا صدمہ اپنی جگہ پر ابھی بھی قائم تھا مگر اس سب میں جنت کی خوشی تھی لہذا وہ مطمئین ہو گئی تھی۔

مہندی کی تقریب شام کو رکھی گئی تھی اور ناشتے کے بعد دادی نے سبکو اپنی اپنی رہ جانے والی باقی شاپنگ مکمل کرنے بھیج دیا تھا اور افراح، زیان کو تاکید کی تھی کہ وہ سب بچوں کا دھیان بھی رکھیں اور انکے نالائق عریش پر نظر بھی کیونکہ دادی جان نے جنت کو بھی ساتھ ہی بھجوا دیا تھا۔ اچانک نکاح کے لیے سبکے پاس شاپنگ کا وقت ہی نہیں رہا تھا۔ خضر اور آئرہ کی شاپنگ تو کچھ مہرو نے کی کچھ زیان اور افراح نے کر لی جسکی وجہ سے وہ دونوں گھر ہی رکے تھے۔ ویسے بھی مہرو، حرا اور مبشر آ رہے تھے لہذا انکو ریسو کرنا بھی ضروری تھا۔ باقی کے پانچ عنیہ سمیت آج شام تک سب کی رہی سہی شاپنگ کرنے والے تھے۔

"بھئی اس ٹھنڈے موسم میں شاپنگ کا کیا سواد، چلو پہاڑ پر چڑھیں اور کسی کھائی میں گریں" چار بیگ بمشکل زیان صاحب نے پکڑے ہوئے بلکل خالی جینز کی جیب میں ہاتھ گھسائے عریش کو دیکھ کر وہی بیگ دے مارے پر چالاکو بڑی مہارت سے نشانے سے نکل گیا۔ افراح اور عنیہ کے علاوہ جنت بھی دبی دبی دو چھوٹے شاپنگ بیگز زیان سے لیتی ہنس دی، دو دو بیگز عنیہ اور افراح کے ہاتھ میں بھی تھے۔

"شاواشے میرے بچے، کوئی نیک بات نہ نکالنا منہ سے" وہ لوگ اب ایک اوپن ایریا پر بنے کیفے میں تھے جو سڑک سے ملحقہ تھا، پہلے ہی ٹیبل پر سب نے اپنا اپنا سامان رکھا اور سکھ کا سانس لیے وہیں ڈھیر ہوئے۔ افراح نے تو باقاعدہ عریش کو دیکھ کر منہ بنا کر ڈپٹا جس پر جناب ڈھیٹ سے انداز میں دانت پھیلا چکے تھے۔ افراح اور زیان کے بیٹھتے ہی عنیہ اور جنت بھی اپنی اپنی کرسیاں گھسیٹے بیٹھ گئیں۔ یہ بہت پیاری جگہ تھی جسکے ایک طرف بلند وبالا پہاڑ تھے اور اب یہ خوبصورتی کا شہکار سا کیفے جہاں اور کئی من چلے موسم کی دلفریبی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ آج صبح سے مری کا موسم خوب ابر آلود تھا، لگتا تھا دونوں شادیاں خاصی بھاری تھیں تبھی آسمان جی نے بھی کھل کر رونق بکھیرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

"عریش بھیا آپ بھی بیٹھ جائیں" عنیہ نے سر پر کھڑے ہڈ کی ٹوپی میں منہ گھسا کر ارد گرد دیکھتے عریش کو دیکھا جو صاف صاف ناں میں منہ ہلا کر اب زیان کا مکا کھانے والا تھا۔ ایک تو پوری شاپنگ کے دوران موصوف نے مجال ہو جو ایک بیگ بھی پکڑا ہو، اور اب بھی اسکا ارادہ گھومنے کا تھا تبھی وہ شرارت سے مزین چہرہ سجائے اب اپنا فون نکال کر سیلفی موڈ بنا چکا تھا۔

"نہیں یار، تم سب تھکی پارٹی کے ساتھ نہیں بیٹھنا مجھے۔ میں زرا یہاں اپنی کوئی نئی گرل فرینڈ ڈھونڈ رہا ہوں" عریش نے کن آنکھیوں سے جنت کو دیکھا جو بیچاری اس عریش کے ایسے ٹارچر پر ابھی سے سمٹ کر رہ گئی تھی۔ اب تو تپے ہوئے زیان لالہ بھی پس پردہ مسکان سجا کر عریش کا دیکھنا دیکھے ہنسے اور ساتھ ہی ویٹر کو اشارہ کیا، اب ان سبکا ارادہ کچھ کھانے کے بعد باقی کی شاپنگ مکمل کرنے کا تھا۔

"خبردار جو تم نے اب جنت کے سوا کسی کو دیکھا، جاو جنت پیچھے جاو اسکے" اس سے پہلے کے عریش صاحب فرار ہوتے، آپو جانی نے سلگ کر کھوتے کو وارننگ دی اور اٹھ کر جنت تک آئی اور اسکا ہاتھ پکڑے کھڑا کرتی بولیں۔ عریش نے کھسیانی ہنسی ہنس کر ان تینوں کو آنکھ ماری اور اگلے ہی لمحے بنا کسی جھجھک کے پیچھے مڑ کر جنت کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گیا۔ جنت کو لگا بس وہ ابھی گر پڑے گی، ہونق زدہ سی وہ عریش کے ساتھ ہی چلتی چلی گئی۔ پیچھے سے ان تینوں کے چہرے پر جو مسکان پھیلی تھی اسکا نعم البدل کوئی نہ تھا۔

"ویسے آپی عریش بھیا جنت آپی کو کچھ کہہ نہ دیں، مجھے تو فکر ہو رہی" عنیہ نے مڑ کر دیکھا تو دونوں کو جاتا دیکھ کر شدید فکرمندی میں لپٹے بولی جس پر زیان تو ہنسا ہی پر افراح بھی ہنس کر عنیہ کو خود سے لپٹا گئی تھی۔

"دیکھو کیسے ہاتھ پکڑ کر لے گیا ہے، بے فکر رہو۔ چلو زیان کچھ مزے کا منگواو" افراح کی شوخی اور یقین واقعی قابل داد اتھا جس پر عنیہ بھی شرارتی سامنہ پر ہاتھ رکھے ہنس دی۔

"ہاں جی، تو بتایئے یہ دو بیوٹی فل لیڈیز کیا نوش فرمانا پسند کریں گی" زیان بھی اپنی پوری رعنائی کے سنگ اب پاس آتے ویٹر سے آرڈر بک لیے نہایت مستی کے سنگ مسکرایا تو وہ دونوں بھی زیان کی کی تعریف پر اترا کر کھل اٹھیں اور اپنی اپنی پسند بتانے لگ گئیں۔

****

"جی باس، لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ ایسا کچھ چاہتا ہے" ڈارک میرون ٹی شرٹ کے نیچے وائٹ پینٹ پہنے گلے میں رول کیا اسکارف، بال کئی طرح سے کرل کیے وہ کچن میں ساتھ ساتھ کافی بنا کر منور عالی سے فون پر مخاطب تھی۔ منور عالی شاید اس سے ضامن کے متعلق ہی کچھ کہہ رہا تھا تبھی مینا کا پر اعتماد چہرہ کچھ بجھ گیا تھا۔

"تم اسے سمجھاو، اسے تمہارے پاس اسی لیے بھیجا ہے مینا۔ میں جانتا ہوں کہ روح زمین پر ہم جیسے بے حس نہیں ہوں گے لیکن وہ اس طرف جو بے حسی دیکھا رہا ہے وہ جان بوجھ کر خود کو تکلیف دے رہا ہے" دوسری طرف سگار سے کش لگاتا ہوا وہ برٹش منور عالی نا جانے کیوں لہجے میں ان کہی سی خلش لیے تھا۔ مینا نے بے دلی سے فون گردن اور کندھے میں پھنسایا اور جونہی مگ اٹھائے مڑی تو ضامن کو کچن میں آتا دیکھ کر رک گئی۔ مگ رکھنے کے بعد وہ اسے دیکھنے کو مڑی، فون ابھی تک اسکے کان سے لگا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں بات کروں گی۔ بائے" مینا نے بے یقین سی حامی بھری اور دونوں کی خالی نگاہیں چار ہوئیں۔ ضامن نے خود ہی شیلف سے مگ اٹھایا اور ایک سرسری سی نظر مینا پر ڈالے مڑنے ہی لگا جب مینا نے بے اختیار اسکی بازو پکڑے روکا۔ ضامن نے ایک نظر اسکے ہاتھ پر ڈالی جو چہرے تک جاتے جاتے تھک سی گئی تھی۔

"خود پر کوئی ایک آسانی تو واجب کرلو، سب سے کنارہ کرنا ٹھیک نہیں ہے ضامن" مینا کی آنکھیں اختیار کھو کر التجاء کر رہی تھیں، ضامن کے چہرے کا تناو پھر سے گہرا ہوا اور وہ پورے کا پورا مینا کے روبرو ہوا۔

"کیوں بار بار ایک ہی موضوع چھیڑ کر تم مجھے بجھانا چاہ رہی ہو، میں اگر خود کو مضبوط کر ہی رہا ہوں تو مجھے اس میں کامیاب ہونے دو۔ جانتا ہوں باس کا پریشر ہے تم پر لیکن میں تمہیں اپنی کمزوری اور خوف بتا چکا ہوں۔ میں کسی رشتے کو نہیں بنانا چاہتا مینا، مجھے رشتوں کی قید سے خوف آتا ہے جو ہم سے جینے اور مرنے کا اختیار تک چھین لیتے ہیں" آج پھر ضامن نے اسے بے حد ٹوٹے انداز میں اپنی مجبوری بتائی تھی، مگ کو پھر سے شیلف پر رکھنے کے بعد وہ اسکے چہرے کے عین سامنے بے بس بنا کھڑا تھا اور مینا کے چہرے پر درد دیتا تاثر بھی رقم تھا۔

"ضامن، میں تمہاری خوشی بننا چاہتی ہوں۔ میرا ہونا تمہاری مدھم سی مسکان بھی بن جائے تو میں سمجھوں گی کہ میری محبت کا حق ادا ہو گیا ہے۔ بنا کسی رشتے کے تم تو مجھے اپنا عکس تک چھونے نہیں دو گے، کوئی ایسا بھی تو ہونا چاہیے جو خوشی میں آپ کے ساتھ جھومے اور دکھ میں آپکی ہر تکلیف خود پر اوڑھ لے۔ خود کے ساتھ یہ ناانصافی مت کرو" مینا ساری دنیا کو پیروں میں روندنے والی بس اس ضامن کے قدموں میں خاک ہونے کو بھی تیار تھی، ضامن نے شدید جھنجھلاہٹ سے اپنے ہونٹ بھینچ ڈالے اور اسکے ماتھے کی رگیں تن گئیں۔ یہ لڑکی کیوں اسکے جذبات کو نہیں سمجھ رہی تھی۔

"تمہیں سمجھ نہیں آ رہا مینا، مجھے کسی سے نہ محبت ہے نہ مجھے کسی کی ضرورت ہے" ضامن نے شدید تاسف زدہ ہو کر اس سراپا سوال بنی مینا کو شانوں سے پکڑے جھنجوڑ ڈالا، خود ضبط کے باعث ضامن کی آنکھیں یک دم سرخ ہوئیں مگر مینا کی آنکھوں کے گوشے ضامن کے خود پر اس ستم سے نم ہوئے۔

"تم جھوٹ بولتے ہو، تمہیں سب کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔ تمہیں ماں کی ضرورت ہے، بابا، بہن بھائیوں کی ضرورت ہے۔ تمہیں مینا کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔ اگر تم خود سے بھاگنے پر خوش ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی لیکن پلیز جھوٹ مت بولو" مینا کی آواز میں رنجیدگی کا عنصر صاف صاف درج تھا، ضامن کا دل چاہا یا اس لڑکی کو کہیں پٹخ دے یا خود کو کہیں غرق کر آئے۔

ایک ہولناک دھاڑ مارتا ہوا وہ بجلی کی رفتار سے مینا کو جھٹک کر پیچھے دھکیلتا ہوا باہر نکلا۔۔۔۔ مینا اس شخص کی ہر حالت سے بخوبی واقف تھی مگر وہ اسکی تکلیف کم کرنے میں ناکام تھی، یہ بے سکونی تو ان لوگوں کے لیے اللہ کی دی سزا تھی جس سے چھٹکارا توبہ کے بنا نا ممکن تھا۔

****

وہ اسے ہنوز ہاتھ سے ہاتھ ملا کر جکڑے بڑی خاموشی سے چل رہا تھا، جنت کی سانسیں اور دھڑکنیں ہم آہنگ ہو کر اس ساتھ چلتے عریش باجوہ کے قدموں سے مل رہی تھیں۔ وہ تیز چلتا تو جنت کی دھڑکن بھی اتھل پتھل ہو

کر رفتار پکڑ لیتی تھی اور وہ آہستہ ہو کر ایک ادھ بار گردن موڑ کر خود پر نظریں جمائے چلتی جنت کو دیکھتا تو جنت بدحواس ہونے لگتی تھی۔

عریش اپنا ایک ہاتھ جینز میں گھسائے ہوئے دوسرے سے جنت کا ہاتھ پکڑے بس چل رہا تھا، جنت کا چہرہ تحیر زدہ اور صورت بے جان سی تشنگی کا استعارہ تھی۔ وہ لوگ کیفے سے کچھ دور آئے اور یہاں ایک طرف چند پہاڑیاں تھیں اور دوسری طرف چھوٹی کھائیاں جبکہ تیسری سمت سے کالے بادل چل کر پہاڑوں کی اوٹ میں دبکتے جا رہے تھے۔ کچھ قدم کا فاصلہ طے ہوتے ہی تسلسل زدہ خاموشی میں جنت کی سمٹی سی چیخ سے شگاف ہوا۔

عریش اسے پکڑے ہاتھ سے بہت اچانک جھٹکا دے کر اپنے مقابل لایا تو جنت کو لگا کسی نے واقعی اسکی دنیا گما دی ہے۔ وہ اسے اپنے بلکل روبرو کیے اسکا ہاتھ بہت آہستگی سے چھوڑ کر اپنے دونوں بازو سینے پر لپیٹنے کے بعد اسے مرکوز کر چکا تھا جو اس ظالم جھٹکے پر اپنا ہاتھ مسلتی ہوئی آنکھوں میں شدید نمی امڈا لائی تھی۔

"اف عریش نے کب سوچا تھا اسے ایسی رونی بیوی مل جائے گی، دیکھ لو میں تو ایسا ہی ہوں۔ ابھی بھی وقت ہے پیچھے ہٹ جاو۔ کیونکہ میری گرل فرینڈز نے مل کر تم پر حملہ کر دینا ہے۔ اس سے پہلے میں بھی بہت سے ستم کر سکتا ہوں، کیا دیکھا تم نے مجھ میں، چلو مانا کہ عریش باجوہ بہت ہنڈسم سا ہے، لیکن کیا بھروسہ کہ وہ تم سے وفادار ہو بھی یا نہیں" عریش کی بہت مضبوط اور لاپرواہ انداز میں کہی ان باتوں پر جنت اپنا ہاتھ مسلنا بھول گئی اور اسکے چہرے پر بے پناہ اداسی پھیل گئی۔ دونوں کی نظریں ایک دوسرے کی طرف گڑھی تھیں۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا" کچھ دیر وہ بے بسی سے عریش کے سوال کا جواب ڈھونڈتی رہی اور پھر سر جھکا کر ہار مان کر بولی۔ عریش نے اسکے جھکے چہرے پر نگاہیں جمائیں اور پھر اسکے نازک ہاتھ دیکھے جنھیں وہ مسل کر مزید گلابی کر چکی تھی۔ آج بھی سترنگی لیس دار آنچل نے جنت کا حسن دہکا کر بلند کر رکھا تھا اور ہتھیلیوں پر بہت گہرا مہندی کا رنگ تو عریش کو بھی بہت پیارا لگا تھا۔

"ناپسند انسان کے ساتھ گزارہ ہو سکتا ہے پر بے وفا کے ساتھ نہیں، میں بدلنا نہیں چاہتا۔ تم ہی ہوش کے ناخن لے لو" عریش کی مخلصانہ تاکید نے جنت کا دل بند کر دیا تھا، اسے وہ بہت ظالم لگا تھا۔ عریش کی کھوجتی نظروں میں صاف صاف احتیاط درج تھی جب اس نے جنت کے ہاتھ اسکے تشدد سے نکالنے کے بعد اپنے ہاتھون میں لیے تو وہ بھی بے اختیار اپنا چہرہ اٹھائے عریش کو دیکھنے لگی۔

"تم بے وفا نہیں ہو" وہ زیادہ دیر عریش کو نہیں دیکھ پائی اور پھر سے سر جھکا کر اپنے ہاتھوں کو عریش کے ہاتھ میں دیکھ کر روانی سے بولی۔ عریش صاحب تو اس مقابل کے والہانہ یقین سے امپریس ہوئے اور متجسس انداز لیے وہ ایک انگلی اسکی ٹھوڑی پر رکھے اوپر کیے تھوڑا شریر ہوا۔

"اور یہ تمہیں کس جھوٹے نے بتا دیا مس نزاکت؟" عریش کا ایسا کہنا جنت کو بے حد حسین لگا تبھی وہ مدھم سی مسکان اپنے ہونٹوں پر لائے اپنے ہاتھ چھڑواتی ہوئی کچھ دور ہٹی، عریش کا دھیان تو شدت سے جواب کا منتظر تھا۔

"تمہارے چھونے کے اندازنے" جنت پہلی بار ہمت کر کے عریش کو دیکھ کر بولی تو مقابل ایک لمحے کو وہ شریر عریش ہر تاثر سے عاری ہو کر غائب دماغی سے جنت کے چھڑوائے ہاتھوں کے بعد اپنے خالی ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ عریش کو کئی لمحے خود کو بحال کرنے میں لگنے تھے تبھی وہ اپنا رخ اور گردن موڑ کر سامنے چپ چاپ بادلوں پر نظریں جما گیا۔ دل نے عریش کے کانوں میں ایک سر گوشی کی جسے جنت کے علاوہ سب نے سنا۔۔۔۔ پہاڑوں نے سنا، سبزے نے سنا، بادلوں نے سنا، اور خود عریش کی روح نے وہ سر گوشی اپنے اندر اترتی محسوس کی۔

نظر گھوم کر جنت تک گئی جو ہاتھ باندھے بنا کسی گھبراہٹ کے عریش کو دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملیں تو عریش سر جھکائے جنت کا بنایا گیا چند قدموں کا فاصلہ عبور کرتا ہوا اس تک جا پہنچا۔ جنت نے اسے خود کے قریب آتا دیکھا تو خود بخود پیچھے قدم بڑھانے لگی۔ عریش کی آنکھیں نہ مسکرا رہی تھیں اور نہ دکھی تھیں۔ اور پھر جنت کے چلتے قدم درخت کی بندش کی بدولت رک گئے۔

"ضروری نہیں کہ ہر بار اندازے درست نکلیں، آج میرا یہ انداز مہربان ہے تو کل وحشی نہ ہو گا اسکی گارنٹی کون دے گا تمہیں" عریش ایک کے بعد ایک کر کے جنت کی آزمائش لیتا جا رہا تھا اور وہ پتھر بنی ہوئی پھر سے لاجواب تھی۔ عریش کو اتنا سنجیدہ وہ شاید پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"مجھے ایسی کوئی گارنٹی نہیں چاہیے" مسلسل عریش کی ظالم نظریں وہ سہہ نہ پائی تو جنجھلاہٹ میں سر جھٹکے نکلنے کو مڑی مگر اب کی بار ہاتھ کے بجائے اسکی بازو عریش کی گرفت میں آکر اسکا فرار ناممکن کر گئی تھی۔ عریش

اسے واپس لائے اپنا ایک ہاتھ درخت سے لگا کر اپنی جانچتی نظروں سے اس اعتماد کھوتی ہوئی جنت کو مزید تپانے کے چکر میں تھا۔

" پھر کیا چاہیے، مجھ سا لفنگا اور بے وفا شوہر " عریش آج ہاتھ آئی جنت کو کیسے نہ ستاتا، اس جنت سے پرانے حساب چکتا کرنے باقی تھے۔ جنت، عریش کے منہ سے ایسی بات سن کر شدید برہم ہو کر روہانسی ہوئی۔ اسے شکوہ تھا کہ یہ شخص اسے ستانے کے چکر میں دکھ دے رہا ہے۔

" یار قسم سے کچھ لے دے کہ معاملہ یہیں دبا دیتے ہیں۔ بولو کتنے پیسے لو گی مجھے چھوڑنے کے " عریش کی پھینٹی لگنے کی شدید ضرورت تھی، اب تو جنت کی آنکھوں سے نمی بہہ کر اسکے رخسار پر آتش بن کر لہرائی تو عریش کی اپنی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

" مجھے تم سے بات نہیں کرنی، بہت برے ہو تم " جنت نے اپنے دونوں ہاتھ اس پہاڑ کے سینے پر رکھ کر پرے دھکیلا اور اپنی روئی آنکھیں رگڑتی ہوئی کچھ دور ہی گئی تھی کہ پھر سے شدید جھٹکے نے پل بھر میں جنت کا دل دہلا دیا۔

جنت نے گردن بنا موڑے ہی اپنا ہاتھ چھڑوانے کی سعی کی مگر مقابل عریش صاحب تھے لہذا اس نازک سی بچاو کی کوشش نے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا تھا۔ ایک بار پھر روتی ہوئی جنت، عریش کے روبرو اپنی گالوں کو رگڑ رہی تھی جب عریش نے اس پگلی کو دیکھ کر اپنی زندگی کی پہلی عاشقانہ مسکان چہرے پر رقم کی۔

"مجھے کبھی بے وفا مت کہنا، بھلے میری سو دوستیں ہی کیوں نہ ہوں۔ میں بہت برا اور بگھڑا ہوں لہذا مجھ سے بچ بچا کے رہنا۔ اور اور اور ہاں سچ، مجھ سے بات بھلے نہ کرنا کیونکہ تمہارے اس ہیرو کو کوئی کمی نہیں ہو گی۔ چلو کیا یاد کرو گی ہم تمہیں اپنی زوجیت کے خانے میں لکھنے پر راضی ہو جاتے ہیں" اگلے ہی لمحے عظیم احسان فرما کر اعلان کرتے عریش صاحب نے ایک نیا شوشا چھوڑ کر بچاری جنت کو پتھر کی مورتی بنا دیا۔

موٹے موٹے آنسو اپنی پیاری آنکھوں میں بھرتے ہوئے وہ پیر پٹختی اس آفت کے گولے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے کے بعد تیز تیز چل پڑی۔ عریش بھی بالوں میں ہاتھ پھیرے مڑا تو ایک شاہانہ قہقہہ بھاگتی جنت نے بھی سنا، ہلکی سی پگلی مسکان اب جنت کے چہرے پر بھی پھیلی مگر وہ اب عریش کے ساتھ مزید اکیلا رہنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی تبھی فورا سے پہلے سب کے بیچ جا پہنچی۔ سب نے کھانے کے بعد پھر سے شاپنگ کا سلسلہ شروع کر لیا تھا۔

****

"ٹھیک ہے میں ویٹ کر رہا ہوں" خضر ابھی چینج کیے کمرے سے باہر نکلا تو ایک نظر دادی اور آئرہ کو کمرے میں رات کے لیے ساری تیاری کرتا دیکھ کر مسکرایا اور باہر لاونج میں چلا گیا۔ فون کی دوسری طرف شاید مبشر تھا جو اسے اپنے آنے کا بتا رہا تھا۔

شادیوں کی ساری ذمہ داری دادی نے بھرپور سنبھال رکھی تھی اور وہ اپنے بچوں کی ان خوشیوں پر بے انتہا آسودہ تھیں۔ دادی نے اپنی طرف سے بھی سبکو ایک ایک شاندار سوٹ دیا تھا جو واقعی قابل ستائش تھا۔ آئرہ ابھی تک مایوں کے جوڑے میں کھلی ہوئی تھی، رات تک دادی کے بقول اسے یونہی تیار رہنا تھا۔ رات کا آئرہ کا لباس بے حد حسین تھا اور ویسا ہی میچنگ خضر کا کرتا دادی نے ہی پسند کر کے لیا تھا۔

سب مرد حضرات کا ارادہ رات مہندی پر اپنی اپنی پسند کے مطابق کرتے شلوار پہننے کا تھا اور گلے میں سب نے مہندی کی تھیم کے مطابق پیلے، ہرے اور سرخ اسکارف گلے میں ڈالنے تھے۔ بارات کے لیے سب نے بلیک رنگ اور دلہنوں کے بہت نفیس لہنگے لیے گئے تھے۔ ولیمے پر دلہنوں کے شرارے جبکہ تمام مرد حضرات تھری پیس پہننے کا ارادہ کر چکے تھے۔

"چلو یہ باقی سب ہم بعد میں سمیٹ لیتے ہیں، میں زرا یہ چیزیں مانیہ کو دے کر آتی ہوں، پھر کھانے کا کرتے ہیں کچھ" دادی نے بیڈ پر پھیلے تمام لوازمات کو دیکھ کر مصروف سی نظر کپڑوں کو اٹھا کر صوفے پر الگ رکھتی آئرہ کو کہا تو آئرہ نے فوری سر ہلایا۔

دادی نے جاتے ہوئے لاونج میں کھڑے خضر کو لپٹ کر طبعیت پوچھی تو وہ مسکرا کر انھیں مطمئین کر چکا تھا۔ دادی کے جاتے ہی آئرہ بھی اپنا فرش بوس آنچل سنبھالتی ہوئی باہر آئی تو خضر اسکے اس روپ کو دیکھ کر ایک بار پھر مدھم ہنستی مسکان سجائے مڑا۔ آئرہ سے واقعی یہ ہلکا سا آنچل بمشکل سنبھالا جا رہا تھا تو برائڈل ڈریس میں تو بچاری نے ہلکان ہو جانا تھا۔

خود پر خضر کی میٹھی نظریں دیکھ کر وہ بھی مہکتی ہوئی مسکان دیے فاصلہ عبور کرتی ہوئی خضر کے روبرو آئی۔ اس سے پہلے کہ وہ خضر کی بازوں کے حصار میں گرفتار ہوتی، فوراً سے اپنے ہاتھ خضر کے چہرے کے سامنے لہرائے جس پر خضر نے ہنسی دبائے ان ہتھیلیوں کو پکڑ کر دیکھا۔ مہندی کا رنگ بہت گہرا تھا، آئرہ کی پر شوق نگاہیں خضر کے دیکھنے پر قربان ہو گئی تھیں۔

"رنگ تو بہت گہرا آیا ہے، اس سے کیا ثابت ہوا" خضر نے اپنی جادوگر سی سیاہ آنکھیں اٹھا کر آئرہ کے چہرے پر ڈالتے ہوئے تجسس سے پوچھا تو آئرہ نے خضر کی مدھم سی سوالیہ نگاہ پر آنکھوں میں ڈھیر ساری چمک لائی۔

"اس سے یہ ثابت ہوا کہ میں اپنے ہسبنڈ کی بہت لاڈلی ہونے والی ہوں" آئرہ نے نگاہیں اس من پسند سراپے پر ٹکانے کے بعد خود پر قابو پا کر ان آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ خضر مبہوت تھا، پھر وہ قائل ترین انداز میں آئرہ کو مزید قریب کیے متبسم چہرہ بنائے قریب ہوا۔ آئرہ کی دھڑکنیں سراپا احتجاج بن کر خضر کی قربت سے اتھل پتھل تھیں۔

"وہ تو ابھی سے ہو، شاید کچھ اور ہونے والی ہو" خضر کی محبت کا دریا عروج پر تھا اور آئرہ اسکی گرفت میں آتے ہی خود پر اختیار کھونے لگتی تھی۔ وہ اسے وارفتگی سے دیکھ کر محبت لٹاتے انداز میں بولا تو تبسم کی کرنیں آئرہ کی صورت کا حسن بڑھاتی چلی گئیں، خضر کی بات کا دلفریب مفہوم سمجھتے ہوئے آئرہ نے اپنی آنکھیں جھکا کر گھبرائی سی چند سانسیں خارج کیں۔

"اور کیا" دھڑکتے دل کے ساتھ سر جھکائے ہی آئرہ نے پوچھنے کی جسارت کی تو خضر چہرے پر رعنائی لا کر اس شرمیلی کا چہرہ اوپر اٹھائے اسکے کان کے قریب ہوا تھا۔ یہی ایک لمحہ تھا جب آئرہ کو بچنے کی کوشش دشوار لگی اور خضر کو اپنی محبت کے اظہار پر بندھ باندھنا کٹھن لگا۔

"وہ کل بتاوں گا" گلال سی سرگوشی نے یوں لگتا تھا خضر کی حدت زدہ سانس بھی اندر اتار دی تھی، ایک جلترنگ سی بے قراری نے آئرہ کے اندر اور باہر ہلچل مچائی اور وہ مزید ان آتشی نگاہوں کے سائے سے بچنے کو اسکے سینے سے لگ گئی تھی، خضر بھی اس انداز تکلف پر حسین ترین سا مسکایا تھا۔

"یہ بتاو مما سے بات ہوئی، کب تک آرہے ہیں" آئرہ نے خود ہی موضوع بدل کر فی الوقت کے لیے راہ فرار چنی جس پر خضر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ہاں ہوئی، بس کچھ دیر تک وہ سب پہنچ جائیں گے۔ ویسے اب کل تک ہمیں ایسی پرائیویسی نہیں ملے گی" خضر کے لہجے میں پہلی بات پر خوشی اور دوسری پر انتہا کی شرارت تھی جس نے آئرہ کو بھی ہنسا دیا تھا۔

"کوئی بات نہیں، میں تمہارے خواب میں آجاوں گی" آئرہ نے سر اٹھا کر الگ ہوتے ہوئے اپنی نثار ہوتی نگاہوں کے سنگ کہا جس پر خضر نے فاتحانہ انداز میں منہ پر متاثر زدہ تاثر لا کر داد دی۔ اب تو دونوں ہی ہنس پڑے تھے۔

"جیسے بھی آو، آنا ضرور" ایک ہی لمحے میں خضر کی مسکان ختم ہو کر گزارش بنی تو آئرہ کو لگا یہ شخص اس سے واقعی لمحے بھر کی جدائی نہیں چاہتا، اور نہ ہی وہ اسکا مستحق تھا۔ آئرہ اپنے اور خضر کے اس انوکھے محبت زدہ رشتے پر جی اٹھی تھی، وہ شخص جسے کوئی دیکھ لیتا تو بات کرنے کی آرزو کرتا۔

وہ اپنے اندر ایک راز ہو کر بھی آئرہ پر پورے کا پورا کھل جانا چاہتا تھا، وہ جسکی محبت اس دنیا کی سب سے بہترین محبتوں میں سے ایک تھی وہ ساری کی ساری آئرہ کے حصے میں تھی۔

"تمہاری محبت کی گہرائی مجھے تمہاری ان آنکھوں سے زیادہ لگتی ہے۔ میرا سوچنا، سمجھنا اور بولنا تمہارے سامنے پتھرا جاتا ہے۔ پھر میرے ہر انداز میں صرف خضر موجود رہتا ہے۔ میں تو کہیں گم جاتی ہوں، تمہیں پتا ہے تم کو دیکھ کر مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں نے اپنی زندگی کا سارا رنگ دیکھ لیا، سارا لطف پا لیا اور ساری عمر مہکا لی ہے۔۔۔" آئرہ کے پاس لفظوں کا اتنا امبار تو نہ تھا مگر وہ پوری کوشش میں تھی کہ خضر کے شایان شان کچھ کہہ پائے، اسکی خاموش سی دھڑکا دینے والی محبت کا کچھ قرض چکا دے۔

"مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگتا ہے" خضر کی آواز کا مہکا اور منور پن اپنے اندر بس چاہت کا اعتراف لیے تھا، آئرہ نے اپنا ہاتھ خضر کے چہرے پر رکھ کر خضر کے ہر نقش کو ازبر کیا اور پھر سے اسکے سینے سے لگ کر اپنی آنکھیں بند کر گئی تھی۔ دونوں بے حد آسودہ اور دلنیشن تھے، ایک دوسرے کے ساتھ اور ایک دوسرے کے وجود کا حصہ بن کر۔۔

"تمہارا کندھا ابھی بلکل ٹھیک نہیں ہے، چلو بیٹھو آکر۔ تم بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ لاتی ہوں" کچھ دیر یونہی محبت زدہ تسلسل قائم رہا اور پھر فکر مندی کا طوفان برپا ہوا جس پر خضر بھی میڈم کی تاکید اور ہدایت کے پیش نظر صوفے پر بیٹھا تو آئرہ ہنستی ہوئی جانے لگی۔

"کچھ نہیں، آئرہ چاہیے" آئرہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ اب شرارتی خضر بن کر گداز سی بے خودی میں بولا تو آئرہ نے اپنے فدا ہوتی نگاہیں اس فرمائش کرتے خضر پر ڈالیں اور فوراً سے پہلے اسکی ٹانگوں پر جا بیٹھی۔ دونوں ہی عاشقانہ مسکان لیے جگمگائے تھے۔

"آئرہ تو کل ملے گی ناں، آج تو ممنوع ہے۔ دادی نے ہمیں یوں ایک ساتھ دیکھ لیا تو کیا سوچیں گی کہ کتنے وہ ہیں ہم۔۔۔ ھاھا۔۔۔ آئی نو کہ مشکل ہے مگر۔۔۔۔۔۔ اچھا یہ بتاؤ ہنی مون پر مجھے کہاں لے کر جا رہے ہو" خضر کے بے حد قریب ہونا خود آئرہ کے لیے باعث سکون تھا مگر فی الحال وہ اس ظالم سے جادوگر سے زرا سہی سی تھی، اور وہ تو آئرہ کی اس بات پر بے ساختہ سانس دیا تھا۔ آخری بات پر تو خضر نے ایک نئی شرارت دماغ میں لا لیے آئرہ کے گرد بازو کی گرفت مضبوط کی۔

"جہاں میرا دل چاہے گا" آئے ھائے کیا اترا کر جواب آیا جس پر آئرہ تو قربان ہو گئی۔

"بس پھر آئرہ گئی" ہنستی اور کھکھلاتی ہوئی وہ خضر کو اپنی جان سے زیادہ عزیز لگی تبھی محترم حسین سا ہوئے۔

"میں اس دنیا کی ہر خوبصورتی تمہارے ساتھ دیکھوں گا، جہاں جہاں لے جاوں بس میرے ساتھ چلی جانا۔ سوال مت کرنا، بنا سوال کیے ہی سارے جواب دوں گا" خضر کی تحیر سے کھلی آنکھیں بے حد اسیر ہوئیں، آئرہ نے خضر کے دہکتے ہونٹوں کا لمس اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر محسوس کیا تو ایک ان کہی سی چاہت میں لپٹی بازگشت سے اسکا انگ انگ گونج اٹھا۔

"ٹھیک ہے، اب مجھے جانے دو۔ مزید رکی ناں تو۔۔۔۔۔" آئرہ نے خود ہی گڑبڑاتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ کر پورا مفہوم آنکھوں سے کہہ کر خضر کو بھی شریر کیا مگر اب وہ اسے بہت پیار سے جانے کی اجازت دے چکا تھا، آئرہ جاتے جاتے بھی ہنس پڑی اور کچھ ہنسی یہاں جادوگر صاحب بھی دباتے ہوئے محسوس ہوئے۔

****

"ہیلو، رزاق۔۔۔۔۔ یہ ضامن کہاں ہے" جلال آفس میں اضطراب میں مزین سے ادھر سے ادھر چل کر اپنے ہاتھ سے اپنی کن پٹی بھی مسل رہے تھے۔ دوسری طرف زراق نے آواز سنتے ہی مودب ہو کر کچھ بتایا جس پر جلال کے ماتھے پر شدید بل پڑے اور وہ فون ٹیبل پر رکھ کر بے اختیار کھڑکی کی طرف گئے۔

"کیوں ضامن، کہاں دفع ہو گئے ہو۔ اس اولاد نے بس جان نکالنی بھی اپنی ماں سے سیکھی ہے" جلال کو سخت ذہنی دباو تھا، ہمیشہ سے وہ اپنا برہم ہونا، غصہ کرنا اور تنز کرنا نہیں کنٹرول کر پائے تھے۔ مہرو نے ہر ممکن کوشش کی مگر جلال کی محبت آج تک ویسی ہی تشنہ تھی، انھیں وہ مہرو تو کبھی ملی ہی نہ تھی جو انکی محبت تھی۔ کتنے ارمانوں سے وہ مہرو کی اجاڑ زندگی میں بہار کے خواہشمند تھے اور انہوں نے نا چاہتے ہوئے بھی وہ چار سالا خضر بھی قبول کر لیا تھا۔

وقت گزرا مگر انھیں احساس ہوتا گیا کہ مہرو انکی بیوی کم اور اس بچے کی ماں زیادہ ہے۔ وقت کے ساتھ جلال احمد کے دل میں اس معصوم سیاہ آنکھوں والے خضر کے لیے برہمی، عتاب، غصہ اور رقابت بھرتی چلی گئی۔ انکے خیال میں انکے اور مہرو کے بیچ یہ بچہ ان دونوں کو کبھی قریب آنے نہیں دے سکتا تھا۔ حالانکہ خضر عام شرارتی بچوں کے برعکس بہت ہمبل اور خاموش بچہ تھا جسے شاید خود جلال نے بھی کبھی فرمائش یا شکایت کرتے نہیں دیکھا تھا۔ شادی کے ایک سال تک تو جلال نے خوب بڑا پن دیکھایا مگر پھر ایک دن وہ اسے بورڈنگ چھوڑنے کا فیصلہ لے کر مہرو پر اپنا پہلا ستم نازل کر گئے۔

بہت روئیں، منت کی مگر اس بے حس بنے جلال احمد کو اس پانچ سال کے خضر پر رتی برابر ترس نہ آیا۔ مہرو کی زندگی نے ایک بار پھر رونے سے لو لگالی۔ وہ خضر کی جدائی میں تڑپتی رہیں مگر جلال نے خود غرضی اور بے حسی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے۔ یہاں مہرو اور وہاں وہ سہما سا خضر باپ کے بعد ماں کے چھن جانے پر اندر سے خالی ہوتا گیا۔ جلال کا ستم جاری رہا اور پھر مہرو ایک بار پھر ماں بنیں۔ ضامن کی ان دونوں کی زندگی میں آنے کے باوجود مہرو کے چہرے کی خوشی ختم ہوگئی تھی۔ خضر کی تنہائی کا دکھ اسے کملا گیا تھا۔

ضامن ایک ضدی اور چڑچڑا بچہ تھا اور بچپن سے ہی وہ نوابی عادت کا مالک تھا۔ جلال نے اسے اپنے جیسا خود پرست بنا دیا اور وہ ماں کی اداسی سے رفتہ رفتہ خائف ہوتا رہا۔ مہرو کے رویے سے جلال میں بھی شدید سفاک بدلاو آئے اور وہ بھی غصہ کرنے کے عادی ہوگئے۔ یوں ضامن اس ماحول میں بچپن سے ہی بیزار تھا، اسے اپنے ماں باپ کی لڑائی، بابا کا بلاوجہ دھاڑنا اور مہرو کا رونا اندر سے خود سر اور باغی بنا گیا۔ خضر کو تو جلال نے زبردستی بورڈنگ بھیجا مگر ضامن نے چھ سال کا ہوتے ہی خود سے بورڈنگ جانے کی ضد پکڑلی، آخر اس کے رونے دھونے اور ضد کے آگے ہتھیار ڈال کر جلال نے اسے بھی بورڈنگ بھیج دیا اور اسکا سارا الزام بچاری مہرو پر دھرا کے اس نے خضر کا بدلا لینے کے لیے ان سے ضامن چھین لیا ہے۔

مگر ضامن کے بچپن سے ہی فرار کی وجہ جلال کا تنگ نظر اور خود غرض رویہ تھا۔ وقت نے پھر پلٹا کھایا اور مہرو نے دو جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ حرا اور مبشر کے آجانے سے اس سنسان گھر کی رونق بحال ہوئی۔ کئی سال حرا اور مبشر نے دونوں ماں باپ کا خوب پیار لوٹا اور وہ جلال کے نا سہی مگر مہرو کے لاڈلے ضرور تھے۔ شاید مہرو کو

خوف تھا کہ ایک بار پھر انھیں الزام دیا جائے گا۔ لیکن جلال احمد جیسا غیر مطمئین شخص اس پر بھی راضی نہ تھا کیونکہ وہ دونوں بچے اس سے زیادہ مہرو سے اٹیچ ہو گئے۔

ایک اور الزام مہرو کے سر لگ گیا کہ اس نے حرا اور مبشر کو بھی باپ سے دور کر دیا۔ ان سب حالات میں مہرو کی قسمت میں دربدری اور رونا ہی درج تھا، وہ روتیں نہ تو کیا کرتیں۔ جس شخص نے محبت کے لاکھ دعوے کیے تھے وہ ستم گر نکلا تھا۔

خود جلال کے اندر کی خود پرستی نے محرومی کا لبادہ اوڑھ کر انھیں شدید غضبناک بنا دیا تھا۔ کچھ بھی برا ہوتا تو اسکا الزام مہرو کو دیا جاتا تھا، نہ یہ شخص خود آسودہ رہا تھا نہ اس نے ساری زندگی مہرو کو سکھ کا سانس لینے دیا تھا۔ ایف ایس سی کے بعد ہی ضامن کو اچھے مارکس پر انگلینڈ کی آکسفورڈ یونی سے ایڈمیشن کی آفر ہوئی تو وہ ایک بار پھر ضد کر کے ان لوگوں سے دور چلا گیا۔ مبشر بھی لائق تھا لہذا اسے خود جلال نے بعد میں وہیں بھجوا دیا۔

حرا کا دل ہی چھوٹو سا تھا لہذا وہ گھر کو چھوڑنے پر راضی نہ تھی اور یہیں رہ کر پڑھائی کر رہی تھی۔ خضر اپنی زندگی جیتا رہا اور بنا کسی کو پتا چلے وہ ایک ملک کا بڑا رکھوالا بن گیا۔ اپنا الگ چھوٹا بزنس بھی اس نے سیٹ کیا۔ اللہ نے گویا مہرو کے ان دونوں فرار کیے گئے اور فرار ہوئے بیٹوں کو بہت سا حسن، ذہانت اور قابلیت دی تھی مگر ایک ملک دشمن بن گیا تھا اور ایک محافظ۔۔۔۔۔۔

زندگی کے سارے فیصلے وہ خود طے کرتی ہے، ہمیں بس کٹھ پتلیوں کی مانند ان پر چلنا ہوتا ہے۔ جلال کا ماضی خلش زدہ تھا تبھی اس شخص کے چہرے پر تکلیف دہ رنج تھا۔ اسے اپنی زندگی سے، مہرو سے، اور ہر فرد سے صرف شکوے تھے۔ دروازے کی دستک پر جلال اپنی بکھری افسردہ سوچوں سے باہر نکلے تو سامنے ہی نادم اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا تھا۔ جلال کے سر ہلانے پر وہ سلجھا سا نادم پروفیشنل مسکان اور اعتماد لیے ہاتھ میں پکڑی چند فائلز لیے سامنے آ چکا تھا۔

جلال بھلے جتنے بھی پیچیدہ آدمی کیوں نہ تھے مگر نادم حسین کو ظاہری ہی سہی مگر انسان ضرور بنا چکے تھے۔ بھلے ابھی اس زہریلے نادم حسین کا دل ہولناک منصوبہ ساز تھا مگر اسکے اندر کی بیوقوفی قدرے ختم ہو کر اعتماد بن گئی تھی۔ وہ جسے جوتیوں کی لت نے بے کار بنا رکھا تھا اب دن بھر اسے سر سر کہہ کر مخاطب کیا جاتا تھا۔

وہ جو پہلے بے ڈھنگے خلیے اور الجھی بکھری وحشیانہ داڑھی اور تاؤ زدہ مونچھ پکڑ پکڑ کر اتراتا تھا اب زلف زدہ بالوں کو پونی میں قید کیے داڑھی مونچھ اچھے سے جمانے کے علاوہ پینٹ شرٹ کے سنگ ٹائی لگا کر کوئی اور ہی نادم حسین تھا۔ نا جانے ابھی اس بچاری حرا کو کیا کیا سہنا تھا، کہیں وہ بھی مہرو کی طرح کی قسمت تو نہیں رکھتی تھی۔

جو بھی تھا، ابھی بھی نادم اس پری کے قابل نہ ہوا تھا۔ وہ معصوم سی تھی اور یہ وحشی منصوبہ ساز جس کے لیے میسر سے زیادہ غیر میسر چیز کی طلب اہم تھی۔ جلال نے اسے آتا دیکھ کر چہرے پر بہتری لا کر ہر تلخی کا خاتمہ کیا۔

"یہ کچھ فائلز سائن کروانی تھیں آپ سے، نئی مشینری کا آرڈر دے آیا ہوں۔ بہت جلد وہ سب فیکٹری میں لگ جائیں گی" جلال نے بنا متاثر ہوئے سر ہلایا اور ترنت سائن کرنے کے بعد فائلز پرے نادم کی طرف بڑھا کر ایک نظر اسکے سلجھے روپ کو دیکھ کر مطمئین ہوئے۔

"بہت اچھے، شکر ہے کوئی تو ہے جو میرے ساتھ مخلص ہے۔ تھینک یو، تمہیں یوں سلجھا دیکھ کر لگتا ہے کہ شمس نے تمہاری تربیت بہت اچھی کی ہے۔ اپنی تربیت کی لاج کبھی مت بھولنا نادم حسین، وقت اور طاقت تم پر مہربان ہو جائیں گے" جلال کی آنکھیں چمکیں تو مقابل نادم کا دل تمسخرانہ ہوا۔ مخلص اور وہ بھی نادم حسین۔۔۔۔۔

۔ابھی اس سٹیج تک آنے کے لیے اس فولادی دیکھائی دیتے خود غرض کو بہت سے دھکے کھانے تھے۔ آج وہ جلال کے اعتماد پر ہنسا تھا اور ممکن تھا کہ ایک دن اسے اس ہنسنے پر ملال ہونے والا تھا۔ نوابی طرز پر ایک مسکان کے سنگ نادم بس اتنا اترایا کہ جیسے یہ کوئی بڑی بات نہ تھی۔ شاید غرور نے بھی اس شخص پر اترنا شروع کیا تھا، ہر چیز بن مانگے جو جھولی میں آن گری تھی۔

"آپکی دعا چاہیے بس، سب ہو گا" نادم نے کسی غیر معیاری سوچ کے زیر اثر معنی خیزی کا رنگ ملائے کہا اور اجازت لیے باہر نکل گیا۔ جلال نے ایک گہری لمبی سانس خارج کی اور ضامن کی فکر نے ایک بار پھر پوری طاقت سے ان پر حملہ کیا تھا۔

****

مہندی کی تقریب تک مہرو، مبشر اور حرا بھی پہنچ چکے تھے۔ مہرو نے یوں مدت بعد خضر کے چہرے پر سچی خوشی دیکھی تھی، گویا انکا دل جلال کی طرف سے خوفزدہ اور ضامن کی طرف سے بے حد رنجیدہ تھا مگر وہ اپنے چہرے پر کسی غم کا تاثر لا کر خضر کی خوشی ادھوری کرنا نہیں چاہتی تھیں۔

انکے اس بچے کو تو یوں بھی خوشی بہت کم میسر آتی تھی۔ دادی تو اپنے گھر اتنی ساری رحمتوں کو دیکھ کر جی اٹھی تھیں۔ کامل بابا اور کلیم نے بھی کل آنا تھا۔ آج کی رات بس یہی سب تھے۔ عریش اور جنت کی مہندی بھی یہیں تھی۔ آئزہ اور جنت دونوں ہی آج اپسرائیں لگ رہی تھیں۔ ایک تو جی جان سے اپنے سیاہ آنکھوں والی پر فدا تھی تو دوسری بھی اس پگلے اور ظالم کی مستانی تھی۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز ان دو اچھوتی دلہنوں کی انٹری سے ہوا تھا۔

جنت کا لہنگا پیلا، نیلا اور سبز تھا جس میں وہ گلابی سی نازک جنت کسی حسین دوشیزہ کا روپ دھار چکی تھی۔ آئزہ کا لہنگا تھوڑا سا الگ تھا، گہرے سبز اور سرخ رنگ کی دیدہ زیب آرائش سے مزین وہ دونوں رنگ ہی آئزہ کے گداز اور مخملی حسن پر چار چاند لگا گئے تھے۔ خضر اور عریش دونوں ہی سفید کرتے شلوار کے سنگ گلوں میں سیاہ اور سلور رنگ کے دوپٹے لٹکا کر آفت ہی لگ رہے تھے۔ زیان اور افراح پر تو سبکی نظریں ہی نثار ہو کر بہار ہو

رہی تھیں۔ وہ دونوں ایک تو سینئر کپل اور اوپر سے حسین، اس پہ سونے پر سہاگہ انکا ایک ساتھ ہو کر دلفریبی کا شہکار لگنا تھا۔

حرا کے چہرے کی معصومیت آج تو پیارے بھائی کی خوشی میں بس خوشی کا اونچا درجہ بنی تھی اور یہی حال اس مدھم سے مہربان مبشر کا تھا۔ عنیہ اور دادی تو یوں چمک رہی تھیں کہ وہ ابھی سب خوشیوں پر نثار ہو جائیں گی۔ مہرو ہر ممکن کوشش کیے اپنے جان سے پیارے بیٹے کی خوشی میں آج سحر زدہ سے گریس فل حسن میں مبتلا تھیں۔

مانیہ اور کمال بھی جنت کو حاصل اس نئی خوشی پر آسودہ تھے۔ ہر کوئی محبت کے اس ملن پر مطمئین تھا۔ خضر کے لیے شاید یہ اسکی زندگی کا وہ وقت تھا جو اسکی ہر خلش اور محرومی مٹا گیا تھا۔ آج ماں بھی تھی اور لاتعداد اپنے بھی، پہلو میں آئرہ جیسی رگ جان تھی جو اسکے ہر دکھ کو اپنے اندر سمیٹ لیتی تھی۔ خوشیوں کی عمریں ممکن تھا کہ اب طویل ہونے کو تھیں مگر ابھی بہت سے امتحان باقی تھے۔ جلال کو بتا چل گیا تھا کہ وہ تینوں انکی اجازت کے بنا مری جا چکے ہیں اور یہ بات ممکن تھا کہ خضر کی اس مکمل خوشی کو نامکمل کرنے والی تھی۔

****

"جاویہ مبشر باہر ہے، اسے بھی کافی دے آو۔ مہرو آنٹی کہہ رہی تھیں اس نے مانگی تھی" افراح نے ایک مگ عنیہ کو تھمانے کے بعد باقی چائے کے کپس سے بھری ٹرے لے کر کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ عنیہ بھی فرمابرداری سے کپ لیے باہر کی طرف چل دی۔ ابھی کچھ دیر پہلے بہت زیادہ بارش تھی اور باہر نکلتے ہی عنیہ کو شدید ٹھنڈ کا احساس ہوا اور اسے ان موصوف کے اتنی رات کو یوں باہر ہونے پر حیرت بھی شدید ہوئی تھی۔

"تمہاری اتنی جرت کے تم میرے منع کرنے کے باوجود ان دونوں کو لے کر گئے، اب جو ہو گا اسکے ذمہ دار تم ہو گئے" مبشر جو جلال کا دہشتناک جلال سننے کو باہر آیا تھا اب ایسی دھمکی خیز بات پر کچھ خوفزدہ ہوا۔

"ڈیڈ میری بات۔۔۔۔" مبشر کے باقی لفظ اسکی زبان پر رہ گئے اور جلال نے شدید غضبناک ہو کر فون بند کرتے ہی دیوار سے دے مارا اور خونخوار انداز میں آپے سے باہر آتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ مبشر نے ایک رنجیدہ نظر کٹے فون پر ڈالی تو اس کا روشن حسین چہرہ بلکل مرجھا گیا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ شدید جھنجھلاہٹ زدہ ہو کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے مڑتا، نظر اس تک کافی کا مگ لے کر آتی عنیہ پر گئی تو ایک لمحے میں مبشر نے چہرے کی ہولناکی ہر ممکن کوشش کیے ضبط کی مگر وہ جلال کی دھمکی سن کر خاصا خوفزدہ تھا۔

عنیہ نے بہت آہستگی سے اس تک پہنچ کر ہلکی سی مسکان کے سنگ کافی کا مگ مبشر کی طرف بڑھایا جسے مبشر نے فوراً سے پکڑ لیا۔ عنیہ مڑ گئی مگر نا جانے پھر کیا ہوا کہ وہ رک کر پھر سے گردن مبشر کی سمت موڑ چکی تھی۔

"آپ اتنی ٹھنڈ میں یہاں مت بیٹھیں، باقی سب اندر ہیں۔ کیا کچھ ہوا ہے، آپ تھوڑے پریشان لگ رہے ہیں" عنیہ کی جاسوس نگاہوں نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر یہ انکشاف کر کے مبشر کو بھی حیران کیا تھا جو عنیہ کی اس فکر پر پہلے متاثر تھا۔ مبشر نے نا سمجھی میں سر نفی میں ہلا کر ٹال دیا اور بینچ پر بیٹھ گیا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ میں پریشان ہوں، کیا تم چہرے پڑھتی ہو" مبشر بیٹھا تو عنیہ اسکی اس غیر مطمئین بات پر اپنی شرارتی مسکان سجائے ساتھ جا بیٹھی۔ مبشر تو ایک لمحے کو شدید متجسس ہوا تھا، فنکشن کے دوران بھی یہ پیاری سی لڑکی اسے بہت اٹریکٹ کر رہی تھی۔ دونوں کی عمروں میں زیادہ فرق نہ تھا۔

مبشر انیس کا ہونے والا تھا جبکہ عنیہ سولا کی۔ مبشر پھر بھی اپنی عمر سے بڑا لگتا تھا، شاید وہ وقت سے پہلے بڑا ہو گیا تھا، دوسرا محترم نے اتنی سی عمر میں بھی اچھی توانا باڈی شاڈی بنا رکھی تھی۔

"جی یہی سمجھ لیں، آپکو پتا ہے میں خضر بھیا اور عریش بھیا کی لاڈلی ہوں، اور انکی شادی ہے۔ انکی شادی پر کوئی اداس ہوتا ہے تو یہ تشویشناک ہے ناں، کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں۔ وہ کیا ہے کہ ہو سکتا ہے میں آپکی کوئی مدد کر دوں، سب کہتے ہیں میں کافی اچھی مدد گار ہوں" عنیہ صاحبہ نے کمال اتراتے ہوئے اپنی صلاحیتوں کا دفتر کھول کر شوخی اور مان سے کہا تو مبشر بھی ہلکی سی مسکان دیے سامنے پھولوں کو دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔ عنیہ کی چھوٹی سی عقل نے اسے الارم دیا تھا کہ یہ بندہ کچھ شدید الجھن زدہ ہے۔

"بعض اوقات ہم چاہ کر بھی کچھ معاملات میں کسی کو شریک نہیں کر پاتے، سبکی زندگی میں کچھ نہ کچھ غیر مطمئین اور ناپسند ضرور ہوتا ہے" مبشر نے کافی کا مگ سائیڈ پر رکھے آسمان کے کسی غیر مرئی حصے کو ٹٹولتے ہوئے کہا جس پر عنیہ بھی کچھ سنجیدہ ہو کر اس ساتھ بیٹھے صاف صاف بے چین دیکھائی دیتے مبشر احمد کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بھی اسے خضر جیسا لگا تھا، ٹھہرا ہوا۔ انتشار زدہ ہو کر بھی اس سمندر میں ٹھاٹھیں مارتا جنون نہ تھا۔ مبشر نے بے اختیار ہی گردن موڑی تو عنیہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی تو مبشر کے دیکھتے ہی ہڑبڑاتی ہوئی آنکھیں ہٹا گئی۔

ایک لمحے کو مبشر کا ذہن اور دل بھی بھٹکا، وہ چھوٹی سی دیکھائی دینے والی عنیہ اسے اب واقعی اچھی لگی تھی۔

" آپ کو پتا ہے دادی کہتی ہیں کہ اگر بندہ اداس ہو تو اسے اپنے کسی دوست سے ملاقات کر لینی چاہیے۔ میں بھی جب اداس ہوتی ہوں تو فاحد سے مل لیتی ہوں "عنیہ نے اپنی دھن میں روانی لیے بولا تو ایک لمحے کو مبشر کے چہرے پر فاحد کا نام سن کر کچھ سنجیدگی اُمڈی۔

"تمہارے پاس تو فاحد ہے لیکن میں نے دوست بنانا سیکھا ہی نہیں۔ میں خود سے ہی سب کہتا ہوں" مبشر کی مضبوط آواز میں خلش سی اُمڈی تو عنیہ اسکی پہلی بات پر قہقہہ مارے ہنس دی۔

"فاحد از تھری ییئر اولڈ بے بی، ھی ھی۔ ویسے اگر آپ چاہیں تو عنیہ آپکی دوست بن سکتی ہے۔۔۔۔۔۔ فرینڈز؟ "عنیہ کا شوخ مزاج ہر ایک کو بے حد بھاتا تھا۔ اسکی لطافت میں ڈوبی پہلی بات پر تو مبشر بھی ہنسا اور پھر عنیہ نے ہنستے ہوئے گردن موڑ کر بیٹھتے ہی اپنا ہاتھ مبشر کی طرف بڑھا دیا جو کچھ توقف زدہ سوچ کے بعد بہت نرمی سے ہاتھ ملا کر مسکرایا جس پر عنیہ نے بھی بھرپور ساتھ فراہم کیا تھا۔

"دیٹس گڈ، ویسے آپ مہرو آنٹی اور حرا آپی کو لے کر آئے مجھے بہت اچھا لگا ہے۔ خضر بھیا بھی کافی خوش ہیں کہ انکی زندگی کی اتنی بڑی خوشی میں انکے گھر والے بھی شامل ہیں" ہاتھ چھڑواتے ہی عنیہ نے بے حد خوشی ہمکتے انداز سے کہا جس پر مبشر نے بھی بس گھسیٹ کر چہرے پر متفقہ مسکان لائی تھی۔ جو دیکھ کر ہی جبر زدہ دیکھائی دی تھی۔

"ہاں، بعض اوقات ہمیں سٹینڈ لینا پڑتا ہے۔ خضر بھائی مکمل خوشی کے مستحق ہیں" بات تو بے حد خوش پسند تھی مگر عنیہ کو لگا کہ مبشر کے لہجے میں ان کہی سی تکلیف کا اثر ہے۔ عنیہ ویسے بھی عریش کی طرح کافی حساس تھی، اور مبشر کو بھی اپنے احساسات چھپانے میں اتنی خاص مہارت حاصل نہ تھی۔

"اگر آپکے بابا بھی آتے تو سب مزید اچھا ہوتا، میں جانتی ہوں سب خضر بھیا اور جلال انکل کے بیچ کا سارا تناو۔۔۔ دراصل خضر بھیا ہمیشہ سے عریش بھیا کی وجہ سے مجھ سے اور دادی سے بھی بے حد کلوز ہیں تو ہم سب ایک دوسرے کی خوشی اور دکھ سے مکمل واقف ہیں" اب کی بار عنیہ بھی تھوڑی اداس تھی اور مبشر نے حیرت اور رشک زدہ نظر گردن گما کر عنیہ پر ڈالی تو وہ اسے واقعی بہت مہربان سی لگی تھی۔

بھلے چھوٹی تھی مگر حالات اور ماں باپ کی کمی نے عنیہ کو کہیں نہ کہیں بڑا بھی بنا دیا تھا۔

"مطلب ہم واقعی اچھے دوست بن سکتے ہیں" مبشر نے ساری اداسی زائل کرتے ہوئے سراپا اشتیاق ہو کر عنیہ سے استفسار کیا جس پر وہ مسکرا کر کندھے اچکاتی اٹھ چکی تھی۔

" بلکل، مجھے تو ویسے بھی سب کالاڈلا ہونا بہت پسند ہے۔ آپکی بھی سہی۔۔۔۔ ھی ھی۔ چلیں اندر آجائیں باہر کافی ٹھنڈ ہے" مبشر کی ساری اداسی تو گویا بھک سے کہیں اڑ گئی تھی۔ عنیہ نے اپنے چنچل مزاج اور متاثر کن باتوں سے کہیں نہ کہیں اس مہربان اور سراپا عاجز سے مبشر احمد کے دل میں دستک بھی دے دی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اسے کسی کی دوستی نے اتنا اچھا فیل کروایا تھا۔

مبشر نے کافی کا مگ اٹھایا اور اپنے منتشر خیالات کو بندھ باندھنے کے فورا بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ دونوں نے ایک بار پھر مدھم سی مسکان کا تبادلا کیا اور اندر کی جانب بڑھ گئے۔ مبشر نے کچھ دن پہلے ہی سیکنڈ ہئیر کلیئر کی تھی اور اب اسکا بہت آسانی سے میڈیکل میں ایڈمیشن ہو گیا تھا۔ چار سال مزید پڑھائی کے بعد وہ ڈاکٹر بننا چاہتا تھا۔ بچپن سے ہی وہ انتہا کا ذہین تھا اور ہر کلاس میں ٹاپ پر رہنا اسکا مشغلہ تھا۔

سیکنڈ ہئیر میں بھی اس نے ہائی مارکس لیے تھے جسکی وجہ سے بنا کسی مشکل کے اسکا نام ایڈمیشن لسٹ کی ٹاپ پر تھا۔ کچھ ماہ تک مبشر اور حرا دونوں انیس سال کے ہو جانے والے تھے۔ عنیہ اور مبشر کی دوستی ممکن تھا کہ ایک حسین سفر پر آگے جاکر گامزن ہونے کو تھی۔

****

رات سب کافی دیر گپ شپ کرتے رہے تھے مگر چونکہ صبح شادی تھی لہذا سب سو بھی گئے تھے۔ آئرہ، افراح اور عنیہ ایک روم میں سوئی تھیں جبکہ دادی نے حرا اور مہرو کے لیے الگ روم کھلوایا تھا۔ مرد خضرات کی پلٹوں بھی دو کمروں میں موجود تھی۔ خضر اور مبشر ایک کمرے میں جبکہ زیان صاحب کے پارٹنر کا فریضہ پیارے ناٹی عریش نے نبھایا تھا۔

بارش تو یوں تھی کہ جیسے ہر شے تہس نہس کر دے گی۔ پوری رات ہر کمرے میں لگا آتشدان سردی کا اثر زائل کرنے میں مگن رہا تھا مگر مری کا موسم اکثر و بیشتر ایسا ہی رہتا تھا۔ دھوپ نکلے تو ویسے بھی کئی دن بیت گئے تھے۔ ایک نیا دن اپنی باہیں پھیلائے اپنی پوری آن بان سے خاضر ہو چکا تھا۔ صبح صبح ہی تقریباً سب اٹھ گئے تھے کیونکہ دادی جان نے رات خاص تاکید کرتے ہوئے آج بھی سب کو کام سونپے تھے۔ ویسے بھی نکاح دنکو تھا اور تقریب بھی دنکی تھی لہذا چھ بجے ہی سب افراد اپنے کاموں پر لگ چکے تھے۔

کچھ دیر تک مہمانوں کا سلسلہ بھی شروع ہونے کو تھا۔ مانیہ اور کمال کی طرف سے انکے بس چند رشتہ دار ہی تھے جبکہ دو افراد کامل بابا اور کلیم تھے جبکہ شمس اور ہاجرہ نے بھی شرکت کرنی تھی۔ کچھ دادی کے محلے کے لوگ تھے جنکو دادی نے اپنی خوشیوں میں مدعو کیا تھا۔ مہمان کم تھے لہذا سب کے بیٹھنے کا انتظام دادی جان کے پیارے اور نیارے لان میں کروایا گیا تھا۔ وائٹ اینڈ پنک چیئرز اور ٹیبلز اور ہر میز پر گلابی پھولوں کا اصل گلدستہ رکھ کر تو لان مزید چمک اٹھا تھا۔ ابر آلود موسم کے باعث لان میں ایک منصوعی چھت کا بندوبست بھی کروایا گیا تھا کہ اگر بارش آ بھی جائے تو مہمان متاثر نہ ہوں۔

دادی، افراح کے علاوہ مہرو نے بھی مل کر ناشتہ بنوایا اور سب نے خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا۔ ناشتے کے فورا بعد عریش اور زیان نے باہر کی ڈیکوریشن مکمل کروائی جبکہ تمام خواتین دونوں دلہنوں کے گرد جمع تھیں۔ دادی نے جنت کو بھی صبح ہی بلوا لیا تھا کیونکہ بیوٹی پارلر والی نے دونوں کو گھر آکر ہی تیار کرنا تھا۔ دلہے تو ویسے ہی آفت خیز انتہا کے پیارے تھے، ہاں عریش نے آج دادی کے ہزار بار کہنے کے بعد اپنے بینگلز، چینز اور کان کے کوکے کو ہٹا کر شریف النفس دیکھائی دینے کا فیصلہ لیا تھا۔ یوں بھی وہ چوچا کسی سے کم حسین نہ تھا، اور آج تو ویسے بھی وہ جنت پانے والا تھا۔

خضر کے چہرے کی خوشی آج تو اسکی دلفریب سیاہ آنکھوں سے جھلک رہی تھی کیونکہ مہرو اسکے پاس تھیں۔ وہ ماں جسے اس نے ہمیشہ اپنے پاس ہونے کی آرزو کی تھی مگر شاید خضر اس معاملے میں لکی نہیں تھا۔ جلال صبح سے تیس مس کالز کر چکے تھے مگر مہرو نے جان بوجھ کر فون نہیں اٹھایا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ آج کے دن وہ جلال کی وجہ سے خضر کی خوشی چھین لیتیں۔ تبھی وہ فنکشن کے بعد خود جلال کو فون کرنے کا ارادہ کرتی ہوئیں فون بند کر کے تقریب میں مکمل طور پر شامل تھیں۔ دوسری طرف مبشر نے بھی فون سائلنٹ کر رکھا تھا مگر اسے ڈیڈ کے غصے سے پھر سے ڈر لگ رہا تھا۔

حرا تو ہر ٹنشن سے آزاد بس خضر کی شادی کے لیے بے حد خوش تھی۔ جلال نے ان سب کے فون بند جان کر اپنے ابلتے جلال کو نا جانے کیسے قابو کر رکھا تھا۔ ضامن کی وجہ سے وہ پہلے غصہ تھے مگر اب تکلیف میں تھے۔

انکا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ مہرو کی جان لے آتے۔ نا جانے خضر کی خوشی کو اب کونسا گرہن لگنے کو تھا مگر جو بھی تھا، کم از کم اگر آج ہوتا تو خضر کا بکھرنا واقعی طے تھا۔

****

"ماشاء اللہ، نظر نہ لگے۔۔۔ بہت خوبصورت، اللہ میرے بچوں کو ہر بری نظر سے بچائے" بیوٹی پارلر والی نے پہلے آئرہ کو تیار کیا تھا اور اب جنت ہو رہی تھی۔ افراح، دادی اور عنیہ بھی انکے ساتھ ہی دوسرے روم میں تھے۔ زیان صاحب خود تو ریڈی ہو گئے تھے اب جناب عریش صاحب کو تیار کرنے کا فریضہ بھی انہی محترم کے پاس تھا۔

مہرو، حرا اور مبشر تینوں ہی سراپا رشک بنے اپنے سامنے دنیا کے سب سے اچھوتے کپل کو ستائشی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جناب خضر تو آج شہنشاہ معظم کا روپ دھار کر کسی سلطنت کے ولی عہد جیسی طلسمی رنگینی میں لپٹ کر دلفریبی کا شہکار لگ رہے تھے۔ شکر ہے محترم نے آج سیاہ رنگ میں میرون کی آمیزش والا لباس پہن کر مکمل سیاہی سے آج کے دن کنارہ کر لیا تھا۔ بلیک پینٹ اور بلیک ہی شرٹ کے اوپر بھوری، میرون اور سیاہ

بہت نفیس کڑاہی والی شارٹ واسکٹ جیکٹ پہنے ہوئے وہ آج واقعی دیکھنے والے کو ساکت کر دینے کی صلاحیت رکھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

بالوں کا بیٹھا ہوا بظاہر الجھا سا اس پر سوٹ کرتا ہئیر اسٹرائیل اور جوتے بھی کمال کے جچ رہے تھے۔ بس محترم نے ایک گھڑی پہن کر کلائی کو زحمت دے رکھی تھی۔ پہلو میں کھڑی سلور، میرون، بلیک اور ڈارک ریڈ شاہی عروسی جوڑے میں مکمل سمٹی ہوئی آئرہ جسے دیکھ کر ہوائیں بھی لمحہ بھر کو اپنا رخ بھول گئی تھیں۔ دونوں کے وجود سے اٹھتی مدھم کلون کی مہک نے پورے کمرے کو سحر انگیز کر رکھا تھا۔

یہ کمرہ اور اسکی سجاوٹ کا فریضہ عنیہ اور حرا کے سپرد تھا۔ عریش اور خضر دونوں کے کمرے صرف گلاب اور موتیے کے پھولوں سے سجائے گئے تھے۔ حرا تو من موہنی سی دل پسندی لیے مبشر کے ساتھ لگی اپنے بھائی اور بھابھی کی آنکھوں ہی آنکھوں میں نظر اتار رہی تھی جبکہ مبشر بھی رشک زدہ سا تھا۔ مہرو نے اپنے دونوں بچوں کو جی بھر کر دیکھا اور مسکرا کر سراپا دعا بن گئیں۔

"آمین" مبشر اور حرا نے بیک وقت دل بستگی کے سنگ ماں کی دعا کو مزید تقویت دی تو خضر نے ایک نثار ہوتی نظر حرا اور مبشر پر ڈالی اور مسکراتا ہوا مہرو کو اپنے سینے سے لگا گیا۔ اس دوران نظریں آئرہ سے ملیں تو اس ملکہ حسن کی آفت خیزی کا دل تک قائل ہوا۔

"تھینک یو مما، آپ یہاں آئیں۔ تم دونوں نے بھی میرے دل میں اپنی جگہ بنالی ہے۔ آج اپنی زندگی کے اس نئے آغاز پر میرے پاس آپ سب کا ہونا میری حقیقی راحت ہے" خضر نے مہرو کی محبت کے بدلے تشکر کا اظہار کیا گو یہ اسے کم لگا اور پھر اپنے ان دو پیارے سے ٹونز بہن بھائیوں پر نگاہوں کی نرمی ڈالی تو جہاں وہ سب جی اٹھے وہیں خضر کی ملکہ نے بھی دل میں سکون اترتا محسوس کیا تھا۔

"ہم سب بھی آپکی خوشی میں شامل ہو کر بہت خوش ہیں، آپ ہمارے بھائی ہیں اور ہمیں ہر صورت آپ سے محبت ہے" مبشر نے آگے بڑھ کر خضر کا مان مزید اونچائی پر پہنچایا تو خضر نے ایک گرم جوش سا بغل گیر ہونا بے حد اہم جانا تھا۔ اور پھر حرا تو پوری سپیڈ سے اپنے ہیرو بھیا سے جا لپٹی تھی۔ آئرہ اور مہرو کی ہنستی آنکھیں بے حد حسین تھیں اور خضر نے آج شاید پہلی بار اتنی ساری آسودگی ایک ساتھ دیکھی تھی۔

"خوش رہو دونوں، یہ بھائی ہمیشہ تم دونوں کے ساتھ ہے۔ کبھی بھی میری ضرورت ہو تو مجھے یاد کر لینا" خضر محبت کرتا تو انتہا کی دلکش تھا مگر اسکا جتانا بھی دنیا کا سب سے منفرد طریقہ لیے ہوئے تھا۔ خوشی تو وہ تھی جو اس وقت ان سب کے چہروں پر بہار کی طرح ہمک اٹھی تھی۔ مہرو اب اس دلہن بنی آئرہ کے قریب گئیں اور محبت لٹاتے انداز میں اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ایک شفیق سا بوسہ اسکی پیشانی پر دیے موہنا مسکرائی تھیں اور یہ منظر باقی تینوں کے لیے فرحت بخش تھا۔

"میرے خضر کو خوش رکھنا آئرہ، اسکے پاس ویسے بھی خوشی کی بے حد کمی رہی ہے۔ آج میں اسے تمہیں سونپ کر مطمئن ہوں کہ تم اسے سنبھال لو گی۔ اسکی تنہائی تم سے آباد ہو گئی ہے اور مجھے بس یہاں کے لیے اس

وقت کی سب سے بڑی آسانی ہے۔ میں تم دونوں کے ساتھ رہوں نہ رہوں لیکن میری دعائیں تم دونوں کے ساتھ ہمیشہ رہیں گی" مہرو کے لہجے کا دکھ اس وقت جو سب سے زیادہ سمجھا تھا وہ مبشر تھا۔ آئزہ نے مہرو کا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگائے شاید خضر کو خوش رکھنے کا قصد باندھ لیا تھا۔ خضر کے انداز میں بھی خلش تھی، مہرو کے الفاظ کی لرزش اسے دل تک محسوس ہوئی تھی۔

" آپ فکر مت کریں، میں ہوں اسکے ساتھ۔ آپ اداس نہ ہوں مما۔۔۔۔ اچھا وقت بھی ضرور آئے گا، آپ جب چاہے ہمارے پاس آجایئے گا۔ خضر کو میرے ساتھ ساتھ اپکی محبت بھی درکار ہے۔ ہم سب ایک ساتھ خوش رہیں گے" آئزہ کا یوں محبت میں لپٹ کر کہنا تو جہاں مبشر اور حرا کو مسکان دے گیا وہیں مہرو کا رہا سہا بوجھ بھی ہٹ گیا تھا۔ خضر سنجیدگی سے دونوں کی باتیں سن کر دل تک اتار رہا تھا، دونوں نے بیک وقت خضر کو دیکھا جسکے چہرے پر انجانی سی رنج میں لپٹی لہر صاف صاف درج تھی۔

" آپ آج اداس مت ہوں پلیز، مجھے میری زندگی کا کم از کم یہ دن صرف خوشی سے مزین چاہیے" خضر کی آواز میں ان کہی تکلیف تھی اور مہرو نے بے قراری سے خضر کی سمت دیکھا اور جبرا مسکرا دیں۔ بیٹے کی فرمائش سر آنکھوں پر تھی، آئزہ نے بھی اپنی مرجھائی آنکھیں بہتر کیں اور خضر کو دیکھا جو آج اس سہمے پانچ سالا بچے کی طرح تھا جب اس سے مہرو کو چھین لیا گیا تھا، نا جانے کیوں خضر کو ابھی سے محسوس ہوا جیسے آج کا دن بھی اسکی مکمل خوشی کے سنگ نہیں آیا ہے۔

مہرو نے محبت سے خضر کی پیشانی چومی اور وہ اس لمس کے باوجود پر سکون نہ ہوا تھا۔ شاید وہ جن محرومیوں سے وابستہ رہا تھا انکا سایہ آج بھی خضر خاقان قریشی پر سایہ فگن تھا۔ کیا ہونے والا تھا آخر، جلد معلوم ہونے والا ہے۔

****

"اویار میری دلہن ہے، مجھے دیکھنے تو دو" عریش صاحب، آئے ھائے آج تو شہزادے نے حسن کا دفتر ہی کھول لیا تھا۔ آج تمام گنڈے مولیوں کے سارے لوازمات ہٹ کر عریش کا اصل حسن سامنے لا چکے تھے۔ تھا تو پتلو سا مگر باڈی شاڈی نے جناب میں حسن کی بھرمار بھر رکھی تھی۔ عریش کی شیروانی بھی خضر جیسی تھی مگر اسکی گرین شیڈ دے رہی تھی۔ بالوں کا کھڑا اسٹائیل جسے زیان نے پوری کوشش کر کے کچھ مہذبانہ انداز دے کر قابل ستائش بنا رکھا تھا، تیار ہوتے ہی جنت کے کمرے کی طرف زبردستی گھسنے لگا جب بگ بی نے اپنے توانا ڈولے استعمال میں لا کر دروازے میں تن کر اسے روکا۔ اندر سے ہنسی کی آوازیں آئیں مگر آج عریش کی بے قراری چھپائے نہ چھپ رہی تھی۔ مانیہ بھی کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی جبکہ فاحداب عنیہ کی گود میں چڑھ کر کھیل رہا تھا۔

"ھاھا کھوتے صبر نہیں ہے تجھ میں، بھئی تیرا کوئی بھروسہ نہیں اس لیے نکاح سے پہلے تجھے جنت کا دیدار بھی نہیں ملنا" افراح اور زیان بھی بلیک اینڈ بلو کنٹراسنگ میں انتہا کے پیارے اور گریس فل لگ رہے تھے جبکہ عنیہ تو تھی ہی شہزادی، دادی جان بھی آج لشکارے مار رہی تھیں، آخرکار انکے عریش کی شادی تھی۔ افراح کی ایسی طوطا چشمی سے دروازے سے باہر جھانک کر ہنسی دبا کر کہنے پر تو بچارے حسین دلہے کے سارے ارمان آہوں میں بہہ گئے تھے۔ زیان کے دانت باہر پھیلے جبکہ کمرے کے آدھ کھلے دروازے سے سب خواتین کی ملی جلی بتیسی بلند ہوئی۔

"نہ کرو یار، مجھے دیکھنے دو تاکہ اگر دلہن پسند نہ آئی تو پیسے تو واپس ہو جائیں۔۔۔۔ ارے میں نے کہا سنتی ہو جنت" عریش کی شوخی زرا بھی نہ دبی اور اب دادی جان ہنسی روکتی ہوئیں باہر آئیں مگر اپنے پوتے کی درگت بنانے کے بجائے اس پر نثار ہی ہو گئیں۔ آج انکی کتنی بڑی مراد بر آئی تھی، عریش بھی ساری مستی چھوڑ کر اس دنیا کی سب سے پیاری دادی سے لپٹ گیا تھا۔

سب کے چہروں کی ہنسی اس منظر پر زرا تھمی کیونکہ دادی کی آنکھوں کے گوشے نم ہوئے تھے۔ آج اگر انکا بیٹا اور بہو ہوتے تو کتنا خوش ہوتے کہ انکا ہیرے جیسا عریش پار لگ گیا ہے۔ دادی کو روتا دیکھ کر خود عریش کی آنکھوں میں آج مدت بعد نمی کا پہرا بیٹھا تھا، زیان نے تشفی زدہ انداز میں آگے بڑھ کر عریش کو خود سے لگاتے ہی دادی کو بھی لگا لیا۔ عنیہ اور افراح بھی روئی سی شکلیں لیے باہر آئیں اور افراح نے دادی کو اپنے ساتھ لگایا جبکہ اب عنیہ بھائی سے لپٹ گئی تھی۔

"آپ ہنستے ہوئے اچھے لگتے ہو بھیا، میرے بھائی جیسا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ آئیں آپکو آپکی دلہن دیکھاتی ہوں" اس جذبات کی نمی سے اٹے ماحول کو خوشگوار کرنے کو عنیہ نے ہی ختم کیا اور عریش بھی پیاری سی مسکان سجائے دادی کو لیے اندر بڑھا۔ سب ہی اب روم میں آچکے تھے۔۔۔۔۔۔ سب کی نظریں اندر جاتے ہی دلنشین ہوئیں، عریش تو تھم ہی گیا تھا، نا جانے اتنا حسین نظارہ اس نے کبھی پہلے دیکھا تھا یا نہیں وہ اندازہ نہ کر پایا۔

سبز اور نیلے شاہی عروسی جوڑے میں ملبوس وہ کوئی اور نہیں جنت تھی جو اسے بن مانگی دعا کی صورت آج ملنے والی تھی۔ نظریں چار ہونے کا یہ عاشقانہ مرحلہ سب نے ہی جی بھر کر دیکھا، جنت نے پھر خود ہی گھبراہٹ کے پیش نظر اپنی نگاہیں جھکا لیں۔ بیوٹی پارلر والی کام ختم ہوتے ہی نکل گئی جبکہ اب سب ہی مسکراتے ہوئے جنت کے گرد ہو چکے تھے۔ دادی نے شرارت سے عریش کا یک ٹک جنت کو دیکھنا ملاحظہ کیا تو پیارا سا ہنس دیں۔

"جی تو کیا خیال ہے، دلہن پسند ہے یا پیسے واپس۔۔۔" اب کی بار زیان نے دبی سی عریش کو بغل گیر کرتے سرگوشی کی تو شہزادے نے شرمیلی سی آنکھ مار کر قبولیت کی خواہش مستقل کی جس پر سب ہی کھلکھلا کر ہنسے۔

"یہ دلہن تو میں کسی کو نہیں دے سکتا یار، اسے مجھے دے دو" عریش صاحب کے اوسان خطا تھے اور آواز میں واقع بے خودی نے جنت کا دل ساکت کیا۔ یہ بندہ جو سب کے سامنے بہک رہا تھا، تنہائی میں تو جنت پر خاصا

بھاری پڑنے والا تھا۔ یہ سوچ کر ہی جنت کو شدید جھرجھری آئی اور بچاری کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ سب ہی عریش کی بات پر ہنس ہنس کر فدا ہوئے مگر عریش کی قربان ہوتی نظریں تو بس جنت پر تھیں۔

"ھاھا تمہاری ہی ہے چھچھورے، چلو اب زیان اسے لے جاو۔ بس کچھ ہی دیر میں نکاح ہو گا" افراح بھی موقع ملتے ہی ولن بن کر میدان میں اتری اور آخر کار بچارے عریش کو زیان جکڑتا ہوا باہر لے گیا۔ سب ہی کے چہرے ہنسی کی کرنوں سے پر نور ہوئے اور سب نے ہی باری باری جنت کو خود سے لپٹا کر بے حد پیار اور دعائیں دیں۔

****

نکاح دن دو بجے بہت خوبصورتی سے طے پا یا گیا اور اللہ کے فضل و کرم اور باہمی رضا و تسلیم سے قول و قرار کی رسم نبھا دی گئی۔ عریش باجوہ جو کل تک ایک آزاد پنچھی تھا، آج اپنی پوری قبولیت دیتا ہوا جنت رضا کو اپنی زندگی کا ہمسفر بنا گیا تھا۔ وہ جنت جو اسے پیاری تو پہلے بھی لگتی تھی مگر اس نے کبھی اسے باقی لڑکیوں کی طرح غیر اہم نہیں جانا تھا۔ وہ اسکی پہلے بھی عزت کرتا تھا مگر کبھی اسے اپنی باقی دوستوں میں شامل کرنے کا نہیں سوچتا تھا۔ وہ اسے شاید اپنے شغل میلے والی لڑکی نہیں لگتی تھی، وہ ایک حیادار اور ان چھوئی سی وہ کائنات تھی جسکے لیے عریش جیسے من چلے میں اگر کوئی سوچ آتی تھی تو وہ بس تقدس کی تھی۔

پھر قسمت نے چپ چاپ جنت کو اسے سونپ کر عریش کو کل جہاں سے متعارف کروا دیا تھا۔ وہ ایک ساتھ تھے تو سب ان دونوں کا صدقہ اتار رہے تھے۔ کامل بابا بھی عین واعدے کے مطابق اپنی مصروف روٹین سے وقت نکال کر کلیم کے ساتھ ہی تشریف لائے تھے۔ شمس اور ہاجرہ نے بھی شرکت دی تھی اور سب کی نظریں سٹیج پر چمکتے ان چار حسین اور قسمت کے دھنی افراد پر تھیں جنکے پہلو بے حد روشن کر دیے گئے تھے۔ زیان اور افراح کی پیار لٹاتی نظریں ان چاروں سے الگ نہیں ہو رہی تھیں۔ عنیہ اور دادی کا دل آسودہ اور چہرے نہال تھے۔ مبشر، حرا اور مہرو جی بھر کر مطمئین تھے۔ کامل بابا نے رکنے سے معذرت کر لی تھی کیونکہ شام کو ہی انکو ایک ضروری افتتاح پر جانا تھا مگر وہ اپنی ساری دعائیں اپنے بچوں کو دے کر گئے تھے۔

شمس اور ہاجرہ بھی بس حاضری دے کر اور آئرہ اور خضر کو دعائیں دینے کے بعد واپس چلے گئے تھے۔ شادی کا یوں تو اختتام بھی پر رونق تھا مگر مہرو نے فون آن کرتے ہی جلال کی کال پر اب وہ مزید چپ رہ کر خود کے لیے خطرہ مول نہیں لے سکتی تھیں تبھی فون کان سے لگائے سب سے کچھ دور آ گئیں۔ مہمان جا چکے تھے اور اب سب ہی گھر والے خوش گپیوں میں گم تھے۔

"تم نے آج ثابت کیا کہ تم نہ بیوی بننے کے قابل تھی اور نہ ماں۔۔۔۔ یہ جو تم نے آج کیا ہے ناں مہرو اسکی معافی تمہیں مر کر بھی نہیں ملے گی" جلال کمرے کے ویران گوشے میں بیٹھ کر نا جانے کتنے سگریٹ پھونک چکے تھے۔ اب تو آواز کی دہشت بھی کرب بن گئی تھی، مہرو تو انکی آواز سنتے ہی کانپ اٹھی تھیں۔

" پلیز جلال، ایسا تو مت کہیں۔۔۔ میں کیا کرتی، میں خضر سے یہ خوشی نہیں چھین سکتی تھی۔ پلیز مجھے معاف کر دیں" مہرو کو لگا وہ ان شخص کا سامنا نہیں کر پائے گی جسے وہ آج جان بوجھ کر دکھ دے کر اب خود رنجیدہ تھیں۔ جلال کا دل پھر سے یہ دوسرا فون بھی پٹخنے کو تھا۔

"اگر تم ابھی اسی وقت واپس نہ آئی تو میں تمہیں طلاق دے دوں گا مہرو۔ پھر ساری زندگی مجھ سے آزادی کا جشن منانا" جلال کے لہجے کی کاٹ نے مہرو کا سانس بند کیا اور وہ لڑکھڑاتی ہوئیں گر جاتیں اگر خضر انکی سمت آکر انھیں نہ سنبھالتا۔ باقی سب بھی اپنی اپنی بات چھوڑ کر بے قراری سے مہرو اور خضر کی سمت آئے۔ سب کے چہروں پر اندھیرا چھا گیا تھا کیونکہ مہرو باقاعدہ شدید رو رہی تھیں۔

" مما، مما کیا ہوا ہے" خضر، حرا اور مبشر کی الگ الگ جان نکلی مگر نا جانے کیوں خضر کا دل بنا کچھ جانے ہی پاش پاش ہو گیا۔

"خضر، مجھے معاف کر دو۔ مجھے واپس جانا ہو گا ورنہ تمہاری مما زندہ نہیں رہ پائیں گی۔ مجھے معاف کر دو کہ میں چاہ کر بھی تمہارے اس دن کو مکمل خوشی کا نہیں بنا سکی۔ مبشر، حرا چلو چلیں" مہرو کی آواز میں ٹوٹے کانچ کی لرزش

تھی اور سب ہی دکھ لٹاتے انداز میں خضر کو دیکھ رہے تھے جو پتھرائے انداز میں اٹھ کر چند قدم پیچھے ہٹا، سب ہی پریشان حال سے خضر کو دیکھ رہے تھے جو ایک لمحے میں کرچی کرچی ہو گیا تھا۔

"آپ مجھے آج کیسے چھوڑ کے جا رہی ہیں، کیا سارے حق مجھ سے میری خوشی کے وقت ہی چھین لیے جائیں گے۔ نہیں جانے دوں گا آپکو، آج نہیں" خضر کی آواز خود لرز رہی تھی، مہرو نے تڑپتے ہوئے مبشر کا سہارا لے کر اٹھیں اور خضر کے قریب ہوئیں مگر وہ بدگمانی اور درد میں لپٹا ہوا مزید چند قدم پیچھے ہوا۔ آئرہ، افراح، جنت، عریش، دادی، عنیہ اور زیان شدید دکھ میں لپٹے تھے۔عنیہ نے ایک نظر مبشر کو دیکھا تو وہ اسے بے حد رنجیدہ لگا۔

"خضر ضد مت کرو، تم تو میرے اچھے بیٹے ہو ناں" مہرو کا سسکنا آج خضر کو کوئی اثر نہیں کر رہا تھا، آج وہ اس ناانصافی پر چپ نہیں رہنا چاہتا تھا۔

"نہیں ہوں، اچھا ہوتا تو میرے ساتھ یہ نہ کرتیں آپ۔ آج آپ گئیں تو کبھی نہیں بولوں گا۔بہت تڑپاؤں گا، بس میری برداشت آج ختم ہوتی ہے" خضر کی آنکھیں زرد تھیں اور وہ تکلیف میں تھا، مہرو کا دل بند ہو رہا تھا۔ ایک طرف سہاگ اور دوسری طرف خضر سے ناگہانی ناانصافی۔۔۔۔۔وہ کملی کرتی تو کیا کرتی، آئرہ نے خضر تک جانا چاہا مگر وہ ہاتھ کے اشارے سے وہشی بنے اسے بھی روک چکا تھا۔

"آپ سب اسکا خیال رکھیے گا، میں نہیں رک سکتی خضر۔ اگر میری قسمت میں مزید تڑپنا لکھا ہے تو اب مر جاوں گی مگر خلاصی نہیں مانگوں گی۔ اللہ کسی کو میرے جیسی زندگی نہ دے، مجھے معاف کر دینا خضر۔۔۔۔۔۔" مہرو کی آنکھیں اس ایک اور ستم پر نم ہو کر سرخ ہوئیں اور وہ پشیمانی کی انتہا پر سر جھکائے کسی مجرم کی طرح بولیں اور تیز تیز قدموں سے باہر کی سمت چلی گئیں۔ مبشر اور حرا نے ایک روئی نظر خضر کے پتھرائے تاثر پر ڈالی اور سر جھکائے وہ بھی مما کے پیچھے باہر بھاگے۔ وہ جو اندر خضر سے ایک اور ناانصافی کر آئیں تھیں، باہر جاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔ ماں کی آہیں اور تڑپنا آسمان میں شگاف کر رہا تھا، مبشر نے بھاگ کر مہرو تک رسائی حاصل کی اور انھیں خود میں بھینچ گیا۔

وہ جو اندر پتھر بنا دیا گیا تھا شاید اسکے قدم کئی من وزنی ہو رہے تھے۔ دادی نے فوراً سے پہلے خضر کو دیکھا اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے رو سی دیں۔ باقی سب بھی ان کی طرف آئے مگر وہ خضر تھا، بھلے یہ سب اسکے ہر غم سے واقف تھے مگر وہ آج انکے سامنے بھی ٹوٹنا نہیں چاہتا تھا۔ ضبط کی کوشش نے خضر سے ہر رونق چھین کر ماتم عطا کیا اور وہ سب سے نظر چرائے ہاتھ چھڑواتا ہوا باہر کی سمت بھاگا جہاں مہرو، مبشر اور حرا گئے تھے۔ زیان نے پیچھے جانا چاہا مگر دادی نے مصالحت اختیار کرتے ہوئے اسے روکا اور سب کو لیے اندر چلی گئیں۔ آئزہ تو روئی سی مڑ کر دیکھ رہی تھی۔ اسکا خضر بے حد تکلیف میں تھا۔ خضر باہر آیا تو مبشر اس نڈھال مہرو کو گاڑی میں بٹھانے والا تھا، خضر کو دیکھ کر مہرو کو لگا وہ ابھی زمین میں گڑھ جائیں گی۔

"بھائی، پلیز مما سے خفا مت ہوں۔ بابا نے مما کو ڈائیورس کی دھمکی دی ہے۔ مما کیا کریں؟ وہ ہم کے بیچ پس کر رہ گئی ہیں۔ خدا کے لیے آپ ایسا مت کریں" اس سے پہلے کے خضر وحشتناک انداز میں اس ظالم ماں تک جاتا، مبشر نے بیچ میں آئے اپنی زرد آنکھیں لیے خضر کو شانوں سے پکڑ کر التجاء کی۔ حرا نے مہرو کو تھام رکھا تھا جو سر جھکائے خضر کو سزا سنانے کے بعد خود بے حال تھیں۔

"انکی کوئی طرفداری مت کرو مبشر، یہ سب کا سوچتی ہیں سوائے میرا۔۔۔۔۔ کیوں آخر وہ شخص آپکو میرا نہیں ہونے دیتا۔ کاش میں اس انسان کو بددعا دے سکتا جس نے مجھ سے میری ماں چھینی ہے۔۔۔۔" خضر آج رو دیا تھا اور آج اسکی آنکھوں کی شکایت مہرو کی سانسیں لے لینے والی تھی۔ مہرو اکھڑی سانسوں کے ساتھ بس سر جھکائے رو رہی تھیں۔

"میں آج اس ناانصافی پر اس شخص کو معاف نہیں کروں گا، آپ سے بھی بات نہیں کروں گا۔۔۔ مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے، میرا سینہ بھی زخموں سے اٹ جاتا ہے۔ میں آپ سے روٹھنا چاہتا ہوں مما، پر میں یہ کرنے سے پہلے مر جاوں گا" خضر نے کانپتی آواز اور نم آنکھوں کے سنگ اس نڈھال، سر جھکا کر روتی مہرو کی پیشانی چومی اور بے دردی سے اپنی آنکھیں رگڑتا واپس اندر بڑھ گیا۔ مہرو نے روتے ہوئے نظر اٹھا کر اندر جاتے خضر کی پشت کی جانب دیکھا اور اپنی بے بسی پر سراپا حقارت ہوئیں۔ مبشر نے بکھرتی اور ٹوٹتی ماں کو سمیٹا تو حرا بھی روتی ہوئی مبشر کے ساتھ چمٹ گئی۔ خضر نے آج بھی ماں کی مجبوری پر قربان ہونا ضروری جانا تھا۔ مہرو گاڑی

میں بیٹھنے تک اپنی تڑپتی آنکھیں نمی سے لبریز کیے ہوئے تھیں۔ حرا پیچھے ہی مہرو کے ساتھ لپٹ گئی اور مبشر نے ایک غمگین نگاہ مہرو اور حرا پر ڈالی اور سیٹ بیلٹ باندھتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

****

"جاو آئرہ، اسے دیکھو جا کر۔ جاو میرا بچہ" دادی نے آئرہ کو فوراً دلبرداشتہ ہو کر کمرے میں جاتے خضر کے پیچھے بھیجا تو وہ مرجھائی سی صورت لیے اپنا لہنگا سنبھالتی ہوئی پیچھے ہی چلی گئی۔ خضر شدید دکھ میں تھا اور آئرہ اپنے قدم اس شخص تک لے جاتی ہوئی یہی سوچ رہی تھی کہ وہ کن لفظوں سے اس ٹوٹے ہوئے خضر کو سنبھالے گی جو ایک بار پھر پانچ سالا عمر کے جیسے ماں سے زبردستی الگ کر دیا گیا تھا۔ آئرہ نے بہت آہستگی سے دروازہ کھولا تو کمرے میں پھیلی خنکی اور خضر کے گرد چھائی وحشتناک چپ نے آئرہ کا دل تڑپا دیا تھا۔ وہ اپنا کوٹ زبردست انداز سے زمین پر پٹخنے کے بعد کھڑکی کا پردہ شدید قوت سے اپنی مٹھی میں جکڑے ہوئے پشت کیے پتھر بنا کھڑا تھا۔ کمرے کی سجاوٹ پر ایک نظر ڈالتی آئرہ نے اپنے قدم بنا سوچے خضر کی جانب بڑھا دیے تھے۔

"خضر" آئرہ کی اپنی آواز لرز گئی تھی، خضر کے وجود میں زرا برابر حرکت نہ آئی تھی مگر اس سمت منہ کر کے کھڑا خضر تکلیف کی اونچی مسند پر فائز تھا۔ اسکی آنکھیں بھلے خشک تھیں مگر گہری سرخی سے مزین ہو کر آج تو

قیامت خیز تھیں۔ وہ چہرہ جسکا حسن آج عروج پر تھا، اب بس درد لٹاتے ہوئے شدت پسند انداز کی حد تک بوجھل تھا۔ آئرہ کا اپنا دل درد میں مبتلا تھا۔

"خضر خود کو سنبھالو، پلیز یہاں دیکھو" آئرہ نے التجاء کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اسکی بازو پر پھیرتے ہوئے کہا مگر اب کی بار ان زرد خشک آنکھوں میں نمی ابھری۔

"نہیں دیکھ سکتا، پلیز آئرہ ابھی جاو۔۔۔۔ میں اپنا سامنا بھی نہیں چاہتا" یوں لگا جیسے گہری کھائی سے آواز ابھری تھی، دردناک سی۔۔ آئرہ نے نم آنکھیں لیے خضر کو بازو سے پکڑ کر اپنے مقابل کیا تو خضر کو دیکھ کر واقعی سہم اٹھی۔ خضر اپنی نگاہیں جھکا کر کھڑا شدید رنجیدہ تھا۔

"ایسے مت کہو، میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی۔ تم میرا سب کچھ ہو، مت خود کو تکلیف دو" آئرہ نے بنا خضر کی بے حسی پر خفا ہوئے اسکا تکلیف میں ڈوبا چہرہ ہاتھوں میں بھرے گزارش کی جس پر وہ اسکے ہاتھ ہٹائے پھر سے رخ پھیر گیا۔

"یہ تکلیف مجھے نہیں چھوڑتی ہے، ایک دن تو مانگا تھا اپنی مکمل خوشی کا۔۔۔۔ میری ہر خوشی آج تک یونہی ادھوری رہی ہے۔ میں خود کو بہت بے بس محسوس کر رہا ہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں جلال احمد کا گریبان پکڑ کر اس سے آج تک کی ناانصافی کا بدلا مانگوں۔۔۔۔ میرا بس چلے تو میں اسکی سانسیں روک دوں جو مجھے بس

تکلیف دیتا ہے" بات کا آغاز تو ٹوٹے لہجے میں ہوا مگر اختتام تک لہجہ تیر اور انداز سخت ناپسند ہو کر خضر کے چہرے پر برہمی پھیلا گیا تھا، جسم کا سارا لہو اس ازل کی بے بسی پر چہرے کی رگوں میں سمٹ آیا تھا۔

"خضر، تم اتنے کمزور تو نہیں ہو۔ پھر آج کیوں ٹوٹ گئے ہو، سب کتنے پریشان ہیں۔ میری بات سنو ادھر دیکھو" آئرہ اسکی باتوں سے دل تک کرب زدہ ہوئی مگر پھر خود ہی رخ پھیرے دہشتناک دکھی خضر کے مقابل ہوئی۔

" مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا آئرہ، میرا دل بجھ گیا ہے " خضر ہارے سے انداز میں اپنے ریزہ ریزہ ہونے کی ترجمانی کیے شدید رنج زدہ تھا، آئرہ نے اسکے دونوں ہاتھ تھامے تاسف سے دیکھا۔

" میں بھی نہیں اچھی لگ رہی " آئرہ کی آنکھیں بھی خضر جتنی تکلیف میں تھیں، خضر نے تلخی سے نفی میں سر ہلا کر اسے اپنے حصار میں بھر لیا۔ مگر آج خضر پر بے سکونی نے گہرا وار کیا تھا۔ آئرہ نے محسوس کیا وہ بے حد تھکن زدہ گرفت تھی، اس میں کوئی چہک نہ تھی۔ وہ واقعی اس ستم پر بجھ کر رہ گیا تھا۔

" تم مجھے معاف کر دو، میں نے ہمارا یہ دن ایسا نہیں سوچا تھا " اس بات پر خضر کی آنکھوں میں خلش تھی اور گرفت میں بے قراری غالب تھی۔ آئرہ بس خضر کی تکلیف میں کمی چاہتی تھی۔

" میں نے تمہیں کہا تھا کہ کبھی مت رونا، میں تمہیں یوں نہیں دیکھ سکتی۔ دکھ تمہیں ہوتا ہے تو جان پر میری بن آتی ہے۔ خود کو بجھنے مت دیا کرو خضر " آئرہ نے بھی تھکی سی سانس کہ حدت الگ ہوتے ہی اس شخص تک

ارسال کی تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی شدید درد میں لپٹا ہوا کچھ دور ہٹ کر بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھا تھا۔ آئرہ بھی بے تاب سی خضر کے ساتھ بیٹھ کر اسکی بازو سے لگی ہوئی اس سے زیادہ اداس تھی۔

"یہ سب اختیار میں نہیں ہے، مجھے دکھ ہے کہ میری ماں نے اس سفاک انسان کے بے جا ظلم سہے مگر آہ تک نہ کی۔ مجھے بھی دکھ دیا اور خود بھی تڑپتی رہیں۔ کیوں آئرہ؟ کیا اپنی ماں پر میں کوئی حق نہیں رکھتا۔ ساری زندگی وہ میرے لیے اور میں ان کے لیے تڑپا ہوں۔۔۔۔۔ کم از کم آج اس ظالم شخص کو میری ماں پر یہ ظلم نہیں ڈھانا چاہیے تھا۔۔۔ کاش میں اتنا بے بس نہ ہوتا" آئرہ کے پاس فی الوقت اس شخص کی تکلیف ہٹانے کے لیے کوئی مناسب لفظ نہ تھا تبھی وہ مدھم سی افسردہ ہو کر اسکا ہاتھ ہونٹوں سے لگائے چپ رہی۔ کیا کہتی کہ خضر کا غم غلط ہوتا۔

"اللہ پے بھروسہ رکھو، ظالم کی پکڑ ایک نہ ایک دن ضرور ہوتی ہے۔ مہرو مما کی مشکل سمجھو خضر، وہ کیا کریں ایک طرف سہاگ ہے اور دوسری طرف تمہاری خوشی۔ دیکھو ناں وہ پھر بھی ہماری شادی پر آئیں، ان کو معاف کر دو۔ اور خود کو سنبھالو" آئرہ نے اپنا ہاتھ خضر کے چہرے پر رکھ کر اسکا چہرہ اپنی سمت موڑے تسلی آمیز انداز میں کہا مگر خضر کی تکلیف ویسی کی ویسی تھی۔ آئرہ کی بات پر خضر نے سلگتی خاموشی اوڑھی تو آئرہ اٹھ کر اپنے بھاری بھر کم لہنگے سمیٹ خضر کی گود میں آ کر بیٹھی اور مسکرا کر اس سیاہ آنکھوں والے کی آنکھوں سے ڈھلکتی مدہم نمی ہٹائے اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھر چکی تھی۔

"فریش ہو جاو، پھر ہم باہر جاتے ہیں۔ میں بھی اس بھاری لہنگے میں تھک گئی ہوں۔ باہر سب تمہارے لیے پریشان ہیں، خضر میں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہاری ہر تکلیف میری ہے، تمہاری ہر خوشی بھی میری ہے۔ دکھ زندگی کا حصہ ہیں مگر ہم سب مل کر تمہاری مسکراہٹ واپس لانا چاہتے ہیں۔ یہاں سے جاتے ہی ہم مہرو مما سے ملنے جائیں گے، یہ مت بھولو کے تم بہت باہمت ہو۔ اور اللہ اپنے پیاروں کو آزماتا رہتا ہے۔ ٹھیک ہے ناں" خضر کو وارفتگی سے دیکھ کر وہ ایک ہی لمحے میں قیمتی بنا کر خود خضر کو کچھ لمحے کے لیے پرسکون کر گئی تھی۔ خضر نے آنکھیں موندھ کر سر کو جنبش دی اور پھر سے دل و جان کو عزیز آئرہ بھی نگاہیں ڈالے اسکے سینے سے لگا آسودہ ہوا۔

"کوشش کروں گا" خضر کی آواز میں ابھی تک یاس تھی اور آئرہ نے اسی موہوم سی تسلی زدہ بات پر خضر کی پیشانی پر لمس بہم پہنچاتے ہی نثار ہوتی مدھم سرشاری کے سنگ اسکی گود سے اٹھ کر اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑے بیڈ سے اٹھا کر مقابل لائی۔ خضر بے تاثر سا اٹھا اور اٹھتے ہی دونوں ایک بار پھر ایک دوسرے کے وجود کا حصہ بن گئے۔ کتنی ہی دیر باہمی قربت کا یہ والہانہ مقدس سلسلہ رہا اور پھر وہ بے دلی سے ہی سہی مگر فریش ہونے چلا گیا۔ آئرہ نے بھی مدھم اداس سی مسکان سجائے ایک نظر آئینے میں خود کو دیکھا اور اپنا پن اپ دوپٹہ کھولنے کے بعد جوڑے کی پنیں اتارنے اور جیولری ہٹانے کے بعد اپنا دوسرا سوٹ لینے وارڈراب کی سمت بڑھ گئی۔

****

مہرو، مبشر اور حرا کو واپس آتے نو بج گئے تھے۔ پورا گھر رات کے باوجود گہری تاریکی کا شکار تھا۔ شاید ملازم لائٹس جلانا بھول گئے تھے۔ ان تینوں کے چہرے تھکن زدہ تھے مگر مہرو بے قراری سے جلال کو کھوجتی ہوئیں سیڑھیاں چڑھ گئیں۔ حرا نے بھی پیچھے جانا چاہا مگر مبشر نے اسے بازو سے پکڑ کر روکا اور اپنے ساتھ لگائے اسکے کمرے میں لے گیا۔

"مما اور ڈیڈ کے بیچ ہم مداخلت نہیں کر سکتے حرا، میں جانتا ہوں ڈیڈ کا غصہ آج پہلی بار بلکل بجا ہے۔ میں باہر ہوں تم چینج کر کے سو جاو۔ پریشان نہیں ہونا، میرے ہوتے ہوئے مما کو کچھ نہیں ہو گا" مبشر واقعی مہربان تھا، کتنی محبت سے وہ اس سہمی اور ڈری حرا کا چہرہ تھامے اسے سمجھا رہا تھا مگر وہ اس معاملے میں مہرو پر چلی گئی تھی۔ حرا کو تسلی آمیز سی محبت سے ایک بار پھر حوصلہ دیتا ہوا وہ کمرے سے باہر نکلا تو حرا نے بھی فرمابرداری سے بھائی کی بات مانی اور چینج کرنے چلی گئی۔

مبشر باہر آیا تو ایک تلخ سی نظر سیڑھیوں پر ڈالتا ہوا بے دردی سے اپنا کوٹ اتار کر صوفے پر رکھتا ہوا کچن کی سمت بڑھ گیا۔ فریج سے پانی نکالا اور گلاس میں ڈال کر پینے کے بعد وہیں تھکے ہارے انداز میں مدھم روشنی میں

ہی کرسی کی پشت سے اپنا سر ٹکا گیا۔ فی الوقت تک جلال کی کوئی دہشت ناک آواز نہیں گونجی تھی مگر مبشر اپنی باری کے لیے بلکل تیار تھا۔ مہرو کا گلاب چہرہ تو آج کے اس قیامت خیز دن نے بجھا دیا تھا، کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر وہ پھر سے خود کو فنا ہوتا محسوس کر رہی تھیں۔ آج اگر جلال انکو جو مرضی کہہ لیتے وہ خوشی خوشی صبر کرنے کا ارادہ کر کے اپنے ہوا ہوتے حوصلے کو پھر سے بنائے دروازہ کھولتے ہی اندر بڑھ گئیں۔ پورا کمرہ سگریٹ کے دھوئیں سے اٹ کر سانس روک چکا تھا، مہرو نے بے اختیار کھانس کر کمرے کے چاروں سو نظر دوڑائی تو جلال صوفے پر سر ٹکائے سو رہے تھے اور ایش ٹرے جلے بجھے سگریٹوں سے اٹا تھا اور میز پر بھی جا بجا بکھری جلال کی خود پسندی پھیلی تھی۔

مہرو کی آنکھیں اس شخص کی ایک اور بے حسی پر دردناک ہوئیں۔ جلال کے ہاتھ میں پکڑا اسگریٹ جلتا جارہا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ جلال کی انگلی جلاتا، مہرو نے فوراً سے پہلے آگے بڑھ کر جلال کا ہاتھ جھٹکا۔ وہ سوئے ہی کب تھے، مہرو کو دیکھ کر ویسی ہی آگ اس شخص کی آنکھوں میں دہک اٹھی تھی جو تھک ہار کر اس شخص کے قدموں میں بیٹھتے ہی رو دی تھیں۔ جلال نے تنی پیشانی کے ساتھ ابلتے غصے کو ہر ممکن بندھ باندھا اور ایک خون آشام نگاہ مہرو پر ڈالی جو لوٹ آئی تھی۔

"آپ جو سزا دیں گے مجھے قبول ہے، لیکن مجھے خود سے الگ مت کیجیئے گا۔ الگ ہونا ہوتا تو مہرو آپکے پہلے ستم پر ہی ہو جاتی۔ مجھے معاف کر دیں میں نے آپکو دکھ دیا جلال لیکن میں مجبور تھی، ایک آخری بار۔۔۔۔۔" مہرو محض اپنے سہاگ کے قائم رہنے کی خاطر اس ظالم شخص کے آگے سراپا بھیک بن کر سسک اٹھیں۔ جلال اس

عورت کو دیکھنا نہیں چاہتے تھے مگر وہ اسے دور بھی نہیں کر سکتے تھے، شاید محبت کبھی کبھار ایسی خود غرض بھی ہوتی ہے جیسی جلال احمد نے کی تھی۔

"تم نے میرے ساتھ جو کیا، اسے دفع کرو۔ لیکن تم ضامن کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہو۔۔۔۔ اسکا کوئی اتا پتا نہیں اور تم اس اپنے نواب کی خوشیوں میں جشن منانے چلی گئی۔ تمہیں کبھی احساس نہیں ہوگا مہرو کے تم کتنی بری ہو، میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گا۔۔۔۔ جو اذیت تم نے مجھے دی وہ میرے اندر آگ کی طرح ہر نرمی جلا چکی ہے۔ تم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا ہے بدبخت عورت۔۔۔ تم تو نفرت کے قابل تھی اور میں بد دماغ تمہیں پلکوں پر بٹھانے کی خواہش کر گیا۔۔۔۔ میرا ہر جذبہ تم نے جلا کے راکھ کر دیا ہے، میری نظروں سے دور چلی جاو ورنہ آج میں تمہاری جان لے لوں گا" جلال کی آواز تمام تر تکلیف کے بے حد لرزی ہوئی اور مدھم تھی، لہجے میں زہر سے بھی تیز کڑواہٹ تھی۔ اتنی نفرت کے مہرو کا دل درد سے پھٹ گیا۔ انکی عمر بھر کی ریاضت خاک ہو گئی تھی۔ مہرو کو لگا شاید یہ وہ سٹیج ہے جب انکی زندگی ختم ہونے والی ہے۔ انھیں لگا کہ اگر جلال نے انھیں دھتکار دیا تو وہ یہیں انکے قدموں میں دم توڑ دیں گی۔

"جلال ایسا مت کریں، میں اب کچھ ایسا نہیں کروں گی جو آپکو ناپسند ہے۔ میرے ساتھ ایسا مت کریں" یہ عورتیں بھی کتنی بدنصیب ہوتی ہیں، جن کے ساتھ وفا کرتے کرتے موت کی دہلیز تک پہنچ جاتی ہیں وہی بے درد لوگ آخر پر پوچھتے ہیں کہ تم نے ہمارے لیے کیا ہی کیا ہے۔ جلال کا بھی اس میں قصور نہیں تھا، وہ انا ہی کی

غلطیوں کا نتیجہ بھگت رہے تھے۔ سارے صدمے تو مہرو پر اترے تھے۔ جلال نے بے دردی سے مہرو کو جھٹک کر اٹھنا چاہا تو وہ بھی ہمت جمع کیے اپنی آنکھیں رگڑتی ہوئیں پشت کر کے کھڑے جلال تک پہنچیں۔

"اب تمہارے پاس میری محبت کی قبر ہی ہے جس پر تمہاری مرضی کہ پھول چڑھاو یا مزید خاک ڈالو" جلال کی آنکھ میں بھی اذیت پسندی کی نمی نے اس الجھے شخص کو توڑ دیا تھا۔ کتنا ظالم ہے وہ ضامن احمد جسکی وجہ سے یہ دونوں تکلیف کے اونچے درجے پر فائز تھے۔ جلال وہاں سے چلے جاتے مگر مہرو نے ایک آخری کوشش کر کے اس ناراض شخص کو جکڑ کے روکنے کی جسارت کی۔ وہ انکی پشت سے لگی روتی ہوئیں ایک آخری مہربانی چاہتیں تھیں مگر جلال کے اندر اب مزید کسی مہربانی کا حوصلہ نہ تھا۔

کسی سفاک ظالم کی طرح وہ اپنے سینے پر مہرو کے بندھے ہاتھ بے دردی سے کھولتے ہوئے سٹڈی میں چلے گئے اور دروازہ اس زور سے پٹخا کہ مہرو کے رونے میں بھی شدت آئی۔ قسمت نے اس بے جان مہرو پر نا جانے ابھی کتنے اور ظلم ڈھانے تھے، مبشر کو پتا بھی نہ چلا اور وہ وہیں کرسی سے لگا ہی نیند میں اتر گیا۔

****

کھانا اچھے ماحول میں کھانے کی بھرپور کوشش کی گئی تھی مگر سب مل کر بھی خضر کے چہرے پر مسکراہٹ نہیں لا پائے تھے۔ محترم فریش ہو کر مکمل سیاہ میں اپنی اتری صورت کے سنگ دلہے کے روپ سے نکل آئے جبکہ آئرہ نے بھی بہت ہلکی سی گلابی شارٹ قیص اور وائٹ پلازو پہن کر بھاری بھرکم لہنگے سے جان چھڑوالی مگر جنت اور عریش ابھی تک دلہن اور دلہا بنے ہوئے تھے۔ دادی نے خضر کو خود سے لپٹا کر بہت ساری تسلی دی مگر خضر اس صدمے سے چاہ کر بھی نکل نہیں پایا تھا۔ افراح، زیان، عنیہ اور عریش نے بھی خضر کو ہنسانے کی کئی کوششیں کیں مگر وہ ہنس نہیں پایا تھا۔

اب سارے عریش کے کمرے میں جمع تھے۔ بیڈ پر جنت کو بٹھا کر اب افراح اور آئرہ جس میں عنیہ بھی تھی، سیلفیاں لے رہے تھے۔ جنت بار بار عریش کی دو معنی نظریں بھانپ کر گڑبڑا رہی تھی جو اتنے سب لوگوں کے بیچ بھی پوری ڈھٹائی سے جنت کو دیکھ کر مسکراتا جا رہا تھا۔ ویسے بھی دس ہونے کو تھے اور اب سب ہی ریسٹ کے لیے جانے والے تھے۔

"اللہ میرے سارے بچوں کو ہنستا کھیلتا رکھیں، میری جان خضر حوصلہ کرو۔ آج تمہاری زندگی کا کتنا بڑا دن ہے، اداس مت ہو" دادی نے سب کے چہروں کی مسکان کے بیچ خضر کو صوفے پر بلکل بنا کسی تاثر کے زیان کی بازو سے لگ کر بیٹھے دیکھا تو نثار ہوئیں۔ خود زیان بھی اس لاڈو کا کے بنے خضر کے لیے حقیقی اداس تھا، بلکے سب ہی خضر کی صبح والی خوشی مس کر رہے تھے۔ خضر نے ایک لمبا سانس خارج کر کے بیڈ پر جنت کے ساتھ بیٹھی اسی کو

دیکھتی آئرہ کو دیکھا تو دونوں کی نظریں ایک بار پھر تشفی بنیں اور زیان نے بھی خضر کو مزید جکڑے ایک جاندار تھپکی دی، عریش صاحب بھی مسکرا کر اب دادی کے لاڈو بنے تھے۔ خضر کے چہرے کا مدھم سا اطمینان ان سبکو ہی بہت سارا مطمئین کر گیا تھا۔

"آمین، ویسے آپ سب کتنے چپکو ہو رہے ہو۔ بھئی اب جان چھوڑ بھی دو ہماری۔۔۔۔ میری دلہن دیکھو اتنے بھاری جوڑے میں تھک گئی ہے" ایک تو اس آفت کے گولے کو زرا جو حیا چھو کے گزری تھی، جہاں سب منہ پر ہاتھ رکھے اس بے شرم کی بات پر ہنسے وہیں جنت بچاری اس نمونے منہ پھٹ عریش کی بات سے لال ہو گئی۔ دنیا میں لاڈلے عریش بھی تو اکلوتے تھے ناں، خضر بھی اسکی پھرتیوں پر مسکراتا ہوا دیکھائی دیا۔ افراح نے تو لاڈ لاڈ میں صدقہ بھی اتار لیا تھا۔

"دادی، اپنی جنت کی اینشورنس کروا لیجئے گا۔ یہ تو کوئی نیا ہی کارنامہ کرے گا۔ ھاھا قسم سے زیان نے تیرا نام کھوتا ایک دم چن کے رکھا ہے، ادی قربان جائے اپنے اس ویر پر" افراح بتیسی چمکائے خود بھی جمائیاں لیتی اٹھ کھڑی ہوئی تو عریش نے بنا دبے پوری ڈھٹائی سے سب کے باری باری اٹھنے پر ہاتھ بلند کیے شکر ادا کیا اور پھر سے ایک کان دادی اور ہنستی افراح کے ہاتھ میں تھا۔

"ھاھا نہیں یہ میرا بچہ بہت پیارا ہے، جنت میری جان تم نے بلکل نہیں گھبرانا۔ اگر یہ تنگ کرے تو دادی کے پاس آجانا بلا تکلف" سب ہی باری باری اب ریسٹ کرنے کا ارادہ کر چکے تھے مگر دادی نے جنت کے قریب جا کر اسکا ماتھا چوم کر باقاعدہ ساتھ لپٹا کر کہا جس پر وہ بہت کنفوز سا مسکرائی مگر عریش کی تو جیسے اب پارٹی شروع ہوئی تھی تبھی اس آفت کا چہرہ اچھا خاصا بلش کر رہا تھا۔

"اوہیلو دادی جان، آپ بھول رہی ہیں کہ یہ میری دلہن ہے۔ عریش تو اپنی دلہن کسی کو نہیں دے گا" عریش کا چونچال پن مجال تھا کہ کم ہوا ہو، سب کا موڈ اس آفت کے پرکالہ نے چمکا دیا مگر بچاری جنت تو ڈر ڈر کر آدھی ہو گئی تھی۔ ناجانے یہ شوخا اب بچاری کو کتنا ٹارچر کرنے والا تھا۔

"ھاھا توبہ ہے لڑکے، تم تو بہت خراب نکلے ہو" زیان نے بھی اچھے سے اسکو دبوچے ہنسی دبائی جس پر اب جنت اپنے شوہر صاحب کو گرفت میں پھنسا دیکھ کر ہنس دی۔ عریش کی نظر جنت کی بتیسی پر گئی تو بچارا اداس ہوا اور اسکی بتیسی غائب کرنے کا پکا ارادہ باندھ چکا تھا۔ سب کے چہروں پر ہنسی دوڑی اور یوں دادی نے سبکو آرام کے لیے بجھوا کر خود عنیہ کے ساتھ اپنے کمرے کا رخ کیا۔ زیان اور افراح تو بس جاتے ہی سونے والے تھے کیونکہ سب ہی کافی تھک چکے تھے۔ آئرہ بھی خضر کے ساتھ کمرے میں چلی گئی۔ عریش صاحب کا وقت آخر آ ہی گیا تھا، دروازہ بند کرتا ہوا وہ ایک شریر سی ہنسی دبانے کے بعد رخ جنت کی طرف پھیر چکا تھا۔ یہاں عریش اسکی سمت بڑھا اور وہیں جنت کی دھڑکنیں پوری رفتار سے مچل اٹھیں۔

****

"منا آئے پھر آپ دونوں اپنے بیٹے کی بربادی کا جشن، خوش تو بہت ہوں گے" شمس اور ہاجرہ بھی پہنچ چکے تھے۔ گھر آئے تو پتا چلا نادم ابھی تک نہیں آیا تھا۔ آج جلال آفس نہیں گئے تھے لہذا وہ نادم کو دیر تک رکنے اور سارا کام دیکھنے کی تاکید کر گئے تھے۔ نادم کا جلا کٹا انداز شمس اور ہاجرہ دونوں کو رنجیدہ کر گیا تھا۔ شمس جو نماز پڑھنے کے بعد کمرے میں جا رہے تھے، نادم کی اس بات پر رک کر مڑے اور نادم تک آئے جو اپنی شرٹ کی بازو کھول کر چڑھانے کے بعد تلخ سا شمس کو دیکھ رہا تھا۔

"نادم، بس کر دے۔۔۔۔ تیری خوشی اب کوئی اور ہے، ہمیں مزید مت تھکا" شمس حسین کا لہجہ ہی نہیں الفاظ بھی تھکن زدہ تھے۔ نادم نے لاپرواہی سے منہ موڑ لیا، شاید وہ اپنے سوا دنیا کے ہر فرد سے نالاں تھا۔

"میری خوشی کیا ہے یہ کوئی نہیں جان سکتا، کچھ بھی ہو جائے میرے دل سے یہ کھوٹ نہیں جانا۔۔۔ اب نادم اپنی قسمت خود لکھے گا پھر دیکھوں گا کہ کس میں ہمت ہے کہ وہ مجھ سے کچھ چھینے" نادم کے لہجے سے باغیانہ پن صاف صاف جھلک کر شمس کا دل دہلا رہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ نادم بیوقوف ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نمبر کا جذباتی ہے۔

"بس ہو گئیں تیری خیالی پلاو کی تیاریاں، جو اللہ نے دے رکھا ہے اس پر شکر کر بد دماغا۔۔۔کیوں ایسے باغی پن سے تو ہم بوڑھے ماں باپ کو پھر سے ستانا چاہتا ہے" شمس کو تو اس اولاد سے ابھی بھی کسی اچھائی کی رتی برابر توقع نہ تھی، ہاجرہ تو تھکی تھیں تبھی چپ چاپ جا کر لیٹ کر آنکھیں موندھ گئیں۔نادم نے مڑ کر جلبلاتے تیور دیکھا کر بابا کو دیکھا جو سخت پریشان حال تھے۔

"مجھے حرا سے شادی کرنی ہے، آپ اپنے دوست سے بات کریں" لو جی، پنڈ وسیا نہیں تے لوٹیرے پہلے آ گئے۔ نادم صاحب دی گریٹ نے ایک اور نیا شوشا چھوڑ کر بچارے شمس حسین کو بھی صدمے میں غرق کیا تھا۔

"پہلے اس جوگا تو ہولے، کیوں مجھے ایک بار پھر زلیل کروانا چاہتا ہے" شمس تو دہلتے دل کے ساتھ صحن کے پلنگ پر بمشکل بیٹھے اور نادم کو بابا کے اس انداز پر پتنگے ہی لگ گئے تھے۔

"میں لگ تو گیا ہوں کام پے، اب کیا ملک کا وزیر اعظم لگ جاوں۔مجھے نہیں پتا، آپ بات کریں، کسی نے مجھے دھوکہ دینے کی کوشش کی تو میں بتا رہا ہوں سب کو جان سے ماروں گا" نادم کو نا جانے یہ نیا فتور کیسے لاحق ہوا اگر اس بچاری حرا کی تو لگتا تھا قسمت پھوٹنے والی ہے۔ابھی تک تو وہ خود بچی تھی اور جب اسے یہ پتا چلنا تھا تو اس نے تو صدمے سے ہی کوچ کر جانا تھا۔شمس نے سخت بیزارگی سے اس نمونے کے اڈتے پاگل پن کی حد کو چھوتے غصے پر ڈالی اور اپنا سر جکڑ کر گرا گئے۔

"نادم او نادم تو مجھے کیوں پریشان کرتا ہے، دیکھ میرے ہاتھ۔۔۔کچھ دن تو گزرنے دے۔۔۔" شمس تو سوچ سوچ کر ٹھنڈے پڑھ رہے تھے مگر نادم ٹلنے والا ہرگز نہ تھا۔

"آپ بات کریں گے یا میں خود کروں؟" نادم نے بنا دبے اکڑ کر اپنی وحشیانہ لے میں کہا تو شمس نے ایک پتھرائی نظر نادم پر ڈالی، انھیں لگا جیسے اب یہ بلا ٹلنے والی ہرگز نہ تھی۔ بے دلی سے وہ سر ہلا گئے اور وہ پھنکارتا ہوا اپنے لمبے لمبے قدم اٹھاتا اپنے کمرے کی سمت بڑھ گیا۔ شمس حسین ایک بار پھر سخت ذہنی دباو اور جنجھلاہٹ کا شکار ہو کر ہلکان ہو گئے تھے۔

****

عریش اپنی شیروانی کا کوٹ اتار کر ایک دلکش سی نظر اس سمٹ کر گھبراہٹ میں لپٹی جنت پر ڈالے دل تک محفوظ ہوا اور اپنے اور جنت کے بیچ کا یہ فاصلہ نہایت شریر مسکان کے سنگ ختم کیے بڑی ہی ادا سے اس لال ہوتی جنت کے روبرو جا بیٹھا۔ جنت کی پلکوں کا لرزتا رقص تو عریش کا دل لوٹ کر لے گیا تھا، اس نے جنت کو کبھی اس نظر سے نہیں دیکھا تھا جس سے آج دیکھ رہا تھا۔ کتنی جلدی وہ عریش کی من موجی زندگی میں داخل ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عریش کے دل کی اصل مکیں بن گئی۔ جنت تو اس شخص سے یوں سہمی تھی جیسے اسکے سامنے

ناجانے کونسا جلاد تھا۔ عریش ہنسی کو بریک لگائے جونہی کچھ قریب ہوا، جنت ترنت اپنی اتھل پتھل سانسوں کا قابو کرتی کچھ دور ہوئی۔

"میرے قریب آئے تو شور مچادوں گی" جنت کی بات پر عریش کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا اور وہ اس من چلے کے ہنسنے پر مزید کنفوز ہو کر سہم گئی۔

"ھاھاھا او مائی گارڈ، یعنی تم مجھ سے واقعی ڈر گئی۔۔۔۔۔۔ ویسے مجھے اللہ نے دنیا میں جنت دی اور میں اسکے قریب بھی نہ آوں، واہ جی کیا انصاف ہے" عریش کو جنت کی بے چینی اور ہڑبڑاتے تاثر دیکھ کر حقیقی لطف آیا۔ عریش نے گستاخانہ انداز میں جنت کو دیکھا تو وہ شدید ڈری سی اپنی آنکھیں اور مٹھیاں بھینچ گئی کیونکہ عریش کی دو معنی نظریں اسکا کام تمام کر رہی تھیں۔

"تم بہت چھچھورے ہو" آنکھوں کو زور سے میچے وہ سخت کوفت میں بڑبڑا کر خود ہی پتھر ہوئی کیونکہ عریش صاحب پورے کے پورے محترمہ کی گود میں جالیٹے تھے۔ دونوں ہاتھوں کو سینے پر باندھے عریش نے مسکراتے ہوئے جنت کو دیکھا جو اب اس بے جا بے تکلفی پر ہونق زدہ تھی۔

"یار چھچھورا نہیں ہوں، وہ تو میں خضر کو ہنسا رہا تھا۔ میں اس کے لیے بہت اداس ہوں، تمہیں پتا ہے کہ اگر اسکی جگہ میں ہوتا تو ابھی تک رو رہا ہوتا" عریش کا یوں جنت کی گود میں سر رکھ کر اسکی تحیر سے خود پر جھکی آنکھیں دیکھ کر وہ یک دم اداس ہوا تو جنت نے عریش کا چہرہ اپنی آنکھوں میں جی بھر کر بھرا۔ واقعی وہ تو کچھ اور ہی تھا۔

"تم روتے بھی ہو؟" جنت نے یک ٹک دیکھتے ہوئے سوال کیا تو عریش نے اپنے باندھے ہاتھ کھول کر جنت کے ہاتھ کو پکڑا تو اس لمس کی شدت سے وہ پھر سے عریش کی نگاہوں کی سازش سے کنارہ کر گئی۔

"کیا تم مجھے رلانا چاہتی ہو؟" سوال کے بدلے سوال پر جنت نے بے اختیار عریش کو دیکھا تو دونوں ہی حد درجہ سنجیدہ ہوئے۔ عریش نے جنت کی آنکھوں میں آج صرف اپنا آپ دیکھا تھا۔

"نہیں چاہتی" جنت اب کی بار عریش کے دیکھنے سے خود کو چھڑوا نہ پائی تھی۔

"پھر یہ بتاو، میں تمہیں کیوں اچھا لگا۔۔۔۔ تمہیں مجھ سے اچھا انسان بھی تو مل سکتا تھا" خود عریش شاید اب بس جنت کے منہ سے اپنے لیے محبت سے لفظ سننا چاہتا تھا اور وہ اتنی بہادر نہیں تھی کہ عریش کے سامنے ایسا کچھ کہتی۔ عریش مسلسل نثار ہوتی نظریں اٹھائے جنت کو دیکھ کر منتظر تھا۔ جنت کو لگا وہ بول تک نہ پائے گی۔

"عریش مجھ سے کچھ مت پوچھو" جنت کی آواز میں بے بسی تھی اور وہ عریش کے سامنے بول تک نہیں پا رہی تھی، شاید جناب کا جادو آج سب تہس نہس کر رہا تھا۔ عریش نے جنت کی اس بات پر اپنی آنکھیں بند کیں تو جنت ان وارفتگی میں لپٹی نگاہوں کے اثر سے کچھ لمحے کو باہر آئی تو جیسے اسکا سانس کچھ بحال ہوا۔

"اب بتاو، میں تمہیں نہیں دیکھ رہا" بند آنکھوں سے عریش نے جنت کا رہا سہا حوصلہ کچھ بڑھایا مگر وہ تو یوں تھی کہ اسکے ہاتھ پیر پھول چکے تھے۔ جس عریش کو وہ نگاہ اٹھا کر جی بھر کر دیکھتی تک نہ تھی، آج سے اسکا سب تھا۔ جنت اسکی بند آنکھوں کے باوجود بے حال تھی، وہ بھی جانتا تھا کہ وہ بہت سہمی اور گھبرائی ہوئی ہے۔

"عریش میرا امتحان مت لو پلیز" جنت پوری کی پوری عریش کے سحر میں جکڑ کر بے جان ہو رہی تھی، عریش نے اپنی بند آنکھیں کھول کر سر اٹھالیا تو وہ اس پر بھی بے قرار ہوئی تھی۔

"کیا یار، پیار کرتی ہو پر کہہ نہیں رہی ہو۔۔۔۔ مجھے مزہ نہیں آیا، یہ دلہن اچھی نہیں ہے" عریش صاحب تو اب روٹھ کر چپنے کا کے ہی لگے جس پر خود جنت کی مسکان تمام تر گھبرائی ترنگ کے ابھر آئی تھی۔

"کہنا ضروری تھوڑی ہے" جنت پھر سے سر جھکائے مدھم سا بولی تو اب کی بار عریش نے ایک ہی جھٹکے میں اسکی بازو جکڑے خود کے قریب کیا۔ جنت تو ایسی افتاد پر بوکھلا گئی، عریش اتنے قریب، یوں لگا جیسے وہ اپنے ہوش گنوا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، پھر کچھ ایسا کرو کہ فیل ہو مجھے تمہارا پیار" عریش جان بوجھ کر اب اس ظالم کو ستاتے ہوئے بولا جس پر بچاری لرز ہی تو اٹھی۔ عریش کی بات کا مفہوم سمجھتی ہوئی وہ اسکی گرفت میں پھڑ پھڑائی مگر یہ گرفت کوئی عام نہ تھی۔

"ک۔۔۔ کیا مطلب" جنت کی آواز خوف سے دب کر ہلکلائی اور بولنے کی اس کوشش میں اضطراب کے باعث ہونٹ کپکپاہٹ کا شکار ہوئے۔ عریش تو رہ کر جنت کے موسموں کی طرح بدلتے تاثرات دیکھ کر اب خود بھی اپنے حواس کا قائم رہنا زائل ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

"مطلب بھی میں معصوم سمجھاوں اب، خیر اب میں اتنا بھی چھچھورا نہیں ہوں۔ ویسے اب تم میری ہو اس لیے نزاکت کی ملکہ بننا کم کر دو۔۔۔۔۔ یہ نہ ہو مجھے پیار کے لیے اپنی گرل فرینڈز سے رابطہ بحال کرنا پڑھ جائے" عریش نے جنت کو خود سے دور کیے کن آکھیوں سے سر کھجاتے ہوئے شوخی اور معنی خیزی لیے کہا تو جنت نے اسے یوں دیکھا جیسے اسے کچا چبا جانے والی تھی۔

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی" ھائے ھائے خوف سے لال تھی پھر بھی دھمکی کمال آئی تھی، عریش نے خاصی متاثر کن ہنسی لیے جنت کے مزید ار غصے کو دیکھا جو صاف صاف وارننگ دے رہی تھی۔ عریش کا پھیلنا تو بنتا تھا۔

"اسکے لیے تمہیں میرے قریب آنا ہو گا، اور وہ تم آنے کی غلطی کرو گی تو اپنا ہی نقصان کر لو گی۔۔۔۔" عریش بے خود سا جنت کے قریب ہو کر بڑی بہکتی ہوئی آنکھوں کے سنگ اسکے چہرے کے ایک انچ تک قریب جا کر جتاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ جنت کو نا جانے کیوں بے قراری ہوئی تو وہ بے اختیار اپنا لہنگا سنبھالے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ جنت نے مڑے عریش کی بازو تھامی تو وہ میسنی سی ہنسی دباتا روبرو ہوا۔ لگتا تھا محترمہ کوئی ارشاد کرنے والی تھیں، عریش نے ایک جان نثار نظر جنت کے چہرے پر اڈتی ست رنگی بہار کو گہرائی سے جانچا اور خود ہی چند قدم اٹھاتا اپنے بازو جنت کے گرد حائل کیے اسکے ناک پر پیار دیے ہنسا۔ وہ جو گرفت تک سے اپنا سانس بند ہوتا محسوس کر رہی تھی، عریش کے یوں کرنے پے حیا سے گلابی ہو گئی۔ عریش نے بنا کچھ کہے اسے پوری محبت کے سنگ اپنے سینے میں پیوست کیا تھا۔ شاید وہ واقعی میں مہربان تھا، جنت کو لگا وہ اب اپنی درست جگہ آئی ہے۔ کتنا پیارا احساس تھا یوں عریش کے وجود کی حدت محسوس کرنا اور بے قراری سے بنا کہے اور سنے عریش نے اپنے راضی ہونے کا سر عام اعلان کر دیا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت کرتی ہو، یہ لمس تمہاری محبت کے نام۔۔۔۔۔۔۔ مجھے ابھی بے وفائی سے وفا تک آنے میں وقت لگے گا پر میں اب حقیقت میں صرف تمہارا ہوں۔ جا کر یہ چھچھورا لہنگا بدل لو سارا چبھ گیا ہے مجھ معصوم کو اور آکر مجھے اپنی گود میں سونے دو، بس اور کچھ تقاضا نہیں ہے "خود سے والہانہ وابستگی کے ساتھ لپٹی جنت کو وہ مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا اور وہ تو اس پگلے پر جان تک لٹانے کے لیے راضی تھی۔ محبت کی شروعات تو ہو گئی تھی اور اس محبت نے اب ہمیشہ بڑھنا ہی تھا۔ ہنستی ہوئی جنت الگ ہوتے ہی شرما کر یوں دوڑی جیسے کوئی اسکے پیچھے بھاگا تھا، عریش خود بھی بے ساختہ سا موہنے انداز میں ہنس پڑا تھا۔

****

آئرہ کا ہاتھ اس بظاہر جڑے مگر اندر سے بکھرے شخص کے ہاتھ میں تھا اور وہ اگلے ہی پل خضر کے بلکل روبرو کھڑی تھی۔ خضر اور آئرہ آج یوں تو ایک دوسرے کے تھے مگر خضر کے اندر کا پلتا دکھ آج اس ناقابل شکست سے خضر تک کو نڈھال کر گیا تھا۔ کیا کیا سوچا تھا کہ وہ آج کی رات آئرہ کے لیے بہت خاص بنائے گا مگر وہ اب ایسا چاہ کر بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ آئرہ اس شخص کو یوں الجھن زدہ اور بے بس محسوس کرتی ہوئی اداس تھی۔ وہ ان من پسند سی سیاہ آنکھوں میں اب کوئی اداسی نہیں چاہتی تھی۔

"کیوں میری ان فیورٹ آنکھوں پر بوجھ ڈال رہے ہو، دیکھو آئرہ آج تمہارے پاس ہے۔ خضر سچ بتاوں تو تم یوں تکلیف میں ہو اور میں تمہاری خوشی کے لیے کچھ نہیں کر پا رہی، مجھے دکھ ہے۔ کاش میں تمہاری زندگی میں تمہاری ہر پسند شامل کر پاتی۔۔۔۔ میرا یہ راہنما آج بوجھل ہے تو کہو اسکی سیاہ آنکھوں کی چمک مجھے کہاں سے واپس ملے گی" آئرہ اسکا ہاتھ بے خودی سے چومے شاید خضر کی تکلیف کا بخوبی اندازہ کر سکتی تھی، خضر نے ایک نظر آئرہ پر ڈالی اور وہ تھکی سی جادوئی پر اسرار آنکھیں جھکا گیا تھا۔

"میں ایک دم خود کو سنبھال نہیں پا رہا، جانتا ہوں تم میرے پاس ہو لیکن آج میں خود کے پاس ہو کر بھی نہیں ہوں۔ یہ تمہارے ساتھ ناانصافی ہے لیکن میں نہیں کر پا رہا، آج مما کی کمی بلکل بچپن کی طرح محسوس ہو رہی ہے" خضر جانتا تھا کہ اس دنیا میں اگر اسے کوئی سمجھتا ہے تو وہ بس آئرہ تھی، یوں خضر کو بے بس اور پشیمان سا دیکھ کر وہ بھی رنجیدہ ہوئی اور اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑے آتش دان کے قریب رکھے صوفے تک لے گئی اور بیٹھا دیا۔ آگ کی گرمائش نے موسم کی نزاکت پر مکمل بندھ باندھ کر حدت پہنچائی تھی۔ کمرے کی مدھم روشنی اور ٹنٹماتے آگ کے شعلے تو ماحول کو رومان پرور بنا رہے تھے مگر آئرہ جانتی تھی کہ خضر کو کیسے پر سکون کرنا ہے۔

"ٹھیک ہے تو پھر بتاو کیا کریں، اگر تم سونا چاہو تو میری گود میں سر رکھ کے سو جاو" آئرہ کی مان اور دلفریبی سے کہی بات پر خضر نے نفی میں سر ہلایا اور بلکل بچوں کی طرح آئرہ کے کندھے پر سر ٹکا گیا۔ خود آئرہ اسکے گرد بازو پھیلائے مسکائی مگر وہ تو اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا۔

"نیند تو آج پتا نہیں کہاں گئی ہے" بند آنکھوں سے ہی خضر نے سنجیدہ اداسی کے سنگ کہا تو آئرہ کچھ ٹھیک ہو کر بیٹھی تو خضر کا سر اب اسکی گود میں تھا اور وہ اسکی بازو پر ٹھوڑی اٹکائے اپنے اس بے حال سے خضر پر قربان ہوئی۔

"ٹھیک ہے پھر ہم بہت ساری باتیں کر لیتے ہیں" آئرہ اسکے سمٹے انداز سے اسکی گود میں پر سکون ہو کر لیٹنے کو دیکھ کر موہنا اور مخملی سا مسکرا کر محبت سے بولی جس پر خضر نے اپنی تھکن سے موندھی آنکھیں کھول کر اپنی اس جان سے پیاری آئرہ پر ڈالیں۔

"اگر باتیں بھی نہ کر پاؤں تو" خضر کی آنکھیں شدید مضطرب ہوئیں، آئرہ نے پھر سے محترم کی بازو پر ہونٹ رکھ کر ایک دلگیر نظر خضر کو دیکھا اور بنا کسی جواب کے دیے مسکراہٹ دے گئی۔

"تو مسٹر ہنڈسم، میں تمہیں دیکھ کر مسکراتی رہوں گی۔ تم میرے پاس ہو میرے لیے یہی بہت زیادہ ہے۔ ساری زندگی اب آئرہ اور خضر کو باتیں ہی تو کرنی ہیں" خضر کے کندھے کا درد اسے جلد ہی بے چین کرنا شروع ہو گیا تھا تبھی وہ گود سے اٹھ کر پھر سے آئرہ کے روبرو ہوا۔ خضر کا بے اختیار ہاتھ کندھے پر مضبوط ہوا تو آئرہ نے بھی بے قراری سے خضر کو دیکھا۔ شاید کندھے دبنے کی وجہ سے اسکا زخم اندر سے درد کر گیا تھا۔

"خضر، درد ہو گیا ہے ناں۔ تم بھی تو بیٹھے بیٹھے لیٹ گئے۔ درد تو ہونا تھا ابھی زخم مکمل ٹھیک نہیں ہوا۔ ٹارزن کم بنا کرو" آئرہ نے منصوعی ساڈانٹ کر اب کی بار خضر کو بھی ہنسا دیا تھا۔ آئرہ بہت آہستگی سے اسکی شرٹ کے بٹن کھول کر شاید زخم دیکھنا چاہ رہی تھی کہ کہیں زیادہ متاثر نہ ہو گیا ہو۔ خضر نے چپ چاپ اوپری بٹنز کھلتے ہی کندھے سے شرٹ سرکائی تو بینڈیج بلکل سلامت تھا۔ آئرہ کو تسلی ہوئی تو اسکی شرٹ واپس ٹھیک کرتی ہوئی اٹھ

کھڑی ہوئی۔ خضر بھی مدھم سی مسکان سجائے اب آئرہ کا بڑھا ہاتھ دیکھ رہا تھا جو وہ چاہت زدہ انداز میں اسکی سمت بڑھا چکی تھی۔

" آو ریلکس ہو کر لیٹ جاو، تمہیں درد ہو گا تو مجھے اثر پہنچے گا۔ کم آن" آئرہ کی اتنی توجہ تو اس پگلے کو جینے کا پھر سے حوصلہ دے رہی تھی، پوری دلبستگی کے سنگ وہ اسکی نرم گداز ہتھیلی تھامے کھڑا ہوا اور دونوں کی آنکھیں ظالمانہ طور پر ہمکلام ہوئیں۔ خضر نے آئرہ کے چہرے کو دیکھا تو گویا سارا دھیان ہی محبت میں جا اٹکا۔ بہت محبت سے لبریز انداز میں وہ محبت زدہ مہر ثبت کرنا اب بے حد اہم سمجھتا تھا۔ سانسوں کی تکرار نے محبت زدہ تسلی بن کر دل میں سنسنی اور گدگدی اتاری تھی۔ خود خضر اس اظہار پر مسکراتا ہوا سر جھکائے اس حیا سے گلابی ہوتی آئرہ کو بس اپنی مضبوط باہوں میں جکڑ گیا تھا۔ گرفت ایسی شدت لیے تھی کہ جیسے کوئی سمندر کسی پیاسے صحرا میں پیوست ہو گیا ہو۔ وہ تو خود کو مقدس ترین شے جان رہی تھی جسے خضر خاقان نے تمام تر تکلیف کے باوجود محبت کا دل پسند اظہار دیا تھا۔ وہ اسے یونہی ساری عمر اپنے سنگ دیکھنا چاہتا تھا۔

" تم اگر موسم ہو تو میرا دل پسند ہو، تم اگر رات ہو تو میری آنکھوں کی سیاہی تم پر قربان ہے، تم دن ہو تو خضر کی ہر تکلیف کا مداوا ہو۔۔۔ اور اگر تم ذائقہ ہو تو میری زندگی میں بس گھل جانے والی مٹھاس ہو۔ تم خضر خاقان کے لیے سب سے خاص ہو" وہ آئرہ کے ریشمی من پسند بالوں کی خوشبو اپنی سانسوں میں اتارتا ہوا بے خود ہوا۔ ایک کے بعد ایک آسودگی نے آئرہ کے انگ انگ میں واقعی مٹھاس بھری اور پیاس بجھا دی تھی۔

"بس کرو رلاو گے کیا" آئرہ کی جذباتیت میں ڈوبی لرزی آواز پر محترم نے موہنا سا ہنس کر گرفت مضبوط کی اور اب کی بار تھوڑی شرارت تو بنتی تھی۔ اسی انداز سے وہ پہاڑ صاحب بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھے اور پھر اسی لمحے لیٹ گئے اور آئرہ تو اسکی اس حرکت پر پتھر ہو کر اب اس پاگل کی طبعیت درست کرنے کو گھوری۔ ایسے گرنے سے اسکے کندھے پر ضرور دباو پڑا تھا مگر مجال ہو جو چہرے کی بے کلی میں زرا برابر بھی تکلیف کا اثار آیا ہو۔

"خضر، اب میں نے واقعی رونا شروع کر دینا ہے۔ چھوڑو مجھے، زخم کو تم نے مزاق سمجھ رکھا ہے۔۔۔ دیکھنے دو مجھے" آئرہ فورا سے پہلے اس کے اوپر سے اٹھ کر بیڈ پر بیٹھی مگر خضر تو یوں تھا جیسے ابھی بہت مدت بعد پر سکون ہوا ہو۔

" آئی ایم فائن، اتنی فکر مت کرو" خضر نے دوسری بازو کا تکیہ سا بنا کر سر اونچا اور لیٹے لیٹے گردن ساتھ بیٹھ کر اوپر جھکی آئرہ کو دیکھتے ہوئے کہا جو اب اداس اور برہم تھی۔

"اچھا چلو سیدھے ہو کر لیٹو، سارے کام الٹے ہیں تمہارے" آئرہ پس پردہ پیار لیے مگر بظاہر فکر کا سمندر لیے بولی تو خضر نے پوری فرماں برداری سے وہیں سے بیڈ کے کنارے تک سرک کر تکیہ سیدھا کرتے ہی بیڈ سے کمر ٹکا دی۔ آئرہ اسکی آتشی آنکھوں کے وار پر اعتمادی سے برداشت کرتی ہوئی لحاف کھول کر خضر کی سمت آئی اور اچھے سے اس پر اوڑھا کر مدھم مسکان دیتی جانے لگی تو خضر نے اسکی نازک کلائی پکڑ کر پھر سے اپنے ساتھ جا بیٹھایا۔

"آئی لو یو مائی بیوٹی فل وائف، دس از اونلی فار یو" خضر نے اسکو دیکھا اور سائیڈ ٹیبل کی ڈرا سے ایک چھوٹا سا باکس اٹھائے آسودگی سے آئزہ کی مقدس پیشانی چومتے بولا، ایک بار پھر تاثیر اتنی خوش رنگ تھی کہ آئزہ کا دل سرمستی میں گم ہو کر نثار ہوا۔ آئزہ کی پر اشتیاق نظریں اس باکس پر تھیں جسے خضر بہت آہستگی سے کھول رہا تھا۔ باکس کھلا تو آئزہ اس چیز کو دیکھ کر بے اختیار اپنی خوشی سے پر نور آنکھیں خضر پر جمائے ہنس دی۔ خضر نے ہنوز وارفتگی لیے وہ بہت پیاری سی سلور چین نکالی۔

اسکا پینڈٹ بہت پیارے وائٹ اینڈ بلیک ڈائمنڈ سے بنا تھا جو انگریزی حروف ایچ اور آئی سے مزین تھا۔ بہت چھوٹا سا بظاہر وہ ایچ بنا تھا مگر غور کرنے پے آئی کا حروف بھی دیکھائی دیتا تھا۔ خضر نے محبت سے اٹی آنکھوں کے سنگ آئزہ کو دیکھا اور اسکے بال ایک طرف کرتے ہی وہ اسکی گردن میں پہنا دیا۔ وہ اس قدر خوبصورت اور اچھوتا تھا کہ آئزہ کی آنکھیں پھر سے نم ہوئیں۔

"جب کبھی میں تمہارے پاس نہ ہوا تو یہ تمہیں میرے ہونے کا احساس دلائے گا، اسے خضر ہی سمجھنا۔ یہ میں نے سپیشلی نیم ورڈ کے ساتھ بنوایا ہے۔ کیسا لگا؟" خضر اپنی انگلیوں کی پوریں اسکی گردن میں چمکتے پینڈٹ پر پھیرے اس پر ساتھ ہی مہر ثبت کیے دیوانگی لیے بولا تو آئزہ جی بھر کر مسکرائی۔

"سو بیوٹی فل، ویری گریس فل لائک یو، میں اسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھوں گی۔ مگر تم کبھی مجھ سے دور مت جانا۔ آئی لو یو ٹو، میرے بس میں ہو تو میں اپنے حصے کا ہر سکھ تم پر وار دوں" بے پناہ لاڈ سے وہ اسکے سینے میں منہ چھپا کر بولی تو سکون تو وہ تھا جو اس وقت خضر خاقان کے روم روم کو مہکا گیا تھا۔ آج اس ٹوٹے شخص نے بھی

جڑنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر آئرہ کے پاس ہونے کا سکھ اپنی جگہ مگر وہ چاہ کر بھی مہرو کے آنسو نہیں فراموش کرپارہا تھا۔اب کی بار آئرہ کو بھی اسے چھونے کا انداز بے حد بے تاب لگا تبھی آئرہ نے اس شخص سے الگ ہونے کا ہر ارادہ پس پشت ڈال کر اپنا ہر اختیار خضر پر چھوڑ دیا تھا۔

****

صبح کے چھ بج چکے تھے، ابھی تک دور دور ہلکی سحر کے باعث روشنی کا وجود مدھم تھا۔ قبرستان کے احاطے میں مکمل سیاہ میں لپٹا وہ وجود مرے قدموں کے ساتھ اس ایک خاص قبر کی طرف جارہا تھا۔ڈرائیور نے گاڑی سے کچھ فاصلے پر رک کر مودب ہو کر ہاتھ باندھے اور میڈم پر نگاہیں جمائے کھڑا ہو گیا۔مہرو نے سر پر بھی کالا سکارف لے رکھا تھا۔انکی بین زدہ آنکھیں آج ہار کا استعارہ تھیں، دور دور بنی قبریں ابھی بھی ملگجی روشنی کے باعث سویرے سے لاتعلق تھیں۔مہرو نے نگاہیں سامنے قبر پر ڈالیں تو کئی بے آواز آنسو انکی دہکتی رخساروں پر ڈھلکتے چلے گئے۔

"دیکھیں خاقان، آپکی مہرو ہار گئی۔ آج بہت مدت بعد پھر سے بکھر گئی ہوں۔ کیوں چلے گئے تھے آپ، مجھے اس بے رحم دنیا کے آسرے پر تنہا چھوڑ کر۔۔۔۔۔۔ آج میں نے اپنا سب کچھ گنوا دیا۔ آپکی امانت کو بھی در در بدر

کرتی آئی تو سکون مجھے بھی نہ مل سکا۔ مجھے بھی اپنے پاس لے جائیں، میں اس زندگی کو گھسیٹ گھسیٹ کر تھک چکی ہوں" وہ اس قبر پر روتی ہوئیں ہاتھ رکھ کر سسک رہی تھیں، وہ آج واقعی ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئی تھیں۔ انکے آنسو خاقان کی قبر کے اندر جذب ہوتے گئے مگر نہ کوئی آواز آئی اور نہ مہرو کی اس زندگی سے خلاصی ہوئی۔

"آپکو مجھ سے شکایت تھی ناں کہ مہرو تم ہر چیز گما دیتی ہو، آج مہرو اپنا آپ گنوا آئی ہے۔ اس دنیا میں میرے لیے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ خضر مجھ جیسی ظالم ماں کا مستحق نہ تھا، جلال جنھیں آپ نے جاتے وقت میرا ہاتھ تھما دیا تھا، وہ بھی آپکی مہرو کو زندہ نہیں چاہتے۔ میرے سارے بچے مجھ سے خفا ہیں۔ کوئی میری بے توجہی کا شکار ہے تو کسی کو میرے آنسو ہلکان رکھتے ہیں۔ خضر کی زندگی میں آئرہ ہے، جلال ان تینوں کو سنبھال لیں گے۔ خدا کے لیے خاقان مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔ میں یہیں اپنی جان دے دینا چاہتی ہوں، اب مہرو جیے گی تو اپنے ساتھ ساتھ سب پر ظلم کرے گی" روتے روتے مہرو کا نازک اور کومل چہرہ آنسوؤں کی سیل رواں نمی سے ماتم زدہ تھا، وہ لرزتی اور تڑپتی آواز کے سنگ اس قبر کے اندر ہی دفن ہونا چاہتی تھیں۔

"کیوں، آخر میرا صبر کب مجھے میرے حصے کا پھل دے گا۔ کب میری عمر بھر کی بے سکونی کا خاتمہ ہو گا۔ خاقان آپکی مہرو جیتے جی مر گئی ہے" نا جانے کیا ہوا کہ رو رو کر ہلکان ہوتی مہرو نے اپنے سر میں شدید تکلیف اٹھتی محسوس کی تھی۔ انکا پورا چہرہ زردی سے اٹ گیا اور وہ شدید کرب سے کراہتی ہوئیں اٹھنے لگیں مگر انکی آنکھوں کے آگے گہرا اندھیرا چھا گیا۔ ڈرائیور جو مہرو کو دیکھتے ہی اسکی جانب دوڑ لگا چکا تھا جب تک قریب آیا مہرو دنیاو

جہان سے بیگانہ ہو کر قبر پر ڈھے چکی تھیں۔ ڈرائیور نے مہرو کی گال تھپکائی مگر وہ ہوش میں نہیں آئیں تھیں۔ دوسری طرف مبشر کے فون کی چنکارتی ٹون پر وہ ہڑبڑا کر کرسی کی پشت سے گردن اٹھائے فکر مندی سے ٹیبل پر وائبریٹ ہوتے فون کو دیکھاتو اضطراب میں ڈوبا ایک نظر گھڑی کو دیکھا جو چھ پندرہ بجا رہی تھی۔

"یا اللہ میں سو گیا تھا کیا، اف مما" اس سے پہلے کے مبشر بے قراری سے کمرے کی طرف جاتا، بند ہوتا فون پھر بجا۔ مبشر نے فوراً اسے پہلے فون کان سے لگایا اور ساتھ اجلت سے دہلتے دل کے سنگ سیڑھیاں چڑھ گیا مگر ابھی وہ دوسری پر ہی تھا کہ ڈرائیور نے اس کے وجود سے جان کھینچ لی تھی۔

"مبشر سر، مہرو میم بے ہوش ہو گئی تھیں۔ میں انھیں قبرستان لایا تھا مگر پھر وہ بہت مدھم سانس لے رہی ہیں۔ میں انکو ہوسپٹل لے آیا ہوں پلیز آپ جلدی سے آجائیں وہ آئی سی یو میں ہیں" ڈرائیور کی گھبراہٹ کی بدولت اپنی سانس پھول گئی مگر مبشر کی تو کسی نے جان لے لی تھی۔ کانپتے دل اور ٹانگوں سے وہ سیڑھیوں کی ریلنگ کا سہارا لیے بمشکل بیٹھا۔

"میں پہنچتا ہوں" مبشر کو خود اپنی آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔ پل بھر میں اسے خود پر حقارت اور جلال کے لیے شدید برہمی محسوس ہوئی تو وہ دلبرداشتہ سا کمرے کی طرف بھاگا۔ پورا کمرہ خالی تھا اور سٹڈی روم کا دروازہ بند تھا۔ مبشر اپنی آنکھیں بے دردی سے رگڑتا دروازے تک گیا اور دھاڑا۔

"کیا کہاہے آپ نے مما کو، آپ اتنے سفاک نہیں ہو سکتے۔ کھولیں دروازہ،" مبشر کی دھاڑ پر جلال نے فوراً سے پہلے اٹھ کر دروازے تک رسائی حاصل کی مگر وہ مبشر کی آنکھوں کا غصہ اور چہرے کی غمگینی دیکھ کر اپنی جگہ جم گئے تھے۔

"مما کو کچھ ہوا تو میں آپکو نہیں چھوڑوں گا، آپ نے انکو آئی سی یو پہنچا کے ہی دم لیا۔ آپ جیسا ظالم انسان میں نے نہیں دیکھا" دروازہ کھلتے ہی مبشر اپنی پوری قوت سے پھٹ پڑا اور یہ ایسی بات تھی جس نے جلال احمد کی بھی جان لے لی تھی۔ وہ بمشکل دروازے کا سہارا لے کر کچھ دور ہٹے۔ مبشر ایک دردناک نگاہ اس شخص پر ڈالنے کے بعد روتا ہوا وہاں سے نکل گیا اور جلال احمد پر بھی اپنی برپا قیامت پورے زور سے آن گری تھی۔

"نہیں مہرو، چھوڑنے کی اجازت تو تمہیں مر کر بھی نہیں ملے گی" جلال کے چہرے پر بھی شعلہ آرائی کے سنگ نمی بہی اور وہ بھی شاید ہوسپٹل کے لیے جانے کو مڑے تھے۔ اب کیا فائدہ جلال احمد، تمہارے زہریلے رویے نے تو اس کملی کی جان پر بوجھ بنا دیا تھا۔

****

"ہاں رزاق میں ضامن، میرا یہ نمبر تم کسی کو مت دینا۔ اور کوئی پوچھے تو تم یہی کہنا کہ تمہاری مجھ سے کوئی بات نہیں ہوئی" آج صبح سے اب تک ناجانے ضامن کو الگ ہی بے چینی لاحق تھی۔ رات آٹھ بجے مینا کام کے سلسلے میں نکل گئی تھی اور ابھی تک واپس نہیں آئی تھی۔ کچھ دیر تو وہ سویا رہا مگر نیند بھی بے چین اور ادھوری تھی تبھی وہ اٹھ کر باہر آگیا تھا۔ یوں جیسے کوئی شے اسکے اندر کو چاٹ رہی تھی۔ یہاں کا وقت پاکستان سے پانچ گھنٹے پیچھے تھا۔ وہاں صبح کے سات بجے تھے جبکہ انگلینڈ میں ابھی رات کے دو بج رہے تھے۔ ضامن کی آواز پر رزاق نے پریشانی سے سر ہلایا۔

"بھائی آپ کدھر ہو، جلال سر اور مبشر بھائی مجھے کتنی بار کال کر چکے ہیں۔ ابھی مبشر بھائی کی کال آئی تھی آپکی مما آئی سی یو میں ہیں۔ وہ سب مجھ سے منت کر رہے کہ کہیں سے آپکا پتا انکو دے دوں" رزاق کی لرزا خیز خبر تو ضامن پر بجلی گرا چکی تھی، اسے تبھی رات سے شدید بے چینی لاحق تھی۔ ضامن کے چہرے پر تباہ کن رنجیدگی ابھری اور آنکھیں ضبط کے باعث لال ہو گئیں۔

"میرے کیے کی سزا میری مما کو نہ ملے، کبھی نہ ملے" بھرپور ضبط کے باوجود ضامن کی آنکھیں سرخ شعلہ بنیں اور وہ ترنت فون بند کیے سوئچ آف کر کے موبائیل رکھتے ہی اپنی پوری قوت سے دھاڑا۔ آواز نے فلک شگاف گونج کے سنگ رات کی تاریکی کو نیست و نابود کیا۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے وہ اپنی دکھتی کن پٹی مسلتا ہوا اٹھا اور فون لیے کمرے کی طرف بھاگا۔ بے قراری سے وہ سائیڈ ٹیبل کی ڈرا سے دوسرا فون نکالے منور عالی کو کال ملا چکا تھا۔

"ہاں شہزادے حکم کرو" فون اٹھاتے ہی منور عالی کی ہشاش بشاش آواز ہمکی مگر دوسری طرف تو قبرستان جیسی وحشت تھی۔

"باس مجھے فوری پاکستان جانا ہے، بس دو دن کے لیے۔ میری مما آئی سی یو میں ہیں۔ میں بس انکو دیکھ کر بنا کسی سے ملے واپس آجاوں گا" ضامن کی آواز کی توڑ پھوڑ پر منور بھی فکر مند ہو کر متوجہ ہوا، اسے ضامن کی آواز بھیگی لگ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے، بھلے تم مل بھی آو کوئی مسئلہ نہیں۔ میں تمہیں تنظیم سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ اور سنو، مینا تمہارے ساتھ جائے گی یہ تنظیم کے ساتھ ساتھ میرا آرڈر ہے" ضامن کو تسلی دیتا ہوا منور فون رکھ چکا تھا، ضامن کو تو بس جانا تھا بھلے کوئی بھی اسکے ساتھ کیوں نہ ہو۔ ویسے بھی وہ دو بار پہلے بھی بنا کسی کو پتا لگے یونہی پاکستان جا چکا تھا اور مقصد صرف مہرو کو دیکھنا تھا۔ اس دوران وہ پہلے بھی اپنے اصل سے الگ خلیے کے سنگ ہوٹل میں رکا تھا۔ یہ فیور بھی صرف منور عالی، ضامن اور مینا کو تھا کیونکہ وہ تنظیم کے اہم رکن تھے اور خاصے وفادار تھے۔ ضامن ہمیشہ فرنچ داڑھی اور لمبے پونی بنے بالوں اور اپنے تھری پیس سے مختلف جینز اور ٹی شرٹ کے خلیے میں دوسرے ممالک میں جاتا تھا جبکہ مینا کا بہروپ بس تھوڑی سی ردبدل کے سنگ پرفیکٹ بنایا جاتا تھا۔ ضامن نے اپنے شولڈر بیگ میں دو جینز شرٹس رکھیں اور اپنا لیپ ٹاپ ڈال کر دراسے اپنا عام یوز والا موبائیل لیے باہر نکلا تو ٹیکسی کے بجائے منور عالی کی کال اٹھائے مڑا۔

"ٹھیک ہے بچے تم آئیر پورٹ پہنچو میں مینا کو تم دونوں کا پاسپورٹ اور فلائیٹ ٹکٹ دے کر بھجواتا ہوں۔
ضامن کوئی غلطی ہوئی تو تنظیم تمہیں بنا بتا لگے مروا دے گی اس لیے اپنی آنکھیں اور دماغ کھول کر رہنا۔ باقی کی بریفنگ میں نے مینا کو دے دی ہے۔ دو دن بعد میں تم سے گھر پر ملوں گا۔ بائے" منور عالی نے ضروری ہدایت ضامن کو دی تو اسے تو جیسے موت کی کوئی پرواہ تک نہ تھی۔ وہ موت جس نے ایک دن ضامن کو لقمہ اجل بنا دینا تھا وہ اس شے سے کبھی نہیں ڈرتا تھا۔ اسے اگر کوئی خوف تھا تو اپنے کسی قریبی کی موت یا تکلیف کا خوف تھا۔
جس تنظیم سے وہ لوگ وابستہ تھے، زرا سی غلطی پر وہ انکے ساتھ ساتھ انکی نسلیں ختم کرنے پر بھی قادر تھے۔
اسی وجہ سے تو اس نے ہر کسی سے ناطہ توڑ کر یوں انگلینڈ میں پناہ لے رکھی تھی۔ کچھ بھی تھا مگر وہ مہرو کی تکلیف چاہ کر بھی نہیں سہہ سکتا تھا، ان چار سالوں میں اس نے بمشکل چند بار مہرو سے بات کی تھی وہ بھی جب ماں رو رو کر ہلکان ہو جاتی تو وہ ترس کھا کر اپنی شکل دیکھا اور آواز سنا دیتا تھا۔ مہرو کے آئی سی یو میں ہونے کی خبر اسے توڑ گئی تھی، جس ماں کو اس نے سٹرگل کرتے دیکھا تھا وہ اب زندگی اور موت کے بیچ جا پہنچی تھی۔ ضامن احمد بے شک ایک غدار شخص اور گھناونے جرم سے وابستہ تھا مگر وہ مہرو کی تربیت اور ماں کی محبت کا حق اسے ایک نظر دیکھ کر اتارنا چاہتا تھا۔ چار سال سے اس فرار نے بظاہر تو ضامن کے باہر پتھر جیسی سختی تان دی تھی مگر اندر سے وہ بے سکونی اور اپنوں کی دوری کے باعث ریزہ ریزہ تھا۔ گھر سے آئیر پورٹ تک کا راستہ وہ اپنی زندگی کے نشیب و فراز کو کھوجتا رہا، سب کچھ ہو کر بھی اسے اپنا دامن بے حد بد قسمت اور خالی لگا تھا۔

****

آئرہ اور خضر ریڈی ہو کر ناشتے پر آئے تو دادی، افراح اور عنیہ نے والہانہ محبت لٹاتے انداز میں لپٹ کر بے حد پیار اور دعائیں دیں جبکہ بگ بی نے بھی دونوں کو شفیق سی بغل گیر گرفت میں لپٹا کر دعاؤں کا خزانہ لوٹا دیا تھا۔ دادی، افراح اور آئرہ کچن میں بس ناشتہ بھی لگانے لگی تھیں جبکہ زیان اور عنیہ کسی بات پر ہنستے ہوئے پلیٹس اور باقی برتن سیٹ کر رہے تھے۔ خضر بھی مسکا رہا تھا، دوسرا پیارا جوڑا ابھی تشریف نہیں لایا تھا مگر لانے والا تھا۔ آئینے کے سامنے ناٹی صاحب بلو جینز اور وائٹ شرٹ پہن کر ہلکے ہلکے گنگنا کر اپنے بال کھڑے کر کے نا جانے کونسا راگ الاپ رہے تھے۔ بالوں کو جنگلی سا بنا کر اب وہ بڑی میٹھی مسکان کے سنگ ڈریسنگ پر پڑی اپنے گلے کی چین پہن رہا تھا، گویا شرافت کل تک تھی۔ ویسے بھی ولیمہ دو دن بعد تھا تو عریش ممکن نہ تھا کہ اپنے اصل خلیے میں نہ لوٹتا۔ جنت بھی شاید فریش ہو کر تیار ہوتی باہر آئی تو عریش کو آئینے کے سامنے کھڑا اپنے ہاتھ میں بینگلز ڈالے دیکھا تو منہ بسورتی ہوئی اپنا ململ کا لیس دار آنچل اور ڈرائے کیے گئے لمبے بال لہراتی ہوئی گھور چکی تھی۔ دونوں ہاتھ وہ کمر پر رکھے اس چین اور بینگلز زدہ عریش پر سختی سے تنقیدی نظریں جمائے ہوئے گھوری مگر محترم تو جنت کے اس جگا سٹائیل پر مر ہی مٹے تھے۔ تبسم خیز آنکھیں جنت کو بنا چھوئے گدگدا رہی تھیں اور وہ عریش کے یوں وارفتگی سے دیکھنے پر سٹپٹا سی گئی۔

"یہ سب پہننا ضروری تھا، گندے لگ رہے ہو" تمام تر گڑبڑاہٹ کے جنت نے منمنانے کی کوشش کر ہی ڈالی اور اب باری تھی دی ناٹی عریش کی۔ ایک ہی جھٹکے سے وہ بچاری آگے ہی ہلکان جنت کی کلائی مڑور کر تمام تر شرارت آنکھوں میں لیے مسکرایا۔ جھٹک کر مڑورنے سے وہ عریش کے ساتھ جا ٹکرائی اور یوں عریش کے اتنے قریب خود کو پاکر گویا سٹی ہی گم گئی تھی۔ رات عریش اسکی گود میں سر رکھے بہت شرافت سے سو گیا تھا مگر اب تو موصوف کا شرافت نامی شے سے دور دور تک کوئی تعلق نہ تھا۔

"اچھا تم نے مجھے گندا کہا، اسکی سزا ملے گی۔ بولو کیا کروں اب میں اس حسین جنت کے ساتھ۔۔۔۔۔" عریش اب اسکو اتنی بھی رعایت کیسے دے دیتا، بڑی آئی محبت کرنے والی۔ زرا جو کوئی اظہار والی طرف آئی ہو، اب تو پیارے اور معصوم عریش کا دل بھی اداس ہوا۔ جنت تو عریش کی دھمکی پر مچھلی کی طرح پھڑپھڑائی گویا ابھی عریش نے کچھ کیا تو یہیں بے ہوش ہو جاتی۔

"عریش۔۔۔ وہ۔۔۔ وہ میں "بس جی محترمہ کی ہمت جواب دے گئی تھی، عریش نے تمام تر شرارت زائل کیے اب بس اپنی دلفریب نظروں سے اس حسن کی ملکہ کو دیکھا جو کسی آسمانی انعام کی طرح اس کملے کو سونپی گئی تھی۔ وہ بلاشبہ بہت پیاری تھی، اسکی بڑی بڑی آنکھیں جب پلکوں کے رقص سے لرزتی تھیں تو عریش کو بھی اپنا دل مچلتا محسوس ہوا۔ اسکے وہ گلابی ہونٹ جنکو وہ کبھی بھینچ لیتی تو کبھی کو نا چبا کر بے قراری میں لپٹنے لگتی۔ سرخی مائل گلابی گداز چہرہ جسے چھونے پر میلا ہونے کا گماں گزرتا تھا۔ کیا تھا عریش کا اس کے ساتھ تعلق کے وہ بنا کچھ سوچے اسے کتنی آسانی سے قبول کر گیا تھا، اور اچھی بات یہ تھی کہ رات اسے جنت کی گود میں بہت پیاری اپنی زندگی کی سب سے پر سکون نیند آئی تھی۔ جنت نے نگاہوں کا رخ بدل کر عریش کے چہرے پر

اترتے محبت سے رنگ دیکھے تو دیکھتی چلی گئی۔ عریش نے اسکی کلائی چھوڑی تو وہ منہ کا زاویہ ٹیڑھا کیے اپنے دوسرے ہاتھ سے اپنی بازو مسلنے لگی، شاید اسے درد ہو رہا تھا۔ عریش کی آنکھیں جنت کو ایک نیا افسانہ کہہ رہی تھیں۔

"لو، اتار دو۔ اب نہیں پہنوں گا" عریش دو قدم مزید جنت کے قریب ہوا اور اسکے دونوں ہاتھ پکڑتا اپنی گردن تک لے گیا۔ جنت اس قدر قریب سے خود پر میٹھی سنجیدہ نظر جمائے عریش کو دیکھ رہی تھی جو اسے دیکھ کم، دل میں اتار زیادہ رہا تھا۔ جنت نے تمام تر دل کے مچلتے خوف کے باوجود اپنے دونوں ہاتھ چین کی ہک تک لے کر اسے کھول دیا تو چین گر کر عریش کی ہتھیلیوں میں آن گری۔ وہ یک ٹک جنت کو دیکھ رہا تھا کہ اسے لگا اسکے لیے نظریں ہٹانا ناممکن تھا۔ پھر وہ نظر جھکا کر عریش کی آگے کی کلائی پر ابھی باندھے گئے دو تین بریسلٹس کھول رہی تھی اور اس دوران عریش کا دل چاہا کہ اپنی ساری حدیں توڑ کر اس طلسم زدہ لمحے کو جکڑ لے۔ مگر وہ چاہ کر بھی جنت کے سامنے سمٹ کر رہ گیا تھا جیسے وہ شرماتی تھی وہ عریش کے دل کو بہار کر رہا تھا۔

"اب خوش" بریسلٹس بھی اتار کر وہ عریش کی پھیلی ہتھیلی پر رکھ کر پھر سے نظر اٹھائے عریش کے پوچھنے پر مدھم سی رضامندی سے سر ہلا گئی۔

"بائے داوے، تم بہت خوبصورت ہو۔ دل نے آج پہلی بار کسی کا دھونس زدہ حکم پوری شرافت اور ایمانداری سے مانا ہے۔ میں کبھی کبھی سنجیدہ ہوتا ہوں لیکن تم مجھے بارہا کرنے والی ہو" عریش کی آواز کا ٹھہراو جنت کو بھی محسوس ہوا تھا، وہ جنت کی گال پر اپنی انگلی پھیرے بے روانی لیے ہوا تو جنت اس پر بھی سرخ ہو کر نظریں ... کی لگام

گرا کر مڑ گئی مگر عریش بے اختیار اسے جکڑ کر روک چکا تھا۔ جنت بس بھاگ کر کہیں چھپ جانا چاہتی تھی مگر عریش کو تو خود بھی سمجھ نہ آئی کہ اسے ہوا کیا تھا، جنت کی دھڑکن نگارے کی طرح دھڑکی۔

"ناشتہ، وہ عنیہ دو بار آچکی ہے۔۔۔۔۔ چلتے ہیں" لرزتے دل کے سنگ وہ اپنے شانے عریش کی گرفت سے زبردستی چھڑواتی بولی تو عریش نے اب کی بار بنا کسی جھجھک کے اپنی مضبوط بازو اس مڑ کر اپنی سانس بحال کرتی جنت کے گرد حائل کیں تو جنت پوری کی پوری پتھر ہوئی تھی۔ عریش تو اپنے ہوش گنواتا جا رہا تھا، ہنستا ہوا تو وہ سب کی جان تھا ہی مگر سنجیدہ تو اور غضب کر رہا تھا۔

"چلتے ہیں، ویسے بھی تم مزید میرے قریب رہی تو ضائع ہو جاو گی" جنت کے کان کے قریب سرگوشی آتشی نشے میں لپٹی سرگوشی ہوئی اور ایک سنسنی تھی جو جنت کے وجود میں بازگشت بنی۔ زرا جو اس بندے کو شرم نامی کوئی چیز ہے، جنت دل میں ہول ہی تو اٹھی تھی۔ عریش کی بے خودی بچاری نازک جنت پر امتحان بننے والی تھی۔ اب کی بار عریش نے لاکھ گستاخیوں کی خواہش کے باوجود پوری شرافت سے اسے خود سے آزاد کیا اور ایک آفت سی نگاہ جنت پر ڈالتا اس کے ساتھ ہی باہر نکلا۔ سب نے ان دونوں کو بھی جی بھر کر پیار اور دعائیں دے کر جنت کی مسکراہٹ پر شکر بھی ادا کیا تھا۔ اب عریش شہزادہ اتنا بھی پتھر نہ تھا، وہ تو دل کا سچا شہزادہ تھا۔ تمام دادی کی لاڈلیوں نے ناشتہ لگا دیا تھا۔ دونوں نیو کپلز تو کھلے گلابوں کی طرح تھے۔

"ماشاء اللہ، اللہ میرے سب بچوں کو شاد و آباد رکھے اور بس اب میرے گھر میں رونقیں لگ جائیں" دادی جان کے ارمانوں پر تو جہاں وہ چھو کر حیرت سے بیٹھے ہوئے وہیں عنیہ کو تو ہنسی کا دورہ پڑا تھا۔ ابھی شادی ہوئی تھی

اور پیاری دادی نے رونقوں کی فرمائش دے ماری تھی۔عنیہ کی ہنسی پر تینوں کپلز نے آنکھوں ہی آنکھوں میں شرارت سے اپنی وائفیز کو دیکھا۔سب نے مسکرانے اور شرمانے کے ساتھ ساتھ آمین بھی بولا تھا۔سب مسکرا کر ناشتہ شروع ہی کر رہے تھے کہ خضر کے فون پر آتی کال نے اس سمیت سبکو متوجہ کیا۔

"مبشر کی کال ؟" خضر نے تشویش لیے نمبر دیکھ کر کہا تو باقی سب بھی سنجیدہ ہو چکے تھے۔اگلے ہی لمحے خضر کے چہرے پر نا قابل بیان درد ابھرا تھا، مبشر آئی سی یو کے باہر کھڑا رو کر کچھ بتا رہا تھا۔مہرو کا نروس بریک ڈاون ہوا تھا اور انکی حالت بہت خطرے میں تھی۔خضر کو یوں لگا جیسے اس کے جسم سے کسی نے روح کھینچ لی ہو۔فون اس کے ہاتھ سے گر کر زمین سے پٹخا تو سب ہی لرزتے دل کے سنگ خضر کی طرف آئے جواب آئرہ کو دیکھ کر تکلیف سے اپنی آنکھیں سرخ کر گیا تھا۔سب نے باری باری پوچھا اور خضر کے بتاتے ہی سب پر دردناک تاثر نازل ہوا۔دادی نے فوراسے پہلے خضر اور آئرہ کو واپسی کا کہا تو بنا وقت ضائع کیے وہ دونوں لاہور روانہ ہونے نکل پڑے تھے۔زیان اور عریش نے بھی چلنے کا کہا مگر دادی جان نے فی الوقت ان دونوں کا جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔سب ہی مہرو کی زندگی کے لیے دعا گو تھے۔

****

سارے راستے خضر کی آنکھوں کی سیلن زدہ تکلیف بڑھتی رہی، اسے خود پر رنج تھا کہ جب اسے اس سب کی عادت تھی تو پھر کس لیے اس نے ماں کو اسقدر تکلیف دی تھی۔ ہر کوئی اپنے لحاظ سے مہرو کی حالت کا ذمہ دار خود کو سمجھ رہا تھا۔ خضر اور آئرہ جب تک پہنچے تھے کافی گھنٹے بیت گئے تھے۔ دونوں بیقراری سے تیز تیز قدم چلتے ہوئے ریسیپشن پر آئے اور وہاں سے بھاگتے ہوئے آئی سی یو کی طرف گئے۔ وہاں جا کر نرس نے بتایا کہ پیشنٹ کو روم میں شفٹ کر دیا گیا ہے۔ خضر کی بند سانس میں کچھ روانی آئی تھی، مہرو کو کچھ ہو جاتا تو شاید انکے ساتھ ساتھ کئی اور افراد بھی مر جاتے۔ شاید انکی قدر اب سبکو آنے والی تھی۔ آئرہ مسلسل خضر کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے روم کی طرف لے ہی جا رہی تھی کہ خضر پتھر بن کر کچھ دور رک گیا۔

"نہیں آئرہ، میں نہیں دیکھ سکوں گا۔ پہلی بار میں نے انکا جان بوجھ کر دل دکھایا ہے۔ انکی مجبوریاں میں سمجھتا تھا پھر بھی میں نے یہ ستم ڈھایا۔ میں بہت برا بیٹا ہوں" خضر کی حالت واقعی ایک دم ناقابل بیان حد تک بگھڑی تھی، خود آئرہ پریشانی کے عالم میں خضر کو بازو سے پکڑے ساتھ لگی کرسیوں پر بیٹھا کر خود بھی افسردہ ہوئی تھی۔ وہ تو یوں ہار رہا تھا جیسے اس نے اپنا سب گنوا دیا تھا۔

"خضر، خود کو اتنا کمزور مت کرو۔ اللہ نے مما کو صحت دی ہے، سب بھول جاو۔ وہ تمہیں دیکھ کر ایک دم ٹھیک ہو جائیں گی۔ انکی زندگی کی بڑی وجہ تم ہو، چلو" آئرہ نے آہستگی سے خضر کے بے جان ہاتھ کو تھاما اور حتمی انداز میں کہہ کر اسے اٹھنے پر قائل کرتے بولی تھی۔ خضر نے ایک ویران نگاہ کمرے کی سمت ڈالی مگر ہزار کوشش کے باوجود اسکے اندر کی ہمت جواب دے چکی تھی۔

"انکی زندگی کی وجہ میں ہوں یہی بات تو انکو زندہ رکھے ہوئے تھی، انکے ہر ستم کے باوجود میں نے اف تک نہ کی اور اب جب میں تھک کر کراہ ہی اٹھا تو وہ اس حال کو آ گئیں۔ مجھے ان سے شکوہ نہیں کرنا چاہیے تھا" خضر کو رہ رہ کر اپنے کل کے الفاظ پر رنج تھا، آئرہ تو خضر کو سنبھالنے میں ابھی سے ناکام تھی۔

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے خضر، پلیز وہ ماں ہیں اور ماں سے بدگمان نہیں ہوتے۔ کیا پتا انکو جلال انکل نے کچھ۔۔۔۔۔" آئرہ کے باقی لفظ اسکی زبان پر ہی اٹک گئے جب اسکی نظر سامنے کھڑے خونخوار انداز میں دونوں پر نظر جما کر کھڑے جلال احمد پر پڑی۔ آئرہ کی آواز دبتے ہی خضر نے بھی اپنا گرایا سر اٹھایا تو کسی سراپے کو اپنے سامنے پایا۔ نیچے سے اوپر تک نظر گئی تو شعلے کی مانند دہک اٹھی۔ خضر اپنی پوری رفتار کے ساتھ اٹھ کر دنیا کے سفاک شخص کے روبرو ہوا۔ آئرہ ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھ کر سہم گئی کیونکہ دونوں کے چہروں پر ہر شے بھسم کرنے والا عتاب تھا۔ کتنی ہی دیر دونوں کی خون آشام نگاہیں تکرار میں لپٹی رہیں اور پھر خضر نے اس شخص کو منہ لگانے کے قابل بھی نہ سمجھتے ہوئے آگے بڑھ جانا چاہا۔

"تمہاری وجہ سے ساری زندگی نہ وہ خود سکون سے رہی نہ ہمیں رہنے دیا، مجھے سمجھ نہیں آتا کہ تمہیں اکڑ ہے تو ہے کس بات کی" جلال کے زہریلے ناپسند لہجے میں کہے الفاظ خضر کے رواں قدم پتھر کر گئے اور خضر کی پیشانی کی رگیں تن کر پھٹنے کے قریب ہوئیں۔ آئرہ تو معاملے کی نزاکت سے خضر کو نکالنے کے لیے اسکا ہاتھ پکڑ کر چلنے کا اشارہ کر رہی تھی مگر خضر اپنے آگے کی جانب لیے قدم بہت تیزی سے پیچھے لایا اور اپنی آنکھوں کے غصے سے جلال کی سمت دیکھنے لگا۔

"اپنا یہ غرور میرے سامنے لانے کی ہمت مت کرنا، اچھے سے تمہیں یہیں تمہاری اوقات یاد دلا دوں گا۔ جان چھوڑ دو مہرو کی، تم جیسی اولاد جو ماں کو اس حالت میں پہنچا دے، مر ہی جائے تو اچھا ہے" جلال کے اندر شاید خضر کے لیے صرف نفرت تھی۔ کہنے کو جلال اور خاقان دوست تھے مگر اس حوالے اور زندگی کے ہر حوالے سے ان کے لیے خضر ناقابل قبول تھا۔ اب تو آئرہ کا دل بھی سخت تکلیف میں لپٹا تھا۔

" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ نہایت بے رحم انسان ہیں" آئرہ کو لگا کہ وہ چپ رہی تو یہ بہت بڑی ناانصافی ہو گی۔ خضر کے پاس سارے جواب تھے مگر وہ اس سفاک شخص کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا تھا کہ دیکھے بھی، آئرہ کی آواز کی تڑپ پر جلال اب اسے بھی برہمی سے گھور چکے تھے۔

" اپنے اس شوہر کو لو، اور چلی جاو۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ جو بمشکل زندہ بچی ہے اب اس منحوس کی شکل دیکھ کر مزید تکلیف میں ڈوب جائے" جلال تو آج اپنے بدترین روپ میں یہ بھی بھول گئے تھے کہ یہ جو پتھر بنا کھڑا ہے، اسی کی بدولت ہی تو مہرو کے اندر جان لوٹی تھی۔ یہ جو ضبط کے کنارے پر کھڑا اپنی تربیت میں قید تھا، یہی تو مہرو کی زندگی کا اصل سبب تھا۔ مگر جلال احمد جیسے مطلب پرست اور سفاک لوگ بے حد خود غرض ہوتے ہیں۔
آئرہ نے ایک تلخ سی نظر جلال احمد پر ڈالی اور انکے سامنے تن کر کھڑی ہوئی۔ خضر کو لگا جیسے آج وہ واقعیُ گر جانے والا ہے۔

"وہ ہماری مما ہیں، آپ یا کوئی بھی مجھے یا خضر کو ان سے ملنے کو نہیں روک سکتے۔ چلو خضر" آئرہ نے نم آنکھوں کے باوجود سختی اور ناراضگی کے پیش نظر جلال احمد کی آنکھوں میں جھانک کر کہا اور خضر کا ہاتھ پکڑے روم کی

طرف ہوئی مگر ایک بار پھر خضر پتھر ہو کر اپنے ٹوٹے ضبط کو لگام لگائے جلال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سامنے ہوا۔

"اب میں بتاؤں گا آپکو کہ خضر کو اکڑ ہے کس چیز کی، آج کے بعد آپ میری ماں کے قریب بھی بھٹکے تو میں آپکی زندگی کا خاتمہ کر دوں گا۔ یہاں سے وہ میرے ساتھ جائیں گی، آپ انکے رتی برابر بھی قابل نہیں تھے پھر بھی وہ آپکو ملیں۔ تب وہ پانچ سال کا بچہ بے بس تھا، اپنی ماں کو چھینتا ہوا دیکھتا رہا۔ اب یہ خضر نہ مجبور ہے اور نہ کمزور۔۔۔۔۔ گیٹ لاسٹ فرام ہیر" خضر کی تربیت بھی مہرو نے کی تھی مگر وہ اپنے اصولوں میں کوئی رعایت نہیں دیتا تھا۔ جلال کو تو گویا وہ پتنگے لگے کہ وہ تو کانپ سے اٹھے، یہ کل کا خضر ان سے مہرو چھین رہا تھا اور وہ یوں تھے جیسے انکو سانپ سونگھ گیا ہو۔ کندھے سے کندھا ٹکراتے ہوئے خضر کمرے کی طرف بڑھا تو آئزہ بھی ایک غصیلی سی نگاہ جلال احمد کے پتھرائے تاثرات پر ڈالتی ہوئی خضر کے پیچھے ہی چل دی۔ جلال احمد کے جسم کا سارا لہو ایک سیکنڈ میں انکے چہرے پر سمٹا اور حقارت سے وہ اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔ انکا بس چلتا تو اس دھمکی دے کر جانے والے کا خون پی جاتے مگر اس وقت انکو بھی یہاں تماشا نہیں کرنا تھا تبھی ہیجانی حد تک غضبناک ہو کر وہ باہر کی سمت نکل گئے۔

****

"جی سر" ضامن اور مینا ڈائریکٹ ائیر پورٹ سے ایک فائیو سٹار ہوٹل آئے تھے، اب انھیں سب سے پہلے روم چاہیے تھا۔ ضامن کا خلیہ ایک دم مختلف تھا، بڑھی بڑھی گردن تک پھیلی داڑھی اور یکسر مختلف ڈریسنگ نے اسے ایک الگ لک دی تھی جبکہ مینا بھی بڑے بڑے گاگلز پہنے پر اعتماد سے ضامن کے ہمراہ تھی۔

" ہمیں روم چاہیے "ضامن نے ادھر ادھر دیکھ کر مطمئین انداز میں کہا تو ریسپشنسٹ نے کچھ کاغذی کاروائی کے بعد روم کی کی ضامن کو تھما دی۔ وہ دونوں ایز آ کپل آئے تھے، الگ کمروں میں رہنا انکے رولز کے خلاف تھا ویسے بھی منور نے مینا کو ضامن کی پل پل نگرانی پر سختی سے فائز کیا تھا۔ وہ دونوں چابی ملتے ہی ایک آدمی کے سنگ کمرے کی طرف بڑھے اور کچھ دو منٹ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد انکا مطلوبہ کمرہ آ چکا تھا۔

ویٹر نے فوراً سے کمرہ انلاک کیا اور مودب ہو کر دونوں کو اندر جانے کا کہہ کر پیشہ وارانہ انداز میں واپس چلا گیا۔ ضامن تو اپنا بیگ رکھتے ہی فریش ہونے واش روم کی طرف بڑھا جبکہ مینا نے کھوجتی اور جاسوس نظروں کے سنگ پورے کمرے کا بغور جائزہ لیا۔ وہ اپنی جیکٹ سے ایک چھوٹی سی ڈیوائس نکال کر سنجیدگی سے ان کے سگنلز دیکھ رہی تھی۔ یہ ان لوگوں کا ایک سیکورٹی چیک وے تھا کہ آیا کمرے میں کوئی خفیہ وائس ریکارڈر یا کیمرہ ہو تو مینا کے ہاتھ میں پکڑی مونیٹرنگ ڈیوایس اسکا سگنل دے دیتی تھی۔ وہ لوگ جہاں جاتے تھے، پہلا کام اپنی حفاظت تھی اور اسے عمل میں لانے کے بعد ہی وہ رہائش اختیار کرتے تھے۔ ڈیوائس نے کوئی سگنل شو نہیں کیا

تھا، مینا نے تسلی کرنے کے بعد وہ ڈیوائس اپنے ہینڈ بیگ میں ڈالی اور گلاس ونڈو کے قریب آ کر پردے ہٹا دیے۔ سورج کے ڈوبنے کا منظر قریب تھا۔

وہ دونوں پاکستان پہنچ چکے تھے مگر یہ سٹے بس دو دن کا تھا، کچھ دیر بعد ضامن کے باہر نکلنے کی آہٹ پر مینا مڑی تو ضامن ٹاول سے اپنا چہرہ اور بال رگڑنے کے بعد اپنا فون نکال کر آن کر رہا ہے۔ یہ فون بلکل نیو تھے جو وہ دونوں فی الوقت یہاں پاکستان میں استعمال کرنے والے تھے۔

"مجھے نہیں پتا کہ مما کس ہوسپٹل میں ہیں، کیا کروں" فون بے دلی سے بیڈ پر پھینکتا ہوا وہ اضطراب میں ڈوبا بولا تو مینا جو کھڑکی کی سمت کھڑی تھی، مدھم سے چھوٹے چھوٹے قدم چلتی اس الجھے ضامن تک پہنچی۔

"میں نے ہوسپٹل کا پتا لگوا لیا ہے، کب چلنا ہے تم بتا دو" گویا الجھن میں تھوڑی سی کمی آئی تو ضامن نے نگاہیں مینا پر ٹکائیں۔ وہ جانتا تھا کہ بھلے تنظیم نے مینا کو اسکی پہرہ داری کے لیے ساتھ بھیجا ہے مگر وہ ویسے بھی اسکے ساتھ تھی، خود ہی ضامن مڑ کر مینا تک پہنچا اور دونوں کے روبرو آتے ہی نگاہوں نے ہم کلام ہونا چاہا۔

"مجھ سے کوئی صلہ مت مانگنا مینا، میں نہیں دے سکتا۔ دیکھ لو، یہ جذبات ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑتے۔ میں چاہ کر بھی مما سے جدا نہیں ہو پایا، میرا دل جس تکلیف میں ہے وہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تم میرے ساتھ ہو یہ میرے لیے شاید پہلی اور آخری آسانی ہے" ضامن کے لہجے میں صاف صاف ہار تھی، وہ بے بس سی سنجیدگی

لیے کہہ کر مڑ گیا تھا۔ مینا نے ایک جذب کرتی مسکان چہرے پر سجا کر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑے اپنے روبرو کیا تو ضامن اسی انداز سے مینا کی جانب پلٹا، وہ مسکرا رہی تھی مگر وہ تو خالی تھا۔

"نہیں مانگوں گی پر تم خود ہی دے دو، تمہارے لیے تو یہ آسانی بہت ہو گی میرے لیے نہیں ہے۔ میں تم پر مکمل حق چاہتی ہوں" ضامن ایک بار پھر جنجھلاہٹ زدہ ہو کر بے کل سا ہوئے بے قراری سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا، مینا اپنی طلب اس تک پہنچا کر بلکل نارمل تھی۔

"حق ہی تو نہیں دے سکتا، مر گیا تو کیسے جیو گی" ضامن اب کی بار تاسف زدہ سا اس ارادے کی اٹل مینا کی آنکھوں میں جھانکے بولا تھا، اور وہ ضامن کی اس سفاکی پر سر ہلاتی تلخ سا مسکرائی۔

"کس نے کہا کہ جیوں گی، تمہارے ساتھ ہی مر جاوں گی" وہ اسکے دو قدم مزید قریب ہو کر چہرے کے سامنے چہرہ لائے بولی تو ضامن نے کسی بے لگامی کے خدشے کے زیر اثر نظریں ہٹا کر پھر سے اس پر ڈالیں جو ویسے ہی یک ٹک اسے نثار ہوتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہمم پھر کبھی بات کریں گے اس پر، کچھ کھانے کو منگوا لو" آج تو ضامن نے انکار کرنے میں بھی کنجوسی کر دی تھی، یعنی مینا تو اسی پر دل تک خوش ہوئی کہ کے وہ پھر سے اس پر بات کرے گا۔ ضامن نے بیڈ پر بیٹھتے ہی سر بیڈ سے ٹکا کر آنکھیں موندھی تو مینا بھی سائیڈ ٹیبل پر پڑے فون کی جانب مسکراتی ہوئی بڑھ گئی۔

* * * * * * * * * *

کتنی دیر سے خضر، مہرو کا بے جان ہاتھ تھامے سخت تکلیف میں مبتلا تھا۔ آئرہ نے حرا کو اپنے ساتھ لگا کر بیٹھا رکھا تھا جو بلکل مرجھا گئی تھی۔ وہ ابھی نیند کے زیر اثر تھیں، مبشر بھی دوسری طرف اپنی بجھی آنکھیں مما پر بچھائے افسردہ تھا۔

"میں ٹھیک ہوں میرے بچو، خضر میری جان میرا چاند" تھوڑی تھوڑی دیر میں وہ آنکھیں کھول کر نقاہت زدہ انداز میں یوں ہلکان بیٹھے خضر کو دیکھ کر بولیں مگر وہ تو یوں درد لٹاتے انداز میں مہرو کو دیکھ رہا تھا کہ وہ خود رنجیدہ تھیں۔ دوسری طرف حرا ابھی بمشکل رونے سے بچی تھی، سب سے زیادہ ڈرپوک وہی تھی مگر آئرہ تو خضر سے جڑتے ہی اس سے وابستہ اپنوں کی ہوگئی تھی۔ وہ بس خضر کی اداسی ہٹانے پر فی الوقت قدرت نہیں رکھتی تھی۔

"آپ صبح میرے ساتھ میرے گھر چلیں گی اور میں اب کی بار کچھ نہیں سنوں گا۔ مبشر پلیز مجھے مت روکنا" خضر کی ہولناک اور دردناک خاموشی ٹوٹی تو وہ ہونٹ بھینچے سختی سے بولا جس پر حرا اور مبشر دونوں ہی مزید رنجیدہ ہوئے۔ مہرو تو ایک لمحے کو خضر کے چہرے پر امڈتے طوفان کو دیکھ کر ساکت ہوئی تھیں، وہ آج سے پہلے اتنا ضدی نہ تھا مگر شاید اب اسکی ضد مہرو کی زندگی کے لیے بہت اہم تھی۔

"بھائی آپ بے شک مما کو لے جائیں مگر ہم کیا کریں گے ان کے بغیر" کہیں نہ کہیں مبشر کے لہجے میں شدید حسرت امڈی تو حرا بھی آئرہ کے کندھے سے الگ ہوتی ہوئی روئی سی صورت لیے مما کے پاس بیٹھے خضر تک گئی تو خضر سمیت سب نے ان دونوں پر توجہ مرکوز کی۔

"خضر بھیا مما کے بغیر نہیں رہ سکتی میں" حرا کی آنکھوں کی نمی اسکے رخساروں پر ڈھلکی تو خضر نے سنجیدہ مگر آہستگی اور نرمی سے اس روتی سی حرا کے دونوں بازو پکڑے اور کھڑا ہوتے ہی اپنی بازوؤں میں قید کر گیا۔ مہرو تو دیکھ کر روئی سی مسکرائی تھیں۔

"رونے کی کیا بات ہے اس میں، تم اور مبشر بھی چلو۔۔۔۔ لیکن اب میں مما کو اس انسان کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا، دیکھو کیا حالت کر دی ہے مما کی" خضر نے اس پاگل کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں بھرے بہت آرام سے کہا مگر مہرو، آئرہ اور مبشر تینوں ہی حد درجہ پریشان سے دیکھائی دیے۔

"خضر، میں جلال کو نہیں چھوڑ سکتی میری جان۔ انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا۔۔۔ شاید یہ میری خود ساختہ اذیت تھی" حد تھی کہ مہرو ابھی بھی اس ظالم کے ساتھ کے لیے راضی تھیں جنکے لفظوں کے زہر نے مہرو پر سانس تنگ کی تھی۔ خضر نے ایک تلخ اور تکلیف دہ نگاہ مہرو پر ڈالی تو جیسے اسکے پاس کہنے کو کچھ نہ رہا، مبشر اور آئرہ بھی خضر کے چہرے پر ضبط کیے غصے کو دیکھ کر ہلکان تھے۔ مہرو نے بے بسی سے خضر کو دیکھا تو آرے چلنے کا مفہوم سمجھ آیا۔

"آپ واقعی اس بے رحم شخص پر رحم کرنا چاہتی ہیں" خضر کو شدید رنج لاحق تھا، آئرہ نے آگے بڑھ کر خضر کا ہاتھ تھاما تو وہ شکایتی انداز میں آئرہ کو دیکھ کر رخ پھیر گیا۔ جیسے اسکے ہاتھ باندھ کر رکھ دیے گئے تھے، حرا اب مہرو کا ہاتھ تھامے بیٹھ گئی تھی جبکہ مبشر اٹھ کر خضر تک آیا اور اسکے سینے سے لگ گیا۔ خضر نے بھی نا چاہتے ہوئے مبشر کے گرد بازو پھیلایا۔

"بھائی آپ دکھی مت ہوں، اب اگر بابا نے کچھ کہنے کی ہمت بھی کی تو میں خود مما کو آپ کے پاس لے آوں گا۔ کیا کریں کہ ہماری مما چاہ کر بھی خود غرض نہیں ہے، وہ سب کا سوچتی ہیں سوائے اپنا" اب کی بار مبشر کی آنکھوں کی نمی بھی اُمڈ کر خضر کو مزید بے بس کر گئی تھی، دونوں ہی بیک وقت مڑے تو مہرو شدید رنج زدہ ہو کر اپنی آنکھیں موندھ گئی تھیں۔

"تم سب میری جان ہو، مجھ سے خفا مت ہونا خضر۔ مما تم سے بے حد پیار کرتی ہیں" مہرو کی آواز لرز رہی تھی اور اب کی بار ان چاروں کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ خضر بجلی کی رفتار سے مہرو کے پاس پہنچا اور شدید تکلیف میں انکا ہاتھ پکڑ کر چومنے لگا۔ یہ پہلی سچی مسکراہٹ تھی جو مہرو کے چہرے پر سجی تھی۔ دوسری طرف مبشر نے بھی محبت سے مہرو کی پیشانی پر پیار دیا اور حرا تو لاڈو رانی بنے مما پر ہی جا لیٹی اور پورے زور سے لپٹ گئی۔

خضر نے اداس سی مسکان کے سنگ اس پیاری ماں کو دیکھا اور پھر ساتھ کندھے سے لگی آئرہ کو جو رشک اور محبت سے مہرو، حرا اور مبشر کا پیار دیکھ رہی تھی۔ خود پر خضر کی نظر محسوس ہوئی تو فوراً سے وہ خوشگوار حیرت کے سنگ گردن گھما چکی تھی، خضر دوسرے ہاتھ سے آئرہ کا ہاتھ پوری مضبوطی سے پکڑ چکا تھا جو آج حقیقی معنوں میں اسکے دکھ سکھ کا حصہ بن چکی تھی۔

****

"فون تو کرو بچو، کیسی طبعیت ہے اب مہرو کی" دادی فکرمندی کے سنگ باہر آئیں تو صرف افراح، زیان اور عنیہ ہی لان میں موجود تھے۔ جنت اور عریش کو مانیہ اور کمال نے دن کے کھانے پر بلا لیا تھا تبھی وہ گھر نہیں تھے۔ زیان اور عنیہ ریکٹس کھیل رہے تھے جبکہ افراح بیٹھ کر دونوں کی گیم دیکھ رہی تھی۔ ٹنشن میں تو کسی نے صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا اور اب فارغ رہ کر مزید پریشانی کا خاتمہ کرنے کو عنیہ نے ہی زبردستی زیان کو ساتھ لگا رکھا تھا۔

"دادئ مجھے خضر کا میسج آگیا تھا، وہ اب خطرے سے باہر ہیں۔ نروس بریک ڈاون ہوا مگر الحمد اللہ کے بچت ہو گئی" زیان اور عنیہ دونوں ہی اب گیم چھوڑے دادی کی سمت آئے جو فکر سے ہلکان ہوتیں بیٹھیں تو افراح کے مدھم

سئ اداسی کے سنگ دادی کے گرد باہیں پھیلا دیں۔ شادی کا ماحول ایک دم اداسی بن گیا تھا، عریش اور جنت بھی جانا نہیں چاہتے تھے مگر مانیہ نے کافی اصرار کیا تو پھر دادی نے دونوں کو بھیج دیا تھا۔

" یا اللہ اس بچی پر اپنا کرم کیجئے، اور خضر کیسا ہے " دادی کا ڈوبتا دل کچھ اس خبر اور کچھ افراح کے پیارے گرفت زدہ انداز نے کم کیا مگر انھیں تو اب خضر کی فکر ا لڈی۔ زیان نے مسکرا کر عنیہ کو ریکٹ پکڑایا اور خود بھی کرسی پر بیٹھ گیا۔

" اپنی آئرہ ساتھ تبھی بھیجی ہے ناں دادی، وہ اسکے ساتھ ہے تو یقیناً شہزادہ ٹھیک ہو گا۔ آپ پریشان نہ ہوں " زیان نے محبت سے دادی جان کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے تسلی آمیز انداز میں کہا تو دادی بھی کچھ قائل لگیں۔ عنیہ اب خود ہی ریکٹ پر شٹل اچھالنے لگ گئی تھی۔

" ان شاء اللہ، کتنا خوش تھا وہ۔ اللہ اسکی خوشیوں کو ہر نظر سے بچائے " افراح بھی اس اچانک کی اداسی سئ بجھی سی تھی۔ زیان نے ایک مانوس چاہت سے مزین نظر اپنی دبنگ وائفی پر ڈالی تو دونوں کے ساتھ دادی بھی مسکائی تھیں اور اب تو افراح زیادہ لاڈورانی بنی دادی کا حصہ بن گئی تھی۔ زیان نے ایک نظر عنیہ پر ڈالی تو ہنستا ہوا اٹھ کر اسکی طرف گیا۔

"ارے میرا بچہ اکیلا ہی شروع ہو گیا ہے، چلو ہم پھر سے شروع کرتے ہیں" زیان نے شریر سی مسکان دیتے کہا تو عنیہ بھی اس قدر پیارے زیان بھیا پر فدا ہی ہو گئی۔ دونوں ہنستے ہوئے اپنی رکی گیم دوبارہ شروع کر چکے تھے، اب دادی اور افراح دونوں ہی پیار لٹاتے انداز میں گیم کا پھر سے دھماکے دار مقابلہ دیکھنا شروع کر چکی تھیں۔

****

"اچھا تو یہ کمرہ تھا اور یہاں سے تم مجھ کو نظر لگاتی رہتی تھی چالاک لڑکی" بہت پیارے سے میرون نفیس سوٹ میں جنت کا پرکشش حسن مزید کھل گیا تھا۔ مانیہ بس کھانا لگوانے ہی لگی تھی اور کمال بھی باتیں کرتے ہی کچھ لینے باہر نکلے جبکہ مانیہ نے فاحد کو سلا دیا تھا ورنہ وہ اسے کوئی کام نہ کرنے دیتا۔ بلیک جینز اور گرے شرٹ پہن کر عریش کا حسن بھی شرارت سے مزید مہکا جب جنت اسے اپنا کمرہ دیکھانے لائی تھی۔ کمرے کو کھوجتی نظروں سے دیکھنے کے بعد وہ عریش کے لان کی سمت کھلتی کھڑکی کی جانب اشارہ کیے منصوعی سے ستانے والے انداز میں جل کر بولا تو جنت ایک گھوری ڈالے خفا سی ہوئی۔

"میں نے کب نظر لگائی" نظریں جھک کر معصومیت بنیں تو عریش چہرے پر گدگدی کرتا تبسم لائے اس اداس آفت کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔

"لگاتو دی ہے، میری اتنی پیاری گرل فرینڈز کی ٹولی سے میرا دل بیزار ہو گیا ہے" عریش کی بے خودی کا وقت بہ وقت جاگ جانا جنت کی سٹی گم کر گیا، اسے ڈر تھا کہ وہ نظر اٹھائے گی تو وہ عریش اسے جکڑ لے گا۔ یہ بات تو گویا بحر حیرت و بے یقینی میں غوطہ کھانے کے مترادف تھی کہ عریش یہ کہہ رہا تھا۔

"لیکن کیوں" جنت کا سوال عریش کو زرا نہ بھایا تھا، ایک تو وہ اظہار تک نہیں دیتی تھی دوسرا عریش کی کسی بھی ایسی بات کے وقت انجان بن کر منچلے پر ظلم کر دیتی تھی۔ جنت نے سر اٹھائے عریش کو دیکھا جو منہ بسورے اسے خاصا مایوس کن انداز سے دیکھ رہا تھا۔

"کیوں کے کچھ نہیں، بہت بورنگ ہو تم" عریش بے دلی سے کہہ کر خاصا رونکھا ہو کر بولا اور گردن موڑے پھر سے کمرے میں بنی سٹڈی ٹیبل کی کتابیں اٹھا کر دیکھنے لگا۔ جنت ایسے الزام پر اسکی پشت گھور رہی تھی، اسے لگا جیسے عریش اس سے خفا ہو گیا ہے۔

"اچھی کولیکشن ہے رومینٹک سٹوریز کی پر اسے خود پر لاگو زرا نہیں کرتی ہو۔۔۔۔۔ دیکھو یہ "گون ود دا ونڈ" بائے "مارگرٹ مچل"۔۔۔۔۔ اور یہ "سینس اینڈ سینبلیٹی" بائے جین آسٹن۔۔۔۔ انتہائی نازک ناولز۔۔۔۔۔۔ پھر بھی اتنی خشک کیسے ہو سکتی ہو تم۔

اور یہ "دل ہی تو ہے" خود نوشتوں سے مشاہیر ادب کی رومانوی داستانیں۔۔۔۔۔کیا تم نے ان سب کو پڑھا ہے "جنت تو سکتے میں تھی، اسے کب پتا تھا کہ عریش یہ سب بھی پڑھتا ہے۔ ایک ایک لفظ چبا کر وہ جنت کو جتاتے ہوئے جب بے دھیانی میں مڑا تو جنت کے چہرے کے امڈتے رنگ اسے ان کہانیوں سے کہیں درجے حسین لگے تھے، اپنی انگلی کتاب میں دبائے وہ اب حیرت میں تھا کیونکہ جنت اسے محبت سے دیکھ رہی تھی۔

"پڑھا ہے، لیکن میں اتنی بہادر نہیں ہوں" جنت نے پہلی بار پر اعتمادی کے سنگ ہونٹ کھولے گو وہ کم از کم عریش کے سامنے اتنی پر اعتماد نہیں رہ پاتی تھی۔ عریش نے کتاب گردن موڑ کر واپس رکھی اور سنجیدگی سے جنت کی طرف مڑ کر اسے کچھ دیر خاموشی سے دیکھنے کے بعد مسکرایا۔

"یعنی تمہارا مطلب ہے کہ یہ بہادری والا ٹاسک میرا ہے، تمہیں کوئی ایشو نہیں" عریش نے کتنی چالاکی سے بات پکڑی تو جنت سخت گھبرائی ہوئی دور ہوئی مگر عریش اسے دونوں شانوں سے جھٹکا دیے اپنے سامنے پتھر کر گیا تھا۔

"میں نے ایسا نہیں کہا" جنت کی زبان بمشکل ساتھ دے پائی تھی، عریش ایک بار پھر اس نان رومینٹک سی جنت کو دیکھ کر حلق تک کڑوا ہوا۔

"ٹھیک ہے، تم پھر ناشکری جاری رکھو۔ میں بھی کوئی نئی تتلی ڈھونڈتا ہوں" ھائے کیا بلیک میلنگ تھی، جنت نے عریش کی اس بات پر بے اختیار اسے پوری شدت سے جکڑا تھا۔ ایک لمحے کو عریش بھی اپنی جگہ جم گیا، پر پھر جو عاشقانہ سی دلفریبی ابھری تھی وہ اس مستیلے سے عریش کے چہرے پر رشک زدہ طلسم پھیلا گئی تھی۔ جنت تو یوں لپٹی تھی جیسے اپنی ننھی منھی گرفت میں اس پہاڑ کو تحلیل کرنے والی تھی۔ خود عریش نے آہستگی اور آسودگی کے سنگ اپنی مضبوط بازو جنت کے گرد پوری تشنگی سے حائل کیں تھیں، وہ تو ابھی سے بے جان تھی۔

"میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں مگر تمہارے سامنے میں نہیں بول پاتی، بنا میرے کہے تم سمجھ جاو" بے بسی سے وہ عریش کو کہتی ہوئی مزید بازو جکڑے بولی تو شرارتی گولے صاحب ایسی ناانصافی پر ہرگز رضامند نہ تھے۔ اپنی کمر سے جنت کی بازو کھول کر اس نڈھال سی جنت کو روبرو کیے وہ اپنی ظالم نظریں جنت پر ٹکا کر اسکے چہرے کے قریب ہوا اور جنت کی گلابی ہوتی صورت ٹھوڑی سے اٹھائے اوپر کی، جنت نے عریش کی آنکھوں میں بس محبت کا عکس دیکھا۔

"تمہیں پتا نہیں شاید، عریش ایک ناسمجھ سا بندہ ہے۔ جب تک تم مجھے سمجھاو گی نہیں، میں بھی نہیں سمجھوں گا۔ سنی سنائی بات پر عریش یقین نہیں کر سکتا" عریش کی بے خودی پھر سے جسارت کا کوئی پہلو تلاشتی ہوئی

بھٹکی، وہ اپنی انگلیوں کی پوروں سے اسکے ہونٹوں پر آنچ دیتا ہوا بولا تو جنت نے بے قراری سے اسکا ہاتھ ہٹا کر بہت بے جان ہو کر عریش کو دیکھا جو اسکا امتحان بنتا جا رہا تھا۔

"میں نہیں کہہ پا رہی" جنت کی آنکھیں اس بے جا اظہار کی ضد پر دکھی ہوئیں، عریش سمجھ نہیں پایا تھا کہ جنت آخر چاہتی کیا تھی۔

"مجھے کوئی جلدی نہیں، لیکن اتنا یاد رکھو کہ تم اب میری بیوی ہو۔ کم از کم تمہیں مجھ سے کچھ کہنے میں عار یا جھجک نہیں پیش آنی چاہیے۔ اس سے پہلے تک جب تم نے مجھ سے محبت کی تھی میں ایک انجان اور نامحرم تھا۔ اب تمہارا شوہر ہوں اور بد دماغ سا انسان بھی۔۔۔۔۔" عریش نے ایک ایک لفظ جنت کو بڑے سکون اور مضبوط انداز میں واضح کرتے ہوئے اختتام تک دو معنی انداز میں کہہ کر اسکی نازک گال پر انگلی رکھی تو وہ متذبذب سی ہوئی۔

"تم مجھے مزید ڈرا رہے ہو" جنت کی آواز میں خاصی بے چینی اور خفگی ابھری تو عریش نے بنا کسی جواب کے اسکی گال پر مقدس مگر خاصی حقدار سی چھاپ لگائی۔ جنت کو لگا واقعی کسی نے اسکا دل مٹھی میں لے کر بھینچ ڈالا ہو۔ عریش کی حدت زدہ سانس کچھ دور ہٹی تو جنت نے بند کی آنکھیں کھول کر عریش کی محبت کا یہ احساس مسکراہٹ کی صورت چہرے پر لایا۔

"تمہارا ڈر دور کر دوں گا، کیا کروں تم ہو ہی اتنی پیاری کہ دور رہا ہی نہیں جاتا۔۔۔۔۔۔ہائے داوئے مجھے ابھی تم سے پیار نہیں ہے اور میرا یہ حال ہے۔ سوچتا ہوں جس دن مجھے بھی تم سے محبت ہوئی اس دن تمہارا کیا ہو گا لڑکی" اب تو وہ کن اکھیوں سے کھسیانی ہنسی ہنستا قہقہہ لگائے بولا تو وہ جو ابھی تک عریش کے عاشقانہ لمس کے زیر اثر تھی مسکراتی ہوئی پھر سے اس چوڑے سینے میں سمٹ گئی۔

عریش صاحب نے اب کی بار زرا جاندار پھیلاو کیا تھا اور کافی پیارا مسکرائے بھی تھے۔ لگتا تھا جنت عنقریب اس عریش نامی ہیرے کو اپنا اسیر کرنے والی تھی۔ یہ تو ابھی سے محترمہ پر لٹ جانے کی حد تک فدا تھا، آگے تو بچاری جنت کی بلکل خیر نہ تھی۔

****

دوسری بیل پر ہی مبشر نے ایک نظر ان نان نمبر کو دیکھنے کے بعد فون کان سے لگالیا، باقی سب مہرو کے پاس تھے مگر وہ رات کی اس تاریکی میں کچھ دیر باہر کھلی فضا میں آیا تھا۔

"جی کون" مبشر کے سرد سے لہجے میں احتیاط صاف درج تھی، دوسری طرف عنیہ باہر لان میں چلتی ہوئی آرہی تھی۔ مبشر کا نمبر اس نے افراح آپی سے چائے کے بعد لیا تھا جب دادی نے کال کر کے مہرو کی طبعیت کا پوچھنا

تھا مگر اس سے پہلے ہی خضر کی کال آگئی تھی مگر عنیہ نے مبشر کا نمبر سیو کر لیا تھا۔ اسے لگا کہ اسے مبشر کو اس وقت کال کر کے ضرور بات کرنی چاہیے، آخر کو وہ اسے دوست بنا چکی تھی۔ عنیہ کو کچھ عجیب سا لگا تھا مگر وہ کال نہ کر کے بھی اچھا فیل نہیں کر رہی تھی۔

"میں عنیہ، یاد تو ہوں ناں آپکو" دوسری طرف عنیہ نے ہلکے پھلکے جھجکتے انداز میں کہا تو مبشر ایک لمحے کو خاموش ہوا تھا، بھلا وہ چہرہ شناس سی عنیہ کو اب کیسے بھلا سکتا تھا۔

"ہاں، لکی لی۔ مجھے تو لگا تھا کہ شاید میں اپنی اس دوست کی آواز دوبارہ کبھی نہیں سن پاوں گا" مبشر کی آواز کا سناٹا عنیہ کو بھی کچھ لمحے کے لیے سنجیدہ اور سوچ میں مبتلا کر گیا تھا، اسے مبشر بہت بجھا لگا تھا جیسا وہ مری میں تھا۔

"عنیہ کسی کی جان اتنی آسانی سے نہیں چھوڑتی جناب، آپکی مما کیسی ہیں اب، اور آپ کیسے ہیں" مبشر کے چہرے کی تھکن زائل ہوئی جب مقابل ایک کھنک سی سنائی دی اور بات کے اختتام تک فکر کی چاشنی بھی گھل سی گئی تھی۔ مبشر کو نا جانے کیوں عنیہ کا یوں اسکی خریت پوچھنا بہت اچھا لگا تھا، یہ وہ سوال تھا جو مبشر سے کرنے والے بہت کم تھے۔

"مما اب بہتر ہیں، صبح تک ڈسچارج ہو جائیں گی۔ اور میں بھی ٹھیک ہوں" مبشر بہت دھیما ہوا اور اسکے چہرے کے بشاش پن کی کم مائیگی بڑھتی گئی، عنیہ مدھم سا مسکرا کر ٹھنڈ کی باعث بینچ پر چڑھ کر بیٹھ گئی۔

"گڈ، آپ کی مما کو آپ سبکی ضرورت ہے۔ ہم سب نے مہرو آنٹی کے لیے بہت دعائیں کیں ہیں۔ آپ پریشان نہ ہوں، اگر کبھی آپ اداس ہو جائیں تو آپ میری پیاری دادی جان سے بھی بات کر سکتے ہیں۔ ہم سب ایک مدت سے یونہی ایک دوسرے کی اداسی دور کرتے آئے ہیں" عنیہ کی آواز میں وہ تسلی اور مہربان پن تھا جس نے مبشر کے بے چین دل کو کچھ مدھم کر دیا تھا، وہ چاہتا تھا کہ کوئی یونہی بولتا رہے اور وہ بس سنتا جائے۔ مبشر نے ایک گہری سانس خارج کی اور کمر ہوسپٹل کے لان میں لگے بینچ کے پیچھے دیوار سے لگا گیا۔

"میرے لیے تم کافی ہو، تھینک یو" بنا کسی رکاوٹ کے وہ فوراً سے بولا تو دوسری طرف عنیہ کے چہرے پر بھی رنگ جگمگائے۔ یعنی وہ عنیہ کی دوستی کو بہت اہم سمجھ رہا تھا جس پر عنیہ بھی پورے حق سے مسکرا دی تھی۔

"دوستوں میں نو تھینک یو اور نو سوری، یہ میری دادو کا نمبر ہے، آپ کو جب بھی عنیہ کی ضرورت ہو آپ کال کر سکتے ہیں۔ آپ مجھے ہمیشہ ایک دوست کی طرح حاضر پائیں گے" عنیہ کا دھیما اور پر اثر انداز ہی تھا جسکی وجہ سے وہ ویسے تو سب کی لاڈلی تھی ہی مگر اب سے مبشر احمد کے لیے بھی کچھ خاص تھی۔ ایک اور دستک اس منچلی کے ہاتھوں اس مہربان اور ٹھہرے سمندر جیسے مبشر احمد کے دل پر ہوئی تھی۔

"مجھے خوشی ہوئی" مبشر کے چہرے پر پیارا رشک تھا، عنیہ بھی اترائی۔

"خوش رہیے یونہی، بائے داوے سنا ہے آپ ڈاکٹر بن رہے ہیں۔ پلیز ڈاکٹر بن کے سڑ مت جایئے گا۔ وہ کیا ہے کہ عنیہ کو جلے کٹے بندے زرا نہیں بھاتے۔۔۔۔ بھئی ہمارا اصول ہے کہ خوش مزاجی لٹائی جائے گی تو ہی ملے گی" عنیہ صاحبہ میں بھی عریش والے لطیف چراثیم جاگے اور مزید ارباب تھی کہ اداس شہزادہ مسکرا اٹھا تھا۔

"ھاھا نہیں نہیں، ایسا نہیں ہو گا۔ وقت اور حالات نے دبا رکھا ہے ورنہ ہم سا خوش مزاج بھی نہ ہو گا" ھائے ھائے کیا انداز بیان تھا جناب کا، کہ محفل لوٹ لی گئی تھی۔ اب تو دونوں طرف لاجواب ہنسی تھی۔ دوستی کر تو ہر کوئی لیتا ہے، پر نبھانے پر کوئی کوئی اترتا ہے۔ عنیہ نے اس اداس سے مبشر کو آخر مسکرانے پر مجبور کر ہی دیا تھا۔ آج سے شروع ہوتی تھی ان دونوں کی حسین سی کہانی، دوستی سے محبت تک جانے والے عنیہ اور مبشر شاید ایک دوسرے کے بہترین ہمدرد بننے والے تھے۔

****

"میرا جانے کو زرا دل نہیں کر رہا" رات بس مبشر کو رکنے کی اجازت تھی اور جلال بھی حرا کو لے کر تھوڑی دیر پہلے ہی نکلے تھے۔ خضر کی معصوم سی فرمائش پر آئرہ اور مبشر کے ساتھ خود مہرو اپنے چاند کا ہاتھ چومے تشکر اور محبت سے مسکرائی تھیں۔

"آئرہ، میرے چاند کا بہت سا خیال رکھنا۔ جاؤ خضر مما ٹھیک ہیں میری جان" مہرو کو ٹیک لگوا کر مبشر نے بٹھاتے ہوئے ساتھ لگا رکھا تھا۔ مہرو نے اپنے پیارے بیٹے خضر کو دیکھتے ہوئے آئرہ کو تاکید کی تو وہ سنجیدہ سا ابھی بھی روٹھا ہوا تھا۔ ایک تو مہرو کی وجہ سے وہ مجبور ہو کر اپنے جلال کو کہے لفظ بھی پورے نہیں کر پایا تھا اور اب مہرو اسے جانے کا کہہ کر مزید غمگین کر چکی تھیں۔

"بلکل، مما ٹھیک کہہ رہی ہیں خضر۔ ہم صبح آجائیں گے مما، آپ بلکل بھی اداس مت ہوئیے گا۔ اور میں آپکے خضر کا پورا خیال رکھوں گی" مہرو تو ایک طرح خضر کی طرف سے بلکل مطمئین اور آسودہ ہو گئی تھیں کیونکہ انکے بیٹے کی ہر محرومی کا صلہ اللہ نے بہت خوبصورتی سے آئرہ کو سونپ کر دیا تھا اور خود خضر اپنی تحیر زدہ نگاہیں آئرہ کے چہرے پر جمائے اس کا اعتراف کرتا محسوس کر رہا تھا۔ مہرو نے اپنا ہاتھ آئرہ کے چہرے پر رکھ کر جذباتیت میں لپٹے دیکھا اور تسلی آمیز سا مسکرا دیں۔ مبشر بھی مدھم سی خوشی عیاں کرتا ہوا یہ دل پسند منظر جی رہا تھا۔

"او کے جا رہا ہوں، لیکن اب اگر آپ چاہیں گی بھی تو آپکو اکیلا نہیں رہنے دوں گا۔ مجھے بھی آپکی ضرورت ہے" خضر بھلے اپنے اندر کی خواہش بہت کم بتا پاتا تھا مگر مہرو کے لیے وہ واقعی اب ترسنا نہیں چاہتا تھا۔

مہرو نے اپنے جان سے پیارے اس بیٹے کا چہرہ تادیر دیکھا اور موہنے انداز میں پوری دلبستگی کے سنگ مسکرا دیں۔ جھک کر وہ ماں کی پیشانی پر حدت پہنچانے کے بعد انکو تاسف سے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ مبشر بھی مہرو کو آنے کا اشارہ کرتا آئرہ اور خضر کے ساتھ ہی باہر آیا۔

" مما کے ساتھ رہنا مبشر، جب تک تم یہاں ہو میں بے فکر ہوں۔ اپنا بھی خیال رکھو ہم صبح آجائیں گے " خضر نے مبشر کا چہرہ تھپکاتے ہوئے بہت پیار سے کہا تو وہ بھی پوری متفقہ گردن ہلائے مسکرایا۔ آئرہ نے بھی اس مہربان اور پیارے مبشر کی گال پر ہاتھ رکھا اور خضر کے ساتھ ہی باہر کی طرف نکل گئی۔ مبشر اپنے لیے کافی لینے کچھ دور بنے کیفے ٹیریہ کی جانب چلا گیا۔

خضر اور آئرہ ہوسپٹل کی مین راہداری مڑے ہی تھے کہ ایک پہاڑ سا وجود آکر خضر سے بری طرح ٹکرایا تھا۔ ایک لمحے کو اس اچانک افتاد پر وہاں موجود چاروں افراد پتھر ہوئے تھے۔ بھلے خضر نے اس لمبی گھنی داڑھی والے ضامن کو نہیں پہچانا تھا مگر ضامن ضرور خضر کو پوری طرح پہچان کر پتھر سا تاثر دے رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ خضر کچھ نہ سمجھتے ہوئے معذرت کرتا، ساتھ کھڑی مینا نے فوراً سے پہلے ضامن کی بازو پکڑی اور اندر کی جانب لے گئی۔ خضر اور آئرہ دونوں کو ہی انکی یہ حرکت کچھ سمجھ نہ آئی تبھی وہ خاصے شاکڈ تھے۔

"عجیب تھے یہ دونوں، ایسا لگا میں نے اسے کہیں دیکھا ہے" خضر مشاہداتی نظروں سے ان دونوں کو جاتے دیکھ کر خاصے محتاط انداز میں بولا جس پر آئرہ بھی تفشیش میں مبتلا لگی۔

"ہمم، ممکن ہے کوئی بہت جلدی میں تھا تبھی۔۔۔۔ خیر چھوڑو انھیں، چلو" آئرہ کی بات بھی اپنی طرف سے قابل قبول تھی مگر نا جانے کیوں خضر کو کوئی بات کھٹکی مگر پھر وہ آئرہ کی بات پر سر ہلاتا اسکے ساتھ چل پڑا۔

"آر یو اوکے ضامن" ہوسپٹل کی ریسپشن سے وہ لوگ مہرو کے روم کا پتا لگوانے کے بعد کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے جب مینا نے بے اختیار تیزی کے ساتھ چلتے ضامن کی بازو پکڑے مخلصانہ انداز میں پوچھا۔ ضامن کے سامنے ہی وہ روم تھا جہاں مہرو تھی، اسکے قدم رکے اور وہ اپنا رخ مینا کی جانب کیے تلخ سا لگا۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں، مما کے قریب آکر ان سے ویسی ہی دوری بنائے رکھنا مجھے تکلیف دے رہا ہے۔ میں انکو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں مینا۔۔۔۔ بس کسی طرح تم دھیان رکھنا کے کوئی کمرے کی طرف مت جائے، میں انھیں دیکھ کر آجاوں گا۔ کوئی آئے تو تم مجھے میسج کر دینا" ضامن نے گویا بات کو فوری اچک کر اپنی دکھتی ہوئی بات مکمل کی اور سر پر ہڈ کی ٹوپی مزید ٹھیک کرتا ہوا وہ کمرے کی سمت گیا تو مینا بھی مکمل چوکس ہو کر کچھ دور چاروں سمت نظریں گمائے دیکھنے لگ گئی تھی۔ ضامن جب دروازے پر پہنچا تو ایک نرس میڈیسن ٹرے اٹھائے روم سے باہر نکلی، نرس کے نکلتے ہی ضامن نے اپنا ٹوٹا پھوٹا حوصلہ بمشکل یکجا کیا اور دروازہ کھولے اندر قدم رکھنے کے بعد اندر جھانکا۔

کمرہ کافی کھلا اور کشادہ تھا اور ایک طرف بستر پر مہرو آنکھیں موندھے لیٹی ہوئیں دیکھائی دیں۔ ضامن کا دل چاہا کہ یہیں اپنے مسمار حوصلے پر بندھ باندھتا باہر نکل جائے مگر وہ سب کے لیے بے حس تھا مگر مہرو کے لیے چاہ کر بھی نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ دنیا جہاں سے بیگانی مہرو شاید نیند کی دوا کے زیر اثر تھیں ورنہ وہ بند آنکھوں سے بھی ضامن کی موجودگی محسوس کر لیتیں۔ کتنے وقت بعد وہ یوں مہرو کو دیکھ رہا تھا، اسکا دل چاہا کہ آخری بار ہی سہی اس ماں سے لپٹ جائے جو اس کی ایک جھلک کو ترستی تھی۔ وقت نے اس شخص پر بہت جلدی وار کیے تھے اور وہ یوں تھا جیسے گھن کھایا کوئی زینہ جو بس چرمرا کر فنا ہونے کے مرحلے میں تھا۔ دوسری طرف مبشر شاید کافی لینے کے بعد وہیں پینے بیٹھ گیا تھا کیونکہ نرس نے اسے بتا دیا تھا کہ وہ مہرو کو نیند کی دوا دے آئی ہیں۔

"مما، آپ کیوں یہاں پہنچ گئیں ہیں۔ آپ کمزور نہیں ہیں، سنا آپ نے "خود ضامن کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ مہرو اسے فی الحال نہیں سن رہی تبھی اس نے خود کو مہرو کے قریب لڑھکا دیا اور بہت آہستگی سے وہ مہرو کا بیڈ پر رکھا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے ہار سا گیا۔

"مجھے آپ سے بہت محبت ہے پر میں کیا کروں، مجھے اب کسی محبت کی چاہ نہیں رہی۔ میں ڈرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ سبکو آنچ نہ آئے۔ جانتا ہوں آپ سب کو بہت تڑپا چکا ہوں لیکن یہ تڑپنا اس قیامت سے بہت کم ہے جو میرے آپ سب کے ساتھ ہونے پر آئے گی" وہ جھک کر مہرو کے چہرے پر اپنی دردناک نگاہیں لٹا کر تاسف سے بولا تھا، گویا وہ کسی گہری پاتال میں سر تک دھنس چکا تھا۔ مہرو کو لگا کسی نے اسے گہری نیند میں

پکارہ تھا، انکے ہاتھ کی جنبیش پر ضامن فوراً سے بیشتر مہرو کا ہاتھ چھوڑے اٹھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مہرو اسے دیکھ لیں۔ مہرو کی گہری نیند پھر سے جمی تو وہ اپنے مرے قدموں کے ساتھ پھر سے مہرو تک آیا تو چال میں واقع تھکن اور دکھ رچا بسا تھا۔

جھک کر وہ مہرو کی حدت زدہ پیشانی کو چومتا ہوا جب چہرہ اٹھا رہا تھا تو ضامن کی آنکھوں سے بہتا آنسو بہہ کر مہرو کی گال پر جا گرا۔ پھر سے انکی گہری نیند میں خلل آیا تو ضامن بے دردی سے اپنی بے لگام ہوتی نمی کو فنا کرتا ہوا یوں باہر کی سمت لپکا جیسے مزید ایک پل رکنے سے وہ گر پڑنے والا تھا۔ ضامن کو بے جان انداز سے باہر آتا دیکھ کر مینا اضطراب کی حالت میں اسکی جانب آئی مگر وہ اسے بس یہاں سے نکلنے کا اشارہ کرتا ہوا باہر کی سمت چل پڑا۔ نیند کی دوا کے باوجود مہرو کے چہرے پر درد امڈا، سلایا تو بس جسم کو جاتا ہے دل کو نہیں۔ وہ دل جس میں اپنے بچوں کی محبت کا دریا موجزن تھا، تڑپ اٹھا تھا اور نیند کے باوجود مہرو اس مانوس سے لمس پر خوبناک کی کیفیت میں سسک اٹھی تھیں۔

****

"دادی جان یہ بتائیں دادا سے آپکی لو میرج ہوئی یا ارینج" رات کے اس وقت سب ہی دادی کو گھیر کر بڑے تجسس آمیز انداز میں ارد گرد جمع ہوئے تھے۔ عریش صاحب کا دھیان تو زیان کے دادی جان سے پوچھے سوال کے بعد جواب کی سمت تھا مگر وہ کن آنکھیوں سے دیکھ عنیہ کے ساتھ لپٹی بیٹھی جنت کو رہا تھا جو اسے اتنی دوری پر بھی آنچ دے رہی تھی۔ زیان اور افراح تو یوں پر جوش سی ہنسی دبائے پر شوق تھے کہ دادی تو دیکھ کر ہی ہنس پڑیں۔

"دادی جان جنھویں تسی ہس پئے او مینو لو والا معاملہ لگدا" عریش کی من چلی بات پر سب تو ہنسے ہی مگر جنت نے عریش کے چہرے کی رونق کا بغور جائزہ لیا۔ آج دن کے مدھم اظہار کے بعد سے ہی وہ جب جب عریش کو دیکھ رہی تھی اسکے روم روم میں چراغ جل رہے تھے۔ دادی نے ہنسی کو اپنی پوری کوشش سے دبا کر شاید کوئی کہانی سنانے کا ارادہ کیا تھا، عنیہ صاحبہ تو سب سے زیادہ معاملے میں حلول سی تھیں۔

"عریش کے دادا نے مجھے ایک خاندان کی شادی پر دیکھا بس پھر۔۔۔۔نہ پوچھو، اللہ بخشے میرے باجوہ جی کو۔ بلکل اس عریش جیسے شرارتی تھے۔ عبدالحمید تو میرا بیبا بچہ تھا، وہ جب زندہ تھے تو کہا کرتے تھے کہ بیگم تم دیکھنا اگر کوئی پوتا ہوا تو تمھیں میری یاد بڑی دلائے گا" بات تو پر شوق سی یاد میں لپٹی تھی مگر یہ جانے والوں کا ذکر شے ہی ایسی تھی کہ آنکھوں میں جلتی مسکان لے کر ایک موہوم سی رنجیدگی پھیلا گئی تھی۔ سب ہی اداس سا مسکرائے تو عریش اٹھ کر دادی کے قدموں میں بیٹھا اور انکے دونوں ہاتھ مسکراتا ہوا چومنے لگا، سب نے ہی اس فرحت بخش منظر کو گہرا جیا تھا۔

"میں آپکے باجوہ جی، عبدالحمید اور عریش تینوں ہوں دادی، میرے سامنے آپ اداس مت ہوں۔ ویسے ایک آئیڈیا ہے، بھئی میں مزید خوشی بڑھانے کے لیے اپنے دو بچوں کا نام انہی پر رکھوں گا کیسا" سنجیدگی کے دوران ایسی بات عریش کے منہ سے بھلے پھسل کر سبکو ہنسا چکی پر جنت نے تو یوں دیکھا جیسے کچھ غلط سن لیا ہو، دل میں وہ اس عریش کو اب کچا چبانے والا تاثر لیے گھورتی ہوئی نظر جھکا گئی۔

"ھاھا بس پھر اور کیا چاہیے مجھے" دادی نے بھی ہنستے ہوئے بچے کو داد دی تو عنیہ، افراح منہ پر ہاتھ رکھے ہنسیں اور عریش کے کان کا ایک مدھم سا حصہ بگ بی کے ہاتھ لگا۔

"ابھی بچوں کے ابا تو بڑے ہو لیں" زیان کی مستیلی شوخ نظر عریش کے چہرے پر بہار لائی تو وہ دانت نکالتا ہوا جنت کے اتھل پتھل ہوتے رنگ دیکھ کر لطف اندوز ہوا۔ وہ اسکے لیے بلکل اس شہزادی جیسی تھی جو راتوں کو پوشاک پہن کر مکمل سنگار کے سنگ اپنے شہزادے کی تلاش میں صرف کرتی تھی اور جب شہزادے سے ملتی تو اس سے چھپتی پھرتی۔ گر شہزادہ اسکو چھو لیتا تو وہ اس موہوم لمس پر بھی لرز کر بھاگ جاتی اور کئی راتیں ہنس کر گزار لیتی تھی، وہ جنت کا مقام اپنے دل میں لمحہ بہ لمحہ بڑھتا محسوس کر رہا تھا۔

"لالہ میں پورے ستائس سال کا ہوں، مزید بڑا ہو کر تو ویسے ہی بڈھا ہو جاوں گا۔ ویسے آپ مجھے تیس کے بعد اپنی جوانی کا راز ضرور دے دیجئے گا" آئے ھائے کیا اعلانیہ انداز لیے جناب نے اپنی عمر گنوائی، پر وہ چھوٹی سی جنت کہاں اس عریش کے مظالم سہنے کی عمر میں تھی۔ زیان کو عریش نے خاصا بڑا کمپلمنٹ دے ڈالا تھا جس پر جناب سے زیادہ دادی اور انکی وائفی اترائی تھیں۔

بھلے زیان اٹھتالیس سال کے لگ بھگ تھا مگر اسکا سرخی مائل حسن اور شفیق انداز آج بھی اپنی جوانی کی سرحد پر تھا۔ باقی کی کسر دبنگ دل والی وائفی پوری کر دیتی تھی جو اپنے اس ہیرو کے حسن کی بڑی وجہ تھی۔

" سچی میرے زیان بھیا تو سب سے فٹ اور ڈیشنگ ہیں، اسکے بعد میرے خضر بھیا اور پھر میرے عریشو بھیا" عنیہ صاحبہ تو اس بات پر پورا پورا والہانہ انداز اپنائے بولیں اور عریش اپنا نام آخر پر سن کر منہ بسورے اسکی آج ایک ہی بنی چوٹی کھینچنے بڑھا مگر اب تو وہ جنت کے ساتھ چمٹ گئی تھی اور عریش جانتا تھا کہ اب عنیہ بچ گئی ہے۔

"بس یہ سب تم سب کی محبتیں ہیں، دادی کی دعائیں اور میری مسز کا سحر ہے جو ہم سے ناچیز کو حسن کی بلندی پر فائز رکھتا ہے" انداز تو زیان کا بھی عاشقانہ تھا، افراح نے پیار لٹاتی نظریں جمائے زیان کو دیکھا جو واقعی اسکے نزدیک آج بھی سب سے حسین اور وجیہہ تھا۔

"اہمم اہمم آپو تھوڑا سحر پھر آپ شریکوں کو بھی سیکھا دیں تاکہ میں مسکین بھی تا عمر جوان رہ سکوں" عریش کی الفاظ زدہ گستاخیاں ہی اس قدر خطرناک تھیں کہ جنت سمٹ جاتی تھی۔ افراح نے جان نثار انداز سے جنت کا شرمانہ دیکھا اور مسکرائی۔

"تمہارے ہاتھ سیدھی سیدھی جنت لگی ہے میرے بچے، تمہیں کسی سحر کی ضرورت نہیں۔ سچ پوچھو تو تمہارے لیے جنت سے زیادہ پرفیکٹ کوئی نہ تھی" افراح نے پوری سچائی لیے عریش کو اسکی خوش قسمتی کا ادراک کروایا جو وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ آخری بات پر تو جہاں عنیہ اس پیاری جنت کے گرد بازو حمائل کیے مسکائی وہیں دادی کی نگاہیں بھی اپنے ان پیارے بچوں پر پڑھ کر مسکراتی چلی گئیں۔

****

آئزہ اور خضر دس بجے گھر آگئے تھے ویسے بھی وہاں بمشکل مبشر کو رکنے کی اجازت ملی تھی جبکہ حرا ابھی جلال کے ساتھ واپس چلی گئی تھی۔ جلال احمد نے مہرو کو بس دیکھا تھا مگر کوئی بات نہیں کی تھی۔ آج آئزہ پورے حق کے ساتھ اپنے گھر تو آگئی تھی مگر خضر نے تو اسکا شاہانہ ویلکم کرنے کا سوچا تھا، مگر سب ہی حالات کی نظر ہو گیا تھا۔ خضر فریش ہو کر کچن میں ہی آیا تو آئزہ کو مدھم سی مسکان کے سنگ کچھ گنگناتے ہوئے کافی بناتے دیکھ کر پر اسرار سا اجلا مسکرایا اور دبے پاؤں چلتا ہوا آئزہ کی کمر میں بازو ڈالے خود سے لگا گیا۔ آئزہ باقاعدہ ایسی اچانک

رازدارسی محبت زدہ گرفت پر موہنا ہنسی اور وہ جو اسکے بالوں کی ہمیشہ کی طرح خوشبو اپنے اندر اتار رہا تھا اپنی محبت بڑھاتے ہوئے ایک ہی لمحے میں اسے پلٹا کر روبرو لایا۔ آئرہ اسکی گرفت میں بے جان ہونے لگی تھی۔ خضر شاید اسے تھینک یو کہنا چاہتا تھا، وہ جو روح کی طرح اسکے ساتھ بندھ گئی تھی۔ خضر کو اپنے چہرے کی سمت اداس سی مدہوشی سے آتے پا کر وہ اپنی تحیر سے کھلی آنکھیں بند کر گئی تھی۔ دل لرزا دینے والے شفیق دلفریب لمس کی عنایت نے ایک لمحے کے لیے دونوں کو دنیا و جہان سے بیگانہ کیا اور وہ تھک ہار کر ان باہوں میں سمٹ گیا جو شاید اب خضر خاقان کی آخری پناہ تھیں۔ آئرہ کا چہرہ بلش کیا مگر بے قراری اور اضطراب نے کئی رنگ آئرہ کے انگ انگ میں اتارے تھے۔

"میں بہت تھک گیا ہوں، لیکن تمہیں محسوس کرتے ہوئے اپنا آپ پھر سے ناقابل شکست لگنے لگتا ہے۔ تم نے میری ہر تکلیف بہت مدھم کی ہے، یونہی تا عمر مجھے حوصلہ دیتی رہنا آئرہ" وہ اس دل اور جان وار دینے کی حد تک سامنے ہو کر مہربان آئرہ کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ماتھے پر لازوال شدت پسندی کا ثبوت دیتے بولا تو آئرہ جی جان سے راضی ہو کر مسکرائی تھی۔ محبت کے عملی اظہار میں یہ بندہ ذرا بھی کنجوس نہ تھا بلکے خاصا فراغ دل تھا جسکا ثبوت خضر کے روم روم سے مہکتا پیار دے رہا تھا۔

"یہ کوئی کہنے کی بات ہے کیا سیاہ آنکھوں والے، تم تو ایک نگاہ مجھ پر ڈالتے ہو تو میں جان تک فدا ہو جاتی ہوں۔ یہ آئرہ تمہاری ہے، اگر میں تمہاری آسانی کا وسیلہ بنائی گئی ہوں تو یہ میری خوش قسمتی ہے۔ جس طرح تم محبت کرتے ہو ویسئ بھی کوئی کر کے دیکھائے تو مان جاوں" آئرہ اب کی بار جذباتیت کی اونچی مسند پر بیٹھی ہوئی خضر کا

چہرہ پکڑے اسکی پیاری صورت کا تقدس مزید بڑھا گئی، دونوں اب کہیں سے تشنہ نہ تھے، بھرے اور سیر اب تھے۔

"بس ڈرتا ہوں آئرہ، مما کا اعتماد انکو پھر سے نقصان نہ دے جائے۔ پر وہ اس بے حس شخص سے محبت کرتی ہیں۔ میرے بس میں ہوتا تو میں انکو خود سے کبھی الگ نہ ہونے دیتا، جس طرح خضر کل مجبور تھا اس معاملے میں آج تک ہے" خضر کا لہجہ تر ہوا تو آئرہ نے تڑپتے ہوئے پھر سے اس بے جان شخص کو حصار میں لے کر تسلی آمیز لمس دیا تو وہ آئرہ کے اس انداز پر دل سے دلفریبی لیے مسکرایا اور ایک سیکنڈ کے اندر اندر آئرہ کو لگا اسکا سانس بند ہو کر پھر سے چلا تھا۔ خضر کی سانسوں کی تمازت نے مدہوشی کے ایک نئے سلسلے کا آغاز کیا اور وہ خضر کی مضبوط باہوں کے حصار میں اٹھائی گئی تھی۔ آئرہ نے کانپتے دل کو بحال کیا اور خضر کو دیکھا جو نرم نگاہی کا سایہ کیے اسے چولہا آف کرنے کا اشارہ کر رہا تھا، آئرہ نے گر جانے کے ڈر سے ایک بازو سے پشت کی جانب اور ایک سے سینے کو جکڑ رکھا تھا۔

"خضر تمہارا کندھا" آئرہ کی پریشان حال آواز چولہا آف کرتے بلند ہوئی مگر خضر اسے بنا کوئی جواب دیے اب روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔ آئرہ کو خضر سے نا چاہتے ہوئے بھی شدید حیا آرہی تھی، خضر نے آئرہ کے اسکی شرٹ کو جکڑے ہاتھ کو دیکھا تو مسکراہٹ بمشکل روکے اب کمرے میں انٹر ہونے کے بعد کمر سے دروازہ بند کیے آئرہ کو پھر سے دیکھنے کو رکا۔

"اب کندھے کو بیچ میں نہیں آنے دوں گا، ویسے تم اتنی بھاری نہیں ہو" خضر کی بڑھتی بے باکی پر وہ ناچاہتے ہوئے بھی جھینپ کر رہ گئی۔ وہ اسے بہت آہستگی سے اپنی گود سے اتار کر اپنے مقابل کھڑا کیے اپنی آنکھوں کی نزاکت بھی آئرہ کے وجود جیسی مدھم کر چکا تھا۔ آج دل میں خواہش اٹھی کہ وہ اس لڑکی کو خود میں حلول کر ڈالے، اسکی سانس تک پر اپنا نام درج کر دے۔ آئرہ کا ہاتھ نرمی سے پکڑ کر اپنے شانے پر رکھے وہ اسکی کمر کے گرد پھر سے اپنی بازو حائل کر کے اب آئرہ کے رنگ بدلتے حسن کو چکھنا چاہتا تھا، آج تو وہ بھی اپنی جگہ سے جنبیش تک کرنے کو تیار نہ تھی۔

"لیکن کوئی تو بہت بھاری ہے ناں" ناچاہتے ہوئے بھی آئرہ کی پلکیں جھک کر مزید آتشی ہوئیں اور وہ بے اختیار مسکرایا۔ شاید وہ جو گھبرائی سی لہر نظریں جھکا کر چھپا گئی تھی خضر اسے دیکھ کر جی بھر کر محظوظ ہوا تھا۔

"یعنی تم مجھے ان ڈائریکٹلی موٹا کہہ رہی ہو" اب تو وہ جان بوجھ کر اسے چھیڑے شریر ہوا تو وہ جھکی پلکیں فوراً سے اٹھ کر ہر سمت نور پھیلاتی ہوئیں انکار پر بے خود ہوئیں۔

"ھاھا موٹے تم نے ابھی دیکھے کہاں ہیں، میرے سکول آتے ہیں دو سٹوڈنس۔۔۔۔ کبھی دیکھنا انکو" اب تو آئرہ خود بتاتے ہنس پڑی اور اسکی یہ کھنکتی ہنسی خضر کو اتنی پیاری لگی کہ اسکا دل چاہا اسکے ہونٹوں سے اچک لے، چرا کر دل میں کسی مقدس شے کی مانند سنبھال لے۔ آئرہ خود پر خضر کی سنہری نگاہیں مسلسل دیکھ کر پہلو سا بدلنے لگی مگر خضر کے تاثر میں بس بے گانگی کا عنصر تھا کہ گھلتا ہی جا رہا تھا۔

"تم آرام کر لو اب، تھک گئے ہو گے۔ ابھی کچھ دن مزید اپنی بازو کو ریسٹ دو" ان نگاہوں کی سیاہ سی گستاخیوں کے پیش نظر وہ پہلو بدل کر اپنی طرف سے شاید بچ نکلی تھی مگر وہ جس ہاتھ سے خضر کی بازو کو پکڑے بیڈ تک لے جا رہی تھی، خضر نے وہی پکڑ کر اسے خود کی طرف جھٹکا دے کر اپنی دونوں بازوؤں میں جاندار سا قفل کیا۔ آئرہ کے چہرے کی رعنائی خضر کی آنکھوں کے سامنے تھی اور وہ اس چہرے پر کچھ بھی لکھنے کا حق رکھتا تھا۔ آئرہ اس نازک قربت پر ہر اعتماد کے باوجود اپنی بگھڑتی سانس بحال نہ کر پائی تھی۔ خضر نے اس لڑکی کا حسن دیکھا۔۔۔ شربتی آنکھیں اور بے مثال حسن، ایک جھرجھری لی اور بنا کسی ستم کے وہ اسے اب سینے سے لگا گیا تھا۔ آئرہ کی رکی سانس بھی یوں تھی جیسے کافی دیر اٹک کر بحال ہوئی تھی۔

"تمہیں دیکھ کر، محسوس کر کے ہی مجھے آرام ملے گا" جاندار گرفت کے باوجود خضر کی آواز کسی سرگوشی کی مانند ابھری، آئرہ نے اسکی چوری پشت پر اپنے ہاتھوں کو باندھا اور اس قربت کا دورانیہ دونوں کی مرضی کے مطابق رہا اور خضر نے اسے خود سے رہائی دے کر بیڈ کی جانب قدم موڑے۔ اب اسکے کندھے کا درد پہلے سے بہت کم تھا، پھر بھی ابھی اسے احتیاط کی ضرورت تھی۔ آئرہ نے خضر کے لیٹتے ہی اس پر بلینکٹ دیا اور مین سوئچ سے لائیٹ آف کرتی ہوئی خضر تک آئی جو لیمپ کی مدھم روشنی میں تکیے پر سر رکھے اپنا ہاتھ بڑھاتا ہوا اسے اپنے ساتھ لیٹنے کی فرمائش کر رہا تھا۔ آئرہ کچھ پل اپنی اس واحد خوشی کا صدقہ اتارتی ہوئی بیڈ پر کمر کیے بیٹھی اور ویسے ہی انداز سے خضر کے تکیے پر ہی سر رکھے لیٹ گئی۔ خضر کی جانب اسکی پشت تھی اور وہ اسکے لیٹتے ہی اپنی بازو اسکے گرد حمائیل کیے اسکے کندھے سے چہرہ لگا کر محبت کی ایک اور شدت عطا کرتا ہوا اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا،

وہ تو رخ پھیرے خضر کی اس ادا پر شدت سے اپنے ہونٹ بھینچ گئی مگر پھر آنکھیں کھلیں تو جھک کر اپنے گرد لپٹی خضر کی بازو دیکھ کر وہ لطیف سا مسکرائی تھی۔ یوں خضر کا بے حد قریب ہونا اسے زندگی سے قریب ہونا بتا رہا تھا۔ وہ بھی اپنی آنکھیں بند کیے ہی مسکرائی جیسے وہ دونوں خواب میں بھی ایک دوسرے کے وجود کا حصہ بننے والے تھے۔ نیند نے اتر کر دونوں پر مہربان سی عنایت اتار دی تھی۔

****

وہ لوٹ تو آیا تھا مگر اس قدر سہما ہوا کہ مینا کو لگا وہ ایک چھوٹا سا بچہ ہے جو ماں سے دور ہونے پر اب سسک رہا ہے۔ بیڈ پر اوندھی کروٹ پر لیٹا یہ وہی ضامن تھا جس کے چہرے کا غرور عام آنکھ کو چندھیا دینے کی حد تک عروج پر تھا۔ اپنی دونوں بازو سینے پر لپیٹ کر وہ بظاہر بند آنکھوں کے ساتھ لیٹا تھا مگر مینا جانتی تھی کہ وہ اذیت میں ہے۔ کمرے کی مین لائیٹ آف کرتی وہ اسکے پاس جا کر بیٹھی تو اسے ضامن پر رحم سا آیا، وہی رحم جو اسے خود پر اپنی فیملی سے دور ہونے پر آتا تھا۔ مینا نے رخ اور گردن پھیرے ایک اداس نظر ضامن کے درد لٹاتے چہرے پر ڈالی اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکے الجھے بالوں تک لے گئی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی مگر پھر بھی وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے اپنی مسیحائی کے لیے چن لے۔

ضامن نے اپنا ہر اختیار کھو کر جھٹ سے بازو کھول کر سر مینا کی گود میں رکھ کر رنجیدہ سا ہوا، بھلے وہ نہیں رویا تھا مگر اسکا دل آج حد درجہ رنجیدہ تھا۔ مینا نے اپنی نرم نگاہوں کا سایہ برقرار رکھتے ہوئے اس بے قرار ضامن کے بالوں میں نرمی سے انگلیاں پھیریں۔ وہ جانتا تھا کہ مینا اسکی اس کمزوری کو بنیاد بنا کر اسے مزید کمزور نہیں کرے گی، اپنے گھٹنے پر مینا کو نمی محسوس ہوئی تو وہ سخت رنجیدہ ہوئی۔ یہ اس شخص کے آنسو تھے جو بے قابو تھے۔ مینا نے اپنا ہاتھ اسکی پیشانی پر پھیرا، لفظ تو نہ ضامن کے پاس تھے نہ مینا کے پاس۔ وہ آج بس اس سے یہ عنایت مانگ رہا تھا اور وہ اسے یونہی ساری رات کسی ہمدرد دیرینہ کی طرح اپنے قریب رکھے اسکے بالوں میں یونہی اپنی انگلیوں کی پوروں سے چھونے پر راضی تھی۔۔۔ دوسری طرف کوئی تھا جو حسن کی بلندی پر جا اٹکا تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑی افراح ہونٹ کا کونہ منہ میں دبائے کسی پر اسرار سی متبسم صورت حال میں تھی کہ یک دم نرم سی باہیں اسے خود میں پیوست کر گئیں۔ وہ بھی اب ملنا چاہتے تھے، جدائی کا دورانیہ شاید بہت لمبا ہو رہا تھا۔ وہ اس حسن کی ملکہ کا حسن آج آخر کار خود تک اترتا محسوس کر رہا تھا۔

"میری ہو جاو افراح" باہوں کے سنگم کے بیچ کسی شفیق سے بادشاہ نے گزارش کی جسارت کی تو کئی رنگ افراح کے وجود سے لپٹنے اور الجھنے لگے۔ سرگوشی نے گدگدی سی کی، پورا وجود چیونٹیوں کی راہ گزر سا بنا۔

"اپنا کر لو، مجھے کیا اعراض بھلا" اور ملکہ نے زیر لب گھبرائی چاشنی کے سنگ بادشاہ کو خود پر مکمل اجارہ داری سونپ دی تھی۔ مکمل رضا کا وجود محبت کی ایک نئی کاملیت سے جا ملا تھا اور پیشانی سے شروع ہونے والے لمس

کے سلسلے کی نوعیت نے زیان فاروقی کے جذبات اور شدت کی ترجمانی کی اور یہ تو ان دونوں پیارے سے زیان اور افراح کی زندگی کے افسانے کی پہلی سطر تھی۔ آج سب حق اور فرائض ایک ساتھ ادا ہونے تھے اور زندگی نے ان دونوں کو ایک نئے سفر سے روشناس کروانا تھا۔

****

"عریش ایک بات پوچھوں تم سے" عریش بیڈ پر نیم دراز ہو کر کینڈی کرش گیم کو بڑے ہی لطف اندوز ہوتے کھیل رہا تھا جب جنت نے کچھ جھجک لیے اسکے سر پر کھڑے ہوتے ہوئے کچھ بے قراری لیے سوال کیا۔ عریش نے ایک مسکرائی نظر جنت کے سراپے پر ڈالی، رات کے اس پہر بھی محترمہ بہت ہی مدھم رنگ کے لباس کے باوجود آفت لگ رہی تھیں، عریش نے فون کو بڑی سخاوت دیکھاتے ہوئے ایک طرف رکھا اور بازو سے جنت کو کھینچ کر جھٹکا دیا تو وہ لہرا کر عریش کے ساتھ جا ٹکرائی۔ ایک پل کو تو جنت اس نمونے کی اس حرکت پر سن ہوئی تھی، نظریں ہلکان اور پلکیں لرزہ خیز ہو کر اٹھیں تو عریش کی شرارتی صورت دیکھ کر اور اسکی مضبوط گرفت میں قید ہو کر وہ شدید گڑبڑائی تھی۔

" آپ کہا کرو لڑکی، آخر کو تمہارا تم سے عمر میں اتنا بڑا شوہر ہے۔ تم تم کرتی ہوئی لگتی بولڈ ہو پر سچی تم جیسی شرمیلی آفت کے ہونٹوں سے جب لرزتا ہوا آپ نکلے آئے ھائے مزہ آجائے" عریش کو ابھی بھی مستیاں ہی

سوچ رہی تھیں، عریش کا انداز خاصا بے تکلفانہ اور شریر تھا تبھی تو وہ جکڑی ہوئی جنت سرخ رنگ میں لپٹ گئی تھی۔

"ٹھیک ہے جیسا آپ کہیں" فوری عمل درآمد کرتی معصوم سی جنت پر منچلے کو شدید پیار آیا اور وہ بے قابو ہوتا ہوا قریب ہوا مگر جنت اسکی بازوؤں سے ایک جھٹکے سے نکل کر تیز تیز سانس لیتی ہوئی ٹھیک سے بیٹھی۔ یہ بندہ تو اسے کبھی بھی جکڑ لینے کی ٹھان لیتا تھا، جنت کو یوں بے قرار دیکھ کر عریش بھی کچھ شرارت ختم کیے پیارے انداز میں اسکے گود میں رکھے ہاتھ پکڑے اسے چہرے سے اوپر کیے مسکرایا تو جنت کو بھی کچھ حوصلہ ملا۔

"اب لگی ہو تم حیا کی دکان، چلو پوچھو کیا پوچھنا تھا تم نے" عریش اسے سراہتے ہوئے بولا اور اگلے ہی لمحے صرف جنت کے لیے ہمہ تن گوش ہو گیا۔ وہ جو پوچھنے کی ہمت پھر سے اکھٹی کر رہی تھی اب کی بار خود کچھ قریب ہوئی۔

"آپ کیا کرتے ہیں، میرا مطلب کیا کام کرتے ہیں" نا جانے کس لیے مگر جنت یہ سوال بہت سوچ سمجھ کے کر رہی تھی، عریش جانتا تھا کہ وہ تو کیا ہر فرد ہی تجسس میں ہے کہ آخر یہ من چلا کرتا کیا ہے۔ ہلکی سی مسکراہٹ نے پھر سے شرارت کا رنگ اوڑھا تو وہ اپنی بازو جنت کے گرد حمائل کیے اسکے کان کے قریب ہوا۔

"پہلے تو نکما ویلا تھا اب تم سے محبت کا ارادہ ہے" عریش کی سرگوشی نے جنت کے دل میں ہلچل مچائی مگر کان سے عریش کے ہونٹوں کا مس ہونا اسے زیادہ مسحور کن محسوس ہوا۔ بے اختیار وہ بھی عریش کے اس جواب پر مسکرائی، عریش نے ایک بار پھر جنت کے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھا اور ان مخملی گالوں کے ساتھ ساتھ ہونٹوں کی نزاکت پر بھی ایک نظر ڈالی۔

"آپ ٹال گئے ہیں، میں جاب کا پوچھ رہی ہوں" جنت تمام تر گھبراہٹ کے اپنا سوال دوبارہ دہرا رہی تھی اور وہ مزید مدہوش ہو رہا تھا۔

"جو بھی مل جائے کر لیتا ہوں یار میں ایک کارآمد بندہ ہوں، ویسے میں بہت جلد تمہیں بتا دوں گا اس کے لیے پہلے مجھے تمہیں خود سے باندھنا ہو گا تاکہ تم مجھ سے ڈر کر بھاگ نہ سکو" عریش کی بے خودی میں بے لگام ہو کر کہی اس بات پر جنت ایک لمحے کو الجھ گئی، جنت کے چہرے کی جھنجھلاہٹ دیکھ کر وہ بھی کچھ مضبوط ہوتا ہوا نارمل ہوا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے آپ کی اس بات سے، کیا آپ کوئی خطرناک کام کرتے ہیں۔ اور باندھنا کیوں ہے، میں تو اب آپ کے ساتھ ہی ہوں ناں" عریش اسکی معصومیت کی وجہ سے اس پر ظلم کرنے کا ارادہ ترک کر گیا، اسے سمجھ نہ آئی کہ جنت واقعی اتنی بھولی ہے یا جان کے بنتی ہے۔ وہ دل میں ہنسا تو چہرے پر بھی بہار اتری۔

"جنت تم چھوٹی بچی ہو گیا، ھاھا کیا بنے گا مجھ غریب کا۔ لگتا ہے مجھے ہی سچ کا خطرناک بننا پڑھے گا" عریش ہنستانہ تو کیا کرتا، ایک تو انتہا کی پیاری بیوی کا اتنا معصوم ہونا بچارے کے جاگے ارمانوں پر پانی پھیر گیا دوسرا وہ کچھ زیادہ ہی لرز اٹھتی تھی۔ اب کی بار شاید جنت نے اسکی بات کا مفہوم سمجھ لیا تھا تبھی اداس ہوئی تھی۔

"آپ مجھ سے کھل کے نہیں کہتے، بات گول کر جاتے ہیں۔ میں اس معاملے میں تھوڑی نکمی ہوں" جنت نے آنکھوں کی اداسی بڑھاتے ہوئے شکوہ کیا تو پھر سے اس حسن کی بلندی پر فائز جنت اسے بری طرح بہکا رہی تھی۔

"تھوڑی کہاں، بہت نکمی ہو۔ میں کیا کہوں مجھے تو ہنسی آ رہی اتنی شریف بیوی کو پا کر" عریش کی آفت خیز بات پر کندھے اچکانا اور یوں جنت کو دیکھ کر ہنسنا اسے مزید بوجھل کر گیا تھا۔ اب وہ سب سمجھ گئی تھی مگر وہ کیا کرے یہ اسے بلکل سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"عریش پلیز آپ جو کہا کریں صاف صاف کہا کریں، انجانے میں بھی جنت آپکی دل آزاری نہیں کرنا چاہتی" جنت نے جھجکتے ہوئے اپنی مشکل کے حل کی طلب کی تو عریش اب دلفریب اور دلنشین سا مسکرایا تھا۔ بھلے وہ بھولی تھی مگر عریش کو قبول تھی۔

"ٹھیک ہے، عریش کام کیا کرتا ہے، عریش کو جنت سے محبت ہے یا نہیں۔ عریش کی کتنی گرل فرینڈز ہیں۔ عریش سبکو ہنساتا کیوں ہے، عریش چاہتا کیا ہے، عریش کی خوشی کیا ہے۔۔۔۔۔ یہ سب سوال تم مجھ سے پچھ

ٹائم مت کرنا، میں وقت آنے پر تمہیں خود جواب بتاتا رہوں گا۔ تم ریلکس رہو، میرے سامنے اپنی حد درجہ گھبراہٹ کچھ کم کرو تاکہ ہم اپنا رشتہ آگے بڑھا سکیں۔ میں تمہارا شوہر نہیں دوست رہوں گا، تم کچھ بھی مجھ سے کہہ سکتی ہو۔۔۔۔۔کچھ بھی، وہ تک جو تم کسی اور سے یہاں تک کہ دادی سے بھی نہیں کہہ سکتی۔ سمجھ گئی ہو" عریش بہت توجہ، نرمی اور آہستگی سے اس سمٹی سی جنت کو بہت صاف لفظوں میں ساری بات سمجھا گیا تھا۔

جنت کو تو عریش کے یوں سمجھانے سے بھی محبت ہوئی تھی، یہ پہلی پہل قربت کی گھبراہٹ اس پر ویسے ہی اتری تھی جیسی اسکی عمر کی لڑکیوں میں نیچرل تھی۔ عریش بھلے شرارتی اور لاپرواہ تھا مگر اب اللہ نے اسے جس بندھن میں باندھ دیا تھا اسے اسکے تقاضے نبھانے خوب آتے تھے۔ یوں بھی وہ دادی کنیز باجوہ کی تربیت میں بڑا ہوا تھا تو کیسے مہربان نہ ہوتا۔ لاکھ جذباتی اور حسن پرست سہی مگر جنت کے لیے اسکا دل موم تھا۔ جنت نے عریش کی بات سن کر مدھم سی ہاں کی اور اسے دیکھنے لگی جو بدلے میں اسے ہی گہری نظریں جمائے دیکھ رہا تھا۔

"اب میں اگلی بار تمہارے قریب آوں تو تم پورے اعتماد سے یا منع کر دینا یا قریب آنے دینا۔ یہ شرم کی دکان نہ بنی رہنا" بڑی ہی نازک بات وہ کتنی آسانی سے کہہ جاتا تھا کہ جنت لمحے بھر میں سن ہو جاتی تھی۔ آخری بات پر تو وہ خود جنت کو ہنسانے کے لیے خود بھی میسنی سی ہنسی ہنسا۔

"خود بخود شرم آتی ہے میں کیا کروں" جنت نے ابھی بھی حیا کی دکان کھولتے ہوئے بے بسی بتائی اور اب تو عریش کا سچی دل کیا کہ اسکی شرم کا پکا علاج کر دے مگر کہیں نا کہیں اسے خود بھی جنت کا یوں لرزنا، کپکپاہٹ میں لپٹ جانا اور نڈھال ہونا بھاتا تھا کیونکہ یہ جنت کے حسن کو بلاشبہ بڑھا دیتا تھا۔

"مجھ سے کیسی شرم لڑکی، میں تو بہت شریف ہوں۔ تم خود دیکھ لو ابھی تک کوئی نازک حد پار نہیں کی۔ بھئی تم خوش قسمت ہو جو تمہیں عریش ملا ہے، اب اسے خود سے دور رکھ کر تم اپنا ہی نقصان کر رہی ہو ورنہ آپن تو پہلے ہی سیر اب پرندہ ہے" ھائے ھائے کیا اترانے کا انداز تھا، جنت تو فدا ہوتی نظروں سے اپنی نگاہیں ہنستے سے مغرور مگر دل کے بے حد پیارے عریش پر ڈالے ہنس پڑی۔

"کس نے سیر اب کیا آپکو میں اسکی ہستی مٹادوں گی" ذراسی جگاڈا کورانی جنت میں بھی نمودار ہوئی تو عریش کا کھنکتا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا، اور معدوم ہو کر آفت خیز سنجیدگی بنا۔

"کسی شرمیلی دکان کی آنکھوں نے، اسکے حسن نے۔۔۔۔۔ ہونٹوں کی نزاکت نے۔۔۔ وجود سے اٹھتی مہکتی خوشبو نے مجھے سیر اب کیا تو نہیں پر کرنا شروع کر دیا ہے" عریش بنا بے خود ہوئے محبت سے اسکے جان لیوا ظالم سیر اب کرتے حسن کو چھو کر ترکی بہ ترکی اپنے ہوش گنواتے بولا اور جنت یوں تھی کہ کسی نے اسکی جان دبوچ لی ہو۔ دل جکڑ ڈالا ہو، وجود چیونٹیوں کے چلنے سے گدگدا گیا ہو۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ عریش اپنے کہے پر اس قدر جلد عمل کرے گا مگر وہ قربت کی فی الوقت کوئی طلب کیے بنا بس جنت کو دیکھ رہا تھا جو اسکے سحر میں دوگنی شدت سے لپٹ چکی تھی۔ نگاہوں کی تکرار کا سلسلہ بنا کسی عملی اظہار کے تھما تو عریش نے اسے شانوں سے پکڑے خود میں سمو لیا۔ جنت کسی طلسم میں مکمل غرق ہوتی ہوئی اسکے سینے سے لگی خاموش تھی۔ وہ اسے ابھی بس اتنا ہی چاہتا تھا، بس مدھم سا، اتنا قریب سا اور بے حد حبیب سا۔۔۔۔۔ اور پھر لمحے مدہوش چاشنی میں ڈوبتے چلے گئے۔

"قید مسلک کی نہیں، شرط عقیدے کی نہیں

جانے کس وقت وہ کس دل میں محبت رکھ دے"

****

صبح اپنی باہیں کھولے مسکراتی ہوئی دیکھائی دے رہی تھی، کمرے کی ملگجی روشنی میں پردوں سے چھن چھن کر آتی سحر کی پر نور روشنی نے کچھ سویر املا دیا تھا۔ وہ بہت پہلے جاگ گئی تھی مگر خضر کو یوں مطمئین انداز میں سویا دیکھ کر وہ کسی سحر میں جکڑ گئی تھی۔ وہ اتنا پرسکون شاید کبھی نہ تھا جتنا آج تھا، اسکا آدھا چہرہ تکیے میں دبا تھا مگر آدھے دیکھائی دیتے چہرے پر بھی سکون کی پوری فراوانی درج تھی۔ آئرہ نے اپنا ہاتھ بہت آہستگی سے اپنے روبرو بے حد قرین سوئے خضر کے چہرے پر رکھا اور اتنا گہرا مسکرائی کہ گہرائی نے سمندر کو مات دے دی۔ وہ اسے کتنا پیارا تھا اسکا اندازہ شاید وہ پوری زندگی گزارنے کے بعد میں نہیں کر سکتی تھی۔ وہ روز ایک نیا حسن خود پر اوڑھ لیتا تھا، ایک نیا اظہار کا طریقہ تلاش کر لیتا تھا۔ عین وہ اسکے چہرے سے اپنا چہرہ ملائے اپنی خوش قسمتی پر جی اٹھی تھی، وہ تو یوں آنکھوں کو قفل کیے ہوئے تھا جیسے وہ آج اپنی زندگی کی پہلی میٹھی اور پر سکون نیند میں مبتلا ہے۔ اسے خضر کو دیکھتے رہنا اپنی زندگی کا من پسند مشغلہ لگا تھا، وہ بند آنکھوں سے بھی آئرہ کی سانسوں کی

تکرار بھانپ گیا اور پھر سیاہی کی دلدادہ آنکھیں کھل کر ہر منظر کو معطر کر گئیں۔ خضر کے اچانک آنکھیں کھولنے پر آئرہ کچھ سمٹ کر دو آنچ پرے ہٹ کر خاصا تکلف برت گئی مگر پھر دونوں کی نیند میں غروب آنکھیں تک ہنس پڑیں۔

"صبح بخیر، نیند اچھی آئی کیا" آئرہ نے ان نرم نگاہوں سے پر اعتمادی لے کر خضر سے پوچھا جو بتانا تو بہت کچھ چاہتا تھا مگر اثبات میں سر ہلائے وہ دو آنچ کا فاصلہ بھی ختم کر گیا۔ آئرہ اسے دیکھتی، محسوس کرتی یا پھر سنبھلنے کی کوئی سبیل کرتی۔

"تم میرے پاس تھی تو کیسے کچھ بھی برا ہو گا، کب جاگی تم" خضر کی مدھم سرگوشی زدہ بات پر آئرہ کے ان مقدس سانسوں کو خود پر سایہ کرتے پایا تو چہرہ اوپر کیے اسکی پیشانی پر ہونٹ رکھے اور سینے سے لگ گئی۔ شاید وہ اسے ہر کوشش کے باوجود زیادہ نہیں دیکھتی تھی۔

"کب کی، تم بہت پیارے انداز میں سو رہے تھے۔ تمہاری آنکھیں بھی آج تر و تازہ ہیں۔ تمہاری گرفت میں کوئی تھکن باقی نہیں رہی، تمہارے چہرے کی کوئی اداسی آج مجھے سلامت نہیں دیکھائی دی۔ تم آسودہ ہو مگر کیا تم خوش ہو خضر" آئرہ کے یوں باہوں میں سمٹ کر سوال کرنے پر خضر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور جب اس نے آئرہ کو خود سے الگ کیا تو معدوم ہو گئی۔ خضر شاید لفظوں کے استعمال کے بجائے اپنی آنکھوں کو کام میں لانا آسان مانتا تھا مگر آئرہ کی آنکھوں میں موہوم سی اداسی نے اسے مجبور کیا کہ وہ اسے اسکی اہمیت پل پل بتاتا رہے۔

" تمہیں کیا لگتا ہے؟" آئرہ کے سوال کو زرا سائیڈ پر کیے وہ بلکل اپنا چہرہ آئرہ کے روبرو کیے بولا تو وہ پھر سے اپنا ہاتھ خضر کی گال پر لے گئی۔ بغور اس چہرے کے ہر نقش کو از سر نو پر کھا تو اسے خضر کے وجود سے اٹھتی خوشی صاف صاف دیکھائی دی تھی۔

" مجھے تو بہت کچھ لگتا ہے، تم کہو نا خضر۔ میں تمہیں سننا چاہتی ہوں" اس درخواست کو وہ حکم سمجھ کہ سر آنکھوں پر بیٹھا لینا چاہتا تھا، گویا خضر کا پہلا لمس ہی عشقانہ اور پہلا تاثر ہی چاہت اور محبت کا تھا۔

" میں خوش ہوں تمہارے ساتھ، تمہارے پاس۔ بہت خوش۔ میں ٹھیک سے اظہار نہیں کر پاتا کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ میں انصاف نہیں کر پاؤں گا۔ ایڈ ڈیٹ ٹائم کوئی اگر خضر خاقان کے لیے اشد ضروری ہے تو وہ تم ہو، میں نے تم سے اپنی ہر خوشی جوڑ لی ہے۔ اپنے سکون کا دارومدار تمہیں بنایا ہے، اپنی ذات کا ہر دکھ ہر کمی تمہارے سامنے رکھ دی ہے۔ مجھ پر تا عمر حق صرف تمہارا ہے، اور کیا کہوں کہ میں لفظوں کا بادشاہ نہیں ہوں کہ اپنے دل کے جذبات لفظوں میں ڈھال سکوں" لمس زدہ کن من ہوئی اور دونوں ہی محبت کی اس آسمانی برسات میں مچلتے ہوئے سر بنے۔ کوئی نیا گیت جو لکھا گیا اور پھر گنگنایا گیا۔ خضر نے اپنے ہاتھ کی پوروں کو آئرہ کے ہاتھ میں جکڑا اور بے پناہ محبت سے کچھ اوپر اٹھ کر گردن موڑے جھکا تو وہ بھی اپنی دھڑکتی سانسوں کے سنگ اپنی کروٹ موڑے پشت بیڈ کے ساتھ لگا گئی۔

"آئی لو ویو خضر" وہ ایک بار پھر سے اس شخص سے اظہار کر رہی تھی مگر چاہ کر بھی خضر اسے فی الوقت جکڑ نہیں سکتا تھا کیونکہ دونوں نے ہوسپٹل جانا تھا۔ آج مہرو ڈسچارج ہونے والی تھیں۔

"اسکا جواب ادھار رہا، چلو فریش ہو جاو آج تمہیں خضر خاقان کے ہاتھ کا ناشتہ کرواتا ہوں" بنا لفظی اظہار دیے وہ اسکی گال سے چھیڑ خانی کرتا اس پر سے ہٹا اور بڑی ہی شاہانہ آفر دیے اپنی شرٹ ٹھیک کرتا بیڈ سے اتر گیا۔ آئرہ بھی حیا کے رنگ میں ہنسی اور کافی پیارے انداز میں متبسم سی حیرت لیے اٹھ بیٹھی۔

"ھاھا تم کیسے بناو گے، نہیں مسٹر عادت مت خراب کرو ورنہ نکمی ہو جاوں گی" آئرہ کی ہنسی پر وہ بھی گھوم کر مدہوش سی چال چلتا اس تک آیا اور ہاتھ پکڑ کر اسے دلفریبی سے اپنے مقابل کھڑا کیے مسکرایا۔

"تم بھول رہی ہو کہ اکیلے رہنے کے باعث میں ایک اچھا کک بھی بن گیا ہوں۔ جہاں تک بات رہی تمہاری عادت کے خراب ہونے کی تو ابھی تو نا جانے کون کون سی عادت ڈالوں گا تمہیں" دلفریبی کچھ بڑھ کر عاشقی کا رنگ چڑھائے بولی تو اس آخری بات پر خضر کے قریب آنے کی کوشش پر وہ شرارتی سا مسکرا کر ہاتھوں سے سرک کر دور ہٹی۔ خضر بھی بے اختیار ہنس دیا۔

"فریش ہوتے ہیں" خضر نے اسکے فرار پر پھیلتے ہوئے شریر بات کی تو آئرہ کرنٹ کھائے مڑی اور خضر کے چہرے کی شرارت دیکھ کر نظریں جھکا گئی اور ایک یہ ادا اس کے حسن کو چاشنی کا گہرا رنگ دیتی تھی۔

"خضر" آئرہ نے بھرپور جھینپ کر منصوعی سا ڈپٹا تو خضر ہنستا ہوا مزید قریب ہوا۔

"ھاھامیں زرا ادب کی زبان میں اپنا کہہ رہا ہوں" خضر نے باقاعدہ اس لال ہوتی آئرہ کے چہرے کا ہر رنگ دل کو سیراب کرنے کی حد تک دیکھ کر شریر ہنسی لیے کہا تو اب کی بار دونوں ہی بے دم ہونے کی حد تک ہنس دیے تھے۔ آئرہ اسکی اس ہنسی کو ممکن تھا اب روز دیکھنے والی تھی اور یہ سوچ کر ہی اسکے انگ انگ سے مہکار پھوٹ پڑی۔ خضر اسکا چہرہ تھپکے اب کی بار پوری شرافت سے ٹاول اٹھاتا ہوا فریش ہونے گیا تھا اور خضر کے جاتے ہی وہ پھر سے اس لازوال محبت پر شکر گزاری کیے مسکرا دی۔

****

"ہاں، غور سے سن۔ وہ آگیا ہے واپس۔۔۔۔۔۔۔ سالے کو اچھے سے نانی یاد دلانا، اور یہ کام آج ہی مکمل کرنا ہے۔ میں تجھے اسکی تصویر بھیج رہا ہوں، دھیان رہے کہ جان سے نہیں مارنا آفٹر آل تیرے بھائی کا سالا نکل آیا ہے وہ" اندھیرے کمرے میں کھڑکی کی طرف پشت کیے نادم حسین نے فون کے اس پار اپنے بدھی سی حبیث شکل والے غنڈے دوست کو بڑے تمسخرانہ انداز میں کہا تو مقابل بھی بڑا شاہانہ قہقہہ گونجا تھا۔

"ھاھاھاتو فکر مت کر میری جان، تیرا یہ کام آج ہی ہو گا۔ بھیج تصویر تا کے ہم بھی تیرے سالے کا دیدار کر کے زرا تھوڑا پیار لٹا آئیں" مقابل اسکا وہی راجو نامی موالی دوست باقاعدہ خباثت سے آنکھ مارے بے ڈھنگا ہنسا۔ نادم کی شیطانی سوچ تو کمال درجے پر جا پہنچی تھی، اصل فسادی کا ایوارڈ تو نادم کو جانا چاہیے تھا۔

"ھاھا چل بھیجتا ہوں" نادم نے شیطانی اور کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے کال بند کی اور خضر کی تصویر راجو کو بھیج دی۔ اسے آج ہی خضر اور آئرہ کی واپسی کی اطلاع ملی تھی اور وہ لگے ہاتھوں اپنی آنکھوں میں چبتا اپنی زلت کا بدلا جلد از جلد لینا چاہتا تھا۔

"اب مزہ آئے گا آئرہ اور خضر کو، پہلا جھٹکا زرا دھیرے سے۔۔۔ دوسرا بڑی زور کا۔۔۔۔ سنا ہے اپنی سوتیلی بہن کے لیے بڑا پیار جاگ گیا ہے تجھ میں، اب تجھے ایسی مار ہی مارے گا نادم کے چوٹ بھی لگے گی اور خون بھی نہیں نکلے گا۔ تیری بیوی نہ سہی تیری بہن ہی سہی۔۔۔۔ موقع ملا تو میں تجھ سے آئرہ بھی چھینو گا، تو نے نادم حسین کے ساتھ اچھا نہیں کیا سانڈ کہیں کے۔۔۔۔۔۔ نادم حسین کا وقت آنے والا ہے۔۔۔۔۔۔۔ چلو آج کی چھوٹی موٹی ٹھکائی نادم حسین کے بدلے کا چھوٹا سا ٹریلر" اپنی سوچ کی بے ہودگی کو تسکین دیتا ہوا نادم بہت بڑی گیم سوچ رہا تھا، خوامخواہ سب اسے بے وقوف سمجھتے تھے۔ چند دن وہ گھر سے نکل کر چالاکی کے مہا داو پیچ بھی سیکھ رہا تھا۔ حرا سے شادی وہ اب آئرہ اور خضر سے بدلا لینے کی ایک کڑی بنانے والا تھا۔ یہی نہیں۔۔۔۔۔ وہ اس سے زیادہ گھٹیا پن سوچ چکا تھا۔ حرا کی قسمت کا فیصلہ بے حد نازک موڑ پر تھا، ساڑھے

اٹھارہ، انیس سال کی وہ معصوم سی دنیا کی ہر چالا کی سے غیر واقف کلی ایک بدلے کی نظر ہو کر مسلی جانے والی تھی۔ کیا ہونے والا تھا اس سب ہولناک منصوبہ بندی کا انجام۔۔۔۔۔۔ یہ تو وقت بتانے والا تھا۔

****

"مگر مما ایسا کیسے ممکن ہے" پچھلے دس منٹ سے مبشر حیرت کے شدید جھٹکے میں غرق ہو کر بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھیں مہرو کے اس عجیب انکشاف پر ورطہ حیرت میں تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں مبشر، مجھے لگا وہ میرے پاس آیا تھا۔ اس نے میرا ہاتھ پکڑا، وہ ضامن ہی تھا۔ ایک ماں اس معاملے میں دھوکہ نہیں کھا سکتی۔ کاش میں نیند کے زیر اثر نہ ہوتی، میرا بچہ میرے پاس آیا اور چلا گیا۔۔۔۔" آنسو کا گولا سا مہرو کے حلق میں پھنسا اور وہ روتی ہوئیں مبشر کے سینے سے لگ کر سسک اٹھیں۔ مبشر کا ماتھا تکلیف دیتے تاثر سے مزین تھا۔

"وہ یہاں نہیں ہیں مما، آپ کا وہم ہے۔ آپکی طبعیت آگے ہی ٹھیک نہیں ہے کیوں بلاوجہ خود کو ہلکان کر رہی ہیں" مبشر ماں کی اس بے جا بڑھتی تکلیف پر انھیں نرمی سے سمجھاتے ہوئے اسے انکا وہم قرار دیتے بولا مگر مہرو تو کسی صورت بھی یہ ماننے کو تیار نہ تھیں کہ جو لمس وہ خواب کی صورت میں محسوس کر چکی ہیں وہ کہیں سے بھی جھوٹا ہو سکتا ہے۔

"تم نہیں مان رہے لیکن میں جانتی ہوں وہ آیا تھا، پر نا جانے ایسی کونسی مجبوری تھی کہ وہ اتنی جلدی لوٹ گیا" مہرو نے ہتھیلی سے اپنی بہتی آنکھیں رگڑ کر جیسے اپنا ضبط کچھ قائم کرتے ہوئے شدید حسرت سے کہا اور اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور خضر اور آئرہ مسکان سجائے داخل ہوئے۔ مکمل سیاہ میں خضر دمک رہا تھا اور پنک شرٹ اور وائیٹ پلازو میں آئرہ بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ اندر کا ماحول اس قدر نمی میں جھلملاتا دیکھ کر دونوں کو ہی ایک سی بے چینی نے جکڑا تھا۔ مہرو نے ہر ممکن کوشش کیے اپنی صورت بہتر کی مگر خضر کی گہری آنکھیں اندازہ لگا چکی تھیں کہ وہ روئی ہیں۔ مبشر اٹھا تو خضر نے اسکی جگہ سنبھال کر مہرو کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ایک بار پھر چہرے کی غمگینی پر کھی۔ آئرہ اور مبشر بھی ایک سا تاثر لیے ہوئے تھے۔

"کیا کچھ ہوا ہے مبشر، کیوں روئی ہیں یہ" بھلے مہرو نے اپنے آنسو اپنے اندر اتار لیے تھے مگر خضر انکی مخفی لکیریں بہت آسانی سے جانچ کر تھوڑی اداسی لیے بولا تو مبشر نے ایک نگاہ مہرو پر ڈالی اور خضر کی جانب متوجہ ہوا جو سراپا منتظر تھا۔

"بھائی یہ کہہ رہی ہیں کہ انکو لگتا ہے ضامن بھائی رات کمرے میں آئے تھے اور انکو دیکھ کر گئے ہیں۔ مگر میں انکو سمجھا رہا تھا کہ وہ پاکستان میں ہی نہیں ہیں تو یہاں کیسے آسکتے ہیں" مبشر کی بات پر مہرو اب کی بار مزید رنجیدہ ہوئیں مگر خضر کو لگا کہ ہر طرف سائیں سائیں ہوئی ہے۔ ذہن میں رات کی ٹکر پر جھماکا سا ہوا اور بیٹھے بیٹھے اس

پر اس معمے کی حقیقت وارد ہوئی۔ خضر نے ایک نظر سامنے کھڑی آئرہ کو دیکھا تو یوں لگا خضر نے بنا کہے اپنی سوچ آئرہ تک پہنچائی تھی اور وہ بھی سب کچھ صاف صاف سمجھ گئی۔

"مما ٹھیک کہہ رہی ہیں، ضامن واقعی آیا تھا مگر بھیس بدل کر کیوں آخر۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسی کیا وجہ ہے کہ اسے یوں چھپ کر آنا پڑا۔ رات یہاں سے نکلتے ہوئے میں ایک آدمی سے ٹکرایا تھا جو بہت جلدی میں تھا۔ اسکے خلیے کی وجہ سے میں دھوکہ کھا گیا مگر ہاں وہ ضامن تھا" خضر کے ایک اور انکشاف پر جہاں آئرہ متفق ہوئی وہیں مبشر اور مہرو بھی پتھر ہوئے۔ مبشر کو تو یہ سب بلکل بھی سمجھ نہ آیا، جبکہ مہرو اس لمس کی سچائی پا کر اب مزید تڑپ اٹھی تھیں۔

"میں جانتی تھی، وہ ضرور مجھے یوں دیکھ کر آئے گا۔ وہ ابھی تک مکمل پتھر نہیں بن سکا۔۔۔۔ میں ایسا کیا کروں کے ہر کوئی مجھ سے راضی ہو جائے" مہرو کی دکھتی اور لرزتی غمگین آہ پر اب کی بار خضر نے انکو خود سے لگا لیا تھا مگر کہیں نا کہیں آج خضر کو یہ ضامن کی کی حرکت ہضم نہ ہوئی تھی۔ اب وہ ضامن کے حوالے سے سنجیدہ ہونے کا عہد لے چکا تھا، بھلے وہ اس کا سوتیلا بھائی تھا مگر وہ مہرو کے بیٹے کی حیثیت سے کہیں نہ کہیں اسکی ذمہ داری تھا۔ ممکن تھا کہ اب جلد ضامن کی سچائی کم از کم خضر کو معلوم ہو جانے والی تھی اور پھر ایک قیامت برپا ہونے کو تھی۔ مبشر تو خاصا الجھا ہوا کھڑا تھا، ضامن کے آنے کی تصدیق اسکے لیے بھی حیرت کا شدید جھٹکا تھی۔

****

"مرے عشق کی عمرِ بے کار میں بس یہی شب تھی

فقط ایک شب

جب مری آرزو کے کسی راستے پر

وہ اُجلا بدن اولیں مرتبہ رنگ پیرا ہوا تھا

مِرے جسم سے راکھ جھڑنے لگی تھی

کہیں مجھ میں صحرا کا بے انت دن

نخل زاروں کی خوشبو سے شامِ شب رِقص ہونے لگا تھا

کسی اولیں خواب کی دُھن کے سائے میں

مَیں پھر سے سونے لگا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فقط ایک لمحہ تھا

کہ جس کی طنابیں

مرے کھردرے ہاتھ کو چیرتی

لاابد کی بگھی کھینچتی جارہی تھیں

فقط ایک لمحہ تھا

کہ جس کے ازل تاب چہرے پہ جب ساعتِ رائگانی کی پرچھائی پڑنے لگی

مجھ میں کوئی اداسی بھرا سانحہ

وقتِ موجود سے قبل ہونے لگا تھا

وہ رات ڈھل رہی تھی

میں اس رات کے اس عامیانہ رویے پہ رونے لگا تھا۔۔۔!

یہ اعزاز بھی عشق میں کم نہیں ہے

کہ میں نے اِن آنکھوں سے اُس کے بدن کو چھوا اور

ہونٹوں سے دیکھے ہیں وہ پاؤں

جن پر

مرے عشق کی عمرِ بے کار سجدے کیے جا رہی تھی "

گویا زندگی نے باہمی رضامندی کا جلترنگ آغاز چھیڑ ہی دیا تھا، وہ دل کے ساتھ ساتھ ہم نفس بن گئے، یک جان ہو گئے۔ دوریوں کی رہی سہی ساری حدیں رات کے سرمئی آنچ دیتے حسن میں کٹتی گئیں۔ وہ جو آئینے کے سامنے کاملیت کے بعد اپنا پہلا اچھوتا عکس دیکھ کر مہک رہی تھی اب اپنے پیارے سے شفیق اور دھیمے بادشاہ کی فراغ دل سی گرفت میں قید ہو کر بہار ہوئی۔ ملکہ کے چہرے پر گزری رات کے ہر ہر لمحے نے چراغ روشن کیے، ہونٹوں کو دانت میں دباتی ملکہ کتنی پیاری اور معصوم تھی کہ بادشاہ کا دل اسکے ہاتھ سے سرکتا چلا گیا۔ یہاں بھی محبت نے اوس کی طرح قطرہ قطرہ کسی پیاسے تشنہ کو سیراب کیا تھا۔ دل کی سرشاری کے تو کیا ہی کہنے۔ آنکھوں کی خماری تو واللہ جان پر گراں حد تک اثرانگیز تھی۔ زیان نے آئینے کے سامنے حسن پھیلا کر خود کو دیکھتی افراح کو دیکھا اور پھر اسے شانوں سے پکڑے اپنے مقابل لے آیا۔ گزری شب کی عنایت کا ایک سلسلہ تھا جو دونوں کے ذہنوں پر ابھی تک مدہوشی رقم کیے ہوئے تھا۔ زیان نے اس شرم و ادا میں دہکتی قرین اور دلنشین دوشیزہ پر نگاہیں جمائیں تو وہ یوں دیکھ رہی تھی جیسے بہت سارا پیار ابھی بھی لٹانا چاہتی تھی۔

" فائنلی، زیان فاروقی تمہارا ہوا۔۔۔۔۔۔ گویا جی اٹھا ہے " زیان کی مسکرائی آنکھیں کتنی دلکش تھیں کہ افراح سمٹ کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیے والہانہ خوشی کے سنگ مسکائی۔

"می ٹو، تمہاری ہو کر بہت خوش ہوں۔ آج تم پر پہلے سے زیادہ پیار آرہا ہے مسٹر" آج تو پیچ کی کوئی گھبراہٹ باقی نہ تھی مگر پھر بھی دبنگ وائفی نے سرخ ہوتے حسن کے سنگ مقابل کا دل لبھایا۔

"ھائے سچی، مجھے پہلے پتا ہوتا تو اتنا ویٹ نہ کرتا۔۔۔" آنکھ مارے زیان صاحب آج کچھ زیادہ ہی پھیل رہے تھے، افراح نے دانت نکالتے ہوئے بس اب پھر سے لپٹنا چاہا اور وہ بھی پوری دلبستگی کے سنگ اسے خود میں بھینچ گیا تھا۔

"بہت محبت کرتا ہوں تم سے افراح، تھینک یو سو مچ مجھے میری زندگی کی اتنی بڑی خوشی دینے کے لیے" شرارت تھمی تو محبت کا امڈتا دریا روانی پکڑے بہہ نکلا۔ افراح اسکی محبت پر ہمیشہ سے کامل ایمان رکھتی تھی تبھی اسکے سینے پر رکھے اپنے چہرے کو موڑے وہ اپنے ہونٹ اس دل کی سرحد پر ٹکا کر مہر لگا کر اپنی والہانہ خوشی کی ترجمانی کر گئی تھی۔ دونوں بلکل فریش ہو کر اب ناشتے پر جانے والے تھے۔ کچھ دیر یونہی لپٹ کر یہ محبت نامی برسات اپنے رنگ بکھیرتی گئی اور پھر انکے ساتھ ساتھ باقی بھی باہر آئے۔ دادی جان نے آج بھی حسب معمول شاہانہ ناشتہ بنا کر ساتھ ہی اپنے بچوں کو ڈھیر ساری دعائیں بھی دے ڈالیں۔

****

"اب نکلو دونوں یہاں سے، ثابت کیا کرنا چاہتے ہو کہ تمہیں ہم سے زیادہ اسکی پرواہ ہے۔ بہت ہو گیا، میں نے اگر ملنے کی اجازت دے ہی دی ہے تو مجھے یہاں چپکے نظر مت آنا" خضر اور آئرہ، مہرو کے ساتھ ہی گھر آئے تھے البتہ خضر اندر نہیں آنا چاہتا تھا مگر وہ مہرو کے لیے اپنا ایک اور اصول توڑ گیا تھا مگر جلال احمد کے اندر کی جلن ابھی بھی رتی برابر کم نہ ہوئی تھی۔ حرا اندر مہرو کے ساتھ تھی جبکہ مبشر، جلال، آئرہ اور خضر لاونج میں تھے۔ ویسے بھی اب وہ جانے ہی والے تھے مگر جلال احمد کی دھماکے دار غصیل ہتک آمیز انٹری نے خضر کو آج اپنی تمیز کا دامن چھوڑنے پر مجبور کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

"آپ سے آج تک میں نے کوئی بدتہذیبی نہیں کی مگر آپ مجبور کر رہے ہیں۔ وہ میری مما ہیں اور میں ان سے ملنے کے لیے آپکی اجازت کا پابند نہیں ہوں، میں انھیں یہاں کبھی نہ چھوڑتا اگر وہ مجھ سے درخواست نہ کرتیں کہ وہ اپ جیسے بے حس کے ساتھ اس سب کے باوجود رہنا چاہتی ہیں" کنپٹی کی رگیں پھڑک کر تن گئیں اور خضر نے ایک ایک لفظ جلال احمد پر کھر درے اور ناپسندیدہ انداز میں وافع کیا تھا۔ آئرہ اور مبشر بھی ایک افسوس زدہ نظر جلال احمد پر ڈال چکے تھے جنکو ابھی بھی احساس نہ تھا کہ مہرو پر مزید ظلم مت ڈھاتے۔

"تمہاری اوقات نہیں کہ تم میرے سامنے اکڑو، اگر وہ نہ بھی کہے تو جلال احمد اسے تب بھی تمہارے ساتھ کبھی نہ بھیجتا۔ اپنی زندگی گزارو لڑکے، ہماری جان بخش دو۔ تمہارے نام کا کانٹا آگے ہی ہماری زندگیوں میں بہت زہر پھیلا چکا ہے، مجھے بار بار کہنا نہ پڑے" جلال احمد کا ظالم دماغ جو سوچ رہا تھا وہ اسے جانچے بغیر زبان پر لا کر مقابل انڈیلتے ہوئے پھنکار زدہ انداز میں کمرے کی سمت بڑھ گئے تھے، کل تو نادم نے آفس دیکھ لیا تھا مگر آج

وہ شاید مہرو سے ملنے کے بعد سیدھے آفس ہی جانے والے تھے۔ خضر نے کبھی کسی کی ایسی دھونس برداشت نہیں کی جیسی وہ مہرو کی وجہ سے اس جلال کی سہہ کر ضبط کرلیتا تھا۔ بعض اوقات کہتے ہیں کہ اولاد، بچوں کی آزمائش بنتی ہے مگر خضر کے معاملے میں تو مہرو کا حساس ہونا اور مظلوم ہو کر آہ تک نہ کرنا خضر کی ایک بہت بڑی کمزوری تھی۔ مبشر نے ایک تلخ نظر جاتے ہوئے جلال پر ڈالی اور مٹھیاں بھینچ کر ضبط کرکے مڑے کھڑے خضر تک گیا۔

"بھائی انکی کی طرف سے میں معافی مانگتا ہوں، وہ ایسے ہی ہیں۔ آپ ریلیکس ہو جائیں" مبشر کی یا کسی کی تسلی آمیز کوئی بھی بات فی الحال خضر کی برہمی اور عتاب میں کمی نہیں کر سکتی تھی۔

"تم مما کا دھیان رکھنا، چلو آئرہ" بے حد سنجیدہ اور سپاٹ انداز میں خضر نے بنا مڑے کہا اور آئرہ کو کہتا بجلی کی رفتار سے باہر نکل گیا۔

"آئرہ آپی بھیا کا دھیان رکھیے گا" مبشر نے اداسی میں گندھ کر خضر کے پیچھے جاتی آئرہ کو کہا تو وہ اپنے رواں قدم روک کر مڑی اور ہلکی سی فکر آمیز مسکان دیتی ہوئی باہر نکل گئی۔ مبشر نے دونوں کو جاتے دیکھا تو ایک سرد سانس خارج کی، زندگی نے عجیب سی سچویشن میں لا کر چھوڑا تھا کہ کوئی کنارہ سلجھاو کا نہیں مل رہا تھا۔ جلال جو اندر کمرے میں گئے سامنے ہی مہرو اور حرا کو دیکھ کر انکے سامنے تن کر کھڑے ہوئے۔ حرا مما کو سوپ پلا رہی تھی مگر یوں جلال کے چہرے پر غصہ دیکھ کر خود ہی سوپ سائیڈ پر رکھتی باہر نکل گئی۔

"خضر یہاں آسکتا ہے مگر روز نہیں، تم اسکے دماغ میں یہ بات بٹھا دینا۔ مجھے وہ گھمنڈی پہلے سے زیادہ زہر لگتا ہے اب۔ دوسری بات، یہ سوگ کس لیے منا رہی ہو تم۔ بتاو، چاہتی کیا ہو تم مہرو" جلال کے دبدبے نے اس پہلے سے نڈھال مہرو کو مزید غمگین کر دیا تھا مگر وہ آخری بات پر خود ہی ہارا سا انداز لیے مہرو کے قریب بیڈ پر جا بیٹھے، دونوں ایک دوسرے کو مختلف نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"میں چاہتی ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں، اور میرے چاروں بچے میرے ساتھ رہیں۔ آپ مجھے یہ حق دے دیں جلال، وعدہ کرتی ہوں آپ کی ہر شکایت دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گی" مہرو جانتی تھیں کہ بظاہر کٹھور لگتا یہ شخص ان سے بے پناہ محبت کرتا ہے، تبھی تو اپنے نازک ہاتھوں سے وہ جلال کا ہاتھ تھامے اپنی متورم صورت پر نمی لا کر ایک بار پھر التجاء کر رہی تھیں۔ جلال کا دل تو اب مردہ تھا، کوئی رتی برابر جنبش تک نہ تھی۔

"یعنی تمہیں صرف اپنے بچے عزیز ہیں، وہ ہوں گے تو تم میرا سوچو گی۔ تمہیں پتا ہے تم خود غرض، ظالم اور بے رحم بھی ہو" اب تو جلال گھن کھایا سا کوئی زینہ لگے تھے، پل بھر میں مسماری سے روشناس ہونے والے جلال بہت نازک حد تک مہرو سے بدگمان تھے۔

"مجھے بچے عزیز ہوتے تو آج تک میں آپکے ساتھ نہ ہوتی، میں آپکے بنا نہیں رہ سکتی۔ آپکا جیسا بھی رویہ ہے مجھے قبول تھا کیونکہ اسی بہانے آپ میرے پاس تو ہیں۔ جانتی ہوں کہ میرے آنسو آپکے ارمان کھا گئے لیکن آپ تو میرے دکھوں سے واقف تھے، مجھے خود سے الگ مت کریں ورنہ میں مر جاوں گی۔ مجھے میرے سب بچے ایک ساتھ دے دیں، میں جینے لگوں گی" مہرو اس نڈھال ہوتے جلال کے سینے سے لگ کر روتے ہوئے سسک اٹھیں، وہ یہی سوچ کر بدمزہ تھے کہ یہ عورت محبت کے اظہار میں بھی رونا ڈال دیتی ہے۔ جلال کے چہرے پر شکستہ سے تاثرات تھے مگر وہ مہرو پر برہم ہونے کے باوجود اسے جکڑ کر مزید تلخ ہوئے تھے۔

"مجھے کچھ وقت دو، اور پلیز دوبارہ بستر کو مت پکڑنا۔ خیر آرام کرو تم۔۔۔۔ مجھے آفس نکلنا ہے" یہ عنایت بھی وہ انا پرست سا شخص بہت قلیل کیے معاملہ فہمی دیکھاتے ہوئے کہہ کر چلا گیا مگر مہرو کی بے چینی میں موہوم ہی سہی مگر کمی ضرور ہوئی تھی۔ انھیں جلال کی دیوانگی کا بخوبی علم تھا تبھی وہ انکے ہر ستم کے باوجود آج بھی یہیں تھیں۔ جانتی تھیں کہ جلال جس قدر مرضی کڑوے ہو جائیں، مہرو کے بنا جی وہ بھی نہیں سکتے تھے۔ صابر اور شاکر سی مہرو پر بھی ایک دن مکمل خوشی نے ضرور اترنا تھا اور یہ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کا بہت بڑا مددگار ہے۔ مسکان کی رمک نے مہرو کا مرجھایا چہرہ کھلا سا دیا تھا۔

****

"آج آپ نے میری اور حرا کی شادی کی بات کرنی ہے، میں جلد از جلد حرا سے نکاح چاہتا ہوں اور اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو میں وہ کروں گا جسکا سوچ کہ بھی سب کی روحیں کانپیں گی" شمس کو نادم حسین نے یوں کہا جیسے وہ شمس حسین کا بیٹا نہیں بلکے باپ تھا۔ دکان پر جانے کے لیے تیار شمس نے حیرت و برہمی میں ڈوب کر ایک نگاہ تن کر وہشت ناک سنجیدگی اوڑھ کر کھڑے نادم کو دیکھا تو برہمی مزید عتاب بنی۔

"تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے نادم، آج تو جلال کی بیوی مہرو ہسپتال سے گھر آئی ہے اور اس موقعے پر میں یہ بات کرتا کس قدر خود غرض لگوں گا۔ کہا تو تھا کہ کرلوں گا بات اب کیا ہتھیلی پر سرسوں جمالوں" باپ بیٹے کی گرما گرم برہمی پر ہاجرہ بھی تیکھے تیور کے سنگ ہاتھ صاف کرتیں باہر آئیں اور متوجہ ہوئیں۔

"میں کچھ نہیں جانتا، آپ اور اماں شام کو عیادت پر جائیں اور ساتھ نکاح کی ڈیٹ لے آئیں۔ دنکو آپ انکے آفس آئیں یا فون کریں، ان سے بات کریں۔۔۔۔ میں مزید انتظار نہیں کروں گا اور پھر آپ سبکو ان رسومات میں پڑھنے کا موقع بھی نہ ملے گا اس لیے سب کی خیر اسی میں ہے کہ میرا اور حرا کا معاملہ نمٹائیں۔ دوسری بات، خبردار اب مجھے کسی نے نادم کہا، پتا نہیں کہاں سے چن کے میرا یہ عجوبہ نام رکھا آپ دونوں نے۔ آج سے میں حسین ہوں اور مجھے اسی نام سے بلائیں" دونوں میاں بیوی تو نادم کے ایسے پھڑکیلے رنگ دیکھ کر یوں تھے جیسے نا جانے کونسا ہولناک نظارہ دیکھ لیا ہو۔ ہاجرہ کو تو یہ کہیں سے بھی اپنا سادہ سا نادم نہیں لگا تھا، یہ دنیا کی سفاکی نے انکے بچے کو کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ انکی آنکھیں تو نادم کے اس کٹھور رویے نے نم

کیں۔ شمس بھی شکست خوردہ سے چند قدم بڑھ کر اس سوٹڈ بوٹڈ سلجھے مگر انتہائی سفاک ہو جانے والے نادم کے قریب آئے جو اتنے سے وقت میں بے رحم اور باغی بھی ہو گیا تھا۔

"ٹھیک ہے حسین صاحب، اگر تو نے اپنے ماں باپ کے لیے یہ ایک نیا امتحان چن ہی لیا ہے تو ہم زلیل ہونے کے لیے تیار ہیں۔ ہمارے سر میں خاک ڈالنے سے پہلے یہ یاد رکھنا کہ تیری پرورش میں ہم دونوں نے اپنی جوانی، زندگی اور راحت سب لٹادی ہے۔ میں جاتا ہوں جلال کے پاس، اس سے پہلے کہ تیرا یہ بھیانک روپ اس کے سامنے آکر میری مزید زلت بنے۔ میں اس سے بھیک مانگ لوں گا کہ اپنی حرا دے دو، پر ایک بات اپنے بھیجے اور دل میں بٹھالے نادم۔۔۔۔۔۔۔ اگر تو نے اس بچی کا کوئی بھی فائدہ اٹھایا یا کسی مقصد کے لیے اسے اپنایا یا اسکی آنکھوں میں ایک بھی آنسو آیا تو میں خود تجھے ماروں گا، اسے ایک باپ کی وارننگ سمجھنا" شمس کا عتاب زدہ کھردرا انداز نادم کے تن بدن میں آگ لگانے کے لیے کافی تھا۔ ایک ایک تپی دہکتی نظر وہ دونوں پر ڈالے پلنگ سے اپنا فون اور چابی لیے جھک کر پھر سے سامنے تن گیا، خیر سے اب محترم کے پاس اپنی گاڑی بھی آچکی تھی۔

" آپ دونوں کی عزت پر کم از کم اب میری وجہ سے حرف نہیں آئے گا، وہ دور گیا جب نادم کے نصیب میں جوتیاں اور بے عزتیاں تھیں۔ اب میں اپنی زندگی خود بناوں گا، میں حرا سے بہت مخلص ہو کر شادی کرنا چاہتا ہوں، یہ بات ہے آپ دونوں مجھے غلط سمجھ کر میرا سارا اعتماد خاک میں ملا کر ناجانے کونسی خوشی پاتے ہیں، خیر

جا رہا ہوں، خدا کے لیے مجھے غلط مت سمجھیں" ایک دم سے نادم کا پارہ ہائی سے لو کی طرف آ کر ایک بار پھر دونوں کو حیرت اور جنجھلاہٹ میں مبتلا کر گیا تھا۔ اپنی بات سپاٹ اور دکھی سے شکایتی انداز میں کہتا وہ باہر نکلا تو اسکے جاتے ہی شمس نے اپنا سر پکڑے خود کو پلنگ پر لڑھکا دیا۔

" آپ بھی اس پے چڑھ دوڑتے ہیں، اب اتنا بھی بے غیرت نہیں ہے وہ، جوان اولاد ہے وہ کچھ نرمی رکھا کریں" ہاجرہ بھی دلبرداشتہ سی دہائی دیے بولیں مگر نا جانے کیوں شمس حسین کا دل کسی انہونی نے سخت لرزایا تھا۔ انھیں نادم حسین کے یہ بدلتے ہوئے کبھی دھوپ اور کبھی چھاوں والے تیوروں سے سخت خوف محسوس ہو رہا تھا۔ ہاجرہ کی بات پر وہ بے دلی سے بنا کوئی جواب دیے گھر سے باہر نکل گئے اور وہ بھی کملائی سی اندر بڑھ گئیں۔

****

" تم ایسا کرو آج ہی واپس آجاو، میر انہیں خیال کے ضامن کو وہاں رکنا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ اسکا یوں مشکوک ہو کر ہوسپٹل جانا ہمارے لیے نئ مصیبت بنے تم دونوں واپس آجاو" منور عالی پارکنگ ایریا میں گاڑی

رکنے کے بعد گارڈ کے دروازہ کھولنے پر اپنے کوٹ کے بٹن بند کرتے باہر نکلا، چہرے پر مینا کی بات پر صاف صاف تشویش درج تھی۔

"ٹھیک ہے سر میں بات کرتی ہوں اس سے، ویسے ہماری کل صبح واپسی کی فلائیٹ کنفرم ہے" مینا نے پیشہ وارانہ انداز میں ہوٹل کی راہداتی عبور کرتے ہوئے دروازے تک جا کر کمرہ کھولا اور اندر بڑھ گئی۔ ضامن شاید فریش ہو رہا تھا، ساری رات وہ جاگ کر گزارنے کے بعد صبح ہی سویا جب مینا چہل قدمی کے لیے ہوٹل سے باہر چلی گئی تھی، اور اب اتنی سی دیر میں وہ اٹھ کر فریش بھی ہونے جا چکا تھا۔

"ٹھیک ہے دیکھ لو دونوں، میں زرا ایک میٹنگ پر آیا ہوں تم اسکا دھیان رکھو۔ جانتا ہوں فیملی ہر انسان کی کمزوری ہے، میں نے تو اسے کہا تھا کہ مل آئے مگر پتا نہیں اسے کیا ضرورت تھی یوں چھپ کر جانے کی۔ یہ لڑکا میری کوئی بات بر وقت نہیں مانتا اور پھر نقصان اٹھاتا ہے" منور عالی کو تو پل پل بس خدشے ہی گھیرے رکھتے تھے، برے کاموں کے برے ہی نتائج تھے۔

"اوکے سر" مینا نے فون بند کیا اور ٹیبل پر رکھے اپنے بیگ میں ڈالتی ہوئی بیڈ تک آئی جہاں ضامن کی شرٹ رکھی ہوئی تھی۔ غیر ارادی طور پر وہ اسکی شرٹ کے پاس جا بیٹھی اور مدھم سی افسردگی کے سنگ شرٹ اٹھا کر اس پر اپنا ہاتھ پھیرنے لگی۔ رات وہ ضامن کی بے چینی پر نہایت پریشان رہی تھی۔ وقت سرکتا جا رہا تھا اور ضامن کی بے قراری میں آئے دن کمی کے بجائے اضافہ ہو رہا تھا۔

"کاش میں تمہارے لیے کچھ کر پاتی ضامن، جانتی ہوں تم اندر سے بہت تکلیف میں ہو۔ لیکن ہم چاہ کر بھی اپنے پیشے سے غداری نہیں کر سکتے۔ غداری کی سزا بھی موت ہے، تو پھر زندگی کی یہ قطرہ قطرہ ازیت برداشت کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں" مینا کی آنکھیں یک دم کسی غیر مرئی نقطے پر جا کر ماتم کناں ہوئیں، دروازہ کھلنے پر وہ چونک کر مڑی تو ضامن پینٹ کے اوپر ویسٹ پہنے باہر نکل رہا تھا، اسکی توانا بازو وائٹ ویسٹ سے جھلک رہی تھیں۔ ایک غیر جانبدارانہ نظر وہ مینا پر اور اسکی شرٹ کے اس کی گود میں ہونے پر ڈالے قریب آیا تو مینا فورا سے بیشتر اٹھ کر اسے شرٹ دے رہی تھی جسے ضامن نے خالی اور اکڑے تاثر کے سنگ لیا اور آئینے کے سامنے تن کر پہننے لگا۔

"واپسی کا ارادہ کل ہے یا آج" مینا نے خاموشی میں شگاف کے لیے خود ہی ضامن کے پیچھے کھڑے ہو کر کہا جس پر ضامن نے کچھ لمحے خاموشی سے اپنی شرٹ پہنی اور کالر بٹھاتا ہوا مڑ کر اپنے اور مینا کے درمیان کا فاصلہ طے کر کے اسکے مقابل آیا۔

"کل، آج میں کچھ اور سوچ رہا ہوں" ضامن کا لہجہ خاصا پراسرار تھا، مینا نے ضامن کی نظروں کا مفہوم سمجھنے کی بہت کوشش کی مگر وہ الجھ گئی۔ وہ عین مینا کی آنکھوں میں جھانک کر بولا تھا۔

"وہ کیا" مینا نے بغور ضامن کی آنکھوں میں ٹھہراو دیکھا جو اسے دیکھ کر اپنی شرٹس کے نچلے بٹن بند کرنے کے بعد ساری توجہ مینا پر ڈالتے ہوئے مزید قریب ہوا۔

"آج تھوڑا گھومتے ہیں، رات ڈنر ساتھ کریں گے۔ آئی تھنک اب مجھے پھر سے پتھر ہونے کے لیے ایک دن کی آزادی درکار ہے۔ کیا خیال ہے تمہارا" ضامن نے اپنی دونوں بازو مینا کے شانوں پر رکھے جھک کر سرگوشی کی تو مقابل بھی بہت وقت بعد ٹھہری اور مضبوط مسکراہٹ ابھری تھی۔

"آہاں، خیال تو بہت زیادہ نیک ہے۔ چلو کیا یاد کرو گے، مان لیتی ہوں" گہری سی محبت کی جھلک ان دونوں کی ٹکراتی آنکھوں میں صاف صاف درج تھی۔ مینا کا اترا کر کہنا آج تو سڑے سے کٹھور ضامن احمد کے چہرے پر بھی مسکان لے آیا تھا۔ شاید ضامن کو بھی یہی لگا تھا کہ وہ سب سے بھاگ سکتا ہے مگر اس لڑکی سے نہیں جو بار بار اسکے سامنے آئے گی۔ چاہتا تو وہ بھی تھا کہ وہ مینا کو اپنی زندگی کا حصہ بنائے مگر ابھی جب ضامن وارفتگی سے مینا کے چہرے کو دیکھ رہا تھا تو یک دم ہی وہ خطرناک سنجیدہ ہو گیا تھا۔ شاید کسی نامعلوم سی بے چینی نے اسکے دل میں سنسنی پھیلائی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے میں چینج کر لوں پھر نکلتے ہیں" ضامن کی نظروں کا بدلا اور بے بس سا زاویہ وہ سمجھ گئی تبھی فورا سے بیشتر مسکرا کر کہتی ہوئی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ ضامن نے مڑ کر پھر سے آئینے کے سامنے آکر ایک کھوجتی نگاہ اپنے عکس پر ڈالی۔ یہ عکس جو بظاہر مضبوط تھا، اسے جا بجا شکست سے ہمکنار لگا۔ ایک بار پھر ضامن احمد اپنے آپ سے مکمل فرار کی کوشش میں سر جھکا گیا، جیسے وہ ابھی بھی اندر سے بے قرار اور خالی تھا۔ جب ماں بیقرار ہو تو اولاد تک وہ بے قراری کیسے بھی کر کے پہنچ ہی جاتی ہے۔

****

مسلسل خاموشی سے اب آئرہ کو بھی خضر کے غصیل اور تنے تاثر سے ڈر لگ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی ضبط ہار کر کسی آتش فشان کی صورت پھٹ پڑے گا۔ آئرہ نے بہت اداسی کے سنگ آہستگی سے خضر کا ہاتھ پکڑا تو وہ اپنی پتھر ہوئی صورت پر سے غضب زائل کرتا ہوا کچھ نارمل ہوا۔

"خضر، تم ٹھیک ہو ناں" آئرہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ آخر ایسا کیا کہے کہ وہ اس بے چین شخص کی زندگی سے ہر بری چیز نکال باہر کرے۔ کتنی مشکل سے وہ اسے بہتر کرتی تھی اور پھر سے کچھ نہ کچھ ناخوشگوار سا وقوع پذیر ہو جاتا تھا۔

"ہاں، ٹھیک نہیں ہوں۔ دل چاہ رہا ہے کسی کی اچھی پٹائی کروں" خضر کو اس قدر خطرناک الجھن زدہ دیکھ کر وہ مسکرائی مگر وقت کی نزاکت بھانپتی فوراً سے سنجیدہ ہوئی۔

"چلو باہر نکلو، دونوں ایک زبردست فائٹ کرتے ہیں" آئرہ کے پاس گویا خضر کی ہر تکلیف کا فوری حل موجود تھا، اس بات پر وہ بھی بے اختیار پلٹا تو دونوں کے چہرے پر ایک جیسی مسکان ابھری۔ آئرہ اپنی اس کوشش کے کامیاب ہونے پر جیسے جی اٹھی تھی، جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا وہ خضر کو مکمل طور پر سمجھتی جا رہی تھی۔

"تم سے نہیں کر سکتا، پھر محبت کس سے کروں گا۔ ویسے سچ کہہ رہا ہوں آج میرے ہاتھوں میں بڑی خارش ہو رہی ہے "خضر کے موڈ کا پلٹا واقعی دلفریب تھا۔ آئرہ بھی اس بات پر کتنی دیر ہنستی رہی۔ پھر کچھ آگے جا کر اچانک ہی خضر نے گاڑی روکے ترنت اپنا موبائیل نکالا تو آئرہ بھی ایک لمحے کو حیران ہوئی۔

دوسری بیل پر ہی ناٹی مگر بے حد پیارے عریش صاحب نے فون اٹھالیا تھا، وہ سب آج بھی مری گھومنے نکلے تھے جبکہ دادی نے آج بھی بہانہ بنا کر گھر رک کر سب کی پسند کا کھانا بنانے کا پلین کیا تھا۔ عریش خضر کی کال دیکھتے ہوئے باقیوں سے کچھ الگ آیا اور فون کان سے لگالیا۔ آئرہ ہنوز تجسس میں تھی، انکی گاڑی فی الحال کافی ویران سی روڈ پر تھی جسکی دونوں طرف جھاڑیاں تھیں اور کچھ دور تھرمل پلانٹ دیکھائی دے رہا تھا۔

"عریش، میں تمہیں ایک نمبر سینڈ کر رہا ہوں۔ اسکو ہیک کرو اور آنے والی تمام کالز کے بارے میں مجھے بتاو۔۔۔ اور ہاں ایک ٹیوٹر اکاونٹ ہے اسکا بھی لنک بھیجتا ہوں، تم پتا کرواو کہ لاسٹ ٹائم وہ کہاں سے آن ہوا تھا" بیٹھے بیٹھے خضر کو نا جانے کیا سوجھی کہ اس نے ساتھ بیٹھی آئرہ اور فون کے اس طرف موجود عریش تک کو کافی تفشیش میں مبتلا کیا تھا۔ عریش نے فورا کسی سوال جواب کے بجائے فرمابرادری سے فون آف کیا اور وہیں رک کر خضر کی انفارمیشن کا ویٹ کرنے لگا۔

"کیا تم جلال انکل کا نمبر اور ٹیوٹر اکاونٹ ہیک کرواو گے " آئرہ نے بیقراری اور تجسس سے اپنا فون نکال کر بہت اجلت سے کچھ دیکھا اور آئرہ کے سوال کا جواب دیے بنا عریش کو میل سینڈ کرنے کے بعد سیدھا ہوا۔

"نہیں، نمبر مسٹر جلال کا مگر ٹیوٹر اکاونٹ ضامن کا۔۔۔۔اگر وہ واقعی کل رات ہوسپٹل میں آیا ہے تو مجھے اسکا یوں مشکوک آنا کھٹک رہا ہے۔ کوئی تو وجہ ہے آئرہ" خضر نے جلال احمد کا نمبر ہیک اس لیے کروایا تھا کہ وہ یہ جان پائے کہ جلال اور ضامن کا آجکل رابطہ ہے یا نہیں جبکہ اکاونٹ سے ضامن کے پاکستان ہونے یا نہ ہونے کی تصدیق کا چانس بن رہا تھا۔ خضر کی قابل غور بات پر آئرہ کا ماتھا بھی ٹھنکا۔ خضر بہت باریک بینی کا مظاہرہ کر رہا تھا اور آئرہ اسکی سوچ تک با آسانی پہنچ سکتی تھی۔ دونوں کے چہروں پر شدید گہری سنجیدگی درج ہوئی تھی۔
دوسری طرف عریش ان سب کو اوکے کا اشارہ کرتا ہوا نکل گیا، زیان اور افراح کے لیے یہ سگنل تھا کہ اسے کام ہے تبھی وہ سمجھ گئے مگر جنت اسکے یوں غائب ہونے پر اداس ہوگئی تھی۔

"ہاں، خضر کہیں ضامن کسی غلط کام میں تو نہیں پڑھ گیا" آئرہ نے اپنا خدشہ بہت محتاط انداز میں کہا اور خضر کے چہرے پر بھی کچھ ایسے ہی قابل فکر تاثرات امڈے۔ اس سے پہلے کہ خضر، آئرہ کی بات کا کوئی جواب دیتا ایک جیپ شوں کر کے انکی گاڑی کے آگے رکی اور اگلے ہی لمحے اس میں سے سات آٹھ لوگ بجلی کی رفتار سے ڈنڈے لاٹھیاں لے کر ان دونوں کی گاڑی کی سمت دوڑے۔

****

"کچھ پتا چلا ضامن کا، کیا اس نے کوئی رابطہ کیا" جلال اپنے آفس میں موجود تھے، انکا کوٹ انکی کرسی کے ساتھ لٹکا تھا جبکہ خود وہ اضطرابی حالت میں گلاس ونڈو کے قریب ایک ہاتھ پینٹ کی جیب اور دوسرے سے فون کان سے لگائے ایک بار پھر رزاق سے مخاطب تھے۔

"سر وہ ٹھیک ہیں، آپ پریشان نہ ہوں۔ انہوں نے مجھے کہا تھا کہ اگر کسی کی کال آئی تو بتا دینا کہ وہ کسی دوسرے ملک جا رہے ہیں" رزاق کی بات پر جلال بے اختیار مڑے، انھیں لگا شاید ضامن نے فون کیا تھا۔

"کیا مطلب، اس نے تمہیں یہ کیسے کہا۔ اسکا نمبر تو کل سے موجود ہی نہیں آ رہا۔ مجھے اسکا نمبر بھیجو رزاق" جلال کی آواز میں واقع بے چینی درج تھی اور رزاق محسوس کر کے اداس تھا مگر وہ مجبور تھا کیونکہ ضامن نے اسے ایک بار پھر بس یہی بتانے کا آرڈر دیا تھا جتنا اس نے جلال سے کہا۔

"سر وہ یہاں آئے تھے خود، اور بس اپنا کچھ سامان لیا اور مجھے کہہ کر چلے گئے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ جلدی آئیں گے" گویا ایک بار پھر ایک باپ کی ساری امیدیں بجھ سی گئیں مگر یہ ضرور ہوا کہ انھیں ضامن کی خیریت کی طرف سے کچھ تسلی مل گئی تھی۔ ویسے بھی وہ ضامن کی حرکتوں سے بخوبی واقف تھے کہ وہ ایک نمبر کا لاپرواہ ہے۔

"ٹھیک ہے، جب وہ آجائے تو مجھے انفارم کر دینا" جلال نے بجھی ہوئی آواز کے سنگ کہا اور بے دلی سے فون مڑ کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے دوبارہ سے کھڑکی کے پار آتی جاتی ٹریفک پر نگاہیں مرکوز کر گئے۔ تھکن اب کی بار انکے

اندر تک اتری تھی، مہرو کی طرف سے وہ تھوڑے مطمئین تھے مگر ضامن کی طرف سے انھیں رتی برابر کوئی اطمینان نہ تھا۔ اپنے ہاتھ کی پوروں سے وہ اپنی کن پٹی سہلا رہے تھے کہ ٹیبل پر پڑا فون چنکارتی بیل کے ساتھ بجا۔ جلال چند قدم اٹھاتے فون تک آئے تو مقابل سیکرٹری نے کچھ کہا جس پر وہ سر ہلا کر کچھ بولے اور اپنے چہرے پر لائی تھکن مٹا کر اپنا ازلی مطمئین تاثر لائے سامنے منتظر نگاہ ڈال چکے تھے جہاں سے اگلے چند سیکنڈ میں شمس حسین داخل ہوئے۔ کریم کلر سوٹ پر کوٹ پہنے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے ہوئے وہ یار کے ایسے کھڑے ہو کر منتظر ہونے پر مسکرا دیے۔ دونوں نے ایک سی مسکان کے سنگ بغل گیر ہونے کے بعد اپنی اپنی نشستیں سنبھال لیں۔

"چائے اور ساتھ کچھ کھانے کے لیے بجھوا دو" جلال نے بیٹھتے ہی مہمان نوازی کا فریضہ سر انجام دیتے ہوئے فون پر کہا اور دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھ کر شمس کی طرف متوجہ ہوئے۔ ایک ان کہا افسانہ تھا جو آج شمس حسین اپنے چہرے پر لکھ آئے تھے۔

"اب کیوں پریشان ہے، تیرے کھوتے کو تو لگام ڈال دی ہے ناں۔ نا فکر کر یار، ایک دن وہ مجھ سے بھی آگے جائے گا" شمس کے چہرے کی بے چینی بھانپتے ہوئے خود جلال نے ہی ہلکی پھلکی مستی کے سنگ کہا جس پر مقابل ایک غیر ارادی سی تلخ مسکان ابھر کر خود جلال کو بھی تھوڑا حیران کر گئی تھی۔

"میں یہاں آج ایک گزارش اور لے کر آیا ہوں، مجھے پتا ہے یہ بہت جلدی ہے لیکن یہ سمجھ کہ یہ اب ہم سب کی خواہش بھی ہے اور بہتری بھی" شمس کا بجھے انداز کے سنگ تمہید باندھنا اب جلال کو واقعی خاصا فکر مند کر گیا تھا۔

"حکم کر یار، گزارش کو گولی مار" جلال نے جھٹ جواب دیتے ہوئے شمس کا حوصلہ کچھ بڑھایا تھا۔

"نادم اور حرا کی شادی، کل تک نادم بھلے ایک ناکارہ تھا مگر تیرے ان چند دنوں کی سیکھ نے اسے انسان بنادیا ہے۔ اس نے خود مجھ سے کہا ہے کہ وہ حرا سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور جلد کا بھی کہہ رہا ہے" شمس نے اپنی طرف سے جھجک سے کام لے کر بہت عاجزی سے کہا تھا مگر دوسری سمت ایک لمحے کو بلکل سکتہ چھایا تھا۔ انھیں نادم کو ایک لمحے میں اسکے پہلے اور ابھی کے خلیے میں فرق کرنا پڑا، اور نتیجہ کچھ ایسا تھا کہ جلال احمد کے چہرے پر بہت رضامند مسکان ابھری تھی۔ انکو بھی نادم حسین کے شریف روپ نے دھوکہ دے ڈالا اور بچارے دھوکے میں ہی اپنی ناز سے گندھی حرا اس وہشی کو سونپنے پر جی جان سے راضی ہوئے۔

" بھئی مجھے کیا اعتراض ہے یار، تو اتنا پریشان کیوں ہے جیسے تجھے ڈر ہو کہ میں انکار کر دوں گا۔ میں خود حرا اور نادم کے رشتے کے متعلق بہت سنجیدہ ہوں، اور اب جب نادم نے خود ہامی بھر لی ہے پھر تو نیک کام میں دیر ہونی ہی نہیں چاہیے۔ بس میری ایک شرط ہے کہ حرا کی تعلیم کو نادم نہیں روکے گا۔ باقی میں ابھی بھی شادی کے لیے تیار ہوں" جلال کی ایسی رضامندی سے تو شمس کے چہرے پر بھی وہ بہار اتری جسکی مثال ناممکن تھی۔ دو سال پہلے ہی جلال نے مہرو کو حرا اور نادم کے مستقبل کے رشتے کا بتا رکھا تھا اور اب اگر جلال انکو یہ بتاتے تو انکے لیے یہ نئی بات نہ تھی مگر بچوں میں سے کوئی بھی اس بات سے واقف نہ تھا۔ سب سے بڑا دھچکا تو حرا کو لگنے والا تھا جو ایک ناکردہ جرم کی سزا پانے والی تھی۔ بعض دفع سچ میں بیٹیاں بلکل اپنی ماؤں جیسی قسمت پاتی ہیں۔ لگ تو یہی رہا تھا کہ حرا کی قسمت میں بھی زندگی بھر کا رونا لکھ دیا گیا تھا۔

"ہاں ان شاء اللہ وہ جتنا مرضی پڑھے ہمیں کیا اعتراض ہے، میں خود پڑھواوں گا حرا بیٹی کو۔ تو ہم آج رات باقاعدہ رشتہ لے آئیں ناں" والہانہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے شمس نے ایک نئی فرمائش رکھی جس پر جلال مسکراتے ہوئے اپنی نشست سے اٹھ کر شمس تک آئے۔

" بھئی سیدھا سیدھا نکاح کی ڈیٹ لینے آو، ویسے بھی مبشر آیا ہوا ہے اسی بہانے وہ بھی بہن کی شادی دیکھ لے گا۔ رہی بات ضامن کی تو کوئی مر بھی جائے اسے کسی کی پرواہ نہیں۔ خیر تم آجاو رات ڈنر پر، مل بیٹھ کے کوئی اچھا سا دن رکھ لیتے ہیں" جلال کے لہجے میں ضامن کے زکر پر آنے والی تلخی پر شمس بھی کچھ پل مسکان معدوم کر گئے مگر پھر جلد ہی دونوں والہانہ خوشی ہمکتے انداز میں پورے جوش سے بغل گیر ہوئے تھے۔ آخر کار قدرت بھی نادم حسین کے پورے پورے حق میں تھی اور ضروری نہیں یہ کوئی انعام تھا، بلکے یہ رسی کا ڈھیلا ہونا بھی ہو سکتا تھا یا پھر نادم کی زندگی کا رخ بلکل بدلنے والا تھا۔ اسکے راجو غنڈے نامی دوست نے آئزہ اور خضر کی گاڑی کا پیچھا جلال ہاوس سے کرنا شروع کیا تھا اور بیچ سنسان جگہ پر انھیں گھیر لیا۔

****

"سب ٹھیک ہے ناں، کوئی فکر کی بات ہے کیا" عریش اور زیان پر اسرار سے انداز میں اپنے روم میں تھے جبکہ افراح باہر دادی، عنیہ اور جنت کے ساتھ دن کا کھانا لگوا رہی تھیں۔ عریش ان سبکو چھوڑ کر سیدھا گھر آیا تھا اور تب سے خضر کے دیے کام پر لگا تھا۔

"پتا نہیں شاید خضر کو ضامن پر کوئی شک ہے، ویسے یہ جو میں نے آج کی کال ہیک کی تھی اس میں جلال احمد اور رزاق نامی آدمی کی بات چیت سے یہی لگتا ہے کہ ضامن واقعی مشکوک ہے۔ یہ سنیں زرا آپ" عریش نے بڑے ہی محتاط انداز میں ایک تو کال ہیک کرلی تھی دوسرا اسکا شک بھی کہیں نہ کہیں پختہ ہوا تھا۔ زیان نے فورا سے پہلے عریش سے ہیڈ فون لے کر رزاق اور جلال کی ساری بات بہت توجہ سے سنی۔ اب تو زیان کو بھی معاملہ کچھ گڑبڑ لگا۔ یہ جو ضامن مشکوک انداز میں غائب ہوا ہے یہ بات یقینا خضر کے لیے بہت بڑا ثبوت ثابت ہو سکتی تھی۔ ان دونوں کو کام کے دوران کسی نے ڈسٹرب نہیں کیا تھا کیونکہ یہ کام خاصا نازک تھا تبھی سب لیڈیز نے مل کر کچن سنبھال رکھا تھا۔

"ہاں، یہ ضامن اگر باہر پڑھنے گیا ہے تو یہ غائب کیوں ہوا ہے۔ وہ بھی اس طرح پر اسراری سے۔ اگر تو یہ جان بوجھ کر صرف اپنے ماں باپ کو تنگ کر رہا ہے پھر تو ٹھیک مگر اگر بات کوئی اور نکلی تو یہ خضر کے لیے بھی ایک مشکل کیس ہو گا" زیان نے تمام تر ریکارڈنگ سن کر بہت مدھم سی آواز کے ساتھ گہری سوچ کے پیش نظر کہا جس پر عریش بھی بلکل متفق تھا۔

"اور یہ ٹیوٹر آکاونٹ بھی ہیک ہو گیا ہے، یہ لاسٹ ٹائم سکاٹ لینڈ کے شہر گلاسگو میں آن کیا گیا تھا۔ اور اس سے ایک اور بات پتا چلی ہے کہ یہ اکاونٹ ہر بار الگ ڈیوائس سے آن ہوتا ہے جو ایک غیر یقینی سی بات ہے کہ کوئی اتنے موبائیل اور لیپ ٹاپ کیسے بدل سکتا ہے" عریش نے خیر سے اپنا کام تباہی کی حد تک کر ڈالا تھا اور اب وہ یہ ساری انفارمیشن خضر کو ای میل کر رہا تھا۔ دونوں کے چہروں پر صاف صاف فکر درج تھی۔

"چلو ہوپ سو کہ اللہ ہمیں کسی امتحان میں نہ ڈالے، ویسے سچ پوچھو تو مجھے خضر کا وہ بھائی ہمیشہ سے کچھ عجیب لگتا ہے۔ خیر دیکھتے ہیں پھر کل مل کر کوئی حل نکالتے ہیں" فی الحال تک کل ولیمے کی تقریب تو ڈن تھی مگر ابھی بھی پلین بدل سکتا تھا دراصل ہزل سر دوسری طرف ان دونوں کے ولیمے کے لیے کچھ پلین کر رہے تھے۔ چونکہ کام کی وجہ سے وہ شادی پر نہیں آسکے تھے لہذا انکا دل یہ تھا کہ ولیمے کی تقریب انکے ریسٹورینٹ میں ہو۔

"بھئی جنٹل مینز، اگر تم دونوں کی سیکرٹ گفتگو ختم ہو گئی ہو تو کم آن کھانا لگ گیا ہے" اسی لمحے افراح نے چہکتے انداز میں کمرے کے اندر دروازے سے سر نکال کر کہا تو وہ دونوں ہی فوری کام شام ختم کرتے ہی مسکرا کر تابعداری کرتے ہوئے باہر نکلے جہاں عنیہ نے دادی کو بٹھا دیا تھا جب کہ خود وہ ہنستی ہوئی جنت کے ساتھ کھانا لگا رہی تھی۔

"میری بکری، تیرا دوسرا سینگ کدھر ہے" عریش نے ٹیبل پر آتے ہی ایک چور نظر اپنی حسینہ پر ڈال کر پھر عنیہ کی چٹیا پکڑے کہا تو سب ہی ہنسے اور عنیہ کمر پر بازو باندھے عریش بھیا کی بات پر مڑی۔

"اب سے ایک سینگ والی ہوں بھیا، دادی کہتی ہیں کہ اب میں بڑی ہو گئی ہوں ناں تو اس لیے" ھائے ھائے یہ تو عریش جیسی ہی آفت تھی، بھئی اب تو دوستی بھی ہو گئی تھی۔ بڑا تو ہونا ہی تھا، البتہ اس کے بعد سے ہی نہ مبشر نے کوئی کال یا میسج کیا نہ خود عنیہ نے۔ عنیہ کی بڑے سیانے بنتے ہوئے کہی بات پر اب تو سب ہی متاثر ہو کر جوش سے مسکرائے جبکہ عریش بھی ہنستا ہوا اسکی ناک دبائے حسین ترین لگا تھا۔

"دادی وہ ولیمے کا کیا پلین ہے، دراصل ہنزل سر چاہ رہے ہیں کہ ہم سب کل انکے ریسٹورنٹ میں جائیں۔ وہ ہم سب کا دن منانا چاہتے ہیں" دنکو ہی عریش اور زیان کو ہنزل سر کا پیغام ملا تھا اور کیونکہ دادی نے یہیں انتظام کا سوچ رکھا تھا لہذا اب دادی جان کی رائے لینا ضروری تھا۔

"بھئی اس سے اچھی اور کیا بات ہو گی، چلتے ہیں پھر۔ ویسے تم لوگوں کی شادیاں اچھی تھرل والی ہو جائیں گی۔ آدھی کہاں اور آدھی کہاں۔۔۔۔ پر زیان اور افراح کی اینورسری پارٹی یہیں ہو گی بس" دادی تو پوری تیار تھیں اور آخری بات تک تو خود دادی ہنس پڑی تھیں۔ واقعی سب سے زیادہ تھرل والی شادی تو خضر اور آئرہ کی ثابت ہوئی تھی۔ بس یہاں تو کل سب نے لاہور جانا ڈن کر لیا تھا اب بس خضر کا پتا لگنا باقی تھا اور یقیناً ہنزل نے اسے بھی انفارم کر دیا تھا۔ ہنزل ان سب کو بلکل اپنے بچوں جیسا ہی سمجھتے تھے لہذا کل کا دن وہ اپنا ریسٹورینٹ عام پبلک کے لیے آف کر کے صرف ولیمے کے لیے ریزرو کر چکے تھے۔

"ھاھاڈن" دادی کی پارٹی پر پرجوشی دیکھ کر سب ایک بار پھر ہنسے اور افراح اور زیان کی نگاہیں تو ظالمانہ سے انداز میں مل کر سب کچھ حسین کر گئی تھیں۔

٭٭٭٭٭٭٭٭٭٭

"یہ کیڑے مکوڑے کہاں سے نکلے" وہ لوگ جس قدر تیزی سے آئرہ اور خضر کی گاڑی کی سمت لپکے تھے اسی تیزی سے خضر کے منہ سے جملہ سلپ ہوا جس پر آئرہ نے خضر کو دیکھ کر ہنسی دبائی۔

"لگتا ہے تمہارے ہاتھ کی خارش کا علاج آیا ہے" اتنی نازک سچویشن میں دونوں جادوگروں کے چہرے پر مسکراہٹ آئی اور اگلے ہی لمحے معدوم ہو کر خفگی بنی۔ وہ لوگ اپنے ڈنڈے گاڑی پر برسا کر سامنے کے شیشے میں اچھی خاصی دراڑ ڈال چکے تھے۔ اس سے زیادہ اپنی گاڑی کا نقصان خضر سے دیکھا نہ گیا اور اگلے ہی لمحے دونوں اپنے پیشہ وارانہ انداز میں ایک دوسرے کو اشارہ کرتے ہوئے دونوں طرف سے دروازہ کھولے بجلی کی رفتار سے دو لوگوں کو دھکا دے کر لپکتے ہوئے بیک وقت اپنی اپنی ٹانگیں گما کر نانی یاد دلا چکے تھے۔ تین لاٹھیوں والے سانڈ نما نقاب پوش آئرہ کی سمت اور باقی پانچ جن میں دو کو لات پڑی، اٹھ کر خضر کی جانب غراتے ہوئے لپکے۔

"تیری تو" آئزہ نے اپنے سامنے آتے پہلے سانڈ کو پوری قوت سے گھونسا مار کر چت کیا اور اپنی لمبی ہیل اسکے زمین بوس ہوتے ہی اسکی بازو میں گھسا دی۔ بچارا سخت ظالم دھاڑا، دوسری طرف اس لڑکی کی ایسی ہمت دیکھ کر باقی بزدلوں نے باقاعدہ جھرجھری لی مگر ایک کے بجائے تینوں خضر کی طرف بڑھے مگر ہائے بچارے، ایک دم ہی مکوں کی ایسی برسات ہوئی گویا ان تینوں کو ایک ساتھ ہر طرف سائیں سائیں سنائی دی اور آنکھوں کے آگے تارے سے ناچے جس کے بعد وہ تینوں ہی زمین پر اپنی لاٹھیوں کے ساتھ گر کر کراہنے کے ساتھ ساتھ بھاگنے کی کوشش میں دیکھائی دیے۔

"تو واقعی سانڈ ہے، پتا نہیں دونوں کھاتے کیا ہو" ایک اور جبیس لہرا کر خضر کی طرف آیا جو پہلے آئزہ سے گھونسا کھا کر اب خضر سے اپنا حصہ لینے آیا تھا مگر خضر نے کچھ اوپر اچھل کر اپنی ٹانگ اسکے منہ پر دے ماری اور اسکے گرتے ہی دو تین کرارے مکے مزید نیاز کے طور پر دیے۔ آئزہ تو ایسا مزیدار ساتھرل بہت انجوائے کر رہی تھی۔

"تو کدھر جا رہا ہے" آئزہ کو ذرا ہتھ ہولا کرتا دیکھ کر ایک بدھے رنگ والا کالو سا غنڈا بھاگنے ہی لگا کہ آئزہ کے اسکی کمر پر زوردار ٹانگ گمائی تو بچارا اپنی ہی گاڑی کے بونٹ کے ساتھ پٹخا۔ خضر کی پشت پر ایک زمین سے اٹھتا آدمی چپکا تو اب آئزہ کو اسکے کندھے کی فکر جاگی، فوراً سے پہلے وہ بھاگی مگر ایک اور آدمی اٹھ کر بہت تیزی سے زمین سے ڈنڈا اٹھا کر خضر کے کندھے پر مار چکا تھا اور وہ خضر کے مڑنے کی وجہ سے اسکے عین کندھے پر لگا تھا۔ ایک لمحے کو خضر کی گرفت اپنی بازو میں آئے غنڈے پر ڈھیلی پڑی مگر پھر آئزہ نے باقی کا کام ہنسنے کے بجائے

پوری بے رحمی سے کیا۔ فورا اسے پہلے آئرہ گاڑی کی جانب لپکی اور اپنی گن لیے باہر بھاگی۔ گن دیکھتے ہی زمین پر گرے پڑے کراہتے غنڈے بھی ٹوٹی کانپتی ٹانگوں سے اپنی اپنی کوشش کرکے جیپ تک گئے اور ایک پھر تیلے نے یوں گاڑی بھگائی جیسے بس موت ان لوگوں پر نازل ہوگئی تھی۔ خضر کو اپنا کندھا پکڑے تکلیف میں دیکھ کر آئرہ کانپتے دل کے ساتھ اس تک پہنچی مگر اسکے چہرے کا تاثر دیکھ کر خود بھی ہنس پڑی جو کراہنے کے باوجود مسکرا رہا تھا۔

"آج تو کچھ اور بھی مانگتا وہ بھی مل جاتا، مزہ آگیا مگر کمینے بھاگ گئے۔ ابھی تو اصل فلم شروع ہوئی تھی" آئرہ اسکی ہنسی کو دیکھتی ہوئی فکرمندی سے اسکی بازو چھو کر خود بھی ہنس دی جو ہلکی سی تکلیف کا اظہار کرتا اب کی بار زور سے ہنسا تھا۔

"تمہارا کندھا، مزے کے چکر میں انفیکشن نہ کروالینا لڑکے۔ ھاھا چلو اب بہت ہوگیا تھرل، ویسے یہ تھے کون خضر" آئرہ بھی خضر کی اس مستی پر ہنستی ہوئی اسے پکڑے گاڑی میں بٹھاتے بولی اور خود بھی دوسری طرف سے آکر بیٹھتے ہوئے پرسوچ انداز میں خضر کے چہرے کا لطف دیکھ کر حیران ہوئی جو مسلسل ہنس رہا تھا۔

"یہ نادم صاحب کے چمچے تھے، اسے بھی میرے کھانے کا بڑا تجسس تھا" اگلے ہی لمحے دونوں ہی اتنا ہنسے کہ بے دم ہونے والی حالت تھی اور پھر خود ہی آئرہ نے ہنسی کو بریک لگاتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کردی۔

****

"تو نے بتایا کیوں نہیں ہے کہ وہ دونوں پورے فائٹر ہیں، کمینے انہوں نے میرے آدمیوں سمیت میری وہ دھلائی کی ہے کہ سوچ ہے تیری" راجو اپنے اڈے پر باقاعدہ کراہتے ہوئے پھنکار رہا تھا اور ایک دوسرا ابھدی شکل والا اب راجو کے منہ پر لگے زخموں پر بہت آہستہ سے دوائی لگا رہا تھا۔ خضر کے مکوں نے بچارے کو اچھا لال پیلا کر کے مزید وہشت ناک حد تک ڈراونا بنا رکھا تھا۔ نادم تو اپنے آفس کی طرف آتا ہوا اس بری خبر پر جلبلا اٹھا اور اسکا دل راجو سمیت اسکے سارے ساتھیوں پر لعنت بھیجنے کا کیا تھا۔ اس سے اچھا تھا وہ ان ناکارہ لوگوں کو نہ ہی کہتا اور ویسے بھی وہ جو اب سوچ رہا تھا وہ خضر کو واقعی تکلیف دینے کے لیے کافی تھا۔ حرا کو تکلیف دینے کا مطلب تھا مہرو کو تکلیف ہوتی، اور ماں کو تکلیف میں دیکھ کر بیٹا بھلا کیسے خوش رہ سکتا تھا۔ نادم کا دماغ بھلے بیوقوفی کا مرکز تھا مگر اس بار اس نے پلین بڑا جاندار بنا لیا تھا۔

"اچھا تو تیر اسارے پھنے خان والا جوش بیٹھ گیا، تجھ سے ایسی ناامید کرنے والی بات کی امید نہ تھی راجو۔ آیا بڑا" نادم نے شاہی انداز میں اپنے کوٹ کا بٹن کھول کر کرسی پر براجمان ہو کر خاصی ناپسندیدگی اور تنفر کا رنگ لیے کہا تو راجو اس کرارے جواب پر خاصا بدمزہ ہوا۔

"اووو زیادہ کمینگی نہ دیکھا، تو راجو کو جانتا نہیں۔ ان کے پاس گن تھی تو نے یہ بھی نہیں بتایا، اب ایسا کر مر جا تو خود ہی بھگت، آیا بڑا راجو کو اکڑ دیکھانے والا۔ اتنا برا لگ رہا ہے تو جا خود توپ کے آگے لیٹ جا، مجھے ایویں بے موت مرنے کی کوئی چاہ نہیں چڑھی" راجو لگتا تھا خاصا برا منا گیا تھا تبھی ہتک آمیز رویہ دیکھاتا ہوا بر ہمی سے فون بند کر گیا اور نادم بند کال کو دیکھ کر ہونٹ بھینچ گیا۔ اب اس منحوس خبر کی ہی کسر تھی، ابھی وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ سائیڈ ٹیبل کا فون بجا۔ نادم نے بے دلی اور بیزاری سے فون اٹھایا۔

"ہاں نادم، آفس میں آو" جلال کے کہنے پر نادم تھوڑی حیرت اور تجسس ملائے جلال کے آفس گیا تو وہ اسے اندر آتا دیکھ کر کافی مطمئین سے لگے۔

"شمس نے مجھ سے بات کی ہے اور میں راضی ہوں۔ رات آجانا ڈنر پر اپنی اماں بابا کو لے کر ہم آج ہی نکاح کی تاریخ رکھ لیں گے مگر تم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ تم خود کو میری بیٹی کے قابل بناو گے" نادم کو لگا جیسے اس نے کچھ غلط سن لیا ہے تبھی خاصے اڑی رنگت والے تاثرات ابھرے تھے۔

"جی میں آپکی بات ضرور مانوں گا" خود ہی چہرے پر مضبوطی لائے وہ فورا فرمابرداری کا مظاہرہ کر رہا تھا جس پر جلال مزید ریلکس ہو چکے تھے۔ جلال کے آفس سے اپنے آفس تک کا فاصلہ نادم حسین نے رئیسانہ انداز سے طے کیا، چہرے پر ایک فتح درج تھی۔ نظروں کے سامنے حرا کی صورت آئی، وہ معصوم سئ پیاری نازک سئ حرا واقعئ اسکی بیوی بننے والی تھی یہ سوچ تو اس کے چہرے پر مزید تمسخرانہ سکون درج کر گئ تھی۔ نادم حسین کی رسی ڈھیلی ہونے کا وقت شروع تھا، خدا خیر کرے۔

****

"لو میرا اشک بلکل درست نکلا، ابھی ہزل سر نے محترم نادم حسین کے بھیجے غنڈے کی تصویر بھیجی ہے، پوچھ رہے تھے کہ ہم خیریت سے ہیں" خضر چینج کر کے سیدھا اوپن کچن میں آیا جہاں بے بی پنک سی ٹراوز شرٹ میں آئرہ بلکل چھوٹی بچی لگ رہی تھی۔ وہ دونوں گھر آ چکے تھے اور ڈنر کا کھانا وہ لے آئے تھے اب آئرہ بس اسے گرم کر رہی تھی۔ خضر بشاش سے انداز میں اپنا موبائیل آئرہ کے سامنے کیے مسکرایا تو وہ بھی حیرت سے ہمہ تن گوش ہوئی۔

"یعنی ہزل سر نے ہمارے لیے ٹیم بھیج رکھی تھی، ویسے نادم مشکوک سی خاموشی میں مبتلا تھا مجھے خود اس سے ایسی ہی امید تھی۔ خیر اب تو اسکے بھیجے غنڈے بھی پٹ کر توبہ کر چکے ہوں گے" آئرہ نے دل میں پلنے والے شکوک وشبہات کا ذکر کیا اور بات کے آخر تک اسے کچھ تسلی بھی تھی کہ جس طرح ان دونوں نے پٹائی کی ہے وہ مڑ کر کسی ایسے کام میں نہیں پڑیں گے۔

" بلکل، ایسے بزدل انسان سے ایسی ہی توقع ہے، میں تو یہ سوچتا ہوں کہ اس بچاری کا کیا ہو گا جسکا نصیب اس نادم حسین کے ساتھ پھوٹے گا" خضر کو تو غائبانہ سی تفتیش نے گھیر اگر وہ کب جانتا تھا کہ وہ بچاری اسکی اپنی بہن ہے جو ابھی جا کر ہی اسے ملی تھی۔

"ہمم، اللہ جانے۔ ویسے تمہیں پتا ہے نادم کی لک کافی بدل گئی ہے۔ کل میں نے سوشل میڈیا پر اسکی تصویر دیکھی تھی کیا ٹھاٹ باٹ تھے۔ نہ ہی وہ جنگلی روپ نہ ہی چہرے کی وحشت" اب تو مصروف سے انداز میں کام کرتی آئرہ یک دم مڑ کر بولی تو یہ بات خضر کے لیے بھی واقعی شدید جھٹکا تھی۔ تبھی وہ حیرت کا شہکار بنا ہوا کافی متاثر تھا۔

"واہ، یہ انکشاف کب ہو گیا۔ متاثر کن۔ ویسے ہے تو اچھا بھلا مگر حرکتیں بہت زہر ہیں اسکی، اللہ کرے کوئی اچھی ہدایت اسے بھی مل جائے" خضر نے شیلف سے پلیٹیں نکال کر ساتھ ساتھ ڈائنگ پر لگانے کے بعد اب گلاس بھی بڑے پیشہ وارانہ انداز میں رکھے، آئرہ تو خضر کی یوں ہلپ پر مسکا دی۔ صبح کا ناشتہ بھی بہترین بنا تھا مگر ابھی دنکوانھیں باہر سے لانا پڑا تھا جبکہ رات کے لیے آئرہ نے کچھ بنانے کا پلین کر رکھا تھا۔

"آمین، بس وہ بھی انسان بن جائے تاکہ شمس خالو کو بھی سکھ کا سانس آئے۔ مجھے بہت دکھ ہوتا کہ انکی ایک اولاد ہے وہ بھی انکو کتنا پریشان کرتی ہے" آئرہ کے لہجے میں مہربانی اور نرمی ہر کسی کے لیے عود آتی تھی اور یہی بات آئرہ کو سب سے ممتاز کرتی تھی۔

"آمین، ہوپ سو کہ بہتری عنقریب ہو" خضر اب بریانی کی ٹرے اٹھا کر ڈائنگ پر رکھنے کے بعد کباب کی پلیٹ اٹھاتے بولا اور اب وہ آئرہ کو بھی بیٹھنے کے لیے چیئر پیچھے کر رہا تھا جس پر وہ سیلڈ کی پلیٹ لیے مسکراتی ہوئی کرسی پر جا بیٹھی۔ ایک بڑا ڈائنگ باہر تھا جبکہ ایک چار کرسیوں والا کچن میں اور ان دو کہ لیے یہ بھی بہت تھا۔

"تم بھی بیٹھ جاو، اور یہ بتاو تم نے بازو دیکھی اپنی، اس منحوس نے مارا تھاناں" آئرہ نے خضر کو کھڑے دیکھا تو فورا فکر مند ہوتے ہوئے بولی جو آئرہ کی اس بات پر مسکرا کر اپنی کرسی کھینچے بیٹھ گیا تھا۔

"ہاں دیکھ لی پر نظر نہیں آئی" خضر نے مستی کے انداز میں بریانی کی ٹرے اٹھائے بات ہوا میں اڑائی تو اب آئرہ واقعی خفا ہوئی۔ اسے کھانا گرم کرنے پر لگائے وہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ اپنا کندھا دیکھ آتا ہے اور اب کتنے مزے سے بتا رہا تھا۔

"خضر، کتنے لاپرواہ ہو تم، کھانا بعد میں پہلے مجھے دیکھنے دو ورنہ افراح آپی کو کہوں گی آکر تمہیں بڑا انجکشن لگائیں" آئرہ تو اٹھ کر کچن کی شیلف سے فسٹ ایڈ باکس اٹھانے کے لیے باقاعدہ ڈراتے بولی جیسے خضر واقعی ایک چھوٹو بچہ ہے اور انجکشن کے نام سے ڈر جائے گا۔

"ارے یار مزاق کر رہا ہوں، بازو بلکل ٹھیک ہے" خضر ہنستا ہوا اسکی بازو پکڑے اسے واپس بٹھائے بولا تو وہ اب منصوعی سا گھور کر خود خضر کو بہت پیاری لگی تھی۔

"پکاناں" اف کتنی معصومیت سے وہ شکل پر فکر لائے اپنی یقین کی پختگی کیے بولی جس پر خضر مسکرا کر پوری متفقہ گردن اثبات میں ہلا چکا تھا۔

"تم مجھے ایزی مت لیا کرو لڑکے، پہلے صرف دوست تھی اب تمہاری ہٹلر بیوی بھی ہوں" کیا کھلا تضاد تھا کہ آئرہ خود اپنے ہٹلر کہنے پر ہنس پڑی اور مقابل بھی سیاہ آنکھیں اپنی پوری راعنائی سمیٹ کر آئرہ پر فدا ہوئیں

تھیں۔ یہ گھر جہاں کل تک خضر کی ویرانی اور تنہائی تھی اب آئرہ کے ہونے نے ایسا آباد کیا کہ اسے رشک کے سوا کچھ محسوس نہ ہوا۔ آئرہ نے خضر کا یوں محبت سے اپنی طرف دیکھنے کا انداز بھانپا تو کہنی میز سے لگائے ٹھوڑی اٹکا کر وہ یک ٹک مسکرا کر خضر کو دیکھ رہی تھی۔

"تم ہٹلر ہو ہی نہیں سکتی، تم جیسی نرم مزاج اور دھیمی سی لڑکی ہی میرا جوڑ تھی، بہت اچھا لگتا ہے تمہیں اپنا محسوس کر کے۔ تمہیں یوں چند لمحے بنا آنکھ جھپکائے دیکھ لوں تو اپنے آپ پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے" متبسم سا بے خود لہجہ اور وہ سیاہ آنکھوں کی کاملیت اور صداقت جو آئرہ کو بھی مسحور کن سے جادو میں باندھ دیتی تھی۔ خضر اظہار میں لپٹا ہوا مرد تھا مگر پھر بھی وہ وقت بے وقت آئرہ کو اسکی اہمیت بتانا چاہتا تھا، اسے احساس دلانا چاہتا تھا کہ وہ اسکی زندگی میں بہت ضروری اور اہم ہے۔

"تو کس نے کہا کہ قابو میں رہنا ضروری ہے، تم خود پر جبر مت کیا کرو، کیونکہ مجھے بھی اچھا لگتا ہے تمہارا ہونا۔ بس تم خوش رہا کرو، میری خوشی بھی تم پر قربان ہو جائے۔ اب میرا تو کوئی اکیلا وجود ہے ہی نہیں خضر، آئرہ اب تمہارے نام سے ہی ہے" آئرہ کی یوں خضر پر فدا ہونے کی ادا پر وہ دل تک مسکرانے لگتا تھا۔ جیسے وہ اس شخص کی واحد خوشی تھی، واحد سکون کا لمحہ تھی۔ آئرہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر وہ اسکی شربتی من پسند آنکھوں میں دلگیر سے انداز میں دیکھتا ہوا محبت سے ہونٹوں سے لگا رہا تھا۔ بلکل ویسے جس طرح کوئی بہت قیمتی شے اپنے لمس تبسم سے منور کر رہا ہو۔ خضر کے ہونٹوں کی چھاپ اس نازک ہاتھ پر یوں تحریر ہوئی کہ وہ نازک پری مسکرا کر خضر کے چہرے کے سکون کو دیکھ کر خود بھی رشک میں مبتلا ہوئی۔

"بس اسی طرح تم ہو تو میں ہوں، ورنہ میں ہو کر بھی کہیں نہیں" خضر کا ہر لفظ اپنی محبت کی الگ داستان سناتا تھا، آئرہ کا من پسند لمحہ وہی تھا جب وہ اسے چھو کر پتھر کر دیتا تھا اور پھر کسی بہتے مسلسل پانی کی طرح اس پتھر میں نرمی لے آتا تھا۔

"چلو کھانا بھی کھانا ہے یا بس رومینس سے ہی پیٹ بھرنے کا ارادہ ہے" آئرہ جانتی تھی کہ یہ جو سلسلہ چل نکلا ہے یہ کسی نازک مرحلے کی سمت گامزن ہوتے دیر نہیں لگانے والا تھا تبھی خود کو بھی بہکنے سے روکتی ہوئی وہ چہکتے ہوئے بولی تو خضر ایک بار پھر سے موہنے انداز میں مسکرایا۔

"میں تو دیکھو سادہ سا حقیقت پسند بندہ ہوں، رومینس اپنی جگہ پر کھانا اپنی جگہ" خضر کی ہنستی آنکھیں بھی شریر سی ہوئیں اور اب کی بار دونوں ہی ایک جیسی پیاری مسکان کے سنگ کھانا شروع کر چکے تھے۔

****

"آج رات حرا کے رشتے کے لیے شمس اور ہاجرہ بھابھی آ رہی ہیں، وہی رشتہ جو دو سال پہلے ہم دونوں دوستوں نے طے کیا تھا" آفس سے واپس آ کر جلال احمد نے یہ جو بم پھوڑا تھا اس سے ایک لمحے کے اندر اندر مہرو پتھرا ہی تو گئی تھیں۔ مہرو کی بے یقینی نے جلال کو گردن موڑ کر خفگی سے منہ موڑنے پر مجبور کیا جو اب آئینے کے سامنے کھڑے کوٹ اتار رہے تھے۔

"جلال، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہماری حرا ابھی اتنی چھوٹی ہے پلیز وہ کیسے مانے گی" مہرو نے سخت تاسف زدہ اور رنجیدگی لیے جلال کے اس ظالم فیصلے پر تڑپ کر آواز بلند کی مگر وہ ایک بار پھر جلال کی کڑی اور تیور زدہ نظروں میں مقید ہو چکی تھیں۔

"اسے منانا اسکے باپ کا کام ہے، تم سے بس اتنا کہا ہے کہ رات کے لیے اچھی سی تیاری کروا دو۔ حرا کوئی انوکھی لڑکی نہیں ہے جسکی شادی ہو گی، خیر سے انیس سال کی ہونے والی ہے۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ بیٹھے بٹھائے ہماری حرا کو ایسا اکیلا اور اکلوتا لڑکا ملے گا۔ ناشکری تو تم سب کی فطرت میں ہے" اچھا بھلا جلال کا موڈ اب پھر سے بے رحم ہو چکا تھا، مہرو جانتی تھیں کہ حرا بے حد حساس ہے تبھی وہ بہت زیادہ فکر مند اور ڈری ہوئی تھیں۔

"پھر بھی جلال وہ ہماری لاڈلی بیٹی ہے، ایسا سخت فیصلہ اور یوں اچانک۔ پلیز کچھ تو رحم کریں" مہرو حد درجہ التجاء لیے تھیں مگر جلال مہرو کی اس بیوقوفانہ بات کو چنداں اہمیت نہیں دینے والے تھے تبھی تنقیدی نظروں اور بگھڑے تاثرات کے سنگ مہرو کو شانوں سے پکڑے جھٹکا دے کر اپنے سامنے کر چکے تھے۔

"یہ سخت فیصلہ نہیں ہے پاگل عورت، نادم جیسا داماد میرے لیے بھی بے حد اہم ہے۔ وہ خود حرا سے شادی کرنا چاہتا ہے، مجھے یقین ہے حرا وہاں بہت خوش رہے گی۔ میں اسکا باپ ہوں اور میرے اس اقدام کی وجہ سے تم مجھے اسکا دشمن بنانے مت بیٹھ جانا اب۔ حرا بہت معصوم اور سیدھی ہے، کل کو کوئی ایسا مل گیا جو چالاک اور مکار نکلا تو پھر ساری عمر بیٹی کا دکھ تمہیں بھی رلائے گا اور مجھے بھی۔ نادم اپنا دیکھا بھالا بچہ ہے اور سب سے بڑھ

کر اپنے شمس کا بیٹا ہے۔ کل بھی تو یہ شادی ہونی ہی تھی تو اچھا ہے وقت سے یہ نیک کام نمٹ جائے" جلال کا لہجہ کچھ نرم پڑا تو مہرو بھی کچھ قائل سی لگیں مگر وہ ابھی بھی سخت رنجیدہ تھیں۔ اور پھر یہی ہوا تھا، حرا کو بتانے کی دیر تھی کہ گویا اس پر کسی نے آسمان گرا دیا تھا۔ گہر اسناٹا تو تب پھٹ کر پھیلا جب مبشر کو علم ہوا مگر جلال کی ایک ہی رعب دار آواز نے سب کے اعتراض اور آنسو حلق تک خشک کر دیے تھے۔ فیصلہ ہو چکا تھا اور جلال احمد کے ہوتے ہوئے کسی کی مجال نہ تھی کہ کوئی اعتراض کیا جاتا۔ دوسری طرف یہ سارا دن ضامن اور مینا نے ساتھ ہی گزارا تھا اور وہ کافی حد تک ایک دوسرے کو نارمل رکھنے میں کامیاب بھی تھے

****

"اللہ آپکو صحت دے بھابھی، آپ سے ہی تو اس گھر کی رونق ہے" رات نو بجے تک شمس، نادم اور ہاجرہ کھانے پر پہنچ چکے تھے۔ جلال نے پہلے ہی سب کو ان کے آنے کا مقصد بیان کر دیا تھا اور یہی طے ہوا تھا کہ ان کے سامنے کوئی بھی بحث یا ناپسند حرکت نہ کرے ورنہ انجام بہت برا ہو سکتا تھا۔ حرا کی حالت تو یوں تھی جیسے اس سے کسی نے ہر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی تھی۔ جلال نے سختی سے حرا کو رونا ڈالنے سے روک کر بس تھوڑی دیر کے لیے سامنے لانے کا کہا تھا کیونکہ جب سے اسے پتا چلا تھا کہ اسکے ساتھ کیا ہونے والا ہے تب سے

وہ صرف رو ہی رہی تھی۔ بلیک اینڈ چاکلیٹی براون تھری پیس میں آج وہ نادم صاحب انتہا کے شریف اور سلجھے سے بن کر اچھی ٹائی شائی اور بال جما کر میدان میں اترے تھے۔ شکل پر بلکل وہی تاثر تھا جو میدان جنگ میں جیتنے والوں کے چہروں پر ہوا کرتا ہے۔ مبشر اس سب کو خاصی برداشت سے دیکھ رہا تھا، اسے پہلا اعتراض حرا کی یوں اتنی سی عمر میں شادی پر تھا۔ مہر و خود جلال کے رعب تلے دبی ہوئیں چہرے پر اطمینان کے باوجود کچھ اداسی کا عنصر بھی لیے ہوئے تھیں۔ ہاجرہ نے بڑی ہی میٹھی شیرینی نمابات کہی جس پر وہاں موجود سب افراد نے گھسیٹ کر چہرے پر دعائیہ سے مسکان لائی۔

"بس ہاجرہ آپی اس عمر میں طبعیت کا کچھ کہاں پتا چلتا ہے، زرا سا موسم ادھر ادھر ہوا نہیں اور اثر شروع" وہ سب ابھی ہی کھانا کھا کر فارغ ہوئے تھے اور اب شمس اور ہاجرہ باقاعدہ اصل مدعے کی طرف آ کر اصل بات کرنا چاہ رہے تھے۔ ویسے تو ان سب کو آج کی اس ملاقات کا علم تھا مگر کچھ رسمی تقاضے بھی ہیں جو نبھانے پڑتے ہیں۔

"یہ تو بلکل ٹھیک کہا ہے، ویسے اب ہم اصل بات کر لیتے ہیں۔ دراصل آج ہم یہاں اپنے بیٹے حسین کے لیے آپکی حرا کا ہاتھ مانگنے آئے ہیں۔ بہت محبت اور مان سے رکھیں گے ہم اسے بلکے یقین کریں جتنی لاڈلی وہ یہاں تھی اتنی ہمارے گھر رہے گی" اب تمام صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے شمس نے ہی پہل کرنی مناسب سمجھی تھی جبکہ نادم کے چہرے پر خاصے پر اسرار سے تاثرات تھے۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں لیکن نادم کو کچھ شرائط ماننا ہوں گی" جلال اپنی شرائط کا ذکر شمس سے تو کر چکے تھے مگر اب سب کے سامنے یہ بات کر کے وہ اعلانیہ انداز میں بولے جس پر جہاں مبشر اور مہرو نے ایک دوسرے کا چہرہ حیرت سے دیکھا وہیں نادم کا ماتھا بھی خاصا ٹھٹک چکا تھا۔ اب یہ بڈھا بیٹھے بیٹھے کونسی نئی منحوس شرطیں رکھنے والا ہے یہ سوچ کر نادم کا خون مزید گرم ہوا تھا مگر اس نے شمس کی سمت دیکھا تو وہ اسے پرسکون ہونے کا اشارہ کر رہے تھے۔ مبشر کو تو یہ نادم، حرا کے لیے زرا بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ کہاں اسکی نازک سی بہن اور کہاں یہ ہاتھی نما خوفناک سی رعب دار شکل والا نادم حسین، گویا اسے باقاعدہ جھرجھری آئی۔

"جی کہیے" گویا نادم صاحب بھی بڑے اعتماد سے کہہ کر سبکی توجہ اپنی طرف مبذول کروا گئے تھے۔

"پہلی بات کہ وہ اپنی پڑھائی جاری رکھے گی، دوسرا یہ کہ وہ زرا لاڈلی اور حساس ہے لہذا اسے اسی نرمی سے ہنڈل کرنا اور تیسری بات یہ کہ اسے کوئی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے نہیں ہم سب کو تم سے بہت امیدیں ہیں نادم ان پر پورا اترنا تمہارا فرض ہے۔

باقی مجھے شمس پر اور ہاجرہ بھابھی پر بھروسہ ہے کہ وہ نہ صرف حرا کو بیٹی کہہ رہے ہیں بلکے سمجھیں گے بھی۔ اب تم بتاو کیا تمھیں یہ شرائط منظور ہیں" جلال کی یہ سب باتیں نادم کو بے حد ناگوار گزری تھیں مگر وہ بہت مہارت سے بلکل سنجیدہ چہرہ لیے یہ سب ہضم کیے اپنا جھوٹا حاوی شدہ روپ مزید نکھارتے ہوئے مسکرایا تھا۔ مبشر کو ان شرائط کے باوجود بھی حرا کا رونا ہی ستا رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ وہ کبھی نادم کے ساتھ کمفرٹیبل نہیں ہو گی مگر اسے سننے اور سمجھنے والا یہاں تھا ہی کون، یہاں بس جلال احمد کی اجارہ داری تھی۔

"مجھے منظور ہے" عین جلال کی آنکھوں میں دیکھ کر نادم نے مضبوط انداز میں کہا تو سب ہی مسکرائے سوائے مبشر اور مہرو کے۔ مہرو نے پھر بھی سب کی مسکراہٹ میں ساتھ دیا مگر مبشر کے چہرے کی خفگی اور برہمی صاف واضح تھی۔

"بس پھر ٹھیک دو ہفتے بعد شادی فائنل کرتے ہیں، ہم دراصل یہ چھوٹی سی رسم کرنا چاہتے ہیں" ہاجرہ کی شوخ اور بشاش طبعیت بھی کتنی منافقانہ تھی کہ کل تک وہ آئرہ سے دستبرداری پر خائف تھیں اور آج خوشی خوشی حرا کو آنگوٹھی تک پہنانا چاہتی تھیں۔ نادم ان دو ہفتوں کی دیر کا سن کر ہی سخت بدمزہ ہوا، اسے کب انتظار قبول تھا۔ وہ تو یہ کھیل جلد از جلد شروع کرنے کا خواہشمند تھا مگر اب تو انتظار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ مہرو کو جلال نے اشارہ کیا تو وہ سر ہلا کر اندر گئیں جہاں وہ روتی ہوئی حرا اب تو بلکل بے حال ہو چکی تھی۔ مہرو اسکے پاس آئیں اور پیار سے اسکا بھیگا چہرہ تھامے خود بھی افسردہ ہوئیں۔

"وہ تمہیں انگوٹھی پہنانا چاہتے ہیں، آجاو۔ تم نہ گئی تو تمہارے ڈیڈ پھر سے غصہ ہوں گے۔ ابھی کے لیے آجاو باقی بات ہم بعد میں کرتے ہیں" مہرو خود جلال کے اس سخت فیصلے پر دکھی تھیں مگر وہ تو ہمیشہ سے مجبور تھیں۔ حرا کے رونے میں شدت آجاتی اگر دروازے میں جلال نہ آتے۔ ایک سیکنڈ سے پہلے وہ حرا تک آئے اور اپنا ہاتھ بڑھانے کی دیر تھی کہ وہ سہمی سی پری ڈر کر بنا ہاتھ پکڑے اٹھ گئی۔ جلال نے ایک خفا نظر دونوں پر ڈالی۔

"لے آو اسے، حرا مجھے دوبارہ نہ آنا پڑے" بنا وہ حرا کے آنسووں سے متاثر ہوئے بس سختی سے حکم صادر کر گئے اور پھر تمام تر دکھ کے وہ سب کے بیچ آئی۔ نادم نے اسے ایک ہی بار جی بھر کر دیکھا، اسے صاف صاف اسکی آنکھوں کی گلابی رنگت دیکھائی دی۔ نا جانے کیا ہوا کہ وہ سارا تمسخر جو نادم حسین کے دل میں تھا، بھک سے اڑا۔

وہ ان معصوم سی آنکھوں میں صاف صاف ناپسندیدگی دیکھ رہا تھا، انگوٹھی چھوٹی تھی پھر بھی اس نازک حرا کو بلکل اچھے سے فٹ تھی۔ اس سارے وقت میں نادم ایک لمحے کو بھی اپنی آنکھیں حرا سے ہٹا نہیں پایا تھا۔ وہ شاید حرا اور آئرہ کا مقابلہ کر رہا تھا، بلاشبہ آئرہ کی خوبصورتی لازوال حد تک تھی مگر کم تو یہ چھوٹی سی حرا بھی نہیں تھی۔ اوپر سے رویا عکس تو مزید سونے پر سہاگہ تھا، نادم کو لگا وہ اس لڑکی پر ظلم کرتے ہوئے کافی مشکل کا شکار ہونے والا ہے کیونکہ یہ تو آگے ہی تباہ حد تک مظلوم لگ رہی تھی۔ منگنی کی رسم کے بعد جہاں سب نے مبارک لینے اور دینے کا کام پکڑا وہیں حرا کا دل چاہا اس خوفناک سے شخص کی نظروں سے کہیں چھپ جائے۔ اسے شدید رونا آرہا تھا۔ انگوٹھی پہنانے کے بعد وہ سب اجازت لے کر چلے گئے اور حرا بھی انکے جاتے ہی کمرے میں بھاگ گئی۔ مہرو بھی حرا کے پیچھے گئیں مگر مبشر تن کر جلال کے سامنے کھڑا ہوا انھیں خاصا تپا گیا تھا۔

"آخر کیوں، سارے ظلم آخر آپ نے ہی کیوں کرنے ہیں ڈیڈ۔۔۔ حرا کو دیکھیں وہ رو رو کر آدھی ہو گئی ہے اس کے ساتھ یہ مت کریں، یہ شخص کہیں سے بھی حرا کے جوڑ کا نہیں ہے۔ ہماری حرا بہت چھوٹی اور حساس ہے" مبشر جانتا تھا کہ اسکی کوئی بات جلال ماننا تو دور سنیں گے بھی نہیں مگر وہ چپ نہ رہ سکا تھا۔ جلال نے ایک اچٹتی نگاہ مبشر پر ڈالی اور اسکے سامنے مزید ڈٹ کر کھڑے ہوئے۔

"نادم ہی حرا کا جوڑ ہے، بیٹیوں کی شادی جتنی جلدی ہو جائے اتنا اچھا ہے۔ میری مانو تو تم بھی کرواس ضامن کی بھی کروا اور میری جان چھوڑو سب۔۔۔ میں کچھ بھی کرلوں لیکن تم سب نے باپ کو غلط ثابت کرنے کی قسم

اٹھا رکھی ہے۔ ایک بات اپنے کان کھول کر سن لو مبشر، حرا کی شادی میری مرضی سے ہو گی اور نادم ہی اسکا شوہر بنے گا۔ وہ ایک اچھا لڑکا ہے اور ہر طرح قابل اعتبار بھی، اکیلا بچہ ہے راج کرے گی حرا۔ اور شرائط بھی تم نے سن لی ہوں گی اس لیے مزید مجھ سے بحث نہیں ورنہ اگلی بار میں بہت سخت پیش آوں گا" جلال یہ بات آرام سے بھی کہہ سکتے تھے مگر نہیں، جب تک وہ لہجے کو تیر نہ کر لیں انکو کہاں مزہ آتا تھا۔ مبشر کو لگا وہ واقعی بہت بے بس ہے، جس کے بس میں بہن کے روتے آنسوؤں تک کا حل نہ ہو وہ ناکارہ ہی تھا۔ جلال تو کہہ کر چلے گئے مگر وہ خاصا دلبر داشتہ تھا۔ جلال کا فیصلہ بھلے ان سبکو ٹھیک لگا ہو مگر جو طریقہ وہ آزما رہے تھے وہ خاصا وحشی اور بے رحم تھا۔

****

" حرا میری جان " وہ اس قدر سخت رو رہی تھی کہ اسکی آواز اٹک رہی تھی۔ رو رو کر اپنی جان آدھی کرنے والی حرا کمرے میں آئی تو مہرو بھی بے قراری سے اسکے پیچھے بھاگیں۔ حرا روتی جا رہی تھی اور اپنی انگلی پر پہنی انگوٹھی کو برے طریقے سے اتارنے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ اٹک چکی تھی جس پر اسے مزید رونا آیا تھا۔ مبشر شاید اپنا سر کسی دیوار سے دے مارنے والا تھا۔

"میرا بچہ، مما قربان جائیں۔ چھوڑو ہاتھ کو کیسے سرخ کر دیا ہے۔ میری جان ادھر دیکھو" اتنی سی دیر میں وہ ننھی پری اپنی متورم آنکھوں میں دنیا جہاں کی رنجیدگی اور دکھ سمو کر سسک سسک کر رو رہی تھی، کیسے اسکے ڈیڈ بنا اس سے پوچھے اسکی عمر سے اتنے بڑے جنگلی انسان سے اس کی شادی کر سکتے تھے۔ وہ تو ابھی بہت چھوٹی تھی، جبکہ نادم انتیس تیس کا تو یقینی تھا۔

"مما مجھے شادی نہیں کرنی مما اس بندے سے نہیں بلکل بھی نہیں، مجھے اس سے بہت ڈر لگتا ہے۔ آپ ڈیڈ کو کہیں میں اس سے شادی نہیں کروں گی مما میرے ساتھ یہ مت ہونے دیں" حرا نے ٹوٹتی جڑتی سانس بحال کیے سخت تکلیف سے مہرو کے سینے میں منہ چھپائے تڑپ کر کہا تو مہرو خود ایک لمحے کو حرا کی اس حالت پر سہم گئیں تھیں۔

"میرا بچہ میں کیا کروں، تمہارے ڈیڈ زبان دے چکے ہیں۔ اب تو دو ہفتے بعد نکاح ہے۔ تم رومت میں پھر بھی بات کروں گی، کیوں رو کر مما کی جان لینا چاہتی ہو" مہرو خود اس سرخ پڑتی زرا زرا کپکپاتی ہوئی بے جان حرا کو خود میں سموئے بیٹھاتی بولیں مگر اسکے رونے میں زرا برابر کمی نہ آئی تھی۔

"مما خدا کے لیے مجھے اس ظلم سے بچالیں، مجھے وہ بلکل بھی نہیں قبول۔ وہ بہت ڈراونا اور غصے والا لگتا ہے۔ مما آپ جانتی ہیں ناں کہ میں ایسے بندے کے ساتھ کبھی بھی خوش نہیں رہ سکتی ہوں" حرا تو نادم کی پہلے سے بہتر صورت دیکھ کر بھی خوف کھا گئی تھی، بھلے نادم اچھی شکل و صورت کا تھا مگر زلف زدہ بال اور اچھی داڑھی مونچھوں سے واقعی ڈراونا بنادیتی تھی اور حرا پہلے سے ہی اسکی ظاہری صورت سے خوفزدہ تھی اور اس بات پر

مہر وزرا سا سر جھکائے ہلکا سا مسکرا دیں۔ دراصل ابھی مہرو بھی نہیں جانتیں تھیں کہ نادم کس قسم کا بندہ ہے، بلکے یہ کہنا چاہیے کہ اس فسادی کی سوچ کا ادراک فی الوقت کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ خضر اور آئرہ کی ویسے بھی جلال صاحب سن لیتے تو یہ انہونی جیسا ہی تھا۔

"اچھا تمہیں مین اعتراض اسکے خلیے کا ہے کیا؟" مہرو بس حرا کو کسی طرح اس خطرناک رونے سے بچانا چاہتی تھیں۔ حرا نے روتی آنکھیں لیے سر کو جنبش دی تو مہرو ایک بار پھر اسے مضبوطی سے خود میں سمیٹ گئیں۔ کہیں نہ کہیں انکو بھی جلال کے ایسے بے رحم فیصلے پر دکھ تھا کہ وہ یہ سب بہت جلدی کر رہے تھے۔ وہ جانتی تو تھیں کہ نادم اور حرا کے لیے جلال بہت پہلے سوچ چکے تھے مگر وہ اتنی جلدی اپنی اس سوچ کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ کر لیں گے یہ انکو نہیں پتا تھا۔

"اگر اسکی شکل خوفناک نہ رہے پھر، مجھے کھل کر بتاو۔ وہ تمہارے ڈیڈ کے زیر اثر کام کر رہا ہے۔ پڑھا لکھا ہے اور شمس بھائی اور ہاجرہ آپی کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اکلوتے بچے زرا بگھڑے ہوتے ہیں بس اسی لیے اسکی لک زرا ایسی رعب دار ہے" مہرو نے آہستگی سے حرا کو الگ کر کے کھوجتے انداز میں اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے کہا تو حرا کی آنکھیں پھر سے نمی سے جھلملانے لگیں۔

"مما مجھے پڑھنا ہے، ابھی میں چھوٹی ہوں مجھے یہ شادی وادی نہیں کرنی" آنسو کا گولا سا حلق میں پھنسا اور وہ پھر سے مہرو کے ساتھ لگ گئی۔

"تمہیں پڑھنے سے کوئی نہیں روکے گا میری جان، بلکے وہ تو خود ایم اے پولیٹیکل سائنس کر چکا ہے یقینا تعلیم کی افادیت سے آگاہ ہو گا۔ باقی رہی بات چھوٹی کی تو تم کو پتا ہے میری پہلی شادی تب ہوئی جب میں بس سترہ سال کی تھی، تم تو پھر ابھی انیس کی ہونے والی ہو۔ میرا بچہ اگر بس اسی وجہ سے تم اعتراض کر رہی ہو تو اپنے مما ڈیڈ پر بھروسہ رکھو، ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اکلوتی بہو بن کر میری بیٹی خوب مزے کرے گی، یہاں کی لاڈلی بھی اور اپنے میاں کی بھی۔۔۔۔اور تمہیں پتا ہے کہ اس نے خود تم سے شادی کی خواہش کی ہے، اب وہ سب اتنے مان اور پیار سے ہماری حرا کو اپنی بیٹی بنانے آئے تھے تو کیا ہم انکار کر دیں" مہرو تو اپنی ماں ہونے کا وہی فرض نبھا رہی تھیں جیسا انکو انکے والدین نے سمجھایا تھا۔ حرا کے رونے میں کمی آئی مگر آنسو ویسے ہی اسکی نازک گالیں سرخ کرتے جا رہے تھے۔

"مما میرا دل نہیں مان رہا پلیز، آپ تو مجھے سمجھیں" حرا کا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح بھاگ جاتی، کہیں ایسی جگہ جہاں یہ سب باتیں نہ ہوتیں۔

"دل بھی مان جائے گا، تم ٹھنڈے دل سے سوچو۔ آج تمہارے ڈیڈ پہلی بار اتنے خوش دیکھے ہیں حرا، میرا بچہ اپنے دل کو منانے کی ایک کوشش ضرور کرو" مہرو نے آسودگی اور فکر سے اسکی پیشانی چومی جو رونے کی وجہ سے دہک چکی تھی۔ وہ واقعی اتنی ہی نازک تھی، بچپن میں وہ زرا سا رو کر اپنا سانس بند کر لیا کرتی تھی۔ تبھی تو مہرو اسے رونے نہیں دیتیں تھیں۔ یہاں تک کہ وہ نزاکت میں بلکل مہرو جیسی تھی، نازک اور حساس سی مگر قسمت کا فیصلہ بھی عجیب تھا کہ اسکا نام نادم حسین جیسے دیو نما بے حس انسان کے ساتھ جڑھ گیا تھا۔ مہرو اور جلال کے نزدیک وہ شمس اور ہاجرہ کی پرورش تھا، ایک بگھڑا مگر پھر سلجھاو کی طرف لوٹ آنے والا شخص مگر

حقیقت میں نادم حسین سب کی آنکھوں میں دھول جھونک چکا تھا۔ حرا جتنا مرضی رو لیتی، اب اس بچاری کو ایک ناکردہ جرم کی پوری پوری سزا سہنی تھی۔ نجانے وہ ظالم شخص حرا کے ساتھ کیا کرنے والا تھا۔ مگر ایک بات تو سچ ہے کہ اللہ کہ ہر فیصلے میں مصلحت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے اور عنقریب اس فیصلے کی درستگی اور مصلحت بھی سامنے آنے کو تھی۔

"میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی مما پلیز مجھے شادی نہیں کرنی، میں خضر بھیا کو کہوں گی وہ ہمیں ساتھ لے جائیں۔ مما مجھے ڈر لگ رہا ہے، میں ڈر ڈر کر مر جاوں گی" حرا کی خوف میں لپٹی اس بات پر مہرو کا دل بھی رکا، وہ حرا کا ڈر نکالنے میں مکمل ناکام تھیں۔ وہ اب روتی ہوئی باقاعدہ کانپ رہی تھی مگر اب واقعی مہرو کے پاس بھی کوئی جواب نا تھا۔

"بس میرا بچہ بس، ٹھیک ہے میں صبح جلال سے بات کروں گی کہ حرا خوفزدہ ہے اور شادی نہیں کرنا چاہتی۔ لیکن مجھے نہیں لگتا کہ وہ میری اس بات پر کوئی اچھا رسپانس دیں گے" مہرو اور حرا دونوں ہی جلال کے اٹل انداز اور سختی سے واقف تھیں تبھی نہ وہ حرا کو جھوٹی تسلی دینا چاہتی تھیں یا غلط امید سے باندھنا چاہتی تھیں۔ نکاح جس دن طے ہوا تھا یقیناً اسی دن قرار پایا جانے والا تھا۔ حرا تو ہتھیلی سے آنکھیں رگڑ کر بھی تھک گئی تھی۔ رات کی تاریکی اور یوں بے آس و امید سی وہ ماں جو چاہ کر بھی اپنی بچی کی خواہش نہیں پوری کر سکتی تھیں۔ وہ اسے بس خود سے لپٹائے تسلی ہی دے سکتی تھیں۔

****

"کتنا ناکارہ بھائی ہوں کہ بہن کے لیے کچھ کر ہی نہیں سکتا" ابا جان سے صاف صاف ڈپٹ سن کر وہ دلبر داشتہ سا اپنے کمرے میں آیا اور دروازہ پٹخ کر بیڈ پر جا بیٹھا۔ حرا کا رونا اور جلال احمد کی سخت اور اٹل فیصلے کی تلخی نے مبشر کا دل تک بجھا دیا تھا۔

"ابھی سے آخر کیا پڑی تھی ڈیڈ کو کہ وہ حرا کی شادی اس نادم سے طے کر دیتے" مبشر کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس نادم کو ہی کسی کار کے نیچے دے آتا یا اپنا سر کسی دیوار سے دے مارتا۔ وہ اسی جنجھلاہٹ میں مبتلا تھا کہ ڈریسنگ کے پاس پڑا اسکا موبائیل وائبریٹ کرتا سنائی دیا۔ مبشر نے تنے چہرے کے ساتھ اٹھ کر موبائیل تک رسائی حاصل کی تو ان نان نمبر آرہا تھا، ایک لمحے کو مبشر نے اپنی عقل کو اکیس توپوں کی سلامی دینی چاہی جس نے ابھی تک عنیہ کا نمبر سیو تک نہ کیا تھا۔ عنیہ بھی اس گہری خاموشی سے کچھ فکر مند تھی تبھی اپنے بیڈ پر لیٹ کر کال ملا رہی تھی، دادی دوسرے کمرے میں نماز پڑھ رہی تھیں۔ باقی سب بھی سونے جا چکے تھے۔

"اسلام و علیکم" مبشر نے اپنے چہرے کی ہر تلخی زائل کرتے ہوئے فون کان سے لگایا اور کھڑکی میں جا بیٹھا، باہر سے آتی ہلکی ہلکی ٹھنڈک اسکے دہکتے دماغ کو کچھ ریلیکس کر رہی تھی۔

"وعلیکم السلام، کیسے ہیں آپ اور مہرو آنٹی کیسی ہیں۔ وہ دادی کہہ رہی تھیں کہ مجھے خیریت پتا کر دو دراصل خصر بھیا اور آئرہ آپی بھی وہیں ہیں اس لیے" اتنی رات کو کال کرنا خود عنیہ کو بھی عجیب لگا اور وہ اسکی یہ جھجک اسکی باندھی تمہید اور صفائی سے بھانپ گیا تھا۔

"سب ٹھیک ہے اور دادی کو ہم سب کا پیار، تم بنا کسی وجہ سے کسی بھی وقت کال کر سکتی ہو عنیہ اور تمہیں جسٹیفائے کی ضرورت نہیں ہونی چاہیے" عنیہ کے بشاش انداز کے مقابلے میں مبشر اسے کافی بجھا اور سنجیدہ لگا تھا۔ مبشر بہت روانی سے بہت کچھ کہہ جاتا تھا اور عنیہ بس مسکراسی دی تھی۔

"ٹھیک ہے، ویسے سب گپ شپ کر رہے تھے تو زرا لیٹ فری ہوئے" اب کی بار مبشر کے چہرے پر پھیلا تناو بھی ہٹ گیا تھا، اسے اس وقت جب وہ سخت کوفت زدہ تھا واقعی کسی سے بات کرنے کی ضرورت تھی۔ نا جانے کیوں مبشر کو لگا جیسے وہ بن کہے بھی سمجھ جاتی ہے اور یہ کسی نئے جذبے کا آغاز تھا۔

"اگین جسٹیفیکیشن دے رہی ہو، خیر تم بتاو کیسی ہو اور باقی سب" مبشر ایک نظر آسمان پر پھیلے ستاروں کو دیکھتے ہوئے بولا تو دوسری طرف عنیہ بھی مسکرائی۔

"سب بلکل اچھا ہے، ایکچولی کل ولیمے کی تقریب وہیں لاہور میں ڈیسائڈ ہوئی ہے، منہاج ریسٹورینٹ میں ریزرویشن ہے۔ آپ سب آرہے ہیں ناں" عنیہ نے ایک بار پھر مبشر کے لہجے کی اداسی نوٹس کی اور پھر سے

بشاش انداز میں مسکراتی پوچھنے لگی۔ گویا کل وہ اسے پھر سے دیکھ سکتا تھا مگر نا جانے کیوں وہ آج ڈیڈ کے اس عجیب فیصلے پر بجھ سا گیا تھا، اور اسے اپنی زندگی کو لے کر بھی اب فکر لاحق ہو چکی تھی۔

"ان شاءاللہ ہم آئیں گے" مبشر کا ایک بار مزید بوجھل سا انداز اب عنیہ کو مجبور کر گیا کہ وہ پوچھ لیتی۔

"آپ پریشان ہیں کیا یا مجھے فیل ہو رہا ہے" عنیہ کا یہ سوال اب مبشر کو واقعی جھٹکے کی طرح حیرت میں ڈبو گیا تھا، آخر کیسے وہ سب جان لیتی تھی۔

"چہرے کے ساتھ ساتھ آواز بھی پڑھ لیتی ہو، کہاں سے سیکھا ہے یہ" مبشر کے لہجے کا رشک مقابل بھی دلفریبی پھیلا گیا تھا، دادی جو جائے نماز تے کیے مسکراتی ہوئیں عنیہ کی سمت آئیں تو وہ دادی کے بیٹھتے ہی انکی گود میں سر رکھے لیٹ گئی۔ دادی جانتی تھیں کہ وہ مبشر سے بات کر رہی ہے۔

"یہ میں نے دادی جان سے سیکھا ہے، وہ بھی ایسی ہی ہیں۔ بنا کہے وہ میری اور عریش بھیا کی ہر اداسی جان لیتی ہیں" عنیہ دادی کی گود میں لیٹی اپنی موہنی کائنات پر نظریں ڈالے بولی تو جتنا رشک کنیز باجوہ کو تھا ویسی سرشار سی آسودگی مبشر کے چہرے پر بھی درج ہوئی تھی۔ اسکا دل چاہا کہ کاش کوئی اسکے پاس بھی ایسا ہوتا جو بن کہے اسے سمجھ جاتا۔

"تم بہت خوشقسمت ہو، تھوڑی خوش قسمتی مجھے بھی دے دو عنیہ" دادی نماز کے بعد اب مسکرا کر بیڈ سے ٹیک لگائے تسبیح پڑھتے ہوئے سر بیڈ سے لگا چکی تھیں مگر مبشر کی اس بات پر عنیہ کچھ لمحے کچھ بھی بول نہ پائی تھی۔

"آپ بھی ہیں، کیا ہوا ہے بتائیں۔ ہو سکتا ہے مس عنیہ کوئی حل نکال لیں" عنیہ جان بوجھ کر مبشر کی بات نظر انداز کرتی ہوئی اب پر اشتیاق انداز میں بولی مگر دوسری سمت شاید بتانے کو کچھ نہ تھا۔ کیا بتاتا کہ اس وقت خود کو کتنا بے بس محسوس کر رہا تھا۔

"بتاوں گا مگر مل کر، کل تھوڑا وقت مجھے دے سکتی ہو۔ بس ایک عدد کافی پینے کا وقت" ناجانے مبشر کو کیا ہوا کہ وہ فوراً اسے بیشتر اسے ملنے کا کہہ رہا تھا جو یہ سن کر تھوڑی حیرت زدہ ہوئی تھی مگر جب دوستی کی تھی تو مان بھی تو نبھانا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن کافی نہیں، آئس کریم کر لیں" عنیہ نے جان بوجھ کر ہنستے کہا تو دادی بھی مسکرائیں جبکہ مبشر تو مزید فدا سا ہوا تھا۔ یہ لڑکی اتنے کم وقت میں اسے اتنا کیسے سمجھ آگئی تھی، یا تو عنیہ بہت آسان تھی یا مبشر بہت کھلا ڈھلا سب کہہ دینے والا انسان تھا۔ یا پھر دونوں ہی ایک دوسرے کو بہترین سمجھنے والے تھے۔

"ڈن، اینڈ تھینک یو مجھے اس وقت واقعی اپنی اس دوست کی ضرورت تھی" مبشر کی ایک بہت پیاری عادت یہ تھی کہ وہ سب کہہ دیتا تھا، سارا اظہار بھلے وہ تشکر کا ہو یا ناراضگی کا۔ دوسری طرف عنیہ کے چہرے پر بھی بہاروں کو مات دیتی روشنی جگمگائی جسے دادی نے خصوصی توجہ کے سنگ دیکھ کر دلفریب سی مسکان دی تھی۔

"ہمیشہ، اینی ٹائم۔ چلیں ریسٹ کریں آپ۔ اللہ حافظ" عنیہ اور مبشر دونوں ہی مسکرائے اور فون بند کر کے عنیہ کی پر اسرار مسکراہٹ پر دادی نے اب اسکی چوری پکڑی تو نظریں ملتے ہی وہ ہنستی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ دادی تو عنیہ کے چہرے پر مسرت کے رنگ دیکھ کر فدا تھیں۔

"دادی وہ بہت اچھے ہیں، دوست۔۔۔مجھے ان سے بات کر کے اچھا لگا ہے اور کہیں نا کہیں مجھے لگتا ہے وہ میرے جیسے ہیں" دادی کی موہنی نگاہوں کی آنچ سہتی ہوئی عنیہ اب دادی کے سینے سے جا لگی تھی، انھیں عنیہ کی ان باتوں پر بے حد پیار آیا تھا۔انھیں اپنی تربیت پر پورا یقین تھا تبھی وہ لمٹڈ نہیں سوچتی تھیں۔

"ہاں واقعی، مجھے بھی اس میں خضر کی جھلک دیکھائی دیتی ہے۔ لیکن عنیہ مجھ سے کبھی کچھ مت چھپانا میرا بچہ، اگر کبھی تجھے لگے کہ تو دوستی کی حد سے آگے بڑھ رہی ہے تو اپنے قدم روک لینا۔ تجھ میں تیرے بھائی اور دادی کی جان بستی ہے۔اور کبھی اگر محبت ہو گئی تو سب سے پہلے مجھ سے کہنا، یہ عمر ایسی ہوتی ہے کہ انسان بھٹک سکتا ہے۔ بھلے وہ بہت پیارا بچہ ہے مگر مرد ہے اور مرد سے جتنی اختیاط کی جائے اتنا بہتر ہے۔تو ابھی چھوٹی ہے اس لیے میں تجھے یہ سمجھا رہی ہوں کہ جو بھی کرنا مجھے اور عریش کو اس کا علم ہونا چاہیے۔باقی ہمیں تجھ پر فخر ہے" دادی جان ایک بار پھر محبت لٹاتی نگاہیں اپنی جان جیسی لاڈلی پر ڈالے بولتی گئیں اور عنیہ کے چہرے کی مسکان بڑھتی چلی گئی۔ وہ اتنی سی عمر میں اس قدر پر اعتماد اسی لیے تھی کہ اسے عریش اور دادی کا پیار اور اعتماد میسر تھا اور وہ جانتی تھی کہ اچھائی اور برائی کے راستے کیا کیا ہیں۔عنیہ پوری قوت سے دادی سے لپٹ گئی۔

"عنیہ آپکو یا بھائی کو کبھی شرمندہ نہیں ہونے دے گی، ان شاء اللہ "عنیہ کا روم روم مہک اٹھا تھا، دادی تو مزید نثار ہو گئی تھیں۔

"ان شاء اللہ میرا پیارا بچہ "اب ذرا دعا کے ساتھ ساتھ لاڈ کا وقت تھا اور وہ لاڈو رانی بنے دادی سے لپٹ کر ہنس پڑی جس پر دادی بھی پورے دل سے مسکراتی چلی گئیں۔

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

زیان اور افراح اپنے کمرے میں جلدی سونے چلے گئے تھے کیونکہ صبح پھر سے سفر تھا۔ ابھی برتھ ڈے پارٹی باقی تھی۔ اس سلسلے میں بچارے اچھے گھن چکر بننے والے تھے۔ ان ساری تقریبات کے ختم ہوتے ہی ڈیوٹی پر واپسی تھی کیونکہ ہاشم بخت کی موت کو لے کر معاملہ دبا دیا گیا تھا مگر اس کے مجرموں کی پکڑ بہت جلد طے کر دی گئی تھی۔ دوسری طرف ہزل نے اپنی ٹیم اس زی اے کو ڈورڈ کی جانچ پر لگا رکھی تھی اور وہ کل مل کر ٹیم کو بذات خود اس کوڈ کا بتانا چاہتے تھے۔ دوسری طرف خضر کو عریش نے ساری انفارمیشن میل کر دی تھی جو وہ کسی بھی وقت چیک کرنے والا تھا۔

عریش کمرے میں آیا تو پہلی نظر ہی آئینے کے سامنے بالوں کو کھول کر کھڑی جنت پر پڑی تو وہ وہیں پتھر اسا گیا، جنت کے کھلے بال آج وہ پہلی بار دیکھ رہا تھا جو اس قدر پیارے تھے کہ عریش کا دل ہی لے ڈوبے تھے، دوسرا وہ کمر تک لہرا کر آفت خیزی مچا چکے تھے۔ جنت تو اپنے بال بنانے میں اتنی مگن تھی کہ اسے دبے پاوں چلتے ہوئے اپنی سمت آتے عریش کی خبر تک نہ ہوئی، وہ اپنے بالوں کو پن آپ کر کے رکھتی تھی اور بہت کم کھولتی تھی۔

"یہ لڑکی میرا امتحان بن رہی ہے" عریش مسکراتا ہوا زیر لب اپنی بے بسی کا اعلان کرتا ہوا جنت کی پشت پر جا کھڑا ہوا اور وہ جو پورے انہماک سے برش کرنے کے بعد سر اٹھائے آئینے میں دیکھنے کو مڑی تو وہیں تھم گئی۔ عریش بہت رشک زدہ سا اسکے بالوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"آپ کب آئے" جنت نے فوراً سے پہلے گھبرا کر بالوں کو جوڑے کی شکل دی اور کرنٹ کھائے مڑی جیسے وہ اسکے بال ادھار مانگنے لگا تھا۔

"کیا یار، سارا رومینٹک موشن توڑ دیتی ہو۔ اتنی پیاری لگ رہی تھی اب بن جاو مائی" عریش بظاہر منصوعی سا برہم ہوتا اسے چھوڑے بیڈ کی سمت گیا اور جھٹ سے منہ بنا تا دراز ہوا تو جنت بھی بجلی کی رفتار سے عریش کی ناراضگی سے خوف کھاتی اس کے سر پر جا کھڑی ہوئی۔

"سوری پلیز آپ خفا تو نہ ہوں" نمی تو بس ان آنکھوں میں صرف عریش کی خفگی لاتی تھی، وہ سر جھکائے واقعی رو دیتی اگر عریش اسکا ہاتھ پکڑے جھٹکا دیے خود کے سامنے نہ بٹھاتا۔ وہ بلکل عریش کے سینے سے جا لگی مگر اتنی نزدیکی اس سے کہاں برداشت تھی تبھی سرخ ہوتی ہوئی کچھ درمیانی فاصلہ بناتی ہوئی دور ہٹی۔ جنت کو اتنا قریب نہیں وہ بہت قریب چاہتا تھا مگر یہ لڑکی نجانے کب کمفرٹیبل ہونے والی تھی۔

"کیا میں کوئی جن ہوں، یا کوئی ظالم جبار، یا خوفناک دیو۔۔۔ یہ ڈر یہ خوف کس لیے جنت، بولو" عریش کا لہجہ بھلے نرم تھا مگر جنت تو بہت زیادہ دکھی تاثر دے رہی تھی، عریش نے ہاتھ سے جنت کا نیچے دبا چہرہ اٹھا کر پوچھا جس پر وہ کچھ نہ بولی تھی۔

"بولو یا میں کوئی اور طریقہ نکالوں" عریش بس جنت کی یہ جھجک ختم کرنا چاہتا تھا مگر وہ تو یوں بے یقینی سے دیکھ رہی تھی جیسے پتا نہیں کیا سن لیا ہو۔

"ایسا کچھ نہیں ہے عریش" جنت نے بولنے کی جسارت کی تو لرز سی اٹھی تھی کیونکہ عریش کی آنکھوں میں آج وہ واضع ناراضگی دیکھ رہی تھی۔

"پھر، کیوں سہم جاتی ہو" عریش نے جنت کے چہرے پر اپنی نگاہیں ٹکائے سنجیدگی سے پوچھا جس پر وہ بنا کہے بالوں پے لگا کیچر اتار گئی، اور بندش کے ہٹتے ہی جنت کے بال اسکی پشت پر کھل کر بکھر گئے، کئی چھوٹی لٹیں اسکی چہرے پر آئیں تو عریش نے ایک بار پھر ان لہراتی لٹوں کو چھوا مگر بے اختیار ہی عریش کا ہاتھ جنت کے رخسار تک پہنچ گیا۔ وہ تو اب اس حالت میں تھی کہ جنبیش تک ممکن نہ تھی۔

"مجھے ڈر لگتا ہے کہ پتا نہیں میرے اندر اتنی ہمت ہے کہ میں آپکا کوئی حق سہہ سکوں، میں جانتی ہوں میں بلکل اچھی بیوی نہیں پر مجھ سے ہو ہی نہیں رہا" رو دینے کی حد تک وہ بے بسی سے عریش کی ناراضگی سے ڈر گئی تھی، اور وہ جو اسکے بالوں کو اسکے ایک طرف کر رہا تھا جنت کی اس بات کو سننے کے بعد چہرے پر بے خودی سے لے آیا تھا۔ وہ جنت کی لرزتی پلکیں اور رقص کرتے تاثرات دیکھ کر خود سے بیگانہ ہونے جا رہا تھا، اسے لگا جیسے اسکے اندر جنت سے دور رہنے کی بس اتنی ہی ہمت تھی۔

"میرا کیا بنے گا پھر، اتنی نازک کیوں ہو تم" مدہوشی کا غلبہ بڑھا تو عریش کی بہکتی نگاہوں کا زاویہ بدلا، وہ اسکے ہونٹوں کی نزاکت کا ذکر بھی لگے ہاتھوں کر گیا تھا۔ جنت کا دل چاہا پھر سے وہ عریش کا ہاتھ ہٹا دے مگر وہ اس قدر دم سادھے جامد تھی کہ اسکی اتنی بھی ہمت نہ ہوئی۔ دل میں لرزا اترا، پورے وجود میں یوں لگا سنسناہٹ اتری تھی۔ اپنے اندر اٹھنے والی کپکپی کو قابو کرتی ہوئی وہ عریش کی کسی گستاخی سے پہلے ہی اسکے سینے سے جا لگی تھی۔

"میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں عریش، پر شاید کنفوز ہوں۔ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے یہ بات مجھے آپکے قریب نہیں آنے دے رہئ، قسم سے میں جان بوجھ کے نہیں کر رہی" جنت بار بار عریش کو یوں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی اپنی لاکھ بے قراری کے وہ عریش کے سینے سے ہم آہنگ ہوتی ہوئی بنا رکے اپنا خدشہ بتا گئی جس پر عریش نے جنت کے گرد گھیرا تنگ کیا اور اپنی آنکھیں موندھ گیا۔

"بس چپ، تم جیسے ریلکس ہو میں اوکے ہوں۔ لیکن تھوڑی سی بیوی تو لگو، میں کچھ زیادہ کا تقاضا تو کر ہی نہیں رہا" عریش نے اس سہم کر چمٹی جنت کے کان میں بے خود سی سرگوشی کی تو وہ مزید مضبوطی سے عریش کو جکڑ چکی تھی۔

"آپ مجھ سے نہ کہیں ناں" جنت کا دل اب رونے کو کیا تھا کیونکہ وہ خود اپنے آپ کو سمجھ نہیں پا رہی تھی، عریش تھا ہی ایسا کہ وہ یہ سب سوچ کر ہی بے جان سی ہوئی۔

"ٹھیک ہے ہٹو پھر، میں اپنی گرل فرینڈز سے کہتا ہوں" ھائے کیا مغرور انداز تھا، جنت کی تو جان جل کر خاک ہوئی اور وہ اب واقعی اپنی ننھی نازک آنکھوں میں سمندر بھر لائی تھی۔

"میں نے ان سب کو جمع کر کے آگ لگا دینی ہے، آپ صرف میرے ہیں" جذبات اور احساسات سلگ سے گئے اور وہ نادانستہ طور پر جو کہہ گئی اس نے من چلے پر تو محبت کا نیا حمار چڑھا دیا تھا مگر جنت ضرور اپنے منہ سے ان جملوں کے سلپ ہونے پر برف کی بن چکی تھی۔ اب عریش تو وہ دیکتا شعلہ بننا چاہتا تھا جو اس مجسمہ ساز کو پل بھر میں پگھلا کر اپنے اندر حلول کر لیتا۔

"وہ، وہ میں" بڑھتی نزدیکی اور عریش کا جنت کے ہونٹوں پر انگلی رکھنا خود جنت کی سٹی گم کر گیا تھا۔

"جنت تم بہت ظالم ہو، اپنا بس کہتی ہو۔ کنجوس کہیں کی۔ چلو ہٹو مجھے نیند آرہی ہے" عریش صاحب کسی چنے کا کے کی طرح منہ پھلائے برہمی دیکھاتے اب بلکل لیٹ گئے اور وہ جنت کے گال پر اسی سپیڈ سے ڈھلکتی نمی پر اب اپنا سر پکڑ چکا تھا۔

"اف یار، کیا ہے اب۔ اب یہ رونا کس لیے" عریش منہ بسورتا ہوا پھر سے گردن موڑے اس رونی شکل کو دیکھے بولا جو اس قدر سپیڈ سے رو رہی تھی کہ چند سیکنڈ میں ہی اپنی گالوں، ناک اور آنکھوں میں سرخی اتار لائی تھی۔ عریش اسے روتا دیکھ کر اب خاصا پریشان تھا، پاس بیٹھی جنت تو پتا نہیں کونسے صدمے میں ڈوب کر رونے میں مشغول تھی۔

"آپ مجھ سے خفا ہیں ناں" روتی روتی آواز میں جنت نے بتایا مگر اب عریش منہ بگاڑنے کے بجائے اسکی بازو پوری شدت سے کھینچ کر خود پر گرا گیا جو بچاری آگے ہی رو رہی تھی اب تو مزید پتھر ہوئی۔ عریش کی سانسیں اتنی معطر تھیں کہ جنت کے آنسوؤں نے مزید بہنے سے انکار کیا تھا۔ وہ بہت پیار سے خود پر جھکی جنت کے اس پر بکھرے بال ہٹا رہا تھا اور ایسا کرنے سے جنت کی زلف دارز کا ہر بل عریش کے چہرے سے ٹکرایا۔ جنت تو یوں تھی جیسے بس اس پر عریش نے اپنا سارا جادو پھونک دیا تھا، وہ اسکی چند لٹوں کو چومتا ہوا جنت کو بھی بہت حسین لگا تھا۔ پھر عریش نے وہ آوارہ لٹیں جنت کے کان کے پیچھے اٹکائیں اور باقی سارے بال اسکے ایک طرف کیے۔ جنت تو سمٹی ہوئی بھی بے حساب تھی، وہ عریش کے حواسوں کے ساتھ ساتھ چپکے سے اسکے دل میں اتر رہی تھی۔

"میں اتنی آفت خیز جنت سے خفا ہو کر اپنا رزق محدود نہیں کر سکتا، ہاں تم کو دیکھنا مجھے بہت پیارا لگتا ہے۔ تمہارا چہرہ میری آنکھوں کا رزق سا بن گیا ہے۔ تمہیں چھو کر عریش باجوہ کچھ الگ ہی رشک محسوس کرتا ہے، تمہارا لمس میرے وجود کا رزق بن رہا ہے۔ تمہارا یہ نازک دل، میرے دل کو تنگ کر رہا ہے، تم کسی ضدی عادت کی طرح میرے دل میں گھستی جا رہی ہو۔ تمہارا میرے پاس ہونا میرے دل کا رزق۔۔۔۔ جنت تم کیا ہو یار؟ وہ عریش جو لڑکیوں کے بیچ رہ کر بھی آج تک ایسا بے قرار نہ ہوا جیسا تمہارے لیے ہے۔ تم یہ کیسے میرے دل میں اس رفتار سے اتری ہو کہ میرا انگ انگ دھنگ ہے" عریش خود نہیں جانتا تھا کہ وہ اس نازک قریب ترین حالت میں جنت سے کیا کیا کہہ گیا ہے، جنت ایک لمحے کو کچھ بولنے کے قابل نہ رہی۔ یہ عریش تو اسکا شیدائی ہو

رہا تھا، یعنی یہ جو محبت عریش پر اب اتری تھی یہ تھا عریش کا پہلا جائز عشق، وہ عشق جو عریش جیسے من چلے کو ہی ہو سکتا تھا۔ اسے جنت سے عشق تھا مگر وہ سنا ہو گا آپ نے

"یہ عشق نہیں آسان بس اتنا سمجھ لیجئے

اک آگ کا دریا ہے، اور ڈوب کے جانا ہے" عریش چاہتا تھا کہ آج وہ جنت کو مزید قریب سے محسوس کرے مگر جنت میں کہاں تاب، وہ تو بہت نازک تھی۔ پگلی شیدائی تھی مگر کیا خبر کہ اس سے وہ شیدائی ہی عشق کر بیٹھے گا۔

"عریش مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ کپکپاتی ہوئی بھاگ جانے پر راضی تھی مگر عریش کا دل آج جنت چاہتا تھا۔ عریش نے اپنی تمام تر بے خودی کو لگام لگایا اور مسکرا کر آسودگی سے خود پر جھکی جنت کی پیشانی چومتا ہوا اسے اپنے سینے سے لگا گیا تھا۔ وہ بھی چپ چاپ اس مہربان کے وجود کا حصہ ہونے پر شکر گزاری میں لپٹ کر مسکرائی اور اپنی آنکھیں موندھ گئی۔

"مجھے زیادہ مت تڑپانا، میں اپنی ضد اپنی زندگی میں پہلی بار قربان کر رہا ہوں۔ صرف تمہارے لیے۔۔۔۔ پتا ہے کیوں۔۔ ھاھا سچی مجھے ڈر ہے کہیں میرے کچھ کرنے سے تم کوچ ہی نہ کر جاو" پہلی بات کہتے ہوئے عریش نے جنت کے گرد اپنی بازو کا گھیرا بھی شدت پسند کیا مگر آخری پر تو اپنی ازلی بتیسی نکال کر ہنس دیا۔ ہلکی سی پیاری میٹھی شہد سی مسکراہٹ اب جنت کے چہرے پر بھی تھی جواب اس کی بازو سے نکل کر سیدھی ہو کر پھر

سے عریش کی بازو پر سر رکھے اس کے ساتھ لگ کر لیٹ گئی۔ جنت نے ایک نگاہ عریش پر ڈالی جو مسکرا کر اسے ہی اپنی آنکھوں میں سمونے کے انداز میں دیکھ رہا تھا۔ جنت نے عریش کے سینے پر رکھا اسکا ہاتھ اٹھایا اور پیار دیے پھر سے محبت کے سنگ اٹ کر عریش کو دیکھ رہی تھی جو اس موہوم سے رومانوی عمل سے ہی خاصا متاثر تھا۔ عریش خوش تھا کہ وہ اتنی تو پر اعتماد ہو گئی ہے۔

"مجھے واقعی لگتا ہے میں کوچ کر جاوں گی، یہ سب میں نے کب سوچا تھا۔ آپ مجھے اتنی آسانی سے ملے اور آپکا ہر انداز جس پر میرا دل قربان ہو جانا چاہتا ہے پر میرا وجود شل ہو جاتا ہے۔ مجھے معاف کر دیں پر میں کبھی بھی آپکو جان بوجھ کر تڑپا نہیں سکتی۔ عریش آپ مجھے سمجھ جائیں پلیز" نا جانے جنت کو ایسا کیوں لگتا تھا کہ وہ اتنا سب کہہ کر بھی کچھ نہیں سمجھا پائی، تبھی بہت الجھن زدہ تھی مگر عریش وہی ہاتھ اس سینے سے لگی جنت کے چہرے پر رکھے سنجیدہ سا مسکا دیا۔

"میں سب سمجھتا ہوں، ڈونٹ وری جنت۔ اتنا سیریس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سوتے ہیں۔ ویسے بھی صبح ایک تھکا دینے والا دن ہے" عریش کا یہی پیارا سا انداز ہی تھا جو جنت کو بہت حوصلہ دیتا تھا۔ وہ واقعی کتنی پیاری تھی اسے یہ عریش کی بے قراری سے صاف جھلکتا تھا۔ جنت نے پوری فرماں برداری سے سر ہلایا اور وہ دونوں ایک دوسرے کو محبت سے دیکھنا شروع ہو رہے تھے۔ عریش اس نازک مگر انتہا کی خوبصورت جنت کا عادی ہونا شروع تھا اور ممکن ہے یہ چھپا عشق جلد منظر عام پر آنے کو تھا۔

****

"جی سر بلکل، ویسے بھی شادی پہ ہم نے آپکو بہت مس کیا تھا۔۔۔جی جی ہم پہنچ جائیں گے" رات کا کھانا خضر اسے پھر سے باہر کھلانے لے گیا تھا اور اس طرح شہزادے نے اپنی نئی نویلی دلہن کو کوئی کام نہیں کرنے دیا تھا۔ ابھی وہ روم میں داخل ہوتے ہوئے ہزل سر سے کل کے لیے آنے کا کہہ رہا تھا جس کے بعد مسکرا کر وہ اپنا فون بند کیے ہنس دیا کیونکہ آئرہ بلکل تھک ہار کر بلینکٹ منہ تک تانے سو چکی تھی۔ آج کا دن ویسے بھی خوب تھکا دینے والا تھا۔ خضر ویسی ہی دلفریبی کے ساتھ بیڈ تک آیا اور ایک نظر آئرہ پر ڈالتا ہوا وہیں بیٹھ کر مسکرا دیا۔ وہ کمفرٹ کو ماتھے تک کھینچے مزے کی نیند میں گم تھی، خضر اپنا فون رکھنے ہی لگا کہ اسکی نظر عریش کے میسج پر گئی۔ خضر نے فوری میسج اوپن کیا جس پر ورک ڈن لکھا تھا۔ ایک رشک سا خضر کے چہرے پر آیا کیونکہ شہزادے نے کام مکمل کر کے بھیج دیا تھا۔

خضر آہستگی سے بیڈ سے اٹھا تاکہ آئرہ ڈسٹرب نہ ہو اور ٹیبل سے اپنا لیپ ٹاپ اٹھائے صوفے پر جا بیٹھا۔ اسے جلد از جلد عریش کی میل موصول ہوئی جسے اب وہ پوری توجہ سے اوپن کر چکا تھا۔ ایک کے بعد دوسری خبر اور معلومات نے خضر کے چہرے پر تناو پھیلا دیا تھا۔ خضر نے اگلے دس منٹ اس ساری انفارمیشن کو مکمل پڑھا مگر ہر بار ایک جیسا شک اور تفشیش تھی جو خضر کا چہرہ سختی سے مزین کر چکی تھی۔ گویا یہ ضامن ضرور مشکوک تھا، مہرو نے جسے محسوس کیا وہ یقیناً ضامن تھا۔ خضر جس شخص سے ٹکرایا وہ بھی ضامن تھا۔ اگلے ہی لمحے خضر کے ذہن میں جھماکا ہوا۔ ابھی ہزل نے اسے فون پر وہی کوڈ نیم بتایا تھا جس پر انکی ٹیم ابھی کوئی رزلٹ نہیں لا پائی تھی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، نہیں "سارے ثبوت ناچ ناچ کر خضر کی آنکھوں کے آگے آرہے تھے مگر اسکا دماغ اس حقیقت سے منکر تھا۔ وہ زی اے کوڈ ضامن احمد سے میچ کر رہا تھا مگر خود خضر کے دماغ اور دل متفق نہ تھے۔ اسے یقین تھا کہ ضامن ایسا نہیں ہو سکتا، مگر اسکے سامنے موجود یہ ثبوت خضر کا رنگ اڑا کر نیند بھی ختم کر چکے تھے۔ وہ اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے ماتھے کو مسلتا ہوا لیپ ٹاپ پر نظریں ٹکائے تھا۔

"اگر ضامن پاکستان آیا ہے تو اسے چھپنے کی کیا ضرورت تھی؟ دوسرا اگر وہ ٹکرانے والا ضامن تھا تو وہ لڑکی اسے لے کر بھاگی کیوں تھی؟ یہ زی اے کوڈ کا ضامن کے نام سے ملنے والا اتفاق کیسے ہوا ہے؟ اگر ضامن ایک عام انسان ہے تو وہ اپنا ٹیوٹر اکاونٹ ہر بار الگ ڈیوائس سے کیوں استعمال کرتا ہے؟ اگر ضامن انگلینڈ میں ہے تو وہ رزاق اور جلال کے بیچ کی باتوں کا کیا مطلب ہے؟ آخر ضامن کون ہے؟ یہ وہ سوال تھے جن کے جواب خضر کے پاس ہو کر بھی نہ تھے۔ وہ اس سب سے بہت زیادہ متاثر ہوا تھا، ضامن کا مشکوک ہونا تو یقینی تھا مگر اب اس آر پار کی سچویشن کا حل یہی تھا کہ خضر اب خود ضامن پر نظر رکھتا۔ کل پہلی فرصت میں وہ ضامن کی لوکیشن ٹریس کروانے کا ارادہ کر چکا تھا اور ممکن تھا کہ جب تک خضر اسکی لوکیشن پتا کرواتا تب تک وہ مینا کے ساتھ واپس چلا جاتا کیونکہ ان دونوں کی صبح پہلی فلائیٹ تھی۔ خضر کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا وہیں صوفے پر لیٹ گیا، اسے اب یہ سب کیسے ہینڈل کرنا تھا وہ آج رات یہی سوچنے والا تھا۔ ضامن اپنے آپ کو بہت بڑے خطرے میں غرق کر چکا تھا مگر وہ اس سب سے بے فکر آج کا دن اپنی آزادی کے نام کر چکا تھا۔ ممکن تھا کہ یہ اسکی اختتامی آزادی ہونے والی تھی۔

****

"یہ سب اس وقت کرنے کا فائدہ کیا ہو گا" یہ ایک خفیہ میٹنگ روم تھا جس میں وہ پانچ منسٹرز صبح سحر سے بھی پہلے کے وقت جمع تھے۔ ہاشم بخت کی موت کا معاملہ ایک طرح بلکل دب گیا تھا۔ اسے انصاف دلانے والے اسکے اپنے تینوں منسٹر اس مصیبت سے بچنے پر شکر کر رہے تھے۔ ہاشم بخت جو وقت کا فرعون تھا، مگر آج اسکے مرنے کے کچھ دن بعد اسکا نام بھی منہمد شدہ تھا۔ یہ پانچوں ہی ہاشم بخت کی موت کو اپنے اپنے طریقے سے کیش کر رہے تھے۔ الیکشن کو ایک ماہ رہ گیا تھا اور دوسری طرف ملک میں پھیلتا امن ان پانچوں کو کھٹک رہا تھا۔ پاکستان کی فوج اور کئی مخفی اداروں نے دہشت گردی اور بم بلاسٹنگ پر مکمل قابو پا لیا تھا مگر بیرونی بدیسی دشمن طاقتیں پاکستان کا امن نہیں چاہتی تھیں۔ وہ لوگ پاکستان کے بڑے شہروں میں ایک بار پھر بلاسٹ کروانے کا کہہ رہے تھے اور ان پانچوں منسٹرز کے پاس راتوں رات عزت، پیسہ اور نام کمانے کا ایک اور سنہری موقع آچکا تھا۔ شکور بدین، دائم شیخ اور میزان خان تو ان دونوں کی بات سن کر ورطہ حیرت میں غرق تھے۔ یہ ایک بہت بڑا رسک تھا اور دوسرے لفظوں میں سیدھا سیدھا ستارہ کی نظروں میں آنے کا معاملہ تھا۔ برہان سکندر اور ظہور تبریزی کو پہلے یہ خدشہ تھا کہ ہاشم بخت کی موت پر ستارہ ضرور ایکشن لے گی مگر وہ بیوقوف یہ نہیں جانتے تھے کہ ستارہ اس بار انکی سوچ سے بھی بڑا پلین کر رہی ہے۔

انگلیڈ اور سکاٹ لینڈ کی تنظیم جب ان لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے ہی والی تھی تو ستارہ کو کیا پڑی تھی کہ ان کیڑے مکوڑوں پر حملہ کر کے اپنا معیار گھٹاتی بلکے ستارہ کا ٹارگٹ اب وہ بلڈ نامی تنظیم تھی۔ مرجان اور ہزل مسلسل اس کیس سے جڑے تھے اور ممکن تھا کہ ستارہ کی بھی وقت سے پہلے واپسی کروالی جاتی۔ ستارہ کے خفیہ زرائع اپنے کام پر لگ کر معلومات اکھٹی کر رہے تھے، انکے کچھ لوگ ان پانچوں منسٹرز کے گارڈز میں موجود تھے۔ ستارہ کا ایک اور خفیہ پچاس رکنی گینگ گلاسگو شہر اور پورے انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ میں خفیہ انداز کے ساتھ اپنی انفارمیشن اکھٹی کرنے پر لگا ہوا تھا۔ کیس کی تیاری ہوتے ہی ستارہ ٹیم کا کام اس ٹاسک پر عمل کرنا تھا جو ایک ختمی مرحلہ ہوتا ہے۔ ستارہ کے کیس سے جڑنے سے پہلے ہی تمام انفارمیشن اور منصوبہ بندی پر کام مکمل کر لیا جاتا تھا۔

سیٹھ ظہور تبریزی نے مین کرسی پر براجمان ہو کر بڑی کھوجتی صورت بنائے پوچھا۔ ایک طرف برہان سکندر اور دائم بیٹھے تھے جبکہ دوسری طرف میزان اور شکور بدین۔ برہان سکندر کی ترکیب پر ظہور تبریزی کی نگاہیں استفہامیہ ہوئیں۔

"بہت فائدہ ہوگا، سب سے پہلا کہ ہمیں ووٹرز ملیں گے۔ حکومت اور فوج کا دھیان ایک بار پھر ملکی صورت حال پر لگ جائے گا۔ آپکو پتا ہے ناں اس بار شفاف الیکشن پر غور کیا جارہا ہے جو ہم سب کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس بار یہ کرسی آپ جیسے کسی مستحق کو ہی ملنی چاہیے" برہان سکندر گویا ایک خوشامدی سے زیادہ کچھ نہ تھا مگر تبریزی اسکی بات سے بہت متفق لگ رہا تھا۔ میزان خان تو اس سب پر ایک بار پھر تفشیش میں مبتلا تھا، وہ ان

سب میں کچھ مشکوک اور الگ لگتا تھا جبکہ برہان سکندر نے تبریزی کو سوچ میں ڈوبا دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو کھسیانے انداز میں دیکھا جو اس تبریزی کے جواب کے منتظر تھے۔

"ہمم، بات تو تمہاری وزن رکھتی ہے لیکن یہ سب اتنا آسان نہیں ہے برہان سکندر، اس کے لیے ہمیں بہت وقت، منصونہ بندی اور پیسے کی ضرورت ہے" سیٹھ ظہور کی تو سوئی بس پیسے پر اٹکتی تھی۔ ایک لمحے کو برہان اس بیوقوف کی محدود سوچ پر سخت بیزار ہوا۔ وہ اسے ملک کا وزیر بنانا چاہ رہا تھا اور وہ پیسے کو رو رہا تھا۔ اپنے چہرے کی بیزارگی کو ہر ممکنہ حد تک کنٹرول کیے ہوئے برہان سکندر نے اپنے دونوں بازو میز پر رکھ کر نظریں تبریزی پر جمائیں۔

"وقت بہت ہے، منصوبہ بندی کے لیے شکور اور دائم حاضر ہیں اور رہی بات پیسے کی اسکے لیے آپکا یہ دوست ہے۔ یہ رہا بیس کڑور" اسی لمحے برہان نے اپنے سامنے رکھا وہ بیس کڑور کی رقم سے بھرا بریف کیس کھول کر تبریزی کے سامنے رکھا تو جیسے اسکی آنکھوں میں روشنی چمک اٹھی تھی۔ بیس کڑور کی رقم اس سارے ٹاسک کے مکمل کرنے کے لیے تھی، اور اس ٹاسک کے مکمل ہونے پر جتنے پیسے ملنے تھے وہ اسکے مقابلے میں سمندر تھے۔ تبریزی تو کافی پر اعتماد تھا مگر میزان ابھی بھی شکوک وشبہات کے پاتال میں ڈوبا ہوا کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ وہ ان باقیوں کی نسبت برہان سکندر کی طرح شاطر تھا مگر افسوس یہ کہ اسکی تبریزی صرف سنتا تھا مگر وہ بدماغ کرتا اپنی تھا۔ ممکن تھا کہ جلد تبریزی بھی اپنے اینڈ کو پہنچنے والا ہے، اصل شاطر وہی ہوتا ہے جسے اپنے دشمن اور دوست دونوں کی کمزوریوں کو بہتر طریقے سے استعمال کرنا آتا ہے۔ اس وقت بھلے طاقت میں سیٹھ

ظہور تبریزی ان سب سے آگے تھا مگر دماغی طور پر جو اس وقت پیچ پر تھا وہ برہان سکندر رہے۔ یہ پانچوں اور ان پر دور بیٹھ کر ہنستی ہوئی قائد کی وہ تصویر جیسے یہ ضمیر فروش لوگ بس ایک سجاوٹی چیز سمجھتے تھے۔ قائد جانتے تھے کہ ان سب کی بربادی بھی بہت قریب ہے۔ ملک میں جگہ جگہ بم بلاسٹ کرنے کی انکی یہ منصوبہ بندی ستارہ تک پہنچ رہی تھی۔ یہ اگر سیر تھے تو ستارہ مہا سوا سیر۔۔۔۔۔۔۔

"مجھے خوشی ہوئی، اب ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا" پیسہ، پاور، پلین سب موجود تھا، اب وقت تھا تباہی کا۔ تبریزی کی دبنگ خوشی اور غرور ہمکتی جوشیلی آواز اور حبیس قہقہے کے بعد کمرے میں مزید کئی قہقہے گونجے۔ میزان نے بھی کہنے کو سب کا ساتھ دیا پر حقیقت میں وہ کچھ اور سوچ رہا تھا، وہ ایک راز تھا۔ وہ اس کھیل کو بہت گہرائی سے چپ چاپ جانچ رہا تھا، اور دل کے کسی اتھاہ خانے سے مسکرا بھی رہا تھا۔ کون تھا آخر یہ سیٹھ میزان خان؟ جلد اسکا راز بھی کھلنے والا تھا۔

"اس تبریزی کے سہارے رہا تو جلد یا بدیر ستارہ کے ہاتھوں بے نام ہو کر فنا ہو جاوں گا، مجھے کچھ اور سوچنا ہو گا، ورنہ یہ بیٹھے بیٹھائے مجھے بھی رسک میں ڈال دے گا۔ یہ میرے لیے کافی نہیں، تم ابھی میزان خان کو جانتے نہیں اناڑی بچو۔ میں کسی طرح تم سب سے کم نہیں، لہذا میں وہی کروں گا جو میرا دل چاہے گا" ان چاروں شاطر لومڑوں کے قہقہے پر منصوعی جھوٹی ہنسی ہنستا میزان خان وہ آستین کا سانپ بننے والا تھا جس کا پہلا شکار اسکے یہی پیارے چار باچھیں کھول کر ہنستے منسٹرز تھے۔ کاونٹ ڈاون سٹارٹ۔۔۔۔ ٹک ٹاک، ٹک ٹاک، ٹک

ٹاک۔۔۔ بھووووووم۔۔۔ خلاص! بلکل اسی طرح اچھائی کا کاونٹ ڈاون سٹارٹ ہوتے ہی ایک آواز بھووووووم آئے گی اور برائی کا خاتمہ ہو جائے گا۔

****

آئرہ کی آنکھ پردوں سے چھن چھن کر آتے چڑیوں کے شور سے کھلی تھی، دور دور فجر کی آذانوں کی آواز اور سحر ہر طرف پھیل گیا تھا۔ کمرے میں ابھی بھی ہلکی روشنی جل رہی تھی، آئرہ نے بازو سیدھا کئے غیر محسوس انداز میں چونک کر دیکھا تو خضر وہاں نہیں تھا۔ فوراً سے بیشتر بے قراری سے اٹھی تو نظریں سامنے صوفے پر لیٹے خضر پر جا اٹکیں۔ وہ رات سوچتا ہوا کب وہیں سو گیا اسے خبر نہ ہوئی۔ ٹیبل پر اسکا لیپ ٹاپ بھی کھلا پڑا تھا جبکہ سینے پر کشن کے گرد بازو باندھے وہ صوفے کی سمت منہ کیے سو رہا تھا۔ آئرہ کو یاد آیا کہ رات وہ خضر کے آنے کا ویٹ کر رہی تھی مگر شاید وہیں اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔ اسے یونہی خدشہ سا گزرا کہیں خضر خفا نہ ہو گیا ہو، البتہ وہ جانتی تھی کہ ایسا ناممکن ہے مگر شادی کے بعد سے وہ خضر کے لیے بہت ٹچی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ فی الوقت خضر کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی وہ خود ہے بس تبھی وہ خضر کو زرا بھی خود سے دور نہیں چاہتی تھی۔ بلنکٹ ہٹائے

وہ بیڈ سے اپنی شرٹ ٹھیک کرتی اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جا کر اپنے بالوں کو گما کر ڈھیلے جوڑے کی شکل دی اور خضر کے قریب آئی۔ خضر کا آدھا چہرہ صوفے کی جانب تھا تبھی وہ اسے دیکھ نہیں پا رہی تھی۔

بنا اسکی نیند میں خلل لائے وہ پیار سے اسے دیکھتی واش روم میں چلی گئی۔ باہر نکلی تو ڈریس کے ساتھ ساتھ اب سر پر چادر آ چکی تھی، شاید وہ وضو کر کے نکلی تھی۔ دور دور کہیں اونچی اور کہیں مدھم آوازوں میں آذانیں ابھی تک جاری تھیں۔ آئرہ نے پھر سے گردن موڑ کر خضر کو دیکھا جو اب کروٹ سیدھی کیے تھوڑا ملنے کے بعد پھر سے سو چکا تھا۔ ایک دلفریب سی مسکان تھی جو آئرہ کے چہرے پر خوشبو کی طرح پھیلی، وہ سوتے ہوئے زیادہ آفت لگ رہا تھا۔ آئرہ نے اپنا بھٹکتا دھیان فوراً سے درست کیا اور مسکراتی ہوئی جائے نماز اٹھائے کچھ سائیڈ پر بنے اوپن سے ہال میں گئی جو شاید نماز کی ادائیگی کے لیے روم کے ساتھ ہی بنایا گیا تھا۔ فجر کی نماز ادا کی اور دعا میں ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے اپنے وطن کی سلامی مانگی۔ اسکے بعد اپنے گینگ کی کامیابی اور فتح اور پھر اپنی اور خضر کے ساتھ کے سنگ خوشیاں جو اسے سب سے عزیز تھیں۔ آج انکا ولیمہ تھا اور آج سب تقریبات بھی ختم ہونے والی تھیں۔ افراح اور زیان کی اینورسری پارٹی ممکن تھا کہ لیٹ ہو جاتی کیونکہ ہنزل آج دنکو ہی ان سب کو واپسی کا آرڈر دینے کا سوچ چکے تھے۔ جائے نماز واپس اپنی جگہ پر رکھ کر آئرہ ویسی ہی چادر اوڑھے چلتی ہوئی خضر تک آئی اور اپنی نگاہیں مسکراتی پا کر وہیں صوفے کے ساتھ جا بیٹھی۔ وہ تو اس وقت تک اٹھ جاتا تھا مگر آج رات جناب نے کافی سوچ بچار کی تھی تبھی ابھی تک سویا جا رہا تھا۔ آئرہ نے میٹھی مسکان کے سنگ خضر کے

چہرے کو تادیر دیکھا، وہ اسے دیکھتی ہوئی کبھی نہیں تھکتی تھی۔ وہ تھا ہی ایسا کہ کسی کا ایک بار اسے دیکھنے سے جی ہی نہیں بھرتا تھا۔

"تم بلکل دل کی طرح ہو خضر، وجود کی قید سے پرے ہو کر بھی اسکی شادابی کے لیے بہت اہم۔ تمہارا ہر انداز میرے لیے قابل تقدس ہے۔ آئرہ تم پر اتنی ساری فدا ہے پھر بھی ڈر لگتا ہے کہیں میں کوئی کمی نہ کر جاوں۔ تم کسی کمی کے مستحق نہیں ہو، تم محبت، چاہت، عزت، پیار اور اعتبار کے ہر جذبے کے لیے پرفیکٹ ہو۔ تم مجھ سے خواب میں بھی دور ہو جاو تو میں سہم جاتی ہوں" آئرہ کا پاکیزہ روپ اور وہ شربتی آنکھیں جن کا ہر رنگ اسکے خضر کا تھا۔ وہ اسکا ہاتھ بہت آہستگی سے ہٹا کر اپنے ہاتھ میں لیے دل میں شدت سے سوچ بچار کر رہی تھی۔ خضر کی نیند بلاشبہ بہت پکی تھی مگر وہ ابھی تک نیند کے زیر اثر تھا۔ یا ممکن تھا آج محترم کسی انوکھی ضدی سی فرمائش کا ارادہ کر رہے ہوں۔ آئرہ نے کچھ دیر یونہی نرم نگاہوں کا سایہ تانے رکھا اور پھر جھک کر اسکی پیشانی پر اپنے ہونٹ رکھ گئی، وہ جو نیند سے رابطہ توڑ کر آئرہ سے جوڑنے والا تھا، آئرہ کے خضر پر سے اٹھنے سے پہلے ہی اپنی بازو درمیان سے نکالتا ہوا اسے بند آنکھوں سے ہی قید کر گیا تھا۔ آئرہ سمٹی سی ہنسی کے سنگ اپنی بازو اسکے سینے پر باندھ کر چہرہ ٹکاتی ہوئی شرمگیں سی ہوئی مگر مجال ہو جو خضر نے زرا بھی چہرے پر مسکان لائی ہو۔

"یہ چوری چوری کیا ہو رہا تھا" بند آنکھوں اور حرکت کرتے ہونٹوں کو دیکھ کر وہ زیادہ پیاری ہنسی تھی، یہ بندہ تو واقعی بڑا خطرناک تھا۔

"پیار ہو رہا تھا، کیونکہ مجھے تم پر بہت پیار آرہا ہے" آئرہ جو سچ تھا وہی بولی اور ایسا ظالم بولی کے خضر نے اپنی سیاہ آنکھوں میں بے حد چاشنی بھرتے ہوئے اسے دیکھا جو یوں چادر میں چہرہ اور خود کو لپیٹ کر زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔ اتنی پیاری کہ خضر کا دل چاہا اسکی بلائیں لے، اسکا صدقہ اتارے اور پھر اس پر محبت کی حد کر دے۔ آئرہ جو ہلکا پھلکا منصوعی حسن لگاتی تھی ابھی تو اسکی رمق تک نہ تھی پھر بھی اسکی گالوں اور ہونٹوں کی سرخی نے خضر کے ہوش اڑانے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔ آنکھوں کا تو قصہ ہی الگ لیول کا تھا۔ آئرہ کا چہرہ اور پھر سونے پر سہاگہ وہ کہے جانے والے الفاظ تو خضر کو عاشقانہ بنا چکے تھے۔

"مجھے بھی آرہا تھا، رات کو۔ پر میں بہت معصوم ہوں تم جانتی ہو اس لیے کر نہیں پایا" یک دم ہی خضر اس سے زیادہ خماری میں لپٹا مگر رات کے ذکر پر آئرہ کچھ اداس ہو کر اپنا ہاتھ خضر کی گال تک لے گئی۔

"رات میں سو گئی تھی، مجھے پتا ہی نہیں چلا۔ اور تم یہاں کیوں سوئے، تم مجھ سے خفا تو نہیں" خضر کو حقیقت میں شدید حیرت ہوئی اور آئرہ کی اداسی پر لٹ جانے کی حد تک پیار آیا جو اتنی سی بات پر فکر سے آدھی ہو گئی تھی۔ خضر کو ہنستا دیکھ کر وہ اور منہ اداس کر گئی جس پر خضر نے بمشکل خود پر قابو رکھا۔

"آئرہ خضر کی زندگی ہے، اسکی جان ہے۔ ایسا کبھی نہ سوچنا کہ میں تم سے کبھی خفا ہو سکتا ہوں، مجھے جب آئرہ چاہیے ہوتی ہے تو وہ بھلے سوئی ہو مجھے مل جاتی ہے، میں تو عریش کی میل چیک کرتے کرتے یہیں لیٹا اور سو گیا" خضر کے کہنے کا انداز بہت موہنا تھا اور آئرہ تو آنکھوں میں نمی بھر لائی اور فوراً سے اسکے سینے سے جا لگی۔ خضر نے

اسے پکڑ کر ساتھ ہی لٹا لیا، وہ اسکی آنکھوں میں وقت بے وقت آتی اس شکر گزاری کی نمی سے بخوبی واقف تھا۔ اسکے ماتھے پر پیار کرتا ہوا وہ اسے خود سے لگا کر مسکرا دیا۔

"آئی لو یو خضر، تم اتنے پیارے ہو کہ میں تم سے زرا سی دوری پر بھی ڈرنے لگی ہوں۔ تم ہمیشہ میرے ساتھ رہو گے ناں؟" محبت میں یہ خدشے تو ہر کسی کو ہوتے ہیں مگر بیوی میں یہ قدرتی شے ہے کہ وہ اپنے شوہر کی جدائی سے بہت خوف کھاتی ہے۔ شاید آئرہ بھی اب پہلے سے زیادہ خضر کو اپنے قریب چاہتی تھی۔ خضر نے گردن جھکا کر سوال کرتی اس پگلی کو دیکھا جو اس وقت ناقابل برداشت حد تک پیاری لگ رہی تھی۔ وہ مسکرایا اور مسکراتا چلا گیا۔

"جب تک میرے سینے میں دل دھڑکے گا تب تک تم میرے لیے میری زندگی رہو گی، میرے لیے تو ہمیشہ کا لفظ صرف آئرہ کے ساتھ تک ہے۔ بہت مدت بعد مجھے کوئی اس قدر مکمل سکون کے ساتھ ملا ہے جس پر اللہ نے میرا مکمل حق بھی دے دیا ہے۔ مجھ سے جڑا کوئی وسوسہ یا خوف مت پالنا، میں اگر ہوں تو صرف تمہارا ہوں" اب کی بار وہ سانسیں پوری دلبستگی کے ساتھ ملی تھیں، دل تو دھڑکنے کے لیے تھے تبھی خوب دھڑکے تھے۔ اظہار تو اس پاکیزہ رشتے کو مزید حسن دیتا تھا۔ آئرہ تو خضر کی قربت میں موم کی طرح پگھلنے لگتی تھی۔ وہ اسے اپنے سحر میں مبتلا کر دیتا تھا اور پھر اسے خود پتا نہیں چلتا تھا کہ وہ محبت کے کس درجے پر فائز ہو گیا ہے۔

"مجھے زندگی دیتا ہے، تمہارا میرے یوں قریب آنا" آئرہ کی اتھل پتھل ہوتی بے قرای کے باوجود زبان نے بمشکل بولنے کی جسارت کی تو خضر کے چہرے پر بھی نازک سی متفق آبادگی ابھری، دونوں ایک دوسرے کو

دیکھتے بہت کمال تھے، یہاں تک کہ دونوں کی نظریں آفت مچانے لگتیں۔ ہوش ہوا ہو جاتے تھے، دوریاں جھٹ سے ہٹ کر محبت کی برسات بن کر تن اور من جکڑ لیتی تھیں۔

"مجھے یہ مرحلہ نازک لگتا ہے، تم تو تم میں بھی پتھر ہو جاتا ہوں۔ تمہاری آنکھیں مجھے بے جان کر دیتی ہیں۔ دادی تمہیں شربتی بلکل ٹھیک کہتی ہیں، نہ جانے کونسا امرت گھلا ہے اس شربتی میں کہ مجھ سا بے ذوق بھی متاثر ہونے لگا ہے۔ محبت اتنی شیریں اور مٹھاس سے بھرپور ہوتی ہے، کہ زندگی کے باقی سب تلخ اور کڑوے ذائقے پی جاتی ہے" سانسیں تو اپنے ہی مکالموں میں گم تھیں، قربت کی حدت جل تھل کرتی ہوئی ہر طرف سویرا کر رہی تھی۔ خضر کی وارفتگی سے آئرہ کے چہرے کے ہر نقش کو دیکھ کر کہی بات پر آئرہ کے دل میں خوشی اور رشک سے سنسنی اتری۔

"تم خود مجھے مٹھاس کی طرح ملے ہو، آفت کہیں کے" آئرہ اتنی ظالم نزدیکی کے باوجود کھلکھلا کر ہنس دی، پھر سے خضر کا دل چاہا یہ مسکراہٹ چپکے سے چرا لے اور بھاگ جائے۔ مگر وہ ان ہونٹوں اور چہرے کے ساتھ ہی جچتی تھی۔

"ھاھا یہ تعریف تھی یا؟" خضر نے شریر سی بتیسی پھیلا کر بات ادھوری چھوڑی اور زرا بے خود ہوا۔

"یہ سب کچھ تھا، وہ سب کچھ جو ابھی تم پر کھلنا باقی ہے۔ چلو اب اٹھ جاو ناں، یا ابھی۔۔۔" بدلا اچھا پورا کرتی تھی آئرہ، شرم سے لال ہوتی ہوئی وہ بھی بات ادھوری چھوڑ گئی۔ خضر اور وہ دونوں ہی بات کا مفہوم سوچ کر ایک سا ہنس دیے۔

"تم مجھے ساری زندگی اس سچویشن میں رہنے کا کہو تو میں رہ لوں، بہت ہی پر سکون ہوں، اور تم میرا سکون ہو۔ میرا دل چاہتا ہے میں تم پر شاعری لکھوں پر سچی بڑا بے ذوق ہوں۔۔۔ تم بھی کیا کہتی ہو گی کیسا شوہر ہے ابھی تک میرے حسن پر ایک شعر نہ کہا کنجوس نے" خضر تو دیوانہ ہو رہا تھا اور وہ ہنستی جا رہی تھی۔ آخری بات پر تو دونوں طرف شرارت ابھری۔ آئرہ اب زرا دلفریب ہو کر خضر کے چہرے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔

"تم نے نہ کہا ہو پر ان آنکھوں نے تو دیوان لکھ ڈالے ہیں، ان ہونٹوں نے تو مشاعرے کرا دیے ہیں اور اس چہرے کے ہر رنگ نے کئی غزلیں، نظمیں اور شعر وارے ہیں۔ مجھے یہ سب زیادہ عزیز ہے، مجھے تمہارے لفظ اور احساس کافی ہیں" اور یہ اس صدی کی پہلی بیوی تھی جو خود ہی اس کمی پر دل و جان کے ساتھ شوہر سے راضی ہونے کا اعلان کر رہی تھی۔ خضر نے اسکا وہی ہاتھ شدت سے چوما اور پھر سے اسے سینے میں سمو کر ساحرانہ سا ہنسا تھا۔

"یوں کر کے جان لے جاتی ہو ظالم شربتی" خضر شرارت سے مزین ہو کر آئرہ کی گال سے لگے ہنسا تو وہ بھی دبی دبی ویسی ہی ہنس پڑی۔

"ھاھا چلو اب اٹھ جاو، آج کا دن بہت بزی ہو گا۔ تم جا کر فریش ہو جاو اور نماز کے بعد نیچے آجانا، آج ناشتہ میں بناوں گی" واقعی آج تو بہت لمبی مسافت والا دن تھا، خضر نے نگاہیں گما کر آئرہ کو دیکھا تو یوں لگا جیسے وہ ابھی بھی کوئی شرارت سوچ رہا تھا۔ آئرہ اب بھاگنا چاہتی تھی کیونکہ آنکھیں سب کہہ گئی تھیں۔

"مجھے ناشتے میں کیا چاہیے یہ تو سن لو" آئرہ ان نگاہوں کی بے لگامی بھانپتی ہوئی فوراً اسے گرفت سے نکلی مگر خضر اسے بازو سے کھینچ کر پھر سے خود پر گرا گیا تھا۔ آئرہ کا دل پوری شدت سے دھڑکا کہ اب وہ خضر کے سامنے اتنی بھی بہادر نہیں تھی جتنی باقی دنیا کے لیے تھی۔ خضر کا تقاضا ظالم تھا اور وہ ان بازوؤں میں گھبرا کر بے جان ہو رہی تھی۔

"خضر، میں بے ہوش ہو گئی تو ولیمے کا کیا ہو گا" خضر کا جاندار قہقہہ پورے کمرے میں گونجا اور آئرہ کی اس بات پر وہ کتنی دیر ہنستا رہا۔ کتنی پیاری تھی وہ، دھمکی بھی کیا کمال نازک دے ڈالی تھی۔ خضر کا دل تو اسے چھوڑنے پر اس بات کے بعد بلکل آمادہ نہ تھا مگر وہ شدت پسند ہرگز نہ تھا۔ آئرہ کی گال کھینچتا ہوا وہ اسے جکڑے ہی بیٹھ گیا اور ایک بار پھر سے آنکھیں ظالمانہ طور سے آملیں۔ جکڑنے اور لپٹنے کی وجہ سے آئرہ کی لپٹی چادر کھل کر اسکے بال کی چند لٹیں باہر لہرا رہی تھیں۔ یہ بال تو خضر کی کمزوری تھے، وہ انکا عاشق تھا۔ چادر سر سے سرک کر گری تو خضر نے پورے حق سے آئرہ کا وہ ڈھیلا سا جوڑا کھول کر بالوں کو آزادی دے دی۔ آئرہ تو چپ چاپ خضر کی اداوں پر واری جا رہی تھی۔

"تمہیں میرے بال پسند ہیں؟" خضر اب اسکے نرم ریشمی بالوں کی چند لٹیں لیے انکی خوشبو سونگھ کر مسکرا دیا، آئرہ کے سوال پر وہ اسکے چہرے کے قریب ہوا۔ نظر آئرہ کے گلے میں لہراتے اپنے نام والے پینڈٹ پر گئی، وہ اس پر بہت پیارا لگتا تھا۔ پھر خضر کی آنکھوں نے آئرہ کے ہاتھ پر جگمگاتی بلیک ڈائمنڈ پر نظر جھکائی۔ وہ تو اس پر حسین ترین لگتی تھی۔ وہ ہاتھ، وہ چہرہ، وہ چہرے کا ہر نقش، وہ پوری کی پوری ہی تو اسے پسند تھی پھر وہ کیسے صرف بالوں کی پسندیدگی کا اعتراف کر لیتا۔

"اسکا جواب جلد دوں گا، اسکے علاوہ بھی بتاؤں گا کہ مجھے اور کیا کیا پسند ہے۔ ابھی کے لیے یہی سنو کہ تم مجھے پوری پسند ہو" وہ پوری سچائی لیے ایک دوسرے کی آنکھوں میں غرق تھے۔ آئرہ پھر سے اس ساحر کے حسن سے اپنے اوسان خطا ہوتے محسوس کر رہی تھی۔

"سچی" آئرہ کی زبان خماری میں پھسلی۔

"مچی" پر وہ خود کو مضبوط کرتا ہوا مسکرا کر بڑی تیزی کے سنگ فرار ہوا اور اسے اپنے پیچھے آئرہ کی ہنسی سنائی دی۔ دونوں ایک دوسرے کی محبت میں بلکل فنا تھے، کہ خود محبت بھی ان دونوں پر صدقے جا رہی تھی۔

****

آفس میں بیٹھ کر مسلسل کسی گہری سوچ میں گم، جیسے کوئی بہت اہم بات زیر غور تھی۔ وہ مسلسل ایک ہی بات پر اٹکا ہوا تھا۔ اسے بار بار اس نازک حرا کا چہرہ آنکھوں کے سامنے لہراتا محسوس ہوا تھا اور یہ پہلی بار تھا کہ نادم کسی لڑکی کو اتنے تفصیلی انداز میں سوچ رہا تھا۔ رولنگ چیئر سے سر ٹکائے وہ آنکھیں جن میں اس نازک سی حرا نے مدہوشی بھر رکھی تھی۔ وہ حرا سے شادی اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے چاہتا تھا، وہ اس کے ذریعے خضر اور آئرہ کی زندگی میں بے چینی اور اضطراب پھیلانا چاہتا تھا مگر آج یوں اچانک نادم کا چہرہ کچھ تھکن زدہ سا تھا۔ اسے اپنے ارادے پر غیر جانبدارانہ سا افسوس ہو رہا تھا، حرا بہت معصوم تھی اور نادم ایک نمبر کا جنگلی جو صرف مطلب پرست تھا۔ وہ کہتا تھا کہ اسے آئرہ سے محبت تھی، یہ صرف وہ خود کو تسلی دینے کو بولتا تھا۔ اسے آئرہ کی خوبصورتی کو اپنی ملکیت بنانے کا جنون تھا اور کچھ بچپن سے ہاجرہ کی سیکھائی ہوئی سیکھ تھی جسکی وجہ سے نادم کے دل و دماغ بس آئرہ سماتی چلی گئی۔ مگر یوں حرا کو دیکھ اور سوچ کر وہ بد دل ہو رہا تھا، وہ چہرہ بار بار نادم حسین کی یادداشت میں ابھرتا اور مٹ جاتا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ بدلے کے چکر میں خود نادم کسی گہری زنجیر میں گرفتار ہونے والا تھا۔ کچھ تو تھا جو اس جنگلی کے سینے میں آج مدت بعد دھڑکا تھا، شاید اسکا دل۔

بے قراری سے وہ کرسی سے اٹھا اور بے تاب انداز میں اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر چہرے تک لایا، اسکی آنکھوں میں اب کی بار ایک زرد تپش ابھری تھی۔

"یہ صرف بدلا ہے نادم حسین، تو سب ہو سکتا ہے پر بے ایمان نہیں۔ یہ کیا سوچ رہا ہے تو، وہ لڑکی کس لیے خود پر اپنے حواسوں پر سوار کر رہا ہے" نادم کے دل نے اسے جھاڑ ڈالا مگر دل کے کام تو دل کے اپنے بس میں نہیں

ہوتے۔ وہ آنسو سے بھیگی متورم آنکھیں جن میں نادم حسین کے ہونے کا ماتم تھا، وہ اس بے رحم مگر دل کے چھوٹے نادم کو بے آرام کر چکی تھیں۔ شکست خوردہ سا تاثر نادم کی صورت پر رقم ہوا اور وہ پھر سے کرسی پر جا بیٹھا۔ اپنی دونوں بازو میز پر رکھے وہ اپنا سر پکڑے بیٹھا تھا۔ کبھی کبھی اگر کسی کو کسی کی ہنستی آنکھوں سے پیار ہو جاتا ہے مگر بہت کم ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو کسی کے آنسو ہلا جاتے ہیں۔ شاید نادم اپنی تمام تر بے حسی کے باوجود حرا کے اس سوگ سے حد درجہ متاثر تھا۔

"مجھے پیچھے نہیں ہٹنا، اپنے اس دل کو سمجھا نادم۔ میں صرف آئرہ کو چاہتا ہوں اور اب جو بھی کروں گا وہ آئرہ کے چھن جانے کا بدلا ہے۔ ہر اس شخص سے بدلا لوں گا جو مجھے ناکارہ سمجھتا رہا، جلال احمد نے مجھے اپنے کاروبار کی بہتری کے لیے قربانی کا بکرا سمجھ کر رکھا تو اسے دل بڑا کر کے معاف کیا مگر اس سے زیادہ نادم کسی کو معافی نہیں دے گا۔ تم سب جو مجھے ایک کیڑا سمجھتے ہو، ایک دن میری اہمیت اور میرے ہونے کو مانو گے" کہتے ہیں ناں کہ جب پاور اور زر اسی اوقات سے بڑھ کر کوئی چیز مل جائے تو آدمی کو سمجھ نہیں آتا کہ وہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ یہی حال نادم صاحب کا تھا، اچھے خوش شکل جنگلی انسان کا دل بھی نرم تھا مگر غصہ، حقارت جذبات اور بدلے نے اسے اوقات سے بڑھ کر ہواوں میں اڑا رکھا تھا۔ کل تک ایک نمبر کا غنڈا دیکھائی دینے والا نادم بھلے لباس اور خلیے سے اب ایک قابل قبول اور رعب دار مرد تھا مگر اسکی سوچ ابھی بھی وہی غنڈے والی تھی۔ ایسا موالی جسے بس سب کو کچلنا تھا، ہر حد سے نکلنا تھا۔

مگر یہ پاگل ابھی ناواقف تھا کہ دنیا میں کئی طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ایک وہ جو برے ہوتے ہیں مگر اچھے بنتے پھرتے ہیں۔ ایسے منافق ترین لوگ خطرناک ہیں۔ ایک وہ جو ہوتے برے ہیں اور برے ہی دیکھائی دیتے ہیں۔ یہ ہیں خطرناک ترین لوگ۔ مگر کچھ ایسے بھی ہیں جنکا دل بہار مگر وجود خزاں کا من پسند لقمہ ہوتا ہے۔ کتنی بھی کوشش کر لی جائے وہ بہار کے باہر آنے پر بندھ باندھ لیتے ہیں۔ نادم حقیقت میں برا نہیں تھا، اسکی صحبت بری رہی تھی۔ اسے تربیت تو دی گئی مگر اسے اعتماد دینے میں اسکے والدین سے ہی کوتاہی ہو گئی۔ وہ دماغی طور پر ایک برا شخص تھا مگر دل۔۔۔۔۔۔۔۔۔ھائے یہ دل کہ جسکی اچھائی چھپائے نہیں چھپتی، نادم حسین کے دل پر ایک صدا آرہی تھی۔ پتا ہے وہ صدا کیا تھی؟ ٹپ ٹپ ٹپ، جیسے قطرہ قطرہ کسی کے آنسو اس دل پر گر رہے ہوں۔ اور وہ کسی نے کیا خوب کہا کہ قطرہ گرتا رہے تو سوراخ کر ہی دیتا ہے۔ اس سوراخ کے ہونے کی دیر ہے کہ اندر کی بہار باہر چلی آئے گی۔

****

"دادی ہو سکتا ہے ہم آج ہی واپس نہ آپائیں، آپ عنیہ اور جنت آجایئے گا ہم ان شاء اللہ دو ہفتے بعد ہی آئیں گے" ناشتہ عنیہ اور افراح نے لگا دیا تھا جبکہ دادی اور زیان ناشتے کی میز پر تھے۔ جنت اور عریش بھی بس آنے

والے تھے۔ ان سب کا پلین ناشتے کے بعد نکلنے کا تھا کیونکہ ولیمے کا فنکشن دنکو تھا۔ ابھی تک ہزل سر نے ان سب کو کنفرم نہیں بتایا تھا مگر امید تو یہی تھی کہ ان سب کو آج رات سے ہی ڈیوٹی جوائن کرنی تھی، افراح اور زیان کی اینور سری پارٹی لیٹ ہونے پر دادی تھوڑی اداس ہوئیں مگر پھر وہ مان گئی تھیں کیونکہ وطن کی حفاظت ان پانچوں کے ساتھ ساتھ دادی کا بھی پہلا ارمان تھا۔ عریش نے ابھی تک جنت کو نہیں بتایا تھا اور ممکن تھا وہ اسے واپسی پر اپنے پیشے کا بتا دیتا کیونکہ زیان، افراح، عنیہ اور دادی بھی یہی بہتر سمجھ رہے تھے کہ جنت بھی اب عریش کی روٹین سے واقف ہو جائے۔ تاکہ ان دونوں کی ازواجی زندگی متاثر نہ ہو۔

"ٹھیک ہے میرے بچو، جیسا تم سب کے لیے آسانی ہو۔ اللہ میرے بچوں کی روشنی یونہی قائم رکھے" دادی تو سب پر ایک سی فدا تھیں، یہ سب تو دادی کے پکے بچے تھے اور انکے گھر کی رونقیں تھیں۔ شادی کے فنکشنز اور سب کے اکھٹے ہونے پر خود دادی جی اٹھی تھیں اور اب پھر سے انکی ساری رونقیں جانے والی تھیں تو اداسی فطری تھی۔

"آمین ثم آمین، ان شاء اللہ ہم جلدی پھر سے نازل ہوں گے دادی۔ سچی پوچھیں تو ہم سبکو ہی اپنے گھر سے زیادہ یہاں سکون ملتا ہے، ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ سچ میں آپ ہم سب کا حوصلہ ہیں" افراح نے چائے میز پر رکھی اور دادی کے گرد بازو پھیلاتی ہوئی دادی کو بھی دلفریب سی شفیق مسکان دے گئی تھی۔ عنیہ بھی موقع ملتے ہی ہنستی ہوئی دونوں سے چمٹ گئی اور زیان ان تینوں حسین لیڈیز کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"میرا بچہ، دادی قربان جائے تم سب پر۔ تم سب کی ہنسی اور خوشی میری زندگی بڑھا دیتی ہے" دادی جان کیسے اظہار سے پیچھے رہ جاتیں، لپٹی ہوئی عنیہ اور افراح دونوں پر واری ہی چلی گئیں۔ لاونج میں آتے ہوئے عریش اور جنت بھی ان لاڈوں پر مسکراتے ہوئے قریب آئے۔ اب کی بار سب کی نظریں اس سنہرے حسین کپل پر تھیں، جنت کو دادی نے پیشانی سے چومے لاڈ کیا اور عریش تو تھا ہی انکی جان۔ ایک زوردار جکڑے حصار میں وہ شرارتی سے انداز میں دادی کو بھینچ گیا تو بچاری اس کھوتے پر ہنس دیں۔ کتنا مکمل تھا دادی کا یہ جہاں، یہاں بس خوشیاں تھیں۔ دادی ان سب پر کسی سایہ دار شجر جیسی تھیں، شفیق اور پیاری سی جو اپنے بچوں کے لیے ہنستی تھیں اور انہی کے لیے جی رہی تھیں۔

"اوئے کھوتے میں بڈھی اتنی مضبوط نہیں ہوں، چر مر جاوں گی" دادی جان کی نزاکت کے کیا ہی کہنے، عریش سمیت سبکی بتیسی باہر گری تو خود دادی بھی ہنس پڑیں۔ ناشتہ آج بھی حسب معمول خاص تھا۔ دو تین طرح کے آملیٹ، آلو والے پراٹھے، چیز سینڈوچ، ہنی رائس اور فروٹ سیلڈ تو دادی ناشتے میں ضرور بناتی تھیں۔ چائے، جوس، جیم، بٹر اور ٹوسٹ بھی حاضر تھے۔

"ھاھا میرے لیڈی ڈینامائیٹ ہی ہیں آپ دادی، اتنے نخرے تو جنت بھی نہیں کرتی" ایک دم ناشتے کی میز پر سب کی آنکھیں پھٹیں، سب ہی عریش کی بر آمد ہوئی بات پر منہ میں ہی ہنسی دبا گئے مگر جنت بچاری ضرور جھینپ کر رہ گئی۔ یہ عریش بھی ناں، منہ پھٹ کہیں کا۔ افراح اور زیان نے ہنستے ہوئے بمشکل دانت اندر کیے

جبکہ دادی اور عنیہ بھی سر جھکائے ہنس رہی تھیں۔ عریش نے سب کو ایک نظر بتیسی پھیلائے دیکھنے کے بعد جب جنت کو دیکھا تو اسے بھی ہنسی کا دوڑا پڑا۔ کھوتے کو ذرا لیٹ سمجھ آتی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے سب کو، میں نے تو ایک شریف بات کی تھی ناں" عریش نے سر کھجاتے ہوئے معصوم شکل بنا کر کہا جس پر سب کانوں کو ہاتھ لگانا چاہتے تھے۔ دادی تو اس دل کے بہت ہی صاف بچے پر پوری فدا ہو کر ہنس رہی تھیں۔ جنت کا دل اب یہی کیا کہ بھاگ جائے، بڑا خطرناک شوہر مل گیا تھا۔

"ھاھا کافی شریف تھی میرے کھوتے، پر کوئی نہیں۔ ہم سب اپنے ہی ہیں" زیان نے پاس بیٹھے عریش کا کان کی سمت جھک کر شریر کی سرگوشی کی تو خود عریش ایک نظر سبکو دیکھنے کے بعد جنت کی شکل کی اڑی ہوائیاں دیکھ کر ہنس پڑا۔

" بھئی باتیں تو ہوتی رہیں گی، جلدی سے ناشتہ کریں ہم نے ابھی نکلنا ہے۔ یہ نہ ہو وہاں ولیمہ ہو جائے اور ہم اٹکے ہی رہ جائیں" عنیہ صاحبہ تو لگتا تھا کچھ زیادہ ہی پرجوش تھیں، سب ہی اب متفقہ سر ہلا کر ناشتہ شروع کر چکے تھے مگر عریش تو رہ رہ کر جنت کے تاثرات دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

" بہت وہ ہیں آپ عریش، میری گھبراہٹ کم ہوتی نہیں اور آپ مزید کا سامان کر دیتے ہیں" ناشتہ کرتی ہوئی جنت منہ بسورے اپنے انوکھے شوہر صاحب پر برہم ہو رہی تھی، جسکا بس چلے تو رومینس بھی سب کے سامنے کرنا شروع ہو جائے۔ پر کیا ہے ناں، یہ عریش پر سجتا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا اور جنت نے اسے یونہی چاہا تھا۔ وہ اپنے اندر کے جذبات چھپا نہیں پاتا تھا، سوچتی سوچتی وہ کب مسکرا دی اسے خود بھی پتا نہ چلا۔

****

"آہاں، یہ سب کچھ تم نے بنایا۔ اتنی محنت کروادی تمہارے ظالم شوہر نے "خضر جب تک فریش ہو کر باہر آیا تب تک آئرہ ناشتہ بنا کر ٹیبل پر لگا بھی چکی تھی۔ فی الحال مکمل سیاہ میں لپٹا وہ سیاہ آنکھوں والا متبسم انداز میں سراہتے ہوئے بولا جس پر اتراتی ہوئی آئرہ بھی ٹیبل پر باقی چیزیں رکھ کر خضر کے روبرو ہو کر پلٹی۔ آئرہ اور خضر دونوں ہی ڈائٹ کانشیس تھے کیونکہ انکا کام ہی ایسا تھا کہ زرا سی بد پرہیزی تک افورڈ نہ تھی، جوس اس نے تازہ اونجیز کا بنایا تھا جبکہ براون بریڈ کے ساتھ فرائیڈ ایگ اور بٹر تھا۔ اس وقت خضر چائے پیتا تھا لہذا میڈم نے چائے بھی بنالی تھی۔ خضر کی حیران کن بات پر وہ ہنس کر اپنی بازو خضر کی گردن میں پھیلا کر ہنسی۔

"سب کچھ اتنا آسان تھا اس میں کونسی محنت ہے ہنڈسم بوائے، بائے داوے مجھے یوں تمہارے اور اپنے لیے ناشتہ ریڈی کر کے بلکل پیور بیویوں والی فیلنگ آئی ہے "آئرہ کی محبت اسکی آنکھوں سے جھلکی تو خضر نے بھی کمر کے گرد گھیر ا بنا کر مقابل پر اپنا اثر جمایا۔ آئرہ کی پلکیں جھک کر پھر سے اٹھیں اور وہ یہ منظر بہت اندر تک اترتا محسوس کر رہا تھا۔

"تو تم میری پیور بیوی ہی ہو، فیلنگ تو آئے گی" خضر اسکے چہرے کی نزاکت سے متعارف ہونے کی کوشش میں سرگوشی کے انداز میں سراپا اشتیاق ہو کر بولا۔ آئرہ اسکی بڑھتی نزدیکی پر خود کو پتھر محسوس کر رہی تھی۔

"خضر" آئرہ کا چہرہ شرم و ادا سے سرخ ہوا مگر اب پیور بیوی والی فیلنگ تو ضروری تھی۔ خضر کا دل خود گدگدی کی شروعات کر چکا تھا۔ آئرہ بے حال سی غیر محسوس طور پر اپنی آنکھیں سختی سے بند کیے اسکی شرٹ جکڑ چکی تھی۔ یہ باہمی نزاکت کا سلسلہ مزید گہرا ہونے سے چوک گیا کیونکہ خضر کا فون بری طرح بج اٹھا تھا۔ خضر نے چونک کر بیچ کا فاصلہ بڑھاتے ہوئے خود کو نارمل کیا اور جیب سے اپنا فون نکال کر ایک نظر اس دبی دبی شرمگیں ہنسی سے دیکھتی آئرہ کو دیکھنے کے بعد فون پر نگاہیں کر گیا۔ حرا کا نام دیکھ کر ہنسی یک دم شفیق بنی اور وہ دونوں ہی ناشتے کے لیے بیٹھ چکے تھے۔ خضر نے فون اٹھائے کان سے لگایا تو آئرہ بھی مسکراتی ہوئی چائے ڈالنے لگی مگر خضر کے چہرے کی مسکان ایک دم غائب ہوئی تو آئرہ بھی چونک گئی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو حرا، ایسا کیسے ہو سکتا ہے" دوسری طرف حرا کی سسکی تھی اور وہ رو رو کر خضر سے خود پر ہونے والے ظلم کا سارا افسانہ سناتی گئی۔ کئی تلخ اور دلخراش رنگ تھے جو خضر کی پیشانی پر تناو اور چہرے پر سختی لا چکے تھے۔

"بھائی مجھے بچالیں، میری کوئی نہیں سن رہا۔ بابا مجھے اس ڈراونے بندے کے ساتھ باندھ رہے ہیں۔ مما بھی بابا کے آگے مجبور ہیں۔ بھائی میں مر جاوں گی مجھے بچالیں" خضر کا دل تو حرا کا رونا سن کر لرز اٹھا تھا، اسکا دل یہی کیا کہ حلال اور اس بنادم دونوں کو چھیڑ پھاڑ آئے۔ آئرہ تو خضر کا ایسا خطرناک غصہ دیکھ کر پتھرائی ہوئی تھی۔

"میری جان تمہارا یہ بھائی زندہ ہے ابھی، میں بات کروں گا تمہارے بابا سے۔ رومت، میری شادی پر میری گڑیا ایسا روئے گی تو مجھے بہت دکھ ہو گا۔ تم فکر مت کرو، میں اپنی پوری کوشش کروں گا" خضر جانتا تھا کہ اس کا نام تک جلال گورا نہیں کرتے تھے تو پھر اسکی کسی بات کو کیا خاک اہمیت ملنی تھی مگر وہ پھر بھی حرا کے رونے سے واقعی دل تک دکھی تھا۔ اسے جلال پر غضب چڑھ رہا تھا جو اپنی سگی بیٹی کے ساتھ ایسا بے رحم سلوک کر رہے تھے۔ خضر کی اتنی سی تسلی اس معصوم کے آنسو کچھ دیر تھما تو گئی تھی مگر اب اسے مزید بہت سارونا تھا۔

"ٹھیک ہے، پلیز بھیا اگر بابا نہ مانے تو مجھے یہاں سے لے جایئے گا۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے" حرا کی باتیں خضر کی بے بسی بڑھا چکی تھیں، اب کی بار خضر کے چہرے پر تکلیف ابھری تو آئرہ نے بے قراری سے خضر کا ہاتھ پکڑا، وہ بھی جاننے کو بے تاب تھی۔

"ٹھیک ہے، تم پریشان مت ہو" خضر نے ٹوٹی پھوٹی سی امید دلا کر خون رکھا تو آئرہ کی منتظر پریشان صورت دیکھ کر ایک سرد سانس خارج کیے اپنا سر جکڑ گیا۔

"خضر، سب ٹھیک ہے۔ کیا ہوا حرا کو" آئرہ سے اب بلکل بھی رہا نہ گیا، خضر نے ایک افسوس زدہ سی شکل بنا کر یک دم بہت سی برہمی لائی۔

"وہ ہوا ہے جسکا ہم سوچ بھی نہیں سکتے، جلال احمد صاحب نے حرا کا رشتہ نادم سے طے کر دیا ہے اور سنو! دو ہفتے بعد شادی ہے" خضر کے انکشاف نے ایک لمحے میں آئرہ کو صدمے کی سی کیفیت سے دوچار کیا تھا۔ اسے تو یقین ہی نہ آیا تھا مگر خضر کے چہرے پر رقم بے بسی اس بات کے سچ ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔

"اومائی گارڈ، یہ۔۔۔۔یہ کیا کر رہے ہیں وہ، نادم۔۔۔اف نادم کا رشتہ وہ بھی حرا سے، خضر یہ بلکل ٹھیک نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں نادم کو وہ یہ رشتہ ضرور کسی مقصد کے لیے کر رہا ہے۔ حرا تو ابھی اتنی چھوٹی ہے، پلیز تم یہ مت ہونے دینا" آئرہ کا تو پریشانی اور حیرت سے برا حال تھا اور یہی حالت خضر کی تھی۔

"میں کوشش کروں گا کہ اس بے حس انسان کو کچھ سمجھا پاوں، پر وہ میری بات نہیں سنیں گے۔ بہت رو رہی تھی کہ مر جائے گی یہ شادی نہیں کرے گی۔ کاش میں اتنا بے بس نہ ہوتا تو اس شخص کا اس عمل پر منہ توڑ آتا۔ کوئی باپ اپنی بیٹی کے ساتھ یوں زور زبردستی کیسے کر سکتا ہے" خضر کا دل تو ہر طرف آگ لگانے کا کیا تھا، ایک تو اسے جلال اپنے معاملات میں بولنے کی اجازت دیتے نہیں تھے دوسرا خضر کی تربیت اسے کسی بھی بدتہذیبی سے روک لیتی تھی مگر یہ اوور ہو رہا تھا۔ آئرہ خود سخت پریشان تھی، یہ بیٹھے بیٹھائے اسکا حرا سے رشتہ ہونا اسکے سر پر سے بھی گزر رہا تھا۔

"ہمم خیر تم ریلکس ہو جاو، ہم مل کر بات کریں گے۔ آخر یہ انکی بیٹی کی خوشی کا سوال ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ سمجھ کر ہماری بات مان لیں گے" آئرہ کو لگتا تھا جیسی وہ رحم دل ہے ویسے ہی سب ہیں۔ مگر وہ بھول جاتی تھی کہ کچھ لوگ رحم کے لفظ تک سے واقف نہیں ہوتے۔ ناشتے پر تو اب دونوں کا دل نہیں تھا، خضر یہ خبر سن کر اور حرا کا یوں دردناک رونا سن کر ڈسٹرب ہو چکا تھا۔

****

مینااور ضامن کی سات بجے واپسی کی فلائیٹ تھی اور بد قسمتی سے وہ اس بار خضر کے ہاتھ سے نکلنے پر کامیاب ہو کر ائیر پورٹ کے اندر انٹر ہو چکا تھا۔ خضر کی بھیجی ٹیم نے اسے ایک اور بری خبر سنائی جو اسکا پارہ مزید ہائی کر گئی تھی۔ کوتاہی یہاں ہوئی تھی کہ ضامن کی لوکیشن پتا لگاتے لگاتے ستارہ کی جونیر ٹیم کو دو گھنٹے لگ گئے جسکا نقصان یہ ہوا کہ تب تک وہ آئیر پورٹ پہنچنے والا تھا۔ آئیر پورٹ پر موجود ستارہ کے خفیہ لوگوں سے بھی ضامن پکڑا ئی نہ دیا کیونکہ انکو اٹیک کے آرڈرز تب ملے جب وہ اندر انٹر ہو چکا تھا۔ انکی صبح کی فلائیٹ کی وجہ سے وہ اس بار خضر کے ہتھے سے بچ تو نکلے تھے مگر اب ضامن ستارہ کے ہاتھ سے بچنے والا ہر گز نہیں تھا۔ ہزل چونکہ آج رات سے انکی ڈیوٹی ایکٹیو کرنے والے تھے لہذا خضر دوسرے کیس کے ساتھ ساتھ اس کیس پر بھی کام کرنے والا تھا اور اسکا نتیجہ نکل کر ضامن کا رہا سہا سکون بھی تباہ کرنے والا تھا۔ ضامن ایک دشمن تنظیم بلڈ کا ٹاپ جاسوس اور ممبر تھا، جب یہ حقیقت ستارہ کو پتا چلنے والی تھی تو ایک طوفان آنے والا تھا۔ دشمن تب تک قابل مار اور سہل شکار ہے جب تک اس سے آپکی کوئی کمزوری نہ جڑی ہو مگر بھلے وہ اسکا سوتیلا ہی سہی مگر بھائی تھا۔ ایک ماں کے دو بیٹے ایک دوسرے کے لیے بھلے کتنے ہی سفاک کیوں نہ ہوں مگر دونوں کا دکھ ماں کو ایک جیسی شدت سے محسوس ہوتا ہے۔ خضر کے ایک اور کڑے امتحان کا وقت ہوا چاہتا تھا اور شاید ولیم کی تقریب بھی اسی

اضطراب کی نظر ہو جانے والی تھی۔ دوسری طرف جلال نے آج ولیمے پر مہرو کو پوچھے بنا ہی اجازت دے دی تھی اور خود بھی تشریف لا رہے تھے، شاید وہ بھی اب حرا کی شادی تک کوئی لڑائی جھگڑا اور بدمزگی نہیں چاہتے تھے۔ حرا تو بس کسی طرح خضر سے مل کر اپنا ضبط کیا باقی رونا بھی رو لینا چاہتی تھی، مبشر کی پاکستان آمد اس بار بہت بے سکون تھی۔ وہاں میڈیکل کی پڑھائی سے کچھ دن جان چھڑوا کر آیا تو تھا مگر یہاں آرام کی جگہ فقط بے سکونی ملی تھی۔

ڈیڈ کا سفاک رویہ، مہرو کی تکلیفیں اور اسکی اور حرا کی بے بسی آج بھی ویسی ہی قائم تھی۔ وہ اپنے دماغ کو منتشر ہوتا محسوس کر رہا تھا۔ نادم صاحب نے بھی آج والدین کے ساتھ دعوت میں شرکت کا ارادہ کر رکھا تھا، مقصد تو بس حرا تھی۔ وہ حرا جو کسی غیر مرئی نقطے کی طرح نادم حسین کی نگاہوں کا حصار بن رہی تھی۔ عریش، زیان، افراح، عنیہ، جنت اور دادی کی آمد نے تو مزید چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ سب پہلے خضر کے گھر جمع ہوئے تھے اور وہیں سے ہزل سر کے ریسٹورنٹ میں جانے والے تھے۔ خضر چاہتا تھا کہ وہ ولیمے سے پہلے ہی جلال سے بات کرے مگر گھر میں ہر طرف رونق لگی دیکھ کر خضر نے یہ کام فنکشن کے بعد واپسی پر کرنے کا عہد باندھا تھا۔ دونوں دلہنیں بھی بہت یونیک سا تیار ہونے والی تھیں کیونکہ آئرہ کو اتنا ہیوی ہونا پسند نہیں تھا جبکہ پیاری اور نازک جنت کی اتنی جان نہ تھی۔ خیر جو بھی تھا، اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ کیا خضر اور آئرہ سب کو نادم کی سچائی بتا کر قائل کر لینے والے تھے یا ایک بار پھر جلال ان دونوں کو انسلٹ کرنے والا تھا۔ مبشر اور عنیہ کی کافی کی ملاقات ہو پائے گی یا یہ مختصر سا افسانہ یہیں سٹاپ ہو گا۔ جنت یوں عریش کے واپس

نہ جانے پر کیا ری ایکشن دینے والی تھی اور کیا اس تقریب کے ذریعے نادم اور حرا ملنے والے تھے یا نہیں۔ یہ سب تو وقت کی روانی کے سنگ ہوتا ہوا دیکھائی دے رہا تھا۔ سب کے کئی مسائل زیر غور تھے اور سب فی الوقت اپنے اپنے مسائل میں شدید گرفتار تھے۔

****

ولیمے کی شاندار تقریب کا شاہانہ انداز ہزل انجم کی میزبانی میں ہوا جو باقی سب کی نظروں میں ان پانچوں کے ایک دوست کے طور پر متعارف ہوئے تھے۔ یہ ان سب کا پبلک رہنے کا ایک رول تھا کہ ڈیوٹی کے علاوہ وہ سب عام دوست تھے۔ پورا ریسٹورینٹ بہت دلفریبی سے ان دو حسین کپلز کے لیے سجوایا گیا تھا۔ عریش اور خضر آج بھی مکمل بلیک میں تھے جبکہ زیان نے زرا آج سفید شرٹ اور براون پینٹ پہن کر ہزل سر کی طرح گریس فل لک بنا رکھی تھی جبکہ دادی نے اپنی من پسند ڈارک چاکلیٹی ساڑھی پہن کر جلوے بکھیر رکھے تھے۔ عنیہ اور افراح نے سنپل شارک فراکس اور ٹراو پہن کر دوپٹے ایک طرف پھیلا رکھے تھے جو بعد میں عنیہ سے جب سنبھالا نہ گیا تو محترمہ رول کیے گلے میں ڈال کر پر اعتماد ہوئیں۔ جب وہ اپنا دوپٹہ بار بار سنبھال رہی تھی تو مبشر کی نظر اچانک ہی عنیہ پر پڑی تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی اسکی جنجھلاہٹ دیکھ کر مسکرا دیا۔

مہر و اور حرا بھی بہت پیاری لگ رہی تھیں مگر حرا تو یوں مما کے ساتھ جڑی تھی کہ کہیں اسے وہ جن نہ اٹھا کے لے جائے۔ نادم باقی مرد حضرات کے ساتھ تھا جن میں شمس، جلال، زیان، ہزل اور دونوں دلہے موجود تھے۔ زیادہ مہمان تو تھے نہیں بس یہی سب اپنے ہی موجود تھے۔ آئزہ اور جنت سٹیج پر اپنے اپنے ہنڈسم راجاوں کے ساتھ ملکہ بنی بیٹھیں تھیں۔ عریش، جنت اور آئزہ تو وقفے وقفے بعد مسکرا ہی رہے تھے مگر خضر خاصا سنجیدہ ادھر ادھر نگاہیں رکھے گہرا جائزہ لے رہا تھا۔ ویسے بھی ایک جاسوس کہیں بھی ہو وہ اپنی جاسوسی نہیں روک سکتا، مگر آج وہ برہمی سے نادم حسین کو مرکوز کیے ہوئے تھا جس کے اب رنگ ڈھنگ ہی اور تھے اور چہرے پر ناختم ہونے والا غرور بھی درج تھا۔ اس نادم کو تو وہ سیٹ کر ہی لیتا مگر پہلے اسکا ٹارگٹ جلال صاحب تھے۔ آج تو ہاجرہ بھی چمک رہی تھیں، وہ دادی اور مہر و ایک طرف کھڑی تھیں اور حرا بھی وہیں کچھ ساتھ اب افراح اور عنیہ کے پاس کھڑی ہو گئی تھی۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ اور دل میں اپنا اپنا خدشہ درج تھا۔ کوئی منصوعی ہنسی دیکھا کر اپنی افسردگی چھپا رہا تھا اور کوئی اپنی سطحی مسکان کے پیچھے دل کی بے چینی کا سمندر موجزن کیے ہوئے تھا۔

ہزل انجم کی فیملی میں انکا ایک بیٹا منہاج تھا جو ترکی میں بہت بڑا سرجن تھا جبکہ ہزل انجم کی وائف حیات نہیں تھیں، منہاج انجم اور نور اپنے دونوں بچوں کے ساتھ استنبول رہائش پذیر تھے، نور بار ہا سب کو وہاں آنے کا کہہ چکی تھیں مگر چھ سال سے تو خود ہزل بھی ترکی نہیں جا سکے تھے مگر افراح اور زیان کا جلد پلین تھا۔ یعنی وہ بھی

ایک طرح مکمل ملکی بیٹے تھے جو بس وطن کی حفاظت پر معمور تھے۔ ہزل انجم کی فیملی وہیں سیٹل تھی اور ہزل یہی چاہتے تھے کہ وہ وہیں ان سے دور ہی رہے اور افراح کی بڑی بہن نور ہی ہزل کی بہو تھیں۔ یعنی ہزل انجم، افراح کی آپی کے سسر بھی تھے۔ نادم بھلے موجود ان ارد گرد مرد خضرات میں تھا مگر اسکی آنکھیں کچھ فاصلے پر عنیہ اور افراح کی بات پر سر ہلاتی حرا کی طرف تھا۔ دوسری طرف عنیہ اپنا گلے میں رول ہوا دوپٹہ بار بار اب منہ کے سامنے آنے پر خاصی تپ چکی تھی۔ دوپٹہ زرا سلکی تھا تو گردن سے بھی بار بار پھسل رہا تھا، مبشر تو گاہے بگاہے اپنی نگاہیں وہیں جمائے ہوئے تھا اور جیسے ہی عنیہ ان دونوں کو واپس آنے کا کہہ کر مین ہال سے سائیڈ پے گئی مبشر نے بھی بے اختیار اپنے قدم اسی ائیریا کی جانب موڑ دیے۔ شاید یہ اسکے اپنے اختیار میں نہ تھا کہ وہ کر کے بہت عجیب کر رہا ہے مگر ہائے یہ محبت، نا جانے کہاں کہاں اپنے پنجے گاڑ چکی تھی۔ ہال سے دائیں مڑتے ہی سامنے ایک اوپن روم سا تھا جہاں کچھ وی آئی پی ٹیبلز اور کرسیاں تھیں اور ایک پوری دیوار پر بہت بڑا مرر نسب تھا۔ عنیہ فوراً سے گردن سے دوپٹہ نکالتی ہوئی آئینے کے سامنے ہوئی اور ایک نظر خود کو دیکھ کر مسکرا دی۔

دادی اسے زیادہ تیار ہونے نہیں دیتیں تھیں اور گھر میں تو وہ پوری لڑکا بنی رہتی تھی اور کبھی دو اور کبھی ایک کس کر پونی بناتی تھی مگر آج افراح نے اسے تیار کیا تھا تو اسکے بال بھی اسٹریٹ کر دیے تھے۔ میک آپ لک نے تو محترمہ کا حسن چمکا کر آفت خیز بنا دیا تھا، بھلے وہ چھوٹو پتلو سی سمارٹو گرل تھی مگر وہ عریش کی طرح بہت پر کشش تھی۔ خود کا مکمل جائزہ لیتی ہوئی عنیہ ہنسی تو کچھ دور دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا مبشر بڑی غور سے عنیہ اور اس آئینے کی ہم کلامی دیکھ کر مسکرایا تھا۔ عنیہ نے خود پر واری جانے کا سلسلہ روکا اور اپنا دوپٹہ پکڑے منہ بسور

گئی جیسے یہ سوچ رہی ہو کہ اس کا کیا کرے۔ ویسے بنا دوپٹے کہ بھی وہ اچھی لگ رہی تھی۔ ڈارک پرپل اینڈ گولڈن فراک کے ساتھ گرین اور پرپل شیڈ ٹراوزر اور دوپٹہ گرین اینڈ گولڈن تھا۔ مبشر کے قدم اس تک جانا چاہتے تھے مگر وہ خود کو اس بد تہذیبی کے لیے ڈپٹ چکا تھا، بس وہ اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ دل پر ہونے والی دستک آج پہلے سے زیادہ شدت سے محسوس کرتا ہوا مبشر اپنے اور عنیہ کے بارے میں بہت کچھ سوچ بیٹھا تھا۔ مگر پھر جیسے عنیہ کو دیکھتے دیکھتے ہی اسکے چہرے پر انتظار درج ہوتا دیکھائی دیا۔ ابھی چار پانچ سال تک اسے پڑھنا تھا، ڈاکٹر بننا تھا اور پھر وہ عنیہ کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کا سوچ رہا تھا۔ یہ کچی عمر کی محبت کیا واقعی پکا رنگ لائے گی، اسکا اندازہ تو ابھی لگانا نا ممکن تھا۔

مبشر اسے یوں کمرے میں اکیلا دیکھ کر اندر نہیں گیا بلکے باہر ہی رک کر اسے لوٹنے کا انتظار کرنے لگ گیا۔ وہ محترمہ تو لگتا تھا دوپٹہ سیٹ کرتے کرتے رات کرنے والی تھیں، اور آخر کار بڑی مشکل سے وہ اسے رول کر کے گلے میں سیٹ کرنے کے بعد اپنے کندھے تک آتے کھلے بال لہراتی باہر نکلی تو وہیں جم گئی۔ سامنے ہی ہال تھا اور ہال سے پہلے کوریڈور کے ساتھ مبشر کھڑا تھا اور عنیہ کو دیکھتے ہی وہ اپنے ہاتھ میں پکڑی چابی گما کر مسکرا دیا۔ عنیہ بھی ہنسی کے سنگ چلتی ہوئی اس ہنڈسم سے اپنی عمر سے بڑے دیکھائی دیتے مبشر کو ستائشی انداز میں دیکھتی ہوئی قریب سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ تو گویا آئس کریم کھلائے بنا مبشر چھوڑنے والا نہ تھا۔ دونوں ہی مدھم سا مسکرائے تھے۔

"ابھی؟" چابی دوبارہ گھومی تو عنیہ نے ہنس کر جھجک سے کام لیتے استفسار کیا جس پر مبشر اٹل انداز میں کندھے اچکاتا بہت پیارا لگا تھا۔عنیہ نے ہال میں ایک نظر ڈالی تو مبشر کو وہ کچھ کنفوز سی لگی اور وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ یوں اسکے ساتھ اکیلے بنا کسی کو بتائے جانے پر کنفوز ہو رہی ہے۔

"میں نے افراح آپی، دادی اور مما کو بتا دیا ہے کہ ہم بچہ پارٹی زرا بور ہو رہے ہیں تو آئس کریم کھانے کا ارادہ کر رہے ہیں، وہ دیکھ لو افراح آپی اور حرا ہنس کر ہاتھ ہلا رہی ہیں۔ حرا کو کہا تھا پر اس نے منع کر دیا" مبشر صاحب تو بڑے فاسٹ جا رہے تھے، عنیہ نے دیکھا تو واقعی افراح دادی اور مہرو مسکرا کر ہاتھ ہلا رہے تھے۔عنیہ نے ہنس کر پھر سے مبشر کی پر اشتیاق ایکسائٹمنٹ اور انتظام کو دیکھا اور سر اثبات میں ہلا گئی۔

"یہ ساتھ ہی ہے آئس کریم پارلر، ڈرنے کی بات نہیں ہے میں انکی اس حسینہ کو اغوا نہیں کر رہا۔پوری رضا مندی اور اجازت کے ساتھ چلنا مبشر کا اصول ہے" وہ اب تو اپنا امپریشن جما رہا تھا اور عنیہ لاکھ اعتماد کے باوجود مبشر سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہو رہی تھی۔عنیہ نے رضا مند سی سمائیل دی اور ساتھ ہی باہر کا رستہ تھا اور وہ دونوں باہر نکل گئے۔ کھانا وغیرہ شروع ہو چکا تھا اور سب محفل کا ایک اور جوان کسی اکیلے موقعے کی تلاش میں تھا مگر حرا تو اپنے ارد گرد والیوں کا پلو چھوڑتی ہوئی دیکھائی نہیں دی تھی۔ مگر وہ کیا کہتے ہیں کہ امید کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

****

"خالا جان، یہ حسین ہے۔ دراصل ہم نے حرا اور حسین کا رشتہ طے کر دیا ہے، خیر سے دو ہفتے بعد شادی رکھی ہے" دادی، افراح دونوں کو ہی مہرو کے نادم کو متعارف کروانے پر جھٹکا لگا تھا، افراح تو نادم کو جانتی تھی مگر دادی خود اس اچانک شادی طے ہونے پر حیرت کا شکار سی تھیں۔ نادم نے اپنے سامنے کھڑی سہمی سی حرا کو دیکھا جو شاید اس نادم کو دیکھنا نہیں چاہتی تھی تبھی کچھ دور بنی کرسی پر جا بیٹھی۔ دادی اور افراح نے اپنی حیرت ہر ممکنہ طور پر جذب کی۔

"ماشاءاللہ، اللہ پاک بچوں کی خوشیاں دائمی کرے۔ آمین" دادی نے محبت سے نادم کو دیکھ کر پیار کیا اور دعائیں دیں مگر افراح تو نادم کا حرا کو دیکھنا چیک کر رہی تھی، بھئی جاسوس جو ٹھہری۔ افراح نے ایک نظر پیچھے جا کر بیٹھتی حرا کو دیکھا جو خاصا اداس سی تھی اور پھر وہ دادی، مہرو، اور ہاجرہ کی باتوں میں لگ گئی تھی۔ نادم بھی آج کسی سے کم نہیں لگ رہا تھا، اپنی داڑھی اچھی سی جمائے ہوئے بالوں کو پونی میں قید کیے چہرے پر نکھار سجائے آج وہ اپنے کافی اچھے روپ میں تھا۔ ان خواتین کے گروپ سے آہستگی سے سرکتا ہوا وہ کچھ پیچھے ہٹا، حرا جو اپنے دھیان میں اپنے نیل سے نیل پینٹ کھرچ رہی تھی ایک دم ڈر گئی کیونکہ جناب نادم صاحب بڑی ادا سے اسکی کرسی سے پیچھے کمر سے جڑی کرسی پر جا بیٹھے۔

اس سے پہلے کہ حرا ڈر کر بھاگتی، سرگوشی سی ابھری جو حرا کے قدم باندھ چکی تھی۔ حرا تو اسے دیکھ کر سہم گئی تھی اور بات کا سوچ کر ہی وہ آدھی ہو گئی تھی۔ اب اسے پچھتاوا ہوا کہ مبشر کے ساتھ ہی چلی جاتی مگر اب فائدہ کیا، حرا کو بہت بے چین محسوس کیے وہ سرزر اسے پیچھے کیے خود باقی سب کے سامنے معزز بن کر بیٹھا ہوا تھا، کون جانتا کہ پیچھے بیٹھی حرا کا سانس سوکھ چکا ہے۔

"دو ہفتے میں نکاح ہے اور تم یوں کر رہی ہو جیسے میں کوئی خوفناک بلا ہوں" اپنے پیچھے سے نادم کی بہت نارمل انداز میں کی گئی سرگوشی حرا کو مزید رنجیدہ کر گئی تھی۔ آنکھوں کے وہ گوشے جو کچھ لمحے کو سوکھ گئے تھے، اس بندے کی سنسنی خیز بات نے پھر سے نم کیے مگر وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

"تمہیں مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں حرا، میں خوفناک لگتا ہوں لیکن ہوں نہیں" ناخنوں کو بے دردی سے چھلتی ہوئی حرا کا دل چاہا اپنے پیچھے بیٹھے بندے کا منہ بند کر دے، اسے کوئی بات نہیں سننی تھی اور اسکی اتنی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ اٹھ کر وہاں سے چلی جاتی۔ نادم اب مسلسل پشت کی خاموشی پر خاصا بیزار ہوا تھا، حرا کی زبان پر کوئی لفظ نہ تھا۔

"بول بھی لیتی ہو یا گونگی لڑکی متھے لگ گئی ہے میرے" اب تو نادم کی آواز سے بھی خفگی ابھری تھی، حرا ہنوز نیل پینٹ چھیل چھیل کر ناخن خالی کر رہی تھی۔ نادم نے کمر ہٹا کر گردن گمائی تو ایک نظر سر گرا کر ہاتھوں کو حرکت دیتی حرا پر گئی تو وہ بے اختیار مسکرا کر اٹھ گیا۔

"تمہیں تو اب ایک ہی بار دیکھ لوں گا" دل میں وہ ایک بار پھر خود کو تسکین دیتا ہوا وہاں سے چلا گیا اور وہ گیا تو حرا نے کانپتے ہوئے گردن موڑی مگر پھر فوراً سے بیشتر ہٹا کر پوری رفتار کے مہرو تک پہنچی۔ حرا کا دل سخت دھڑک رہا تھا، وہ مزید سہمی اور ڈری لگ رہی تھی۔ دوسری طرف ہزل نے زیان، عریش اور خضر کو سٹیج پر مبارک کے ساتھ ساتھ رات ہیڈ کوارٹر پہنچنے کا آرڈر بھی دے دیا تھا۔

****

"ہیو آسیٹ" وہ واقعی دومنٹ کی ڈرائیو پر ہی آئے تھے، یہ ایک چھوٹا سا کیفے تھا۔ مبشر اسے کہتا ہوا خود بھی ویٹر کو ہاتھ ہلاتا بیٹھ گیا۔ عنیہ نے ایک مسکرائی نظر ادھر ادھر ڈالی اور اپنے ہاتھ میز پر رکھ کر ٹھوڑی اٹکا کر بیٹھ گئی۔ مبشر نے اسکے لیے آئس کریم اور اپنے لیے کافی کا آرڈر پلیس کر کے سامنے عنیہ کے بیٹھنے کا انداز دیکھ کر مجسم تبسم بنا۔

"تھینک یو، ویسے آپ نے آئس کریم نہیں منگوائی" عنیہ مبشر کی خود پر توجہ سے نظریں رکھنے پر کچھ کمفرٹ فیل نہیں کر پا رہی تھی تبھی خود کو زرا پر اعتماد کرتی مسکرا دی۔ مبشر جانتا تھا کہ بھلے وہ باہر رہ کر آیا ہے اور آزاد خیال

ہے مگر اسکے سامنے ایک پر اعتماد مگر سمٹی سی مشرقی لڑکی ہے جسکا ماحول یوں کھلا ڈھلا نہیں ہے پھر بھی وہ اسے سب کی اجازت سے لے کے آیا تھا۔

"میں بچہ تھوڑی ہوں جو آئس کریم کھاوں" ھائے انیس سال کے ہو کر بھی ادائیں تو تیس سال کے ساحر مرد سی تھیں پتا نہیں جب یہ مزید جوان ہو کر کونسے ظالم وار کرنے والا تھا۔ خود کو بڑی شان بے نیازی سے کہتا ہوا وہ اترایا جس پر عنیہ کی بتیسی بنا دعوت کے باہر گری۔

"مطلب آپ ان ڈائریکٹلی عنیہ کو بچی کہہ رہے ہیں۔ ھاھا میں تو مانتی ہوں کہ میں بچی ہوں نو ایشو" مبشر کو عنیہ کا پر اعتماد اور چارمنگ ہونا بہت پسند آیا تھا اور اسکی ایک خوبی تھی کہ وہ بات کرتے ہوئے مسلسل مسکرا کر دیکھتی تھی۔ کیا جانے کہ کس شیر جوان کو ہلا گئی تھی وہ بھی اتنے سے حسن کے ساتھ، ابھی تو محترمہ کا مزید آفت بننا باقی تھا۔ عنیہ کی بات پر وہ ہنس دیا، اسی دوران ویٹر کافی اور آئس کریم بھی رکھ گیا تھا۔ عنیہ نے مقابل کی پر اسرار خاموشی کھوجتے ہوئے آئس کریم کی بائیٹ لی تو وہ بھی کیپچینو کپ پر بنا دل چمچ ہلا کر تباہ کر گیا۔

"یو آر ناٹ آ چائلڈ، سون یو بیکم مائی ہارٹ بیٹ (تم بچی نہیں ہو، تم جلد میری دھڑکن بن جاو گی)" خاموشی جاری رہی مگر مبشر کے دل تاروں کے سنگ راگ الاپ رہے تھے۔ عنیہ بھی مسکرا کر آئس کریم میں مگن تھی، مبشر اس وقت کو اپنی یاداشت میں رقم کر رہا تھا۔ ممکن تھا کہ یہ اسکی اس ٹرپ میں عنیہ سے آخری ملاقات تھی کیونکہ دو ہفتے بعد حرا کی شادی کو اٹینڈ کر کے خود مبشر کی انگلینڈ واپسی تھی۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے عنیہ، مے آئی" کچھ دیر وہ دونوں ہی چپ رہے اور پھر مبشر کی پورے اعتماد سے کہی اس بات پر عنیہ بھی ہاتھ روکے زرا سنجیدہ ہو کر متوجہ ہوئی تھی۔

"لو جی، ہم فرینڈز ہیں آئی تھنک۔ اب کیا آپ بات سے پہلے اجازت لیں گے، کہیے کیا کہنا ہے آپکو" عنیہ صاحبہ زرا آرام سے محترمہ، یہ سامنے جو بیٹھا تھا یہ واقعی بڑا اخطرناک تھا۔ عنیہ نے گویا اسے کہنے کی جانب مزید ابھار ڈالا تھا، مبشر جو کچھ دیر پہلے مطمئین سا تھا اب زرا بے قرار سا لگا تھا۔ عنیہ تو سراپا تجسس تھی کہ مبشر کیا کہنا چاہتا ہے۔

"آئی نو تم لڑکیوں کی زندگی تم لوگوں کے اختیار میں کم ہی ہوتی ہے، لیکن میں چاہتا ہوں تم پھر بھی اپنی زندگی کا اختیار مجھے دو۔۔۔ آئی نو یہ بات تمہیں عجیب، جذباتی اور بے موقع لگے گی لیکن آئی جسٹ وانٹ ایشورٹی اباوٹ یو، میں کسی قیمت پر تم جیسی دوست گنوانا نہیں چاہتا۔ اینڈ آئی پرامسس وقت سے پہلے میں بات دوبارہ کبھی نہیں کروں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آئی جسٹ وانٹ ٹو سے آئی ول میری یو ان مائی فیوچر" عنیہ تو اپنی جگہ جم چکی تھی۔ اسے اندازہ نہ ہو سکا کہ زیادہ سرد وہ ہے یا اسکے سامنے پڑھی آئس کریم۔ مبشر اسے سیدھا یہ سب کہہ دے گا اسے زرا اندازہ نہ تھا، عنیہ کا سارا اعتماد ہوا ہو کر پریشان سا تاثر بنا اور وہ سر جھکائے تذبذب کا شکار تھی، مبشر تو یوں بے چین تھا جیسے ناں ہو گئی تو نا جانے کیا ہو جائے گا۔

"یہ آپ، آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہمیں چلنا چاہیے" عنیہ کے چہرے کا رنگ فق تھا اور وہ اس سچویشن سے بھاگ جانا چاہتی تھی، مبشر بجلی کی رفتار سے اٹھ کر عنیہ کے ساتھ والی کرسی پر آکر بیٹھا تو وہ باقاعدہ گڑبڑا کر

سرک گئی۔ مبشر شدید الجھن زدہ ہوتا ہوا اسکا ہاتھ پکڑ کر اسے بلکل سن کر گیا تھا۔عنیہ تو اڑی صورت کے سنگ کبھی مبشر کو دیکھ رہی تھی کبھی ہاتھ کو۔

"آئی ایم سوری، مجھے بس تمہارا انتظار چاہیے۔ تم میرے علاوہ کسی کی مت ہونا بس یہ کنفرمیشن چاہتا ہوں، آئی پرامس عنیہ کہ تمہاری چاہ تک میں کوئی حد پار نہیں کروں گا۔یو نو میں بہت ڈرپوک ہوں، بلکل اپنی پسند کا اظہار بھی نہیں کرپاتا۔زندگی میں پہلی بار اپنی کسی پسند کا نا صرف اظہار کیا بلکے اسے اپنے نام لگانے کی خواہش بھی کی ہے" وہ دیوانہ ہو رہا تھا اور عنیہ یوں مبشر کے اظہار پر شدید بے چین سی تھی، اسے مبشر کے لہجے میں عجیب جنون سا دیکھائی دیا۔عنیہ اپنا ہاتھ چھڑوا کر مضبوط سا چہرہ لیے مزید دور ہوئی تو مبشر نے ایک لمبی سانس کھینچی۔وہ شاید اسکی بات سمجھی نہیں تھی۔

"یہ پاکستان ہے مبشر، یہاں یوں پبلک پلیس پر آپ کسی دوست کا بھی ہاتھ پکڑیں تو دیکھنے والا مشکوک سمجھتا ہے۔اور پلیز آپ مجھ سے یہ کیسی عجیب بات کر رہے ہیں، مجھے اس بارے میں ابھی کچھ نہیں سوچنا۔مجھے نہیں آنا چاہیے تھا، میں نے آپکو دوست سمجھا اور آپ۔۔۔۔ میں صرف آپکی دوست بنی ہوں یہ آپ مجھے کیا بنا رہے ہیں۔پلیز واپس جانا ہے مجھے"عنیہ سخت خفا اور برہم تھی اور مبشر سخت شکست خوردہ تھا کہ وہ اپنی کوتاہی سے سب برباد کر گیا تھا۔

"عنیہ میں تمہیں سمجھا نہیں پایا لیکن پلیز مجھے غلط مت سمجھو" مبشر کو خود پر سخت غصہ آیا تبھی اسکی پیشانی تن چکی تھی، عنیہ نے دکھی ہو کر ایک تیر نظر مبشر پر ڈالی جو مبشر کے دل میں گڑھ گئی تھی۔

"اب چل رہے ہیں یا میں خود چلی جاوں" سپاٹ انداز میں عنیہ اٹھ کر سختی سے بولی تو مبشر بھی چاروناچار والٹ کھول کر پیمینٹ رکھتا ہوا بے دلی سے گاڑی کی سمت چل پڑا۔ خود پر اسے رہ رہ کر تپ چڑھ رہی تھی اور دو منٹ کا یہ فاصلہ چبتی خاموشی کے سنگ گزرا تھا۔ عنیہ ساتھ بیٹھی تھی مگر غصے سے اسکا چہرہ سرخ تھا، مبشر کا دل چاہا گاڑی کہیں دے مارے۔ گاڑی ریسٹورینٹ کے باہر رکی تو عنیہ نے جلدی سے نکلنا چاہا مگر مبشر یوں اسے غلط فہمی میں نہیں چھوڑ سکتا تھا تبھی اسکی بازو مضبوطی سے پکڑے کھینچ کر اپنے مقابل لایا۔ عنیہ جو پہلے ہی افسوس، دکھ میں لپٹی ہوئی تھی اس جھٹکے پر کراہ کر رہ گئی۔ وہ ان سے دگنی تگنی طاقت رکھتا تھا، عنیہ کو شدید خوف آیا۔ دادی کی باتیں اسکے ذہن میں گردش کرنے لگیں۔ عنیہ کو لگا کسی نے اسکا دل دبوچ ڈالا ہو، مبشر شدید کملایا ہوا تھا۔

"تم مجھے غلط مت سمجھو، میرا مقصد تمہیں ڈرانا یا ہرٹ کرنا نہیں تھا۔ میں کچھ دن میں واپس چلا جاوں گا، مجھے بس تمہارا اتنا سا جواب چاہیے کہ تم میری رہو گی۔ عنیہ میں بس تمہیں کھونا نہیں چاہتا تبھی تم سے یہ ایک فیور چاہتا ہوں" عنیہ نے مبشر کے چہرے کی بے بسی دیکھ کر اپنا غصہ کچھ لمحے کو کم کیا اور اداس سا ہو کر گردن گھما گئی۔

"پلیز چپ مت رہو، میں دوبارہ تم سے نہیں مل پاوں گا۔ تمہیں حق ہے اپنی زندگی کا، اور ممکن ہے کوئی مجھ سے لاکھ درجے بہتر آجائے مگر تم کسی کی مت ہونا" مبشر سب کہہ رہا تھا پر اصل بات اسکے ہونٹوں پر آنے سے

گریزاں تھی۔ عنیہ کا دل چاہا اب اپنا سر کہیں دے مارے۔ عنیہ مسلسل اپنی بازو چھڑوا رہی تھی مگر مبشر کو چین بس عنیہ کا جواب دے سکتا تھا۔

"سٹاپ دس مبشر، پلیز آپ مجھے ہرٹ کر رہے ہیں۔ ہو کیا گیا ہے آپکو" عنیہ اب روہانسی ہو کر چلائی تھی، یہاں تک کہ دکھ اسکی آنکھوں میں امڈ آیا تھا۔ مبشر خود کو ایک بار پھر ناکام ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

"تم مجھے میرا جواب دو، پلیز" سختی سے کہہ کر وہ اپنی پیشانی کی رگیں تان چکا تھا، عنیہ تو غصے اور برہمی سے لال ہو چکی تھی۔

"آپ میری بازو چھوڑیں، آپ اپنی حد پار مت کیجئے۔ میں نے آپکو دوست کہا ہے مجھے شرمندہ مت کریں" عنیہ تو اس بے جا زور زبردستی پر تلملا اٹھی تھی اور مبشر سخت تاسف زدہ تھا۔

"عنیہ فار گاڈ سیک، میں تمہیں حد پار کرنے والا لگتا ہوں کیا۔۔۔ یار میں تو تم سے بس جواب چاہتا ہوں" مبشر اسکی کڑی اور خونخوار نظر سے بے نیاز ہنوز اپنی بے بسی لیے تھا۔

"جب وقت آئے گا تب دیکھیں گے، آج کے بعد اگر آپکو میری دوستی چاہیے ہوئی تو ایسا کچھ کہنے یا کرنے کا مت سوچیے گا" ایک ہی جھٹکے سے مبشر نے اسکی بازو چھوڑ کر فوراً سے پیچھے ہوا اور عنیہ اسکے ہاتھوں کو دیکھ کر خوف کھا گئی جو سٹیرنگ پر بہت بری طرح جکڑے گئے تھے۔ وہ اپنی بازو سہلاتی ہوئی ایک رنجیدہ نظر مبشر کے چہرے پر ڈالتی ہوئی گردن موڑ کر دروازے کو پش کر رہی تھی مگر وہ لاک تھا۔ ایک بار پھر وہ خوفزدہ ہو کر ترنت مڑی جہاں وہ پتھر بنا بیٹھا تھا۔

"لاک اوپن کریں، مبشر آپکو سنائی نہیں دے رہا" عنیہ اپنے خلق سے لگی آواز کے باوجود بہت اونچا بولی مگر مبشر پتھر بنا ہوا تھا۔ عنیہ کو اب سچ میں سنسنی سی محسوس ہوئی، خود کو وہ اب غیر محفوظ سمجھتی ہوئی باقاعدہ بے دردی سے لاک کھولنے کی کوشش میں تھی۔ مبشر نے ایک نظر پھیر کر عنیہ کو دیکھا جو بس رو دینے والی تھی، مبشر نے لاک ایک ہی جھٹکے سے کھولا تو عنیہ نے نم آنکھوں سے اس بندے کو دیکھا جس پر عنیہ کو صرف افسوس تھا۔

"مجھے مایوس مت کرنا عنیہ، یو آر اونلی مائین" بنا رخ پھیرے مبشر کے منہ سے ایسے الفاظ گویا عنیہ کے دل و دماغ پر اچانک افتاد بن کر صدمہ اتار چکے تھے۔ عنیہ تو شدید حیرت اور دکھ میں تھی۔ ایک شدید تلخ اور سخت دکھی نگاہ وہ مبشر پر ڈالتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ مبشر نے تکلیف دہ چہرہ گھما کر اسے تیز تیز اندر جاتے دیکھا۔

"یہ کیا کر دیا ہے مبشر، اومائی گارڈ" اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے جکڑے وہ سخت بے جان تھا، اچانک نظر ساتھ سیٹ پر پڑی چمکتی سی کسی چیز پر گئی تو مبشر نے فوراً سے پہلے جھک کر اسے اٹھایا۔ وہ نازک سا بریسلٹ تھا جو شاید اسکی بازو سے کھل کر گر پڑا تھا۔ مبشر نے ایک نظر پھر سے باہر ڈالی جہاں عنیہ گئی اور وہ بریسلٹ بڑی احتیاط کے ساتھ اپنا والٹ کھول کر اس میں رکھتا ہوا خود بھی گاڑی سے نکلا اور لاک کرتا ہوا چہرے پر مطمئین تاثر لائے اندر بڑھ گیا۔ اسکے بعد پورے فنکشن کے دوران عنیہ نے مبشر کی سمت دیکھا تک نہ تھا، دوسری طرف مبشر ایک نئی فنٹیک ڈالنے کا دل ہی دل میں قصد کر چکا تھا جو جلد کھلنے والی تھی۔

****

فنکشن کے بعد سب خضر کی طرف ہی آئے تھے اور مہرو کا کچھ سامان بھی وہیں تھا تو چاروناچار جلال کو بھی آنا ہی پڑا مگر وہ خضر کے گھر کے اندر جانے کے بجائے لان میں ہی رک گئے اور مہرو کو جلدی آنے کا کہا تھا۔ دادی، عنیہ اور جنت بھی بس کچھ دیر تک خضر کے ڈرائیور کے ساتھ واپس مری جانے والے تھے۔ جلال کو باہر لان میں دیکھ کر خضر بھی وہیں آگیا تھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو دونوں کے چہروں کی سختی مزید بڑھی تھی۔ خضر چاہتا تھا کہ وہ حرا کو لے کر اپنی کوشش کرے ورنہ حرا کی روتی اور سسکتی آہیں اسے بے سکون رکھنے والی تھیں۔

"آپ آئے اس کے لیے بہت شکریہ" خضر نے بات خود ہی شروع کی جس پر جلال گردن موڑے ایک متاثر سی نظر خضر پر ڈال رہے تھے جو آج پہلی بار یہ شکریہ کا لفظ بول کر انھیں خاصی حیرت میں ڈبو چکا تھا۔

"ہنہ، میں یہاں اپنی فیملی کے آگیا ہوں۔ وہ میرا فیصلہ مان گئے تو سوچا تھوڑی خوشی پر انکا بھی حق ہے" جلال کے لہجے کی ناپسندیدگی ابھی بھی چیخ چیخ کر خضر کو سنائی دی تھی۔ خضر نے اپنا غصہ آج بے حد قابو رکھنا تھا بس تبھی دو قدم مزید چلتا ہوا انکے قریب آیا۔

"آپ کی غلط فہمی ہے۔ فیصلہ سننے اور ماننے میں فرق ہوتا ہے۔ حرا اس فیصلے سے بلکل راضی نہیں ہے آپ نظر ثانی کریں۔ وہ آپکی بیٹی ہے اس کے ساتھ ایسی ناانصافی میری سمجھ سے باہر ہے" خضر کا لہجہ تو جلال سے بھی

مضبوط تھا، جلال تو برہم ہونے کے بجائے الٹے تمسخر سے ہنس دیے تھے۔ انکی ہنسی دیکھ کر خضر کے ماتھے پر بل پڑھے، جلال عین خضر کی آنکھوں میں دیکھ کر فوراسے بیشتر سنجیدہ ہوئے۔

"واہ بھئی، دیکھو تو زرا بہن کا حمایتی آیا ہے۔ بڑی جلدی بہن کی یاد آگئی تمہیں۔ کل تک تو تمہیں مجھ سے اور میرے بچوں سے حسد تھا اور آج تم منہ اٹھا کر مجھے میرے فیصلے کے غلط ہونے کی اطلاع دے رہے ہو۔ ہو کون تم میرے کیے فیصلے پر اعتراض اٹھانے والے" جلال نے بات اچک کر ہتک آمیز رویہ اپنا کر ایک بار پھر خضر کو غضبناک ہونے کی دعوت دی تھی، سچ میں خضر کے بس میں ہوتا تو آج واقعیٔ وہ اس شخص کا گریبان پکڑ لیتا۔ مہرو، مبشر اور حرا کو سی آف کرنے باقی بھی لان کی طرف آئے مگر ان دونوں کی گرما گرمی دیکھ کر وہیں ٹھہر گئے۔

"آپ میری بات کو غلط رنگ مت دیں مسٹر جلال، وہ لڑکا حرا کے قابل نہیں ہے۔ اس سے دس سال بڑا لڑکا، فارگارڈ سیک۔ ابھی حرا کی عمر ہی کیا ہے، اتنا بے حس فیصلہ اسکی خوشیاں نچوڑ لے گا۔ وہ آپکی سگی بیٹی ہے کچھ تو خیال کریں" خضر کا لہجہ بھی جلال کے مسلسل برے رویے پر تلخ ہوا تو باقی سب بھی پریشان سے ہوئے۔

"وہ حرا کے قابل ہے یا نہیں، تم اس سب میں بولنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ لہذا اپنی یہ دخل اندازی کہیں اور جا کر کرو۔ حرا کی شادی نادم حسین سے ہی ہوگی اور اگر کوئی اس کے بیچ آیا تو مجھے بہت برا پائے گا۔ خاص کر تم اپنی ٹانگ اڑانے کی جرت مت کرنا۔۔۔ چلو" ایک ایک لفظ حقارت میں لپٹا کر وہ خضر کو بہت بے عزت کر کے ان تینوں کو سختی سے حکم دیتے نکل گئے تھے سب ہی پریشان تھے مگر حرا تو پھر سے مہرو کے سینے سے لگی رو دی تو

دادی نے آگے بڑھ کر اسے چپ کروانا چاہا۔ خضر کی آنکھوں میں غصے کو ضبط کرنے کے باعث سرخی اتر گئی تھی اور اسکا دل ایک دھاڑ مارنے کو کیا تھا۔ مہرو خود روئی سی خضر کو رنجیدگی اور بے بسی سے دیکھتیں سب کو بائے کہتیں نکل گئیں۔ مبشر اور حرا بھی چاروناچار بوجھل سے باہر نکل گئے۔ آئرہ نے خضر کے قریب آنا چاہا مگر وہ مٹھیاں بھینچ کر سخت دکھی ہوتا ہوا اندر بڑھ گیا۔ باقی سب بھی ایک ایک کر کے اندر چلے گئے۔ ابھی دادی لوگوں کے جانے کے بعد ستارہ آج سے اپنی ڈیوٹی سنبھالنے والی تھی مگر ابھی عریش نے جنت کو انکے ساتھ نہ جانے کی نیوز دے کر رنجیدہ کرنا تھا۔

****

"جنت چلو ہم بھی نکلتے ہیں، چلو بچو اپنا خیال رکھنا پھر۔ اور عریش اب تمہاری جنت ہے میرے پاس اس لیے جلدی اپنے کام ختم کر کے آنا" وہ سب لاونج میں ہی تھے جب دادی کی بات پر جنت نے پتھرائے تاثر کے ساتھ عریش کو دیکھا جو کن اکھیوں سے جنت کے تاثر پر کھ رہا تھا۔

"کیا مطلب دادی، یہ ہمارے ساتھ نہیں جا رہے" جنت اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ تر کی بہ تر کی بول پڑی جس پر سب ہی مسکرائے تھے۔ خضر شاید کمرے میں تھا اور جب اسے غصہ آتا تھا تو وہ کچھ دیر اکیلا رہ کر اس غصے کو پیتا

تھا۔عنیہ تو مبشر کے رویے سے خاصی بجھی ہوئی تھی،اور سب کو لگ رہا تھا کہ تھک گئی ہے حالانکہ وہ ہرٹ تھی۔دادی نے آسودگی سے جنت کی پیشانی چومی اورہاں میں سر ہلایا جس پر جنت بھی بجھ گئی تھی۔

"میں اپنا بیگ لے آوں"جنت بمشکل اپنا رونا قابو کرتی بولی تو دادی نے سر ہلایا جس پر وہ کمرے کی سمت بڑھ گئی۔عریش کی نظریں اسی کا تعاقب کر رہی تھیں،زیان نے ایک آنکھ مار کر عریش کو پیچھے جانے کا کہا تو دادی سمیت خود عریش بھی بتیسی نکال کر جنت کے پیچھے کمرے میں بھاگا۔

"لو دادی جان،ہن آدھا گھنٹہ ٹھہر جاو"افراح کی شرارت سے کہی بات پر وہ سب بیٹھتے ہوئے ہنس دیے جبکہ آئزہ کا دھیان ابھی بھی خضر کی جانب اٹکا تھا۔عریش اجلت سے لمبے ڈگ بھرتا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر گیا تو وہ جو شاید رونے میں مشغول تھی ہڑبڑا کر پلٹی۔ھائے عریش سے جدائی پر ان آنکھوں کی سرخی نے تو من چلے کو مدہوش کر دیا تھا۔جنت اسے برہمی سے دیکھتی ہوئی اپنا بیگ لیے فرار ہونے لگی تھی مگر اتنے دن کی جدائی کا کچھ توصلہ ملنا چاہیے تھا۔ایک ہی جھٹکے سے وہ جنت کی نازک کلائی پکڑ کر کھینچ چکا تھا۔وہ عریش کے سینے سے ٹکرائی اور اسکا بیگ فرش پر گر گیا۔عریش اس کا جھکا چہرہ اوپر کیے شدت سے اسکی پیشانی چومے مسکرایا جو یوں عریش کے ساتھ نہ جانے پر ہلکان سی تھی۔اسے جنت پر بے حد پیار آیا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں،مجھے آپ سے بات نہیں کرنی"اس قدر پیار کے باوجود وہ رو پڑی تھی اور عریش اس نمونی پر ہنستا چلا گیا جو اسے اور تپا گیا تھا۔

"ھاھا جنت یار رو تو مت، مجھے یہاں کام ہے ورنہ میں تم سے دور نہیں رہ سکتا سچ میں" عریش کو تو اپنی اتنی اہمیت پر بے شمار پیار آرہا تھا۔ جنت تو اپنا جھکا منہ مزید جھکا کر رونے میں مشغول تھی، عریش اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرے قریب ہوا تو جنت کرنٹ کھائے پیچھے ہٹی مگر عریش نے اس زیادتی پر اسے بلکل بھی نہیں بخشا تھا۔

"آپ مجھے بھی ساتھ رکھ لیں ناں، میں آپکے بنا کیا کروں گی" جنت کے عمل پر متضاد بیان نے ساکت کیا جس پے عریش پھر سے ہنس کر اب کی بار اسے مکمل جکڑ کر بازووں میں قید کر چکا تھا کہ اگر جنت زرا سی جنبیش دیتی تو دونوں کا چہرہ ٹکرا جاتا۔

"تم ساتھ رہی تو میں کام نہیں کر سکتا۔ جانتی تو ہو کتنا بہکا ہوا مزاج رکھتا ہوں، میرے بنا تم مجھے مس کرنا اور کیا" عریش بلکل سنجیدہ نہ تھا اور وہ اب دھاڑ مار کر رونا چاہتی تھی۔

"چھوڑیں مجھے، میں پھر آپکی کچھ نہیں ہوں۔ میں بہت رووں گی بہت رووں گی، کھانا بھی نہیں کھاوں گی" جنت آج تو بلکل کاکی نمبر ون بن رہی تھی، ایک تو ظالم آج ہلکے سے ڈل گرین لہنگے میں آفت لگ رہی تھی اور اب دوپٹہ شانوں پر لہرا رہا تھا۔ عریش کا دل ایک لمحے کو یہی کیا کہ جاتے جاتے تھوڑی بدتہذیبی کر ہی دے مگر وہ اب اتنا بھی شوخا نہ تھا۔ جنت کے لاڈ دیکھ کر اسے خود کو سنبھالنا مشکل لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے کر لینا یہ سب، جس دن تم نے ایسا کیا اسی دن میں آوں گا واپس اور پھر جو تمہارے ساتھ ہو گا وہ تم سہہ نہیں پاو گی" عریش ایک لمحے میں دو معنی انداز لیے جنت کی آنکھوں میں جھانکے بولا تو جنت واقعی سن ہو کر سمٹ گئی۔ چہرے کی اڑی ہوائیاں دیکھ کر عریش نے اسکی گال پر جھک کر شرارت کی اور وہ تڑپ کر رہ گئی۔

عریش سے دور جانے پر رونے والی جنت اسکے قریب ہو کر بھی بے جان تھی، وہ تو ہر شدت لٹانا چاہتا تھا مگر جنت کی لرزتی پلکیں اور جھینپے وجود پر رحم کھاتے ہوئے وہ اسے گرفت سے نکال کر اسکا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں عریش" پھر سے جنت کی آنکھیں نمی سے بھریں اور چھلک گئیں۔ عریش تو اس رونی صورت کو سمجھ نہ پایا کہ آخر یہ چاہتی کیا ہے۔

"ہاں وہ تو ہوں، ولیمے والے دن اپنی ہاٹ دلہن کو چھوڑ رہا ہوں لیکن میں جلد آکر سارے حساب پورے کروں گا۔ دادی اور عنیہ اب تمہارے حوالے ہیں، انکا خیال رکھنا اور میری پاگل سی جنت کا بھی" پہلی بات تو خود عریش نے شریر انداز میں کی مگر سچ میں وہ اس سجی سنوری جنت سے جدائی ہرگز نہ چاہتا تھا مگر انکے لیے ڈیوٹی سب سے اہم تھی۔ بہت پیار سے وہ جنت کا ہاتھ پکڑے اسکی بجھی صورت کو پکرے کہا تو وہ ترنت روئی سی ہاں میں سر ہلائے عریش کے ساتھ لپٹ گئی۔ خود عریش پر سکون ہوا کہ جنت سمجھ گئی تھی۔

"جنت کا خیال آپ خود رکھیں باقیوں کا رکھ لوں گی" سینے سے لگ کر رگ جان سی جنت بہت کم وقت میں عریش کا سب کچھ بن گئی تھی۔ عریش خود مسحور کن انداز میں اس نازک جنت کے گرد گھیر اڈالے خود میں محلول کر گیا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں جلدی آجاؤں گا۔ رونا مت ٹھیک ہے" عریش بہت پیار سے جنت کہ طرف چہرہ کیے اپنی تسلی چاہتا تھا اور وہ بھی اب سینے سے الگ ہو کر بے دردی سے اپنا ناک رگڑتی اور آنکھیں سکیڑ کر اثبات میں سر ہلا چکی تھی۔

"چلو اب سب ویٹ کر رہے ہیں، مجھے جاتے جاتے بھی ٹرخا دیا ویسے تم نے، کیا ہو جاتا جو مجھے بھی تھوڑی عملی محبت مل جاتی۔ ویسے تو بڑا کہتی ہو کہ مجھ سے لو ہے" عریش صاحب اچھے بھلے جنت کو مزہ چکھاتے چکھاتے رہ گئے اور اب جنت کو دیکھ کر وہ بڑے افسردہ انداز میں جتا بھی گیا تھا جس پر جنت نے سر اٹھا کر عریش کو دیکھا۔

"مجھے آپ بہت یاد آئیں گے، میری ساری محبت آپکے لیے ہے عریش۔ لیکن مجھے خود سے دوبارہ کبھی دور نہ کریے گا۔ آپ مجھے اپنے کام کا واپسی پر بتا دیجیۓ گا۔ آئی ریکوسٹ" جنت کی اداسی تو عریش کے لیے واقعی اب پریشانی بن رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ جنت کچھ اور بولتی، عریش نے اسے بازوؤں میں اٹھا کر بیڈ تک لے گیا۔ جنت کو لگا اسکا سانس بند ہوا ہے وہ بے جان اور نڈھال سی عریش کی بے خودی سے کانپ گئی تھی۔ عریش اسے بہت نارمل انداز میں بیڈ پر لٹا کر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے جھکا تو گویا جنت کی جان نکل گئی تھی۔

"ع۔۔۔ عریش۔ یہ کیا۔۔۔۔" جنت کی ہکلائی آواز تب دبی جب عریش اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر شدید سنجیدہ ہوا۔ وہ عریش کے قریب آتے ہی اسکی شرٹ جکڑ کر اسے پیچھے ہٹاتی ہوئی اٹھ گئی اور اپنا دبا ہوا سانس تیز تیز دھڑکن کے ساتھ بحال کرتی رخ پھیر کر بھاگ گئی۔ عریش مسکرا کر اس لرزتی جنت تک پہنچا اور اسے

بازوؤں میں بھرے اپنا چہرہ جنت کے چہرے سے ملائے باقاعدہ ہنسا جس پر جنت کا دل کیا عریش کا یہی سر کچل دے۔

"سوچ لو، میرے ساتھ رہی تو یہی ہو گا جس کا سوچ کے ہی جان نکل گئی تمہاری۔ اس لیے خوش ہو جاو آزادی مبارک۔ چلو اب ورنہ یہیں سارے حساب پورے کر دوں گا" عریش تو بچاری جنت کی سانس خشک کرنے میں اچھا خاصا کامیاب تھا اور وہ واقعی اب مکمل رونا بند کر چکی تھی۔ دل میں وہ اپنی اس بے حد پیاری جنت کا صدقہ اتارتا ہوا بڑے اتراتے انداز میں بولا اور اسے ساتھ لیے باہر نکل گیا۔ جنت کو بھی اس ٹریلر کے بعد چلے جانے میں ہی عافیت لگی تھی۔

****

سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے تھے۔ اب وہ پانچوں ہی الگ الگ ہیڈ کوارٹر پہنچنے والے تھے۔ عریش پہلے ہی نکل گیا تھا جبکہ اس کے جانے کے دس منٹ بعد افراح اور زیان بھی روانہ ہو گئے۔ یہ سب ہیڈ کوارٹر الگ الگ ہی جاتے تھے جو انکی ڈیوٹی کا حصہ تھا، آئرہ بھی اپنا ڈریس چینج کر کے جینز شرٹ اور گلے میں رول اسکارف لیے بالوں کو جکڑ کر پونی بنائے ریڈی تھی جبکہ خضر کا موڈ کافی آف تھا، وہ بھی بس ریڈی ہو رہا تھا۔ آئرہ جانتی

تھی کہ خضر اپنی سچویشن نہ بھی بتائے تب بھی اسکے چہرے سے اسکے اندر کی تھکن باہر نظر آجاتی تھی۔ آئرہ جیکٹ پہنے مڑی تو خضر کو نہایت سنجیدہ انداز میں جینج کر کے باہر آتا دیکھ کر فوراً سے پہلے خضر تک پہنچی جو اب ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنا فون اور گاڑی کی چابی جیکٹ کی جیب میں ڈال رہا تھا۔

"خضر، بس کرو ناں" آئرہ اسکے کندھے سے لگتی ہوئی بہت پیار سے اسکا چہرہ اپنی جانب موڑے بولی تو وہ مزید بوجھل ہوا تھا۔ آئرہ ان سیاہ آنکھوں کی اداسی نہیں دیکھ پاتی تھی۔

"بہت وقت بعد بہن ملی تھی اور جب واقعی ایک بھائی کا فرض نبھانے کی باری آئی تو میں ناکام ہو گیا آئرہ۔ کاش میں اس معاملے میں یوں بے بس نہ ہوتا، کیا ایسے ہوتے ہیں بھائی" خضر کے لہجے میں صاف دکھ تھا، ہار تھی۔ وہ جلال احمد کی ہر زیادتی سہنے پر بری طرح مجبور تھا کیونکہ وہ مہرو کو مزید دکھ نہیں دے سکتا تھا۔ خضر کے شکستہ سوال نے آئرہ کا دل بھی تکلیف سے دوچار کیا تو وہ بے قراری سے خضر کا کندھا چھوڑے اسکے مقابل آئی اور اسکا چہرہ ہاتھوں سے پکڑے اداس سا مسکائی۔

"خضر یہ سب ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی معاملے میں بے بس ضرور ہوتا ہے۔ تم بہت اچھے بھائی ہو، ایسا مت سوچو۔ ہو سکتا ہے اللہ کے اس فیصلے میں کوئی بڑی مصلحت ہو، تم نے اپنی کوشش کی ہے اب سب اللہ پہ چھوڑ دو۔ جلال انکل ایک نہ ایک دن تم سے اپنے رویے پر شرمندہ ضرور ہوں گے، جتنا وہ تمہیں دکھ دیتے ہیں اتنا دے کر کوئی اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا" آئرہ اسکا ہر دکھ خود سمیٹ لینا چاہتی

تھی مگر وہ دکھ اور تکلیفوں بہت مانوس رہ چکا تھا۔ نہ وہ انھیں چھوڑتا تھا اور نہ تکلیفیں خضر خاقان کا پیچھا چھوڑنے پر راضی تھیں۔

"ہاں، ایسا ہی ہے۔ لیکن مجھے دکھ ہوتا ہے کہ وہ کیسے انسان ہیں۔ کوئی اتنا بے رحم کیسے ہو سکتا ہے" خضر کا دل ہنوز غمگین تھا اور اب آئرہ بھی آہستگی سے اس کے سینے سے لگ کر اثبات میں سر ہلا گئی۔ خضر نے یوں سینے سے لگتی آئرہ کے گرد بازو پھیلائیں جو اس بات کا ثبوت تھا کہ اب وہ پہلے سے کچھ بہتر ہے۔

"بے رحمی کا بہت اونچا لیول ہوتا ہے خضر، ایسوں کے دل خود غرض ہوتے ہیں۔ تم پریشان مت ہو، حرا کے لیے دعا کرو۔ اللہ پاک نے چاہا تو وہ کچھ بھی برا نہیں ہونے دیں گے" آئرہ خود اداسی میں لپٹ کر بہت آہستہ آواز میں بولی جس پر خضر پورا متفقہ دیکھائی دیا تھا۔

"ان شاء اللہ، ہماری شادی بھی تھرل، ٹریجڈی اور ایکشن کی نظر ہو گئی ہے۔ میں تو ٹھیک سے تمہارے لیے کچھ کر بھی نہیں پاتا آئرہ، آئی نو یو انڈرسٹینڈ می" وہ آئرہ کو تحیر سی سیاہ نگاہوں میں سموئے سامنے لایا اور اسکی ٹیل پونی سے لہراتے بالوں کو چھو کر آئرہ کے کندھے پر ڈالے زرا پشیمان سا تھا۔ آئرہ موہنا سا مسکرا دی۔

"یس مائی لوو، آئی انڈرسٹینڈ یو کمپلیٹلی۔ میری ٹینشن مت لیا کرو، آئرہ تمہارا سایہ ہے اور رہے گی۔ جسکے ہونے کی وجہ تمہاری موجودگی کے ساتھ روشن رہنا بھی ہے۔ تم مکمل آسودہ رہو، ہمیشہ خوش رہو اور میرے رہو" وہ بنارکے آواز کے دلفریب اتار چڑھاو کے ساتھ خضر کو بہت بہتر کرتے بولی جس پر اس ہنڈسم کے ہونٹ بھی

مسکراہٹ دیتے دیکھائی دیے۔ ایک ہی پل میں پکڑ کر اپنے قریب لاتا خضر اسکی پیشانی پر تادیر عنایت کی چھاپ رقم کرتا ہوا چہرے کی سمت آیا اور مسیحائی کا فرض عطا کرتی آئرہ کو اسکی والہانہ اہمیت کا ادراک کرواتے ہوئے پھر سے اسے اپنے بازوں میں جکڑ گیا تھا۔

"تم نہ ہوتی تو خضر کا کیا ہوتا، اللہ کا شکر ہے اس نے تمہیں میرا بنا دیا ہے۔ یہ کرم ہے، رحم ہے یا اس رب کائنات کی دی دولت ہے، جو بھی ہے، خضر کی زندگی کی ضمانت ہے" گرفت کا انداز ہی خضر کے سچے جذبوں کی ترجمانی کر رہا تھا۔ آئرہ ان بازوؤں میں خود کو بے جان بھی چھوڑ دیتی تب بھی جنبش تک نہ آتی۔ وہ دونوں واقعی ایک دوسرے کی سچی محبت تھے۔ وہ بکھرتا تھا تو وہ اسکو سمیٹ لیتی تھی۔ وہ ایسے ہی پیار کا مستحق تھا جو اس پر وہ دل و جان سے نچھاور کرتی تھی۔ وہ خود کو خضر کی مرضی پر چھوڑ دیتی تھی، اور وہ آئرہ میں اپنے من چاہے سارے رنگ بھر لیتا تھا۔ یہاں سے وہ دونوں بھی ہیڈ کوارٹر روانہ ہو چکے تھے۔

****

"مجھے لگتا ہے ایسا کہ وہ نیم کوڈ ضامن کا ہے، کیا مجھے اس سلسلے میں ایکشن لینا چاہیے؟" وہ سب سیاہ جینز شرٹس اور سیاہ ہی جیکٹس میں ملبوس ہیڈ کوارٹر کے آفس میں موجود تھے۔ خضر نے جب پوری بات بتائی تو سب ہی ایک لمحے کو شاک ہو گئے تھے۔ اصل اچنبھے کی بات ضامن کا مشکوک انداز میں پاکستان آنا اور اسی طور سے واپس جانا تھا جو ہزل انجم کو بھی خاصا فکر میں مبتلا کر گیا تھا۔ وہ پانچوں میٹنگ روم میں ٹیبل کے گرد دائرے کی صورت براجمان تھے۔

"بلکل، ہم ضرور ایکشن لیں گے مگر سب سے پہلے ہمیں اس تنظیم کی جڑوں تک گھسنا ہو گا، اسکے لیے ہم میں سے کسی کو گلاسگو جانا ہو گا۔ یہاں بیٹھ کر ہم ضامن کی جتنی بھی نگرانی کر لیں وہ کافی نہیں ہے۔ اوپر سے ہاشم بخت کے وہ بقیہ کارندے ملک میں بم لاسٹ کا پلین بنا رہے ہیں جسکی وجہ سے اس بار ہمیں یہ دونوں کیس ایک ساتھ ہینڈل کرنے ہیں۔ کسی غدار کو ستارہ نہیں چھوڑے گی، لیکن ہمیں بہت احتیاط سے یہ سارا معاملہ حل کرنا ہو گا۔ میں نے کمانڈر سر سے تمام انفارمیشن اور پرمیشن ڈاکومنٹس منگوا لیے تھے اور یہ دونوں ہی کیس اب کی بار میرے کندھے پر ہیں" ہزل تمام تر سنجیدگی سے اپنا لائحہ عمل بتاتے ہوئے خود بھی کسی فکر کے زیر اثر تھے، ان پانچوں نے ایک دوسرے کی سمت دیکھا مگر ہزل کی نظریں آئزہ اور خضر پر تھیں۔

"آئزہ اور خضر، ایک ہفتے بعد تم لوگ انگلینڈ جاو گے۔ ضامن کا کیس اس بار تم دونوں کو دیتا ہوں باقی میں افراح، زیان اور عریش یہاں ان پانچ منسٹرز کی چھٹی کریں گے۔ تم دونوں کو میری وہاں کی ٹیم گھر بھی دے گی اور تمام مدد جو تم دونوں کو درکار ہو گی وہ بھی ملے گی۔ یہ ایک ہفتہ تم سب مکمل ہیڈ کوارٹر رہ کر باقی تمام پلاننگ

اور انفارمیشن پر کام کرو" ہزل اس بار خود ستارہ کے ساتھ میدان میں اترنے والے تھے، جو اس بات کا ثبوت تھا کہ کیس سوچ سے بھی مشکل اور رسکی ہے۔ وہ پانچوں ہی پورے منفقہ انداز میں سر ہلا چکے تھے۔

"ٹھیک ہے سر ہم جان لگا دیں گے" خضر اس وقت ضامن کا بھائی نہیں بلکے ستارہ کا ہیڈ کوچ تھا اور اسکے لہجے میں ویسی ہی جرت اور کڑک تھی جیسی ایک ملک کے ساتھ وابستہ سچے وفادار میں پائی جاتی ہے۔ سب کی آنکھوں میں ایک بار پھر میدان مار لینے کی لگن اور جذبہ تھا۔

"یہ ایک ہفتہ تم پانچوں ان دونوں کیس کی چھوٹی سے چھوٹی باریکی ریڈی کرو، ضامن کے پیچھے میں نے اپنے لوگ لگا رکھے ہیں لیکن اسکے بارے میں اصل معلومات وہیں جا کر ملیں گی، سیٹھ ظہور تبریزی اور برہان سکندر کے سارے کھاتے کھولو، کھنگھال ڈالو ان بدبختوں کی ساری زندگی۔ آج تک وہ لوگ کہاں رہے کہاں گئے اور انکی جائداد بینک بیلس سب ہیک کرو، سب پیسہ نکلواو۔ ساری رنگینیاں منظر عام پر لاو۔ اور انکے تین چمچے، میزان خان، دائم شیخ اور شکور بدین پر بھی ہاتھ تنگ کرو۔ یاد رہے ہمارا اصل ٹارگٹ برہان اور تبریزی ہیں۔ باری باری سبکی باری آئے گی، ستارہ تم سبکو تباہ و برباد کرے گی۔ جو میرے ملک کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے گا تو ستارہ انکھیں پھوڑ دے گی۔ گڈ لک، میں تم سب سے ایک ہفتے بعد ملوں گا" ہزل سر پلین بتاتے ہوئے وہ جذباتی ہوئے کہ انکی نرم سی آواز بھی جوش کے سنگ دبنگ ہو گئی تھی۔ سب کے حوصلے اور ولولے آسمان پر فائز تھے۔ اللہ کا نام لے کر ایک بار پھر ستارہ ایک لازوال کامیابی لوٹنے کے لیے اپنے بازو چڑھا چکی تھی۔ اور کامیابی تو نیت پر منحصر ہے، وہ جسکی نیت شفاف ہو اسے اللہ ہر صورت کامیابی سے نواز دیتا ہے۔

****

یہ پورا ہفتہ ستارہ نے اپنی ساری توجہ دونوں کیس پر مرکوز رکھی تھی، کیس کی چھوٹی سے چھوٹی انفارمیشن سے لے کر بڑی معلومات ہر چیز سٹڈی کر کے کئی پلینز اے بی اور سی حد تک بیلڈ کیے گئے تھے۔ افراح، زیان، آئرہ، خضر اور عریش نے اس پورے ہفتے اپنا سٹے ہیڈ کوارٹر رکھا تھا اور انکے فون بھی بند رہے تھے۔ جب اس طرح کا کوئی نازک کیس زیر غور ہوتا تھا تو انکا اسی طرح اٹنشن سیکرٹ ون ویک سٹارٹ رہتا تھا۔ ہزل ان سب کے کام سے مطمئین تھے اور اب ان دونوں کیسز پر عمل درآمد کا وقت شروع ہو گیا تھا جسکی پہلی کڑی رات دو بجے خضر اور آئرہ کی انگلینڈ کی فلائیٹ تھی وہ دونوں وہاں سے سیدھا گلاسگو جانے والے تھے کیونکہ ضامن پچھلے ایک ہفتے سے وہیں موجود تھا۔ خضر اور آئرہ کے جانے کے بعد باقیوں نے دوسرے کیس پر کام کرنا تھا۔ یہ ہفتہ جہاں ستارہ کے لیے بہت بزی رہا وہیں عریش کی جنت تو پہلے جدائی اور پھر کام کے سلسے میں عریش سے بات تک نہ کر پانے کی وجہ سے بہت بجھ چکی تھی۔ گو عنیہ اور دادی اسے کمپنی دینے کے لیے موجود تھیں اور ساتھ ہی مانیہ کا گھر بھی تھا مگر وہ عریش کو حد درجہ مس کر رہی تھی اور دوسری طرف عریش صاحب بھی مس تو کر رہے تھے مگر ڈیوٹی کے دوران وہ صرف اپنے کام کو پیارا ہو جاتا تھا۔ حرا کی شادی آخر کار ٹل نہیں پائی تھی اور حرا کے رونے کی پرواہ کسی نے نہ کی اور گھر میں باقاعدہ شادی کی تیاریاں عروج پر پہنچ گئیں۔ حرا جانتی تھی کہ جتنی بے

بس وہ رہے اتنے ہی خضر بھائی، مبشر اور مما تھیں تبھی اس نے بھی اپنے بقیہ آنسو اپنے اندر اتار کر چپ سادھ لی تھی۔

وہ اس ایک ہفتے میں زیادہ تر اپنے کمرے میں رہی تھی یا پھر مبشر کبھی کبھی اسے باہر لے جاتا رہا مگر مہر و اور مبشر کو لگتا تھا جیسے حرا اندر سے گھٹ رہی ہے۔ وہ افسردہ تھے مگر جلال کے فیصلے کے خلاف کوئی لاکھ کوشش کے بھی نہ جا سکا تھا۔ عنیہ کو بھی ایک الگ ہی چپ سی لگ گئی تھی، اس ایک ہفتے میں مبشر نے اسے کئی بار کال کی مگر عنیہ نے ایک بار بھی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ اسے معافی کے میسج بھیج بھیج کر عاجز آ رہا تھا مگر عنیہ اسکے میسج پڑھ کر ڈیلیٹ کر دیتی تھی۔ اسے مبشر سے کوئی بات نہیں کرنی تھی، وہ تو مبشر کے کہے لفظوں پر دکھی اور ساکت تھی۔ وہ انسان جسے اس نے دوست سمجھا اور وہ ایک پل میں اسے خود سے بے یقین کر گیا۔ مبشر بھی سخت رنجیدہ تھا کہ وہ کیسے عنیہ سے معافی مانگے، حرا کی شادی کو چار پانچ دن رہ گئے تھے اور شادی کے فوراً بعد وہ بھی واپس جانے والا تھا مگر وہ عنیہ کو یوں بدگمان نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ اسکا دماغ جو سوچ رہا تھا، دل اسے صاف صاف عقل کرنے کا مشورہ دے کر ڈپٹ رہا تھا۔ جلال اور نادم اپنے کچھ کلائنٹس کے ساتھ پورا ہفتہ بزی تھے کیونکہ جلال کی کمپنی کو بہت بڑا پراجیکٹ ملا تھا جس پر یہ پورا ہفتہ وہ کام لگے رہے اور یوں نادم کو دوبارہ پورے ہفتے کے بیچ حرا کو یا کسی اور کو تنگ کرنے کا موقع نہ مل سکا تھا، باقی وہ جلد حرا کو شادی کی شاپنگ پے لے جانے کا سوچ بھی چکا تھا اور جلال نے اجازت بھی دے دی تھی۔ ضامن اور مینا بھی اپنے ٹاسک کو مکمل کرنے کے لیے یہ پورا ہفتہ تیاری کرتے رہے اور اس دوران منور عالی نے ضامن کو مینا کے لیے منا لیا تھا اور وہ اس کیس کے بعد خود دونوں کی

شادی کا فیصلہ لے چکا تھا جس پر مینا تو ہواؤں میں تھی مگر اب کی بار ضامن بھی کچھ ریلیکس تھا۔ دوسری طرف سیٹھ ظہور تبریزی اور برہان سکندر بھی اپنے پلین کو تکمیل دینے کے درپے دیکھائی دیے تھے، تنظیم بھی اپنے ٹاسک کو پورا کرنے کے لیے بلکل ریڈی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ان سب کے حالات کس طرف گامزن ہونے کو تھے، کیا ہونے والا تھا اب، یہ سب وقت کے فسانے میں بہت پہلے درج ہو چکا تھا۔

****

مبشر کے صبر کو ہفتہ بہت تھا مگر اب وہ عنیہ کی طرف سے شدید پریشان تھا، وہ غلط نہ ہو کر بھی غلط سمجھا جا چکا تھا۔ جلال ہاوس میں ابھی سے لائٹنگ ہو چکی تھی، باقی کی سجاوٹ عین شادی سے ایک دن پہلے شروع ہونی تھی۔ بھلے شادی میں حرا، مہرو اور مبشر کی خوشی شامل نہ تھی مگر جلال احمد اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی دھوم دھام سے کرنے کے خواہشمند تھے۔ اپنی طرف سے انہوں نے بھی حرا کے لیے ایک بہترین فیصلہ کیا تھا مگر وہ نادم کی اصلیت سے نہ واقف تھے نہ ہونا چاہتے تھے۔ ممکن تھا کہ بعد میں جا کر وہ پچھتاوا کرتے دیکھائی دیتے کہ کاش وہ خضر کی بات سن لیتے کہ آخر وہ انھیں کیا بتانا چاہتا ہے۔ مگر کہتے ہیں ناں کہ جب قسمت میں ہی خواری لکھ دی گئی ہو پھر عقل پر کچھ لمحے کو پردے پڑھ ہی جاتے ہیں۔ وائٹ ٹی شرٹ اور بلو ٹراوزر پہنے وہ ہاتھ میں کافی کا مگ

پکڑے صبح صبح لان میں ٹہل رہا تھا۔ عنیہ شاید اس کے جنونی رد عمل سے خوف کھا گئی تھی، مبشر ایک کھلے مزاج کا لڑکا تھا مگر وہ بھی مہرو کی تربیت میں پلا تھا پھر کیسے کوئی غلط حرکت کرتا۔ عنیہ کے معاملے میں اس روز اسے خود بھی احساس نہ ہوا کہ وہ اپنی دھن میں اسے کیا کہہ گیا تھا۔ وہ سولہ سال کی ہے بھلے وہ وقت سے پہلے سمجھدار اور بڑی ہو گئی ہے مگر وہ دادی کی سکھائی سیکھ اور اپنے عریش بھیا کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کے ڈر سے سہم گئی تھی۔ وہ ناچاہتے ہوئے بھی مبشر سے گریز کرنے پر خود کو قائل کر گئی کیونکہ اگر کسی کو پتا چل جاتا کہ مبشر اسے پرپوز کر چکا ہے تو وہ کسی کے سامنے سر نہ اٹھا پاتی۔ وہ اعتماد اور بھروسہ جس پر وہ جیتی آئی تھی، اسے مبشر کے رویے سے گڑبڑایا ہوا لگا تھا۔ مبشر کے چہرے پر عجیب سی تھکن ابھری تو وہ بے اختیار پلٹ کر کرسیوں اور میز تک آتے ہوئے مگ رکھ کر پھر سے کھڑا ہوا اور ٹراوزر کی پاکٹ سے فون نکال کر عنیہ کا نمبر جو دادی جان کا تھا، اسے ملانے لگ گیا۔ چہرے پر ہفتے بھر کی خاموشی نے اندھیرا پھیلا رکھا تھا۔

بیل جا رہی تھی مگر دادی کا فون کچن ریک پر پڑا وائبریٹ کر رہا تھا مگر خود دادی، جنت اور عنیہ باہر مزے سے مری کے موسم کی نزاکت میں ناشتہ کر رہی تھیں۔ مری میں ایک بار پھر بارشوں کا سلسلہ جاری تھا مگر آج زرا بادل تھم چکے تھے اور موسم کی دھلی رعنائی ہر سمت بھیگی سی شبنمی ترنگ پھیلا چکی تھی۔ عنیہ ناشتے کے بعد کالج جانے والی تھی تبھی وہ یونفارم میں موجود تھی۔ تینوں لیڈیز موسم کی دلفریبی جیسی حسین تھیں۔ دادی اور عنیہ نے جنت کو بلکل بھی نہ اکیلا چھوڑا تھا نہ جنت نے عریش کی نصیحت بھلائی تھی بلکہ اب جتنا جنت کے لیے عریش عزیز تھا اتنی دادی اور عنیہ بھی تھیں۔

"چلیں اب میں نکلتی ہوں، آپ دونوں لیڈیز آج میرے لیے بریانی بنا دیں پلیز" عنیہ اٹھی اور ساتھ ہی محترمہ ہنستی ہوئی فرمائش بھی کر گئیں جس پر دادی اور جنت بھی مسکرا دیں۔ جنت کو اتنی اچھی کوکنگ نہیں آتی تھی مگر وہ دادی کو بناتا ہوا دیکھ کر سیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے جناب حکم کی تعمیل ہو گی" اب تو جنت بولی جس پر عنیہ پہلے دادی جان سے والہانہ پیار سے لپٹی پھر جنت کی گال پر پیار کرتی اندر اپنا بیگ لینے بھاگی۔ جنت اور دادی تو بلکل ماں بیٹی کی طرح مسکرا کر باتوں میں مشغول ہو چکی تھیں۔ عنیہ اپنے دھیان میں اندر آئی اور اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اسے کچن سے فون کی وائبریشن سنائی دی تو وہ منہ پر سختی سجائے کچن میں جھانکی۔ جب تک وہ فون کے پاس آئی، کال بند ہو کر سکرین پر چھ مس کالز لکھی آ رہی تھیں۔ عنیہ کو ایک بار پھر اس بندے پر سخت غصہ آیا۔ عنیہ واپس مڑنے لگی تو ایک بار پھر کال پر اب اسکا دل ہفتے کی خاموشی توڑ کر مبشر کو اچھی بھلی سنانے کا کیا اور اسی لیے وہ فون اٹھا کر کان سے لگا گئی تھی۔ دوسری طرف تو گویا کافی دن بعد سانس میں سانس آئی تھی۔

"خدا کے لیے مبشر، کیوں آپ میری انسلٹ کروانے کے درپے ہیں۔ پلیز یہاں کالز کرنا بند کر دیں۔ آپ مجھے بہت ہرٹ کر چکے ہیں اور اب یہ کالز کر کے میری پوزیشن مزید مشکوک مت کریں" کال تو غصے سے اٹھائی گئی مگر بات کرتے وقت عنیہ کے لہجے میں دکھ تھا جس نے مبشر کا دل بھی جکڑ لیا تھا۔

"عنیہ لس ٹومی، مجھے بس تمہارا میرے حق میں جواب چاہیے۔ تمہیں میری فیلنگز سمجھنی چاہیں، یو آر ناٹ آ چائلڈ" مبشر کی وہی ارٹ سن کر تو اب عنیہ کو بھی اتے چڑھی تھی، دل تو اسکا اب مبشر کا نمبر بلاک کرنے کا کیا

تھا۔ یہ تو اچھا ہوا ابھی دادی کو مبشر کی کالز کرنے کا علم نہ تھا کیونکہ عریش کی مصروفیات کی وجہ سے انہوں نے موبائیل کم ہی دیکھا تھا اور عنیہ نے احتیاط کے طور پر اسے وائبریٹ کر کے زیادہ اپنے پاس ہی رکھا تھا۔ وہ دادی کو بتانا چاہتی تھی مگر اسے عجیب لگ رہا تھا۔

"یس یو آر آلسو ناٹ آ چائلڈ، یہ آپکا انگلینڈ نہیں ہے مبشر، اس بات کو سمجھیں۔ مجھے میری دادی اور بھیا کا اعتماد بہت عزیز ہے اور یہی میری طاقت ہے۔ آپ یہ کر کے میرا نقصان کر رہے ہیں، مجھے تنگ مت کریں۔ میرے پاس کچھ سالوں تک آپکے لیے کوئی جواب نہیں ہے" عنیہ دوٹوک انداز اپنا کر مبشر کا رہا سہا سکون بھی تباہ کر رہی تھی، اور وہ اب واقعی کسی سخت عمل کی جانب مجبور تھا۔

"ٹھیک ہے، اب جو میں کروں گا وہ سب سے بہتر ہو گا۔ لیکن تم میرے اس فیصلے کے بیچ نہیں آو گی۔ اب ہم جلد ملیں گے" مبشر نا جانے کیا کرنے والا تھا مگر یوں سپاٹ انداز میں کہہ کر اسکا فون بند کرنا عنیہ کو خوف میں مبتلا کر گیا تھا۔ اسکا دل بری طرح لرزا اور وہ مبشر سے دوستی کرنے پر اب خود کو کوس رہی تھی۔ عنیہ دل میں اس جذباتی بندے سے پناہ مانگتی ہوئی باہر نکلی اور دوسری طرف مبشر بھی اپنی پوری رفتار سے گھر کے اندر داخل ہوا۔

****

"چلو ہم نکلتے ہیں پھر، پیکنگ بھی کرنی ہے۔ اس سے پہلے میں تو سونا چاہوں گا ہفتے کی تھکن سخت ہو رہی ہے" وہ سب ہیڈ کوارٹر ہی تھے۔ سیکرٹ ویک کا اینڈ ہو چکا تھا اور اب سب ہی فری تھے۔ خضر اور آئرہ کا پلین اب گھر جا کر کچھ دیر ریسٹ کرنے کا تھا کیونکہ رات کو دونوں کی فلائیٹ تھی۔ افراح اور زیان بھی ایک چکر گھر لگانے والے تھے اور عریش بھی انہی کے ساتھ روانہ ہونے کا موڈ بنا رہا تھا۔ ابھی تک کی انفارمیشن کے مطابق بم بلاسٹ کی ڈیٹ وہ لوگ کسی وجہ سے آگے کر چکے تھے، کیونکہ فی الوقت ایسی کسی نیوز کی درامدگی نہیں ہوئی تھی۔ ہر طرف طوفان سے پہلے والی خاموشی چھائی تھی۔ خضر اپنا لیپ ٹاپ بند کیے اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی جیکٹ پہننے لگا، آئرہ جو دوسرے آفس میں تھی کچھ فائلز لیے وہیں آگئی۔ عریش اور زیان ابھی بھی کام میں لگے تھے جبکہ افراح دوسرے روم میں ہزل سر اور چند اور اپنے لیب کے لوگوں کے ساتھ ڈسکشن میں مصروف تھی۔

"ٹھیک ہے لیکن دونوں رابطے میں رہنا، ضامن سے تم لوگوں کو خطرہ رہے گا۔ غلطی سے بھی اگر اسے شک ہو گیا کہ کوئی اسکی جاسوسی کر رہا ہے تو وہ مزید خطرہ بن سکتا ہے۔ وہ خود تو اتنا طاقتور نہیں ہے لیکن اگر وہ واقعی کسی تنظیم سے جڑا ہے تو اسکی طاقت خود سے کسی صورت کم مت سمجھنا۔ کیس کے ساتھ ساتھ تم دونوں اپنی سیکورٹی کو اول درجہ دینا" زیان نے کھڑے ہو کر اپنے اٹل اور کچھ فکر مند سے انداز میں ان دونوں کو چند احتیاطی تدبیر بتائیں جس پر وہ دونوں ہی اثبات میں سر ہلا چکے تھے۔ آئرہ نے ہاتھ میں پکڑی فائلز عریش کو دیں اور خود بھی اپنی جیکٹ پہننے لگ گئی۔

"ٹھیک ہے بھائی، ہم پورا دھیان رکھیں گے۔ چلیں اب ہم نکلتے ہیں" خضر اور آئرہ کو جانے کے لیے تیار دیکھ کر ہزل اور افراح بھی آفس میں آچکے تھے۔

"گڈ لک خضر، آئی نو کہ میرے یہ شیر جوان اس بار پھر میدان ماریں گے" ہزل کو اپنے ان جوانوں پر خود سے زیادہ مان تھا، انکی آواز میں کڑک دار جذبہ تھا۔ افراح نے بھی پیار سے آگے بڑھ کر آئرہ کو گلے لگایا اور پھر سب دونوں سے مل کر انھیں سی آف کر چکے تھے۔ ان کے جاتے ہی ہزل سر اب ان تینوں کی سمت متوجہ تھے۔

"تمام سیکورٹی اور اطلاعات پر کڑی نظر رکھو، وہ لوگ کسی بھی وقت بلاسٹ کر سکتے ہیں۔ تمام شہر میں خفیہ طور پر تمام محکمے الرٹ کروا دیے گئے ہیں۔ کوئی بھی مشکوک خبر ملتے ہی ہم اپنا مشن سٹارٹ کر لیں گے۔ تم سب تیار ہو" ہزل نے چہرے پر پر اعتمادی لا کر اپنے بقیہ ستاروں کو ایک مضبوط انداز میں للکارا۔

"یس سر، وی آر ٹوٹلی ریڈی" تینوں کی بیک وقت فلک شگاف کڑک نے ہزل انجم کا سینہ فخر سے تان دیا تھا۔

"دیٹس دا سپیرٹ مائی لائنز، ویسے تم سب آج جا کر گھر ہو کے آسکتے ہو۔ آئی نو ایک پورا ویک یہاں رہ کر اب روشنی سے تعارف ضروری ہے۔ تب تک میں یہاں ہوں، اینڈ اس بار بھی تم سب نے ثابت کرنا ہے کہ اصل طاقت ور فورس صرف ستارہ ہے" ہزل یہ پورا ویک خود یہیں تھے، مرجان خالق نے بھی کیس کے دوران بارہا ویڈیو بریفنگ کے ساتھ حاضری دی تھی۔ اور اس طرح ایک بار پھر ستارہ نا قابل شکست حد تک اونچا ابھرنے کے لیے مکمل تیار تھی۔

"ھائے مجھے تو بھول ہی گیا کہ تارے، چاند، سورج اور بادل کس رنگ کے ہوتے ہیں سر" ڈیوٹی ٹائم آف ہوتے ہی عریش صاحب کی شرارت اپنے پورے جوش سے پھڑک کر افراح، زیان اور ہزل انجم کو بھی ہنسا چکی تھی۔ واقعی، بچارے کو نئی نویلی دلہن سے جدا کر کے خاصا ظلم کیا گیا تھا اور وہ تینوں کی جناب کی بات میں چھپی اصل دکھی بات پکڑ چکے تھے۔

"ھاھا ویری سیڈ مسٹر ناٹی، ویسے جسکی نئی نئی شادی ہو اسے یہ سب بھول جائے ایسا تو ناممکن ہے بھئی" خود ہزل اب زرا شریر انداز اپنا کر خود عریش کو بھی ہنسا چکے تھے۔

"لگتا ہے شدید یاد آ رہی ہے جنت، آ آ میرا معصوم بچہ" افراح تو اس حسرت زدہ شہزادے پر واری ہی چلی گئی جس پر عریش نے مزید منہ لٹکایا۔ ہزل بھی ہنستے ہوئے تینوں کو آج شام تک کا ریلیف دیتے ہوئے پھر سے لیب کی طرف چلے گئے تھے۔ اب بچارا عریش تھا اور وہ دونوں شرارتی سے میاں بیوی جو اسے مسلسل بتیسی نکالے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"آپے تسی چار وتے نال نال سی، کلاتے میں سی ناں۔ معصوم ترین کہیے آپو" عریش بھی زرا نہ دبتا ہوا اپنا سوئچ آف ہوا فون اٹھا کر جیب میں رکھتا ہوا اب لیپ ٹاپ پیک کر رہا تھا۔ عریش کی بات پر افراح نے عریش کی چوزی گال مزید اندر کی تو زیان بھی شریف النفس سا سینے پر ہاتھ باندھے دونوں کے لاڈ دیکھ کر ہنس دیا۔

"بس اب تو ختم ہو گئی نہ جدائی، جا مل آ اپنی جنت سے" افراح نے لگے ہاتھوں عریش کی معصوم سی اداسی پر مشورہ دیا جس پر وہ کھسیانی ہنسی ہنس چکا تھا۔

"نہیں مجھے شمو آتی ہے" اگلے ہی لمحے زیان اور افراح دونوں کی ہنسی پورے آفس میں کھنکی اور خود عریش بھی دبی سی ہنسی لیے ہوئے تھا۔

"اوجاؤ، جیسے ہم تجھے جانتے نہیں۔ شمو کو بھی ہارٹ اٹیک آجانا تیرے سامنے" زیان مسلسل ہنستا ہوا عریش کی اچھی ٹانگ کھینچ چکا تھا، جو بھی تھا عریش اب ایک بار کیس ختم کر کے ہی واپسی چاہتا تھا۔ ایک دن کا جانا تو گویا دل کو بہلانے والی بات تھی اور اس بار عریش صاحب بہلنے والے نہیں تھے۔ اپنے اور جنت کے رشتے کی ہر دوری مٹانا اسکی اولین خواہش تھی اور یہ دوری بھی دونوں کے لیے بہترین تھی۔ مگر ممکن تھا کہ کسی اور وجہ سے اسے جلد مری جانا پڑھ جاتا کیونکہ کچھ اور بہت شاکنگ وقوع پذیر ہونے والا تھا۔

"ھاھانہ تنگ کرو زیان، میرے شہزادے کو واقعی شمو آتی ہے۔ چلو اسے کال تو کر لو، ہفتہ کافی تھا" افراح کو تو رہ رہ کر عریش کے چہرے پر جنت کے نام سے آجانے والی رونق پر پیار آرہا تھا۔ عریش کا ارادہ اب گھر جا کر ہی کال کرنے کا تھا۔ وہ تینوں بھی رات آفس واپسی کا ارادہ کرتے ہوئے اس کے بعد نکل گئے تھے۔

* * * * * * * * * * * *

"بھائی مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے" خضر ابھی فریش ہو کر نکلا تھا اور اب مبشر کے اس سوال پر وہ خاصا تجسس میں باہر لان میں آ گیا تھا۔ آئرہ شاید آتے ہی سو گئی تھی تبھی کہیں دیکھائی نہیں دے رہی تھی۔ مبشر چاہتا تھا کہ وہ اپنے فیصلے سے مہرو کو آگاہ کرنے سے پہلے خضر سے بات کرے۔

"ہاں پوچھو، سب خیریت ہے" خضر بھی کسی خدشے کے پیش نظر لان میں لگی کرسی پر بیٹھتے بولا، اسے مبشر کا انداز خاصا محتاط لگ رہا تھا۔

"اگر کوئی اچھا لگے اور ساتھ ساتھ اس کے چھن جانے کا ڈر بھی لاحق ہو جائے تو اسے اپنا بنانے کے سوا کوئی اور چارہ ہوتا ہے کیا؟" مبشر ایک سمجھدار انسان تھا اور وہ اپنی عمر کے باقی لڑکوں کی طرح جذباتی بھی نہیں تھا پر ناجانے وہ اس لڑکی کے متعلق بہت ٹچی ہو رہا تھا۔ گویا وہ عنیہ کو کسی طرح اپنے نام لگانے پر بضد تھا۔ حیرت کا شدید اٹیک تو خضر کو آیا جو مبشر کی بات پر خاصا فکر مند سا تاثر دے رہا تھا۔

"چارہ تو نہیں ہوتا لیکن تم مجھے کھل کر بتاو، کیا ہوا ہے تمہیں" خضر کی حد درجہ فکر پر مبشر نے بیڈ پر بیٹھتے ہی خود کو گرا دیا۔ ایک سرد سی سانس خارج کرتا ہوا وہ اپنے دل کی ساری کیفیت خضر کو کہہ دینا چاہتا تھا۔

"چارہ نہ بچے تو کیا کرنا چاہیے بھائی" مبشر اپنی آنکھیں بند کیے تھکے انداز میں بس سوال کر رہا تھا، خضر بھی کرسی سے اٹھ کر چند قدم چلتا ہوا پودوں کے قریب گیا اور اپنا ایک ہاتھ جینز میں گھسائے کسی غیر مرئی نقطے پر نگاہیں جمائے مبشر کی آواز کا اندھیرا کھوجنے لگا۔

"مبشر، میرے بھائی جو بات ہے وہ کھل کے بتاو۔ مجھے تم کافی الجھے اور پریشان لگ رہے ہو" خضر فون کے اس پار بھی مبشر کی غائبانہ اداسی کھوج چکا تھا۔ مبشر نے پھر ساری بات اسے تک خضر کے گوش گزار کر دی۔ وہ جو کچھ عنیہ کو سمجھانے میں ناکام تھا وہ خضر بخوبی سمجھ چکا تھا۔ خاموشی کا دورانیہ کچھ طویل ہوا تو مبشر کی رنجید گی بھی بڑھ گئی۔

"میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم جانے سے پہلے نکاح کا سوچو، یہ نکاح تمہاری بے چینی میں کمی کر دے گا۔ ابھی وہ بہت چھوٹی ہے مبشر، اسکا ایسا ریکشن فطری تھا۔ تم خود ابھی چھوٹے ہو، نکاح کی بات کرو مما سے اگر وہ اور تمہارے ڈیڈ مان جاتے ہیں تو میں عریش اور دادی کو منالوں گا۔ لیکن یہ نکاح صرف تمہاری ایشورٹی کے لیے ہو گا، کوئی حد پار کرنے کی اجازت کچھ سالوں تک ہر گز نہیں ملے گی" خضر اسے اپنی طرف سے ایک اچھا مشورہ دے رہا تھا، جوانی کی عمر بہت لاپرواہ ہوتی ہے اور بہکنا انسان کی فطرت میں ہے۔ اس سے پہلے کہ مبشر کی بے چینی اسے بہکا کر متاثر کرتی، خود خضر کو یہی حل ملا تھا۔ مبشر تو بلکل چپ تھا، خضر اسکی خاموشی سے کچھ الجھ گیا۔

"بات کرنے کی اجازت بھی نہیں ہو گی کیا؟" مبشر کی آواز کا سناٹا ایک لمحے میں خضر کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔ اصل میں وہ عنیہ کے لیے مبشر کا سوچ کر کہیں دل سے مطمئین تھا، اسے عنیہ بہت پیاری تھی اور وہ مبشر کو بھی بچپن سے جانتا تھا۔

"یہ تو عنیہ کے اختیار میں ہو گا، وہ اگر چاہے گی تو ہی تمہیں ایسی اجازت ملے گی۔ لیکن اگر نکاح ہو جاتا ہے تو تمہیں ان جھمیلوں کی ضرورت نہیں ہو گی، تمہارے اطمینان کے لیے اسکا تمہارے نکاح میں ہونا کافی ہو گا

مجھے تم شام تک بتا دو ورنہ پھر کل تک میرا نمبر بند رہے گا۔ میں اور آئزہ آگین آوٹ آف کنٹری جا رہے ہیں"
سب کو یہی بتایا گیا تھا آئزہ اور خضر ایک ہفتے سے آوٹ آف کنٹری ہیں کیونکہ وہ لوگ اس پورے ویک بلکل ڈیوٹی پر چوبیس گھنٹے ایکٹیو رہے تھے۔ مبشر بیڈ سے فورا اٹھ بیٹھا۔ چہرے پر صاف صاف اضطراب تھا۔

"ٹھیک ہے آپ دعا کیجئے گا کہ ابا خضور مان جائیں، اصل ڈر انہی کا ہے" مبشر کو تو جلال سے یہ بات کرنے کا سوچ کر ہی ہول اٹھے جس پر خضر کے چہرے پر بھی تناو آ چکا تھا۔ جلال کا نام تک اب خضر کو غصہ دلا دیتا تھا۔

"انکو تو اللہ ہی ہدایت دے، مجھے افسوس ہے کہ میں حرا کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔ کیسی ہے وہ اب؟" یک دم ہی شدید دکھ سے خضر نے پوچھا تھا، اس کو اگر وقت ملتا تو وہ نادم کا دماغ ضرور درست کرتا مگر ابھی بھی وہ لوگ ڈیوٹی پر تھے جس وجہ سے ایسا نا ممکن تھا، خضر کی بے بسی طویل ہوتی جا رہی تھی۔

"وہ اداس ہے، اور مجھے پتا ہے میرے اس فیصلے کے بعد پھر سے ہرٹ ہو گی۔ ممکن ہے مجھے خود غرض سمجھے لیکن بھائی میں کیا کروں کہ بہت ہلپ لس فیل کر رہا ہوں" مبشر کا دماغ شدید دباو اور تکلیف میں تھا اور خضر کی بھی حالت مختلف نہ تھی۔ مگر شاید حرا کے لیے یہی طے تھا تبھی سب چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پا رہے تھے۔ خضر نے پھر سے رنجیدگی زائل کرتے ہوئے سنجیدگی اوڑھی۔

"اللہ نے چاہا تو وہ آسانی پیدا کر دے گا، یہ بتاو کیا تم عنیہ کو لے کر واقعی سنجیدہ ہو۔ دیکھو مبشر، کسی جذباتی جذبے کے تحت تم یہ قدم مت اٹھاو۔ یہ نکاح اگر کل کو ہو جاتا ہے تو تمہاری ساری زندگی اس فیصلے سے جڑے گی۔ تم

میرے بھائی ہو اور مجھے تم پر اور مما کی تربیت پر خود سے زیادہ بھروسہ ہے لیکن عنیہ میرے لیے میری سگی بہن سے بڑھ کر ہے۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ وہ زندگی میں کبھی بھی میرے ہی دیے کسی مشورے سے دکھی ہو، اگر یہ فیصلہ لو تو تمھیں ساری زندگی اس کا مان نبھانا پڑے گا" خضر کے خدشے اپنی جگہ بلکل درست تھے اور مبشر کے پاس کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ خضر سے مزید کچھ چھپاتا۔

"مجھے اپنی زندگی میں بس عنیہ چاہیے بھائی، مجھے ڈر ہے میں اسے کھو نہ دوں۔ وہ اچانک سے میرے لیے ضروری ہو گئی ہے۔ نہیں جانتا کہ یہ محبت ہے چاہت ہے یا کیا ہے۔ بس وہ ضروری اور خاص ہے۔ میں سمجھانے میں بہت برا ہوں بھائی آپ میری سچویشن خود ہی سمجھ لیں" مبشر کا چہرہ شکست اور ہار کا مرکز تھا اور اس بات پر خضر کے ہونٹوں پر ایک بار پھر محبت میں گوڈے گوڈے غرق مبشر کی بات سن کر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"ٹھیک ہے پھر دیر کیسی، جاو جا کے ہمت دیکھاو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن ساتھ تب دوں گا جب عنیہ ایسا چاہے گی" خضر کی دوبارہ سنجیدگی سے کہی بات پھر سے مبشر کا سانس سوکھا گئی تھی۔ عنیہ تو ایسا چاہ لے تو سورج مغرب سے نہ نکل آئے۔ اب تو مبشر کا منہ رونے والا بن گیا تھا۔

"نا کریں بھائی، وہ تو میرے منہ پر انکار کر دے گی۔ آپ نے منانا ہے اسے، یہ نہ ہو میں اس کوشش میں ابا جان سے اپنا آپ ضائع بھی کروالوں اور عنیہ بھی ٹھاہ کر کے منہ پر کرارہ جواب دے جائے" مبشر کی روئی سی آواز پر خضر مسکرا کر اپنی ہنسی دبا گیا۔

"چلو کیا یاد کرو گے ،عنیہ کو منانا میرا کام ہے۔اب تم کرو اپنی کوشش اور پھر مجھے بتاو۔پریشان یا اداس ہونے کی ضرورت نہیں ہے"خضر نے لگے ہاتھوں اس مدھم حوصلے والے کا دو کلو خون بڑھاتے ہوئے ٹھوک کر تسلی دی تو مبشر کے چہرے پر بھی تھوڑا اطمینان ابھرا تھا۔کال بند کر کے فون وہیں رکھتا ہوا مبشر اب سید حامہرو کی بوتیک جانے والا تھا۔

****

"آپ واقعی بہت برے ہیں عریش، اتنے دن سے آپ نے آواز تک نہیں سنائی۔کوئی اپنی نئی دلہن کے ساتھ ایسا نہیں کرتا"عریش صاحب نے فریش ہونے کے فورا بعد افراح اور زیان کو کچھ پرایویسی دیتے ہوئے کمرے کی راہ لی تھی اور وہ بھی تھکا تھا اسی لیے بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔فون اٹھاتے ہی جنت کی روئی اور لرزی آواز تو شہزادے کی ہفتے بھر سے قائم شدہ تھکن اتار گئی تھی۔وہ آج دادی سے بریانی سیکھ کر بنانے کے بعد ابھی کچن سے دم ہٹا کر نکلی تھی۔دادی نماز پڑھ رہی تھیں جبکہ عنیہ بھی کالج سے آنے والی تھی۔

"ہاں برا تو ہوں، لیکن جلدی تمہارے سارے شکوے دور کروں گا۔ یہ بتاؤ اتنی ہی خوبصورت ہو یا اور ہو گئی ہو" وڈیو کال جنت نے جان کے کاٹ دی تھی شاید وہ عریش سے بات کرتے ہوئے رو دینے کے خدشے میں تھی۔ عریش کی شرارت سے بھری اس بات پر جنت اداس سی چلتی ہوئی روم میں آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

"عریش پلیز واپس آجائیں" عریش کے سوال کو بری طرح اگنور کیے وہ بہت رنجیدہ ہو کر بولی اور اسکی آواز میں واقع لرزش تھی جسے عریش نے بھی محسوس کیا۔

"آجاوں گا، مجھے ابھی مزید کام ہے۔ کچھ دن لگ سکتے ہیں" گویا عریش اسے اب سیدھا سیدھا ظالم لگا تھا، جنت کی آنکھیں نا چاہتے ہوئے بھی نمی سے بھر گئی تھیں۔

"آپ مجھ سے جان چھڑوا کر گئے ہیں ناں، آئی نو" جنت سر جھکائے شدید دکھ سے مقابل عریش کو بھی پتھرا گئی تھی۔ اسے لگا جیسے جنت اسے واقعی شدت سے یاد کر رہی ہے۔ ایک الگ ہی رشک تھا جس نے عریش کو اپنی گرفت میں لے اسکے چہرے پر مسکراہٹ پھیلائی تھی۔

"ہاں ناں، کیونکہ تم بلکل رومینٹک نہیں ہو۔ پاس تھا تو دور بھاگتی تھی اب دور ہوں تو مس کر رہی ہو۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں" حقیقت میں تو ان دو تین دنوں کی قربت میں وہ خود جنت کا عادی سا ہو گیا تھا۔ محبت نہ ہو کر بھی وہ اسے عزیز تر سی تھی، عریش کے چہرے پر منصوعی اداسی چھائی تو جنت بھی رنجیدہ لہجہ لیے اپنا سر جھکا گئی۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ آپ مجھے ایسی سزا دیں گے" جنت کے لہجے میں کھارے پانی سی نمی ابھری تو عریش کا دل بھی پہلے سے زیادہ رفتار کے سنگ مچلا تھا۔

"سزا تو آ کر دوں گا، ابھی تم موج کرو لڑکی۔ مجھے اداس کرنے کی کوشش کر کے تم مجھے بہکاؤ مت" زیادہ سنجیدگی تو محترم کو ہضم ہی کب تھی، تبھی ہنستا ہوا اپنی بازو دہری کیے سر کے نیچے رکھتا بولا مگر جنت بلکل نہ مسکرا پائی۔

"عریش میں آپ کے بنا بہت اداس ہوں، نہیں رہا جا رہا" وہ نازک سی جنت اپنی بے بسی پر شدید غمزدہ تھی اور اب کے عریش بھی اس بے جا اداسی پر قدرے سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا، میرے ساتھ اسی طرح ایڈجسٹ کرنا ہو گا تمہیں۔ میں ہر وقت تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا، تم یوں کرو گی تو میں اپنے کام پے فوکس نہیں کر پاؤں گا۔ کوشش کروں گا ایک دو دن کے لیے آ جاؤں لیکن ابھی فی الحال مشکل ہے" اب کی بار عریش کا لہجہ بلکل جنت کی طرح نازک تھا، وہ اسے اپنے ساتھ سمجھوتا کرنے کی ہدایت دے رہا تھا کیونکہ ابھی وہ جنت کو اپنے کام کا بھی بتانا چاہتا تھا جس پر جنت کا ریکشن یقینا رو تو ہونے والا تھا مگر وہ اسے یہ بات جا کر ہی بتانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ جنت، عریش کی بات سمجھ گئی تھی مگر وہ دل کی ایسی ہی نازک تھی۔ اسے عریش اپنی نظروں کے سامنے چاہیے تھا بھلے وہ اسکے سامنے جتنی بھی غیر اعتماد کیوں نہ ہو جاتی۔

"ٹھیک ہے، آپ اداس نہ ہوں۔ میں خود کو ہینڈل کر لوں گی" جنت سے اسے ایسی ہی بات کی امید تھی اور وہ بھلے جتنا بھی لاپرواہ دیکھائی دیتا تھا مگر حقیقت میں زرا نہ تھا۔ عریش کا دل جنت کی ایسی فرمابرداری پر کھل سا گیا تھا۔

"گڈ، چلو اظہار محبت کرو۔ یہ تمہارے شوہر کا حکم ہے۔ اس وقت محبت کا کوئی تو نعم البدل ہونا چاہیے" عریش اسکی اداسی ہٹانے کو خود ہی شریر سے مان کے سنگ بولا جس پر جنت بھی مدھم سا مسکا دی تھی۔

"محبت کا نعم البدل صرف آپکا اور میرا ساتھ ہے عریش، آپ دور ہیں تو میری ساری محبت بھی وہیں آپکے ساتھ ہے۔ میں آپ سے بے حد محبت کرتی ہوں۔ آپ اس دنیا کے سب سے بہترین دوست اور شوہر ہیں۔ آئی ریلی لو ویو" اظہار محبت پر شرم سے گلابی ہوتی جنت جب مقابل اسکا جواب پائے گی تو یقینا تھم جائے گی۔ عریش کے دل تک جنت کا کیا اظہار سکون پھیلا گیا تھا۔ کل تک اسکی زندگی میں محبت، آسودگی اور سکون صرف دادی اور عنیہ تھے مگر یہ الگ مٹھاس بھری آسودگی اسے جنت کی صورت ملی تھی۔ جس کا نعم البدل واقعی کوئی نہ تھا۔

"بس اسکا جواب ادھار رہا، یوں فون پر میں اسکے حسن میں کمی نہیں چاہتا۔ بس اتنا کہوں گا کہ خوش رہا کرو اور اپنی محبت پر بند آنکھوں سے یقین رکھو۔ اب تا عمر عریش صرف تمہارا ہے" جنت کی تسلی کو یہ بہت زیادہ تھا، عریش کے ایسے الفاظ نے اسکی ہفتے بھر کی اداسی کو ایک پل میں ختم کر دیا تھا۔ دونوں کے چہروں پر خوشی تھی، ایک دوسرے کے ساتھ کا رشک تھا۔ جنت کو وہ یوں سنجیدہ بہت پیارا لگتا تھا۔ جیسے وہ اس دنیا کا سب سے بڑا مہربان ہو۔ دونوں دور ہو کر بہت قریب تھے۔ عریش جلد اس جنت کا شیدائی ہونے والا تھا کیونکہ جنت تھی ہی قابل چاہت۔ اور وہ عریش جیسے من چلے سے بے پناہ محبت کا دم بھرتی تھی۔

****

"اوہ، کیا سچ میں" آئرہ کو تو خضر کی بات سن کر حقیقی جھٹکا لگا تھا۔ وہ اپنے اور خضر کی ضروری پیکنگ کر رہی تھی جب خضر نے اسے مبشر اور اپنی بات کے بارے میں بتایا۔

"ہاں، اب دعا کرو مسٹر جلال مان جائیں، پھر عریش سے بات کر کے سب فائنل کرنا ہے" وارڈراب سے اپنی ہینگ ہوئی جیکٹ نکال کر پہنتے ہوئے خضر خاصا فکر میں غرق تھا۔

"خضر، وہ تو ٹھیک ہے پر تمہیں نہیں لگتا کہ مبشر بہت جلدی کر رہا ہے۔ عنیہ کا ابھی سے نکاح، یو نو ناں کہ نکاح کتنا پاور فل ہوتا ہے۔ مجھے تو عنیہ کا سوچ کر پریشانی ہو رہی ہے" آئرہ نے کسی خدشے کے زیر اثر پیکنگ چھوڑ کر خضر کی طرف گردن گما کر کہا جس پر وہ بھی کسی سوچ میں گم سا اس تک آیا۔

"مبشر سمجھدار بچہ ہے، اور اپنی عنیہ بھی بہت سیانی ہے۔ ویسے بھی مبشر چلا جائے گا حرا کی شادی کے بعد پھر کوئی خدشہ بھی نہیں رہے گا۔ میں نے مبشر کے لہجے میں بہت سچائی دیکھی ہے۔ میں جانتا ہوں وہ بچپن سے بہت سچا ہے، اسکی عادت کہیں نہ کہیں مجھ پر ہے۔ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر لینے والا، مجھے تو اسکا اور اسکے جنون کا حل

نکاح ہی لگا تھا" خضر نے آئرہ کو شکوک و شبہات کے پاتال سے نکالنے کی ایک موہوم کوشش کی جس پر وہ قدرے مطمئین ہوتی دیکھائی دی تھی۔

" اللہ پاک سب کے لیے بہتری پیدا کریں" آئرہ تو سراپا انجل بن گئی تھی مگر خضر کے چہرے پر مزید افسوس ابھر آیا تھا۔ وہ کس طرح ضامن کی سچائی مما کو بتائے گا، ابھی تو انکو شک تھا کہ ضامن مشکوک ہے لیکن وہاں جا کر خضر کا ایک لمبا امتحان شروع ہونے کو تھا۔ آئرہ اسکے چہرے کے تاثر کو بخوبی پرکھ کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے محبت پاش نظروں میں تسلی ملائے دیکھ رہی تھی۔

" سب اچھا ہو گا، تم مجھے پریشان نظر آئے تو میں رو دوں گی" آئرہ کی لاڈ میں کہی بات پر مقابل بھی ایک لمحے کو ساری پریشانیاں اسر فکریں ہٹ کر محبت کا عکس بنی تھیں۔

" تمہیں میں رونے دوں گا تو ناں" آئرہ کی کمر کے گرد بازو ڈالے وہ اسے خود کے قریب کیے اسکی گال پے زرا شدت پسند سی جذباتیت کی مہر ثبت کیے شریر ہوا تو آئرہ بھی خضر کے یوں بچوں کی طرح پیار لٹانے پر ہنس پڑی۔

" ویسے مبشر اور عنیہ ساتھ پرفیکٹ لگیں گے، ابھی میں نے امیجن کیا" خضر اب کی بار مسکرا کر اسکی پیشانی پر زرا ظالمانہ سا پیارا احساس دیے اسکی اس بات پر مزید پیارا مسکرا کر روبرو ہوا۔ آئرہ ہونٹ کا کونا دانت میں دبائے شرارت لیے ہوئے بے حد حسین لگ رہی تھی۔

"ہاں، میں نے تم سے پہلے امیجن کر لیا تھا تبھی نکاح کا خیال آیا" خضر نے بھی گدگدی زدہ متبسم انداز اپنائے آئرہ کو مزید جکڑا تو اب بچاری ایسی گرفت پر کچھ سمٹ کر گلابی ہوئی تھی۔

"خضر کتنا پیار لٹاؤ گے، بس کرو" اب کی بار دوسری گال اور آئرہ کا پیارا سا ناک خضر کی اس محبت کی زد میں آیا تو وہ گھبرائی ہوئی ہنس دی جس پر خضر شرارت کا نیا پہلو نکالے اسے بڑی توجہ سے دیکھ کر شدید کنفوز کر رہا تھا۔

"دیکھو لڑکیوں کو اپنے شوہروں سے شکایت ہوتی ہے کہ وہ انھیں پیار نہیں کرتے اور ایک ہماری زوجہ ہیں جو بس اتنی سی محبت سے گلابی ہو جاتی ہیں۔ بائے داوے، ابھی تو میں نے اپنی محبت کا ایک پرسنٹ بھی نہیں لٹایا" پہلی بات وہ شرارت کے سنگ باہمی سانسوں کی تکرار کی زد میں بولا اور آخری پر وہ اس بے انتہا نزاکت خیز گلابی ہوتی آئرہ کو خود میں سمو کر دلنشین ہوا تھا۔ آئرہ کا دل تو لگا ابھی سینے سے باہر آ گرے گا، پورے وجود میں سنسنی دوڑی تھی۔

"خضر میرا کیا بنے گا پھر" آئرہ کی سہمی سی آواز پر پورے کمرے میں خضر کا قہقہہ گونجا اور وہ الگ ہو کر منصوعی برہمی سے جناب کے سینے پر چپت رسید کرتیں رخ پھیر گئیں۔ یہ شخص آفت تھا، اور وہ اسکے وار سہہ کر ہلکان ہونے لگتی تھی۔ خضر نے دو پل صرف کرتے ہوئے اسے پیچھے سے حصار میں لے کر اپنی من پسند خوشبو کا ذائقہ چکھا اور آئرہ کے کھلے ریشمی بالوں کو ایک طرف کیے پھر سے محترمہ کی گال پر جھکا۔ اب کی بار نزاکت کا عنصر خضر کے انگ انگ میں سمویا ہوا تھا، آئرہ اپنے گرد خضر کے باندھے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتی آنکھیں زور سے میچ گئی۔ خضر اسکی اس ادا پر عاشقانہ حد تک فدا ہوا

"یہ میرا فرض ہے میں تو پورا کروں گا، تمہارا کیا بنے گا یہ سوچنا پڑے گا" آئرہ کے کانوں میں خضر کی ایسی لرزا خیز بات اتری تو وہ جھٹ سے آنکھیں کھولے گردن خضر کی جانب موڑ گئی۔ دونوں کا چہرہ ٹکراتے ٹکراتے بچا مگر سانس کا ٹکراو بہت کامیابی سے ہوا تھا۔ کئی لمحے قربت خاص کا لطف رہا اور پھر دونوں کے دھڑکتے دل اتھل پتھل ہوئے اور محبت کی کچھ اور طمانیت ایک دوسرے تک پہنچی۔ وہ خضر کے آگے ہار جاتی تھی مگر وہ اسے ہارنے نہیں دیتا تھا۔ محبت کا لازوال سکھ ایک دوسرے کی تسکین کی بڑی وجہ ہوتا ہے اور وہ دونوں ہی تھے۔ آئرہ نے مڑ کر خضر کے سینے پر ہاتھ رکھے فرار چاہا مگر خضر اسے پھر سے کھینچ کر پوری شدت سے خود میں جکڑ چکا تھا۔

"خضر" آئرہ کا دل سائیں سائیں کر رہا تھا مگر وہ مزید مقدس بنائی گئی، وہ خضر کے سامنے چاہ کر بھی جنبش نہ کر پائی تھی۔ وہ خضر تھا اور اسے محبتوں میں عروج حاصل تھا۔ وہ دونوں ہی شہزادی اور شہزادہ کی کہانی پر پرفیکٹ پورا اتر رہے تھے۔ پھر سے محبت نے اوس کی طرح اتر کر بارش جیسی جل تھل کر دی تھی۔

"اب تم پیکنگ کر سکتی ہو" خضر پیار کی نازک برسات کا سلسلہ منقطع کیے اسے اپنے روبرو کرتے ہوئے ایک نظر حیا سے لال ہوتی آئرہ کی جھکی نگاہوں کو دیکھتے ہنسا جس پر وہ بھی پس پردہ شرمیلی سی مسکان دیے مڑی مگر ایک بار پھر خضر اسے کھینچ کر اپنے قبضے میں کر چکا تھا۔ اب تو آئرہ کا دل کیا یہیں بیہوش ہو جائے۔ یہ خضر تو جادوگر تھا۔ آئرہ نے خضر کے چہرے کی شرارت بھانپ کر گھوری عطا کی تو وہ پھر سے آئرہ کی گالوں کو دبا کر بچاری مظلوم گال کو چھوتا ہوا اسے چھوڑ چکا تھا۔ اب تو آئرہ فورا سے بیشتر بھاگ کر بیڈ کی دوسری طرف گئی اور کن

آنکھوں سے خضر کو دیکھتی ہوئی پیکنگ کرنے لگ گئی۔ خضر کو تو رہ رہ کر آئرہ پر محبت کا دریا امڈ رہا تھا مگر وہ مزید کوئی شرارت کیے فرمابرداری سے فون لیے باہر نکلا، شاید وہ مبشر کی کال کا منتظر تھا۔ آئرہ اسکے جاتے ہی پوری دلفریبی سے سامنے آئینے میں کھڑی اپنی بلش کرتی صورت دیکھ کر ہنس پڑی۔ خضر کی محبت واقعی مقدس تھی بلکل اس کے شفاف دل کی طرح، جو ممکن تھا آئرہ کو تا عمر شاداب رکھنے والی تھی۔

****

"مما آپ میری فیلنگز ایسے سمجھ لیں کے جیسے مجھے ایک ہی پل وہ بے انتہا عزیز ہوگئی ہے۔ میں اسکے بنا اپنی زندگی گزرانے کا سوچوں بھی تو رنگ روٹھ جاتے ہیں۔ میں بس اس سے ایک بار ملا اور ایک بار کال پے بات ہوئی۔ وہ میرے اندر مجھ سے زیادہ ہے، مما یہ محبت مجھے اتنی جلدی کیوں ہوگئی۔ اسے میرا کر دیں، مما میں اس سے نکاح کر کے ایشورٹی چاہتا ہوں۔ آپ ڈیڈ کو منائیں، پلیز" مبشر کے جذبات سن کر مہر و الگ صدمے میں تھیں، انکے بچے کی محبت تو آسمان کے اعلی رتبے پر جا پہنچی تھی۔ وہ جو گلاس ونڈو پر ہاتھ رکھے اپنے دل کے بے قابو جذبات کہہ گیا تھا آخری بات پر اچانک پلٹ کر مہرو کے قدموں میں جا بیٹھا۔ مہرو اداس سا چہرہ لیے مبشر کی گال پر ہاتھ دھر کر اپنے بچے کی فرمائش پر الجھ گئیں۔

"میری جان مماتم پر قربان جائیں مگر تمہارے بابا کو کون منائے گا، اف مبشر یہ کہاں الجھا دیا ہے تم نے" مہرو کو پہلے ہی پریشانیاں لاحق تھیں اور اب مبشر نے ایک نئے امتحان میں ڈبو ڈالا تھا۔ وہ مما کی بوتیک آیا تھا اور اسے ہر صورت مہرو کو قائل کرنا تھا۔

"آپ منائیں گی، حرا کے لیے میں پہلے ہی تمیز کا دامن بہت صبر سے تھام کر بیٹھا ہوں کہ ان سے کوئی گستاخی نہ کر دوں۔ لیکن مزید کچھ بھی ہوا تو مبشر اپنی حد سے بڑھنے پر مجبور ہو جائے گا" مبشر بھی اس بے جا بے بسی پر شدید غمزدہ تھا۔ حرا کے لیے وہ کچھ نہیں کر پایا تھا اسے اسکا شدید قلق تھا۔ مہرو کا دل انجانے خوف کی زد میں لپٹ کر ہلکان ہوا۔

"اچھا ٹھیک ہے، رات کو بات کرتی ہوں۔ عنیہ بہت اچھی ہے لیکن وہی بات کہ اگر تمہارے ڈیڈ نے چاہا تو ہی ایسا ممکن ہو گا۔ تم میری تربیت کو کسی صورت آنچ نہ آنے دینا مبشر، تمہارے بابا جو کہیں اسکا احترام تم پر لازم ہے" مہرو نہیں چاہتی تھیں کہ ایک بار پھر جلال اس بات کو لے کر انھیں بے وقعت اور زلیل کریں، مہرو کی درخواست پر مبشر ماتھے پر بل ڈالے سختی سے ہونٹ بھینچے پھر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں ہر صورت ایشورٹی چاہتا ہوں مما، آپ سمجھیں کہ یہ میری زندگی کا سوال ہے" مبشر کے جذبات کی گہرائی اگر عنیہ کو پتا چلتی تو وہ حیرت سے پتھر بن جاتی۔ مبشر اس کو لے کر اسقدر ٹچی ہو گیا یہ خود مبشر نے بھی کب سوچا تھا۔ مہرو اضطراب کے سنگ اٹھ کر مبشر تک پہنچیں اور اسکا چہرہ تھامے پوری امید دلاتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے، پریشان مت ہو۔ کرتے ہیں بات" مہر و خود مبشر کے چہرے کی پریشانی اور بیقراری دیکھ کر ہل چکی تھیں۔ انکا بیٹا واقعی محبت کر بیٹھا تھا اور ایسی شدید اور پاک کہ اسے نکاح سے مضبوطی کا ایک غلاف چڑھانے کا فیصلہ لے چکا تھا۔ دوسری طرف آج عنیہ کا دل بہت شدت سے دھڑک رہا تھا کہ جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ وہ بہت پریشان تھی کہ مبشر آخر کیا کرنے والا ہے۔

****

"ملک میں جگہ جگہ سیکورٹی الرٹ کر دی گئی ہے برہان، جیسے ان لوگوں کو پتا چل گیا ہے کہ کوئی کچھ کرنے والا ہے۔ یہ خبر اتنی رازداری کے باوجود ان تک کیسے گئی میری سمجھ سے بالاتر ہے" بم بلاسٹ دو دن بعد نسب کیے جانے تھے مگر برہان سکندر کو اطلاعات مل چکیں تھیں کہ ملک میں غائبانہ اور فوری طور پر مختلف پبلک ایریاز کی مانیٹرنگ شروع کی جا چکی ہے جو ان دونوں کے لیے تشویشناک صورت تھی۔ سیٹھ ظہور تبریزی کی چھٹی حس کسی بڑے خطرے کا الارم دے رہی تھی۔

"ضرور یہ ستارہ کی چال ہے، وہ لوگ ہماری سوچ سے بھی شاطر ہیں سیٹھ صاحب۔ ہمیں اپنا پلین بی لے کر چلنا ہو گا۔ جگہ اور مقام دونوں بدل کر بلاسٹ بھی خود کش ہونے چاہیں، اس بار اس ستارہ کو ایسا گھمانا ہے کے وہ بھی

حیرت سے یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں کہ ہمارے ساتھ ہوا کیا ہے" برہان سکندر کا فسادی دماغ کام کر رہا تھا جس پر سامنے بیٹھا سیٹھ ظہور تبریزی بھی کسی گہری سوچ میں ڈوبا تھا۔

"ٹھیک ہے، پلین بی پر کام شروع کرتے ہیں۔ اس کے لیے جو بھی لائحہ عمل ہے وہ ہم آج ہی ڈیسائیڈ کر لیتے ہیں" سیٹھ ظہور تبریزی وہ لکیر کا فقیر تھا جس پر خود اس کا اپنا ساتھی نالاں تھا، میزان خان کی مسلسل خاموشی بس ٹوٹنے کو تھی۔ جبکہ برہان سکندر کے باقی کے دو منسٹر آجکل قبضہ مافیا کے فرائض سر انجام دے رہے تھے۔ یہ تمام لوٹی گئی اراضی برہان سکندر مزید دگنی قیمت کے سنگ آگے فروخت کرتا تھا۔ ملک کا کوئی ادارہ ان لوگوں کی بے جا زیادتی اور کرپشن پر بولنے سے ڈرتا تھا، لیکن وقت وقت کی بات تھی کہ ان جیسے ملک دشمن سورماوں کے لیے ستارہ بس ایکشن میں آنے کو تھی۔ انکا پہلا ٹارگٹ برہان سکندر تھا جس کے بعد تبریزی پر ہاتھ ڈالنا بہت آسان تھا۔

"جو بھی کریں، کام ایک دم جاندار ہونا چاہیے۔ مجھے آپ سے بہت امیدیں ہیں سیٹھ صاحب" برہان کی لال تو لجاجت کرتے لپکی تھئ، مقابل تو ایسا اطمئینان تھا کہ جسکی کوئی مثال نہ تھی۔ تبریزی وہ واحد تھا جو ستارہ کی وارننگ کے باوجود ابھی تک بچا ہوا تھا مگر اب ان سب کی الٹی گنتی شروع تھی۔ کل رات ستارہ اپنا اگلا مشن پورا کرنے والی تھی جو برہان سکندر کو غائب کرنے سے شروع ہونا تھا۔ یہ لوگ ملک میں تباہی اور اسکا امن وسکون غرق کرنے کا سوچتے اور ستارہ چپ چاپ یہ دیکھتی؟ ایسا ممکن نہیں تھا۔ ستارہ ان ایکشن سون تبریزی صاحب، اینڈ آلسو برہان سکندر۔۔۔۔

****

رات کے کھانے پر وہ چاروں بلکل خاموش تھے۔ حرا کافی مرجھا گئی تھی مگر وہ بھی شاید اپنی قسم کے اس بے رحم فیصلے کو ماننے پر مجبور تھی۔ مہرو اور مبشر نے محتاط انداز میں ایک دوسرے کی سمت دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کھانا کھاتے جلال پر نظر ڈالی جو نارمل موڈ میں دیکھائی دے رہے تھے۔ آج تو آر یا پار ہونے والا معاملہ تھا۔ مبشر کے دل کی دھڑکن بجھنے کی کوشش میں پھر سے تیز ہونے لگی تھی۔ مہرو خود سہمی ہوئی تھیں۔ لیکن انھیں یہ بات آج ہی کرنی تھی۔

"جلال، مجھے آپ سے بات کرنی تھی" مہرو نے کچھ توقف تک خود کو نارمل کر کے گھبراہٹ سائیڈ پر کرتے ہوئے جلال کو مخاطب کیے کہا جس پر وہ ایک کھوجتی نظر مہرو پر ڈال چکے تھے۔ انھیں شام سے ہی یہ دونوں ماں بیٹے مشکوک لگ رہے تھے اور وہ منتظر تھے کہ یہ خود بات کریں۔ حرا ہنوز بے دلی سے کھانا کھا کم اسے گھور زیادہ رہی تھی۔

"ہاں کہو" سختی تو جلال کے لہجے میں نارمل ہو کر بھی شامل تھی، مبشر کسی انکار کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ ڈیڈ کبھی نہیں مانیں گے تبھی وہ حد درجہ رنجیدہ تھا۔

"دراصل مبشر جانے سے پہلے نکاح کرنا چاہتا ہے، اسے عنیہ پسند آئی ہے" یہ بات مہرو نے جھٹ سے کہہ ڈالی جس پر حرا تو سپون چھوڑے حیرت سے مہرو اور مبشر کا منہ تکنے لگی جبکہ جلال کے چہرے پر کچھ لمحے کو شدید سختی ابھر آئی۔ مبشر انکے ماتھے پر آئے بل دیکھ کر کچھ پریشان ہو چکا تھا۔

"عنیہ، وہ چھوٹی سی لڑکی۔ خیر ہے مبشر، یہ بیٹھے بیٹھائے تمہیں کیا سوجھی" جلال کا رویہ خلاف توقع ایک دم نارمل ہوا جس پر مہرو اور مبشر دونوں شاکڈ تھے۔ حرا تو صدمے میں غرق تھی۔

"ڈیڈ وہ مجھے اچھی لگتی ہے، میں جانتا ہوں وہ چھوٹی ہے میں بس ایشورٹی کے لیے نکاح چاہتا ہوں" مبشر نے جھجھکتے ہوئے بولنے کی جسارت کی جس پر جلال نے اچٹتی نگاہیں مبشر پر ڈالیں۔

"صرف وہی نہیں، تم بھی ابھی شادی کے قابل کہیں سے نہیں ہو۔ پہلے کچھ بن جاو پھر کر لینا شادی" جلال نے شروع دن سے مبشر اور ضامن کی شادی کا فیصلہ مہرو کو سونپ رکھا تھا۔ حرا کی شادی وہ اپنی مرضی سے ہمیشہ کرنا چاہتے تھے جو وہ کر چکے تھے لہذا انکو کوئی اعتراض ہوتا دیکھائی نہیں دیا تھا۔

"ڈیڈ اس دوران وہ کسی اور کی ہو گئی تو۔۔۔ بس یہ نکاح ہو جائے تو میں مطمئین رہوں گا کہ وہ میری ہے" مبشر جانتا تھا کہ آج وہ چپ رہا تو ساری عمر پچھتائے گا۔ حرا کو رونا آیا کہ صرف اسی کے ساتھ ہی بے رحمی کرنی تھی سب نے، اسے اپنا آپ بہت فالتو لگا۔

مبشر کی بات پر نا جانے کیوں جلال نے تلخی سے قہقہہ لگا کر مہرو کو ایک شاکی نگاہ سے دیکھا۔

"نکاح کے باوجود بھی کبھی کبھی دو لوگ ایک دوسرے کے نہیں ہو پاتے، میری اور اپنی ماں مثال لے لو" جلال کے لہجے کی کاٹ اور تنز نے مہرو کا دل جلا ڈالا تھا، کچھ پل کو مبشر بھی لاجواب ہوا۔

"خیر تم خود مختار ہو اور اپنی مرضی کر سکتے ہو، اگر نکاح تمہارے دل کی تسلی ہے تو کل ہی تم اور مہرو جا کر یہ فریضہ سرانجام دے لو مجھے کوئی اعتراض نہیں" جلال کے کہنے کی دیر تھی کہ حرا نے سپون زوردار طریقے سے پلیٹ میں پٹخی اور اٹھ کر تینوں کو تکلیف سے دیکھتی سامنے آئی۔

"واو ڈیڈ، ساری زبردستی اور تکلیف صرف میرے لیے۔ میں بھی تو خود مختار تھی پھر مجھے آپ سب کیوں زبردستی باندھ رہے ہیں۔ میں آپ سب کو کبھی معاف نہیں کروں گی، آپ سب بے رحم ہیں۔ میں ایک بار یہاں سے گئی تو کبھی نہیں آؤں گی۔ وہیں مر جاؤں گی سنا آپ سب نے" ہفتے بھر کی تکلیف اور درد حرا کی نازک آنکھوں سے بہہ نکلا اور وہ چیخ کر پھٹ پڑی۔ وہ تینوں تو دم بخود سے حرا کے رویے پر صدمے میں غرق تھے۔

"حرا، یو آر مائی پرنس۔ بھلے یہ رشتہ تم پر تھوپ دیا گیا ہے لیکن اتنا یاد رکھو کہ تمہارے ڈیڈ تمہارے لیے غلط فیصلہ نہیں لے سکتے۔ کام ڈاون" جلال ترنت اٹھ کر حرا کو شانوں سے پکڑے اداسی اور سنجیدگی سے بولے مگر وہ پری تو رو کر آدھی ہوئے ڈیڈ کی گرفت سے نکلنے پر مچل رہی تھی۔ مہرو اور مبشر بھی بے قراری سے اٹھ کر حرا تک آئے۔

"آئی ہیٹ یو، مجھے کسی سے بات نہیں کرنی" حرا روتی جا رہی تھی اور بازو چھڑواتی فوراً کمرے کی طرف بھاگی۔ مبشر اسکے پیچھے گیا اور اب مہرو اور جلال ایک جیسے پریشان تھے۔

"اس پاگل کو سمجھاؤ کہ یہ سوگ ختم کرے، دماغ خراب کر رہا ہے اسکا رونا۔ کان کھول کر سنو مہرو اور اسے بھی سمجھا دو کہ یہ شادی ہر صورت ہو گی۔ اچھا ہے وہ شرافت سے یہ دن گزارے ورنہ کل کی بجائے آج ہی رخصت کروں گا اسے" جلال جو حرا کے رونے سے متاثر ہوئے تھے ایک ہی لمحے میں پتھر بن کر مہرو کو جھاڑ گئے۔ مہرو نے نمی سے بھری نگاہوں سے جلال کو دیکھا جو حرا کی تکلیف کو جان بوجھ کر نظر انداز کر رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ مہرو پھر سے التجاء کا دفتر کھول لیتیں، جلال انھیں پرے دھکیلتے ہوئے کمرے کی سمت چلے گئے۔ مہرو بھی اندر مبشر اور حرا کی سمت چل دیں۔

****

حرا کا رونا اس قدر دردناک تھا کہ مبشر کا دل سہم گیا تھا، وہ بیڈ پر بیٹھی ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ مبشر اسکے ساتھ بیٹھا مگر وہ سخت برہم ہوتی اٹھ گئی۔ مبشر جانتا تھا کہ وہ سب سے خفا ہے اور خاص کر مبشر سے جو اس کے لیے کچھ نہیں کر پایا تھا۔

"میری جان، مجھ سے ناراض مت ہو" مبشر بھی اٹھ کر اسے بازو سے پکڑے مقابل لایا جو اسکی حرا تو لگ ہی نہیں رہی تھی۔ حرا کا دیکھنا مبشر کے دل میں تیر کی طرح اترا تھا۔

"آپ سب کو اپنی خوشیوں کی پڑھ گئی ہے، کوئی میرے لیے نہیں سوچ رہا۔ آپ نے ہمیشہ میرا ساتھ دیا ہے بھیا پھر اب کیوں مجھے اس شادی سے نہیں بچا رہے۔ میں مر جاوں گی مجھ پر رحم کریں، بابا کو کہیں مجھے یہ شادی نہیں کرنی" حرا کے آنسو اسکی نازک گالوں پر لڑھک کر گلابی کر چکے تھے۔ مبشر کا دل خود بھیگ چکا تھا۔

"تم پر میری جان بھی قربان ہے حرا لیکن میں کیا کروں، ڈیڈ نہیں مان رہے۔ وہ اس رشتے میں کسی کی مداخلت گوارا نہیں کر رہے۔ تم خود بتاو کہ ہم کریں تو کیا کریں" مبشر کی بے بسی وہ جانتی تھی پھر بھی سخت تکلیف میں بھائی کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

"بس میری گڑیا، تم رو نہیں۔ تم ایک بار دل سے اس رشتے کے متعلق سوچو تو سہی۔ اگر اس آدمی نے میری گڑیا کو زرا بھی پریشان کیا تو وعدہ کرتا ہوں اسکی جان لے لوں گا۔ ایک بار تم یہ فیصلہ مان لو، ہو سکتا ہے یہی تمہارے لیے بہتر ہو" مبشر ابھی اتنا خود مختار نہ تھا کہ وہ جلال کے سامنے تن جاتا، دوسرا جلال اٹل فیصلہ دے چکے تھے جسکو کوئی بدل نہیں سکتا تھا۔ مہرو بھی دروازے میں کھڑی اس غمزدہ سیچویشن پر دکھی تھیں۔

"وہ مجھے اچھا نہیں لگتا بھائی، مجھے اس سے ڈر لگتا ہے" حرا نے روتے ہوئے سہم کر کہا تو مبشر اسے خود میں سمیٹ کر اسکے سر پر پیار دیے اسے اپنے مقابل لایا۔

"تمہیں مجھ پہ بھروسہ رکھنا ہو گا، ابھی ہم چاہ کر بھی ڈیڈ کے فیصلے سے انحراف نہیں کر سکتے۔ لیکن کل کو اگر وہ بندہ ٹھیک نہ نکلا تو سب سے پہلے مبشر ہی ڈیڈ کے سامنے تنے گا۔ میری جان ہو تم حرا، کیوں فکر کرتی ہو۔ تمہارے لیے ہم سب زندہ ہیں۔ تم پر کوئی آنچ آنے سے پہلے میں اس شخص کا سانس روک دوں گا۔ میری ایک بے بسی کی ایسی سزا تو مت دو کہ حرا، تمہاری ناراضگی نہ میں سہہ سکتا ہوں اور نہ مما" حرا کا ہلکان بھیگا چہرہ ہاتھوں میں بھرے وہ بہت شفقت سے حرا کا ماتھا چومے بولا تو وہ روتی سی سر ہلا کر پھر سے مبشر کے سینے سے لگ گئی تھی۔ اب تو مہرو بھی اداس سی چلتی ہوئیں دونوں تک پہنچیں۔

"مجھے اکیلا مت چھوڑیے گا مبشر بھائی، یہ نہ ہو کہ میں آواز دوں اور آپکو سنائی نہ دے" حرا کی آنکھیں صورت برسات برس کر اب مبشر کی شرٹ تک تر کر گئیں اور مبشر نے تکلیف دہ نظر مہرو پر ڈالی جو خود شدید رنجیدہ تھیں۔

"ایسا نہیں ہو گا، بس اب۔ یہاں دیکھو! مما کتنی پریشان ہیں۔ میرا الگ حال برا ہے۔ خود کو بریو بنالو، ہم سب تمہاری خوشی کے منتظر ہیں" مبشر اسے ایک بار پھر قائل کرنے میں کامیاب تھا اور اب حرا روتی ہوئی مہرو سے لپٹ گئی تھی۔ وہ دونوں ہی حرا کے لیے پریشان تھے جو کچھ دیر رونے کے بعد اپنے چہرے کو بے دردی سے صاف کرتی مقابل آئی تھی۔

"کل آپکے نکاح پے میں بھی جاوں گی" روتو سی حرا اب مسکرا رہی تھی جس پر وہ دونوں بھی کچھ پریشانی زائل کر چکے تھے۔ اب تو مہرو تھیں اور ان سے لپٹے انکے جگر کے دو پیارے ٹکڑے۔ یہاں تو سب ریڈی تھا اب یہ بات دوسری طرف پہنچانے کا کام باقی تھا۔

****

"یہ ڈیورڈ کیلیم ہے، اس کیفے میں آئے گا، کل تم دونوں اس سے ملو جا کر۔ یہ تم دونوں کو کچھ انفارمیشن دے گا جسے کل ہی تم برہان سکندر کو میل کر دینا۔ وہ لوگ دو دن بعد ہمارا ٹاسک مکمل کر دیں گے۔ لیکن اگر کسی صورت وہ لوگ یہ کام نہ کروا سکے تو برہان سکندر کی موت کی خبر سننا چاہیں گے اور ضامن اب ہمیں کوئی کوتاہی نہیں چاہیے، اس سلسلے میں تم لوگ مکمل ایکٹیو رہو۔ اپنے لوگوں کو کہو کہ وہ برہان سکندر پر کڑی نگرانی رکھیں" یہ تنظیم کا وہی سیاہ تاریک کمرہ تھا جہاں ایک بار پھر ضامن اور مینا اپنے ٹاسک کی بریفنگ لینے آچکے تھے۔ یاد رہے کہ یہ تنظیم کا ضامن احمد کے لیے آخری چانس تھا، اسے برہان سکندر کو مروانا تھا اور اسکی موت سے پہلے پاکستان میں پانچ جگہوں پر بم بلاسٹ کروائے جانے تھے جو سیٹھ ظہور تبریزی عمل میں لانے والا تھا۔ تنظیم کے جونیئر ہیڈ خاصے کھردرے انداز میں ضامن کو چھپے لفظوں میں وارننگ بھی دے چکے تھے۔ ویڈیو کال پر منور

عالی بھی ہمیشہ کی طرح موجود تھا اور مدھم روشنی صرف ضامن اور مینا کے چہرے پر سویرا کرنے میں کامیاب تھی۔

"میں نے اپنے لوگ برہان سکندر کے ارد گرد لگا رکھے ہیں، اگر وہ یہ ٹاسک مکمل نہ کروا سکا تو میرے لوگ اسکا کام تمام کر دیں گے۔ آپ فکر مت کریں اس بار ضامن آپکو یا تنظیم کو مایوس نہیں کرے گا" ضامن کی آواز میں ولولہ تھا، پچھلی ہار سے سیکھی جانے والی دبنگ سیکھ تھی جس نے ضامن احمد کے چہرے پر پر اعتمادی کا سمندر موجزن کر رکھا تھا۔ وڈیو سکرین پر موجود منور بھی اب کی بار پر امید تھا۔ مینا اس بار ٹاسک کے دوران ضامن کے ساتھ تھی اور شاید اب ضامن ہار نہیں سکتا تھا۔ اسکی یہ ہار اسے سیدھا سیدھا موت دینے والی تھی اور اب وہ ایک بار پھر پتھر تھا۔ ملک کا بہت بڑا غدار تھا۔ تنظیم کا ہر فرد غیر مطمئین تھا کیونکہ ضامن سے ان کو ابھی بھی کچھ خاص توقع نہ تھی مگر وہ ضامن جیسے قابل کی پچھلے کئی سالوں سے خدمت لے رہے تھے اور وہ ان سالوں میں ناقابل شکست رہا تھا اور اسے ملنے والا موقع بھی اسی وجہ سے تھا۔

"ہمیں تم سے بہت توقعات ہیں ضامن، اس جیت پر تم سوچ نہیں سکتے کہ تمہیں کس قدر اونچی پرموشن دی جائے گی۔ اپنے اندر کے ناقابل شکست ضامن کو جگا کر یہ ٹاسک مکمل کرو۔ بیسٹ آف لک" وہ اندھیرے میں بیٹھا آدمی ضامن کا جوش مزید پرتپاک کر چکا تھا اور ضامن کے چہرے کی سختی اب کی بار ہر ہار سے لاتعلق تھی۔

اسے اب جیتنا تھا، اسے زندگی کے دن بڑھانے کے لیے ملک سے غداری کرنی تھی۔ تف ایسی زندگی پر ضامن

احمد، مگر جب تم سمجھو گے یہ بات تب تک وقت بیت چکا ہو گا۔ ہر کوئی ایکٹیو تھا، ممکن تھا کہ تباہی آنے کو پر تول چکی تھی۔

****

"کیا مطلب، یہ سب۔۔۔ یار تم مجھے اتنی رات کو شاک تو نہ دو" مبشر نے خضر کو اوکے کا اشارہ دے دیا تھا اور اب خضر اور آئرہ کی ایک گھنٹے تک فلائیٹ تھی جس سے پہلے وہ یہ بات عریش سے کرنے ہیڈ کوارٹر آیا تھا۔ آئرہ ،زیان اور افراح تو ششدر سا تاثر دے رہے تھے۔

"شاک نہیں ہے یار، یہ سب ہوا ہی اتنی جلدی ہے کہ میرے پاس اور کوئی آپشن نہیں تھا۔ عنیہ اور مبشر کا نکاح کل ہی کرنا چاہتے وہ، تم مجھے یہ بتاو کہ تمہیں اعتراض ہے یا نہیں۔ باقی دادی اور عنیہ سے بات کرنا میری ذمہ داری ہے" ایک ہی دن میں اتنا سب ہونا عریش کو خاصا ہلا چکا تھا۔ اس نے ابھی سے عنیہ کے نکاح کی کوئی سوچ نہیں سوچ رکھی تھی تبھی وہ بحر حیرت و بے یقینی میں غوطہ کھاتا دیکھائی دے رہا تھا۔

"اعتراض کی بات نہیں ہے خضر، عنیہ ابھی بہت چھوٹی ہے۔ اور مبشر، وہ کونسا اتنا بڑا ہے۔ یہ فیصلہ ضرور وہ جلد بازی میں لے رہا ہے۔ میرا دل نہیں مان رہا" عریش شدید جھنجھلاہٹ میں مبتلا تھا اور یہی حال افراح اور زیان کا تھا۔ آئرہ بھی متوجہ سی سب کو سن اور دیکھ رہی تھی۔

"مبشر یہ سب بہت سوچ سمجھ کر کر رہا عریش، اور ابھی بس نکاح ہو گا۔ مبشر کچھ دن تک واپس جا رہا ہے اور ممکن ہے اسے سالوں لگ جائیں۔ جب تک وہ اپنی تعلیم مکمل کر کے ڈاکٹر نہیں بنتا تب تک شادی نہیں ہو گی۔ تم اگر مبشر کے فیصلے کو جذباتی سمجھ رہے ہو تو میں گارنٹی دیتا ہوں" خضر کی گارنٹی سے بڑھ کر کچھ نہ تھا، مگر پھر بھی یہ معاملہ تھا ہی ایسا کہ عریش خاصا سنجیدہ تھا۔

"میرے خیال میں یہ ایک اچھا فیصلہ ہے، عنیہ اور مبشر دونوں سمجھدار بچے ہیں۔ ہمیں یہ ان دونوں کی بہتری کے لیے کرنا چاہیے" اب کی بار زیان نے بھی اپنی بہترین رائے دی جس پر عریش کا خدشہ کم ہوتا گیا۔ آئرہ، افراح اور خضر بھی متفق سے تھے۔

"بلکل، مبشر کی سوچ بہت اچھی ہے کہ اس نے پسندیدگی کو ایک حلال چیز میں بدلنے کا فیصلہ لیا۔ اسی سے اسکی سنجیدگی اور ابھی سے میچورٹی کا ثبوت ملتا ہے" افراح نے بھی آگے بڑھ کر عریش کے کندھے پر ہاتھ رکھے رشک سے کہا جو سینے پر ہاتھ باندھے دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

"بلکل عریش، مبشر بہت سلجھا ہوا اور حساس ہے۔ وہ اگر ایسا چاہتا ہے تو یقیناً وہ اس سب کے لیے سنجیدہ ہو گا" آئرہ نے بھی مسلسل خاموش سے عریش کی کھوئی صورت دیکھ کر کہا جس پر عریش نے ٹیک چھوڑ کر ایک سانس خارج کیا۔ سب ہی اسکے جواب کے منتظر تھے۔

"ٹھیک ہے، لیکن عنیہ سے پوچھنا ہو گا۔ اسکی مرضی کے بنا میں کچھ نہیں کروں گا" سب کے چہروں پر بیک وقت مسکان آئی تھی۔ خضر نے اسی وقت کال ملا کر جب یہ سب دادی کو بتایا تو وہ بھی شدید حیرت کے ساتھ ساتھ والہانہ خوشی میں لپٹ سی گئی تھیں۔ اور پھر یہ بات عنیہ سے بھی خود خضر نے پوچھی جس پر وہ کچھ لمحے بولنے کے قابل نہ رہی مگر پھر وہ خضر کو ہاں بول کر فون دادی کو دے کر چلی گئی۔ عریش کے ساتھ ساتھ خضر کا کام بھی بخوبی مکمل ہوا۔ خضر نے دادی کو کل مہر لوگوں کے آنے کا بتا دیا تھا اور عریش، زیان اور افراح نے بھی کچھ گھنٹے کے لیے نکاح میں شرکت کا ارادہ کر لیا تھا۔ آنے اور جانے میں کافی وقت لگ سکتا تھا تبھی وہ تینوں بس نکاح ہونے تک ٹھہر کر واپس آنے والے تھے۔ خضر اور آئرہ تمام معاملات کے سیٹل ہوتے ہی فلائیٹ کے لیے نکل گئے تھے۔

****

نیا دن اپنی نئی فیصلہ کن لہر کے ساتھ وارد ہو چکا تھا۔ عریش کے ساتھ زیان اور افراح بھی جانے والے تھے مگر عین وقت پر ہزل سر نے انکو کوئی کام دیا جسکی وجہ سے عریش کو اکیلے ہی جانا پڑا۔ ویسے بھی نکاح کی بہت سادہ سی رسم تھی جس پر زیادہ ضروری عریش کا جانا تھا۔ خضر اور آئرہ رات نکل چکے تھے اور ممکن تھا کہ وہ اب تک گلاسگو پہنچ بھی چکے تھے۔ مبشر نے جانے سے پہلے ایک بار پھر عنیہ کو کال ملائی مگر اب تو سیدھا سیدھا فون کٹ گیا تھا جس پر وہ شہزادہ مزید رنجیدہ ہوا۔ اسے عنیہ کی رضامندی کا علم ہو چکا تھا مگر وہ عنیہ کے ہنوز ویسے رویے سے خاصا دلبرداشتہ تھا۔ دادی اور جنت تو بہت خوش تھیں مگر عنیہ کے چہرے پر شدید سنجیدگی درج تھی۔ اسے مبشر نے ایک ایسی سچویشن میں ڈال دیا تھا جس میں وہ خود کو غیر اعتماد محسوس کر رہی تھی۔ عریش صبح ان سب کے آنے سے پہلے پہنچ چکا تھا اور سیدھا عنیہ سے ہی ملا تھا۔ اسے تب تک سکون نہ آیا جب تک عنیہ نے ہاں نہ کہی، عنیہ کو خود سمجھ نہ آیا کہ وہ ہاں کیوں کر رہی ہے۔ اسے مبشر پر صرف غصہ تھا جسے اس نے اپنا ہاتھ کیا پکڑایا وہ تو اسے پوری جکڑنے کے خواب دیکھ بیٹھا تھا۔

وہ خضر کو چاہ کر بھی ناں نہیں کہہ سکی تھی، پھر دادی اور عریش کے پوچھنے پر بھی اس نے چپ چاپ سر ہلا دیا۔ سب نے مکمل تسلی دلائی تھی کہ پانچ سال سے پہلے شادی کا کوئی نام نہ لے گا جس پر عنیہ کی کچھ رنجیدگی کم ہوئی تھی۔ مہرو، مبشر اور حرا کے ساتھ ہی رسمی سے چند لوزمات جن میں عنیہ کے لیے بہت پیاری شاپنگ، مٹھائی اور چند پھل فروٹس تھے۔ چونکہ دونوں طرف باہمی رضامندی آنے سے پہلے طے تھی لہذا دادی اور جنت نے پہلے

سے سب تیار کر لیا تھا۔ وہاں بس کمال اور مانیہ تھے اور عریش لوگوں کے چوکیدار بابا۔ مبشر کے دوست یہاں تھے نہیں لہذا وہی سب گواہوں کی صورت ایڈجسٹ ہو گئے تھے۔ نکاح بہت سادگی سے طے پایا گیا تھا اور عنیہ کو شدید حیرت ہوئی کہ وہ قبول ہے کہنے میں ایک بار بھی نہیں جھجھکی تھی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ اس کے ساتھ یہ اچانک ہوا کیا ہے۔ عریش خوش تھا کیونکہ خضر کی تسلی اور گارنٹی کے بعد اور کسی فکر کی گنجائش نہیں بچتی تھی۔ حرا بھی اپنا دکھ بھلائے مبشر بھائی کی خوشی میں مسکرا رہی تھی، مہرو کو اب جتنی حرا اور آئرہ عزیز تھیں اب عنیہ بھی انکے سب سے مہربان بیٹے کی امانت اور خوشی تھی لہذا وہ عنیہ پر اپنی بے انتہا محبت نچھاور کرتی دیکھائی دی تھیں۔

عنیہ نے اس پورے وقت ایک بار بھی مبشر کو دیکھنے کی کوشش نہ کی تھی، حالانکہ وہ آج اس قدر پیارا لگ رہا تھا کہ سب نے کئی بار اس شہزادے کی نظر اتاری تھی۔ عنیہ اسے قبول کرنے کے باوجود اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی اور دعا کر رہی تھی کہ وہ بس جلدی سے چلا جائے۔ جنت بھی عریش کے کچھ ٹائم کے لیے ہی سہی پر آنے پر کھلی لگ رہی تھی۔ نکاح کے بعد سب نے ایک دوسرے کو مبارک دی مگر مبشر چاہتا تھا کہ وہ کم از کم اسے دیکھ لے مگر عنیہ بھی اپنے اصول کے معاملے میں سخت تھی۔ وہ سارا وقت جنت کے ساتھ رہی اور جنت نے بھی عنیہ کو ساتھ ہی رکھا۔ ڈارک گرین بہت نفیس سے سوٹ میں سر پر ڈھلکا آنچل تو اس حسن کے شیدائی سے پوچھتا کے کتنا ظالم ہے۔ نکاح کے بعد وہ مہرو اور حرا سے ملنے کے بعد کمرے میں چلی گئی تھی۔ باقی سب مہمان کھانا کھا کر گئے تھے۔ مہرو نے بھی اجازت طلب کر لی تھی کیونکہ گھر میں خود وہ سب حرا کی شادی کے لیے بزی تھے

تبھی پھر دادی نے بھی رکنے پر اصرار نہیں کیا تھا۔ کمرے میں موجود عنیہ اپنے سر سے دوپٹہ اتارے کمرے میں چکر کاٹ کر یہی دعا کر رہی تھی کہ وہ پانچ سال تک اب مبشر سے کبھی نہ ملے، وہ سارا وقت خود پر مبشر کی خطرناک نظریں محسوس کرتی رہی تھی۔ مبشر کو جو چاہیے تھا وہ مل گیا تھا، لہذا وہ عنیہ کے اس ستم پر بھی راضی ہو کر مہرو اور حرا کے ساتھ واپس روانہ ہو گیا تھا۔ اب عنیہ اسکے نکاح میں تھی مطلب اسکی تھی، اس سے آج کوئی حال پوچھتا تو وہ کہتا کہ میں ہواوں میں ہوں۔ مہرو خوش تھیں کیونکہ پہلی بار وہ بنا کسی لڑائی جھگڑے کے اپنے بچے کی خوشی میں شریک ہوئی تھیں۔ حرا جو کل تک رو رو کر ہلکان تھی مگر آج سنبھل چکی تھی۔ شاید مبشر کا حوصلہ اسے لاحق ڈر پر حاوی تھا مگر وہ اندر سے ابھی تک خوفزدہ تھی۔ عریش سب مہمانوں کے جاتے ہی بہت لاڈ سے اس چھپی شہزادی کو باہر لایا جہاں دادی اور جنت مسکرا رہی تھیں۔ عنیہ سر جھکائے کچھ زیادہ ہی چپ تھی۔

"فائنلی میری چوہی کے لیے چوہا مل ہی گیا، ہاہا دیکھو زرا اس کو بھی شرمانا آتا" عریش اسکی بازو کھینچ کر اسے ساتھ لگائے شرارت سے بولا تو اب تو دادی اور جنت کے ساتھ ساتھ عنیہ بھی ہنس دی تھی۔ دادی کی جان نثار نظریں تو عنیہ کی قسمت پر رشک زدہ تھیں۔

" آپ سب نے مجھے پانچ سال سے پہلے چلتا کرنے کا سوچا ناں تو میں نے رو رو کر مری میں طوفان لے آنا ہے" بھائی کے سینے سے لگی عنیہ پر تو سب نثار تھے۔ خود عریش اپنی اس پیاری سی شہزادی کا ماتھا چومے پورے متفقہ انداز میں سر ہلا چکا تھا۔

"نہیں بکری تم مت رونا، ورنہ تمہارے بکرے نے ہمیں ٹکریں مار مار ہلکان کر دینا ہے" عریش جانتا تھا وہ گھبرائی ہوئی ہے اور عجیب فیل کر رہی ہے تو اسکا اعتماد واپس بحال کرنے کا طریقہ یہی تھا جس پر جنت اور دادی دونوں کو شدید پیار آیا تھا۔ بکرے پر تو عریش کی بتیسی نکل کر پھیلی مگر عنیہ منہ پر منصوعی برہمی لائے پس پردہ مسکرا کر اب دادی سے جا لپٹی تھی۔

"دادی قربان جائے اپنے بچوں پر، بس بھئی میری عنیہ کو اب تنگ نہ کرو۔ یہ تو میرا سب سے لاڈلا بچہ ہے" دادی کی محبت بھی عنیہ کو حوصلہ دینے کو تھی کہ اسے عجیب فیل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کام کر چکا تھا۔ عنیہ سنجیدگی کے حول سے بہت اچھے سے نکل آئی تھی۔ عریش کی بے اختیار نظر جنت پر گئی تو ہنستی جنت کی بتیسی کو ظالم بریک لگی تھی۔ وہ اسے ابھی تک اکیلی نہیں ملی تھی اور جدائی کا کوئی قرض بھی نہیں چکایا گیا تھا۔

"خوش رہ میری شیرنی، ویسے مجھے بھی اب نکلنا ہے۔ بہت مشکل سے تھوڑی دیر کی چھٹی ملی تھی۔ میں فریش ہو لوں" عریش صاحب کسمائے انداز میں ایک بار پھر عنیہ کی پیشانی چومتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا جس پر عنیہ، دادی اور جنت تینوں اداس ہو گئے تھے اور وہ ان تینوں کی اداس شکلیں دیکھ کر ہنس پڑا تھا۔

"ٹھیک ہے میرا بچہ، مجھے لگا تھا تو ایک دن رکے گا۔ چل جیسا تو کہے" دادی کا اپنا دل تھا کیونکہ وہ جنت کی اداسی نوٹس کر چکی تھیں اور اب عریش کے تھوڑی دیر آنے سے ہی جنت کے چہرے کی رعنائی واپس لوٹ کر دادی کو بھی خوشی میں لپٹا چکی تھی۔

"دادی ان شاء اللہ اگلی بار، آج بھی اس بھوتنی کے لیے آیا ہوں۔ چلیں میں فریش ہو کر بس نکل جاوں گا شام تک پہنچنا ہے" عریش کے کام کو لے کر جنت ابھی تک تجسس میں تھی مگر ابھی اسکے لیے صرف عریش اہم تھا۔ دادی نے مسکرا کر سر ہلایا تو وہ روم کی طرف بڑھ گیا، دادی نے پتھر بن کر کھڑی جنت کو اسکے پیچھے جانے کا اشارہ دیا تو جنت بھی شرمیلی سی ہنسی دباتی پیچھے گئی۔ اب دادی تھیں اور پوتی کا لاڈو بننا۔

"آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہیں دادی" نہ جانے کیا ہوا کہ عنیہ نے اپنے خدشے کو زبان دے کر دادی کے سینے سے لگ کر کہا جس پر دادی حیرت سے اس جان کی گو شی کو خود میں سمو گئی تھیں۔

"ہرگز نہیں، بلکہ میں مبشر کے فیصلے پر رشک زدہ ہوں۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ تجھے پسند کرتا ہے کیونکہ اسکی آنکھوں میں صاف دیکھائی دیتا تھا پر یہ جو نکاح والا کام ہے یہ کر کے اس نے میرا تجھ پر مزید اعتماد بڑھا دیا ہے۔ میری جان تجھ میں اور عریش میں بستی ہے اور مجھے خود سے زیادہ اپنی تربیت پر بھروسہ ہے جو تو نے ثابت کیا کہ بھروسہ ایک دم درست ہے" دادی کا یہ کہنا عنیہ کے دل سے رہا سہا بوجھ ہٹا کر اسے بلکل مطمئین کر چکا تھا تبھی اب عنیہ صاحبہ دادی کی گال پر کئی ایک ساتھ پیار دیے ہنس دی تھی۔

"دادی آپکی عنیہ آپکو کبھی شرمندہ نہیں کرے گی، ان شاء اللہ" دادی کا حوصلہ تو پہلے ہی اونچا تھا اور رہی سہی کسر انکے یہ جان کے ٹکڑے پوری کر دیتے تھے۔ دادی دلفریب سی خوشی میں لپٹ کر حسین لگ رہی تھیں۔

"ہاں ان شاء اللہ، لیکن مبشر سے جو ناراضگی ہے اسے ختم کر دے۔ دوستی قائم رکھنے پر کوئی پابندی نہیں، کیونکہ دوست بن کر پیچھے ہٹنے والے کمزور نیت کے ہوتے ہیں۔ تم دونوں سمجھدار ہو اور مجھے نہیں لگتا کہ بات میں کوئی قباحت ہے، آج تو نے اسے بہت اگنور کیا ہے میں سب دیکھ رہی تھی "عنیہ تو اپنی ایک عدد جاسوس دادی پر حیران ہی رہ گئی تھی جو اب ہنسی دبائے اسے شرارت سے دیکھ رہی تھیں اور اب تو عنیہ کے چہرے کے رنگ قابل دید تھی۔

"ھاھا میری جاسوس دادی "عنیہ کی ہنسی پورے کمرے میں کھنکی تھی اور اب دادی کی ہنسی بھی شامل ہو کر حسین بنی تھی۔ جہاں تک مبشر سے بات کا معاملہ تھا،عنیہ کو دادی کی بات وزن دار لگی تھی۔

****

" آپ مجھے اس آدمی کا ایگزیٹ پتا اور لوکیشن دیں، اور ایک بات کہ مجھے کچھ سیکوڑتی کی ضرورت ہے۔ گھر تو سیو ہے لیکن آپ گھر کے آس پاس چند لوگ ایکٹیو کروا دیں "خضر فون پر کسی سے مخاطب تھا، وہ لوگ گلاسگو پہنچ چکے تھے، یہ ایک مکمل سیکورٹی سے مزین اپارٹمنٹ تھا جہاں آئرہ اور خضر پہنچ چکے تھے۔ یہاں کا وقت پاکستان سے پانچ گھنٹے پیچھے تھا، ابھی انگلینڈ میں صبح تھی جبکہ پاکستان میں شام کے تین بج رہے تھے۔ خضر اور آئرہ آج

ہی مشن پر کام کرنے والے تھے اور خضر کا پہلا ٹارگٹ ضامن سے ملاقات کرنے کا تھا جو وہ اکیلا ہی جانے والا تھا۔

"سر آل ریڈی گھر کی مونٹرنگ کی جا رہی ہے، دوسری بات مسٹر ضامن کل رات سے سکاٹ لینڈ میں موجود تھے۔ ابھی انکے بارے میں کوئی انفارمیشن نہیں ہے لیکن دو گھنٹے میں گلاسگو کہ ایک کیفے دی پارچر میں وہ کسی ڈیوڈ نامی آدمی سے میٹنگ کرنے والے ہیں" فون کی اس طرف ایک سول بلیک تھری پیس میں موجود پشت کیے کھڑا وجود خضر کو انفارمیشن دے رہا تھا جس پر خضر کی آنکھوں میں چمک ابھر چکی تھی۔

"گڈ، یہ کیفے یہاں سے کتنا دور ہے؟" خضر اجلت میں صوفے پر رکھی اپنی جیکٹ اور گاڑی کی چابی اور گن اٹھائے محتاط انداز میں بولا تھا۔

"سر ایک گھنٹے کی ڈرائیو پر ہے، میں آپکو ایڈریس بھیجتا ہوں" وہ آدمی ترنت فون رکھ کر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔ اسکے سامنے روڈ کی دوسری طرف سرخ روشنی سے منور ایک بورڈ تھا جس پر کیفے کا نام چمک رہا تھا۔ خضر نے ایڈریس موصول کرتے ہی کمرے سے باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ آئرہ باہر لاونج میں لیپ ٹاپ پر کام کر رہی تھی، خضر کو یوں فوری طور پر نکلتا دیکھ کر وہ خاصی حیران تھی۔

"خضر کو، میں بھی جاوں گی" آئرہ لیپ ٹاپ رکھتے ہوئے بیقراری سے خضر کی سمت آئی جو فون پر ابھی بھی میپ دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے آئرہ کی جانب متوجہ ہوا۔

"ابھی میں اس سے ملنے جارہاہوں، تم یہیں رکو۔ میں چاہتاہوں کہ اپنی ایک کوشش کرکے اسے اس دلدل سے نکال لوں۔ ادروائز ہمارے پاس کوئی آپشن نہیں رہے گا آئرہ" آئرہ جانتی تھی کہ خضر دل سے بہت متاثر ہے، جو بھی تھاوہ اسکا بھائی تھا۔ آئرہ نے ایک تسلی آمیز نظر خضر پر ڈال کر اسکی بازو سہلائی جس پر وہ خاصا رنجیدہ تاثر دے رہاتھا۔

"ہوپ سو کہ وہ تمہاری بات سمجھ جائے، تم جانتے ہو اسکا مزاج جلال انکل جیساہے۔ یہ نہ ہو کہ الٹاوہ نقصان پہنچادے، خضر اپنادھیان رکھنا پلیز" آئرہ اسے کسی صورت اکیلا جانے نہیں دیناچاہتی تھی مگر خضر ابھی اسے نہیں لے جاسکتا تھا۔ آئرہ کی فکر پر وہ مسکرا کر اسکی پیشانی چومتاہوا سر ہلائے باہر نکل گیاتو آئرہ بھی بوجھل سی اسے جاتادیکھتی رہی اور پھر واپس اپنی جگہ پر آکر اپناکام شروع کرچکی تھی۔ آئرہ نے کچھ دیر بعد اپنے فون سے کوئی نمبر ڈائل کیا جسے فوری اٹھالیا گیا تھا۔

"مجھے ایک گاڑی چاہیے، ابھی" آئرہ نے کچھ سوچ کر مشکوک انداز میں اپنی ٹیم ممبر سے کہا اور خود لیپ ٹاپ فولڈ کرتی کمرے میں گئی۔ اپنی گن میں گولیاں ڈالنے کے بعد وہ جیکٹ اور فون لیے باہر آئی۔

"مجھے معاف کر دینا خضر لیکن میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی" آئرہ نے اپنی گن جیکٹ میں فٹ کی اور کان کے پیچھے ایئر فون فٹ کرتی ہوئی وہ تیزی تیزی سے راہداری عبور کرتی کوریڈور تک پہنچی تو سامنے پارکنگ ایریا میں دو بلیک میں ملبوس آدمی گاڑی لیے کھڑے تھے۔ آئرہ خود بلیک اینڈ ریڈ میں تھی، بال اس نے کچھ یوں کھول رکھے تھے تاکہ کان کا ائیر فون نہ دکھائی دے سکے۔ گاڑی تک پہنچ کر آئرہ نے گارڈ سے چابی لے کر اشارہ کیا

جس پر وہ دونوں ہی سر ہلا کر گھر کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ آئرہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی خضر کو ٹریس کرتی ہوئی گاڑی اسٹارٹ کر چکی تھی۔ خضر اس سے کچھ فاصلے پر کیفے کی طرف روانہ تھا اور آئرہ اسکے کچھ فاصلے پر رہ کر بس اپنی تسلی کے لیے مانٹرنگ کر رہی تھی، یہ انکی ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی حفاظت کا پہلا رول تھا۔ خضر یقینا آئرہ کی اس حرکت پر خفا ہونے والا تھا مگر وہ اس بدیسی ملک میں خضر کو چاہ کر بھی اکیلا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ خضر کا ارادہ جلد از جلد کیفے پہنچنے کا تھا اور وہیں سے وہ ضامن کا پیچھا کرنے والا تھا۔

****

" پھر کب آئیں گے عریش " عریش بس اب فریش ہو کر واپس نکلنے والا تھا، جنت جو اسکے اچانک آنے پر کھل گئی تھی اب جانے پر مرجھائی ہوئی لگی تھی۔ عریش نے مسکرائی نظر آئینے کے پار عریش کی جیکٹ پکڑ کر کھڑی جنت پر ڈالی جو آج حد سے زیادہ حسین لگ رہی تھی۔ عریش شرٹ کے بٹن بند کرتا مڑا اور ہنوز ویسی ہی میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ جنت کے ہاتھ سے جیکٹ لے کر بیڈ پر رکھتا ہوا اپنی نگاہیں جنت پر مرکوز کر چکا تھا۔ ایک ہفتے کی جدائی کا کوئی بدلا نہیں چکایا گیا تھا، عریش اسکے مرجھائے چہرے پر ہاتھ رکھتا ہوا شاید کچھ کہنے کے لیے سنجیدہ ہوا تھا۔

"میرے آنے جانے کا مجھے خود علم نہیں جنت تو تمہیں کیا بتاوں" عریش نے محسوس کیا کہ اس بات سے وہ مزید رنجیدہ سی ہو کر سر جھکا گئی تھی۔ وہ اسے یوں اداس نہیں دیکھ پایا تھا، حقیقت میں وہ اسے اداس دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔

"یعنی پھر سے جدائی" جنت کی آنکھیں پھر سے عریش کے دور جانے پر ناچاہتے ہوئے خالی سی ہوئیں، عریش کا انداز اس سے زیادہ ظالم تھا۔

"جدائی اچھی چیز ہے، دیکھو تمہیں میرے قریب لانے میں اہم کردار ادا کر رہی ہے" عریش کی آنکھوں میں اب محبت جھلک چکی تھی، وہ ذرا سا جھک کر اسکی گال پر پیار دیے خود میں سمیٹ چکا تھا اور وہ اب کی بار نہ گھبرائی تھی نہ عریش کی قربت میں لرزی تھی۔ بلکے وہ تو یہ احساس اور گرفت بہت شدت سے چاہتی تھی، خود عریش جیسے ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ وہ جلد اسے سمجھنا شروع کر رہی تھی، اور وہ چاہتا تھا کہ جنت کو اپنا عادی نہ بننے دے۔

"مجھے ہمیشہ آپ کے قریب رہنا ہے عریش، مجھے ساتھ لے جائیں پلیز" وہ اس سے بہت مان سے درخواست کر رہی تھی اور وہ بھی اس پر افسردہ تھا۔ وہ اسے ساتھ رکھ تو لیتا مگر وہ خود اسے ساتھ رکھنے پر راضی نہ تھا۔ عریش نے اسے اپنے سینے سے جدا کرتے ہوئے محبت سے چہرہ ہاتھوں میں بھرے دیکھا۔ وہ واقعی اسکی اسیر ہو گئی تھی، اسے بہت یاد کرتی رہی تھی۔

"تم میرے ساتھ ہو یار، مزید ساتھ رکھ لیا تو کام کون کرے گا" عریش نے لہجے میں شرارت انڈیل کر سچویشن کی سنجیدگی کم کرنے کی کوشش کی مگر جنت کی اداسی ویسی ہی قائم تھی۔

"آپ کونسا کام کرتے ہیں، پلیز مجھے بتادیں۔ میں آپکی بیوی ہوں عریش، مجھے آپکے بارے میں سب پتا ہونا چاہیے" جنت کا لہجہ عاجزی میں لپٹ کر درخواست کر رہا تھا اور عریش کو بھی لگا کہ اب اسے جنت کو بتا دینا چاہیے۔

"ٹھیک ہے، لیکن یہ بات تم خود تک رکھو گی۔ میں ایک ڈیٹیکٹیو ہیکر آفیسر ہوں۔ اور میرے لیے سب سے اہم ملک کی سلامتی ہے۔ ہمارا کام ایسا ہے کہ ہمیں اپنے اگلے لمحے کا علم نہیں ہوتا، مجھے امید ہے تم میرے ساتھ مکمل کاپریٹ کرو گی۔ تم ایک آفیسر کی بیوی ہو اور میں تمہیں خود سے زیادہ مضبوط دیکھنا چاہتا ہوں" جنت تو کچھ لمحے کہ لیے سن ہو گئی تھی، یعنی وہ عریش کو بلکل ٹھیک پہچانی تھی۔ وہ اس شخص کی گہری آنکھوں سے محبت کر بیٹھی تھی جو کسی عام انسان کی نہیں بلکے ایک ملک کے محافظ کی تھیں۔ وہ آج جتنی خوش تھی شاید ہی جنت نے اپنی زندگی میں اتنی خوشی اور رشک محسوس نہیں کیا تھا۔ اسے خود پر اور عریش دونوں پر ناز تھا۔ وہ واقعی اس دنیا کا سب سے بہترین انسان تھا۔ جنت کی آنکھیں خوشی نے نم کیں تو عریش اسکے رونے سے گھبرا گیا تھا۔

"مجھے آپ پر فخر ہے اور اپنی قسمت پر رشک، اب جنت آپکو کبھی اداس نہیں دیکھائی دے گی۔ یو آر مائی ہیرو" جنت کے ایسے الفاظ تو گویا عریش کو بھی کچھ تسلی دے کر مسکرانے پر مجبور کر گئے تھے۔ وہ روتی ہوئی ہنس پڑی

تھی اور وہ ہنستا ہوا ایک دم مسکرانے کی جانب لوٹا تھا۔ جنت اس پر ہمیشہ یونہی فخر کرے یہ عریش کی اولین خواہش تھی۔

"تھینک یو جنت، مجھے سمجھنے کے لیے" وہ اسکے قریب ہو کر جذباتیت میں سرشار تھا، اور وہ آج پہلی بار عریش کے یوں قرین آنے پر پر اعتماد تھی۔ وہ اسکا سب کچھ تھا، اور وہ اسکی شیدائی تھی۔

"میری خواہش ہے کہ میں آپکو ہمیشہ سمجھوں، آپ واقعی اس دنیا کے سب سے پیارے انسان ہیں۔ جس طرح آپ نے میری محبت کو مقدس رکھ کر مجھے اپنی زندگی کے لیے ضروری بنایا ہے وہ میری سب سے بڑی خوشی ہے۔ اللہ سے دعا کروں گی کہ وہ مجھے آپکی طاقت بنا دیں، کمزوری نہیں" عریش کو جنت کا یہ انداز بہت حسین لگا تھا، وہ اس پر یوں لگتا تھا مزید قربان ہو گئی ہے۔ وہ اس پر فدا ہو جانا چاہتا تھا، شاید عریش کا پیارا دل پرکھ کر ہی اسے پروردگار نے جنت سونپی تھی۔

"تم ابھی بھی میری طاقت ہو، بس زرا مس نزاکت ہو" مسرت اور شرارت کی تیز لہر لیے وہ جنت کے گرد بازو باندھے اسکی ناک سے ناک ملائے ہنسا تو وہ بھی گلابی ہوتی ہوئی ہنسی دبا گئی تھی۔ اسے عریش کا آج اپنے قریب ہونا فرحت دے رہا تھا، کتنا یاد کیا تھا اس نے عریش کی شرارتوں کو، اسکے روٹھنے کو، اور پھر مان جانے کو۔ عریش کی گرفت اور پھر سانس کی حدت نے جنت کے دل میں گدگدی کرنی شروع کر دی تھی مگر وہ آج خود کو عریش کی مرضی پر رکھنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ آج وہ جو بھی اظہار دیتا، جنت کے سر آنکھوں پر تھا۔

"آئی لو ویو" ایسی ظالم نزدیکی کے باوجود جنت کا یہ کہنا عریش کا دل لوٹ کر لے گیا تھا، ھائے کوئی اب تھا جو اس من چلے پر قربان تھا۔ یہ احساس بہت خوبصورت تھا، چاہے جانے کا احساس تو انسان کی رگوں میں بہتے خون کی روانی بڑھا دیتا ہے۔

وہ خوش تھا کہ اللہ نے اسے جنت دی، حقیقت میں عریش پر انعام اترا تھا۔ وہ دور سے نازک لگتی تھی مگر قریب سے تو چھوئی موئی تھی، اسکے چہرے کی رگیں واضح تھیں۔ وہ ہنستی تھی تو گالوں پر سرخی پھیل جاتی تھی، عریش اسکا چہرہ کسی من پسند منظر کی طرح دیکھ رہا تھا۔ وہ بھی آج نظر جھکائے بنا ان نظروں کی حسین گستاخیاں دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"میں بھی ایسا ہی محسوس کرنا چاہتا ہوں، ممکن ہے اس بار تمہیں بہت مس کروں" عریش کی بے خودی کا سلسلہ تھمنے پر رضامند نہ تھا، وہ آج دیکھنے پر اکتفا نہیں چاہتا تھا۔ عریش کی بے لگام سانسیں تقاضے کی جانب دوڑتی ہوئی ان گھبرائی سانسوں سے ٹکرا کر ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔ جنت بری طرح لرز کر عریش کے سینے سے جا لگی اور اب کی بار عریش کے ہونٹوں پر گداز سی مسکان تھی۔ شاید یہ ادھورے اظہار اب اگلی ملاقات میں تکمیل تک پہنچنے والے تھے، اب تو وہ خود عریش کو پہلے سے زیادہ مس کرنے والی تھی۔ عریش کو رات تک پہنچنا تھا تبھی وہ چار بجے تک واپسی کے لیے نکل گیا تھا۔

****

کیفے کی تیسری وی آئی پی ٹیبل پر چار لوگ براجمان تھے جن میں ایک ضامن تھا دوسری مینا جبکہ ایک برٹش آدمی تھا جس کے ساتھ اسکا کوئی مینجر تھا۔ خضر نے ان کی ٹیبل سے کچھ فاصلے پر موجود میز سیلیکٹ کی اور اپنے لیے کیپیچینو منگوائی۔ ان دونوں ٹیبلز سے مزید کچھ دور میگزین منہ پر رکھ کر بیٹھی آئرہ کی نظریں بس اپنے شہزادے پر تھیں جو مسلسل ان چاروں کی طرف متوجہ نہ ہو کر بھی متوجہ تھا۔ وہ لوگ مسلسل لیپ ٹاپ کھولے کچھ ڈسکس کر رہے تھے، خضر بہت مہارت سے اس میٹنگ پر نظریں جمائے ہوئے ساتھ ساتھ اپنی ٹیم کے لوگوں سے بھی رابطے میں تھا۔

"سر، میم آئرہ بھی یہیں ہیں" خضر کے کان میں آواز آئی تو خضر نے اپنا سر پکڑ کر ٹیبل پر مارنا چاہا، منع کے باوجود وہ پاگل اسکے پیچھے آگئی تھی۔ بچاری آئرہ ان آدمیوں کو کہنا بھول گئی کہ وہ خفیہ جا رہی ہے۔ دو لوگ خضر اور دو آئرہ کی نگرانی کے لیے آس پاس ہی موجود تھے۔

"یہ آئرہ بھی ناں" خضر نے بنا پیچھے مڑے فون نکال کر آئرہ کا نمبر ملایا جس پر وہ اپنا فون بجنے پر ہڑبڑا گئی تو بچارا میگزین ہاتھ سے چھوٹ کر ٹیبل پر جا گرا۔ خضر نے مڑ کر آئرہ کو دیکھا جس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔ ہلکی سی مسکان خضر کے چہرے پر آئی تو آئرہ نے کچھ تسلی پاتے ہی کال اٹھائی۔

"مجھے جانے کا مت کہنا خضر، میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی" خضر کے کچھ کہنے سے پہلے آئرہ ترنت اداس سا بولی تو خضر کافی کا سیپ بھرتے ہوئے ٹیک لگائے مسکرا دیا۔

"آئرہ میں ابھی تمہارا سینئر ہوں، شوہر گھر تھا۔ یہاں خطرہ ہے، نکلو یہاں سے" خضر زرا پروفیشنل ہو کر ڈانٹ رہا تھا مگر وہ تو ہلنے تک پر راضی نہ تھی۔

"مجھے مت کہو ناں جان، میں یہیں دور سے دیکھ رہی ہوں۔ ایسے کرو گے تو رونے لگ جاوں گی" آئرہ کی آواز واقعی بھیگی سی لگی تھی، خضر کی نظریں ہنوز ضامن پر سختی سے مرکوز تھیں۔

"اچھا لیکن کچھ بھی ہو جائے تم اپنی جگہ سے مت ہلنا، انڈرسٹینڈ؟" خضر کام کے وقت بس پروفیشنل ورکر تھا، اسے آئرہ کی فکر تھی۔ آخر وہ اسکی زندگی کا سب سے بڑا سکون تھی۔

"اوکے کیپٹن" آئرہ کی آواز میں اجازت ملنے پر شوخی اتر آئی تو خضر نے اب کی بار محبت سے گردن موڑے اس جھلی کو دیکھا جو پھر سے میگزین اٹھا کر اسکی اوٹ سے دیکھتی ہوئی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ پھر خود ہی وہ بھانڈا پھوٹنے پر ہنس دی تھی۔ خضر ایک کے بعد دوسری اور تیسری کافی پی چکا تھا مگر ان چاروں کی میٹنگ ابھی تک

جاری تھی۔ کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ وہ برٹش آدمی اب اپنا لیپ ٹاپ اٹھا کر ہاتھ ملانے کے لیے اٹھ چکا تھا۔ خضر بھی سامنے کافی کا بل چند پاونڈز والٹ سے نکال کر رکھتا اٹھ گیا، آئرہ بھی چوکس ہو چکی تھی۔

خضر آگے بڑھتا جا رہا تھا اور اس برٹش اور اسکے مینجر کے نکلتے ہی ضامن اور مینا بھی ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے باہر نکلے تو خضر پیچھے مڑ کر آئرہ کو وہیں رکنے کا اشارہ کرتا مینا اور ضامن کے پیچھے ہی کیفے سے باہر نکلا تھا۔ وہ دونوں کیفے سے کچھ دور بنے پارکنگ ایریا کی طرف بڑھے ہی تھے کہ خضر ان سے دگنی رفتار کے ساتھ گاڑی کے کھولنے سے پہلے ضامن کے آگے جا کر تن چکا تھا۔ ایک لمحے میں مینا نے اپنی گن نکال کر خضر پر تانی جبکہ خضر بنا کسی تاثر کے ضامن کی طرف متوجہ تھا جو خضر کو دیکھ کر شدید حیرت میں غرق ہو چکا تھا۔ ضامن نے مینا کو گن نیچے کرنے کا اشارہ کیا جس پر وہ تنقیدی نظروں سے اس ضامن کے سامنے کھڑے آدمی کو کہیں پہلے دیکھا محسوس کر رہی تھی۔ ضامن اچٹتی نگاہ لیے سینے پر ہاتھ باندھ کر خضر کی طرف دیکھ رہا تھا جو بڑے ریلکس موڈ میں ضامن اور مینا کی یہ خوف اور احتیاط دیکھ کر مزید مشکوک ہو چکا تھا۔

"ایک کافی میرے ساتھ بھی پی لو جونئیر برادر" خضر کا انداز کافی بے تکلف تھا، ضامن کو تو شدید حیرت تھی۔ وہ یوں خضر کو اپنے سامنے دیکھ کر زرا دب چکا تھا۔ مینا نے کھوجتی نظر ضامن پر ڈالی اور پھر اسے خضر کا چہرہ یاد آیا۔ اس دن ہوسپٹل میں ضامن اسی آدمی سے ٹکرایا تھا۔

"آپ یہاں کیسے؟" ضامن نے بظاہر مضبوط انداز میں پوچھ کر اپنا ڈر چھپایا جس پر خضر تھوڑی مزید بے تکلفی بڑھاتا اسکے کندھے پر تھپکی رسید کیے مسکرایا۔

"سب بتادوں گا، کافی" خضر کا اصرار بڑھا تو ضامن نے مینا کو نا جانے کیا اشارہ دیا کہ وہ اس خضر کو گھورتی ہوئی گاڑی میں بیٹھی اور اگلے ہی لمحے وہ گاڑی لے کر نکل گئی۔ ضامن اسکی آفر بہت نارمل انداز میں قبول کرتا دوباہ کیفے کی جانب بڑھ گیا۔

****

"ممایہ کارڈز آ گئے ہیں۔ آپ مجھے بتادیں میں کل تک انکا کام بھی مکمل کروا دیتا ہوں" مبشر کے چہرے کی رونق تو آج قابل دید تھی۔ حرا اور نادم کی شادی کے کارڈز آ چکے تھے اور مبشر نے بہت چن کر منتخب کیے تھے۔ وہ لوگ کچھ دیر پہلے ہی پہنچے تھے، حرا اب پہلے سے بہتر تھی مگر اسکی اداسی ہنوز قائم تھی۔ مہرو نے ایک شریر نظر اپنے بچے کے چمکتے چہرے پر ڈالے اسکا ہاتھ پکڑے چوما تو وہ بھی پیاری سے شفیق مسکان کے سنگ مما کے ساتھ بلکل چھوٹو بے بی کی طرح لگ گیا تھا۔ مہرو کا بس چلتا تو اپنے سب بچوں کی قسمت میں خوشیاں بھر دیتیں، آج بھی ان خوشیوں کے بیچ انھیں ضامن کی یادشدت سے آ رہی تھی۔ وہ ہوتا تو مہرو سچ میں جی اٹھتیں۔

"میرا بچہ ہمیشہ اسی طرح خوش رہے، امم یہ والا مزے دار ہے۔ اسے فائنل کر دو، اور کل تم حرا کو ساتھ لے جاؤ وہ کہہ رہی تھی کہ اسے کچھ چیزیں لینی ہیں۔ اب شادی کی ساری ذمہ داری تم پر ہے، میری تو کل میٹنگ ہے

اور تمہارے ڈیڈ تو ان کاموں سے کوسوں دور بستے ہیں" مہرو نے دعاوں کے خزانے کے ساتھ ساتھ اپنے لاڈلے بچے کو کام بھی سونپے جس پر وہ ہنس کر تابعداری سے سینے پر ہاتھ رکھتا مہرو کی گال پر پیار دیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ڈن، میرے ہوتے ہوئے نو ٹنشن" مبشر شاید ابھی یہ کارڈ والا کام مکمل کرنے نکل پڑا تو مہرو بھی مسکراتیں ہوئیں اپنے لیپ ٹاپ کی سمت متوجہ ہو گئیں۔ مبشر نے تینوں سیمپل گارڈز کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالے اور باہر گاڑی تک آیا مگر اسکے فون کی رنگ بجی جس پر وہ گاڑی کا کھلا دروازہ بند کیے اپنا فون نکال چکا تھا۔ حیرت کا شدید جھٹکا لگا کیونکہ عنیہ صاحبہ کال فرما رہی تھیں۔ حیرت زائل ہو کر خوشی کا سمندر بنی اور وہ مسکرا کر گاڑی سے ٹیک لگائے فون اٹھا کر کان سے لگا چکا تھا.

" آپ کو بڑی جلدی خیال آگیا مس نک چڑھی" مبشر اپنی خوشی چھپاتا ہوا زرا منصوعی برہمی لیے بولا تو وہ جو کال کرنے کا مشکل فریضہ سرانجام دے چکی تھی اب سخت جل بھن گئی تھی۔ لان میں موسم کی ظالم نزاکت چھائی ہوئی تھی، ابر آلود شام اور مبشر سے بات کرنے کا خیال اسے اچھا لگا پر یہ تو منہ بسورے بیٹھا تھا۔

" دادی کہتی ہیں دوستی کر کے پیچھے ہٹنے والے کمزور نیت کے ہوتے ہیں، تبھی اپنی ناراضگی چھوڑنے کا فیصلہ لیا ہے" عنیہ بنا اسکی منصوعی برہمی سے دبے اپنے پر اعتماد انداز میں بولی تو مبشر پلٹ کر دونوں بازو گاڑی پے رکھتا ہوا دلفریب سی سنجیدگی اوڑھ چکا تھا۔ آج وہ اسکی تھی، یہ اطمئینان مبشر کی رگ رگ میں سمایا ہوا تھا۔

"دادی کی تو کیا ہی بات ہے لیکن اب میں ناراض ہوں، کسی نے بے رحمی کے سارے ریکارڈ توڑ دیے ہیں" مبشر اسے جان بوجھ کر ستا رہا تھا حالانکہ وہ اس کے ابھی تک کے سارے رویے پر مکمل راضی تھا۔عنیہ بھی منہ پھلائے ٹانگیں اوپر کے کر فولڈ کرتی اس پر ٹھوڑی ٹکائے بولنے کی خواہش کے باوجود چپ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری لیکن میں ایسی ہی ہوں "عنیہ کو جو سمجھ آیا وہی بول گئی، اور اسکی اس بات پر کسی کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی تھی۔ دل پر ہاتھ بے اختیار گیا تھا، وہ اپنی فیلنگز کو ہلچل مچاتا محسوس کر رہا تھا۔

"جانتا ہوں، اور میں نے یہ فیصلہ لے کر یقیناً تم پر حکم صادر کرنے جیسا عمل کیا ہے لیکن میں مجبور تھا۔میرا یہ فیصلہ بلکل ٹھیک ہے تبھی راہ کی ہر رکاوٹ کہیں فناہ ہو گئی تھی۔ میں حقیقی سکون میں ہوں، تم میرا حصہ ہو اور تاعمر میری ہو" مسکراہٹ اور رشک کچھ زائل ہوا تو مبشر کے لہجے میں بے انتہا سچائی ابھری تھی، فون کے اس بار بیٹھی عنیہ نے بھی کھوئے انداز میں نگاہیں آسمان کے سیاہ بادلوں پر ٹکائیں۔ اسے مبشر کے یہ الفاظ بہت اچھے لگے تھے مگر وہ اسے یہ بتا نہیں سکتی تھی۔

"میں اپنی کوئی لمنٹ کراس نہیں کروں گا لیکن تمہیں حق بھی نہیں دوں گا کہ تم مجھے ہرٹ کرو، جانے سے پہلے ایک بار تم سے ملنا چاہتا ہوں" مبشر کی خواہش سن کر عنیہ کو شدید وولٹیج کا جھٹکا لگا تھا، وہ اس سے کسی صورت نہیں ملنا چاہتی تھی۔ کئی رنگ عنیہ کے چہرے پر اترے اور معدوم ہو گئے۔

"ایسا کچھ نہیں ہونے والا، آپ مجھ سے ایک ہی بار ملیں گے بس جب سالوں بعد شادی ہو گی۔ اگر اب آپ نے کوئی من مانی کی تو بتا رہی ہوں پھر کبھی آپ سے بات نہیں کروں گی "عنیہ نے اپنے سہمے دل کے ساتھ ترکی بہ ترکی ٹھاہ کر کے انکار کیا تو اب سچ میں مبشر کے چہرے پر افسردگی پھیلی تھی۔

"تم مجھے ہرٹ کرو گی؟" مبشر کا انداز باغی اور استفسار زرا سختی لیے تھا، عنیہ کا دل چاہا فون رکھ دے۔

"اگر آپ نے مزید کوئی ضد کی تو بہت ہرٹ کروں گی، پہلے ہی یہ سب کر کے آپ نے مجھے عجیب آکورڈ سچویشن میں ڈال دیا ہے" اب تو عنیہ کی بات میں جی بھر کر معصومیت اور ناراضگی تھی۔ مبشر نے روٹھے انداز کے سنگ گہری سانس خارج کی۔

"عنیہ تم کتنی ظالم ہو یار، پہلے کی بات اور تھی۔ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم دھڑلے سے مجھے ناں کہہ رہی ہو" مبشر سے اپنے جذبات ایک ملاقات کا تقاضا کر رہے تھے اور عنیہ کو اب واقعی مبشر سے خوف آ رہا تھا۔ عنیہ نے ملاقات کا شرف دینا ہی ہوتا تو آج نہ دے دیتی، اب تو عنیہ کو فون کرنے پر بھی افسوس تھا۔ اس بندے کے تقاضے تھے کہ بڑھتے جا رہے تھے۔

"ناں کا مطلب ناں، جو مرضی سمجھیں "عنیہ نے نا چاہتے ہوئے بھی اکڑ کر ڈٹے رہنے کا قصد کیا۔

"اچھا ٹھیک ہے، لیکن مجھ سے بات تو کرو گی" مبشر تو کملا اور جھلا ہی ہو رہا تھا، اب تو عنیہ بھی ہنس پڑی تھی۔

"نو" کٹھورپن کی ساری حدیں پار کرتی ہوئی اب وہ واقعی معصوم سے مبشر کو مفت کے بھرم دیکھا رہی تھی۔

"تم میرے ہاتھ سے نہیں بچو گی نک چڑھی، حرا کی شادی پر آنا ہے عنیہ ورنہ میں بتا رہا ہوں کہ سب سے چھپا کر تمہیں اپنے ساتھ انگلینڈ لے جاوں گا" مبشر صاحب تو اب حق جما کر سینہ تانے اترائے تھے اور عنیہ تو ان سوکھے خیالی پلاو پر ابھی بھی مسکرا رہی تھی۔

" آپ مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے، یہ ڈرانے کی کوشش پاس رکھیں۔ عنیہ کسی سے نہیں ڈرتی۔ ناراض تو مجھے شدید ہونا چاہیے کہ آپ نے مجھ سے ایک بار بھی نہیں پوچھا اور نکاح کروالیا۔ اس کی سزا آپکو بہت ملنی ہے" عنیہ مسکراتے ہوئے پھر سے شدید سنجیدہ ہو کر برہم ہوئی تو مبشر کے چہرے پر بھی شدید الجھن ابھری تھی۔ وہ حق پر تھی اور وہ تبھی خاموش تھا۔

"میں نے ایک حلال رستہ اپنایا ہے، میں ایک مرد تھا اور مرد بہت جلد بہک سکتا ہے، میرے لیے تمہاری عزت اہم ہے۔ تم میرے سوال کا جواب نہیں دے رہی تھی اور میرے پاس اپنے یقین کا یہی حل بچا تھا۔ میں نہیں جانتا کہ تمہیں لے کر میں اسقدر جنون میں کیوں آگیا، میں تو بہت دھیمے مزاج کا ہوں۔ میرے اس قدم کو کبھی میرا جذباتی فیصلہ مت سمجھنا، اور ہو سکے تو مجھ سے مل لینا۔ میں تمہیں تنگ بھی نہیں کروں گا لیکن تمہیں دیکھنے کا پورا حق رکھتا ہوں" عنیہ ایک لمحے تو سن سی ہو گئی تھی، یہ بندہ تو اس پر شدت سے لٹ چکا تھا۔ آخری بات پر تو عنیہ کی زبان بھی کچھ کہنے سے قاصر تھی اور وہ شدید اضطراب میں لپٹا ہوا عنایت کا منتظر تھا۔

" آپ بہت ضدی ہیں مبشر، مجھے آپ کے سامنے آنے میں مسئلہ ہے" عنیہ شدید جنجھلاہٹ میں بے اختیار بول گئی تھی، اسے سمجھ نہ آئی کہ کیسے اس بندے کی ضد سے جان چھڑوائے۔

"میں تمہیں کھا نہیں جاوں گا، مجھے جتنا تنگ کرو گی ان فیوچر سود سمیت بدلے لوں گا یہ یاد رکھنا" بس زرا سی لفٹ ملی اور ادھر بادشاہی شروع۔ عنیہ کا تو منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور رونگٹے الگ کھڑے ہوئے تھے۔

"آپ ایسی عجیب باتیں نہ کریں" عنیہ کی آواز کا اتار چڑھاو گھبراہٹ لیے ہوئے اب کی بار مبشر کے چہرے پر غضبناک مسکان لا چکا تھا۔

"چنی کا کی تو ہو نہیں، آئی نو سب سمجھتی ہو۔ اس لیے ایسی ویسی کئی باتیں سننے کے لیے ریڈی رہو۔ بائے داوے آج تم بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ابھی سے آفت ہو بعد میں تو اللہ ہی مالک ہے" مبشر اب پٹڑی سے اتر رہا تھا اور اب عنیہ کو غش آنے شروع تھے، ہاتھ پیر بھی بچاری ننھی کے پھول کر رہ گئے تھے۔ دل یہی کیا کہ اب اسکا سر گنجا کرے، کہاں پھنس گئی تھی۔

"مبشر، اب میں آپ سے بلکل بات نہیں کروں گی" عنیہ نے صدمے کے سنگ وارننگ دی تو مبشر ہنستا ہوا گاڑی کھولے اندر بیٹھا۔

"نہ کر کے جاو گی کہاں، مجھے کسی سختی پر مجبور مت کرنا ورنہ ابھی تم نے مبشر کا خوفناک غصہ نہیں دیکھا" مبشر صاحب تو پورا پورا رعب جما کر اسکی جان سوکھا رہے تھے اور وہ واقعی سہم گئی تھی۔

"تم صرف میری ہو عنیہ، اور میں صرف تمہارا۔ میں تمہارا منتظر ہوں، ابھی سے" اس سے پہلے کہ مبشر پھیل کر مزید نازک گفتگو کی سمت آتا، عنیہ نے تیز تیز سانس لیتے فون کاٹ دیا۔ اسے مبشر سے واقعی خوف ناک ڈر محسوس ہوا اور دوسری طرف وہ کال کٹنے پر، شاہانہ اترائی خوشی کے سنگ مسکرا کر گاڑی چلا چکا تھا۔

****

"ارے حسین بیٹا آپ، کیسا ہے ہمارا بچہ "نادم کو بڑی تیاری کے ساتھ گھر آتے دیکھ کر مہرو کو خوشگوار سی حیرت نے گھیر لیا تھا، آج کافی دن بعد وہ اسے دیکھ رہی تھیں اور وہ بلاشبہ بہت گریس فل لگ رہا تھا۔ وقت کے ساتھ محترم کو ڈریسنگ کی بھی اچھی سینس آگئی تھی یا شاید یہ جلال کا اثر تھا کہ وہ انکو دیکھ کر اب خود بھی سلجھا رہتا اور لگتا تھا۔ ملازمہ پہلے ہی نادم کو چائے سرو کر چکی تھی، مہرو کے آنے پر وہ مودب سی سمائیل دیتا اٹھ گیا۔

"جی میں ٹھیک ہوں، آپ کیسی ہیں "نادم کا انداز کافی محتاط اور تمیز دارانہ تھا۔

"الحمد اللہ، بیٹھوناں "مہرو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں تھیں آخر اکلوتا داماد جو تھا اور اب تو وہ بہت اچھا دیکھائی دیتا تھا۔ انکو خوشی تھی کہ حرا کے لیے وہ خود کو مزید بہتر کر رہا ہے مگر سب ہی اس نادم کے منصوعی سدھار سے دھوکہ کھا رہے تھے۔

"وہ ایکچولی میں حرا کا ڈریس لینے جا رہا تھا تو بابا نے کہا کہ حرا کی پسند شامل ہو تو زیادہ اچھا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں، جلال انکل سے بھی اجازت لے لی ہے "مہرو کی شفیق مسکان پر نادم نے بھی شاہی پر اعتماد مسکان دے کر بڑے مان اور ناز سے درخواست کی جس پر مہرو مزید پیارا مسکرائیں۔ وہ تو خود چاہتی تھیں کہ دونوں کی ملاقات ہو تاکہ جو وہ نادم سے ڈر رہی ہے اس میں کمی آئے۔

"کیوں نہیں تم ضرور لے جاؤ اسے، میں ابھی بلاتی ہوں۔ بھئی شادی تم دونوں کی ہے تو پسند بھی دونوں کی لازمی شامل ہونی چاہیے۔ میں بھیجتی ہوں۔۔۔۔ لو حرا یہیں آ گئی ہے" مہرو ایک دم رضامند سی بولیں مگر اس سے پہلے کے وہ اٹھ کر حرا کو بلانے جاتیں وہ خود لاونج میں بے دھیانی سے آئی اور آ کر سن سی ہو چکی تھی۔ نادم کو دیکھ کر اسے پھر سے ڈر سا محسوس ہوا تبھی اسکے چہرے کی ہوائیاں اڑ چکی تھیں۔ نادم نے گردن موڑ کر حرا کو دیکھا تو ایک لمحے کو کھو ہی گیا، وہ اسے اتنے دن بعد مزید پیاری لگی تھی۔ اور وہ تو یہ تاثر دے رہی تھی جیسے کوئی جن دیکھ لیا ہو۔ آخر مہرو کے کہنے پر وہ چپ چاپ نادم کے ساتھ آ گئی تھی مگر وہ اس وقت سہم کر رہ گئی جب گاڑی کے پاس جا کر نادم نے اسکے چہرے کے بلکل قریب ہو کر اس کے لیے گاڑی کا ڈور کھولا۔ حرا کو تو یقینی سانپ سونگھا ہوا تھا مگر نادم ضرور اس لڑکی کی گھبراہٹ انجوائے کرتا ہوا اسے بٹھانے کے بعد خود بھی شریر سی مسکان دبائے حرا کی گھبراہٹ سے بے نیاز دوسری طرف سے گاڑی کے اندر جا بیٹھا۔ وہ دروازے سے جڑھ کر بیٹھی اپنے ہاتھ مڑور رہی تھی اور نادم نے بنا جھجک اسکے قریب ہو کر اسکا سیٹ بیلڈ باندھنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ اس بندے کے یوں قریب آنے پر پھر سے چیختے چیختے بچی، گویا وہ اتنا قریب تو کبھی کسی کے نہیں آئی تھی۔ نادم خود اسکے یوں کرنے پر بوکھلا کر فوراً پیچھے ہٹا تو اس نے حرا کا چہرہ دیکھا جو شدید سرخ ہو رہا تھا۔ گردن موڑ کر ہنسی دبائے وہ اپنا سیٹ بیلڈ باندھتا ہوا پھر سے حرا کو دیکھنے مڑا۔

"ریلکس، میں کوئی بھوت ہوں کیا۔ مانتا ہوں زرا جنگلی انسان لگتا ہوں لیکن اب ایسی ہولناک شکل بھی نہیں ہے کہ تم یوں خوفزدہ ہو گئی ہو" نادم بہت آرام دہ اور نارمل انداز میں بولا جس پر حرا نے بھی سر گمائے نادم کی طرف دیکھ کر آنکھیں مزید ڈر اور جھجک سے بڑی کیں۔ حرا آج پہلی بار اسے غور سے دیکھ رہی تھی، بلو جینز،

ڈارک بلیک شرٹ اور گرے لیدر جیکٹ، گلے میں باریک سے دھاگے والا تعویز جو اسکی شرٹ کے اندر کیا گیا تھا۔ چہرے پر رات کی طرح پھیلی کچھ انچ داڑھی مگر اسے مکمل سلجھایا ہوا۔ آنکھوں میں مٹھاس، سر کے بال پونی کی صورت اسٹائیل میں قید، وہ اسے کیوں دیکھ رہی تھی یہ خود حرا کو عجیب لگا بلکہ جب اس نے نادم کو تجسس سے خود کی جانب متبسم انداز کے سنگ دیکھتے پایا تو ایک کرنٹ سا حرا کے وجود میں اترا۔ نادم اسکی اس حرکت پر مسکرایا اور اپنا ڈرامہ جاری رکھا، وہ چاہتا تھا کہ وہ حرا کا اعتماد حاصل کرے تاکہ وہ خوشی خوشی اسکی ہو جائے۔

"وہ، وہ میں" حرا کا حلق سوکھ گیا تھا، وہ نادم کی رعب دار شخصیت سے دب گئی تھی۔ اور پھر وہ ہوا جسکا حرا کو زرا بھی گمان نہ تھا، نادم بڑے محبت لٹاتے انداز میں اپنے ہاتھ کی انگلیاں حرا کے ہاتھ میں ڈالے مکمل گردن موڑے متوجہ ہوا۔ وہ تو لرز سی گئی تھی، اپنا ہاتھ کانپتی ہوئی چھڑانے لگی مگر نادم کی گرفت کوئی عام نہ تھی۔ پورا پہاڑ تھا اور وہ نازک کہاں اس کے زور سے نکلنے کی اہل تھی۔ نادم نے اس سرخ پڑتی زرا زرا کپکپاتی لڑکی کو تسلی سے دیکھا، کیا وہ اس پر ظلم کر پائے گا؟ نہ جانے کیوں دل نے کچھ اور ہی ترغیب دی، نادم جونہی وہ ہاتھ اپنے ہونٹوں کے قریب لایا تو وہ مزید ڈر سی گئی جس کے پیش نظر خود نادم نے اسکا ڈر بھانپ کر کوئی گستاخی کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تو حرا کی جان میں جان لوٹی۔

"مجھ سے ڈرو مت، ہماری شادی ہونے والی ہے۔ تم ایسے کرو گی تو کیسے چلے گا۔ ڈونٹ بی کنفیوز، ریلکس رہو۔ خیر چلتے ہیں، تم شادی کے لیے اپنی پسند کا ڈریس سیلکٹ کر لو بلکے ایسا کرو میرا بھی تم کرو۔ ٹھیک ہے" حرا نے ہاتھ چھوٹتے ہی شکر گزاری کے انداز میں اس ساتھ بیٹھے بظاہر بہت رعب دار مگر مہربان شخص کو دیکھا تو وہ اپنا دل ہلکا محسوس کیا۔ اسے لگا جیسے وہ خوامخواہ اسکی لک سے ڈر رہی تھی، حالانکہ وہ اچھا تھا۔ حرا نے پہلی بار دل سے

تھوڑی ہی سہی مگر مسکرا کر فرمابرداری دیکھائی تو نادم صاحب کی آنکھوں میں بھی فتح کی رونق ابھری۔ وہ اسے شاپنگ کروانے لے گیا تھا اور حرا نے وہاں جا کر اپنی پسند کا بہت پیارا گرین اینڈ میرون شرارہ لیا اور اسی حساب سے اس نے نادم کی فرمائش پر اسکے لیے بھی بلیک اینڈ گرین شیروانی سیلکٹ کی جو نادم کو بھی گزارے لائق لگ ہی گئی۔ اصل مقصد حرا کی جھجک ہٹانا تھا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب تھا۔ حقیقت میں نادم کو اب اپنا بدلا مشکل لگا تھا، حرا اسکے دماغ کے بجائے دل کو جا لگی تھی۔ وہ بہت پیاری تھی، اسکی خوبصورتی، نزاکت اور معصومیت پر نادم کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔ حرا بھلے سارے وقت چپ رہی تھی مگر وہ اب ڈری ہوئی بھی نہیں تھی، اسے یہ جنگلی بندہ اب قابل قبول لگا تھا۔ نادم صاحب حرا کے سامنے اپنا بہت اچھا امپریشن جما چکے تھے جو حرا کا نقصان اور نادم کا فائدہ کرنے والا تھا۔

****

خضر اور ضامن ایک دوسرے کے روبرو تھے، بظاہر ضامن پر اعتماد تھا مگر وہ خود پر خضر کی مشکوک نگاہیں مسلسل مرکوز دیکھ کر اب خاصا بے زار تھا، آئرہ ہنوز وہیں کچھ فاصلے پر بیٹھی خضر اور ضامن کو دیکھ رہی تھی۔

"پاکستان سے کب آئے ہو؟" کچھ دیر ضامن کے چہرے کی پر اعتمادی کو دیکھ کر خضر نے اسے جانچا اور پھر بڑے آرام سے سوال کیا۔ سوال شاید مقابل کو بے حد ناگوار گزرا تھا، تبھی ماتھے پر صاف صاف بل پڑے تھے۔

"میں کیوں جاوں گا پاکستان، وہ بھی اپنی سٹڈی کے بیچ۔ آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے" پہلا جھوٹ خضر نے بہت تحمل سے سنا اور اسے بڑا متاثر کن تاثر بھی دیا جس پر ضامن اجلت سے اپنی گھبرائی صورت ٹھیک کرنے کو سامنے پڑی کافی اٹھا کر ہونٹوں سے لگا چکا تھا۔ خضر نے بھی کرسی سے ٹیک لگا کر کافی اٹھا کر سیپ لیا۔

"آہاں، مجھے غلط فہمی ہوئی ہے مان لیا۔ کیا مما کو بھی غلط فہمی ہوئی؟ وہ تو کہہ رہی تھیں کہ انہوں نے ضامن کو اپنے پاس دیکھا ہے" یہ دیکھنے والی بات خضر نے جان بوجھ کر ضامن کے جھوٹ کا پول کھولنے کو کی تھی، حالانکہ مہرو نے بس خواب کی سی کیفیت میں ضامن کو اپنے پاس محسوس کیا تھا۔ ضامن کی نظریں چرائی جا چکی تھیں، خضر کی معاملہ فہم نگاہیں مزید تیز اور گہری ہوئیں۔

"آپ یہاں میری جاسوسی کے لیے آئے ہیں، مسئلہ کیا ہے آپ سب کو۔ میں آپکے کسی سوال کے جواب کا پابند نہیں، اجازت" ضامن کو لگا جیسے اس نے خضر کی آفر قبول کر کے کوئی بہت بڑی غلطی کی تھی۔ خضر اسکی گھبراہٹ بخوبی نوٹس کیے اسے بیٹھے رہنے کا اشارہ اب کی بار سختی سے دے چکا تھا۔

"تم پابند ہو ضامن، تم پاکستان گئے اور ہوسپٹل بھی پہنچ گئے۔ مجھ سے ٹکرائے اور بھاگ گئے۔ میں جان سکتا ہوں کہ یہ سب کیا ہے؟" آج پہلی بار خضر اس سے بلکل بڑے بھائی کی طرح کھردرے انداز میں استفسار کر رہا

تھا اور ضامن شاکی نگاہ سے بحر حیرت اور بے یقینی میں غرق تھا۔ اسے ذرا اندازہ نہ تھا کہ خضر اس سے یوں جواب دہ ہو گا۔

" آپ کو اس سے اچھی کہانی نہیں ملی گڑھنے کو، میں مزید آپ کی کوئی بات نہیں سننا چاہتا۔ امید کروں گا کہ آپ دوبارہ میری راہ میں نہیں آئیں گے " ضامن نے اپنی پھٹی آنکھیں اور فق ہوتے رنگ کو ضبط کرتے ہوئے تڑختے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا اور اٹھ گیا، خضر اس کے برعکس اس پر برہم نظر لیے ویسے ہی بیٹھا تھا۔

" راہ میں تو آوں گا، جب تک مجھے میرے سوالوں کے جواب نہیں ملتے " خضر کی برہمی پر وہ خونخوار نظریں خضر پر ڈالے گردن موڑ چکا تھا جہاں خضر اٹھ کر اب سینے پر ہاتھ باندھے بہت خطرناک لگ رہا تھا۔ ضامن کے دل میں اس نئی مصیبت کا، سوچ کر سنسنی اتری اور اسکا ماتھا تر ہوا۔ خضر جان چکا تھا کہ وہ چور ہے، اور خضر کو بے حد دکھ تھا۔

" وٹ ایوور " بظاہر غرور جھاڑتا مگر دل کے خوف کو چھپاتا ہوا ضامن دو سیکنڈ کے اندر فرار ہوا اور اسکے نکلتے ہی خضر نے اپنے دو لوگوں کو اسکی نگرانی کے لیے اشارہ کر کے پیچھے بھیجا۔ خضر مڑا تو سامنے شربتی کو دیکھ کر منصوعی خفگی سے اب اسے گھور رہا تھا جو معصومیت سے کان پکڑے کھڑی بے حد حسین لگی مگر ابھی خضر کسی حسن کی طرف مائل نہیں ہو سکتا تھا تبھی بس سر ہلا کر آئرہ کا ہاتھ پکڑے کیفے سے باہر نکل گیا۔ وہ دو آدمی مسلسل ضامن کی نگرانی کر کے خضر کا رہا سہا شک بھی ختم کرنے والے تھے اور اسکے بعد اصل ایکشن کا وقت شروع ہونے والا تھا۔

****

"آہاں، تو مطلب ہمارے چھوٹے پیس بہت بے قرار ہیں۔ ھاھاہے بہت پیارا وہ، اوپر سے اس نے جو ہمت دیکھائی ہے میں تو فین ہو گئی ہوں" رات کے کھانے کے بعد دادی عشاء کی نماز پڑھنے چلی گئی تھیں جبکہ اب عنیہ اپنی بے قرار حالت کچن میں کھڑی جنت آپی سے کہہ رہی تھی جو بدلے میں شریر ہو کر عنیہ کے اور ہاتھ پیر پھلا چکی تھی۔ عنیہ کے چہرے پر ہزار ہا رنگ تھے جنھیں دیکھتے ہی جنت اسے خود سے لاڈ سے لپٹا گئی تھی۔ خود عنیہ کی بھی بتیسی نکل آئی۔

"بے قرار تو چھوٹا لفظ ہے جنت آپی، سچی مجھے اب ان سے ڈر لگ رہا ہے۔ میں نے انکو دھڑلے سے کہا کہ میں نہیں ڈرتی پر۔۔" عنیہ کی چھوٹی سی جان کس مشکل میں آن پڑی تھی کہ جنت بمشکل ہنسی دبائے عنیہ کی الجھن پر قربان تھی۔ عنیہ کی تو یہ حالت تھی کہ مبشر کا سوچ کر ہی اسے جھرجھری آرہی تھی۔ نظر شرارتی جنت پر گئی تو عنیہ کا منہ غبارہ بنا۔

"پر ہماری آفت ان سے ڈرتی ہے، ہے ناں" جنت اب اسکی سرخ گالوں کو پکڑے محبت سے ہنسی جس پر عنیہ صاحبہ کی ساری دلیری مٹ کر سہمی سی ہاں بنی تھی۔

"ڈونٹ وری، وہ پرامس کر چکا ہے۔ شادی تک وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا جو تمہیں تنگ کرے، مت فکر کرو۔ ویسے ہم سب بہت خوش ہیں، تمہارے بھیا بھی تمہارے اور مبشر کے نکاح پر بہت مطمئین تھے" جنت کو عنیہ اس لیے بھی عزیز تھی کہ آج اگر جنت کے پاس عریش تھا تو اسکا کریڈٹ صرف عنیہ کو جاتا تھا۔ دوسرا عنیہ تھی

ہی اتنی پیاری کہ وہ سب کی جان بنتے دیر نہیں لگاتی تھی، مبشر کی مثال سامنے تھی۔اب جب عنیہ الجھی تھی تو جنت کو ضروری لگا کہ وہ اس ننھی پری کی ساری فکریں دور کر کے اسے مطمئین کر دے۔

"جی، لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ وہ ملنا چاہتے ہیں۔جنت آپی مجھے نہیں ملنا پلیز آپ میرے ساتھ رہیے گا۔اگر مجھے حرا آپی کی شادی پر جانا بھی پڑا تو آپ انھیں میرے قریب آنے مت دیجئے گا۔پلیز "عنیہ اپنے دل کے خدشے جنت سے بہت آرام سے کہہ گئی اور وہ اس پگلی کو پھر سے زبردست گرفت میں لیے مسکرادی تھی۔

"ھاھا اوکے ڈن، میں ناں کباب کی ہڈی بننے پر راضی ہوں "جنت نے شرارت کا ایک نیا پہلو نکال کر الگ ہوتی عنیہ کو آنکھ ماری تو وہ بھی اب زرا اپنے ازلی انداز میں ہنس دی تھی۔ آج جنت بھی چہک رہی تھی، عریش سے جو ملی تھی۔ گویا وہ جنت کا ہر مرجھایا رنگ پھر سے کھلا گیا تھا۔جنت اور وہ ساتھ باہر آئیں تو جنت اپنے روم میں گئی جبکہ عنیہ بھی دادی کو نماز پڑھتا دیکھ کر سیدھی کمرے میں گئی تو بیڈ پر جا کر سونے سے پہلے اسکی نظر فون پر پڑی جسکی لائیٹ آن تھی۔عنیہ نے محتاط انداز میں فون اٹھایا تو دس مس کالز اور تیرہ میسج دیکھ کر اسے شدید صدمہ ہوا۔ یہ کون ویلا نکما تھا جو کالز میسج کر رہا تھا۔وہ کھلے حیرت زدہ منہ کے ساتھ نمبر اوپن کر چکی تھی، ون اینڈ اونلی مبشر صاحب۔عنیہ نے اپنا سر پکڑے بیڈ پر بیٹھتے ہی میسج اوپن کرنے شروع کیے۔

"کہاں ہو نک چڑھی، آئی مس یو روائس۔عنیہ تم باز نہیں آو گی۔اویار کہاں ہو کال تو پک کرو "عنیہ کا پارہ اب مزید ہائی تھا، مبشر تو واقعی جونک بن رہا تھا، ابھی شام میں تو بات ہوئی تھی اور ابھی تو ایسی بے تابی تھی کہ عنیہ حیرت کے شدید جھٹکے سے ہل گئی تھی۔

"یا اللہ یہ بندہ، اف "عنیہ کو رہ رہ کر غش آرہے تھے، دل میں عجب گدگدی اتر رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ فون پھر سے سائیڈ پر رکھتی، وائبریٹ ہوا فون پھر سے مبشر کے نام سے تھرتھرانے لگا۔

"مبشر کیا ہے یہ؟ آپ اب مار کھائیں گے۔ ایسے مت کریں کیوں مجھے کٹ پڑوانی ہے آپ نے "فون اٹھا کر عنیہ نے صاف صاف غصہ منہ پر لائے بچارے بیڈ پر چت لیٹے مبشر کا دل ہی جلا ڈالا تھا۔ مبشر کو وہ کوئلے چباتی عنیہ بھی عزیز تھی۔

"مس کر رہا تھا یار، ایسے جھاڑو تو مت اپنے پیارے سے شوہر کو "مس تو ایسے کر رہا تھا جیسے عنیہ اسکے پاس ہی پلی بڑھی ہو، عنیہ نے منہ مزید بسور کر تکیہ ٹھیک کیا اور لیٹ گئی۔

"آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں، آپکو ایشورٹی تو مل گئی۔ مجھے اب کسی مشکل میں نہ ڈالیں ناں، یوں اتنے میسجیز اور کالز، مبشر پلیز "عنیہ ابھی بھی سخت بوجھل تھی، مبشر کے احساسات وہ بلکل نہیں سمجھ رہی تھی اس کا مبشر کو بھی دکھ تھا۔

"ٹھیک ہے، میری ایک آواز پر حاضر ہو جایا کرو میں تنگ نہیں کروں گا "نہ جی مبشر صاحب اب کہاں ٹلنے والے تھے، واقعی عنیہ کو لے کر وہ شیدائی اور جھلا ہی تھا۔ عنیہ بھی اس انوکھے عجوبے کا جواب سن کر کروٹ لیے مسکرا دی۔

"ہاں سرونٹ لگی ہوں ناں آپکی" مسکرانے کے باوجود وہ اکڑنا نہیں بھولی تھی، مبشر نے فدا ہوتے ہوئے پاس پڑا کشن بازو میں دبوچے ایک سرد سانس خارج کی۔ وہ اسے اپنے پاس چاہتا تھا اور وہ اپنی اس چاہت پر خود کو پاگل کہہ چکا تھا۔ سینے میں دھڑکتا دل بے حد بے لگام تھا، عنیہ اس پار کی خاموشی سے گڑبڑائی۔

"نہیں، تم وہ ہو جسکا اندازہ تمہیں اتنی آسانی سے نہیں ہو گا۔ عنیہ ایک بات تو بتاو، سچ سچ" مبشر کا لہجہ دل جکڑنے والا تھا اور ایک لمحے کو عنیہ بھی پتھر سی ہوئی۔

"پوچھیں" نا چاہتے ہوئے بھی عنیہ پوچھ بیٹھی، مبشر کے چہرے پر سخت سنجیدگی اتری۔

"کیا میں تمہیں اچھا نہیں لگتا ہوں؟ مجھ سے تمہارا اکترانا مجھے نا چاہتے ہوئے بھی دکھ دے رہا ہے" مبشر کے جذبات اسے چین نہیں لینے دے رہے تھے، مبشر کا سوال عنیہ کو لاجواب کر گیا تھا۔ عنیہ نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ اسے کیسا لگتا ہے۔ تبھی وہ چپ ہو گئی تھی۔

"آپ مجھ سے ایسا کچھ نہ پوچھیں" وہی ایک رٹ، مبشر دل بھر کر بدمزہ ہوا۔

"پھر کس سے پوچھوں، میں سوچ رہا ہوں تمہیں واقعی ساتھ لے جاوں۔ پھر مزہ آئے گا تمہیں" اس بات پر تو عنیہ کے اندر باہر سائیں سائیں ہوئی تھی، جبکہ مبشر جی بھر کر لطف اندوز ہوا تھا۔ پگلے کو نازک سی ننھی پری سے نازک ہی شرارتیں سوجھ رہی تھیں۔

"میں بند کر رہی ہوں کال، آپ کا کچھ علاج نہیں ہو سکتا" عنیہ کا چہرہ اب غصے سے لال ہوا اگر مجال ہو جو مقابل متبسم لہجے میں زرا بھی کمی آئی ہو۔

"ھاھا اچھا اچھا سوری یار، سنو تو" مبشر کی بتیسی اسے زہر لگی اور اب عنیہ نے ہولتے دل کے ساتھ دوبارہ کال نہ اٹھانے کا عہد لیا تھا۔ پتا نہیں یہ عجوبہ اسکا ہی دیوانہ کیوں ہوا تھا۔ عنیہ نے منہ پھلائے کال بند کرتے ہوئے رک کر محترم کی آخری بونگی سننے کو دوبارہ فون کان سے لگایا۔

"بولیں" نہایت پھیکا جواب تھا پر مبشر اسے تنگ کرنے میں خوش تھا۔

"مجھے یہ تو بتادو کہ تمہیں کیا گفٹ چاہیے، پہلی بار ایز آ وائف ملو گی تو میں خالی ہاتھ ملتے اچھا تھوڑی لگوں گا" عنیہ نے دقتوں سے اپنے منتشر دماغ کو سمیٹا تھا اور اب پھر وہ نہایت مان اور سنجیدگی سے بولا تھا۔ بچاری سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ گئی، رہ رہ کر اسے خود پر غصہ تھا جس نے پھر سے پتا نہیں کیوں کال اٹھائی تھی۔

"مجھے آپکا دماغ چاہیے، اسکی چٹنی بناوں گی۔ اب آپ نے مجھے پانچ سال سے پہلے کال نہیں کرنی۔ بائے" گو جواب تو خاصا کرارہ تھا مگر عنیہ کے شدید جنجھلاہٹ کا شکار ہو کر فون بند کرنے پر وہ ہنس پڑا۔ دوسری طرف وہ فون بے دلی سے رکھتی ہوئی منہ بسورے تکیہ منہ پر دبائے سونے کی تیاری پکڑ چکی تھی۔ مبشر اب چھت پر لگے فانوس کو دیکھتا ہوا دونوں ہاتھوں سے کشن جکڑے دلفریب مسکرایا۔ دل کا دھیان گویا اب محبت میں ایسا اٹکا کہ اسے کچھ سوجھائی نہ دے رہا تھا، یہ کیسی خوشی تھی جس نے اس حسین، مہربان اور دلفریب سے مبشر احمد کو یکسر بدل کے رکھ دیا تھا۔

"مبشر، کیوں تنگ کرتا ہے اسے" نگاہیں جھکا کر وہ دل کے ساتھ ساتھ اپنی بیقراری کو بھی ڈپٹ کر خود ہی ہنس پڑا، محبت نے یہاں بھی اپنے پنجے گاڑ دیے تھے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ کیا عنیہ بھی اس پگلے کی محبت کا دم بھرے گی یا منہ بسور کر ہی پانچ سال گزار لے گی۔ عنیہ کا توفی الحال گھبراہٹ سے برا حال تھا مگر مبشر انتہائی خوش تھا۔

****

"مجھے کسی اچھے کی کوئی امید نظر نہیں آ رہی، وہ یہاں تک پہنچ گیا۔ اوپر سے اسے یہ تک علم ہے کہ میں پاکستان گیا اور مما سے ملا" وہ دونوں ہی گھر کی لیب میں تھے جب ضامن نے مشتعل انداز میں دل کے پلتے خدشے کو زبان دی تھی۔ وہ لوگ ڈیورڈ سے ساری انفارمیشن لے کر برہان سکندر کو میل کر چکے تھے۔ یہ انفارمیشن وہ تھی جس جس جگہ پر کل بم بلاسٹ ہونا تھا، برہان سکندر اور سیٹھ ظہور تبریزی اپنے اپنے کام پر لگ چکے تھے۔ کل وہ پاکستان کے مختلف بڑے شہروں میں بم بلاسٹ کا پلین مکمل کر کے اپنا ٹاسک پورا کرنے والے تھے۔ ضامن کا خدشہ سن کر مینا کے چہرے پر بھی شکوک وشبہات کا سمندر موجزن ہوا۔

"اسکا معاملہ باہر ہی سلجھاو ضامن، اگر اسے غلطی سے بھی ہم پر شک ہوا تو تنظیم ہمیں وہاں غائب کرے گی جہاں تمہاری سوچ ہے" مینا کی بات ایک دم درست تھی، ضامن جوریک کے ساتھ جڑ کر کھڑا بیئر کا گلاس تھامے آنکھوں میں خوف بھر چکا تھا نادانستہ طور پر گلاس کے گرد پکڑ شدید کرتا سر ہلا رہا تھا۔

"ضرور اسے شک ہوا ہے مینا، وہ یہاں بلاوجہ نہیں آیا۔ وہ کسی کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑاتا اور اب وہ آیا ہے تو اسکے پیچھے کوئی بڑی وجہ ہے" جبڑے بھینچتا ضامن شدید خوف میں ڈوبا ہوا تھا، اب تو مینا کی پیشانی پر بھی شکنیں

ابھریں اور وہ اپنے سامنے سے لیپ ٹاپ پرے کرتی جینز کی پاکٹس میں ہاتھ گھسائے ضامن کے عین سامنے آئی۔

"پھر کیا کریں، اس سے پہلے کہ وہ ہمارا کوئی نا قابل تلافی نقصان کرے اسے راستے سے ہٹا دیتے ہیں" مینا سے ایسی سفاک بات کی توقع ضامن کو تھی کیونکہ وہ لوگ انتہا کے بے رحم تھے۔ مگر خضر کو راہ سے ہٹانا ضامن کے لیے آسان نہ تھا۔ ایک ہی گھونٹ میں ضامن نے وہ حرام چیز اپنے اندر انڈیلی اور گلاس ریک پر پٹختا ہوا اپنی رفتار پر مکمل کنٹرول کیے ایک ہاتھ جیب میں گھسا کر دوسرے سے اضطرابی انداز میں اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتا کچھ قدم آگے جا کر کھڑا ہوا۔ اسکی آنکھوں میں شیطانی رنگ تھا، مینا ہنوز اسکے جواب کی منتظر تھی۔

"اسے ہٹانا مطلب مما کو ایک نہ قابل برداشت دکھ دینے کے برابر ہے مینا، ہو سکتا ہے ڈرا دھمکا کر کام بن جائے" ضامن کی آواز میں زرا لرزش نہ تھی، مینا اب کی بار متوحش سی نظر لیے ضامن کے مقابل آئی۔ وہ پھر سے پگھل رہا تھا جو وہ لوگ افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ بچارے جانتے نہیں تھے کہ وہ شیر جوان ڈرنے نہیں ڈرانے والوں میں سے تھا۔

"اور اگر پھر بھی کام نہ بنا؟" مینا اس سے اسکی حد جاننا چاہتی تھی، ضامن نے بے اختیار نگاہ مینا کے سوالیہ چہرے پر ثبت کی۔ پورے جسم کا لہو ضامن کی آنکھوں میں سمٹ چکا تھا۔

"تو پھر وہ مرے گا، اب ضامن اتنا کمزور بھی نہیں میری جان" شیطان ایک بار پھر ضامن کے اندر گھس کر اسے جانور بنا چکا تھا، بڑی ہی مضحکہ خیز نظریں لیے وہ اپنے سامنے کھڑی مینا کے کندھوں پر بازو ٹکاتا ہوا دو معنی

ہوا۔ اس بات پر مینا کے چہرے پر بھی ویسی ہی ہنسی ابھری۔ دونوں کا سمٹا سا قہقہہ پورے کمرے میں گونج کر دونوں کے سوئے ضمیر کو بلکل مردہ کر گیا تھا۔

"ھاھا تم تو بہت بڑی آفت ہو ہی، پر تمہارا وہ بھائی بھی بڑا ڈیشنگ ہے۔ پر افسوس بچارا بے موت مرنے آگیا ہے" مینا اسکی گرفت میں بڑی شرارت سے بولی جس پر ضامن کی آنکھیں بھی شریر ہوئیں۔

"ھاھا ویری بیڈ یار، مجھے جیلس تو مت کرو" ضامن کافی دن بعد اچھے موڈ میں تھا اور مینا کو خوشی تھی کہ وہ اپنے سوگ سے نکل چکا ہے۔ جب وہ دونوں ہی غدار تھے اور جانتے تھے کہ فیلنگز انکو مار دیں گی تو ان جذبات سے چھٹکارہ ہی دونوں کو نجات لگی تھی۔ ضامن نشے میں ہو کر بھی زرا ہوش سے بے گانہ نہ تھا، شاید وہ منجھا ہوا مضبوط مرد تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی سمت دیکھ کر اتنا ہنسے کہ بے دم ہونے کی نوبت آگئی۔ ممکن تھا کہ دوسروں کی موت کا سامان کرنے والے خود ہی موت کے ہاتھوں اچک لیے جاتے۔ ہنس لو، موت اور ذلت بھی تم دونوں پر پاس بیٹھے ہنس رہی ہے۔

****

"آج حرا کافی مطمئین ہو گئی ہے، حسین کے ساتھ شاپنگ پر گئی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے تو بہت ڈری ہوئی تھی" مہرو اپنے سونے کا لباس زیب تن کیے آئینے کے سامنے اپنے کمر تک لہراتے بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے کی شکل

دیتیں ہوئیں آئینے میں بیڈ پر کسی فائیل کو کھول کر پورے انہماک سے مصروف جلال سے بولیں جس پر وہ بس سرسری سا سر ہلا چکے تھے۔

"ضامن کا کچھ پتا چلا؟ آپ نے رزاق سے پوچھا کہ وہ واپس آیا ہے یا نہیں" ڈارک نیوی بلو شرٹ اور وائٹ کھلے گھیرے والا پلازو پہنے وہ بنا کسی منصوعی حسن کے بھی حسین ترین تھیں۔ انکی نزاکت اس درجہ تھی کہ چہرے کی رگیں آج بھی کسی دوشیزہ کی مانند دیکھائی دیتیں اور سرخی مائیل رنگ اوپر سے بہت نفیس نقش۔ کبھی مہرو اس جلال نامی پتھر کا جنون تھیں۔ اب تو وہ عرصہ بیت گیا تھا کہ انکی سمت دیکھنا تک چھوڑ گئے تھے۔ مہرو کی اس بات پر جلال نے نگاہیں اٹھا کر انکو گھور کر دیکھا۔ پہلا تاثر ہی غیظ و غضب کا تھا۔ مہرو اداس سی ہاتھ باندھے کھڑی تھیں۔

"ضامن کی یہ جھوٹی فکریں کرنا بند کر دو، تمہارا یہ فریبی انداز مجھے سخت زہر لگتا ہے" جلال کو تو مہرو پر اب بھی ناجانے کونسا غصہ تھا، پھر سے وہ گلاب چہرہ مرجھا گیا تھا۔ مہرو چلتیں ہوئیں جلال کی سمت آئیں اور آہستگی سے ان کے سامنے پڑی فائلز لے کر کچھ پرے رکھتیں مقابل جا بیٹھیں۔ جلال کو انکی یہ حرکتیں زیادہ زہر لگتیں تھیں تبھی وہ منہ پر بیزارگی اور ناپسندیدگی لا کر انھیں اچٹتی نگاہوں میں دبوچ چکے تھے۔

"میں فریبی ہوں؟ کیا ایسے ہوتے ہیں جھوٹے۔ بولیں جلال، آپ ماں نہیں ہیں تبھی آپ ماں کا درد نہیں سمجھ سکتے۔ باقی سب کی طرح ضامن کو بھی میں نے جنم دیا ہے، اس دنیا میں سب رشتے فریبی ہو سکتے ہیں لیکن ماں ایسا چاہ کر بھی نہیں ہوتی" وہ بلکل جلال کی آنکھوں میں دیکھ کر تاسف سے سوال کرتے ہی اپنے لہجے میں دکھ بھر لائی تھیں۔ جلال انکی اس ساری تقریر پر سخت برہم تاثر دے رہے تھے۔

"تم سے سب امید کی جاسکتی ہے، تم نے میرے ساتھ بھی وہ کیا ہے جو ایک بیوی نہیں کر سکتی۔ پھر تم ضامن کے ساتھ بھی وہ کر سکتی تھی جو ایک ماں نہیں کرتی۔ تمہیں نظر نہیں آتا کہ یہ زہر صرف مجھ پر اور ضامن پر اثر انداز ہوا ہے جو تمہارے رویے نے ہمارے سینوں میں اتارا تھا" مہرو نے جلال کی آنکھوں میں بجھی راکھ دیکھی، وہ ان سے کتنا بدگمان تھے کہ اگر مہرو کہیں سے ڈھل بھی آتیں تو انکے لیے بے رحم ہی رہنے والی تھیں۔ جلال انکے سوگ زدہ تاثر سے مزید بیزار ہو کر اٹھ جانا چاہتے تھے مگر وہ آج اپنی ایک اور کوشش چاہتی تھیں۔

"کیا واقعی آپ کی میرے لیے محبت مر گئی ہے جلال؟ بس اس سوال کا جواب دے دیں" مہرو جلال کی بازو پکڑے روکتیں ہوئیں اب انکا ہاتھ پکڑے سراپا سوال تھیں۔ جلال نے بغور مہرو کے چہرے کو دیکھا جو آج بھی ویسا شاداب تھا بس وہ اب تھوڑی زیادہ نازک لگتی تھی۔ یہ چہرہ جسے وہ خود سے زیادہ چاہتا تھا، اپنی اندھیر زندگی میں جس نے مہرو کے ہونے سے روشنی کرنے کی تمنا کی تھی۔ وہ مہرو کے لیے اس قدر پاگل تھے کہ وہ انھیں چھوڑ کر کہیں اور دیکھ بھی لیتیں تو جلال کا دل تڑپ جاتا تھا۔ جلال اپنی گہری سوچیں پھیلا کر مہرو کے اس سوال کا جواب ڈھونڈ رہے تھے مگر نا جانے جواب ہو کر بھی وہ یہ نہیں کہہ پائے کہ ہاں مر گئی ہے۔ محبت تو کبھی نہیں مرتی، اور جو مر جائے وہ محبت نہیں بس دھوکہ ہوتی ہے۔

"میرے لیے اب اور کچھ اہم نہیں رہا، اہم ہے تو صرف ضامن۔ محبت کا علم نہیں پر شدید حسرت ہے کہ کاش تمہاری جگہ کسی پتھر سے محبت کر لیتا۔ اب نہ وہ عمر رہی نہ جنون، سب خاک کر کے رکھ دیا اور پھر ساری زندگی

وہی خاک میرے سر میں ڈلتی رہی" جلال کا لہجہ کھارے پانی جیسا تھا مگر وہ یک دم مدھم ہو چکے تھے۔ سارے غصہ فوراسے بیشتر دکھ بنا تھا۔

" ایسا تو مت کہیں، مجھے آپکے ہر رویے کے باوجود آپ سے محبت ہے۔ آپ میری زندگی میں سب سے اول اہمیت کے درجے پر ہیں۔ میں سچ کہہ رہی ہوں، آپکی بدگمانی سہتے سہتے کئی سال بیت گئے ہیں اب مجھے معاف کر دیں" وہ واقعی جلال سے محبت کرتیں تھیں ورنہ آج انکی جگہ کوئی اور ہوتی تو کب کی ایسے زہریلے انسان کو چھوڑ کر جا چکی ہوتی۔ مگر یہ مہرو تھی، شہد جیسی امرت جس نے جلال کی دی ہر کڑواہٹ اپنے اندر بہت مہارت سے جذب کی تھی۔ وہ جلال کا ہاتھ بہت پیار سے ہونٹوں سے لگا کر بہت سچائی لیے بولی تھیں، جلال نرم ترین ہو کر بھی سخت تھے۔ اپنا ہاتھ بے دردی سے مہرو کے ہاتھ سے کھینچتے ہوئے وہ فورا اٹھے اور بیڈ پر رکھی اپنی فائلز لیے ترنت سٹڈی کی جانب بڑھ گئے۔ آج جلال بنا کوئی جواب دے کر گئے تھے اور مہرو کا دل کچھ مطمئین تھا۔ انھیں لگا جیسے آج وہ جلال کو تھوڑا ہی سہی مگر پگھلانے میں کامیاب ٹھہریں ہیں۔ مدھم سی مسکان آج بہت مدت بعد مہرو کے چہرے پر آکر انکا حسن نکھار گئی تھی۔

****

رات کی سیاہ تاریکی اور وہ تین سیاہ سائے اپنے پیچھے تیس رکنی ستارہ جونئیر فوج کے سنگ برہان سکندر کے شاہی ولا کو چاروں طرف سے قبضے میں لے چکے تھے۔ستارہ کا ٹارگٹ برہان سکندر کے گھر کی تلاشی لے کر وہ انفارمیشن لینی تھی جو پلین بی پر مشتمل تھی۔انکی کوشش تھی کہ وہ برہان سکندر کو نہ ماریں مگر اگر حالات سنگین صورت اختیار کر لیتے تو یقینا برہان سکندر کا خاتمہ ہی اشد ضروری تھا۔گھر کی راہداری پر پہرہ دیتے چار گن مینز زیان کی دوربین کے اشارے پر تھے۔کچھ پیچھے افراح اور عریش مکمل خفیہ طور پر زمین پر لیٹ کر لیپ ٹاپ پر بنگلے کے اندر کی سیکورٹی ہیک کر رہے تھے۔افراح کے پاس سائلنسر گن تھی جو گیڈ پر موجود گارڈز پر تنی تھی۔ بلکل دس قدم کے فاصلے پر تیس تک سیاہ کپڑوں میں ملبوس ستارہ ٹیم اشارہ ملتے ہی گھر کے گرد گھیر اڈالنے کے لیے ریڈی تھی۔عریش بنگلے کے اندر کے تمام الارمز ہیک کر چکا تھا اب کیمرے کر رہا تھا۔

"اٹنشن، مجھے گیڈ پر چار لوگ دیکھائی دے رہے ہیں۔عریش چیک کرو کہ یہ چار ہی ہیں یا اور بھی ہیں" زیان، عریش اور افراح ایک دوسرے کی آواز ائیر فون کے ذریعے سن رہے تھے۔زیان کی گن اپنے ٹارگٹ پر ایک دم پتھر تھی۔

"گیڈ پر چار ہیں باقی پورے بنگلے کی دیوار پر ایک اندرونی الارم وائر لگا کر سیکورٹی کی گئی ہے جو میں نے ہیک کر لی ہے۔آپ ان چاروں کو اڑا دیں پھر ہم با آسانی اندر داخل ہو جائیں گے" عریش کی ہدایت بہت لازمی تھی کیونکہ وہ آگے والے رستے کی آسانی اور مشکل سے آگاہ کرتا جانباز سپاہی تھا۔زیان نے کہنیوں کے بل لیٹے ہی گردن موڑ کر عریش کو گڈ لک کا اشارہ کیا اور اپنی ٹیم کو ان چار گارڈز کو اڑانے کا حکم دیا۔سبکی گنز پر سائلنسر فٹ ہونے کے باعث ایک مدھم چھناکے کی بازگشت گونجی اور وہ چاروں اپنی اپنی جگہ ڈھیر ہو گئے۔باہر کا کام مکمل

صفائی سے ہوتے ہی افراح نے ٹیم کو گھر کے چاروں طرف پھیل جانے کا کہا اور خود عریش کو وہیں چھوڑے وہ اپنی گن لوڈ کرتی زیان اور ٹیم کے ہمراہ سڑک عبور کرتی گیٹ تک پہنچی۔ سٹریٹ پر لگے تین کیمرے بھی عریش پہلے ہی ہیک کر چکا تھا جسکی وجہ سے کسی کو پتا نہیں لگ سکتا تھا کہ گھر کے باہر سے کون انٹر ہوا تھا۔ عریش کا کام وہیں سے تمام ہیکنگ اور اندر انفارمیشن دینا تھا جو وہ وہیں باہر کر رہا تھا۔ اسکے لیے دو گارڈ عریش کی نگرانی کرتے وہیں ٹھہر گئے اور باقی سب اندر داخل ہو چکے تھے۔ جیسے جیسے وہ لوگ اندر بڑھ رہے تھے عریش باقی کی سیکورٹی ہیک کر کے ہٹاتا جا رہا تھا۔ مرکزی داخلی بہت بڑے گیٹ کے پاس چھ گارڈز یہاں وہاں گھوم کر پہرہ دے رہے تھے۔ زیان نے دیوار کی اوٹ سے دیکھا اور اپنے کندھے سے اپنی سنائپر گن نکالی، افراح کے علاوہ چار عدد ٹیم ممبرز نے ہر ایک کو گن کا نشانہ بنایا۔ زیان نے بہت مہارت سے دو کی ایک ہی بار چھٹی کی جس پر باقی چار خود ہی دوڑ کر باہر نکلے اور ٹیم کی گولیوں سے وہیں ڈھیر ہو گئے۔ یہ یاد رہے کہ ٹاسک کے دوران استعمال ہونے والا اسلحہ کسی نام کے بجائے پاکستان کے نام پر رجسٹر ہوتا تھا کیونکہ وہ لوگ کسی قسم کا ثبوت نہیں چھوڑتے تھے۔ عریش انھیں راستہ صاف ہونے کا اشارہ دے رہا تھا، زیان نے اپنے پیچھے چھ لوگوں کو اپنے پیچھے لگایا اور افراح کو وہیں رکنے کا کہہ کر اندر بڑھ گیا۔ پورا ولا ملگجی روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ زیان بہت محتاط انداز میں آگے بڑھا اور سامنے سے سات آٹھ گن مینز زیان کی جانب لپکے مگر اسی لمحے ڈھیر ہوئے۔ ممکن تھا کہ ابھی ولا میں مزید لوگ بھی موجود تھے۔ زیان کا چہرہ ماسک سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ بلٹ پروف وردی میں ملبوس تھا۔

"اٹنشن، برہان سکندر کے کمرے کا بتاؤ۔ وہ انفارمیشن کہاں ہے" زیان اپنے ائیر فون پر ہاتھ دھرے دوسرے ہاتھ سے گن تانے آگے بڑھ رہا تھا۔ باہر افراح مسلسل گن تان کر راہداری کی سمت کھڑی تھی۔

"یہاں سے لیفٹ سائیڈ پر پہلا روم، ٹیبل کی پہلی ڈرا میں وہ چپ اپنے سگنل دے رہی ہے۔ رائیٹ سائیڈ سیڑھیوں کے ساتھ کمرے میں برہان سکندر موجود ہے اور اس کمرے کے باہر تین گارڈز ہیں۔ دھیان سے لالہ" اصل کام تو اس من چلے عریش کا تھا جو اس قدر پاور فل ہیکر تھا کہ واقعی وہ دو سکینڈ میں کسی بھی کرپٹ انسان کی زندگی ہیک کر سکتا تھا۔

"تم تینوں رائیٹ سائیڈ سیڑھیوں کے ساتھ کمرے کی طرف جاو، وہاں گارڈز موجود ہیں" زیان نے ائیر فون کا بٹن پریس کرتے ہوئے اپنی ٹیم کو سگنل دیا اور خود زیان ایک ٹیم ممبر کو لیے اس آفس کی جانب بڑھا۔ وہ آئی انٹریکشن ڈور والی لیب کا دروازہ تھا جس کے ایک طرف کوڈ پٹنگ سیکشن بھی موجود تھا۔ زیان نے اپنی بازو موڑ کر شرٹ کا بازو تھوڑا کھسکایا جہاں عریش کا ہیک کیا کوڈ درج تھا۔ فورا سے پہلے زیان نے وہ کوڈ پٹ کیا اور دروازہ بنا کسی رکاوٹ کے کھل گیا۔ زیان کے پیچھے والا آدمی مسلسل مخالف سمت گن تانے زیان کے پیچھے ہی اسے فالو کر رہا تھا۔

"بھائی ویٹ، اس پر بھی کمینے نے الارم فٹ کر رکھا ہے" اس سے پہلے کہ زیان اس ڈرا کو ہاتھ لگا کر اپنا پلین تباہ کر بیٹھتا، عریش کی کانوں میں چیختی آواز پر بمشکل اپنا ہاتھ روک کر ایک لمبی سانس لیے پیچھے ہٹا۔ عریش نے دس سیکنڈ تک اوکے کا اشارہ دیا جس پر وہ الارم دس سینکڈ کے لیے ہی آف ہوا اور اسی دوران بہت تیزی سے زیان نے اسے اوپن کر کے سامنے پڑی چپ نکال کر جلدی جلدی ڈرا لاکر کو واپس پریس کیا جس پر دس سیکنڈ ہوتے ہی ہلکی سی سیٹی سنائی دئی اور ڈرا پھر سے الارم کے ساتھ سیٹ ہو کر فٹ ہو گیا۔ آج تو وہ پھنس ہی جاتے اگر زرا بھی ایک سیکنڈ کی دیر ہو جاتی۔ زیان نے وہ چپ لے کر جیب سے ایک چٹ نکال کر ٹیبل پر رکھی اور اپنا چمکیلا

چمکتا چھوٹا سا سنہری ستارہ رکھتے ہی ساتھ والے کو اشارہ دیے باہر نکلا اور باہر نکلنے کی دیر تھی کہ وہ ڈور پھر سے پوری رفتار کے سنگ لاکڈ ہوا۔ دوسری طرف وہ باقی ممبرز گارڈز کا خاتمہ کر کے دروازے میں کھڑے تھے۔

اب زرا برہان سکندر کو تھوڑا مزہ چکھانا بھی ضروری تھا۔ زیان نے دو آدمیوں کو باہر جانے کا اشارہ کرتے ہوئے چار کو ساتھ لیا اور برہان سکندر کے کمرے میں گھسا۔ اس سے پہلے کہ برہان سکندر آہٹ پر جاگتا ایک بندوق اسکی کن پٹی پر تن کر باقی کا رخ بھی اس کی طرف ہوا۔ کمرے میں ہلکی روشنی کے باعث برہان سکندر کو وہ بس چند کالے سائے دیکھائی دیے تھے۔

برہان سکندر اپنے آپ کو کسی قبر میں محبوس محسوس کر رہا تھا، اتنی سیکورٹی کے باوجود یہ سائے اس تک پہنچ چکے تھے۔ ڈر کے مارے وہ اٹھ بیٹھا اور ٹھنڈے موسم کے باوجود اس کے پسینے چھوٹے۔

"ک۔۔۔۔۔۔کون ہو تم لوگ" خوف کے زیر اثر زبان بھی لڑکھڑائی تھی۔ گویا اسکے تن بدن میں خوف حراس اتر کر اسکا سارا اعتماد مٹی کر گیا۔

"تمہاری موت، گھٹیا انسان تو زندہ درگور کے قابل ہے" زیان ٹاسک کے خفیہ ہونے کی وجہ سے اپنی آواز مزید موٹی کیے دبنگ انداز میں برہان سکندر کے ڈرے وجود میں کپکپی اتار چکا تھا۔ اپنی طرف اتنی گنز تنی دیکھ کر وہ بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔

"دیکھو تم لوگ جو بھی ہو، مجھ سے دشمنی کر کے بہت بڑی غلطی۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتا ساتھ کھڑے آدمی نے وہی پکڑی گن اسے سر میں دے ماری جس سے خون کی ایک لیکر برہان سکندر کے ماتھے سے پھوٹی اور وہ وہیں دوبارہ بیڈ پر بیہوش ہوتے گر پڑا۔

"سر آرڈر دیں اسکو میں اپنے ہاتھ سے ماروں" وہ جذباتی سا ٹیم ممبر تو ایسے غدار کو واقعی زندہ در گور کرنا چاہتا تھا، مگر زیان نے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔

"شکار شہد میں لپیٹ کر ڈال دیا ہے، اب وہ تنظیم خود اسے موت کی گھاٹ اتارے گی۔ جب یہ کام وہ بخوبی کر سکتے ہیں تو ہم کیوں اسکے گندے خون سے ہاتھ غلیظ کریں۔ ویل ڈن ٹیم نکلو اب" زیان نے ایک حقارت آمیز نظر اس بے یارو مددگار سے فرعون پر ڈالی اور اسکے کہتے ہی وہ سب فرمابرداری سے باہر نکلے۔

"لعنت ہو تم لوگوں کی طاقت پر، یہ ہے اوقات تمہاری گھٹیا شخص۔ تم میرے وطن کو بلاسٹ سے زخمی کرنے کے پلین بناؤ گے اور ہم چپ چاپ تماشا دیکھیں گے۔ اور بدبخت تبریزی اب باری ہے تیری، ویٹ اینڈ واچ" زیان کا غصہ، برہمی، نفرت اور غضب انتہا پر تھا۔ جناب کی ساری شفقت ان ملک دشمنوں کے آگے دہشت ناک غصیل بلا بن جاتی تھی۔ مشن سکسسفل ہوا تھا اور وہ اب تمام ٹاسک بغیر کسی ثبوت چھوڑے مکمل کر کے ہیڈ کوارٹر روانہ ہو چکے تھے۔ تنظیم کو یہ خبر صبح جب ملنی تھی تو وہ لوگ برہان سکندر کا صفایا کر سکتے تھے باقی وہ آفس کی میز پر رکھا نوٹ جناب سیٹھ ظہور تبریزی پر ایک اور سکتہ طاری کرنے کے لیے کافی تھا۔ ستارہ ایک سچی قوت تھی اور اسے اس بار بھی کامیابی ملی تھی۔ اور وہ جو وقت کا شاطر فرعون تھا، اپنے شاہی محل کی ناقابل شکست حفاظت کے باوجود بے یارو مددگار پڑا تھا۔

****

رات کے تین بجے دونا معلوم افراد بنگلے میں گھسے اور سیدھا برہان سکندر کے کمرے میں گئے۔ ایک کے بعد کئی فائر برہان سکندر کے بے جان وجود پر برسانے کے بعد دوسرے نے گردن موڑ کر ایک گولی برہان سکندر کی پیشانی میں گھسادی۔ تنظیم کو خبر ملتے ہی ضامن ان ایکشن اور برہان سکندر کا دی اینڈ ہو جاتا مگر اس سے پہلے ہی کسی نے برہان سکندر کا خاتمہ کر دیا۔ وہ ستارہ کے ہاتھوں واقعی شہد سے سنا شکار بن کر اپنے عبرت ناک انجام کو پہنچ گیا تھا، صبح اخباروں کی زینت بننے والی بڑی خبر

"منسٹر برہان سکندر پراسرار طریقے سے اپنے ہی گھر کے بیڈروم میں مردہ پائے گئے، واقعہ کی کوئی تفصیل ہمارے پاس نہیں ہے۔ انکی تدفین کل دن کے کسی بھی وقت کی جائے گی" اور پھر یہ سوچتے ہی کئی فلک شگاف قہقہے آسمان کو چیر جائیں گے۔

یہ تھی برہان سکندر کی اصلیت، وہ اس وقت کا سب سے پاورفل منسٹر ہو کر کتنی آسانی سے لقمہ اجل بن گیا تھا۔ آج ہاشم بخت سے جا کر ہاتھ ضرور ملائے گا کہ لو میں آپکا جہنم پارٹنر آگیا میرے پیارے۔ یہ لوگ جہنم کا ایندھن ہی ہیں، جن کی رگوں میں غداری اور حرام گردش کرتا ہے۔ یہ حرام پر پلنے والے ایک دن حرام موت ہی مرتے ہیں۔ وہ دو نقاب پوش جا چکے تھے اور برہان سکندر کا عبرت ناک انجام دیکھنے کو کوئی نہ تھا۔ اسکے وجود سے نکلتا خون بستر کو لہولہان کر چکا تھا۔ ماتھے پر بنا سرخ سوراخ جس سے خون ابل کر اسکے ماتھے سے لیکروں کی صورت بہہ گیا تھا۔

"اللہ کی لاٹھی بڑی بے آواز ہے" آج اس کا مطلب سمجھ آیا تھا، وہ رب کبھی کبھی تو بے حد مہربان ہو کر ایسوں کی رسی بھی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے مگر بعض اوقات وہ ایسے پر قہر گراتے ہوئے زرا بھی وارننگ نہیں دیتا۔ برہان

سکندر بھی مر گیا تھا مگر یہ ایک غدار کے مرنے پر کئی غدار کا سر اٹھانا ایک ایسا سلسلہ تھا جو رہتی دنیا تک قائم رہنا تھا۔ یونہی ملک کے وفادار انھیں موت کے قریب لاتے جائیں گے اور یہ بدبخت مر کر کئی اور غدار پیدا کر جائیں گے۔ جو بھی تھا، خس کم جہاں پاک، چلو وطن عزیز ایک اور ناسور سے پاک ہو گیا تھا۔ الحمد اللہ۔

****

"وہ تمہیں نقصان بھی پہنچا سکتا ہے، وعدہ کرو اب کبھی اکیلے جانے کا نہیں سوچو گے "خضر جب سے واپس آیا تھا اسکے دونوں آدمی اسے ضامن کی لوکیشن مکمل بھیج رہے تھے۔ وہ سکاٹ لینڈ کے شہر گلاسگو کے مڈ میں موجود تھا۔ وہ دونوں آدمی ضامن کے گھر کے باہر پل پل نظر رکھ رہے تھے۔ آئرہ تو کب سے منہ پھلائے خضر سے وعدہ لیتی ہوئی ڈٹ چکی تھی جس پر اب تیسری بار ایک ہی بات دوبارہ سنتے ہی خضر نے مکمل سنجیدہ اور منصوعی برہمی سے اپنی پھیلائی ٹانگوں سے لیپ ٹاپ اٹھا کر سامنے میز پر رکھا اور سر پر، ہاتھ سینے پہ لپیٹے کھڑی آئرہ کی سمت ہاتھ بڑھائے کچھ دراز ہو کر بیٹھا۔ وہ گہری تاریک رات کے باوجود لاونج میں ہی تھے، آئرہ وائٹ ڈورہ والی شرٹ اور پنک پینٹ پہنے کافی چنی کا کی اور بال لہرا کر ناک پر خفگی بٹھائے خاصی آفت خیز صورت بنائے خضر کا

ہاتھ پکڑ چکی تھی جو اسے ہنوز سنجیدگی سے پکڑے اپنی پچھلی ٹانگوں پر بٹھا کر اب آئزہ کا فکر سے اٹا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ خضر کی سنجیدگی تو وہ عام سچویشن میں نہیں سہہ پاتی تھی ابھی تو وہ لگ بھی برہم رہا تھا۔

"میرے لیے خود سے زیادہ تم قیمتی ہو آئزہ، یہ معاملہ مجھے اکیلے ہینڈل کرنے دو۔ بات صرف ایک غدار کی نہیں ہے، وہ بدقسمتی سے مما کا بیٹا بھی ہے۔ تم نہیں جانتی کہ میں کتنے ذہنی دباو میں ہوں۔ میں اس دکھ کو سوچ کر ہل گیا ہوں جو اسکے وجہ سے میری ماں کو ہو گا۔ جب انکو پتا چلے گا کہ وہ ایک غدار ہے، اور خدانخواستہ ایک نہ ایک دن جب وہ اسی تنظیم کے ہاتھوں مارا گیا تو میری ماں کو صبر کیسے آئے گا۔ وہ دو معصوم حرا اور مبشر، انکی تکلیف اور وہ اسکا باپ جسکے لیے صرف ضامن سب ہے۔ ضامن اتنا بے رحم کیسے ہو سکتا ہے۔ اسے ایک بار بھی خود پر اور خود سے جڑے رشتوں پر ترس نہیں آیا" وہ سارا اعتماد جو خضر کے چہرے پر ضامن سے ملاقات کے وقت تھا وہ اب درد کی انتہا بن کر خضر کی آنکھوں میں نمی بھر چکا تھا، وہ جان چکے تھے کہ ضامن تنظیم بلڈ کا مرکزی رکن ہے۔ آئزہ خود خضر کی اس تکلیف پر اپنا دل جکڑتا محسوس کر رہی تھی۔ یہ تھا حرام اور حلال کا فرق، وہاں وہ ضامن اس بھائی کو مارنے کا ارادہ کر چکا تھا جو ضامن کی بدقسمتی پر رو پڑا تھا۔ آئزہ نے اپنے دونوں ہاتھ خضر کے چہرے پر رکھ کر دکھ سے خضر کی مزید سیاہ آنکھیں دیکھیں تو اندر تک زخمی ہوئی۔

"وہ بے رحم نہیں ہے مگر وہ بے رحم بنا دیا گیا ہے۔ ہم صرف اسکی ہدایت کی دعا کر سکتے ہیں، تم پریشان مت ہو خضر۔ پلیز خود کو کمزور مت کرو" آئزہ تو خضر کی آنکھوں کی یہ نمی دیکھ کر پتھر تھی، وہ تو اس چہرے پر دکھ کی رمق تک نہیں سہہ پاتی تھی۔ خضر نے اپنی آنکھوں کی ابھرتی نمی اندر اتاری تو آنکھوں کی سرخی مزید گہری ہوئی۔

"مجھے صرف مما کی ٹنشن ہے آئرہ، کیوں آخر انکے لیے یہ سارے امتحان کیوں رکھے گئے ہیں۔ وہ تو پہلے ہی بکھری ہیں۔ اس ضامن نے انھیں مزید توڑنے کا سامان کر لیا ہے۔ مما کو کچھ ہوا تو میں برداشت نہیں کر سکتا، وہ یہ نہیں سہہ پائیں گی" خضر کی تکلیف میں پر لگے تو آئرہ نے اسے خود میں سمو لیا تھا۔ وہ بھی کسی بکھرے روتے سسکتے بچے کی طرح سمٹ سا گیا تھا۔

"بس خضر، میں بھی رو دوں گی۔ ہم مل کر ضامن کو سمجھائیں گے تم خود کو تکلیف مت دو" آئرہ اسے الگ کیے اسکا چہرہ ایک بار پھر تھامے حسرت زدہ ہوئی مگر خضر ایک بار پھر تلخ سی سنجیدگی اوڑھے کسی غیر مرئی نقطے پر نگاہیں مرکوز کرتا ہوا نفی میں سر ہلا چکا تھا۔

"وہ سمجھانے کے لیول سے نکل چکا ہے آئرہ، مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے کسی سختی پر ضرور اکسائے گا۔ اور تم، سنا نہیں تم نے؟ تم اس سے دور رہو یار۔ پلیز تمہارے لیے رسک نہیں لے سکتا، سمجھو میری بات" پہلی بات کے دوران سوچ کے زیر اثر جیسا انداز تھا مگر آخری بات پر تو دیوانگی کی حد تک بیقراری تھی جو وہ آئرہ کا چہرہ دیکھتے بولا تھا۔ آئرہ کو اب واقعی رونا آرہا تھا، وہ خضر کی کمزوری نہیں بننا چاہتی تھی۔

"خضر پلیز، میں واقعی رو دوں گی۔ کچھ بھی ہو جائے، مجھے خود سے الگ کرنے کا سوچنا بھی مت" آئرہ کی التجاء پر خضر شدید برہم ہوا، وہ اسکی بات سمجھ نہیں رہی تھی۔

"آئرہ میں ڈرتا ہوں، پلیز" خضر بھی درخواست کرتا ہوا اسکا ہاتھ چومے بولا مگر وہ بضد تھی، ناں میں روئی سی شکل کے ساتھ وہ صاف صاف انکار کر رہی تھی۔

"میں تم سے ہوں خضر، ایز آ جونیئر بھی میرا فرض ہے کہ ٹاسک میں تمہارے ساتھ رہوں۔ ایز آ وائف میرا حق ہے کہ تم مجھے اپنی کمزوری کے بجائے طاقت سمجھو" آئرہ اسے کسی صورت خود سے الگ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی، خضر اس لڑکی کے آگے ہار گیا تھا۔

"یس یو آر مائی پاور، لیکن بہت ضدی ہو رہی ہو تم" خضر کو بھی ناں کرنے والی روح زمین پر یہی اکلوتی تھی اور اسے بے حد پیاری تھی۔ محترم کا ہاتھ گال سے بھٹکتا ہوا ہونٹوں تک گیا اور آئرہ نے اپنی نظریں جھکا کر خضر کا قریب آنا محسوس کیا۔ خضر کے قریب آنے سے پہلے ہی وہ ہنسی دباتی ہوئی سینے میں سمٹ گئی۔

"ہاں اور بہت تیز بھی ہوں" سینے میں منہ چھپا کر بتیسی نکالتی آئرہ کو دیکھ کر وہ سنجیدگی کا بادشاہ بھی مسکرا کر تمام تلخی دور پھینک چکا تھا۔ یہ لڑکی جادو تھی، اور وہ آنکھیں ملا کر خضر کے دل کو پرسکون کر دیتی تھی۔

"دیکھتا ہوں یہ تیزی کب تک قائم رہتی ہے" خضر کا انداز چیلنجنگ تھا، آئرہ ہنسی روکے پھر سے الگ ہو کر روبرو ہوئی تو ظالمانہ من پسند سیاہ آنکھیں دو معنی سا سایہ کیے شرارت کی ترجمانی کر رہی تھیں۔

"لو آئرہ تمہاری، اتنی بھی تیز نہیں ہوں اب" بہت پیار سے وہ محترم کو خود پر اجارہ داری سونپ کر سرعام مہربانی کا پرچار کر گئی تھیں، خضر نے آئرہ کی لرزتی پلکیں اور اپنی سانسوں سے ٹکراتی آئرہ کی سانسیں دیکھ کر صدقہ اتارا۔ ان گلابی گالوں اور ہونٹوں پر نظریں جما کر کوئی تازہ گیت لکھا۔ ایک ہی جھٹکے سے وہ اسکے بے حد قریب کر کے جکڑ دی گئی تھی۔ آئرہ کا چہرہ تمام تر اعتماد کے بلش کر رہا تھا اور پھر خضر نے اسکی پیاری سی گال پر مہربانی اتاری اور مسکرا دیا۔

"میں اب اتنا بھی ظالم نہیں ہوں، تمہارے ان ہونٹوں پر زیادہ ہنسی جچتی ہے۔ ان آنکھوں میں خضر کا عکس سجتا ہے اور ان گالوں پر میرے ہونٹوں کی مہر پرفیکٹ لگتی ہے۔ اور یہ پیشانی جس پر میرا نام لکھا ہے میرے ہاتھ کی مسیحائی تک سے روشن ہو جاتی ہے اور یہ وجود جس میں میرا دل دھڑکتا ہے یہ میرے قریب رہے تو بے حد حسین ہے، آئرہ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں" خضر جیسی محبت کوئی کر دیکھائے تو دنیا مان جائے۔ وہ جو آئرہ پر اس سے زیادہ نرمی سے مہربان تھا۔ اسے چھوتا بھی یوں تھا جیسے نئے گلاب پر بہت نرمی سے ہونٹ رکھے جاتے تھے۔ محبت کا مرتبہ خضر بخوبی جانتا تھا۔ وہ آئرہ کو مقدس رکھتا تھا، وہ اسکے لیے اسکی تکلیفوں کی شفا تھی۔ وہ اسے امرت کی طرح ملی اور اسکے اندر تک محلول ہوئی تھی۔ خضر کا انداز دلفریب اور خود وہ حسین ترین تھا، آئرہ تو مدہوش ہو گئی تھی۔

"میں بھی بے حد چاہتی ہوں تمہیں، خضر تھینک یو سو مچ۔ تم بہت پیارے ہو، میری جان سے بڑھ کر ہو" آئرہ بھی اسکے چہرے پر جھک کر بہت پیار سے مہر چاہت دیر تک رکھتے ہوئے بولی تو وہ مزید حسین اور دلنشین ہوا۔ خضر اسکے دونوں ہاتھ پھر سے دیوانگی کے سنگ ہونٹوں سے جوڑنے کے ساتھ آسودگی کے سنگ اس روشن پیشانی کو چومتا ہوا ایک بار پھر اسے خود میں پیوست کر گیا تھا۔ اور وہ تو خضر کی اس آفت خیز اداوں پر لٹ چکی تھی۔ وہ یونہی خضر کی پرسکون گرفت میں اپنی خوشی ہمکتی آنکھیں بند کر گئی اور وہ بھی چہرے پر انتہا کا سکون لا چکا تھا۔

****

صبح کا سویرا ظالم نہ ہو کر ہولناک تھا، برہان سکندر کا پورا گھر جابجا کرائم سین کا روپ دھار چکا تھا۔ جابجا ایمبولنس گاڑیاں اور پولیس جیپس سائرن بجاتی ہوئی خوفناک منظر پیش کر رہی تھیں۔ جابجا مرے گارڈز کی لاشیں تھیں جن میں کئی زخمی تھے جنکو فوری ہوسپٹل منتقل کیا گیا تھا۔ ایک طرف پانچ چھ منسٹرز کی گاڑیوں کے سائرن سنائی دیے اور بھاری گارڈز کی نفری کے سنگ سیٹھ ظہور تبریزی اپنے گن مینز کے ساتھ بچتا بچاتا اندر بڑھا۔ اسکے چہرے کا خوف قابل نظارہ تھا۔ میڈیا بھی پہنچ چکا تھا مگر ابھی پولیس انکو باہر ہی روک چکی تھی۔ کئی نجی اور سرکاری چینل کے لوگ اپنے اپنے کیمروں کے سامنے یہ بریکنگ نیوز نشر کرتے دیکھائی دے رہے تھے۔ برہان سکندر کی ہولناک موت پر پورا ملک سراپا حیرت و بے یقینی میں غرق تھا۔

"ناظریں جیسا کے آپ کو پتا ہے ہمارے ملک کا بڑا نام، منسٹر برہان سکندر پر اسرار طور سے کل رات قتل ہوئے ہیں۔ ابھی سیٹھ ظہور تبریزی گھر کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ پچھلے چند دنوں میں ان دونوں منسٹرز کے الحاق کی خبر آئی تھی اور اب منسٹر صاحب کی موت یقیناً ان کے لیے بھی بڑا دھچکا ثابت ہوگئی" یہ ایک نجی چینل کا رپورٹر گلا پھاڑ کر نیوز بنانے میں لگا تھا۔

"جی تو ناظریں کیا لگتا ہے آپکو، کیا یہ پھر سے ستارہ نے کیا ہے؟ کیا ستارہ نامی بلا ایک بار پھر ملک دشمنوں پر بھاری پڑھ گئی ہے۔ آخر کون سلجھائے گا یہ گتھی۔ چند روز قبل ہاشم بخت کی موت اور پھر اب انہی کے ماتحت منسٹر کا قتل یقیناً آپ سب کے لیے دل دہلا دینے والی خبر ہوگی" دوسری طرف کھڑے رپورٹرز بھی اپنے کیمروں کو ہر ممکن حد تک بنگلے کی نقل و حرکت پر فوکس کرتے ہوئے اپنے اپنے پیشہ وارانہ اور سنسنی خیز انداز میں عوام کو یہ

خبریں پہنچا رہے تھے۔ کئی ایمبولنسز، زخمی گارڈز کو لے کر روانہ ہوتی باہر نکلیں تو سب کے کیمرے بھی اسی جانب مڑے۔

"ابھی ہم اندر نہیں جا پا رہے لیکن آپ سب تک حقائق پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اگر یہ سب ستارہ نے کیا ہے تو ہم سب ستارہ کے شکر گزار ہیں جو ایک اور غدار کو غرق کر گئی ہے۔ لیکن ابھی حتمی فیصلہ باقی ہے، آخر کون ہے اس سب سے پیچھے اس کو جاننے کے لیے دیکھتے رہیں پاک نیوز" باہر کی افراتفری اپنی جگہ تھی اور اندر کی قیامت خیز صورت دیکھ کر سیٹھ ظہور تبریزی کی روح تک کانپ گئی تھی۔ اندر بھی سول پولیس اور انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ کے کئی لوگ موجود تھے، سیٹھ ظہور تبریزی کا سانس رک چکا تھا۔ ایک کے بعد ایک قتل پر وہ اب اپنی گردن جکڑی محسوس کر رہا تھا۔ وہاں جانے پر اسے اپنے آدمی نے بتایا کہ چپ غائب ہے اور وہاں ایک نوٹ تھا جو پولیس کے ایک آدمی کے ہاتھ میں موجود تھا۔ سیٹھ ظہور تبریزی ایسے گرنے والا تھا جسے گھن کھایا زینہ جو دھڑم سے چرمرا کر گر سکتا تھا۔ ایک انسپیکشن ٹیم کا آدمی وہ نوٹ تبریزی کو دے چکا تھا۔ اور ساتھ وہ دوسرے آدمی سے سیٹھ ظہور تبریزی کا اریسٹ وارنٹ لے رہا تھا۔ برہان سکندر تو بے موت مر گیا مگر اسکے روم میں کچھ ایسی وڈیوز اور آڈیوز تھیں جو سیٹھ ظہور تبریزی کی گردن میں پھانسی کا پھندا ڈلوانے کو کافی تھیں۔ وہ انسپکشن ٹیم ثبوت ملتے ہی بہت چالاکی سے وارنٹ نکلوا چکی تھی جو سیٹھ صاحب کی نازک طبعیت پر ویسے ہی بم کی مانند گر پڑی تھی جو وہ آج پھوڑنے والے تھے۔

"سیٹھ ظہور تبریزی آپکو پھانسی کا پھندا مبارک ہو، ستارہ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ ایک کو شکار بنایا اور دوسرے کو شکاری۔ بیڈ لک" ستارہ کی لکھی تحریر تبریزی صاحب کی ٹانگوں میں کپکپی لا چکی تھی۔ بریان سکندر کو مارنے والا وہ

ساری فائیلز اور آڈیوز کے باوجود جانتا تھا کہ اسکے ساتھ ساتھ تبریزی بھی پھنسے گا، اور برہان کو مارنے والا ہی اصل گیمر تھا۔ گویا اس شاطر نے ایک تیر سے دو نشانے لگائے تھے۔ برہان سکندر ایک منافق شخص تھا جسکا اندازہ اب سیٹھ ظہور تبریزی کو بہت اچھے سے ہوا تھا۔ انسپیکٹر رشک زدہ تھا، ستارہ کو غائبانہ سلوٹ کرتا وہ پورے اعتماد سے تبریزی صاحب کے کانپتے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا چکا تھا۔ سامنے بیڈ پر برہان سکندر کی ناقابل برداشت نظارہ لاش پر تبریزی کا دل تھوکنے کو کیا اور جلد اسکا خود اپنے آپ پر بھی یہی دل چاہنے والا تھا۔ ہر انسپیکشن ٹیم میمبر کے چہرے پر وہی تاثر تھا جو میدان جنگ میں دشمن کے سپاہیوں کو لاتیں اور ٹھڈے مارنے والوں کے چہروں پر رقم ہوا کرتا تھا۔ آخر کار ایک برائی کے ساتھ دوسری برائی بھی اپنے انجام کو پہنچی مگر ابھی یہ سلسلہ موقوف نہیں ہوا تھا۔ میزان خان جو بہت پہلے ہی برہان سکندر کی منافقت بھانپ گیا تھا اب وہ اٹھے گا۔ باقی برہان سکندر کے وہ دو کیڑے مکوڑے منسٹرز شکور اور دائم تو یقیناً خوف سے ہی مر گئے ہوں گے۔ ان کا دم خم برہان تھا جو عبرت ناک انجام کو جا پہنچا تھا۔ سیٹھ ظہور تبریزی کے چہرے پر رقم اندھیرا وہ تاریکی تھی جو ایک ملک دشمن اور غدار کا مقدر ہوتی ہے۔ تمام ثبوت اور گواہ اس قابل تھے کہ سیٹھ ظہور تبریزی کو سیدھا سیدھا پھانسی تک لے جاتے۔

"ناظرین، یہ منظر وقت کے سنہرے باب میں درج کر لیجیے۔ سیٹھ ظہور تبریزی بھی قانون کے شکنجے میں جکڑے گئے۔ یہ ہے تم غداروں کی اوقات۔ پاکستان زندہ آباد" میڈیا آزاد تھا اور اسکی آزادی عوام کی آزادی کی ترجمانی کر رہی تھی، جوشیلے رپورٹرز ہانگ لگا لگا کر سیٹھ ظہور تبریزی کو پولیس کی سپیشل گاڑی میں بٹھانے کی لائیو کوریج دیکھا رہے تھے اور وہ سر جھکا کر اپنی منہ بولتی ہار کا اعتراف کر کے فنا ہوا تھا۔ پورے ملک میں ایک بار پھر شکر

گزاری کے سجدے کیے گئے تھے۔ ہر طرف یہ خبریں گردش کر رہی تھیں۔ برے وقت نے ایک دن گزرنا ہوتا ہے۔ ستارہ ہیڈ کواٹر میں موجود وہ تینوں جانباز فخر سے سینہ تان کر مشن کی کامیابی پر رشک میں مبتلا تھے۔ ہزل انجم کو ایک بار پھر اپنے ان تین جوانوں نے پانچ جیسا کام دے کر بے حد آسودہ کیا تھا۔ انکا کام ابھی مکمل نہیں ہوا تھا، ابھی اس انفارمیشن کے مطابق ملک کے مختلف جگہوں پر ہونے والے بلاسٹس کو روکنا باقی تھا۔ وہ انفارمیشن ستارہ کے ہاتھ لگنے کی خبر ابھی صرف اس خفیہ آدمی کے پاس تھی مگر سیٹھ میزان خان اس مشن کو اس سب کے بعد بھی مکمل کرنے والا تھا، کیونکہ وہ تھا اصل ماسٹر مائینڈ جسکا پردہ بھی جلد چاک ہونے کو تھا۔

****

"جی بولیے" فون کان سے لگانے کے بعد دو سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ کال کٹ گئی، دو تین دن سے مہران کامل کو یونہی بلینک کالز آرہی تھیں مگر جب وہ فون اٹھاتے تو کال کٹ جاتی تھی۔ آج تو یہ کلیم کے سامنے ہوا تھا۔ وہ جو صبح کا ناشتہ لگا رہا تھا اس کال کے آنے اور کٹ جانے پر کامل بابا کے چہرے کے الجھے تاثرات دیکھ کر متوجہ ہوا۔

"سب خیر ہے ناں استاد جی، کون تھا۔ آپ پریشان لگ رہے ہیں" کلیم اپنے ازلی فکرمند اور میٹھے لہجے میں میز پر پانی رکھتا ہوا بولا تو کامل بابا ہلکی سی تفششیش ناک سنجیدگی اوڑھے اسکی سمت گئے جو سراپا تجسس بنا تھا۔

"پتا نہیں، دو تین دن سے کچھ الگ الگ نمبروں سے فون آرہے ہیں، اٹھانے کی دیر ہوتی ہے کہ کال کٹ جاتی ہے" مہران کامل خود ایک ڈیٹیکٹو رہ چکے تھے شاید تبھی وہ اس بات کو گہرائی سے سوچ رہے تھے مگر اب تو کلیم کے چہرے پر بھی صاف صاف فکر امڈ چکی تھی۔

"عجیب بات نہیں ہے، آپ زیان بھائی سے بات کریں وہ آپکو نمبرز کا پتا لگوا دیں گے" کلیم نے گرم روٹیاں رکھتے ہوئے ساتھ ساتھ سالن بھی سامنے کیا جسے کامل بابا اب نفی میں سر ہلانے کے ساتھ پلیٹ میں ڈال رہے تھے۔

"اسے مت بتا دینا کلیم، ان بچوں کے اپنے کام تھوڑے ہوتے ہیں۔ میں خود یہ معاملہ دیکھتا ہوں، آجاو تم بھی بیٹھو" مہران کامل پر فورس چھوڑنے کے بعد بھی کئی بار دشمن لوگ حملہ کروا چکے تھے مگر نہ ہی کامل بابا کسی سے ڈرتے تھے نہ آج تک اللہ نے ان پر کوئی آنچ نازل ہونے دی تھی۔

"ٹھیک ہے استاد جی، آپ کہتے ہیں تو مان لیتا ہوں، پر آپ کے چہرے پر صاف صاف پریشانی درج ہے" کلیم کا بس چلتا تو ابھی زیان کو بتا دیتا مگر کامل بابا اسے خاصے سخت تاکید کر کے روک چکے تھے۔

"اللہ خیر کرے گا، میں پریشان نہیں ہوں۔ بس میرے ملک کی خیر ہو اور کچھ نہیں چاہیے" کامل بابا کا انگ انگ وطن کی وفاداری کا مرکب تھا، وہ خود پر آئی پریشانی کو بھی پہلے ملکی طور پر دیکھتے تھے کہ کہیں اس سے پاکستان کی سلامتی پر کوئی حرج تو نہیں آئے گا۔ کلیم نے بھی مکمل ساتھ دیتے ہوئے آمین کہا جس پر کامل بابا کے چہرے پر چھائی تاریکی کچھ پل زائل ہوئی اور وہ تمام سوچیں ایک طرف کیے ناشتہ شروع کر چکے تھے۔

****

"اٹھ جائیں بھائی، آج آپ نے مجھے مارکیٹ لے کر جانا ہے۔ پلیز بھیا دس بج رہے ہیں" حرا نے کمرے میں گھستے ہی ہانک لگا کر فورا کھڑکی کے پردے ہٹائے تو پورا کمرہ روشن ہوا اور جناب من اس اچانک کی روشنی سے خاصے متاثر ہوتے دیکھائی دیے تھے۔ ایک تو حرا نے پہلے شاپنگ کا نام تک نہیں لیا تھا اور اب اسکی فرمائشیں تھیں کہ جنکو بریک ہی نہیں لگ رہی تھی۔ مبشر سوتے میں ہی منہ بسور کر پکڑا تکیہ حرا کو مار چکا تھا جو ہنس کر بڑی مہارت سے کیچ کیے اب بیڈ پر باقاعدہ مبشر کے کان کے قریب جا کر چلائی تھی۔

"یار قسم سے اتنی نیند آرہی ہے، کسی اور کو لے جاوناں" مبشر شدید نیند میں اب دوسرا تکیہ منہ پر دبائے غنودگی میں بولا جس پر اب حرا روتو منہ بنائے وہ تکیہ بھی چھین چکی تھی۔ مبشر صاحب کے سونے کا وقت ختم تھا کیونکہ حرا کو اس وقت شدید شرارتیں سوجھ رہی تھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے، اٹھیں پھر مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔ جلدی" حرا فورا سے مسکرا کر اب مبشر کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کر رہی تھی جس پر وہ اب اپنی پوری آنکھیں کھول چکا تھا۔

"ہاں بولو، میری جان" مبشر کی محبت میں زرا مکھن بھی ایڈ ہوا تھا کیونکہ کل سے حرا اس کے پیچھے لگی تھی کہ وہ اسے عنیہ اور اپنی سٹوری بتائے جسے بچارا تب کا ٹال رہا تھا مگر اب وہ فائنلی ہتھے لگ ہی گیا تھا۔

"زیادہ تیز نہ بنیں، مجھے بتائیں کہ عنیہ کب پسند آئی آپکو۔ مجھے سچی بہت تجسس ہو رہا ناں بھیا" بھائی کی اس ایک دم پتا چلنے والی محبت پر سب سے زیادہ تجسس میں حرا ہی تھی، مبشر تو اس ذکر پر ہی لیٹے لیٹے نیم دراز ہوا اور پاس پڑا تکیہ بغل میں دبا کر بھینا بھینا مسکایا۔ اب تو حرا بھی شدید متبسم گدگدی کرتے انداز کے سنگ مبشر کے بغل میں دبائے تکیے پر بازو کے سہارے ٹھوڑی ٹیکے حسین فسانہ سننے کو متوجہ ہوئی۔

"ھاھا تم نہیں چھوڑو گی جان، اوکے بتاتا ہوں۔ وہ مجھے پہلی نظر میں ہی بہت اپنی لگی تھی۔ پھر اچانک سے میرے دل میں اسکو لے کر بے قراری پیدا ہوئی کہ کہیں کل کو جب میں بااختیار ہوا تو کہیں اسے کھو نہ بیٹھوں۔ پھر میں نے اس کو صاف صاف کہا کہ کیا وہ میرا انتظار کرے گی، نک چڑھی نے صاف ناں کی اور میں نے بھی سیدھا سیدھا نکاح کر کے کام ختم کیا" مبشر اپنی چند لفظی کہانی سنا کر خود ہی ہنس پڑا تو کمال کا رشک حرا کے چہرے کے حسن کو بھی چار چاند لگا گیا تھا، اب تو خوشی کے مارے وہ بھائی سے لپٹ ہی گئی تھی۔ خود مبشر کافی دن بعد حرا کو یوں دل سے مسکراتا دیکھ کر مطمئین تھا ورنہ وہ کافی ڈر گیا تھا جب حرا اس سے ناراض ہو گئی تھی۔

"آئی وش کے آپ بہت سارا خوش رہیں، آپ میرے جانو بھیا ہیں۔ کاش آج ضامن بھیا بھی ہوتے، آئی ریلی مس ہیم" حرا کی محبت مبشر سے سب سے زیادہ تھی کیونکہ وہ ساتھ ہی رہے تھے، دونوں ہم عمر تھے مگر پھر بھی حرا اسے بہت پیار سے بلاتی تھی۔ ضامن کے ذکر پر تو دونوں کی آنکھیں تھک سی گئی تھیں۔ ضامن کا پتھر دل کبھی پگھل نہیں سکتا تھا، مبشر نے اٹھ کر حرا کا چہرہ ہاتھوں میں بھرے ماتھے پر پیار دیا اور سینے سے لگا گیا۔ حرا بھی اداس سا مسکرا دی۔

"ایک دن ضامن بھیا کو احساس ضرور ہوگا حرا، تم اداس مت ہو۔ میری گڑیا مسکراتی رہے اور تم بھی مبشر کی جان ہو" مبشر کا سمندر جیسا گہرا اور موتی جیسا شفاف مزاج واقعی کندن تھا، عنیہ کو ابھی اپنی خوش قسمتی کا ادراک نہ تھا۔ حرا کی اداسی تو فطری تھی، جو مبشر کو بھی کچھ پل کے لیے اداس کر گئی تھی۔

مبشر صاحب آج کچھ سوچ رہے تھے، حرا اسے دوبارہ سونے کا کہہ کر مسکراتی چلی گئی تھی مگر مبشر صاحب کا تبسم کسی نئی شرارت کی ترجمانی کر رہا تھا۔ لحاف سائیڈ پر کرتا نا جانے اسے کیا ہوا کہ فوراً ایک دلفریب ہنسی کے سنگ وارڈراب سے اپنی ہینگ ہوئی وائیٹ پینٹ اور بلیک شرٹ نکال کر کسی آفت سوچ کے زیر اثر فریش ہونے چلا گیا۔ کچھ دیر بعد محترم اپنے مسکرائے سنجیدہ اور پر کشش سے حسن کے بھیگے فریش جلوے بکھیرتے باہر نکلے۔ بالوں کو اپنے ازلی انداز میں کھڑے انداز میں سیٹ کر کے اپنی اوپر گنگنائے انداز میں پرفیوم کا سپرے کرنے کے بعد بیڈ تک گیا۔ ساکس پہن کر جوتے پہنے۔ محترم کی تباہی مچا دینے والی تیاری تو ساری داستان سنا رہی تھی، سائیڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھا کر پینٹ کی پچھلی طرف گھسائے ڈریسنگ سے اپنی گاڑی کی چابی لیے مبشر نے ستائشی انداز میں ایک نظر آئینے کی سمت اپنا گریس فل توانا وجیہہ سراپا دیکھ کر نظر اتاری اور ساڑھے دس تک وہ کمرے سے باہر نکلا۔ حرا شاید مہرو کے ساتھ بوتیک چلی گئی تھی، مبشر کے نکلتے ہی ملازم نے ناشتہ پوچھا مگر وہ مسکرا کر انکار کرتا ہوا باہر نکلا اور اپنی گاڑی تک آیا۔

"آج کا دن مبشر کسی کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے قربان کرتا ہے" مبشر صاحب کی دیوانگی کا یہ عالم تھا کہ اس رشتے نے اس پگلے کو ہواوں میں پہنچا دیا تھا، محبت تو سب کر لیتے ہیں لیکن مبشر صاحب جیسی بیقراری ہر کسی کے

بس کی بات نہیں ہے۔ زیر لب مسکراتا ہوا وہ اپنے دلفریب انداز میں بیٹھا اور اگلے ہی لمحے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

****

"بہت بزی ہوں میری جان، یہاں تو سر کھجانے کی فرصت نہیں۔ دادی اور عنیہ کیسی ہیں" جنت کی کال پر عریش کچھ دیر آفس سے باہر نکل آیا تھا، ویسے بھی مسلسل ہیڈ کوارٹر میں رہ رہ کر وہ لوگ باہر کی روشنی کو ترس جاتے تھے۔ عریش تو پھر آ گیا تھا مگر بچارے زیان اور افراح ابھی بھی کیس پر کام کرتے ہوئے آفس میں تھے۔ انہوں نے خود ہی عریش کو بھیجا تا کہ وہ تھوڑا فریش بھی ہو لے اور گھر بات بھی کر لے۔ عریش قریب ہی ایک کیفے میں آیا تھا اور اپنے لیے اسٹابری شیک منگوایا تھا۔ دوسری طرف جنت جو آج بھی کھانا بنانے کے بعد ابھی فری ہو کر روم میں آئی تھی اس بات پر مسکرا کر پاؤں فولڈ کرتی بیڈ پر بیٹھی۔

"سب بلکل ٹھیک ہیں، آپ اپنا خیال رکھا کریں عریش۔ یہ بتائیں کھانا وغیرہ ٹھیک سے کھایا یا نہیں اور نیند بھی پر اپر لی یا نہیں" جنت کی فکر تو شہزادے کو بہت من پسند لگی تھی، تبھی شاہانہ سی مسکان مقابل سج کر تہلکہ مچا گئی تھی۔

"نیند مجھے صرف گھر آتی ہے جنت، یہاں ڈیوٹی کے دوران اور گھر بھی میں سو نہیں پاتا۔ باقی کھانا وغیرہ ٹھیک کھاتا ہوں۔ تم میری فکر چھوڑ دو عریش بہت سگھڑ ہے" اپنے منہ میاں مٹھو خوب بنتے ہوئے محترم نے لطیف سی سنجیدگی کے سنگ کہا تو جنت بھی دور سے ہی پیار سالٹانے کی حسرت میں سمٹ کر رہ گئی۔ جاتے ہوئے عریش نے اسے کہا تھا کہ وہ اب کی بار جب آئے گا تو سنجیدہ ہو کر ہی لوٹے گا، تب سے جنت تو ایک ایک پل گن رہی تھی۔ کب عریش آئے اور وہ اپنی زندگی کا وہ خوبصورت دن دیکھے جو اسکی محبت کی تکمیل کر دینے والا ہو گا۔

"جی وہ تو آپ ہیں، فکر نہیں چھوڑ سکتی اب۔ آپ مجھ سے دور ہیں اور میں آپکو اب یاد کر کے اداس ہونے کے بجائے فخر کر کے مسکرا دیتی ہوں" جنت کا بدلاو اور کانفیڈنس عریش کو بہت حسین لگا تھا، عریش جانتا تھا کہ وہ جنت سے دور رہ کر اس سے بہت ناانصافی کر رہا ہے لیکن ملک سے وفاداروں کو یہ قربانیاں دینی ہی پڑتی ہیں۔ ایک ملک کے جانباز سپاہی کے ساتھ اسکی پوری فیملی سفر کرتی ہے، اور یہی صدیوں سے چلتا آیا ہے۔

"ہمیشہ ایسا ہی کرنا، عریش رہے نہ رہے۔ میری یاد تمہارے ہونٹوں پر صرف مسکان لانی چاہیے، میں چاہتا ہوں میری جنت مسکرائے، خوش رہے" آج عریش کا میری جنت کہنا تو اس گلابی حسن کی ملکہ جنت کے دل میں جشن برپا کر گیا تھا، کتنا چاہتی تھی وہ عریش کو اور اللہ نے بھی کس خوبصورتی سے اسے عریش کے دل میں مقدس حرف کی طرح درج کیا تھا۔ عریش خود جلد از جلد جنت کو اسکا اصل حق دینا چاہتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ وہ اس لڑکی کو حقیقی شریک حیات کا سکھ عطا کرے۔

"آپ خوش رکھیں گے، مسکرانے کا موقع دیں گے تو پکا پرامس یہ دونوں کام کروں گی، لیکن آپکو رہنا ہے۔ میرے ساتھ، ہمیشہ "ہمیشہ کا لفظ ان سب کے لیے بہت سرسری تھا، ملک کی حفاظت پر معمور جانبازوں کے

لیے 'ہمیشہ' کا لفظ صرف وطن کی دائمی بقا کے زمرے میں استعمال ہوتا تھا۔ زندگی کے لیے وہ اس لفظ کو کبھی مربوط نہیں کرتے تھے، عریش کے چہرے پر ٹھنڈک دیتا تاثر تھا۔

"ان شاء اللہ" اور پھر وہی بہتر جواب ہے جو اللہ کی رضا پر چھوڑ دیا جائے، عریش کا لہجہ پر عزم تھا۔

"آئی لو یو، اینڈ میں آپکا انتظار کر رہی ہوں" جنت کے یہ لفظ عریش کے دل میں بہار کا موسم رائج کر چکے تھے، جنت اس پگلے کا ہونے کی آرزو میں تھی۔ عریش اس حسن کے انتہائی اونچے درجے پر فائز جنت کو اپنا بنانا چاہتا تھا۔ وقت کی سختی گویا حاوی تھی مگر وقت کی رعنائی نے جلد لوٹ کر آنا تھا۔

****

ستارہ نے اپنی ڈیوٹی اگلے دن بھی جاری رکھی اور کئی گھنٹوں کی انتھک محنت کے بعد اس انفارمیشن پر کام مکمل کر کے پورے ملک کی سیکورٹی الرٹ کروادی گئی۔ پلین بی کے مطابق جہاں جہان بم بلاسٹ ہونے تھے وہاں پر بھاری سیکورٹی تعینات کروا کر دشمن کے اس منصوبے کو خاک کرنے کے ساتھ ساتھ میزان خان کے اریسٹ وارنٹ بھی تیار کروا لیے گئے تھے۔ فی الحال میزان خان کا کوئی اتا پتا نہیں تھا، نا جانے وہ کونسی بل میں جا گھسا تھا۔ ستارہ کی اس کامیابی پر ایک بار پھر ہزل انجم کا سینہ چوڑا ہو گیا تھا مگر مشکل ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ابھی انکے ہاتھ مینا اور ضامن جیسے گواہ لگنے باقی تھے جنکی بدولت اس تنظیم پر ہاتھ ڈالنے کا پلین کیا گیا تھا۔ عریش،

زیان اور افراح پل پل آئرہ اور خضر کے ساتھ رابطے میں تھے، خضر اور آئرہ کی مکمل چانچ پڑتال کی جارہی تھی لہذا انھیں ضامن سے بلکل خطرہ نہیں تھا۔ کیس کی ناکامی کے بعد ضامن کو خضر کی ہوش رہی ہی کہاں تھی، اسے تو اب ہر طرف اپنی موت دیکھائی دی تھی۔ تنظیم کے لوگ اب ان کچرے کے ڈبوں کو مزید برداشت کرنے والے دیکھائی نہیں دے رہے تھے۔ ہر طرف افراتفری پھیل چکی تھی، تنظیم کا کمانڈر، منور عالی، ضامن اور مینا کا کام تمام کرنے کا پلین بنانے والا تھا۔ یہ سب لوگ ایسے ہی بے درد درندے ہوتے ہیں، جب تک یہ تینوں اپنا بیسٹ دیتے رہے تب تک تنظیم نے بھی ان کی خوب اوبھگت کی مگر ایک غلطی پر بس ایک وارننگ دینا انکا پہلا اصول تھا۔ وارننگ کی ناکامی پر موت اٹل تھی۔ ضامن احمد نے خود کو اس گہرے پاتال میں جا گرایا تھا جہاں سے کوئی انسان تو کیا روشنی کی رمک تک نہیں گھس سکتی تھی۔ وہ برا نہ ہو کر بھی بھٹکا ہوا تھا اور ممکن تھا کہ اسکی اصلاح کے لیے رب تعالی کوئی مسیحا اور کوئی راہنما بھیجنے والے تھے۔ خضر اور آئرہ کو جب پلین کی ناکامی کا علم ہوا تو انھوں نے ضامن کے گرد ٹیم سے نظر رکھوانے کے بجائے یہ فریضہ خود نبھایا۔ وہ جانتے تھے کہ اب تنظیم کے لوگ ضامن احمد کو مروانے کی کوشش کریں گے اور یہی ہونا تھا۔ ضامن احمد کو اب ان سب سے اگر کوئی بچا سکتا تھا تو وہ آسمان پر اللہ اور زمین پر خضر تھا۔ کیا واقعی خضر کا ایک اور امتحان شروع ہونے کو تھا؟ کیا اس کی زندگی ایک بار پھر شدید دھچکے کا شکار ہونے والی تھیٔ۔ کیا یہ طوفان سب کی زندگیاں ہلانے آرہا تھا، یہ تو اب وقت پر ہی پتا چلنا تھا۔

****

"اگر اس بار ضامن ناکام ہو تو اس کو ختم کر دینا، تنظیم کو ایسے بے کار کچرے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ لڑکی، کیا نام ہے اسکا۔۔۔ مینا، اسے بھی" لمبی ٹیبل کے گرد کئی لوگ ملگجی اندھیرے میں بیٹھے اس دبنگ آواز کو سن کر حیرت سے سر ہلا رہے تھے۔ یہ لوگ جب یہ بات جانیں گے کہ وہاں ستارہ نے ایک بار پھر انکے ارادے مٹی میں ملا دیے ہیں تو یقیناً ضامن کی زندگی کا دی اینڈ ہو جانا تھا۔ سامنے منور عالی جو وڈیو کال میں موجود تھا اس بات پر سخت تکلیف زدہ تاثر دے رہا تھا۔ بھلے ضامن اسکا ایک جونیئر تھا مگر ساتھ رہتے رہتے وہ ضامن کو اپنا بیٹا سمجھنے لگا تھا۔

"سر آپکے لیے کال" پورے کمرے میں مدھم سرگوشیوں کی آوازیں تب تھمیں جب اس اندھیرے میں غرق آدمی کے پاس ایک گارڈ فون لے کر آیا۔ سب کے چہرے کسی نئے حکم کے لیے تن چکے تھے۔ منور عالی یہ بات ضامن کو بتانا چاہتا تھا مگر اس کے ایسا کرنے پر تنظیم منور کو بھی دبوچ سکتی تھی۔

"واٹ؟ یہ کیا بکواس ہے" سب ہی اس اندھیرے میں پیوست لیڈر کی دبنگ دھاڑ پر اپنی اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، منور عالی الگ خلق خشک کر بیٹھا تھا۔ شاید پلین کی ناکامی کی خبر ان تک پہنچ گئی تھی، فون جتنی قوت سے وہ زمین پر مار سکتا تھا اتنی شدت سے مار چکا تھا۔ پورے کمرے میں سنسنی خیز خاموشی چھا چکی تھی۔

"بلاسٹ پلین تباہ ہو گیا۔ ضامن کا دی اینڈ کر دو، اسے ایسے مارو کہ تڑپ تڑپ کر مرے۔ ہم اگر کسی کو آسان زندگی نہیں دیتے تو موت آسان کیسے دیں۔ تمام بم بلاسٹ ہو کر رک گئے، ہمارا سارا پیسہ غرق ہو گیا اس سے پہلے

کہ بڑی تنظیم ہم سب کو چن چن کر قبر میں گاڑ دے، اس نحوست سے اپنی ٹیم کو پاک کرو" سامنے چھ گارڈز مودب ہو کر اس کمانڈر کے ایک اشارے پر کتے بلیوں کی طرح ہنکار بھر چکے تھے۔ منور عالی کی کال کٹ چکی تھی اور جب وہ مڑا تو سامنے دو اسی کے گارڈز اس پر بندوق تان چکے تھے۔ منور عالی کو لگا اسکے جسم سے جان نکل گئی ہو، اس سے پہلے کے وہ ٹیبل سے اپنی گن اٹھاتا، ایک اڑتی ہوئی گولی منور عالی کی کن پٹی چیر گئی۔ خون کا فوارہ پھوٹا اور اگلے ہی لمحے وہ بریٹش منور عالی زور دار طریقے سے فرش بوس ہوا۔ فلک شگاف قہقہوں نے اسی ملگجے کمرے کی تاریکی میں خراشیں پیدا کیں۔ وہ دو گارڈز پھر سے وڈیو آن کرتے ہوئے منور عالی کی ڈیڈ باڈی پر کمیرہ مار رہے تھے۔ یکے بعد دیگرے کئی جبیں اور تمسخرانہ قہقہے پھوٹے۔ گویا اب انھیں منور عالی کی بھی ضرورت نہ تھی۔ وہ جو ان کے لیے آج تک پاور، انفارمیشن اور پیسہ لاتا تھا آج بے موت مر گیا تھا۔ ان ظالموں کے لیے یہ بس مہرے ہیں جنھیں پیسنا ایسے سفاک لوگوں کا من پسند مشغلہ ہوتا ہے۔

"اسے زندہ چھوڑتے تو رسک تھا، جاو تم لوگ ضامن اور مینا کا کام تمام کرو۔ مجھے اگلے ٹاسک کے لیے تم سب کے بیسٹ لوگ چاہیں۔ میٹنگ برخاست ہوتی ہے" وہ آدمی اپنی پشت پر ہاتھ باندھتا ہوا اپنے ان چھ گارڈز کو کہنے کے بعد باقی سبکو بھی جانے کا اشارہ دے چکا تھا۔ دو منٹ تک سب کمرے سے جا چکے تھے، وہ اندھیرا اس آدمی پر ابھی بھی درج تھا۔ آج تک اسکا چہرہ ان سامنے بیٹھے لوگوں نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ ہلکی سی روشنی اسکے وجود کا ہیولا دیکھا رہی تھی، پھر وہ ہونٹ منظر عام پر آئے جن پر پھیلی ہنسی مکمل غائب ہو چکی تھی۔ بہت مدھم ڈارک براون داڑھی دیکھی بھالی تھی مگر وہ چہرہ ابھی مکمل منظر عام بھی نہیں آیا تھا۔ کون تھا آخر یہ کمانڈر؟ یہ ایک راز تھا جو بہت جلد کھلنے والا تھا۔ ضروری نہیں کہ دوست کی فوج میں سب واقعی دوست ہی موجود ہوں،

کبھی کبھی کوئی بھیس بدل کر بیٹھا شیطان بھی مل ہی جاتا ہے۔ اور پھر گہرا سناٹا پھٹ کر پھیلا اور خاموشی کا شور مزید تیز ہوتا چلا گیا۔

****

"میرے بچے تم تو گئے کام سے" مبشر اپنی گاڑی تک واپس آرہا تھا اور اسکے ہاتھ میں ایک ریڈ باکس تھا، فون کان سے لگائے مہرو کو ہنسی کا شدید اٹیک آیا تو وہ ہنسی دبائے بولیں جس پر مبشر واپس گاڑی تک آتے اسے سٹارٹ کر چکا تھا۔

"مما مجھے گڈ لک بولیں ناں، آخر اتنا بڑا کارنامہ سر انجام دینے والا ہوں" مبشر کی بتیسی بھی مقابل ہنستی ہوئی مہرو کی بات پر پھیلی۔ آج انھیں واقعی مبشر پر انتہا کا پیار آرہا تھا جو محترم مری روانہ تھے۔

"ھاھا تمہیں عنیہ کی دادی چھینٹی لگائیں پھر مزہ آئے، خیر میں تمہیں اجازت دے رہی ہوں لیکن لمٹ کراس نہیں کرنی مبشر۔ تمہاری ہی ہے وہ اب لیکن میرا بچہ ابھی بہت ویٹ کرنا ہے۔ تم سمجھ گئے ہو ناں" ویسے تو مہرو جانتی تھیں کہ مبشر انکا سب سے سمجھدار بچہ ہے مگر وہ اسکے اس جنون سے زرا فکر مند تھیں۔ مبشر نے مسکرا کر مما کی بات سنی۔

"یو ڈونٹ وری مما، میں نے بس اسکے لیے گفٹ لیا ہے وہ دے کر آوں گا۔ میں اندر نہیں جاوں گا یہ نہ ہو واقعی چھینٹی پڑھ جائے۔ آپکی بہو کو باہر بلاوں گا اور بس دے کر آجاوں گا" مبشر صاحب کی پلاننگ پر تو مہرو پھر سے موہنا ہنسیں اور وہ مما کی ہنسی پر شرمیلا سا ہنس دیا تھا۔ چھینٹی والی بات پر تو دونوں کے دانت باہر گرے تھے۔

"ھاھا چلو گڈ لک" مہرو نے مکمل خوشی ہمکتے انداز میں لاڈلے کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے اس کملے کے چہرے پر مزید تازگی پھیلائی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر مری کا لطیف موسم اور سہانی ہوائیں مبشر کے وجود کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکی تھیں۔ مزید دس منٹ کی ڈرائیو پر وہ دادی کے گھر سے پیچھے کی روڈ پر اپنی گاڑی روکنے کے بعد اپنا فون اٹھا کر عنیہ کو بجلی کا بڑا شاک دینے کی تیاری پکڑ چکا تھا۔ عنیہ جو ابھی اپنا کالج کا کام کر رہی تھی فون کی وائبریشن کو یکسر نظر انداز کرتی ہنوز کام میں لگی رہی۔ جنت اور دادی شاید اپنے اپنے کمروں میں اس وقت آرام کر رہے تھے۔ عنیہ نے کن اکھیوں سے فون پر مبشر کا نمبر دیکھ کر منہ مزید ستر کے زاویے سے بگاڑا۔ محترمہ وائیٹ شرٹ اور براون ٹراوزر میں آج چنی منی لگ رہی تھیں اور بالوں کی کس کے ٹیل پونی بنا رکھی تھی۔ بار بار فون کی وائبریشن پر اب وہ خاصی تپ چکی تھی۔

"اس بندے کو پتا نہیں چین کیوں نہیں ہے، دل چاہ رہا میں آپکا نمبر بلاک کر دوں مبشر" عنیہ بیڈ سے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھاتی ہوئی جل بھن کر بولی تھی، دوسری طرف تو بے تابی تھی کہ حد درجہ پھیل رہی تھی۔

"کیا ہے آپکو مبشر، مجھے تنگ کرنے کا لائسنس مل گیا ہے کیا آپکو" فون اٹھاتے ہی وہ بچارے معصوم کو اچھا بھلا جھاڑ گئی مگر وہ تو آج عنیہ کی سوچ سے بھی بڑا کام کر چکا تھا۔

"باہر آو میں گھر کے بلکل پیچھے گاڑی میں ہوں، تم نہ آئی تو میں اندر آوں گا پھر نہ کہنا کہ میں نے عجیب سچویشن میں ڈال دیا ہے"عنیہ کے ہاتھ سے فون گرتے گرتے بچا تھا، بچاری ایک دم خوف سے سرخ ہو گئی۔ دل الگ کانپ اٹھا، یہ بندہ اسے اب واقعی مینٹل لگا تھا۔

"یا اللہ مبشر، آپ پاگل ہیں کیا۔ میں نہیں آ رہی سنا آپ نے، اف"عنیہ نے سخت برہمی سے کہہ کر فون بند کر کے اپنے چہرے پر بے چینی ضبط کرتے اٹھ کر کمرے میں چکر لگانے شروع کیے۔ بند فون پھر سے بجا تو عنیہ چونک کر فون کی سمت دیکھ رہی تھی۔ عنیہ کا دل کیا اب یہیں رونے بیٹھ جائے، مسلسل چوتھی بار کال اٹھا کر وہ سہمے دل کے ساتھ متوجہ ہوئی۔

"آ رہی ہو یا میں تمہیں اٹھا کے لے جاوں، تم سے پانچ گنا طاقتور ہوں سوچ لو۔ شرافت سے آو گی تو کسی کو پتا نہیں چلے گا اور ہمارا پرسنل معاملہ پرسنل رہے گا"عنیہ کو سن کر صدمہ ہو رہا تھا، اب تو دل الگ ہول رہا تھا۔ آج یہ اسکے ہاتھوں گنجا ہو کر ہی چین پانے والا تھا، عنیہ نے ترنت چہرے پر پھیلی بے چینی ہٹائے فون بند کر کے وہیں بیڈ پر اچھالا اور بیڈ سے اپنا اسکارف لے کر گلے میں دو بار رول کرتی ہوئی جوتے پہنے باہر نکلی۔ سامنے نا دادی تھیں نہ جنت آپی، تھوک نگلتی ہوئی وہ ادھر ادھر بہت محتاط انداز میں دیکھتی ہوئی گھر سے باہر نکلی۔ مری کا موسم آج بھی ابر آلود تھا، عنیہ نے ایک لمبی سانس لی اور لان عبور کرتی ہوئی دروازے تک پہنچی۔ زرا سی گردن نکال کر دیکھا تو گاڑی کا تھوڑا سا حصہ دیکھ کر مزید خوفزدہ ہوئی۔ جتنی دعائیں، آیت الکرسی اور جو جو آتا تھا محترمہ نے اس بلا سے بچنے کے لیے چند سینکڈ میں سب پڑھ کر خود پر پھونکا اور اللہ کا نام لیتی ہوئی باہر نکلی۔ آس پاس کوئی نہ تھا، عنیہ کو مکمل غضبناک منہ بنا کر آتا دیکھ کر مبشر کے ہونٹوں پر اس آفت ناک سی اپنی عنیہ کو دیکھ

کر مسکراہٹ آئی جو دو سینکڈ کے اندر اندر گاڑی کا دروازہ کھول کر اپنے پھولے سانس کے ساتھ مبشر کے ساتھ بیٹھتے ہی دروازہ بند کر گئی۔ مبشر کو لگ رہا تھا بچارا آتش فشاں کے دہانے پر بیٹھا ہے اور پھر عنیہ نے خونخوار انداز میں گردن موڑ کر مبشر کی بتیسی کو برے طریقے سے گھورا۔

"آپ کا دماغ ہے یا نہیں، کیوں آپ میری انسلٹ کروانا چاہتے ہیں۔ پلیز مبشر آپ جائیں یہاں سے۔ دادی یا جنت آپی نے مجھے اندر نہ دیکھا تو پریشان ہو جائیں گی" عنیہ کے چہرے پر ایک رنگ آ اور ایک جا رہا تھا، اپنی ہی سخت ترنگ میں کہتی وہ گردن موڑے نکلنے ہی لگی جب مبشر نے آگے جھک کر اسکی بازو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ عنیہ بوکھلاتی ہوئی واپس سیٹ سے آ لگی، ایک نظر مبشر کو دیکھا جو اب خاصا برہم ہو کر دیکھ رہا تھا۔ ایک تو اسکے لیے اتنی دور سے آیا تھا اور یہ باتیں سنا کر جانے کا سوچ رہی تھی۔ مبشر کا بازو پکڑنا عنیہ کو بہت برا لگا تبھی وہ سخت بے چینی سے اپنی بازو چھڑوا کر مسلسل گھر کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"جسٹ ٹو منٹس، تمہارے لیے اتنی دور سے آیا ہوں۔ میرا کوئی خیال نہیں ہے تمہیں، بہت ظالم ہو" وہ جو عنیہ کی بازو پکڑے ہوئے تھا یک دم اب اسکا ہاتھ پکڑے رخ بھی عنیہ کی سمت پھیر کر شدید دکھ میں بولا تھا۔ عنیہ کا دل خطرے کی گھنٹی بجا رہا تھا اور وہ بہت بے چین تھی۔

"جو کہنا ہے بنا ٹچ کیے کہیں اور جلدی" عنیہ نے بے حسی کی انتہا برتتے ہوئے اپنا ہاتھ مبشر کے ہاتھ سے چھڑوایا اور پتھر جیسے لفظ بول کر اسکا دل اداس کر گئی تھی۔ مبشر نے ایک تلخ نظر اپنے اور اسکے ہاتھ پر ڈالی اور رخ پھیر گیا۔

"جاو، کچھ نہیں کہنا" مبشر کا دل ہرٹ ہوا تھا،عنیہ نے شدید غصے سے بے اختیار گردن موڑی تو ایک لمحے کے لیے اداس ہوئی، مبشر سخت غصے میں لگ رہا تھا۔عنیہ کو یک دم ہی اپنے کٹھور پن کا احساس ہوا تو وہ اپنا ہاتھ ڈرتے ڈرتے مبشر کے ہاتھ تک لے گئی۔ مبشر نے عنیہ کے یوں کرنے پر اسکی سمت دیکھا اور رنجیدہ ہوا۔

"سوری پلیز ناراض مت ہوں، جلدی کہیں آپ نے جو کہنا ہے "عنیہ نہیں جانتی تھی کہ اسکی یہ نرمی جناب کو اچھا خاصا حوصلہ دے جائے گی،عنیہ کے ہاتھ پکڑانے کی دیر تھی کہ مبشر اسی ہاتھ سے جھٹکا دیے اپنے کچھ قریب لایا۔عنیہ کی جان واقعی اٹک چکی تھی،وہ نظریں جھکائے اس سے کچھ دور ہٹی۔

"یو آر مائی وائف، ایسے تو مت کرو "عنیہ کا رویہ اور اجتناب اسے انسلٹنگ سا لگا تو وہ شکایت کیے بنا نہ رہ پایا،عنیہ سے کچھ بولا نہیں گیا تھا۔

"مبشر پلیز "عنیہ ایک بار پھر اسکے قریب آنے پر کرنٹ کھائے کچھ دور ہوئی، مبشر کا دل بجھ سا گیا تھا۔عنیہ کی تو حالت ہی غیر تھی۔

"خیر، میں نے تمہارے لیے کچھ لیا ہے۔ اب میں خود پہناوں گا اور خبردار جو تم نے اب اپنی نک چڑھی شکل بیچ میں لائی" مبشر اس ظلم کو اگنور کیے اب وہ باکس کھولے بہت ہی پیاری گولڈ منی ہارٹ شیپ پینڈنٹ والی چین نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھے اترایا تو عنیہ نے باری باری حیرت سے مبشر اور پھر اس چین کو دیکھا۔ بلاشبہ وہ خوبصورت تھی مگر خود پہنانے والی بات عنیہ کا پارہ چڑھا گئی تھی۔

"لائیں دیں، میں پہن لوں گی۔ اب مجھے جانے دیں پلیز" عنیہ مزید کوئی رسک نہیں چاہتی تھی تبھی خدشے کے زیر اثر درخواست کیے بولی مگر اب مبشر صاحب اتنے بھی شریف نہ تھے کہ اتنی آسانی کے سنگ جان سے اترتے۔ عنیہ کی بات پر بتیسی نکالے وہ خطرناک ہوا اور عنیہ دروازے کے ساتھ جا لگی۔ اب تو بچاری کا خلق بھی سوکھ رہا تھا کیونکہ مبشر وہ پینڈٹ پہنانے قریب ہو چکا تھا۔ وہ تو یوں سمٹ رہی تھی جیسے آج مبشر اسے کھا جائے گا۔

"تم مجھے آل ریڈی بہت ستا چکی ہو عنیہ، یہاں آؤ شرافت سے ورنہ" اب تو یہی کسر تھی کہ گاڑی میں گھسنا باقی تھا، مبشر نے زرا سختی سے پیش آکر اسکے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا تو عنیہ نے شدید رنجیدہ ہو کر اس سے بمشکل ٹکرانے سے بچتے ہوئے مبشر کو دیکھا۔ مبشر وہ پینڈٹ کھول کر عنیہ کے بلکل روبرو ہوا اور بہت پیار اور آہستگی سے وہ پینڈٹ اسکی گردن میں اسکارف زرا سا ہٹا کر ڈالے فوراً ہٹنے کے بجائے وہیں عنیہ کے چہرے کے عین سامنے چہرہ کیے رکا، دونوں کی نظریں خاصی نازک سی آملیں، اور سانسوں کی تکرار تو کچھ بھی کروا سکنے کی اہل تھی۔ نگاہوں میں ایک طرف خدشہ تھا دوسری طرف کسی اظہار کی تیاری۔ عنیہ کا اب ڈر سے ماتھا بھیگ رہا تھا۔ مبشر اسکے چہرے پر دلفریب سی نظریں ڈالے چاہتا تو بہت کچھ تھا مگر عنیہ نے ایک ہی جھٹکے سے ہڑبڑا کر مبشر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر لرزتے ہوئے اسے پیچھے دھکیلا، ایک بار پھر مبشر کو عنیہ کی یہ حرکت زرا نہ بھائی تھی۔ وہ بہت تیزی سے سانس بحال کرتی پھر سے باہر نکلنے لگی جب ایک بار پھر اسکا ہاتھ مبشر سختی سے جکڑ چکا تھا۔ عنیہ کی آنکھوں کی نمی دیکھ کر خود مبشر ساکت ہوا۔

"عنیہ، آئی ایم سوری یار، لک ایٹ می، پلیز ڈونٹ ڈو دس۔ اوکے آئی پرامسس کے دوبارہ تمہارے قریب نہیں آوں گا" مبشر کو لگا روہ رہی ہے پر سانس مبشر کا رک رہا ہے۔ عنیہ نے سخت خفا اور شاکی انداز سے مبشر کو دیکھا اور نم آنکھوں کے سنگ ہاتھ چھڑوانے لگی۔

"آپ جانے دیں مجھے" عنیہ کو یوں ہرٹ کرنے کے بعد وہ اسے اس طرح نہیں جانے دے سکتا تھا، وہ اپنی جگہ ٹھیک تھی۔ عنیہ نے ناراضگی کے پیش نظر برہم ہو کر ہاتھ چھڑوانا جاری رکھا، مبشر کا دل خود اپنی اس زیادتی پر تڑپ اٹھا تھا۔

"ایسے روٹھ کر جانے دوں کیا، میں تو بس اپنی خوشی کا اظہار کر رہا ہوں۔ آئی نو تم اپنی جگہ بلکل ٹھیک ہو لیکن میں خود نہیں جانتا کہ مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ یہاں دیکھو عنیہ" مبشر نے نثار ہوتی نگاہوں میں معذرت کا رنگ ملا کر اسکے دونوں ہاتھ پکڑے اپنے روبرو کیا تو وہ دم بخود سی اب کچھ اعتماد میں واپس لوٹی کیونکہ اب واقعی مبشر شرمندہ تھا۔

"میری زندگی میں تمہاری جگہ بہت خاص ہے، بس اسی کا اظہار کرنے کی کوشش تھی۔ تم پلیز میری اٹنشن کو غلط مت سمجھو، دوبارہ ایسا مت کرنا۔ تم ہنستی ہوئی اچھی لگتی ہو" مبشر کو خود ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا تو عنیہ نے بھی روتو سی شکل ٹھیک کرتے ہوئے سر ہلایا جو مبشر کو بھی کچھ حوصلہ دے گیا تھا۔ اسے عنیہ کے اس انداز پر بھی بے حد پیار آیا تھا، عنیہ نے خود پر مبشر کی نظریں مسلسل دیکھیں تو پھر سے گڑبڑا کر ہاتھ چھڑواتی نکلنے لگی مگر مبشر پھر سے اسے بازو سے پکڑے روک چکا تھا۔ عنیہ نے گردن موڑ کر شکایتی انداز لیے دیکھا جو حد سے زیادہ

سنجیدہ تھا، اور اب بازو چھوڑ کر محبت سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جکڑ چکا تھا۔ ایک سنسنی خیز گدگدی دونوں طرف دل میں اتری تھی۔

"مبشر تنگ مت کریں" عنیہ کی تاسف زدہ گزارش پر مبشر کا دل پوری شدت سے دھڑکا تھا، دل نے پھر سے بے لگامی کی ترغیب دی مگر وہ اب کی بار اپنے شوخے دل کو بہت اچھے سے کنٹرول کر کے مسکرا دیا تھا۔

"تم مجھے اچھی ہی اتنی لگتی ہو کیا کروں یار" ہلکی پھلکی شرارت سے بات کہنے کا مقصد عنیہ کی اداسی کو ہٹانا تھا مگر وہ مزید منہ ٹیڑھا کر چکی تھی۔

"تو کیا جو اچھا لگے آپ اس کے ساتھ یہ کرتے ہیں، کبھی نہ رونے والی عنیہ کو رلا دیا" عنیہ کے لہجے میں بہت سی برہمی تھی، مبشر نے بھی اب اداس صورت بنا کر عنیہ کی سمت توجہ مبذول کی۔

"بہت شدید چاہنے لگا ہوں تمہیں، وعدہ کرتا ہوں کہ اب تمہارے چہرے پر صرف مسکراہٹ لاؤں گا۔ بس مجھ سے کبھی خفا ہو کر دور مت چلی جانا، حرا کی شادی پے تمہارا ویٹ کروں گا" عنیہ کا نازک پکڑا ہاتھ بہت محبت سے ہونٹوں سے لگائے شدت سے چومتا مبشر اب کی بار بہت پیارا لگا تھا، عنیہ نے اسکی یہ حرکت بمشکل ضبط کی۔ گویا بچاری ہل ہی گئی مگر اب کی بار وہ روئی نہیں تھی، اسے مبشر کا یہ انداز اچھا لگا تھا۔ وہ اسکے لیے ابھی سے کتنا دیوانہ تھا، ہاتھ پر اپنے ہاتھ سے دباؤ ڈالتا وہ اسے اشارے سے جانے کی اجازت دے رہا تھا۔ عنیہ ایک عجیب سے حصار میں بندھ کر یک ٹک گردن موڑ کر خود پر نظریں جمائے مبشر کو دیکھ رہی تھی جو اسے دل میں اتار رہا تھا۔ آج وہ اظہار جو اسکے ہر عمل سے چھلکتا تھا اس نے اپنے منہ سے بھی ادا کیے عنیہ کو سونپ دیا تھا۔

"اللہ حافظ "عنیہ نے بمشکل زبان سے لفظ ادا کیے اور گاڑی سے نکل گئی، اب کی بار مبشر نے اسے نہیں روکا تھا۔ عنیہ بنا مڑ کر اس بندے کو دیکھتی تیز ترین رفتار کے سنگ گیٹ تک پہنچی اور اگلے ہی لمحے اندر چلی گئی۔ گاڑی کے سٹارٹ ہونے کی آواز آئی تو عنیہ دروازہ بند کیے چلتی ہوئی لان میں آئی۔ نظر اپنے ہاتھ پر پڑھی تو دل کے اندر کہیں ہلچل سی مچ گئی۔ یہ ملاقات عنیہ کے دماغ میں کسی فلم کی طرح چل رہی تھی اور لان میں لگے بینچ تک آکر بیٹھتی عنیہ کے چہرے پر خود بخود مسکان پھیل گئی۔ گلے میں اسکارف کی وجہ سے چھپی چین کو چھوتی ہوئی اسکے چہرے کی مسکان مزید گہری ہوئی۔ واقعی مبشر اب اسے کبھی نہیں رلائے گا، بس ہنسائے گا اور یہ شروعات آج اس ابر آلود اور یخ بستہ ہواوں کی گواہی میں ہونے والی ملاقات سے ہو چکی تھی۔

"پاگل کہیں کے "اور پھر یہ طلسم ٹوٹا تو عنیہ اپنی ازلی شریر مسکان کے سنگ ہنستی ہوئی جناب کے سحر میں رنجیر ہو کر غائبانہ اسے کہتی اندر گھر کی طرف بھاگ گئی۔

****

"یہ آدمی واقعی میرے ہاتھوں مرے گا، ایک تو پہلے عذاب کم تھے جو یہ بھی سر پر سوار ہو گیا" ضامن کے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں اور مینا کا چہرہ بھی الگ ہولناکی لیے ہوئے تھا۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے دو گاڑیاں ضامن اور مینا کی گاڑی کا مسلسل پیچھا کر رہی تھیں۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے اور ابھی تک ضامن کو صرف اپنی موت سے فرار حاصل کرنا تھا۔ یہ بات مینا اور ضامن دونوں جانتے تھے کہ پلین کی ناکامی کے بعد تنظیم ان

دونوں کو مروادے گی۔ ابھی انکو منور عالی کی موت کا دھچکا بھی لگنا باقی تھا۔ خضر اور آئرہ اپنی گاڑی میں ضامن اور اسکے پیچھے والی سیاہ گاڑی کا پیچھا کر رہے تھے۔ اسے یہ گاڑی ضامن کے پیچھے جاتی ہوئی خطرہ لگ رہی تھی۔

"خضر، یہ لوگ ضرور ضامن کو مروانا چاہتے ہیں۔ اب ہم کیا کریں، کیسے ہو گا یہ سب" آئرہ کی آواز میں واقع لرزش اور خوف کی رمق تھی، خضر اپنی تمام تر توجہ گاڑی کی سپیڈ بڑھانے پر اور اپنے ماتھے کی نمی صاف کرنے میں لگا چکا تھا۔ ایک دوسرے کے پیچھے جاتیں تینوں گاڑیاں انتہا کی رفتار سے ہوا میں تحلیل ہو رہی تھیں۔

"مجھے ہر صورت ضامن کو بچانا ہے آئرہ، ہر صورت" خضر کی آواز خود کانپ کر رہ گئی تھی، وہ بڑے سے بڑا مشن بخوبی مکمل دلیری سے پورا کرنے والا زندگی میں پہلی بار شدید دکھ اور رنج میں مبتلا تھا۔ خضر نے اپنی ٹیم کو فالو کا کہہ رکھا تھا اور احتیاطی طور پر ایک ایمبولینس کا انتظام بھی کروادیا تھا۔ آئرہ کی اپنی آنکھیں کسی انہونی کے خدشے نے جھلمائیں تھیں۔ مزید دس منٹ کی ڈرائیو پر وہ درمیانی گاڑی اب سپیڈ بڑھا کر ضامن اور مینا کی گاڑی کے سامنے آچکی تھی۔ یہ گلاسگو کی ایک ویران پل تھا جس کے دونوں اطراف پانی تھا اور ضامن کو لگا بس یہی تھی موت جو اسکے سامنے آگئی ہے۔ خضر اور آئرہ بھی ترنت گاڑی کھول کر اپنی اپنی گنز لوڈ کرتے نکلے اور اگلے ہی لمحے چھناکے کی زوردار آواز بلند ہوئی۔ فلک شگاف دھاڑ سنائی دی، اس سامنے والی گاڑی کے شیشے ہٹے اور لگاتار فائرنگ شروع ہوئی۔ وہ لوگ اندھادھند فائرنگ کر رہے تھے۔ خضر اور آئرہ نے اپنے اپنے بچاو کے لیے گاڑی سے ٹیک لگائی۔ دونوں کے سانس پھول چکے تھے، آئرہ نے گردن موڑ کر دیکھا تو خضر کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ جس طریقے کی وہ لوگ ضامن اور مینا کی گاڑی پر فائرنگ کر رہے تھے اس سے کسی کا زندہ بچنا ناممکن تھا۔ گولیوں کی آوازیں جسم سے کسی کی جان اور کسی کی روح کھینچ گئی تھیں۔ خضر نے ایک لمبی سانس کھینچی اور

اٹھ کر اپنی پوزیشن سنبھالی، گاڑی کے مین پوائیٹ پر خضر نشانہ لگا چکا تھا۔ آئرہ نے بھی دوسری طرف سے فائرنگ شروع کی جس کی وجہ سے گاڑی سٹارٹ ہونے اور ٹائرز کے چرچرانے کی آواز آئی، مطلب وہ لوگ اپنا کام کر کے اب فرار ہو رہے تھے مگر خضر نے اسی لمحے یکے بعد دیگرے چھ کی چھ گولیاں چلائیں اور پھر ایک آگ کا شعلہ سا آسمان کی جانب اٹھا اور زوردار دھماکے کی آواز آئی۔ پولیس کی دو گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئیں پل کے شروع میں پہنچ چکی تھیں اور دوستارہ کی ٹیم کے ہیلی کاپٹروں نے فضائی جانچ شروع کر رکھی تھی۔ گاڑی کا دھماکا اتنا شدید تھا کہ اسکے اثرات خضر کی گاڑی تک آئے تھے۔ آئرہ نے خضر کا بازو پکڑ کر اسے دیکھا جو ضامن کی چھلنی ہوئی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ خضر کو اپنے ہوش سے بیگانہ دیکھتی ہوئی وہ بھی اسکے ساتھ اس خلائی دھویں کے غبار میں داخل ہوئی۔ گاڑی کا برا حال تھا اور خضر نے دیکھا گاڑی کے اندر کوئی نہ تھا، وہ بیقراری سے ارد گرد بھاگا تو سامنے ہی ضامن منہ کے بل سڑک پر پڑا تھا، آئرہ دوسری طرف مینا کو اپنے ساتھ لگائے باہر لائی۔ اسکی بازو پر گولی لگی تھی اور وہ سانس لے رہی تھی۔ مگر ضامن کو دیکھ کر خضر کا سانس ایک لمحے کو رک گیا تھا، نہیں وہ مر نہیں سکتا ہے۔ یہ ستم ہوتا تو قیامت آتی، خضر اسکے پاس گھٹنے کے بل بیٹھ کر اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے خود کو مضبوط کرتا اس تک ہاتھ لے گیا۔ ضامن بلکل بے جان پڑا تھا، خضر نے اسے پوری قوت سے پلٹ کر سیدھا کیا تو اسکی سفید شرٹ خون سے مکمل تر تھی۔ گولیاں نہ جانے کہاں کہاں لگی تھیں مگر وہ فی الحال سانس نہیں لے رہا تھا۔ خضر نے اسکی گردن کی رگ پر ہاتھ رکھا تو اسے وہ چلتی ہوئی بہت مدھم محسوس ہوئی۔

ایمبولنس اور لوکل پولیس کے ساتھ ساتھ خضر کی ٹیم بھی گاڑی لے کر پہنچ چکی تھی۔ مینا کو آئرہ کے ساتھ اپنی ٹیم کے سپرد کرتا وہ خود ضامن کو لے کر ہوسپٹل نکل گیا تھا۔ خضر نے وہاں کی انکوائری فی الوقت رکوادی تھی، وہ نہیں چاہتا تھا کہ کسی طرح یہ بات باہر نکلے کہ اس حادثے میں کوئی بچا ہے۔ وہ پولیس کا ہیڈ پہلے ہی جنرل سے

کانٹیکٹ میں تھالہذا معاملے کو آسانی سے کنٹرول کر لیا گیا تھا۔ آئرہ کو آرڈر تھا کہ وہ مینا کی مرہم پٹی کروا کے اسے پہلی فرصت میں پاکستان لے جائے، مگر آئرہ خضر کو اکیلا چھوڑنے پر راضی نہ تھی لہذا مینا کی پاکستان واپسی ستارہ کی جونئیر ٹیم کے سپرد تھی۔ وہ لوگ مینا کو پاکستان لے جا کر اپنی حفاظت میں قید کرنے والے تھے کیونکہ انکے ساتھ کیا ہونا تھا یہ بات میں طے کیا جانے والا تھا۔ خضر کا دل خوفزدہ تھا کیونکہ اس وقت اسکے لیے ضامن کی جان اہم تھی، وہ نا صرف اس تنظیم کے خلاف ستارہ کا گواہ تھا بلکے اگر وہ اس حادثے سے بچ کر پاکستان جا کر سارا کچھ سچ بتا دیتا تو ممکن تھا اسے سدھار کا ایک موقع دے دیا جاتا۔ مگر ایک بات یاد رہے، ایسی تنظیمیں اپنے کارندوں کو زمین کے اندر سے بھی ڈھونڈ نکالتی تھیں لہذا پہلا کام اس حادثے کی ایشورتی کو ممکن بنانا تھا۔ اس کیس میں معاملہ تھوڑا الگ ہونے والا تھا، یہ حادثہ کچھ اسطرح منظر عام پر آنا تھا کہ دو گاڑیاں آپس میں ٹکرا کر نیست و نابود ہو گئیں اور دونوں میں سوار لوگوں میں کوئی ایک بھی زندہ نہیں بچا تھا۔ ممکن تھا کہ اس سٹیٹمنٹ کے بعد بھی تنظیم اس معاملے میں شکوک و شبہات کا شکار ہو کر مزید انکوائری کرواتی مگر اس کیس میں یہ چانس بھی بہت کم تھے۔ اب سارے معاملات ضامن کے بچنے یا مرنے کے بعد طے پائے جانے تھے، ایک غدار کی سزا صرف موت ہوتی ہے اور آج وہی موت ضامن احمد تک آ کر اسے موت کے اصل ہولناک سائے سے روشناس کروا گئی تھی۔ اب کیا ہونے والا تھا یہ تو وقت کی روانی پر لکھ دیا گیا تھا۔

****

"خضر، میں نے ساری بات کرلی ہے۔ تم فوراً سے پہلے ضامن کو لے کر پاکستان پہنچو، وہ جس بھی حالت میں ہے اسکا وہاں ایک پل رہنا بھی اسکے ساتھ ساتھ تمہارے اور آئرہ کے لیے بھی خطرہ ہے۔ ہم ضامن کو سپیشل فلائیٹ کے ذریعے لائیں گے، اسکا ٹریٹمنٹ فلائیٹ کے دوران بھی جاری رہے گا۔ ساری تیاری مکمل ہے بس تم لوگ جلدی سے نکلو وہاں سے" پورے ہیڈ کوارٹر میں ایمرجنسی نافذ تھی، تمام تر لوگ کسی نہ کسی کام میں غرق تھے۔ ضامن احمد کی حالت ایسی تھی کہ اسے آئی سی یو لے جانا ضروری تھا مگر فی الوقت اسکا کسی ہوسپٹل میں جانا خطرہ تھا۔ اسکی وقتی ڈریسنگ کر کے تینوں گولیاں ایک نجی کلینک میں نکال لی گئیں تھیں مگر خون بہہ جانے اور کڈنیز کے ایفیکٹ ہونے کے باعث اسے وینٹیلیکٹر پر رکھا گیا تھا۔ کلینک کے ڈاکٹرز کو خدشہ تھا کہ گولیوں کے پیٹ میں لگنے کی وجہ سے ضامن کی دونوں کڈنیز فیل ہو رہی تھیں۔ ایک نے اپنا کام مکمل روک دیا تھا۔

پاکستان کے لیے پہلی پرائیویٹ پرواز عمل میں لائی گئی جس میں خضر، آئرہ، ضامن، چند میڈیکل سٹاف اور ستارہ کی جونیر ٹیم شامل تھی۔ ضامن کا سانس رک رہا تھا، ادھر ہیڈ کوارٹر میں عریش، زیان اور افراح بھی یہ تمام اوپریٹنگ ورک ہینڈل کرنے کے بعد ہوسپٹل سے بات کر چکے تھے۔ یہاں سے کچھ دستاویزی چیزیں بھی تھیں جو بدلوانی ضروری تھیں۔ ضامن کا نام اور کچھ اہم معلومات تبدیلی کے بعد ہی سیو ہو سکتی تھی، کیونکہ تنظیم اسکے نام کی وجہ سے اسے دنیا کے کسی بھی ہوسپٹل سے ڈھونڈ سکتی تھی۔ خضر نے جلدی میں اسکا نام مہران کامل کے نام پر ڈی کوڈ کروا دیا، چونکہ کامل بابا کا اصل نام کچھ اور تھا تو یہ نام خضر کو اس وقت محفوظ ترین لگا تھا۔
ضامن کے نام انگلینڈ کی نشنیلٹی منسوخ کروانا زیان کا ٹاسک تھا جو وہ عمل میں لا رہا تھا، مینا کی بھی شناخت بدل دی گئی تھی۔ اسکا اصل نام مہک تھا لہذا ٹیم کو وہی سیو لگا تھا۔ فوری حکم پر دونوں کے نئے ناموں پر آئی ڈی کارڈز

بنوائے گئے اور جب تک فلائیٹ لاہور ائیر پورٹ پر اتری تب تک ستارہ ٹیم نے ضامن اور مینا کا تمام کاغذی ریکارڈ بنا کر سیکور کر دیا تھا۔ اس کا فائدہ یہ تھا کہ تنظیم اب اگر ان دو کو ڈھونڈے گی تو ناکام رہے گی۔ ان کے نزدیک وہ لوگ مر چکے تھے اور مرتے ہی دونوں کی نشنیلٹی سب سے پہلے منسوخ ہونی تھی جو ستارہ پہلے ہی کروا چکی تھی۔ دوسرا انکے نام کاغذات میں بدل دیے گئے تھے جسکا فائدہ یہ تھا کہ وہ دونوں اب فلائیٹ آپریشن سے لے کر زمینی کسی بھی ریکارڈ میں ضامن اور مینا کے نام سے درج نہیں تھے۔ خضر اس سب صورت حال سے ہل چکا تھا، آئرہ الگ بے حال تھی۔ مشن تو انکے مطابق ٹھیک پورا ہوا تھا مگر ضامن کی زندگی شدید خطرے میں تھی۔ اسے ڈائریکٹ سپیشل آئی سی یو وارڈ میں منتقل کیا گیا تھا اور بنا کسی پروٹوکول کے بس خضر آئرہ اور مینا ہی ہوسپٹل موجود تھے۔ ستارہ ٹیم کے کچھ لوکل میمبرز سول لباس میں پورے ہوسپٹل میں پھیل چکے تھے۔ ابھی خطرہ ٹلا نہیں تھا لہذا ان سب کی سیکورٹی بہت ضروری تھی۔ خاص کر خضر اور آئرہ کی جو فی الوقت ستارہ ہو کر بھی ستارہ نہیں بلکے ضامن کے گھر والوں کی حیثیت سے منظر عام پر تھے۔

****

مہرو کی آنکھ ہڑبڑا کر اٹھتے کھلی تھی، اسقدر بے چینی کے جیسے کچھ بہت برا ہوا تھا۔ مہرو کا چہرہ پسینے سے مکمل بھیگ گیا تھا، دل پر بے اختیار ہاتھ گیا تو وہاں بھی ہلچل تھی۔ ماں جو تھیں، وجود کا ٹکڑا زندگی اور موت کے بیچ کھڑا تھا تو بے قراری تو پہنچنی تھی۔ مہرو نے اپنے کانپتے دل کو تھامے لحاف ہٹا کر ایک نظر سوئے جلال کی سمت ڈالی اور بمشکل اٹھ کر لڑکھڑاتی ہوئیں کھڑکی تک پہنچیں۔ پردہ ہٹایا تو جیسے رکی سانس کچھ بحال ہوئی۔ دور دور

پچھلی سحر اور آذانوں کی آواز پر نا جانے کیوں مہرو کی آنکھیں نم ہوئیں، حیرت سے وہ پھٹی آنکھوں کے سنگ اپنے ہاتھ سے رخسار کو چھو کر دیکھنے لگیں تو وہ تر تھا۔ دل بری طرح لرز کر رہ گیا تھا۔

" یا اللہ سب خیر ہو، میرے بچے سب ٹھیک ہوں۔ میرا ضامن ٹھیک ہو میرے اللہ۔ یہ بے چینی تو بلکل ویسی ہے جب خاقان مجھے چھوڑ کر گئے تھے، مولا مجھ سے اور کسی کو مت لیجئے گا، میری زندگی بھی میرے بچوں کو لگا دیجئے " مہرو کا دل بے چینی میں غرق ہوا تو وہ سسک کر اپنے ہاتھ سے اپنا دل سہلاتی ہوئیں لمبی لمبی سانس لینے لگیں۔

" مہرو، تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو " وہ اپنی بے قراری پر اپنے آنسو روک نہ پائیں اور عقب سے جلال کی بات پر وہ ڈرتی ہوئیں مڑیں۔ جلال جو بیڈ خالی دیکھ کر کروٹ بدل کر آنکھیں کھولے مہرو سے استفسار کر رہے تھے، مہرو کا ایسا رویا چہرہ دیکھ کر فکرمندی سے اٹھ بیٹھے۔ مہرو کو دیکھ کر انھیں واقعی ایسا لگا جیسے کوئی مر گیا ہے۔ پریشان حال ہوتے ہوئے لحاف ہٹائے وہ اٹھ کر مہرو تک پہنچے تو وہ فورا سے ان کے سینے میں سمٹ کر مزید دردناک رو دیں۔ اب تو جلال کو بھی معاملے کی سنگینی سوچ کر غش سے آئے۔

" مہرو، کچھ بتاؤ گی یا نہیں " اب کی بار جلال کا دل بھی بری طرح لرزا اور مہرو کو تو خود علم نہ تھا کہ وہ اتنی کیوں رو رہی ہیں۔ جلال کی برداشت اس رونے کے آگے ختم ہوئی تو وہ شدید بوکھلاہٹ سے مہرو کو الگ کیے اسکا چہرہ اوپر کر کے دیکھ رہے تھے۔

" جلال میرا دل بہت گھبرا رہا ہے، ایسا لگا جیسے کچھ بہت برا ہوا ہے۔ جلال ضامن کو لے آئیں کہیں سے، میرا دل بند ہو جائے گا۔ جلال خدا کے لیے میرے بچے کو لا دیں میں اسکے بنا مر جاؤں گی " مہرو کی ضامن کو لے کر تڑپ

تو آج جلال دیکھ کر سکتے میں تھے، یا شاید آج اس شخص کی آنکھوں سے مہرو پر بے یقینی کی پٹی کچھ سرک گئی تو آج یہ ممتا بھی دیکھائی دے دی تھی۔ وہ تو ہمیشہ سے اپنے بچوں کی جان میں رہتی آئیں تھیں، پھر کیسے کسی ایک کو زیادہ اور دوسرے کو کم پیار دیتیں۔ باپ بھلے ناانصاف ہو بھی جائیں پر باخدا یہ مائیں نہیں ہوا کرتیں۔ جلال مہرو کی یہ تڑپ اور پریشانی دیکھ کر خود بھی ہل چکے تھے، آہستگی سے مہرو کو اپنے ساتھ لاکر بیڈ پر بٹھانے کے بعد وہ خود بھی انکا ہاتھ پکڑے ساتھ بیٹھ گئے۔

"مجھے خود نہیں پتا کہ وہ کہاں ہے، یہ لڑکا تو مجھے بھی آدھا مار چکا ہے۔ اللہ سب خیر کرے، تم پریشان مت ہو" خود جلال کئی دن سے ضامن کی بڑھتی غیر حاضری سے ہلکان تھے، رزاق کے بتانے کے باوجود انھیں کئی دن سے بے چینی تھی اور اب مہرو کی ایسی حالت دیکھ کر وہ مزید ذہنی دباو کا شکار لگ رہے تھے۔ مہرو کے آج آنسو ضامن کے لیے تھے اور فطری طور پر جلال کو یہ آنسو قبول تھے، ایک لمحے کو وہ اپنے مہرو کے ساتھ رویے کو سوچ کر لرز اٹھے تھے۔ جتنی تکلیف جلال نے سہی تھی یقیناً یہ عورت اس سے زیادہ سہہ چکی تھی، اور جو تکلیف سہنے میں منجھا ہو اسے آنے والی آفت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ جلال اتنے رحم دل تو اول اول دنوں میں تھے، آج مہرو کی یہ تکلیف انھیں اندر تک جلسا رہی تھی۔ آج تک مہرو اپنی تکلیف چھپ چھپ کر گٹ کر سہتی آئیں تھیں اور اب انکی عمر کا وہ دور تھا جب نہ خوشی چھپائے چھپتی تھی اور نہ دکھ پردہ ڈالے چھپتا تھا۔ جلال نے اس بے حال تکلیف میں گندھی مہرو کے گرد بازو پھیلائے سینے سے لگایا تو جیسے وہ غم سے گندھی مہرو باری باری اپنی ہر تکلیف پر روئی تھیں۔ ضامن احمد اگر مر جاتا تو اسکے ساتھ کئی اور لوگ مرتے، جن میں سرفہرست مہرو اور جلال تھے۔

✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲✲

مینا کی گولی پہلے ہی نکلوا کر اسے ہیڈ کوارٹر بھیج دیا گیا تھا، اسے وہاں ستارہ ٹیم کی جونیئر فی میلز کی کسٹڈی میں دیا گیا تھا۔ خضر کوئی فون کال سنتا ہوا آئی سی یو کے باہر ہی آ رہا تھا جہاں آئرہ سر دیوار سے لگا کر بیٹھی تھی۔ کئی گھنٹے گزر گئے تھے اس مشن نے دونوں کو بے حد خوار کیا تھا، خضر تو ابھی بھی ایکٹیو تھا مگر آئرہ پر نظر پڑتے ہی اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ بہت تھک گئی ہے۔ کال بند کر کے جینز کی پاکٹ میں رکھتا ہوا وہ آئرہ کے پاس گیا اور اسکے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر جا بیٹھا، آئرہ بھی شاید ہلکی پھلکی نیند میں تھی مگر خضر کی آہٹ پر فوراً آنکھیں کھول گئی۔ خضر نے اپنی بازو آئرہ کے گرد پھیلائی اور اسے اپنے ساتھ لگا گیا۔ اندر ضامن کا آپریشن جاری تھا، آئرہ نے خضر کے سینے سے لگتے ہی اپنی آنکھیں پھر سے بند کر لیں۔

"آئرہ تم کچھ دیر گھر چلی جاو، میں ہوں یہاں" خضر کی آواز خود اب تھکن سے چور تھی، آئرہ نے مدھم سی نفی میں سر ہلا کر مزید اسے جکڑ چکی تھی۔ خضر کا دل ابھی سخت پریشان تھا، جب تک ضامن ٹھیک نہیں ہو جاتا وہ یہ بات کسی کو بتا بھی نہیں سکتے تھے۔

"خضر مجھے ڈر لگ رہا ہے، ضامن کی حالت بہت خراب ہے۔ کیا ہو گا" آئرہ کے وجود میں یہ بات کرتے ہوئے سنسنی دوڑی تھی۔ یہی بات تو خضر کا سانس خشک کر رہی تھی۔

"دعا کرو اللہ مجھے اس امتحان میں نہ ڈالے، اسکی دونوں کڈنیز بری طرح ایفیکٹ ہو گئی ہیں۔ اللہ اسے صحت والی زندگی دے "خضر کو جو خدشہ لاحق تھا وہ آئرہ سمجھ گئی تھی۔ ممکن تھا ڈاکٹرز کڈنی ٹرانسپلانٹ کا آپشن دیتے تو اس صورت ڈونر کا ملنا ایک لمبی کہانی تھی جسکا سوچ کر ہی اب ان دونوں کے چہرے سنجیدہ اور رنجیدہ ہو چکے تھے۔ آئرہ نے اپنا سر اٹھا کر روئی سی آنکھوں سے خضر کو دیکھا جو اس سے نظریں نہیں ملا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ مزید کوئی بات ہوتی، ڈاکٹر تیزی سے آئی سی یو سے باہر آیا تو خضر اور آئرہ دونوں ہی انکی جانب لپکے۔ وہ صورت سے خاصے فکر مند لگ رہے تھے۔

"کیسا ہے وہ؟ "خضر نے اپنی آواز کا اتار چڑھاو مضبوط کرتے ہوئے پوچھا، آئرہ بھی بس رو دینے والا تاثر دے رہی تھی۔

"وہی ہوا جسکا ڈر تھا، اسکی دونوں کڈنیز کام کرنا چھوڑ گئی ہیں۔ بارہ گھنٹے کے اندر اندر اگر کوئی ڈونر نہ ملا تو وہ زندگی کی بازی ہار جائے گا، ہوسپٹل کے پاس دو ڈونر موجود تھے مگر بدقسمتی سے ان دونوں کے کڈنی ضامن سے میچ نہیں ہوئی۔ اگر آپ ڈونر ارینج کر لیں تو ہم اسکی زندگی بچانے کی کوشش کریں گے "ڈاکٹر نے خود بھی اداسی میں گندھ کر خضر کے کندھے کو تھپکا کر اس کا حوصلہ بلکل توڑ دیا تھا، آئرہ کا دل بند ہوا تھا۔ وہ جانتی تھی خضر کیا کرنے والا ہے۔ خضر کے لیے وہ ایک غدار تھا مگر وہ اسکی ماں کے لیے بے حد ضروری تھا۔

"آپ میرا ٹیسٹ کریں، اگر اسکو میری کڈنی لگ سکتی ہے تو پلیز "آئرہ نے بے اختیار خضر کی سمت دیکھا جو پتھر بنا ہوا اپنی زرد آنکھوں سے یہ اتنا بڑا فیصلہ لے کر ڈاکٹر کو بھی ساکت کر گیا تھا۔ آئرہ کی آنکھیں نمی کے سمندر سے تر ہوئیں، یہ خضر کیا کرنے لگا تھا اسے اپنے کانوں پر شبہ گزرا۔

"ح۔۔۔ حضر یہ کیا کہہ۔۔۔۔۔" آئرہ کی زبان نے اسکا ساتھ نہ دیا اور نہ خضر نے اسکی بات مکمل ہونے دی تھی، ڈاکٹر حیران سا دونوں کو دیکھتا ہوا ساتھ نرس کو ٹیسٹ کی تیاری کرنے کا کہہ کر خضر کو ایک گھنٹے تک روم میں پہنچنے کا کہہ کر وہاں سے چلے گئے۔ خضر نے مڑ کر آئرہ کو دیکھا جو شدید تکلیف میں اسے دیکھ رہی تھی۔ خضر نے اسکے قریب ہو کر اسکا ہاتھ پکڑنا چاہا تو وہ سخت روتی ہوئی پوری شدت سے وہاں سے باہر بھاگی تھی۔ خضر کے پاس اس وقت کوئی چوائز نہ تھی، مگر آئرہ اسکے اس بے رحم اقدام کو برداشت نہیں کر پائی تھی۔ آئرہ مسلسل سسک سسک کر اپنا رونا کنٹرول کرتی ہوسپٹل سے باہر نکل آئی۔ باہر کی فضا میں بھی اسے لگا کسی نے اسکا سانس بند کر رکھا ہو۔ وہیں بینچ پر بیٹھتی ہوئی وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھتی ہوئی ضبط کھو بیٹھی۔ کئی لوگ اس روتی لڑکی کو دیکھ کر متوجہ تھے اور پھر ہوسپٹل کی راہداری تک بھاگ کر آتا خضر تھم گیا، وہ سامنے لان میں لگے بینچ پر بیٹھی رو رہی تھی۔ خضر کی اپنی آنکھیں شدید سرخ تھیں مگر وہ یہ کرنے کا فیصلہ لے چکا تھا، وہاں سے آئرہ تک جاتے ہوئے اسے اپنے قدم بے حد وزنی لگے تھے۔ اسکے قریب کھڑا خضر خود بھی رونا چاہتا تھا، یہ لڑکیاں اس معاملے میں اسے اس وقت لکی لگیں۔ آئرہ کے رونے میں کچھ کمی آئی جب اس نے خضر کو اپنے ساتھ آہستگی سے آکر بیٹھتے دیکھا۔ وہ اسے ظالم ترین لگا تھا، کوئی خود کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے اور وہ بھی ایک غدار کے لیے جو اسکی جان لینا چاہتا تھا۔

"مجھے کچھ نہیں ہو گا، تمہیں اتنا رونا نہیں چاہیے" خضر کسی ربورٹ کی طرح سامنے پارک میں کھیلتے بچوں پر نظر جمائے بولا تو آئرہ نے برہمی سے خضر کے چہرے کو دیکھا، وہ اسے جنجھوڑ کر رونا چاہتی تھی۔

"تکلیف تو ہو گی، تم ایسا مت کرو خضر میں نہیں دیکھ پاؤں گی" یہاں بیٹھ کر وہ اپنے جسم کا ایک حصہ نکالنے کی بات کو بہت ہلکا لے رہا تھا، آئرہ اسکی اس مہربانی پر روتی ہوئی نہایت تکلیف میں بولی تھی۔

"تو کیا کروں، اسے مرنے دوں۔ وہ جتنا بھی برا کیوں نہ ہو میری مما کو پیارا ہے۔ ایک کڈنی پر بھی لوگ جیتے ہیں آئرہ، ویسے بھی کونسا مجھے دنیا میں سو سال جینا ہے" خضر اتنا بے رحم تو نہیں تھا جتنا وہ آج بنا بیٹھا تھا، وہ اس وقت خود بے بس تھا۔ اسکے سامنے عجیب سچویشن تھی۔ آئرہ کا دل مزید پھٹ گیا تھا، اسے خضر کی بات نے پہلی بار تکلیف پہنچائی تھی۔ وہ اٹھ کر یہاں سے بھی فرار کر لیتی مگر خضر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر واپس بیٹھایا۔ درد لٹاتے تاثر کے ساتھ وہ آئرہ کی سمت مڑا جو سر جھکائے بس رو رہی تھی۔

"اس سچویشن میں صرف تم ہو میرے ساتھ، مجھے تمہارے آنسو کمزور کر رہے ہیں۔ آئرہ میں پتھر نہیں بن سکتا، جس کی ماں مہرو ہو وہ چاہ کر بھی پتھر نہیں بن سکتا۔ مجھے بتاؤ کہ اگر ضامن کو کچھ ہو گیا تو مما کو کیسے سنبھالوں گا، وہ مجھ سے پوچھیں گی کہ میں نے ضامن کو کیوں نہیں بچایا۔ میری زندگی تو کبھی بھی آسان نہیں تھی، میری واحد آسانی تم ہو مجھے اس حال میں تنہا مت چھوڑو" خضر کے لہجے میں شکستگی تھی اور آنکھوں میں آئرہ کو دی جانے والی تکلیف کے تاثرات تھے، آئرہ کے لیے یہ وقت بہت مشکل تھا، دشوار تھا اور کٹھن تھا۔

"ابھی تو ہم نے ایک دوسرے کے قریب آنا ہے خضر، ایک دوسرے کے ساتھ جینا ہے۔ آج کے بعد یہ مت کہنا ورنہ آئرہ کو کچھ ہو جائے گا" آئرہ کی سسکتی آہوں میں خضر کے تلخ لفظوں کا سوگ آبسا تھا، خضر نے پوری شدت سے اسے خود میں سمیٹ لیا تھا جو اسکی تکلیف ابھی سے خود پر محسوس کر رہی تھی۔ خضر کا دل جس درد میں مبتلا تھا وہ اسکی آنکھوں کے گلابی پن سے واقع تھی، آئرہ نے تو دل کا بوجھ اتار لیا تھا۔ ایک گھنٹے تک خضر کے

ٹیسٹ کیے گئے اور لکیلی اسکی کڈنی کا سنپل ضامن سے میچ ہوا جس پر آئرہ کی تکلیف مزید گہری ہوئی تھی۔ آدھے گھنٹے تک خضر کی سرجری تھی جس کے بعد اسکی کڈنی ضامن کو لگائی جانی تھی۔ خضر کے چند مزید ٹیسٹ کرنے کے بعد اسے آپریشن تھیٹر لے جایا گیا تھا۔

****

"وہ ٹھیک نہیں ہے، دیکھو کیا ہوتا ہے" مینا کی حالت بھی آئرہ سے مختلف نہ تھی، افراح اسے میڈیسن وغیرہ دے کر لیب کے ساتھ بنے ریسٹ روم میں لائی تھی۔ افراح کے منہ پر ماسک ہونا انکی ڈیوٹی کا حصہ تھا۔ مینا کو بازو پر گولی لگی تھی جبکہ سر پر بھی کانچ کے ٹکڑے لگ کر زخم چھوڑ چکے تھے۔ مینا کے پوچھنے پر افراح نے اسے لیٹاتے ہوئے تکیہ درست کیا تو مینا کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"اسے بچالیں آپ لوگ، یا مجھے کم از کم اس کے پاس بھیج دیں۔ میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں میم" مینا کو جب سے پتا چلا تھا کہ ضامن کی جان خطرے میں ہے وہ تب سے سخت رنجیدہ تھی۔ مینا کی تاسف زدہ گزارش پر افراح نے جھک کر اسکے کندھے پر ہاتھ دھرے تسلی دی۔

"تم ضرور مل لینا مینا لیکن ابھی خود تمہاری طبعیت بھی ٹھیک نہیں اور تمہاری جان کو خطرہ بھی ہے۔ ہم سب تمہاری اور ضامن کی ہر ممکن حفاظت عمل میں لا رہے ہیں اس لیے بے فکر رہو۔ یہ نیہا ہے اور یہ پاکیزہ، یہ تمہاری کیئر ٹیکر ہیں۔ کچھ بھی چاہیے ہو ان سے کہو، جب تک ضامن بہتر نہیں ہوتا تمہیں یہیں سٹے کرنا ہو گا۔

اسکو جیسے ہی ہوش آئے گا ہم تمہیں لے جائیں گے" افراح نے مکمل پیشہ وارانہ انداز میں دو مکمل بلیک میں ملبوس ماسک زدہ لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا جو یہاں مینا کی جانچ اور سیکورٹی کے لیے معمور کر دی گئی تھیں۔ مینا نے رنجیدگی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"تھینک یو میم، فار دس ہمبل فیور۔ ایک غدار کے ساتھ آپکا یہ سلوک دیکھ کر مجھے اپنی زندگی پر افسوس ہو رہا ہے۔ کاش ہم اپنی زندگی کے وہ سال واپس لا پاتے" مینا کے لہجے کی ہار بھلے سچی تھی مگر ستارہ کسی پر اتنی جلدی بھروسہ کرنا افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔ ضامن اور مینا ابھی بھی ستارہ کے لیے دو غدار سے زیادہ کچھ نہیں تھے۔ یہاں مینا کی مکمل جانچ بھی ستارہ کا پلین تھا اور وہاں ضامن بھی غائبانہ اور خفیہ طور پر ستارہ کی پل پل نگرانی میں تھا۔ ان تینوں کا پلین اب ہوسپٹل جانے کا تھا کیونکہ ہزل سر کے ساتھ ساتھ وہ تینوں بھی اب خضر کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ ویسے بھی مشن مکمل ہو چکا تھا اور اب زرا نازک مرحلہ آ پہنچا تھا۔ جذبات اور احساسات کی باری آ گئی تھی۔۔

****

"میم وہ آپکو بلا رہے ہیں" آئرہ بمشکل دیوار کا سہارا لیے کھڑی تھی جب عقب سے نرس نے اسے مخاطب کر کے کہا اور چلی گئی، آئرہ نے خضر کو کہا بھی تھا کہ وہ اسے آپریٹ سے پہلے پاس نہ بلائے مگر وہ جانتا تھا آئرہ اس وقت کس حالت میں ہے۔ آئرہ کا دل تو کرب میں مبتلا تھا، وہ خضر کو یوں بستر پر مریضوں کی طرح لیٹا نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ بلیک پینٹ اور وائیٹ شرٹ، بال جو کھلے تھے اب آئرہ نے بے دلی سے باندھ دیے تھے۔ آنکھوں

کے گوشے لال تھے، گالوں اور ناک پر بھی واقع سرخی ابھر چکی تھی۔ ایساماتم کناں دن بھی آئے گا یہ تو نہ خضر نے سوچا تھا نہ آئرہ نے، وہ آہستگی سے قدم بڑھاتی آپریشن تھیٹر تک پہنچی تو آنکھوں نے پھر سے ضبط کا دامن کھو دیا تھا۔ آئرہ کو دروازے میں دیکھ کر خضر نے اپنی گردن موڑ کر اپنا ہاتھ اسکی جانب بڑھایا۔ کتنے خاموش شکوے تھے جو آئرہ کی شربتی آنکھوں میں آج اندھیرا کر رہے تھے، وہ اپنے چہرے کی پاگل ہوتی نمی ہٹا کر اس تک آئی اور اسکا بڑھا ہاتھ پکڑتے ہی اس پر جھکی اور پیشانی پر ہونٹ رکھنے کی دیر تھی کہ خضر کے ہونٹوں پر آسودگی میں لپٹی مسکان سجی تھی۔ خضر نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے بٹھایا۔ وہ ہوسپٹل کے دیے وائٹ پیشنٹ سوٹ میں ملبوس تھا، یوں لیٹا ہوا آئرہ کی جان لے رہا تھا۔

"آئرہ، لک ایٹ می" خضر اسکی جھکی آنکھیں نہیں چاہتا تھا اور اس پگلی سے اٹھائی نہیں جا رہی تھیں، اب تو وہ یوں روئی کے اسکی یہ شدت خضر کے چہرے پر بھی درد پھیلا گئی تھی۔ وہ اسے پکڑ کر خود پر گرائے اپنے سینے میں سمو گیا تھا۔ آج وہ جتنا اس شربتی کو حوصلہ دے لیتا مگر اسکے آنسو تھمنے والے نہ تھے۔ خضر کو اندازہ ہوا کہ وہ تو اس پر آنچ آتے ہی دم توڑ دے گی، اتنی محبت پر اسے صرف غرور آیا تھا۔

"یہ آخری بار ہے، مجھے بار بار اتنا نازک مت آزمانا خضر۔ آئرہ سب سہہ سکتی ہے تمہاری تکلیف مجھے مار دے گی۔ آئی ریلی نیڈ یو، تمہارے سوا میرا کوئی نہیں۔ مجھے ایسا پھر کبھی مت آزمانا" وہ خضر کے معاملے میں خود سے بھی کمزور نکلی تھی، خضر کا بس چلتا تو آئرہ کی ہر تکلیف مٹا دیتا لیکن ابھی یہ بے حد اہم تھا۔ خضر کی مسیحائی کا منتظر وہ موت اور زندگی کے بیچ کھڑا ضامن تھا۔ خضر نے محبت زدہ شربتی کو خود پر سے اٹھایا اور اسکے ماتھے پر پیار دیے ان من پسند شربتی آنکھوں میں دیکھنے لگا جہاں صرف پیار تھا۔ آئرہ نے غمگینی کے سنگ خضر کے چہرے پر ہاتھ

پھیر ا اور خضر آہستہ آہستہ غنودگی میں جا رہا تھا۔ اسے کچھ دیر پہلے ہی انجیکشن لگا دیا گیا تھا۔ آئرہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ آنکھیں بند ہوں مگر دوا کے زیر اثر آتے ہی خضر آنکھیں بند کر چکا تھا۔

" یا اللہ میرا خضر آپکے حوالے، اسے زیادہ تکلیف مت ہونے دیجیئے گا۔ مجھ سے اس کی تکلیف نہیں دیکھی جاتی، اسے مجھ سے زیادہ زندگی دیجیئے گا ورنہ یہ آئرہ کیسے جی پائے گی۔ یہ میرا سب ہے، اسے مجھ سے دور مت ہونے دیجیئے گا" وہ خضر کی بند آنکھوں پر جھکی بے آواز روتی چلی گئی، یہاں تک کے شربتی کی آنکھ سے نکلی نمی خضر کے چہرے پر گری۔ آئرہ نے مزید جھک کر خضر کے چہرے پر تکلیف کی انتہا سے پیار اتارا اور اس پر سے اٹھ گئی۔ خضر کے بے جان ہوتے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے وہ کئی لمحے چہرے سے لگائے اپنی ساری دعائیں خضر کے نام کرتی گئی۔

" یا اللہ میرے خضر کی حفاظت کریے گا، آئرہ کا بس چلے تو تم تک گرم سایہ تک نہ آنے دے۔ تمہیں اللہ کی امان میں دیتی ہوں، مجھ سے دور مت جانا کبھی "تکلیف کا یہ مقام صرف آئرہ سمجھ سکتی تھی، کون جانتا تھا کہ خضر اس حد تک مہربان بھی ہو سکتا تھا۔ جس بھائی نے کبھی سیدھے منہ بات نہ کی آج وہ اسے زندگی واپس دینے کا خوشی خوشی وسیلہ بن گیا تھا۔ ڈاکٹرز اور نرس کے آتے ہی آئرہ کو خضر سے جدا کر دیا گیا تھا، بلکل ویسے جیسے جسم سے جان جدا کی جاتی ہے۔ کچھ دیر تک زیان، افراح اور عریش بھی ہوسپٹل پہنچ گئے تھے۔ آئرہ کی حالت تو ان تینوں سے بھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ افراح نے اس نڈھال سی آئرہ کو اپنے سینے میں سمو لیا تو جیسے درد پھر سے شدت لیے پھوٹ نکلا تھا۔ سب ہی خضر کے لیے دعا گو تھے۔

****

مہرو کی بے چینی پورا دن انکے ساتھ رہی تھی، جلال بھی سارا دن پریشان ہی رہے تھے۔ گھر میں حرا کی شادی کی تیاریاں بھی چل رہی تھیں مگر ایک ان کہی سی اداسی نے جلال ہاوس کے در و دیوار کو دبوچ رکھا تھا۔ جلال نے آفس جا کر رزاق کو فون بھی کیا مگر ضامن کی کوئی خیر خبر نہیں مل سکی تھی۔ وہ خود بے چین تھے، دن تو انکا نادم اور چند دوسرے سٹاف میمبرز کے ساتھ کام میں گزر گیا مگر صبح مہرو کی تکلیف کا اثر جلال احمد کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا تھا۔ مبشر کے دل میں عنیہ کے لیے جذبات اپنی جڑیں اس ملاقات کے بعد مزید شدت پکڑ چکے تھے اور اس نے حرا کی شادی تک عنیہ کو تنگ نہ کرنے کا عہد لے لیا تھا۔ شاید وہ عنیہ کو اپنے اور اسکے رشتے کے بارے میں سوچنے کا موقع دینا چاہتا تھا تاکہ وہ آخری ملاقات میں کسی اظہار پر مائل ہو جائے۔ نادم اپنا ڈرامہ ہنوز جاری رکھے ہوئے تھا مگر کہیں اندر اس وحشی میں سدھار بھی آ رہا تھا۔ ایک دل سے وہ حرا پر ظلم کرنے کا ارادہ باندھتا تو دوسرے دل سے وہ اس کا شیدائی ہونے لگتا تھا۔ ممکن تھا کہ حرا کا نادم کی زندگی میں آنا اسکے مکمل سدھار کی کوئی کڑی تھی۔ آئرہ اور خضر کے لیے وقت مشکل تھا مگر اللہ ہر کسی کو خضر نہیں بناتا، نہ ہر کسی کو مددگار اور رہنما بناتا ہے۔ خضر کی زندگی آج تک الجھی ترچھی رہی تھی مگر ممکن تھا اسکا یہ عمل کئی پرانی رنجشیں بھی دھو ڈالتا۔ اصل چیز یہ نہیں تھی کہ وہ ضامن کو اپنی کڈنی دے کر خوش تھا، وہ بس مہرو کی زندگی میں کچھ آسانی لانے کا خواہشمند تھا۔ انکے شوہر کو انکے خضر نامی بیٹے سے جو شکوے تھے اور ان کے بیٹے کو جو اپنے سوتیلے بھائی سے حسد تھا وہ سب ہٹانا چاہتا تھا۔ وہ اپنی ماں کو آج تک روتا دیکھتا آیا تھا اور شاید اسکے اس عمل سے مہرو کی

زندگی میں خوشیوں کے طویل وقت کی آمد ہونے کو تھی۔ آئرہ کے لیے خضر کی تکلیف سہنا کٹھن تھا پر وہ اسکی اس ظالم خواہش پر جیسے بھی مانی پر مان گئی تھی۔ اللہ سے دعائیں زیادہ ہو گئی تھیں اور وہ جو راہنما ہوں انھیں کب آنچ آیا کرتی ہے۔ اللہ بے شک صبر کرنے والے کو اپنا ساتھی رکھتا ہے، خضر کا صبر اس آخری قربانی کے بعد ممکن تھا کہ رنگ لے آنے والا تھا۔

****

"حوصلہ رکھو میری جان، خضر نے جو کیا ہے وہ کوئی عام انسان نہیں کر سکتا۔ تمہیں تو کیا ہم سب کو خضر کے اس عمل پر رشک ہونا چاہیے۔ وہ بلکل ٹھیک ہو جائے گا اور پہلے سے زیادہ کامیاب ہو گا۔ اللہ نے اسے یہ اتنی بڑی اچھائی کا موقع دیا ہی اس لیے ہے کہ اسے مزید کندن بنا دے" ہوسپٹل میں آئی سی یو کہ باہر افراح نے اس بے جان آئرہ کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا اور وہ اپنے گلے میں پہنا خضر کے نام والا پینڈٹ پکڑے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔ خضر کا آپریشن ہو چکا تھا اور اب اسے ایک گھنٹہ آئی سی یو میں سپیشل کیئر میں رکھا گیا تھا۔ اب ڈاکٹر زضامن کی سرجری شروع کر چکے تھے۔ ابھی خضر سے ملنے کی اجازت نہیں تھی، ایک گھنٹے تک اسے روم میں شفٹ کرنے کے بعد ہی ملنے کی پرمیشن دی جانی تھی۔ زیان اب سب کے لیے کھانا لینے گیا تھا جبکہ عریش بھی بے حد رنجیدہ سا آئی سی یو کے ساتھ جڑ کر کھڑا تھا۔ اسے بھی آئرہ کی طرح بے حد دکھ تھا، خضر سے محبت ان سبکی شدید گہری تھی۔ اور آج جب وہ آئی سی یو میں بے جان پڑا تھا تو آنکھوں کی نمی بنا چاہے بھی نگاہوں میں کملاتی ہوئی دیکھائی دے رہی تھی۔

"آپی بس وہ مجھ سے دور نہ ہو، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔ آج مجھے شدت سے اسکے دور ہونے کا خوف لاحق ہوا ہے، میں اسکے بناواقعی نہیں رہ سکتی" آئرہ کا نازک چہرہ اب رو رو کر تھک چکا تھا، خود افراح اس سینے سے لگی آئرہ کا دکھ سمجھتی تھی۔ اصل امتحان ہی مشکل وقت میں آتا ہے، کوئی ایسا عمل جو جان لے کر بھی زندہ چھوڑ جائے۔ خضر اسکے ساتھ ہمیشہ موجود تھا، مگر وہ اسے کھونے کا پھر بھی تصور نہیں کر سکتی تھی۔ عریش نے گردن موڑ کر دونوں کو دیکھا اور آہستگی سے چلتا ہوا آئرہ کے قدموں میں جا بیٹھا۔ آئرہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ خود بہت ویران سا تھا، شاید یہ دونوں تھے ہی حساس۔ آئرہ نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

"تم جانتی ہو تم ایک شیر کی بیوی ہو، ایک رہنما کی محبت ہو۔ وہ اللہ چاہتا ہے کہ تم مضبوط ہو جاو، جانتی ہو ناں ہماری زندگی عام لوگوں جیسی نہیں ہے۔ ہمیں اپنے ساتھ کئی دکھ، درد اور آزمائشیں لے کر تا عمر چلنا ہے۔ خضر بھی تمہیں یوں کمزور نہیں دیکھ سکتا، تم ہار جاو گی تو میرا کیا ہو گا میں تو تم سے بھی کمزور ہوں" آئرہ کو وہ سب ہی جوڑنے میں مگن تھے، سچ میں اگر یہ سب نہ ہوتے تو وہ رو رو کر پاگل ہو جاتی۔ خضر کے جسم پر لگنے والی یہ ضرب تو اسکا دم گھونٹ دیتی۔ آئرہ نے ضبط کے باعث اپنی آنکھیں بند کیں تو پھر سے چند آنسو اسکے رخسار پر گر پڑے۔ افراح تو ان دونوں کی تکلیف پر درد دیتا تاثر دیتی ہوئی اب دوسرے ہاتھ سے عریش کی گال سہلا رہی تھی جو خود اپنے آنسو نہیں روک پایا تھا۔

"تم دونوں حوصلہ کرو، سب ٹھیک ہو گا۔ وہ تو ابھی بہت سا جیے گا، ہم سب سے زیادہ جیے گا ان شاء اللہ" افراح کی آواز خود لرز گئی تھی۔ وہ جو کھانا لایا تھا، ایسے تکلیف دہ ماحول کو دیکھ کر بیگز سائیڈ پر رکھتا آئرہ کے سر پے

شفقت سے ہاتھ رکھ چکا تھا۔ عریش سے اسے ایسے ہارنے کی امید نہ تھی تبھی وہ اسے بازو سے پکڑے خود میں سمو گیا تھا۔

"بی بریو میرے بچو، اب تو ہمارا ببر شیر ٹھیک ہے۔ بس کر کملیا، چلو کھانا کھالو تم سب، پورا دن بیت گیا کسی نے کچھ نہیں کھایا" زیان کے آجانے سے افراح کو تو حوصلہ ملا ہی مگر آئرہ بھی کچھ مضبوط ہو کر سیدھی ہوئی جبکہ عریش تو سہی رو تو سا معصوم لگ رہا تھا۔

"زیان بھیا خضر جب تک اپنی آنکھیں نہیں کھولتا، مجھ سے کچھ نہیں کھایا جائے گا۔ پلیز کچھ دیر بعد کھالوں گی" آئرہ نے افسردگی سے چہرہ اٹھا کر گزارش کی جس پر عریش صاحب نے بھی متفقہ رائے دی تو زیان بھی اثبات میں سر ہلا چکا تھا۔

"ٹھیک ہے، بس اب تم سب یہ رونا ختم کرو۔ ہی از پرفیکٹلی فائن۔ اسے بہترین کیئر میں رکھا گیا ہے خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آپریٹ کے باعث کچھ روز بس احتیاط کرنی ہو گی" زیان واپسی پر ڈاکٹر سے بھی مل کر آیا تھا۔ اب سبکو بس خضر کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا، ضامن کا آپریشن کچھ گھنٹے جاری رہنا تھا۔ ڈاکٹرز پر امید تھے کیونکہ خضر کی کڈنی اسکے لیے بلکل پرفیکٹ میچ تھی اور بروقت یہ کام ہونے کی وجہ سے ضامن کی زندگی بچنے کے اسی پرسنٹ چانس تھے۔

****

"ایک بار حرا کی شادی خیر خیریت سے ہو جائے تو میں خود جاوں گا، لے آوں گا اسے" مبشر اور حرا آج سارا دن شاپنگ پر بزی رہے تھے۔ جلال نے رات کھانے کے بعد بہت مدت بعد خود انکا ہاتھ تھامے تسلی دی تھی، مہرو کو لگا کہ کاش وہ پہلے اس شخص کے سامنے یوں رو لیتیں تو وہ ایسے پتھر نہ ہوتے۔ مہرو کا دل بہت بیقرار تھا، ایسا اضطراب بلاوجہ نہ تھا۔ یہ مائیں بھی کتنی عجیب ہوتی ہیں، اولاد پنکھ لیے گھونسلے سے اڑ بھی جائے تو ماوں کا دل ساتھ لے جاتی ہے۔ وہ ضامن جو ماں سے اس لیے دور تھا کہ وہ روتی تھیں، وہ ضامن جو اپنے باپ سے اس لیے دور تھا کہ وہ رلاتے تھے۔ وہ اپنے گھر سے دور تھا کیونکہ وہ کمزور ہونا نہیں چاہتا تھا، وہ گھر سے دور رہا کیونکہ وہ خود سے جڑے اپنوں کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا۔ ضامن اور مینا کے گھر والوں کے بارے میں صرف منور عالی جانتا تھا جسکے مرنے کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ وہ لوگ ان دونوں کی فیمیلیز کو ڈھونڈ نہیں سکے تھے۔

مہرو نے ایک بجھی نگاہ اپنے سامنے کھڑے جلال پر ڈالی اور ایک انکے ہاتھ میں بلکل چھپ جانے والے اپنے نازک ہاتھ پر، نہ جانے دل اس لمس کا کب سے طلب گار تھا۔ چند بے آواز آنسو مہرو کی گال پر بہہ نکلے۔

"اس کے ساتھ ساتھ مجھے کچھ اور بھی چاہیے" جلال ہمیشہ سے ایسے نہیں تھے، آج سارا دن وہ خود ضامن کو لے کر پریشان تھے۔ اور انھیں لگا کہ مہرو کو مزید تکلیف نہیں دینی چاہیے، وہ ان سے زیادہ دکھ میں مبتلا ہے۔ جلال نے اپنے سامنے کھڑی سر جھکا کر جلال کے ہاتھ کو دیکھتی مہرو کی سمت دیکھا اور کچھ تذبذب کا شکار لگے۔

"اب اور کیا چاہیے تمہیں؟" ہلکے سے تاثرات بگھاڑ کر استفسار ہوا تو مہرو نے چہرہ اوپر کر کے جلال کی سمت دیکھا جو سراپا منتظر تھے۔

"آپ، وہ جلال احمد جسے مہرو نے پتھر اور نیم بنا دیا ہے۔ مجھے معافی چاہیے آپ سے، مجھے معاف کر دیں اس سمندر کے لیے جو میں نے اپنے اور آپ کے بیچ بنایا ہے۔ مجھے اس ہر دن کے لیے معاف کر دیں جب میرے بس میں میرے آنسو روکنا چاہ کر بھی نہیں تھا، مجھے میری مکمل فیملی دے دیں" مہرو کے لہجے میں شدید تکلیف تھی، جلال کا سینہ دہک نہ اٹھتا تو کیا کرتا۔ یہ اتنا آسان نہیں تھا، ایک مدت کی جلن اور آگ ایک دم مٹھاس اور منجمد ٹھنڈک کیسے بن سکتی ہے۔ جلال نے بے حسی جاری رکھتے ہوئے اپنا ہاتھ مہرو کے ہاتھ سے نکالا اور گردن موڑ گئے۔ کوئی دکھتی خلش ان بھوری آنکھوں میں شدت سے جھلملائی تھی۔ مہرو کا تڑپنا شدید تھا، وہ رنجیدہ ہوئیں۔

"جلال ملنا اب ممکن نہیں، میں اپنا دل بہت پہلے مار چکا ہوں۔ ہاں لیکن اب تمہارے سب بچوں کو تمہارے پاس ضرور لاؤں گا، اس سے زیادہ مجھ سے اچھائی کی امید مت رکھنا مہرو" اپنے دونوں ہاتھ ٹراوزر کی جیبوں میں گھسا کر اٹل انداز اور سختی سے وہ اپنا ایک اور فیصلہ سنا کر وہاں سے فرار حاصل کر گئے۔ مہرو نے جلال کو نظروں سے اوجھل ہونے تک دیکھا۔

"یا اللہ مجھے جلال سے معافی دلوا دیں، میں نے اپنے شوہر کی ناچاہتے ہوئے بھی دل آزاری کی۔ میری فیملی کو مجھ سے کبھی دور مت ہونے دیجئے گا، جلال کے دل میں میری طرف سے نرمی ڈال دیں" مہرو بیڈ کا سہارا لیے وہیں بیٹھ گئیں اور سراپا انجل بن کر رنجیدہ ہوئیں، ممکن تھا کہ اللہ اب اس دکھیاری کی ہر دعا قبول کرنے والا تھا۔
ممکن تھا کہ مہرو کو بھی اب انکے حصے کی مکمل خوشی ملنے والی تھی۔

****

"آج رات ہم مسٹر خضر کو یہیں رکھیں گے کیونکہ یہ سرجری ہوتی ہی ایسی ہے کہ کافی ویکنس ہو جاتی ہے۔ لیکن انکی دوسری کڈنی ماشاء اللہ بلکل پرفیکٹ ہے اور وہ آگے اس بارے میں کسی ایشو سے ایفیکٹ نہیں ہوں۔ بس انکے کھانے پینے کا اور ریگولر ایکسرسائز کا خیال رکھیے تاکہ انکی باڈی اس کمی کو جلد ریکور کر لے۔ اینڈ فائنلی مسٹر ضامن کی جان بھی اب خطرے سے باہر ہے لیکن وہ کچھ دن دواوں کے زیر اثر رہیں گے۔ جب تک وہ کڈنی انکی باڈی سے مکمل میچ نہیں ہوتی تب تک انھیں آئی سی یو میں رکھنا ہو گا۔ اللہ کا شکر ہے کہ دونوں آپریٹ اچھے سے کامیاب ہو گئے ہیں" ڈاکٹر نے ان سب کو تمام صورت حال سے رات دس بجے آگاہ کیا تھا، خود ڈاکٹرز کے لیے یہ ایک بہت چیلنجنگ کیس تھا۔ دونوں کی زندگی پر کسی قسم کا رسک آنے نہ دینا ہی انکی جیت تھی۔ خضر کی قربانی اوپر رب کی بارگاہ میں کامیاب ٹھہری تھی، کبھی خضر کی جگہ خود کو رکھ کر سوچیے تو دل کیا روح کانپ جائے۔ اپنے پیاروں کے لیے تو سب ہی جان دے دیتے لیکن وہ جو اپنے پیاروں کے آگے پیاروں کے لیے جان داو پر لگا دے اسے خضر خاقان قریشی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ رات وہاں رکنے کی اجازت صرف آئرہ کو ملی تھی، گویا اس پگلی میں ہمت تو نہیں تھی مگر خود خضر نے ایسا چاہا تو وہ انکار نہیں کر پائی تھی۔ زیان اور افراح عریش کو بھی گھر لے گئے تھے، اب کچھ دن تک ان سبکی چھٹی تھی۔ مگر وہ لوگ ابھی بھی کئی اور کیسز پر کام شروع کرنے والے تھے۔ عریش کا پلین مری جانے کا بنا تو تھا مگر پھر حرا کی شادی پر دادی، عنیہ اور جنت آنے والے تھے لہذا اس نے پھر ان سب کے ساتھ ہی جانے کا ارادہ کیا تھا۔ ممکن تھا کہ تب تک کوئی اور کیس آجاتا مگر ابھی تک یہی طے پایا تھا۔ افراح اور زیان اس سارے معاملے میں ساتھ تو رہے مگر ان دونوں کی وجہ سے باقی تینوں کو بے حد

حوصلہ ملا تھا۔ یہ سارے معاملات ابھی تک کسی کے علم میں نہ تھے نہ آنے والے تھے۔ ضامن کی مکمل صحت یاب ہونے تک یہ معاملہ یوں ہی چھپانا تھا تاکہ ستارہ کا ازلی خفیہ کام ویسے ہی چھپا رہے۔ امید اچھے کی تھی اب دیکھنا یہ تھا کہ حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔

جاتے ہوئے زیان، افراح اور عریش نے آئرہ کو مزید پاورفل ہونے کا مشورہ دیا اور خضر کو بھی جلدی چھلانگیں مارنے کی تاکید کی۔ اتنی ساری دعاؤں کے ہوتے ہوئے خضر کو کیسے آنچ آسکتی تھی، اور سب سے بڑھ کر اسکی شربتی جس نے اس تکلیف پر شاید اپنی آنکھوں کا سارا پانی بہاڈالا تھا۔ کھانا اسے افراح کھلوا گئی تھی اور اس میں خضر صاحب کی مضبوط سفارش شامل تھی۔

وہ کب سے خضر کا ہاتھ اپنے نازک ہاتھ میں لیے خضر کا چہرہ اپنے دل میں اتار رہی تھی، وہ بلکل نڈھال نہیں لگ رہا تھا۔ وہ ایک مضبوط مرد تھا، ایک فولادی شیر جس کے لیے یہ آپریٹ بھی سرسری سا جھٹکا تھا۔ خضر ابھی دواوں کے زیر اثر تھا تاکہ اسکے زخم کے کچھ مندمل ہونے تک تکلیف کم سے کم محسوس ہو۔ اسکے بیڈ تھوڑا اونچا کیے دو تکیوں سے ٹیک لگوا کر زرا اٹھوا کر لٹایا گیا تھا۔

"میم، آپ تھک جائیں گی۔ یہ بلینکٹ ہے آپ یہاں صوفے پر کچھ دیر سو سکتی ہیں" اسی لمحے نرس اپنے پیشہ وارانہ انداز میں اندر آئی تو آئرہ کو پیار سے خضر کو دیکھ کر مسکرائی اور ایک منی بلینکٹ دیے بولی مگر خضر سے اب وہ ایک لمحے کی دوری نہیں چاہتی تھی۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں، تھینک یو" آئرہ نے ویسی ہی مسکان کے سنگ کہا جس پر نرس اب خضر کی ڈرپ دیکھ رہی تھی۔ بی پی وغیرہ سب نارمل تھا، بلڈ فلو بھی پرفیکٹ تھا۔

"اب یہ کافی بہتر ہیں، ویسے آپ دونوں کا کپل بہت زیادہ پیارا ہے۔ اللہ آپ دونوں کو نظر سے بچائے، یہ بھی آپریٹ کے بعد صرف آپکا نام لے رہے تھے سو سوئیٹ۔ آپکو پتا ہے میرے ہسبنڈ بھی بلکل ایسے پیار کرنے والے ہیں، اور میرا ابھی انکی تکلیف پے یہی حال ہوتا ہے" نرس کی صورت تو پہلے رشک میں مبتلا تھی اور پھر شکر گزاری میں لپٹ گئی۔ آئرہ نے بھی زیر لب مسکرا کر ماشاء اللہ کہا اور پھر سے اپنے پیارے خضر کو دیکھنے لگی جو ایک پر سکون نیند لے رہا تھا۔

" آمین" دل نے اس دعا پر ہونٹوں سے پہلے آمین کہا تھا، نرس بھی اپنا کام دیکھتی ہوئی مسکرا کر باہر گئی اور دروازہ بند کر گئی۔

"کوئی کیسے جانے کہ یہ کپل صرف کپل نہیں، روح سے وابسطہ جوڑا ہے۔ یہ ہنستا ہے تو سکون میرے دل میں اترتا ہے، اور تکلیف اسے ہوتی ہے پر اثرات مجھ پر ظاہر ہوتے ہیں" آئرہ ہنوز اس مقدس ہاتھ پر اپنے ہونٹوں کی اسی جیسی مقدس چھاپ عطا کیے سرشاری اور دلگیری سے بولی تھی۔ اسکے ہاتھ پے ڈرپ لگی تھی تبھی وہ تھوڑا سا نیل زدہ تھا، مگر وہ جانتی تھی جلد خضر بلکل ٹھیک ہو جائے گا۔ آپریٹ کے باوجود خضر کو بہت کم بلڈ لگا تھا، کیونکہ اسکی باڈی میں پہلے سے بلڈ کی کوئی کمی نہ تھی۔ وہ ہمیشہ سے اپنی صحت کو لے کر چچی رہا تھا اور اسی وجہ سے آج ایک کڈنی دے کر بھی وہ بہت بہتر تھا۔ دوائیں دینا ڈاکٹرز کی ڈیوٹی تھی، وہ مسلسل خضر کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر کبھی سیر نہیں ہو سکتی تھی، وہ اسے ناقابل بیان حد تک پیارا تھا۔ خضر کی آنکھیں جنبیش زدہ ہوئیں تو تبسم خیز شکر گزاری نے آئرہ کے ہونٹوں کو چھوا۔ اور وہ نگاہیں مدھم اور آہستگی سے آئرہ پر کھلیں اور سیاہ ہونے کے باوجود چمک گئیں۔ سارا درد اور تکلیف زائل ہو کر مسکان اور رشک بنا تھا۔ وہ اسکا ہاتھ اب

اپنے ہونٹوں سے لگا کر ان شربتی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جو اس پر کسی ٹھنڈک دیتی آسودگی کی مانند سایہ فگن تھیں۔

"تم بہت فریش لگ رہے ہو، مجھے سکون ہو گیا۔ اب کیسے ہو، درد تو نہیں ہے" بہت نرمی سے وہ اسکی پیشانی پر ڈھلکے بالوں کو ہٹا کر فکر میں لپٹی بولی تھی۔ خضر نے اسکی آنکھوں کے گلابی پن پر ایک سرد سانس خارج کیے اس چہرے کو چھوا۔ آئرہ نے اپنے چہرے پر خضر کے ہاتھ کو تھاما۔

"میں تو ٹھیک ہوں، تم نے ان آنکھوں کا کیا حال بنا لیا آئرہ۔ مجھے معاف کر دو کہ تمہیں اس ظالم امتحان سے گزارا، مجھے ان آنکھوں سے معافی دلوا دو جو میرے لیے روئیں" خضر کے لہجے میں آن کہا دکھ اور لرزش تھی، آئرہ نے وہی ہاتھ پھر سے چوما اور جھک کر اس پیشانی پر پیار دیے روئی سی مسکرائی۔

"تم نظر نہ آو تو یہ یونہی پاگل ہو جایا کریں گی، بس کبھی اوجھل مت ہونا یہی تمہاری معافی ہے" وہ اسے مزید اداس نہیں دیکھنا چاہتی تھی تبھی اسکی آنکھوں میں جھانکے پوری سچائی سے بولی تھی۔ خضر مسکرا نہیں پایا تھا، وہ تو ان آنکھوں میں خوشیاں بھرنا چاہتا تھا، خضر نے اسکی آنکھوں کو چھوا تو وہ مسکرا کر اپنی آنکھیں بند کر گئی۔ خضر کو دکھ ہوا، وہ آئرہ کو حد سے زیادہ آزما بیٹھا تھا۔

"مجھے دیکھو، بندمت کرو انھیں" خضر کی بے چینی پر ان ہونٹوں پر پھر زندگی ہنسی، وہ بے قرار سے خضر پر قربان تھی۔ پھر سے وہ اسے دیکھ کر پوری رعنائی سے مسکرائی اور اب کی بار ان نڈھال آنکھوں نے بھی ساتھ دیا تھا۔

"یہی تو چاہتی ہیں یہ پاگل" آئرہ کے لہجے میں خوشی ہمکی تو وہ اسے بہت آہستگی سے اپنے سینے سے لگا گیا تھا۔ آئرہ نے خود ہی زرا اختیاط کی کہ اسکا زخم نہ ہلے۔ وہ اسکے بالوں کی خوشبو کے ساتھ ساتھ آئرہ کی قربت بھی محسوس کر کے مسکرا دیا تھا۔

"مجھے دل سے معاف کر دو میری جان، اب کبھی خضر ان آنکھوں میں نمی نہیں آنے دے گا۔ مجھے اگر زندگی پیاری ہے تو وجہ تم ہو آئرہ، صرف تم۔ تمہارے بنا یہ خضر بلکل خالی ہے، کھوکھلا کھر درا اور بے وقعت" وہ اسکے چہرے سے اسکے ریشمی بال ہٹائے جھک کر اس چہرے کو اپنے ہونٹوں سے چھو چکا تھا، کتنا مس کر رہی تھی وہ خضر کی یہ قربت۔ جیسے سارا دکھ بھک سے اڑ گیا تھا، وہ جی ہی اٹھی تھی۔ دنیا تو ان دونوں کے لیے محض تکلیف تھی، ایک دوسرے کی خوشی تو دونوں کا ساتھ تھا۔

"مجھے اب کوئی دکھ نہیں، میرے پاس تم ہو اور تمہاری محبت ہے۔ بس تمہارا ساتھ ہمیشہ رہے تو آئرہ کبھی نہیں روئے گی" وہ خود خضر سے نا رونے کا قصد کر رہی تھی اور وہ خود آئرہ کو بے حد مس کر رہا تھا۔ اب تو ظالم کے چہرے پر ایسی سنجیدہ مسکان سجی کہ منظر تک پاگل ہو گئے تھے۔ آئرہ اسے دیکھ رہی تھی مگر پھر اپنا سر اسکے سینے میں چھپا گئی۔ دونوں کے لیے شکر گزاری کا لمحہ تھا اور دونوں کے دل اسی میں مشغول تھے۔

****

اگلے کچھ دن تک ضامن ہوسپٹل کے سپیشل روم میں مکمل کڑھی نگرانی میں رہا تھا، اسکی حفاظت کے لیے مسلسل دروازے پر دو سول ستارہ ٹیم ممبرز موجود تھے۔ دوسری طرف مینا کو بھی سپیشل کیئر میں رکھا گیا تھا تاکہ اسکی طبعیت بھی بہتر ہو اور اس کی حفاظت بھی کی جائے۔ گھر میں حرا کی شادی کی تیاریاں آخر کار ختم ہوئیں اور نادم حسین کا وقت شروع ہوا۔ خضر کو ایک دن بعد ہی ڈسچارج کر دیا گیا تھا اور آئرہ، عریش، زیان اور افراح نے محترم کی یہ چار پانچ دن خوف خاطر کی جسکی وجہ سے وہ دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ حرا کی شادی وہ سب کسی صورت مس نہیں کر سکتے تھے، ضامن ابھی بھی اس شادی میں نہیں آسکتا تھا کیونکہ ابھی وہ ہوسپٹل تھا اور ویسے بھی اسے ابھی ستارہ کی کسٹڈی میں خفیہ طور سے رہنا تھا۔ آئرہ کو خضر کی صحت کے لیے جو جو دعا آتی تھی اس نے سب مانگ لی تھی، وہ بہتر ہوا تو آئرہ کے چہرے پر بھی بہار لوٹ آئی تھی۔ افراح اور زیان تو تھے ہی میٹھے اور شفیق، جو سب کی خوشی میں نا صرف پورے دل سے شریک ہوتے تھے بلکے خوش بھی ہو جاتے تھے۔ نادم جس بدلے کے لیے یہ شادی کر رہا تھا نا جانے کیوں وہ بار بار اس سے ہٹنے لگتا تھا، پھر اسے خود کو یاد دلانا پڑتا تھا کہ وہ صرف بدلے کے لیے یہ سب کر رہا ہے۔ کامل بابا کو ان دنوں وہ کال دوبارہ نہیں آئی تھی جس وجہ سے وہ اور کلیم اب زرا بے فکر تھے مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ انکی سوچ سے بڑی سازش تیار ہو رہی تھی۔ دوبارہ کال نہ آنے کے باعث انہوں نے یا کلیم نے زیان سے کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ دادی، جنت، اور عنیہ سب ہی مہندی والے دن سیدھا خضر کے گھر ہی آئے تھے کیونکہ وہ سب وہیں سے جانے والے تھے۔ خضر کی سرجری ایک بار پھر چھپا لی گئی تھی، وہ اب پہلے سے بہتر تھا لہذا ابھی یہ بات وہ سب کسی سے نہیں کر سکتے تھے۔ تنظیم کی طرف سے مکمل خاموشی کسی بڑے طوفان کا پتا دے رہی تھی۔ برہان سکندر کے مرنے اور سیٹھ ظہور تبریزی کے اریسٹ ہونے کے بعد دائم، شکور اور میز ان نا جانے کس بل میں جا گھسے تھے۔ میز ان کے اریسٹ

وارن کے ساتھ پولیس اور خفیہ ایجنٹ جگہ جگہ ریٹ کر رہے تھے مگر سیٹھ میزان خان کو نا جانے زمین کھا گئی تھی یا آسمان نگل گیا تھا۔ اسکا راز بھی جلد کھلنے والا تھا، ہزل اور مرجان اگلے کیس پر خفیہ طور پر کام کر رہے تھے اور جلد ستارہ ٹیم پھر سے ایکٹیو ہونے والی تھی۔ حرا کی شادی کا جو دکھ خضر کو تھا وہ تب بلکل مٹ گیا جب اس نے مہندی پر اسے بہت خوش دیکھا۔ خود آئرہ بھی حرا کی خوشی پر حیران تھی، کل تک وہ رو رو کر اس شادی سے نجات چاہتی تھی۔ شاید حرا بھی نادم حسین کے ڈرامے میں بری طرح جکڑی جا چکی تھی۔ عنیہ کے لیے یہ دن بہت خاص گزرے تھے، وہ گاہے بگاہے مبشر کے بارے میں سوچتی رہی تھی۔ وہ حرکت جس پر وہ روئی تھی، ان چار پانچ دنوں کے بعد وہ اسے بری نہیں لگی تھی۔ اس نے اپنے اور مبشر کے اس رشتے کو دل سے تسلیم کرنے کا سوچ لیا تھا، وہ جو ہوا کے جھونکے کی طرح اسکی زندگی میں آیا اور اسقدر قریبی مقام پر فائز ہو گیا۔ اسے مبشر کی بے قراری پر پیار سا آتا، وہ سب کی لاڈلی کے ساتھ واقعی مبشر کی بھی لاڈلی تھی۔ آج مہندی تھی اور سب ایک چھت کے نیچے جمع تھے۔ بہت کچھ ہونے والا تھا، کئی زندگیوں کے رخ بدلنے والے تھے۔

****

"خوش ہے میری گڑیا، مجھے معاف کر دو حرا تمہارے لیے چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پایا" مکمل سیاہ میں خضر آج مزید پیارا الگ رہا تھا،، افراح، عنیہ، جنت، اور آئرہ بھی مسکراتے چہرے لیے انکے پاس کھڑے تھے جبکہ مبشر، جلال، عریش اور زیان نے مردوں کو ویلکم کرنے کو کام سنبھال رکھا تھا۔ شمس اور نادم بھی وہیں تھے۔ ہاجرہ دوسری طرف دادی اور مہرو کے ساتھ بیٹھی تھیں۔ نادم اور حرا کا نکاح آج مہندی پر ہی کر دیا گیا تھا، ویسے بھی

کل شادی ہال میں تھی تو کام تھوڑا آسان کر دیا گیا تھا۔ حرا پیلے اور سرخ چمکتے جوڑے میں پھولوں سے سجی جیولری کے ساتھ خود بھی موتیے کا پھول ہی لگ رہی تھی۔ حرا نے خضر کو دیکھتے ہی اسکے سینے پر سر ٹکا کر اپنی بازو گرد باندھ لیں۔ سب ہی دونوں کی کی محبت پر مسکرا دیے تھے۔ حرا کا چہرہ پر سکون دیکھ کر سب ہی مسکرائے تھے، سب سے پیاری تو بلیک اینڈ سلور شارٹ فراک اور شرارے میں لپٹی عنیہ غضب ڈھا رہی تھی، دور سے بھی مبشر کی نگاہیں اسی پر تھیں۔ خود بھی موصوف بلیک پینٹ اور ڈارن براون شرٹ میں چمکے دھمکے دیکھائی دے رہے تھے۔ نادم کی تو آج حسن کی بجلیاں سب کو متاثر کر رہی تھیں، اپنے بھاری رعب دار وجود پر سفید سوٹ اسے خوب بچ رہا تھا۔ بالوں کی پونی بھی اسے بہت سوٹ کرتی تھی تبھی تو بال بڑھا رکھے تھے۔ چہرے پر جیت کی خوشی واقع تھی۔ شمس اور ہاجرہ بھی آج بے حد خوش تھے۔ افراح اور زیان کی تو کیا ہی بات تھی، سینئر ہو کے بھی آفت ناک کپل سب کی داد وصول کر چکا تھا۔ مہرو اور آئرہ دونوں ہی دیدہ زیب ساڑھیوں میں تھیں۔ باقی رہی جنت، ھائے اسکا حسن تو آسمان پر تھا۔ وائیٹ اینڈ گرے نہایت پیارے شارٹ قمیص کے ساتھ پٹیالہ شلوار اور اس نازک گلابی گڑیا کا لہراتا آنچل، فرنچ بال بنا کر وہ تو عریش صاحب کا دل ایک بار پھر لوٹ گئی تھی۔ مختصر کے سب ایک سے بڑھ کر پیارے اور قابل ستائش لگ رہے تھے۔

"مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں خضر بھیا، آپ نے کوشش کی تھی۔ حسین اتنے برے بھی نہیں ہیں، اللہ سے دعا کریے گا کہ میرا ڈر بلکل ختم ہو جائے" خضر نے پوری دلبستگی کے ساتھ حرا کو اسکی مطلوبہ دعائیں دیں اور الگ کر کے آسودگی سے اسکی پیشانی چومی۔ ایک بوجھ تھا جو خضر کے دل پر تھا مگر آج حرا کی مسکان دیکھ کر ہٹ گیا تھا۔

"اللہ ہماری گڑیا کو بہت ساخوش رکھے، آمین" آئرہ نے بھی اپنی ساڑھی کا پلو اپنے گرد گما کر خوشی ہمکتے انداز میں حرا کو خود سے لگا کر بے حد پیار کیا۔ اسکے بعد عنیہ، جنت اور افراح نے بھی حرا کو ڈھیر سی دعائیں دے ڈالی تھیں۔ خضر نے کچھ دور کھڑی ہنستی ماں کو دیکھا تو یک دم اک درد سا خضر کے چہرے پر آیا۔ کل کو جب اس ہنستی ماں کو ضامن کے متعلق علم ہو گا تو یہ مسکان چلی جائے گی، آئرہ نے غیر محسوس انداز میں خضر کا ہاتھ پکڑ کر ان خیالوں سے باہر لایا تو وہ گردن موڑے اپنی شربتی کو دیکھ کر جبر زدہ مسکرایا۔ سب ہی باتوں میں لگ چکے تھے، آئرہ کا حوصلہ تو بس خضر کا ہاتھ تھامتے ہی خضر تک منتقل ہوا جسکی ترجمانی اس نے آئرہ کے ہاتھ کے گرد گرفت مضبوط کرتے کی۔ آئرہ مسکرائی تو خضر کی سیاہ آنکھیں بھی مسکرا دی تھیں۔ سب دیکھنے میں کتنا مکمل تھا ناں، خضر نے نگاہیں حرا پر ڈالیں جو اب افراح، عنیہ اور جنت کے ساتھ باتیں کرتی ہنس رہی تھی۔ دل سے وہ ان سب کی ہنسی کے سلامت رہنے کے لیے دعا گو تھا۔ نظر لان میں موجود مہرو، دادی اور ہاجرہ بھی گئی تو وہاں بھی کھکھلاہٹ جاری تھی۔ نظر مبشر، نادم، جلال، زیان اور شمس پر گئی جو سب بہت خوشی سے کسی بات پر ہمکلام ہو کر مسکرا رہے تھے۔ خضر کا دل دعا گو تھا کہ ان سب کی خوشیاں کم نہ ہوں، اور اللہ خضر کی سن رہا تھا۔ نظر ساتھ کھڑی حسن کی ملکہ پر گئی جو میٹھی محبت پاش آنکھیں خضر پر سایہ فگن کیے تھی۔ اس نے آئرہ پر ایک تفصیلی نگاہ ڈالی، بلیک اینڈ ریڈ بہت نفیس ساڑھی، اس پر آئرہ کے کھلے بال تو آفت خیز تھے۔ کانوں میں چمکتے بہت چھوٹے مگر اچھوتے ڈائمنڈ ٹاپس، گلے میں وہ ہمیشہ وہی پینڈنٹ پہنے رکھتی تھی جس پر خضر کی نگاہیں تو کیا دل بھی رک جاتا تھا۔ وہ شربتی آنکھیں جن پر سموکی میک آپ ہو کر لرزاں خیز اخیر والا خوبصورت لگ رہا تھا اور وہ سرخ ہونٹ۔۔۔ وہ اسے بے حد حسین لگ رہی تھی، وہ اب خضر کی ایسی جانچ پر ہنسے بنا نہ رہ پائی تھی۔

"قیامت لگ رہی ہو، دل بہکا دینے کی حد تک دلگیر" خضر نے تھوڑا سا آئرہ کے کان کی سمت جھک کر سرگوشی کی جس پر وہ بھینی بھینی ہنس دی، بڑے ہی غلط موقعے پر ایسی نازک تعریف کی گئی کہ آئرہ بے بسی سے بس ہنس ہی سکتی تھی۔

"تھینک یو لیکن مجھے یہ تعریف اکیلے سننی تھی ہنڈسم، آفت تو محترم بھی لگ رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے یہیں کوئی اس سیاہ طلسمی حسن کو دیکھ کر غش کھا کے نہ گر پڑے" آئرہ نے بھی گدگدی کرتے تبسم کے سنگ خضر کی سمت جھک کر چہک کے سنگ کہا تو دونوں کی پراسرار سی ہنسی افراح نے نوٹس کی اور وہیں سے دونوں کا صدقہ اتار گئی۔ جبکہ عریش بھی اب دادی کے پاس آیا اور پھر جنت کی طرف چلا گیا، نادم کو بھی اب سٹیج پر حرا کے ساتھ بٹھا کر ہی مہندی کی رسم ہونی تھی تبھی باقی سب بھی وہیں آ گئے تھے۔ عریش نے بھی اپنی جنت کو آنکھوں آنکھوں میں ہی دل میں اتار لیا تھا مگر دو ایسے چہرے بھی تھے جو حسن کی بلندی پر فائز تھے۔ مبشر کی نگاہیں مجال ہو جو عنیہ سے ایک لمحے کو ہٹی ہوں، اب تو وہ بھی اس بندے کے ایسے واروں سے کنفوز تھی۔ مبشر تو بس موقع ڈھونڈ رہا تھا کہ یہ نک چڑھی اسکے ہاتھ آئے مگر عنیہ جان بوجھ کر اس سے دو فٹ دور پائی گئی تھی۔ مہندی کا فنکشن حسب رسم ہی ہوا تھا۔ سب نے مسکراتے چہروں کے سنگ دونوں کو مہندی کے ساتھ ساتھ ہلدی بھی لگائی تھی۔ حرا کو آج نادم سے کوئی خوف نہ تھا مگر نادم کو ضرور خوف تھا، خود سے۔ یہ نازک سی لڑکی اتنے کم وقت میں اسکے حوصلے ڈگمگا گئی تھی۔ مگر وہ کسی صورت اپنے بدلے کو بنا دھکا کھائے چھوڑنے والا نہیں تھا۔ نا جانے اب یہ حرا کے ساتھ کیا کرنے والا تھا مگر جب کسی کے اعتماد کا خون کیا جائے تو بہت تکلیف دہ مرحلہ ہوتا ہے۔ شاید حرا کی زندگی میں ابھی رونا لکھا گیا تھا، اور نادم اپنی سفاکی اور درندگی دکھانے پر اپنی انا کے ہاتھوں

مجبور تھا۔ رسم کے بعد کھانا کھایا گیا تھا اور پھر سے دادی لوگوں کا پلین خضر کی طرف جانے کا تھا۔ مبشر کی دعائیں بھی رنگ لائیں اور اسے آخر کار عنیہ اکیلی مل ہی گئی تھی۔ وہ دادی کے لیے اندر سے دودھ لینے گئی تھی کیونکہ وہ رات کو بی پی کی گولی دودھ کے ساتھ لیتی تھیں۔ مہمان چلے گئے تھے اب لان میں بس گھر والے ہی موجود تھے۔ مبشر پہلے ہی اندر تھا جبکہ عنیہ کو علم نہ تھا کہ وہ اس سے ملے گی۔

****

"یہ لیں" ملازمہ کو مہرو نے عنیہ کے ساتھ ہی بھیجا تھا جو عنیہ کو فریج سے دودھ نکال کر دے رہی تھی۔

"بہت شکریہ، میں کر لیتی ہوں گرم" عنیہ نے اپنا باریک سا دوپٹہ گلے میں دوبار رول کیا اور خود ہی گرم کرنے لگ گئی، ملازمہ کسی کو دیکھتی ہوئی سر ہلا کر باہر گئی تو مبشر صاحب کچن کے دروازے کو پکڑ کر بڑی مشکوک نظر لیے کھڑے پائے گئے۔ دل چاہا عنیہ کا دم نکالے پر اسے وہ یوں آختیاط سے دودھ گرم کرتی ہوئی بہت پیاری لگی تھی۔

"رضیہ مجھے کافی۔۔۔" جان بوجھ کر مبشر نے ملازمہ کو پکارتے ہوئے اپنی ہانک روکی جب عنیہ اسکی بھڑک پر باقاعدہ ہڑبڑا کر پلٹی۔ وائیٹ شرٹ اور نیوی بلو ٹراوز پہنے وہ چینج کر چکا تھا۔ عنیہ نے سر کھجاتے ہوئے دوبارہ رخ پلٹا اور بمشکل اپنی ہنسی دبا کر گلاس شیلف پر رکھنے کے بعد کافی کے لیے پانی بھی رکھ چکی تھی۔

"میں بنا دیتی ہوں، کیا یاد کریں گے "عنیہ کی ایسی مہربانی پر تو مبشر کا دل سینے سے باہر نکلنے کو بے قرار ہوا تھا، ھائے وہ دن کب آتے جب وہ اس طرح پورے حق سے مبشر کے لیے کافی بنائے گی۔ من چلے کو تو شدید حسرت نے گھیرا۔ عنیہ کو دیکھتا ہوا وہ ہلکی سی مسکان دباتا اب شیلف سے لگ کر ہاتھ سینے پر باندھے عنیہ کو دیکھ رہا تھا جو اب مگ میں کافی سے بھری چمچ انڈیلنے کے بعد شوگر باول ڈھونڈ رہی تھی جو اسے مل بھی گیا تھا۔ ایک آوارہ سی لٹ بار بار عنیہ کے چہرے پر آکر عنیہ کو کم مگر مبشر کو زیادہ تنگ کر رہی تھی۔

"عنیہ اسے ہٹاؤ یار، ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے گا "عنیہ نے بے اختیار حیرت سے گردن موڑ کر یوں دیکھا جیسے صدمے میں ہو، وہ ہاتھ اٹھانے سے کچھ اور مطلب لے رہا تھا۔ عنیہ کا ایسا ہولناک تاثر دیکھ کر ہنسے بنا نہ رہ سکا۔

"ھاھا اس بت تمیز کا کہہ رہا تھا، جان نکل گئی تمہاری "خود ہی مبشر نے ہاتھ بڑھا کر وہ لٹ عنیہ کے کان کے پیچھے کی تو وہ جو پچھتا تاثر دے رہی تھی مبشر کے یوں کرنے پر جھینپ کر رہ گئی۔

" آپ ناں بات کی تشریح بھی بیان کر دیا کریں، مجھے ایویں ہارٹ اٹیک ہو جانا "عنیہ اب زرا خود ہی جگارانی بن کر بولی جس پر مبشر مزید قریب ہونے کی آرزو میں آگے بڑھا تو عنیہ نے نظریں اٹھا کر شدید گھورا۔

"عنیہ اتنے دن سے میں نے تمہیں تنگ نہیں کیا، کچھ تو رحم کر لو۔ تمہیں بھلے فرق نہیں پڑتا لیکن میں تو ابھی سے دن گن رہا ہوں "مبشر نے خود سے عہد کیا تھا کہ وہ عنیہ کے قریب نہیں جائے گا مگر اسے یوں قریب دیکھ کر وہ اپنا دل بیقرار ہوتا محسوس کر رہا تھا۔ عنیہ نے کافی بھینٹنے کی رفتار گھبرا کر تیز کی۔ دودھ تو گرم ہو چکا تھا اور پانی بھی بوائل ہو رہا تھا۔ عنیہ اب بھاگنا چاہتی تھی، وہ جانتی تھی کہ وہ اس شخص کے آگے اب ہار مان چکی ہے۔

مبشر کو بنا دیکھے وہ جلدی جلدی گلاس میں دودھ ڈال کر دل تک سہم بھی رہی تھی، مبشر اسکے فرار بھانپ چکا

تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ مگ میں پھینٹی ہوئی کافی کے بیچ پانی ڈالتی ایک ہی جھٹکا لگا اور اگلے ہی لمحے وہ مبشر کی بازوؤں کی ظالم گرفت میں تھی۔ اس اچانک افتاد پر جہاں مبشر حد درجہ سنجیدہ تھا وہیں عنیہ کا چہرہ فق ہوا۔

"کیا میں اتنا برا ہوں کہ تم مجھ سے بھاگ کر خوش رہتی ہو، حرا کی ولیمے والی رات میری واپسی ہے، پھر تمہیں پورا سال میری شکل اور یہ گرفت نصیب نہیں ہونی" مبشر کی بڑھتی نزدیکی اور بے لگامی عنیہ کو لرزا رہی تھی۔ عنیہ ایک دم سرد سی ہو گئی تھی، اسکا دل یہ شخص ایک لمحے میں جکڑ گیا تھا۔ یہ اس سے کیسا تقاضا کر رہا تھا، عنیہ کا تو خوف سے برا حال تھا۔

"مبشر یہ کیا کر رہے ہیں آپ، پلیز چھوڑیں کسی نے دیکھ لیا تو" عنیہ اسقدر بے جان تھی کہ اسکی آواز تک خلق میں اٹکی ہوئی تھی۔ مبشر آج چاہتا تھا کہ وہ اس سے بھاگے مت، کوئی نہیں تھا یہاں جو آتا۔ ملازمہ بھی باہر جا چکی تھی۔

"تم کسی کے دیکھ لینے کے ڈر سے اپنے شوہر کو تڑپتا چھوڑ رہی ہو عنیہ، سب کی بہت پرواہ ہے مگر میری کب کرو گی" اب کی بار بے خودی کے ساتھ ساتھ تلخی کا عنصر تھا، مبشر کے ارادے بہت خطرناک تھے۔ عنیہ کا دل بند ہو رہا تھا، مبشر بہت تاسف زدہ ہوئے اس کے چہرے کو بغور دیکھتا بولا تو وہ مزید کچھ بول نہ سکی۔

"مبشر، پلیز" اس سے پہلے کہ وہ مزید ساری حدیں پار کرتا، عنیہ کے اسکی کمر سے شرٹ جکڑ کر آنکھیں بند کیے التجاء کی۔ وہ کوئی گستاخی کرنے سے پہلے رکا، عنیہ کا تباہ کن خوف سے مزین ضبط دیکھ کر مسکرایا اور اسکے چہرے پر پیار سے بھری نظر ڈالے پوری شدت سے اسے خود میں محلول کر گیا۔ خود عنیہ اسکے اس انداز میں مبشر کی

باہوں میں جکڑ کر رہ گئی تھی۔ اسکی محبت اور تڑپ اسکے عنیہ کو جکڑنے کے انداز سے جھانک رہی تھی۔ خود عنیہ اس ظالم گرفت میں ایک پل کے لیے مبشر کے وجود میں سمٹ کر رہ گئی تھی۔

"آئی لو یو عنیہ، بہت پیار کرتا ہوں تم سے۔ اور نہیں جانتا کہ یہ عرصہ تمہارے بن کیسے گزاروں گا، کاش میرے بس میں ہوتا تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا۔ تم میرے لیے دعا کرنا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاوں، پھر تمہیں ایک پل خود سے دور نہیں رہنے دوں گا۔ میں کوئی حد پار کرنے کا سوچ بھی لوں تو مجھ سے یہ نہیں ہو گا، میرے لیے تمہاری رضا عزیز ہے۔ میں چاہتا ہوں جب تم مجھے آفیشلی ملو تب تمہیں سپیشل اظہار دوں۔ تب تک تم مبشر کا یہ جاندار ٹائیٹ ہگ مس کرنا، ممکن ہے کل یوں تم سے مل نہ پاوں اس لیے ابھی سے کہہ رہا ہوں کہ اپنا خیال رکھنا۔ کبھی کبھی مجھے اپنی آواز اور صورت دیکھاتی رہنا، میں آیا تو خالی تھا مگر جاتے ہوئے دل میں تمہیں بھر کر لے جا رہا ہوں۔ کچھ بھی ہو جائے یاد رکھنا کہ تم مبشر احمد کی زندگی ہو، اسکی خواہش اور اسکا عشق ہو" گرفت مضبوط سے مضبوط ہوئی تو مبشر اس پری کو بے حد دیوانگی سے کہتا گیا، عنیہ تو اس سب کے بعد مزید صدمے میں تھی۔ یہ مبشر نے کیا کر دیا تھا، اس گرفت میں ایسا کیا تھا کہ عنیہ کا سانس پھر سے بحال ہو گیا تھا۔ وہ مبشر کی دیوانگی پر سراپا حیرت تھی، کوئی اتنا پاگل اور دیوانہ کیسے ہو سکتا ہے۔ خود مبشر کو لگا اسکی تڑپ میں کمی آ گئی ہے، وہ تو یوں بے جان تھی جیسے مبشر نے چھوڑ دیا تو لہرا کر گر پڑے گی۔ کتنی دیر وہ اس طلسم کو جاری رکھتا چلا گیا اور پھر نا چاہتے ہوئے بھی اس نازک سی عنیہ کو خود سے الگ کیا جو نم آنکھوں کے سنگ آج کسی دکھ کے باعث نہیں بلکے صرف رشک سے مبشر کو دیکھ رہی تھی۔ بس اتنی سی تو چاہت چاہتا تھا وہ، اور وہ کتنا

سہم رہی تھی۔ مبشر نے بنا کسی سوچ بچار کے عنیہ کا چہرہ پکڑا اور اسکے چہرے پر جھک کر محبت لکھ کر عنیہ کے وجود کو لرزا چکا تھا۔ وہ اب مزید مبشر کو دیکھتی تو شاید خود گر پڑتی۔

"مجھے بھاگنے کے لیے معاف کر دیں، میرا آپکو دکھ دینے کا مقصد نہ تھا۔ اینڈ آئی مس یو ٹو، آپ کی ہی ہوں" شاید عنیہ کے یہ لفظ مبشر کے دل کی رہی سہی تڑپ بھی ختم کر گئے تھے۔ وہ گویا جھجک اور لرز کر بولی تھی مگر مبشر کا دل آسودہ ہو کر ناچ اٹھا تھا۔ وہ عنیہ کو نثار ہوتی نظروں سے دیکھ رہا تھا جو اب جانے کے لیے ہاتھ چھڑوانے کی درخواست کر رہی تھی۔

"میری ہی رہنا، اب تم مجھے کافی ایک سیپ بھر کے دو، کہتے ہیں یوں محبت بڑھتی ہے۔ میری تو شدید ہے، میں چاہتا ہوں اس نک چڑھی کو بھی شدید ہو جائے" مبشر کا چہرہ فوراً سے پہلے شریر ہوا اور اب کی بار عنیہ اسکی بات پر دل سے ہنسی اور کافی کے مگ میں تھوڑا ملک اور پانی ڈال کر چمچ ہلاتی مگ پکڑے مڑی۔ مبشر پیار لٹاتے انداز میں عنیہ کو دیکھ رہا تھا جو اب مگ سے ایک سیپ بھرے ہنسی دبا کر اسے پکڑا چکی تھی۔ مبشر نے مگ لیا تو جان کے اسکا ہاتھ بھی ساتھ پکڑا تو پھر سے عنیہ شرم سے لال سا مسکرائی۔ مبشر نے پر اسرار سے سمائیل کے سنگ مگ موڑ کر اسی سمت سے کافی کا سیپ بھرا جہاں سے عنیہ نے یہ عنایت کی تھی۔ اب تو عنیہ کی ہنسی خود چھوٹی تھی اور وہ فوراً سے مڑ کر دودھ گلاس میں ڈالے نکلنے لگی مگر پھر سے مبشر نے ایک ہاتھ سے اسے روکا۔ اب کی بار عنیہ نے ہار مان لی اور گلاس سمیٹ مبشر کی سمت مڑی جو بڑے شاہانہ انداز میں اپنی گال پر انگلی رکھ چکا تھا۔ عنیہ جانتی تھی اب یہ مشکوک لگ رہا ہے اور اس سے پہلے کہ خود حق وصول کرتا، عنیہ نے پیروں کے بل تھوڑا اٹھ کر اسکی گال پہ پیار دیا اور بنا اس سے نظریں ملائے باہر بھاگی، مبشر تو اب اپنی گال بلکل دھونے والا نہ تھا۔ آخر کار

محبت کا ذائقہ چکھا تھا محترم نے، آج تو ہواوں میں تھے۔ آج عنیہ بھی رحم دلی کر گئی تھی، کیونکہ یہ پگلا اسے بھی اب بے حد عزیز تھا۔ مبشر بھی دلفریب سا ہنستا ہوا باہر ہی نکل گیا۔ وہ سب ایک گھنٹہ مزید رکے اور پھر واپس آ گئے۔

****

"ہیپی انیورسری او ور ہینڈسم اینڈ گریس فل کپل" خضر کا گھر رات کی اس تاریکی میں اتنے سارے پیاروں سے چمک اٹھا تھا، اب مری جا کر اینورسری منانے کا وقت بلکل نہ تھا لہذا آج ہی سب نے یہ خوشی بھی سیلیبریٹ کرنے کی ٹھان لی تھی۔ کیک بہت ہی شاندار تھا جو پیاری دادی نے سپیشل افراح اور زیان کے لیے بنایا، اس پر روشنی کے چھرنوں والی کینڈلز نے تو لگ کر سماں باندھ دیا تھا۔

عریش موہنے ہنستے انداز میں کیک سے پھوٹتی روشنی کے سنگ ٹرالی لایا جس میں اسکا ساتھ اسکی دی بیوٹی فل وائفی نے دیا۔ عنیہ اور آئرہ نے باقاعدہ ہوٹنگ کی اور سب نے ایک ساتھ کھڑے ہو کر والہانہ محبت کے سنگ تالیاں بجائیں۔ افراح اور زیان نے بھی ایک دوسرے کو ٹائیٹ ہگ کر کے اپنی خوشی بڑھائی اور پھر باری باری سب نے لپٹ کر دونوں کو زندگی بھر خوشی سے ساتھ رہنے کی دعائیں دے ڈالیں۔

"اللہ تم دونوں کو ہمیشہ ایک ساتھ ایک دوسرے کی خوشی کا وسیلہ بنا کے رکھے، میرے لاڈلے بچے" دادی جان تو اپنے سب ہی بچوں پر قربان تھیں مگر یہ بڑا کپل تو کنیز دادی کی رگ جان تھا۔ افراح نے بھی لاڈو رانی بنے اپنی باہیں کھول کر دادی سے حق کے ساتھ لپٹ کے بے شمار پیار وصول کیا جس پر باقی سب کے چہروں پر بھی خوش ہمک رہی تھی۔

"آمین ثم آمین، بس برادر بس آپو اب زرا ہمیں آپ لوگ گڈ نیوز سنا دیں یار میرا ابھی دل چاہتا کہ میں ماموں، چچا بنوں" سب کی ہنسی تو اس وقت شریر ہوئی جب جناب آفت کی پلٹوں عریش نے کن آکھیوں سے زیان اور افراح کو دیکھے ساتھ ہی سر کجھا کر خواہش ظاہر کی۔ دادی تو اس بات پر پھر سے اپنے سپیشل کپل سے لپٹ کر نثار ہوئیں۔ آئرہ بھی افراح کو اب ٹائیٹ سا ہگ کیے بہت سارا ہنسی، جبکہ عنیہ صاحبہ تو مسکرا کر خضر کے بازو سے لگی دانت نکال رہی تھیں۔

"ھاھا ان شاء اللہ کیوں نہیں، ضرور آئے گا یہ وقت بھی۔ جب میں اپنے زیان، عریش اور خضر کے بچوں کو دیکھوں گی" دادی جانی تو سب سے فاسٹ نکلیں جس پر عریش نے پھیلتے ہوئے جنت کو دیکھا جو پھر سے شرم و ادا کی تازی فیکٹری لگی، اور یہ شرمانا دل تک تار چھیڑ گیا تھا۔ افراح اور زیان نے بھی دادی کی بات پر ایک دوسرے کی سمت محبت پاش نگاہیں مرکوز کیں تو سب ہی ان کی اس محبت پر سراپا رشک ہوئے۔ اور پھر آئرہ نے اچانک رخ پھیرا تو خضر صاحب بھی دیکھنے کا دل پسند مشغلہ فرماتے دیکھائی دے تھے۔ خضر کے ہونٹوں پر دبی مسکراہٹ صاف صاف تھی جو آئرہ کو دل تک ہنسا گئی۔

"آمین، چلیں بھئی کیک تو کاٹیں آپ۔ دادی نے دنکو ہی بنا دیا تھا، افف لگ تو یہی رہا۔ آفٹر آل میری دادی جانو نے بنایا کوئی مزاق تھوڑی" سب کو اپنے اپنے انداز میں محبت لٹاتے دیکھ کر عنیہ صاحبہ ہی سبکو متوجہ کرتیں میدان میں اتریں۔ واقع کیک اتنا پیارا تھا کہ اسکو کاٹنے کا ذرا دل نہ کیا تھا مگر پھر سب کی ہنسی اور مسکراہٹ کے سنگ افراح اور زیان نے اپنی پہلی اینورسری کا کیک کاٹا، ایک بار پھر پورے لاونچ میں بشاش انداز کے سنگ آئرہ، عریش اور عنیہ نے ہوٹنگ کی اور کئی دلگیر سے قہقہوں کے بیچ بادشاہ اور ملکہ جیسے دیکھائی دیتے زیان اور افراح کا یہ خاص دن پوری شان سے منایا گیا۔ ایک دوسرے کے تو وہ پہلے ہی ہو چکے تھے، ایک دوسرے کو مکمل کرتے وہ بہت پیارے لگتے تھے۔ خضر اور آئرہ دونوں نے بے حد دعائیں لٹائیں، پھر جنت اور عریش نے دعاوں کے خزانے عطا کیے اور آخر پے عنیہ نے زوردار طریقے سے اپنی خوشی کا اظہار کیا۔ کتنے مکمل تھے یہ سب، بظاہر خوش مگر ہر اک کے دل میں کہیں نہ کہیں دکھ کا سمندر مگر پھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ پر پورے ایمان سے راضی۔ دادی کی زندگی روز بروز اپنے بچوں کی خوشی سے بڑھ رہی تھی، ان کے پاس شاید اس دنیا کی سب سے بڑی نعمتیں تھیں۔ آج عنیہ کا دل بھی اپنے دیوانے کا ہو گیا تھا، وہ کہیں دل سے مبشر کے سحر میں جکڑ چکی تھی۔ اس نے کب سوچا تھا کہ کوئی یوں ہوا کے جھونکے کی طرح آئے گا اور اسے اپنے نام لگا جائے گا۔ وہ ابھی سے عنیہ کا دیوانہ تھا تو پھر وہ جب پورے حق سے اسے ملے گی تب تو جناب کی دل سے باہر گرتی بیقراری قابل دید ہونی تھی۔ خضر کا دماغ اور دل کہیں ضامن میں اٹکے تھے، جب تک یہ سارے حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے وہ یونہی الجھا رہنے والا تھا۔ گو اسکے ارد گرد خوشیوں کی فراوانی تھی اور پہلو میں دل کی طرح دھڑکتی شربتی تھی مگر پھر بھی وہ ہمیشہ سے ایسا ہی حساس رہا تھا۔ کہیں اندر سے وہ بھی مہرو جیسا تھا، کبھی کبھی یوں لگتا تھا کہ مہرو کے مزاج کی ساری نرمی ہی انکے تین بچوں میں اتر گئی تھی اور جلال کے مزاج کا سارا اکڑ وابن ضامن پر

اثر کر گیا تھا مگر حقیقت میں ضامن بھی اندر سے مہرو جیسا ہی تھا۔ اب دیکھنا تو یہ تھا کہ کیا ضامن اور مینا اپنے راستے سے انحراف کر کے ایک دوسرے کو چنتے ہیں یا پھر انھیں ایک غدار کی موت مرنا ہی قبول ہے۔

****

گو شادی کے فنکشنز اور پھر رات دیر تک اینورسری پارٹی کے بعد سب کافی تھک چکے تھے لہذا سونے چلے گئے۔ عنیہ کی نیند تو آج کوئی بہت قریبی لے اڑا تھا۔ وہ بار بار مبشر کو سوچ کر خود پر مسکراتی رہی۔ دادی تو عشاء کی نماز کے بعد سو گئی تھیں مگر عنیہ سونے کے لیے لیٹ جانے کے باوجود جاگ رہی تھی۔ محبت کے وجود کو سمجھنا عنیہ کو زرا مشکل نہ لگا، وہ ویسے بھی اپنی عمر سے زیادہ سمجھدار تھی۔ اسکی دادی نے اسکی پرورش یوں ہی کی تھی کہ کچھ بھی حالات ہوں اسے ہر چیز کے لیے ریڈی کیسے ہونا چاہیے۔ شاید عنیہ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنا انڈرسٹینڈنگ اور فلیکسیبل نہ ہوتا۔ اسے مبشر کی محبت آج واقعی دل سے محسوس ہوئی تھی، وہ ابھی سے کتنا سچا لگتا تھا۔ عنیہ کو لگا جیسے وہ مبشر کے ساتھ ہمیشہ سے جڑی ہوئی تھی، ایک تبسم کی لہر تھی جو اس نازک سی عنیہ باجوہ کے ہونٹوں پر سرکتی چلی گئی۔ یہ ساری مدہوش اور دل آفرین سی سوچیں ایک ٹیکسٹ میسج پر منتشر ہوئیں۔ عنیہ نے میسج دیکھنے کے لیے فورا بیقراری سے آنکھیں کھول کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے فون اٹھایا۔ ایک محتاط سی نظر دادی پر ڈالی جو کڑوٹ موڑے لحاف کیے سو رہی تھیں۔ عنیہ جانتی تھی کہ رات کے اس وقت ایک ہی بیقرار دھرتی پر اسکا منتظر ہے، تحیر سے کھلی آنکھوں نے فون پر چمکتے ون ان ریڈ میسج کو اوپن کیا تو دل میں کچھ ہوا۔

"آئی نو آج میں زرا زیادہ فری ہو گیا تھا لیکن تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ میں کتنا خوش ہوں۔ اتنا خوش اتنا خوش کے بتا نہیں سکتا، ممکن ہے تم سو چکی ہو لیکن میں سونے سے پہلے اپنی خوشی کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ تھینک یو سوچ، یاد رکھنا کہ اس دنیا میں مبشر تم سے سب سے زیادہ محبت کرتا ہے اور کرے گا۔ آئی لو و یو سو مچ، اینڈ گڈ نائیٹ مائی لوولی وائف" میسج بہت جذباتیت سے لکھا گیا تھا اور آخر میں ون ریڈ ہارٹ یوں تھا گویا پگلے نے اپنا دل ہی نکال کر بھیج دیا تھا۔ عنیہ کی آنکھیں اور ہونٹ دونوں مسکرائے، بہت دھیان سے وہ بنا جواب دیے فون بند کیے واپس رکھ کر زیر لب شریر شرمیلی سی مسکان سجائے آنکھیں بند کر گئی۔ اب اسے ممکن تھا اچھی نیند آ ہی جاتی، کیا تھا یہ پگلا؟ عنیہ بند آنکھوں سے بھی ہنس دی تھی۔

دوسری طرف زیان نے اپنی حسین سی افراح کے گلے میں بہت ہی پیارا پینڈٹ پہنا کر محبت سے اسے اپنے روبرو کیا جو زیان کی آنکھیں پوری دلبستگی سے دیکھ رہی تھی۔ بلا تاخیر کیے وہ افراح کی پیشانی پر محبت رکھتا ہوا اس حسن کی ملکہ کا پور پور مہکا گیا تھا۔

"بہت خوبصورت ہے یہ، تھینک یو میری جان کے ٹوٹے" افراح صاحبہ بھی زرا شریر ہوتیں زیان کے چوڑے سینے میں جا سمٹیں۔ کتنا شفیق تھا وہ، کہ جیسے آسمان پر نئے اڈتے بادل۔ افراح اور زیان کی خوشقسمتی کا ادراک اسی سے لگایا جا سکتا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے تھے۔

"اصل خوبصورتی تو میری دبنگ وائفی کے پاس ہے، سچ میں افراح میرا دل چاہتا ہے میں بہت ساجیوں اور یونہی تمہارے لیے خوشیاں سمیٹتا رہوں۔ میری بے رنگ زندگی میں آنے والی بہار، اور زیان فاروقی کا اصل قرار

صرف تم ہو" شدید دل پسند انداز کے سنگ وہ بہت آہستگی سے ایک دوسرے کے وجود کا حصہ بن گئے تھے۔
رات کٹ رہی تھی اور محبتیں بھی سوچ سے بڑھتی جا رہی تھیں۔

****

"بہت مس کیا تمہیں، اور لوگوں نے کیا یا جان چھوٹنے پر شکر ادا کیا" عریش دل بہکانے کی حد تک نازک انداز لیے جنت کے گرد اپنی باہیں حائل کیے آئینے میں جنت کا مخملی حسن دیکھ کر شریر ہوا جو اس دلکش سی قید کی اسیر قیدی ہو کر نہال تھی۔ جنت کے لمبے بال اسکے ایک طرف آگے ڈھلکے تھے اور دوسری طرف عریش ٹھوڑی اٹکائے اسے ظالم انداز میں دیکھ رہا تھا جو اس قربت میں موم کی طرح پگھل جاتی تھی۔ عریش کی بات پر جنت کی لرزتی پلکیں اٹھ کر آئینے سے ٹکراتی ہوئیں خود کو قید کرتے عریش سے ملیں تو شرم و ادا کا پیکر بن گئیں۔

"میں کیوں شکر ادا کروں گی، مجھے تو یہ لمحے زندگی دیتے ہیں" جنت ابھی بھی عریش کی نزدیکی میں مکمل پر اعتماد نہ تھی، عریش ایسی دل کو چھو جانے والی بات سن کر اپنا متبسم چہرہ مزید آفت کیے گرفت زرا شدید کر چکا تھا۔ جنت کا دل بری طرح لرزا تھا، وہ عریش کو خود بہت مس کر رہی تھی مگر اب جب وہ یوں قریب تھا تو اسے لگا جیسے جسم سے جان نکل جائے گی۔

"سچ میں؟" عریش کو جنت پر غضبناک پیار آرہا تھا کیونکہ یہ کانپتی ہوئی بے انتہا حسن کی ملکہ پر وہ جلد از جلد مکمل اجارہ داری چاہتا تھا۔ زندگی کی مہلت نا جانے کب ختم ہو جائے تبھی تو وہ چاہتا تھا کہ وہ جنت کے ساتھ اپنے رشتے کو آگے بڑھائے۔

"سچ میں" جنت نے عریش کو دیکھ کر محبت سے کہا جس پر وہ بے خود سا ہوا اور جنت کی گردن سے رہے سہے بال ہٹا کر بہت پیار سے اسکو چھوا جو عریش کے یوں کرنے پر واقعی اپنی آنکھیں سختی سے بند کیے بے اختیار اپنی سانس کی بے لگامی بحال کرتی روبرو آئی۔ عریش اسکو محبت کی حد لیے اپنی آنکھوں کے گوشے میں اتار رہا تھا اور وہ چاہتی تھی کہ یہ لمحے اس سے زیادہ نازک نہ ہوں ورنہ وہ یہیں اپنے ہوش گنوا دے گی۔ عریش نے اب کی بار اپنا ہاتھ جنت کی کمر کے گرد ڈال کر اسے قرین قلب کیا اور ایک ہاتھ سے اسکے دہکتے حسن سے مزین چہرے کو چھوا۔ چھونے پر پھر سے جنت کی آنکھوں نے کسی نشہ آوار طلسم کی صورت بدلی تھی۔ وہ ہاتھ اس چہرے پر بھٹکتا جا رہا تھا، اور وہ عریش کے جادو کے زیر اثر آکر اپنے حواس شل ہوتے محسوس کر رہی تھی۔

"تم بہت خوبصورت ہو جنت، بے حد حسین۔ ایک ایک نقش پر صدیوں ٹھہر سکتا ہے عریش، کئی سال تمہاری آنکھوں پر لگ سکتے ہیں۔ کئی زمانے ان گلاب ہونٹوں کی مداح سرائی کی نظر ہو جائیں تو بھی کم ہیں۔ آج تک مجھے کوئی لڑکی ایسی پیاری نہیں لگی جیسی تم ہو، تم ہر طرح سے میرے دل کو جا لگتی ہو۔ میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کے مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے" وہ ہاتھ ان ہونٹوں پر آرکا تو جنت کا دل بھی عریش کی دل روک دینے والی بات پر لرزا، محبت زدہ لمس کی بخشش بے حد دل آفرین تھی۔ اور اسکا حسن عریش کے اظہار نے مزید روشن کیا تھا، جنت کا چہرہ واقعی اس اظہار پر کسی سویرے کی پہلی کرن کا روپ دھار گیا تھا۔ لمس کی بارش مزید تیز ہوئی اور

ہوتی چلی گئی، وہ رکنا نہیں چاہتا تھا، اور جنت اس کے آگے اول دن سے قربان تھی۔ عریش نے پھر سے جنت کی نگاہوں میں جھانکا اور وہ یوں تھی جیسے کسی کو اسکی کائنات تھما دی گئی ہو۔ پوری شدت سے وہ جنت کو اپنے سینے میں لپٹا کر بے قراری کا برملا اظہار کر گیا تھا اور وہ بھی عریش پر فدا اور واری ہوتی ہوئی اپنے ہاتھ عریش کے گرد باندھ کر مسکرائی تھی۔ گو ایسی ظالم، بے اختیار اور لرزاں خیز گھڑی میں مسکان بھی کہیں روپوش ہو جاتی تھی مگر وہ اپنے اس سکھ پر دل سے راضی تھی۔

"مجھے تم سے بہت محبت ہے جنت، میں رہوں نہ رہوں میرے دل پر صدا تم لکھی رہو گی۔ بائے داوے تھوڑی جگہ اپنے بچوں کے لیے بھی رکھی ہے۔ چار تو لازمی ہونے چاہیں" پہلی بات پر عریش نے دیکھا کہ جنت روہانسی سی ہوئی تبھی اضطراب میں لپٹا وہ اسے اپنے سامنے کیے شرارت کرتے بولا جس پر وہ تمام تر اداسی کے مسکرا دی تھی۔

"چار پھر بچے ہی رکھیے گا جنت تو پھر دیکھائی نہیں دینی کہیں" منہ بسورے وہ یہ نازک بات مزید آگے بڑھائے بولی تو عریش صاحب ایک بار پھر عاشقانہ ہو کر اسکے چہرے کے مقابل ہوئے۔ سانسوں کی تپش اخیر حد تک پاگل تھی۔

"بس دو۔ چھوٹی سی فیملی، اب اتنا ظالم بھی نہیں ہے عریش۔ میں تو کہتا ہوں ایک کا بھی کیا رسک لینا، تم تو پلاسٹک کی گڑیا ہو یار" اب تو جنت کو ایسی بات پر غش سے اٹھے، بچاری کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے اور چہرے پر بے شمار گھبرائے رنگ اترے۔ پلاسٹک والی بات پر وہ عریش کو یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ اسے زیادہ ہی نازک سمجھ رہا اور مزاق اڑا رہا ہے۔ تبھی وہ گالوں کو پھلا چکی تھی۔

"اب ایسی بھی نہیں ہوں عریش" ناچاہتے ہوئے عریش کی شرارتی آنکھیں دیکھ کر وہ بھی سمٹ کر عریش کے سینے میں چھپ گئی۔

"مطلب تم راضی ہو، دیکھ لوں پھر کتنی نازک ہو" ایک تو اس بندے کی ہر بات دھڑلے سے کہہ دینے کی عادت بچاری جنت کو شرم سے پانی پانی کر جاتی تھی، سینے میں چھپی ہونے کے باعث وہ اپنی بتیسی نکال چکی تھی۔

"آپ بہت آفت ہیں" فوراسے بیشتر وہ عریش کے سینے سے ہٹ کر شرمیلی سی مسکان کے سنگ دور ہٹی تو عریش بھی مسکراتا ہوا جنت کے قریب ہوا۔ جنت نے ہونٹوں کا کونا دانت میں دبائے مزید قدم پیچھے ہٹائے تو عریش صاحب سارا فاصلہ ایک ہی بار طے کرتے شرم کی دکان تک پہنچے۔ پیچھے دیوار تھی اور جنت قید کی جاچکی تھی۔

"اس آفت کا حل تم ہو، سلجھادو مجھے" جنت نے بھینی مسکان کے سنگ عریش کے سینے پر ہاتھ رکھے دھکیلنا چاہا مگر عریش اسکا وہی ہاتھ پکڑے دیوار سے لگا چکا تھا۔ جنت کا رنگ پھر سے اڑا، وجود میں چیونٹیوں کی حرکت سی ہوئی۔

"ابھی نہیں" جنت نے بمشکل آواز نکالی، عریش کے چہرے پر پر اسرار سی مسکان ابھری۔

"آپائنٹمنٹ لینی ہو گی کیا؟" عریش نے ہلکا سا منہ بسور کر کہا جس پر جنت دوسرے ہاتھ سے عریش کو پرے کرتی ہنستی ہو گرفت سے باہر نکلی مگر عریش اسکا ہاتھ ایک ہی جھٹکے سے کھینچ کر پھر سے قریب کر چکا تھا۔

"ابھی مجھے کچھ ہو جائے گا عریش، آپکا حکم سر آنکھوں پر مگر میرے دل کو پتا نہیں کیا ہو رہا۔ میں آپ کا زیادہ امتحان نہیں لوں گی مگر کچھ دن اور" جنت یہ بات عریش کی آنکھوں میں دیکھ کر نہیں بول پائی تبھی وہ پلکیں لرز اٹھی تھیں، عریش نے محبت سے بھرے انداز میں اسکا جھکا چہرہ اوپر کیے اسکی پیشانی پر شدت درج کیے اسے اسی لمحے پوری دلفریبی سے سینے سے لگایا تھا۔

"جیسا تم چاہو، تم جتنا بھی وقت چاہتی ہو میں تمہیں پوری خوشی سے دوں گا مگر مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنی بات بلا جھجک کہی۔ یہی چاہتا ہوں کہ تم مجھے یونہی سب کہو، اور بلکل گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے تم ایک پیارے سے رحم دل عریش کی بیوی ہو، اور اسے جان سے پیاری ہو" عریش کا مہربان ہونا جنت کا دل بے حد خوشی سے جوڑ گیا تھا، اسے عریش کے ایسا کرنے پر بے حد پیار آیا تھا۔ تبھی تو اب جنت کی طرف سے بھی گرفت میں شدت آئی جس نے اس شہزادے جیسے من چلے عریش کو بھی فرحت انگیز جادوگر سی مسکان دی تھی۔ ایک دوسرے کی خوشی کو اہم رکھنا ہی رشتے کا افضل اور اصل حسن تھا جو عریش بخوبی جانتا تھا۔

****

"کل مینا اور ضامن کی ملاقات کروا دیں گے، وہ اس سے ملنا چاہتی ہے۔ کتنی عجیب بات ہے ناں آئرہ، کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کے باوجود ایک دوسرے کو غلط راہ سے روک نہیں پائے۔ محبت تو راہنمائی کرتی ہے، پھر کیسے یہ چپ چاپ سفاکی سے دیکھتی رہی" خضر بیڈ پر سیدھا لیٹا تھا اور آئرہ اسکے کندھے سے لگی اسکے

سینے پر سر اور ہاتھ رکھے بلکل خاموش اور پر سکون تھی۔ خضر کے لہجے میں آن کہا سا دکھ تھا، اسے مینا اور ضامن کے لیے برا لگ رہا تھا۔

"محبت تو اپنے ذمے مسیحائی لیتی ہے لیکن اگر انسان محبت کو اسکا حق نہ دے تو وہ تمام شدت کے راہنما نہیں بن پاتی۔ تم مت سوچو اتنا، جو بھی ہو گا ان شاء اللہ بہترین ہو گا" آئرہ نے زرا سا چہرہ اٹھا کر خضر کے بے تاثر چہرے کو دیکھ کر ہاتھ رکھے اپنی جانب کیا جس پر وہ کچھ لمحے بنا رکے آئرہ کو دیکھتا رہا۔

"ان شاء اللہ، تم جانتی ہو کہ میرا دل بہت بے چین ہے" خضر نے تھوڑی سئ کروٹ بدل کر مکمل اپنا رخ آئرہ کی سمت کرتے ہوئے کہا جس پر آئرہ کی محبت میں ڈوبی آنکھیں بھی ہلکان سی ہوئیں۔

"جانتی ہوں، خود سے جڑے بہت سے اپنوں کے دکھ تم پر اثر انداز ہیں۔ کیا کروں تم ہو ہی ایسے، میرے ہلکان سے مسٹر ہنڈسم" آئرہ بھی اسکی بازو پر سر رکھے بات کے اختتام تک خضر کے بالوں میں انگلیاں پھیرے وہ ہاتھ اسکی گال تک لائی جو اک لمحہ ضائع کیے اسکا وہی ہاتھ شدید اداس سی مسکان سے چوم چکا تھا اور وہیں سے آئرہ کو خود میں سمو گیا۔

"لیکن میرا اقرار بھی میرے پاس ہے" وہ آئرہ کو یوں خود میں سمیٹے ہوئے تھا جیسے کوئی بچہ ڈر کے باعث اپنے کسی من پسند کھلونے کو سینے میں چھپا لیتا ہے۔ آئرہ نے مسکرا کر چہرہ تھوڑا پیچھے کیا اور پھر سے اسکی بازو پے سر رکھے خضر کی سیاہ آنکھوں میں جھانکی۔

"بس قرار؟" آئرہ سے اس بندے کی زرا اداسی نہیں سہی جاتی تھی، تبھی وارفتگی بڑھائے وہ خضر کے ہونٹوں کے قریب ہاتھ رکھے شریر ہوئی۔

"سب کچھ، سکون، آرام، میرا چین، میرا ہوش میری زندگی کا واحد سکھ" خضر نے آئرہ کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر اسکے بالوں کو پھر سے چھوا، آئرہ کی ہنسی بڑھی۔ جیسے ہی وہ اسکے بالوں کے قریب انکی خوشبو خود میں اتارنے بڑھا تو سانسوں نے بے ہنگم تکرار کرتے ہوئے واویلا مچا ڈالا۔ دونوں ظالم سے سنجیدہ ہوئے، آئرہ نے خود ہی چہرہ پھیرے عنایت فرمائی۔

"کیا ملتا ہے تمہیں ان فضول بالوں میں، یار اتنے ڈرائے ہو رہے ہیں۔ سوچ رہی ہوں کل دادی سے اچھا سا تیل لگواوں" آئرہ خود ہی بتاتی ہوئی ہنس پڑی تو ایک دلگیر سی مسکان خضر کے چہرے پر بھی تباہی مچا گئی جواب شرارت سے آئرہ کے بالوں کی چند لٹیں اسکے چہرے پر پھیر رہا تھا اور وہ مسلسل ہنس رہی تھی۔

"مجھے اچھے لگتے ہیں، یہ تم پر سجتے ہیں" خضر سے ایسی تعریفیں سن کر وہ مزید تجسس زدہ ہوئی۔ دل چاہا کہ یہ ساحر اسکی مزید تعریف کرے۔ آئرہ کی آنکھیں مدہوش ہوئیں، خضر بھی ٹھٹکا۔

"اور کیا سجتا ہے مجھ پر؟" آئرہ نے ہنوز بے گانگی اوڑھ کر کہا اور اب آئرہ بلکل سیدھی بیڈ سے جا لگی اور خضر تھوڑا اٹھ کر اس پر آہستگی سے جھکا۔ آئرہ خود پر خضر کی نرم نگاہوں کا سایہ دیر تک چاہتی تھی، خضر نے مزید جھک کر اس چہرے پر محبت کا لمس رکھا اور اسکی پیشانی پر ہاتھ پھیرے بال ہٹائے مسکرایا۔

"یہ شربتی آنکھیں، میں گلابی گالیں، یہ نازک ہونٹ، یہ چہرہ، یہ رنگ یہ روپ یہ دل، یہ وجود اور یہ خضر کی محبت ہونا۔ سب سجتا ہے تم پر، ہمیشہ سجے گا" اب تو دوری کا اس اظہار پر کوئی سوال نہیں بنتا تھا، آئرہ نے دونوں بازو خضر کی گردن میں ڈالے اب کی بار پوری محبت سے گرفت جمائی تھی۔ اور وہ بھی آئرہ کے اس دبنگ اور پر اعتماد انداز پر مسکراتا ہوا نازک سی باہوں میں قید ہو گیا۔ آئرہ نہیں چاہتی تھی کہ اب اسے اتنی جلدی چھوڑے، وہ بھی ہنستا ہوا اب کی بار پھر سے پرے سر کتا بیڈ سے جا لگا اور وہ پگلی اب اسکے سینے سے ہنوز ویسی لگ کر بھینی بھینی ہنسی کے سنگ اپنی آنکھیں بھی بند کر گئی۔ خضر نے بھی مزید کسی شرارت کے باہوں کا حصار مضبوط کرتے ہی آنکھوں کو بند کر دیا۔ ایک دوسرے کا ساتھ ہی دونوں کی مضبوطی اور خوشی تھی اور یہ بات دونوں ہی بخوبی جانتے تھے۔

****

بارات پر بھی خوب چہل پہل اور رونق رہی تھی، فائنلی آج حرا اس گھر کو چھوڑ کر نادم حسین کے پاس جانے والی تھی۔ کیا ہونے والا تھا اب جب نادم حسین کے بدلے کا وقت شروع ہو رہا تھا۔ کیا وہ باہر سے بے حس شخص اندر سے واقعی اتنا بے رحم تھا جتنا وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔ اسکے ساتھ آج تک جو کچھ ہوا اس میں حرا کا کہیں کوئی قصور نہ تھا پھر بھی وہ اپنی محرومیوں کا بدلا اس نازک سی حرا سے لینے والا تھا جو بمشکل اس شادی پر خود کو راضی کر پائی تھی۔ سرخ اور سبز عروسی لباس میں ایسی دیکھائی دے رہی تھی کہ سب کی نظروں نے بنا دیر کیے اسکا صدقہ اتار لیا تھا، نادم حسین شاید اپنی زندگی میں اتنا پیارا کبھی نہیں لگا جتنا حسن اس پہاڑ جیسے طاقتور کے چہرے

پر تھا مگر مسکراہٹوں سے عاری آنکھیں، ہر احساس سے عاری صورت جو مہمانوں کو دیکھ کر چند لمحے خود پر گھسیٹ کر مسکان لے آتی اور پھر معدوم ہو جاتی۔ حرا کے چہرے کا حسن پاگل کر دینے کی حد تک تھا، اتنے سارے چمکتے چہروں کے بیچ کھڑا وہ نادم آج وی آئی پی تھا، جلال احمد کا اکلوتا داماد۔ بزنس میں بہت جلد اپنے قدم جمانے والا شاطر مگر انتہا کا جذباتی اور بیوقوف۔ اللہ ایسے لوگوں کو عقل دے بھی تو ان سے استعمال کب ہوتی ہے، نادم بھی ان جیسا ہی تھا جسے بد دماغ ہونا عزیز تھا۔ وہ سب کو بظاہر خوشیاں مناتا دیکھ رہا تھا مگر اسکی نظریں خضر اور آئرہ کو دیکھ کر حقارت سے ایسی چمکیں کہ ایک بار پھر بدلے کا ارادہ مضبوط ہو گیا۔ حرا تو اس سب سے انجان تھی، باپ کے فیصلے کی پابند جیسے ہر لڑکی کر دی جاتی ہے۔ سب خوش تھے، سب ٹھیک تھا مگر حقیقت میں کچھ ٹھیک نہ تھا۔ خضر اور آئرہ کو اگر رتی برابر نادم کے ارادوں کا علم ہوتا تو خضر اس شادی کو رکوانے کے لیے ہر حد سے گزر جاتا مگر یہاں بھی نادم نے حرا کے سامنے امپریشن جما کر اسے قائل کرنے کا فریضہ سر انجام دے دیا تھا اور کچھ مہربانی جلال صاحب نے کی تھی۔ عنیہ کے چہرے پر کسی بھٹکتی ہوئی آوارہ مہکی نگاہوں کے جادو نے آج بھی مسکان پھیلا رکھی تھی۔ ان دونوں کی زندگی فی الحال سب سے پرفیکٹ تھی، پر اعتماد سی عنیہ اور حد درجہ دیوانے شوہر نامدار۔ افراح اور زیان تو تھے ہی خاص الخاص، ایک آسودہ سی مٹھاس۔ جنت اور عریش جو سب کی آنکھوں کا چمکتا تارہ تھے۔ کل ولیمے کے بعد سبھی اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جانے والے تھے اور پھر سے سب کی زندگیاں ایک سیدھے ٹریک پر آنے والی تھیں۔

****

"آہ "عنیہ کو لگا کسی نے اسکا دماغ گما دیا ہو، بچاری ہاتھ کے جھٹکے پر لہرا ہی تو گئی تھی۔ کسی نے پوری شدت کے سنگ اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اگلے ہی لمحے وہ کمرے میں تھی۔ وہ جو اپنی بے قراری پھر سے سنبھال نہ پایا تھا، اس دہکتے حسن کی ملکہ کو اپنے قرین دیکھ کر خود بھی بے حال تھا۔ آج بھی دونوں مکمل بلیک میں واقعی پرفیکٹ کپل لگ رہے تھے۔ جیسے جیسے مبشر کی واپسی قریب آرہی تھی اسے عنیہ سے اظہار کے نئے نئے طریقے سوجھ رہے تھے۔ آج تو وہ اسے واقعی جھٹکا دے کر ساکت کر گیا تھا۔ عنیہ کو لگا وہ مبشر کے سامنے پتھر بنا دی گئی ہے اور جنبش تک پر قادر نہیں ہے۔ مبشر اسکے چہرے کے رنگ بدلتے حسن کو کسی دلپذیر منظر کی طرح اپنی آنکھوں میں بھر رہا تھا۔

" آپ نے مجھے ڈرا دیا، میری بازو ٹوٹ جاتی تو۔ ہارٹ اٹیک آجاتا تو پھر ساری زندگی عنیہ ڈھونڈتے رہتے " مبشر اسے دروازہ بند کیے ساتھ لگائے بلکل سامنے کھڑا محبت سے دیکھ رہا تھا جس کی بولتی ابھی بھی بند نہ ہوئی تھی۔ شاید اس لیے کہ وہ جانتی تھی کہ مبشر اب کبھی حد پار نہیں کرے گا، مبشر کے ہونٹوں پر بھی عنیہ کی اس دبنگ دھمکی پر تبسم پھیلا۔

" بنا چھیڑے تم ہاتھ کیسے آتی، میں تو تاک لگائے بیٹھا تھا کب تم یہاں آؤ اور میں تمہیں دبوچ لوں " مبشر کی معنی خیز سی بات پر بچاری کے ہاتھ پاؤں پھول کر رونگٹے بھی کھڑے ہوئے جس سے مبشر جی بھر کر محظوظ ہوا۔

" آپ نے کل مل نہیں لیا تھا، آج جانے دیں پلیز "عنیہ نے کسی خدشے کے زیر اثر اپنے دونوں ہاتھ مبشر کے سینے پر رکھتے ہوئے دبی سی گزارش کی جس پر وہ سوچ سے زیادہ قریب ہوا کہ درمیان ہاتھ کی بھی گنجائش نہ رہی۔ عنیہ ایک بار پھر اپنی سختی آنے پر گھبرا سی گئی تھی، مبشر کا بس چلے تو اسے ساتھ ہی چپکا لیتا۔ مبشر عنیہ کی

اس گزارش پر زرانہ پگھلا اور بلکل عینہ کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا سنجیدہ ہوا جواب اپنے ہاتھ مجبوراا سکی کمر پر ٹکا چکی تھی۔

"کل تو چلا گیا، مبشر تو آج میں جیتا ہے۔ یہ بتاو کیا جادو کیا ہے تم نے مجھ پر کہ مجھے تم پر پیار کا طوفان آرہا ہے۔ عنیہ بھاگ چلو ناں میرے ساتھ، سچ میں دونوں خوب عیش کریں گے "لو جی، پھر سے شریف بنے مبشر پٹڑی سے اتر رہے تھے اور عنیہ تو ایک اسطرح بے حد قریب ہو کر بات کرتے مبشر سے خوفزدہ تھی باقی کی کسر اس انوکھی فرمائش نے پوری کی۔ بچاری کو جھرجھری آتی آتی رہ گئی۔ گھور کر مبشر کو دیکھ کر اپنا چہرہ سرخ کرتی عنیہ تو واقعی مبشر کا امتحان تھی۔

"چپ کیوں ہو، بولو" مبشر نے اسکو بے تابی سے دیکھ کر کہا تو وہ سمٹ کر مزید گلابی ہوئی۔

"مبشر پلیز، مجھے آپ سے خوف آرہا ہے۔ اتنے قریب ہو کر مجھ سے سانس تک نہیں لیا جارہا تو بولوں کیسے" آئے ھائے کیا بات کر دی تھی معصومیت کی پری نے، مبشر کا سمٹا سا قہقہہ پھوٹا اور وہ کچھ پیچھے ہو کر عنیہ کی مشکل حل کر چکا تھا۔

"ایسا کہو گی تو واقعی نہ بولنے دوں گا ناں سانس لینے دوں گا" عنیہ کا رنگ فق ہوا اور وہ اب بس رونے کی تیاری پکڑ کر روہانسی ہوئی، مبشر جو سخت منہ بنا چکا تھا فوراً سے ہنسا۔

"گھبرایا نہ کرو نک چڑھی، اچھا ناں سوری" مبشر اس پر جھکے اب زرا عنیہ کی روئی صورت چھوتے لاڈ سے بولا تو وہ منہ پر بارہ بجائے اب اسکی گرفت سے نکلنے کو مچلی مگر اب کی بار مبشر کی ظالم نگاہیں خود پر بے خودی سے مرکوز

دیکھ کر اسکا رہا سہا سانس بھی دب گیا۔ وہ عنیہ کا ہاتھ تھام کر ہونٹوں سے لگائے اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا، عنیہ نے اس دیوانے کی شدت دل تک اترتی محسوس کی۔

"کل بھی مجھ سے ملنا عنیہ، میں یہ لمحات اپنے آپ میں جمع کر رہا ہوں۔ جب تم سے دور جاوں گا تو یہ میری آسانی بنیں گے، محبت کرتی ہو ناں مجھ سے؟" اب کی بار ساری بے خودی زائل ہو کر جنون اور دیوانگی بنی تھی، عنیہ کی زبان ساکت ہوئی۔ اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ کیا کہے۔ مبشر کے سوال پر عنیہ نے ہونق زدہ انداز میں سر کو جنبش دی تو مبشر تمام تک دوری ختم کرتا اسکے چہرے پر جھکا اور محبت کی ایک نئی کہانی درج کی۔ عنیہ کو واقعی یہی لگا کہ وہ اسے خود میں جکڑ چکا تھا، عنیہ جتنا اس قربت کو اوائیڈ کرتی یہ دیوانا اتنی عطا کر رہا تھا۔ عنیہ کا چہرہ شدید لال ہو چکا تھا، وہ نظریں تک نہیں ملا رہی تھی۔ مبشر نے دل بھر کر اسکے چہرے کے حسن کی بل کھاتی راعنائی دیکھی، عنیہ کا دل شدید مضطرب تھا۔

"تم میرے نکاح میں ہو، پورا حق رکھتا ہوں تم پر۔ ابھی اپنے جذبات پر اچھے سے قابو نہیں ہے لیکن جلد سیکھ لوں گا، بہت تنگ کر رہا ہوں جانتا ہوں۔ تمہاری عمر ابھی اس سب کے لیے کم ہے لیکن میں چاہتا ہوں تمہیں بتاوں کہ تم مجھے کتنی پیاری ہو۔ آئی نو میں جذباتی ہو رہا ہوں مگر تم مجھے سمجھو۔ میں پیار کے اظہار میں ایسا ہی چپکو ہوں یار تمہیں برداشت کرنا ہو گا" مبشر اسکی ساری گھبراہٹ سمجھتا تھا تبھی اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرے پوری سچائی سے اپنی بے بسی بتا گیا تھا۔ آخری بات پر عنیہ کے چہرے پر بھی دبی پس پردہ سی مسکان ابھر کر مبشر کو بھی مسکراہٹ عطا کر گئی تھی۔

"کل نہیں ملوں گی، مبشر آپ بھی مجھے سمجھیں۔ میں نہیں چاہتی کچھ ایسا ہو جو دور ہونے پر مجھے بھی تنگ کرے اور آپکو بھی۔ یہ سب کر کے آپ مجھے بھی اپنا عادی کر دیں گے، پھر کہاں سے ڈھونڈوں گی آپکو "عنیہ کے منہ سے ایسی بات مبشر کو سوچ سے بڑھ کر خوشی دے گئی تھی، گویا محترم ہواوں میں جا پہنچے اور عنیہ جو یہ بات اچانک بنا سوچے سمجھے کہہ گئی اب اس گستاخی کے سرزد ہونے پر پتھر بن گئی کہ یہ کیا کہہ گئی ہے۔ اوپر سے عاشق شوہر کی خماری تھی کہ بچاری کی جان دبوچ رہی تھی۔

"ایک آواز دو گی تو مبشر تمہارے پاس آجائے گا، ہو جاو عادی۔ یہ میری خوشی ہے عنیہ۔ ٹھیک ہے کل مت ملنا، اس کے بدلے آج ہی دل بھر لوں گا، گویا بھرنا ناممکن ہے" پھر سے وہ عنیہ کے قریب ہوا اور اب کی بار اسکے ماتھے پر بہت نرمی سے بوسہ دیے اسکی لرزی پلکوں کا رقص دیکھا۔

" آئی لو یو"عنیہ کو لگا اب وہ اس کا مستحق ہے، اسے یہی تو درکار تھا۔ جی چاہا کہ وہ ان لفظوں کو دل میں اتار لے، ان ہونٹوں کا صدقہ اتار لے جن سے یہ موتی جھڑے تھے۔ اب کی بار مبشر کو اسے سینے سے لگانے کی ضرورت نہ پڑی کیونکہ وہ خود ہی اس پہاڑ سے لپٹ گئی تھی۔ وہ ابھی مبشر سے قد میں چھوٹی لگتی تھی تبھی محترمہ کو ایڑیاں اچکنی پڑیں جو حسین تر تھا۔ مبشر نے بھی اپنی بازو عنیہ کے گرد پھیلا کر شدت بڑھائی تو وہ بچاری کراہ کر رہ گئی مگر پھر شوخے دیوانے نے فوراً سے گرفت ڈھیلی کیے ہنسی بھی روکی۔

" آئی لو یو ٹو میری جان، یہی ہر روز سننا چاہوں گا اب۔ عنیہ پلیز اب میں تمہاری اس محبت میں شدت کے سوا کچھ نہیں چاہتا ہوں، میری خوشی تم ہو" وہ بے حد مدہوشی میں اسکے گرد بازو سہلاتا ہوا سرگوشی کیے بولا تو عنیہ

نے گرفت سے نکل کر مدھم سی حیا کے سنگ اثبات میں سر ہلایا۔ دونوں کی نظریں اتنی قریب سے اب ممکن تھا کہ دوبارہ ایک مدت بعد ہی ملتیں۔

"میری بھی، اب جانے دیں۔ اس سے زیادہ اب میں بیہوش ہو جاوں گی، مجھ معصوم پر رحم کریں" عنیہ صاحبہ ایسے دیوانے شوہر کے شدت میں ڈوبے وار سہہ کر اب ہلکان تھیں اور اس معصومیت پر مبشر کا دل چاہا اسے کچا چبا جائے۔ معصوم ہوتی تو یوں مبشر کو دیوانہ تھوڑا بنا لیتی، شرارت سے وہ اسکی دونوں گالوں کو کھینچے اس معصوم پر ہنسا تو وہ بھی منہ بسورے خفا ہوئی۔

"ٹھیک ہے، مبشر تم پر رحم کے لیے تیار ہے۔ آئی ول مس یو سوچ، کل کی گارنٹی نہیں دے رہا ممکن ہے کل مجھے کوئی اور بات یاد آجائے اور پھر سے تم دبوچ لی جاو۔ اس لیے مبشر کی بے رحمی کے لیے تیار رہنا" اب تو یہ بندہ اسے مطلبی ترین لگا، دل چاہا اسکی گردن دبا کر بھاگ جائے مگر اسے تو خود مبشر پیارا ہو گیا تھا۔ تمام تر گھبراہٹ کے وہ مبشر سے اپنا آپ چھڑوائے دور ہوئی اور مسکرا کر اس شعلے کو دیکھتی ہوئی فوراً سے بیشتر دروازہ کھولے باہر بھاگی۔ مبشر بھی اسکے ایسے دل پسند سے فرار پر دل سے ہنسی ہنستا وہیں سے دروازہ کھولے باہر نکل گیا۔

****

خضر اور آئرہ کو یہ ٹاسک دیا گیا تھا کیونکہ وہ دونوں بنا چہرہ چھپائے بھی ضامن اور مینا کے سامنے آسکتے تھے اور کسی کو شک بھی نہ ہوتا کہ وہ ستارہ ہیں۔ سب کو یہی پتا تھا کہ وہ ستارہ کی ہلپ سے یہ سب کر رہے ہیں، وہاں ستارہ ہیڈ کوارٹر میں بھی مینا کو جونیئر ٹیم کی کسٹڈی میں رکھا گیا تھا اور ویسے بھی نام کے بدلاو کے بعد ضامن اور مینا کم از کم اس تنظیم کے کسی بھی وار کا شکار نہیں ہوسکتے تھے۔ آج ضامن کو ہوش میں لایا جارہا تھا، اسکو لگائی گئی کڈنی اب مکمل طور پر باڈی کے فنکشنز سرانجام دینا شروع ہوگئی تھی۔ مینا کو لانے کی ذمہ داری دو ستارہ ٹیم ممبرز کی تھی جو ہوسپٹل سے کچھ فاصلے پر خضر اور آئرہ کی گاڑی میں ہوسپٹل تک پہنچی تھی۔ چار پانچ دن کی مکمل کیئر کے باعث وہ بھی اب بہت بہتر تھی مگر اسے قرار بس ضامن کو دیکھ کر ہی آنا تھا۔ ضامن کو سپیشل روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا، وہ تینوں اور ایک سول سکیورٹی آفیسر انکے ساتھ ہی کمرے کی طرف بڑھے تھے۔ خضر اور آئرہ اپنے اپنے ویسے کے ڈریسز چینج کر کے نارمل جینز شرٹس میں واپس آچکے تھے۔ مینا بھی وائیٹ لائننگ شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے چہرے کے مدھم سے نقاہت زدہ اثر کے سنگ دیکھنے سے ہی نہایت بے تاب دیکھائی دے رہی تھی۔

کمرے میں انٹر ہوتے ہی اندر موجود دو نرسیں فوری طور پر باہر نکلیں، انویسٹیگیٹر آفیسر جو اصل میں ستارہ کا ہی ایک جونیئر تھا وہ باہر ہی رکا اور خضر، آئرہ اور مینا کمرے کے اندر داخل ہوئے تھے۔ ضامن سامنے ہی بیڈ پر نیم دراز انداز میں لیٹا ہوا تھا جو اب ان تینوں کی آہٹ پر اپنی تھکی آنکھیں کھول کر گردن موڑ چکا تھا، پہلی نظر ہی رو دینے والی مینا پر گئی اور پھر وہ خضر اور آئرہ کو اندر آتے دیکھ کر ٹھٹک چکا تھا۔ کئی سوال تھے جو ضامن احمد کے چہرے پر بے قراری اور بے تابی درج کیے ہوئے تھے۔ وہ اس روز اس تنظیم کے ہاتھوں سے بچا تو کیسے؟ اسے یہاں پاکستان کیسے لایا گیا؟ وہ اور مینا ابھی تک کیسے زندہ ہیں؟ ایسے کئی سوال جو ضامن احمد کے سر کی شریانیں پھاڑنے والے تھے۔ مینا کو زندہ دیکھ کر ضامن کا دل کچھ تسلی میں لیٹا تو وہ اسے دکھ سے دیکھتی اسکا ہاتھ پکڑے

ساتھ جا بیٹھی۔ خضر سینے پر ہاتھ باندھے کچھ دور سامنے کھڑا تھا اور آئرہ بھی مکمل سنجیدہ تاثر لیے اب مینا کی رنجیدگی پر اداس سی تھی جو بیٹھتے ہی ضامن کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا کر اسے زندہ ہونے پر شکر گزار تھی۔ ضامن نے ایک شدید جنجھلاہٹ زدہ نظر خضر پر ڈالی جو آہستگی سے چند قدم چلتا اس تک پہنچا۔ دونوں ایک دوسرے کو مختلف نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

"جانتا ہوں تمہارے ذہن میں کئی سوال ہوں گے، ابھی کے لیے اتنا کافی ہے کہ تم نہ صرف سیو ہو بلکے ستارہ کی بدولت آگے بھی سیو ہو چکے ہو۔ جس وطن کی حرمت پر آنچ دینا تمہارا نسب العین تھا آج اسی کی ایک خفیہ فورس نے تمہیں بے موت مرنے سے بچایا ہے۔ یہاں سے نکلتے ہی وہ فورس ستارہ تم دونوں کو اریسٹ کر لے گی، لیکن وہ سزا سنانے سے پہلے تم دونوں کو ہمارے ذریعے ایک موقع دے رہی ہے کہ اس بدبخت راستے سے واپس پلٹ آو۔ تم دونوں آپس میں ڈیسائیڈ کر لو کے ابھی بھی بے موت مرنا چاہو گے یا ستارہ کی دی رعایت کا استعمال کرنا پسند کرو گے۔ کچھ دیر تک مینا ہمارے ساتھ واپس جائے گی، ستارہ کے لوگ پورے ہوسپٹل میں موجود ہیں اور وہ تم دونوں کی مکمل جانچ کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ فیور اس لیے دیا گیا کہ ہم تم دونوں کے ساتھ اس دن اس کیس میں اتفاقاً انولو ہو گئے ہیں۔ میں اور آئرہ اس روز تمہارا پیچھا کر رہے تھے مگر حقیقت ایسی ہولناک تھی کہ۔۔۔" خضر نے بہت مہارت سے سپاٹ انداز اختیار کیا اور خود کو بہت مہارت سے سیو کرتے ہوئے بات اداسی پر ختم کی اور ایک ایک لفظ ان دونوں پر کمال طور سے واضع کرتا ہوا باہر نکلا تو آئرہ بھی پیچھے ہی چلی گئی۔ ضامن کا دماغ ابھی بھی مکمل سن تھا، نظریں مینا پر گئیں تو وہ بنا ایک لمحہ ضائع کیے اسے خود میں سمیٹ چکا تھا۔

"تھینکس گارڈ مینا کہ تم زندہ ہو، مجھے لگا جیسے میں نے خود کے ساتھ تمہیں بھی کھو دیا۔ مجھے بتاؤ ہم یہاں کیسے پہنچے، اور مجھے تو بہت گولیاں لگی تھیں میں کیسے بچ گیا" ضامن اسے بے حد تڑپے انداز میں اب اسکا چہرہ ہاتھوں میں لیے اپنے اندر اٹھنے والی کپکپی کو قابو کرتا بولا تو مینا جو مسلسل رو رہی تھی فوراً سے اپنی ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں رگڑے ضامن کی طرف متوجہ ہوئی۔

"یہ سچ ہے کہ اگر خضر اور آئرہ اس روز ہمارا پیچھا نہ کرتے تو ہم دونوں وہیں خاک بنے اڑ چکے ہوتے۔ خضر نے اس گاڑی کو بروقت شوٹ کر کے اڑا دیا تھا کیونکہ ان دونوں کو ہم پر شک تھا تبھی وہ گن وغیرہ بھی ساتھ رکھے ہوئے تھے، میری بازو پے گولی لگی تھی مگر وہ تنظیم کے لوگ تمہیں تین گولیاں مارنے میں کامیاب تھے۔ ناجانے ستارہ ہم جیسے غداروں پر ایسی مہربان کیسے ہوئی مگر ہمیں یہاں لانے میں ان دونوں نے ستارہ کی مدد لی۔ اور تم آج جو زندہ ہو صرف اپنے اس بھائی خضر کی وجہ سے" ایک کے بعد ایک انکشاف نے ضامن احمد سے بولنے، سننے اور سمجھنے کی ساری حسیں لے کر اسے مفلوج کیا تھا۔ پھٹے تاثر اور فق رنگ کے سنگ اس نے مینا کی آخری بات پر شدید الجھن زدہ ہو کر اسے دیکھا جو رنجیدگی سے اسکی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔

"کیا مطلب؟ مینا پلیز مجھے کھل کر بتاؤ" ضامن کا سر پھٹنے کو تھا، مینا نے درد دیتے تاثر کے سنگ ضامن کے چہرے پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں لگنے والی گولیوں کی وجہ سے تمہاری دونوں کڈنیز بے کار ہو گئی تھیں، کوئی ڈونر نہیں تھا۔ خضر نے تمہیں اپنی کڈنی دے کر بچایا ہے، ہاں وہ فرشتہ بن کر ہمیں بے موت مرنے سے بچا گیا ہے۔ اس نے ڈاکٹر کے ایک بار کہنے پر اپنی کڈنی تمہیں دی، تم اب بھی کہو گے کہ تم بے کار ہو۔ ضامن سوچو جسکا سوتیلا بھائی یہ کرے

اسکے سگے کتنے مہربان ہوں گے۔ ہم ستارہ کو سب بتا دیں گے، ہم یہ کام چھوڑ دیں گے ضامن۔ ہم ایک عام فیملی کی طرح رہیں گے، وہ تنظیم ہمیں مروا چکی ہے، اور ہم مر چکے ہیں۔ جن لوگوں کے لیے ہم نے اتنے سال جانور بنے گزار دیے وہ ہمیں کیسے مسل گئے اور جس وطن کے لیے ہم برا کرتے رہے آج اسی کی پناہ میں اسی کی فورس نے ہمیں حفاظت دی ہے" بات کرتے وقت مینا کے آنسو بے قابو اور لہجے میں کھارے پانی کا ذائقہ تھا، ضامن کو لگا واقعی اسکے سر کی کوئی شریان ایسی پھڑکی ہے کہ بس پھٹ گئی ہے۔ خضر اسے زندگی دینے کا وسیلہ بنا، یہ بات نا چاہتے ہوئے بھی ضامن احمد کی آنکھوں میں سرخی لے آئی تھی۔ وہ بھائی جسے اس نے ہمیشہ حقارت سے دیکھا، وہ جو اسے لگتا تھا کہ اسکی ماں چھین لے گا۔ وہ جسے ضامن بچپن سے نفرت سے دیکھتا تھا، اور وہ جسے مارنے کا پلین تک اس نے بنا لیا تھا وہی آج اسے ساری زندگی کے لیے اپنا مقروض کر چکا تھا۔ ساری انا، خود پرستی پل بھر میں جھاگ کی طرح بیٹھی تو مینا کا اپنا دل ضامن کی ایسی تباہ کن حالت پر نم ہوا۔ یہ وقت وہ تھا کہ جب اللہ نے ضامن احمد کا سارا غرور پاش پاش کیا، نرم دل تو وہ تھا ہی آج مکمل ٹوٹ گیا تھا۔ واقعی ان چار سالوں میں وہ جانور بننے کی ہر حد سے گزرا تھا، شراب، نقب زنی، فراڈ، بلاسٹنگ، بلیک منی، سمگلنگ کیا کیا تھا جو اس ضامن احمد نے نہیں کیا تھا۔ آج اس غدار کی حالت بے حد قابل رحم تھی، اسے لگا جیسے وہ اس دنیا کے ہر فرد کا مجرم بن گیا ہے، اس ملک کے چپے چپے کا۔ اور سب سے بڑھ کر اپنی فیملی کا۔ اپنے پالنے والے پروردگار کا۔ یہ جو نمی آج ضامن احمد کی آنکھوں میں تھی اسے کہتے ہیں ندامت کی نمی کہ جسکے بعد ہر توبہ قبول ہوتی ہے۔ وہ دونوں درد کی کسی اونچی مسند پر فائز تھے، مینا کی آنکھوں میں خلش اور التجا تھی مگر ضامن احمد کی بھیگی زرد آنکھوں میں بس ہار تھی۔ ضامن احمد کا دل اللہ نے بدل دینے کے لیے چن لیا تھا جسکا وسیلہ یہ ملک پاکستان اور وہ خضر تھا جو سراپا رحم و عجز تھا۔ ضامن احمد ایک غدار تھا مگر اسکا پلس پوائنٹ پتا کیا تھا؟ کہ وہ آجا کر مہرو کی تربیت کا شہکار تھا۔ جسکا

دل بھلے وقتی پتھر ہو گیا مگر اندر سے اسکی ٹوٹ پھوٹ آج تک جاری تھی۔ یہ حادثہ اس ٹوٹ پھوٹ پر آخری ضرب تھا۔ ممکن تھا کہ اب ایک نئی تاریخ رقم ہوتی، ضامن اور مینا کی بدولت ستارہ اس تنظیم کا بہت آرام سے خاتمہ کر سکتی تھی اور ان دونوں کی آزادی کی صرف ایک یہی شرط تھی۔ ستارہ رحم دل تھی مگر ایسے غداروں کے لیے رحم دلی کا کوئی رواج نہ دنیا کے کسی قانون میں تھا نہ ستارہ کی ڈکشنری میں۔ ضامن اور مینا کی رہائی صرف بلڈ تنظیم کی تباہی کے بعد ہی ممکن تھی۔

****

"حرا کے جاتے ہی گھر کتنا سونا ہو گیا ناں، میری جان۔ میں تو ابھی سے اسے مس کر رہی ہوں" حرا بے حد دعاوں کے سنگ رخصت تو کر دی گئی مگر جلال ہاوس کی ساری رعنائی بھی اپنے سنگ لے گئی۔ دادی کو آج مہرو نے اپنے پاس روک لیا تھا جبکہ عریش باقی سبکو آج افراح اور زیان کی طرف چھوڑ آیا تھا کیونکہ آج ساری پارٹی وہیں رکنے کا پلین کر چکی تھی۔ خضر اور آئرہ رخصتی کے فورا بعد ہیڈ کوارٹر روانہ ہو گئے تھے کیونکہ آج ضامن کو ہوش آنا تھا اور اسکے ساتھ ساتھ وہ مینا کو ہوسپٹل لے کر گئے تھے۔ دادی تو خیر سے اب سب کی دادی جان تھیں تبھی بہت پیار سے وہ مہرو کے اصرار کو ٹال نہ پائی تھیں۔

"جی مما، یہ تو بلکل سچ کہا آپ نے۔ لیکن یہ بھی تو دیکھیں ناں وہ آج کتنی خوش تھی۔ بس دعا کریں کے وہ یونہی حسین بھائی کے ساتھ خوش رہے۔ باقی رونق کا کیا ہے، مل کر ضامن بھیا کی شادی کروا دیں گے تاکہ گھر میں رونق بھی آجائے اور ضامن بھیا کا انتظام بھی ہو جائے" جلال اور کنیز دادی بھی مسکرا کر چائے پی رہے تھے

ضامن کے ذکر پر مہرو کا دل ایک بار پھر لرز اٹھا، وہ نظریں جلال کی طرف اٹھا کر لے گئیں جہاں پہلے ہی شدید سنجیدگی اتر چکی تھی۔ ضامن کو لے کر مہرو کا دل ابھی بھی ویسا مضطرب تھا، جلال بھی کسی سوچ کے زیر اثر پر اسرار سے تھے۔ جبکہ اب تو دادی نے بھی اداس اور نڈھال سی مہرو کو خود سے لگا کر پیار کیا جس پر مبشر بھی پیارا سا مسکرا دیا۔

"ٹھیک کہہ رہا ہے بچے، حوصلہ کرو۔ بیٹیاں تو ایک دن یونہی پرائی ہو جاتی ہیں" دادی جان کا رکنا مہرو کی واقعی بہت بڑی تسلی تھی، دادی تو ہر روپ میں شفقت کا آسمان تھیں اور دادی جان کو روکنے میں مہرو کے اصرار کے ساتھ مبشر کا بھی مان شامل تھا۔ کل اسی بہانے ہی سہی وہ دادی جان کو چھوڑنے کا پلین بنا چکا تھا اور ایک بار پھر عنیہ کی شامت کا ارادہ بنائے دل کو تسلی دے چکا تھا۔ مہرو بھی اب زرا تسلی میں تھیں اسی وقت مہرو کے قدموں میں بیٹھے مبشر کا فون رنگ کیا جسکو فوراً سے بیشتر وہ نکالے دیکھنے لگا۔ کال خضر کی تھی جسکو دیکھ کر وہ سب کو آنے کا کہہ کر باہر لان میں آیا اور فون کان سے لگا لیا۔

"جی بھائی" مبشر نے فوراً سے پہلے چہرے پر مدھم سی فکر لاتے ہوئے ایک ہاتھ جینز کی جیب میں ڈالے پوچھا تو خضر وہیں ہوسپٹل کے کوریڈور میں ہی کھڑا منتظر تھا۔

"ہاں مبشر، یہ بتاؤ کب کی واپسی ہے تمہاری؟" خضر نے محتاط انداز میں کال لگتے ہی سوال کیا۔

"بھائی کل رات کی فلائیٹ ہے، کیوں سب خیریت ہے" مبشر کو یونہی فکر مندی لاحق ہوئی جس پر دوسری طرف خضر اپنے دوسرے ہاتھ سے کنپٹی سہلاتا ہوا کسی گہری سوچ میں تھا۔

"ہاں سب ٹھیک ہے، میری بات غور سے سنو۔ واپسی پر تم گھر جانے کے بجائے کچھ دن کسی ہوٹل میں سٹے کرنا۔ اور یہ بتاؤ گن ہے تمہارے پاس؟" خضر کو اب مبشر کی حفاظت بھی یقینی بنانی تھی، وہ کسی قسم کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ مبشر کو بھی اب ذرا معاملہ نازک سا لگا تبھی وہ بھی سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"ٹھیک ہے بھائی، جی گن ہے وہ تو پچھلے سال ہی ضامن بھیا کے کہنے پر لی اور ٹریننگ بھی کی اسے چلانے کی، لیکن آپ یہ بتائیں کہ یہ سب کس لیے، مجھے پریشانی ہو رہی ہے" مبشر کو بھی اب شدید تجسس اور بے چینی سی لاحق ہوئی تو وہ شدید اضطراب سے بولا۔

"کل ملتا ہوں پھر بتاتا ہوں، فکر کی کوئی بات نہیں ہے اپنی حفاظت آنی چاہیے۔ چلو مما کا خیال رکھنا اور دادی کو رات میڈیسن دے دینا بی پی کی" خضر ابھی جلدی میں تھا تبھی سرسری سے انداز میں کہہ کر فون بند کر چکا تھا مگر مبشر ضرور خاصا الجھ گیا تھا۔ کوئی تو بات تھی جو خضر نے اسے یوں سیکور ہونے کا کہا تھا، مگر مزید اندازے لگانا اسے خود بھی مناسب نہ لگا اس لیے کل کا انتظار کرنا ہی اسے بہترین حل لگا۔ فون دوبارہ جیب میں ڈالے وہ اندر گھر کی طرف بڑھ گیا۔

****

حرا کے اس گھر میں آنے پر ایسا شاندار ویلکم تھا کہ وہ خود بھی کچھ لمحے کو سحر انگیز سی خوشی میں سمو دی گئی تھی۔ شوہر نامدار تو تنے ہوئے ربوٹ تھے مگر ہاجرہ اور شمس نے جتنی محبت ممکن تھا سب لٹائی تھی۔ آخر وہ نازوں سے پلی تھی، اور وہ دونوں ہی چاہتے تھے کہ اسکے ناز یہاں بھی ویسے ہی اٹھائے جائیں۔ نادم تو دوست اور لفنگے یاروں کے سنگ باہر نکل گیا مگر شمس اور ہاجرہ اسے بہت سی دعائیں دے کر آسمان پر پہنچا چکے تھے۔ دونوں کا کمرہ بھی بہت خوبصورتی سے سجوایا گیا تھا، شمس حسین کا گھر ایک معیاری گھر کے ساتھ ساتھ خوبصورت بھی تھا۔ کمرے میں بسی پھولوں کی خوشبو اس نازک پری کے اعصاب پر چھائی تھکن ہٹا گئی تھی۔ شمس نے نادم کو روکا تھا مگر وہ جلدی آنے کا کہہ کر نکل گیا تھا۔ حرا کی تھکن کا خیال کرتے ہوئے ہاجرہ اسے بہت پیار سے اسکے کمرے میں لے گئیں اور بہت ساری محبت سے اس کو حوصلہ دے کر چلی گئیں۔ حرا کے لیے آج زندگی بلکل بدل گئی تھی، اچانک سے وہ ایک ایسے شخص کی بیوی بنا دی گئی جسے دیکھ کر وہ لرز اٹھی تھی۔ حرا نے کچھ دیر بیڈ پر بیٹھ کر پورے کمرے کا جائزہ لیا، وہ ابھی بھی بہت سمٹی ہوئی اور گھبرائی ہوئی تھی۔ وہ اس شخص کا اکیلے میں سامنا کرنے سے خوف کھا رہی تھی۔ کچھ دیر ہنوز اداسی سے بیٹھنے کے بعد وہ اپنا بھاری جوڑا سنبھالتی اٹھی اور سامنے ڈریسنگ تک گئی۔ اسے خود پر مسلط جیولری سے اب بہت خفگی محسوس ہو رہی تھی، ہاجرہ اسے جاتے ہوئے نادم کا انتظار کرنے کا کہہ کر گئیں جسکی وجہ سے وہ کافی دیر بیٹھ کر یہ فرض پورا کر گئی تھی۔

ایک ایک کر کے خود پر موجود جیولری اتار کر حرا نے سامنے ڈریسنگ پر رکھی، گلے اور کانوں کے ساتھ ساتھ اس نے نوز پن کھول کر خود کو ان سب لوازمات سے پاک کر کے ایک سرد سانس لی۔ آئینے میں خود پر نظر گئی تو خود ہی فدا ہوئی، کبھی اسے اپنی خوبصورتی پر ناز نہیں ہوا تھا مگر آج نہ چاہتے ہوئے بھی حرا کا جی چاہا اپنی بلائیں

لے۔ پھر نا جانے کیا ہوا کہ ایک خوفناک سی سنسنی اسکے پورے وجود میں اتری، جب اسے اپنا آپ ایسا پیارا لگ رہا تھا تو وہ شخص اسے کیا کہے گا۔ یہ سوچ کر ہی حرا نے کانپتے ہوئی جھر جھری لی اور فوراً سے بیشتر ڈریس بدلنے واش روم گئی۔ اسے یہ بھاری جوڑا اب بہت ہلکان کر رہا تھا۔ ڈریس چینج کیے وہ اندر واش روم میں لگے مرر کے آگے کھڑی ہوئی اور اپنا میک آپ صاف کرنے لگی۔ اچھے سے اپنا چہرہ صاف کیے وہ خود پر نظر ڈالے مطمئین ہوئی۔ ڈھیلی سی نیلی قمیص اور وائیٹ ٹراوزر پہنے گلے میں سفید باریک سادو پٹہ ڈالے وہ باہر آئی تو ابھی تک نادم کا کوئی اتا پتا نہ تھا۔ اس طرح کے سادہ خلیے میں اسے خود اندازہ نہ تھا کہ وہ کس قدر پیاری لگ رہی ہے، آئینے کے سامنے پھر سے کھڑے ہو کر حرا نے اپنے بالوں کا جوڑا کھولا اور آہستگی سے برش کر کے انھیں ڈھیلے سے انداز میں باندھ کر بیڈ تک آئی اور بیٹھ گئی۔ پورا کمرہ بے حد خوبصورتی سے یونیک انداز میں سجا تھا جسے دیکھ دیکھ کر حرا مزید گھبرا رہی تھی۔ رات کا ایک بجنے کو تھا مگر ابھی تک نادم نہیں آیا تھا، حرا نے بلینکٹ سیدھا کیا اور تکیہ درست کرتے ہی لیٹ گئی۔

"سو جاتی ہوں، وہ تو شاید نہیں آئیں گے" حرا نے گو یا دل میں شکر ہی ادا کیا مگر کہیں ناں کہیں اسے نادم کے آج کی رات یوں غائب ہونے پر ہلکی سی فکر بھی تھی۔ حرا اسی سوچ میں کب سوئی اسے خبر نہ ہوئی۔ ابھی اسے سوئے ہوئے دس منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ کمرے کا دروازہ بہت آرام سے کھلا اور محترم الجھے روپ کے سنگ کوٹ اپنی بازو پر دھرے اندر تشریف لائے تو کمرے میں بلکل سامنے بیڈ پر مزے سے سوتی حرا پر نظر گئی۔ اسے تو سجی سنوری حرا کی امید تھی اور یہ بنا انتظار کیے سب اتارے سو گئی تھی جس پر نادم کے ماتھے پر خاصے بل پڑے تھے۔ کوٹ صوفے پر رکھتا ہوا وہ خونخوار سے غضب کو ضبط کرتا حرا تک پہنچا مگر ایک لمحے میں

پتھر ہوا۔ وہ سو رہی تھی اور اسکا ایک ہاتھ اسکی گال پر دباو ڈالے ہوئے دوسرا ہلکی سی کروٹ کے باعث بلینکٹ کے اوپر تھا۔ چند بالوں کی لٹیں اسکے چہرے پر تھیں۔ نادم کو لگا جیسے اسکے ہر ارادے کو یہ لڑکی ناکام کر گئی تھی، وہ اسے اس گستاخی پر کڑی سزا دینا چاہتا تھا مگر یوں پہلے ہی دن وہ خود کو ناکام محسوس کر رہا تھا۔ وہ اتنی معصوم اور پیاری تھی کہ نادم کا پتھر دل پل میں موم ہوا اور وہ فوراً اس پر سے نظریں ہٹاتا ہوا چینج کرنے چلا گیا۔ ایسی مہربانی کم از کم نادم حسین جیسے سفاک سے کوئی امید نہیں کر سکتا تھا، وہ باہر نکلا تو چینج کر چکا تھا، ڈارک براون سوٹ میں اسکا بھاری وجود کافی سوبر لگ رہا تھا اوپر سے خطرناک قسم کا ہیر اسٹائل اور وہ داڑھی جو تراش خراش کے باوجود ابھی بکھری لگ رہی تھی۔ نادم نے کن آکھیوں سے بیڈ پر سوئی حرا کو دیکھا اور اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کھول کر ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے خود پر ایک تھکی نگاہ ڈالی، حرا ذرا سی کسمسائی مگر پھر سے سو گئی۔ ایک نامعلوم سی بے قراری نے نادم حسین کو اپنے آپ میں جکڑا اور وہ بے اختیار پلٹ کر آہستگی سے اپنے بے لگام قدم بڑھائے حرا تک پہنچا۔

"اسے کس بات کی سزا دے گا تو نادم، جس پر ابھی معصومیت کا رنگ بھی نہیں ختم ہوا۔ مگر میں اپنے دل کی بے سکونی پر سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔ خضر، آئرہ اور اس کا مطلبی باپ تینوں ہی میری خوشیوں کے خاتمے کی وجہ ہیں۔ سب نے مجھے بہت ستا لیا، اب نادم اسکے ذریعے انکو ستائے گا" اچھا بھلا وہ نرم ہو گیا تھا مگر ایک دم ہی اس پر جنونیت سوار ہوئی۔ بنا کچھ سوچے وہ چہرے پر شدید غصہ لائے حرا پر سے جھٹکے سے بلینکٹ ہٹاتا اسے ایک ہی ظالم جھٹکے میں بازو سے پکڑے اٹھا کر بٹھا چکا تھا۔ وہ جو ابھی تک خواب تک بھی نہیں پہنچی تھی ایسی ظالمانہ پکڑ پر

لرز کر رہ گئی۔ ہوش میں تو وہ تب آئی جب نادم حسین اسے گھسیٹے بیڈ سے اتار کر اپنے سامنے کھڑا کیے سخت حقارت سے گھور رہا تھا، اور وہ نیند میں یوں بے دردی سے جگائے جانے پر صدمے میں تھی۔

"تمہیں یہاں سلانے نہیں لایا، کس سے پوچھ کر سوئی تم۔ بولو" اب وہ اسکی بازو بہت بری طرح جکڑ کر اسے جھاڑ رہا تھا مگر وہ تو سن سی تھی۔ نادم کا ایسا جنگلی رویہ دو پل کے اندر اندر حرا کی آنکھیں میں بے حد نمی لے آیا تھا۔ بازو میں اٹھتا درد اس نازک سی پری کی جان نکال رہا تھا، اور وہ سر جھکائے روتی ہوئی با قاعدہ کانپ رہی تھی۔

"مجھے بہت درد ہو رہا ہے پلیز، میری خود ہی آنکھ لگ گئی۔ پلیز مجھے چھوڑ دیں" آنسو کا گولا سا خلق میں پھنسا تو حرا نے تکلیف زدہ روکھے پن کے سنگ التجاء کی جو نادم کا سینہ ضرور جکڑ گئی تھی۔ اتنی سی تکلیف بھی نادم کو بہت بے رحمی لگی تبھی وہ گرفت ڈھیلی کیے اسے ہنوز سختی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ اب اس شخص سے واقعی پہلے دن سے دگنی سہم گئی تھی۔

"چھوڑنے کے لیے تھوڑی لایا ہے تمہیں، بند کرو یہ رونا" یہ اسکا رونا نادم کے ارادے کمزور کر رہا تھا، بات میں تھوڑی تحمل زدہ سختی اتری تو حرا نے درد دیتے تاثر کے سنگ اس جنگلی نما انسان کو دیکھا۔ نظر ایسی تھی کہ دل پر آرے چلا گئی تھی۔

"میں چلی جاوں گی، آپ بہت برے ہیں" نازک سی جان پر ایسا ظلم نا قابل برداشت ہوا تو وہ روئی ہوئی شدید برہمی سے بولی، نادم کا دل تو خلق تک کڑوا ہوا اور اگلے ہی لمحے وہ اسے اپنی لوہے جیسی بازووں میں جکڑ چکا تھا، گرفت اور شکل پر ایک سی سختی نے حرا کا دم ہی نکالا، اسکا نازک سا وجود ایسی سختی کب برداشت کر سکتا تھا۔ کئی

آنسو حرا کی گالوں پر اتر کر شدید گلابی پن پھیلا گئے تھے، نادم نے ایک نظر حرا کو دیکھا۔ وہ ہار نہیں مان سکتا تھا، اسے اس لڑکی کو ناحق تکلیف دینی ہی تھی۔

"جا کر دیکھاو، ابھی جاو" یوں بے حد شدید گرفت میں دبوچے وہ اسے جانے کا کہہ کر محظوظ ہوا اور وہ مزید رو دی۔

"چھوڑ دیں مجھے میں نے آپکا کیا بگاڑا ہے، آپ نے یہ سب کرنا تھا تو مجھ سے شادی کیوں کی۔ مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا، میرا سانس بند ہو رہا ہے پلیز مجھے چھوڑیں" حرا کی آنکھیں سرخ تھیں اور لہجے میں آہ و بکا کا عنصر تھا، نادم کو اپنی اس جانور جیسی حرکت پر دکھ تھا مگر پھر بھی وہ اسے جاری رکھے ہوئے تھا۔

"تم اب یہیں رہو گی، یہیں جیو گی اور یہیں مرو گی۔ مجھے تم پر صرف ترس آرہا ہے، تمہارا قصور صرف اتنا ہے کہ تم میرے بدلے تک پہنچنے کی بس ایک سیڑھی ہو۔ یہ تو اصول ہے کہ کرے کوئی اور اور بھرے کوئی اور۔ ہمارے بیچ جو بات ہو اگر وہ باہر نکلی تو میں تمہاری سانس ہمیشہ کے لیے روک دوں گا۔ اپنا یہ رونا اپنے گھر والوں کے سامنے رونا کیونکہ یہاں تمہیں کوئی تسلی نہیں ملے گی" نادم کا ایسا سفاک روپ تو وہ خود بھی نہیں جانتا تھا، حرا کی آنکھیں اس انکشاف پر پھٹ چکی تھیں، وہ اتنی بے وقعت کر دی گئی کہ اسے خود پر بھی ترس آیا۔

"میں سب کو اپکی اصلیت بتاوں گی" حرا نے بنا کسی خوف کے آنکھوں میں غصہ اور درد لائے کہا اور یہ بات اب نادم کی مردانگی برداشت نہیں کر پائی تھی۔

"اچھا، ایسا کرو گی تم" نادم نے خطرناک ہو کر اسکے چہرے پر جھکے دوٹوک انداز میں کہا جس پر حرا کا دم شدید سہما۔

"ہاں، چھوڑ کر چلی جاوں گی۔ آپ اس قابل نہیں کہ آپکے ساتھ کوئی رہے" حرا کی زبان بہت غلط وقت پر چلی تھی، نادم نے بے حد ضبط کے باعث ایک سرسری نظر اپنے بے حد قریب موجود حرا پر ڈالی اور ایک سانس خارج کرتا ہوا اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہی ایک ہی دھکے سے بیڈ پر گرا چکا تھا۔

"زبان چلا کر تم نے بہت برا کر لیا اپنے ساتھ، تمہیں آسان زبان سمجھ نہیں آئی" اگلے ہی پل وہ درندگی کا اعلی ثبوت دیتا ہوا اس پر جھکا اور بیڈ کی سائیڈ پے پڑا حرا کا دوپٹہ اٹھا کر اسکے دونوں ہاتھ باندھنے لگا۔ حرا کی خوف کے مارے ایک چینخ نکلی مگر ہاتھ باندھنے کے بعد وہ اسکا منہ بھی بند کر چکا تھا۔ وہ اس حالت میں سسک رہی تھی، مگر دوبارہ سے کھڑے ہوتے نادم حسین کو اس پر کوئی ترس نہ آیا۔

"میں یہ ہرگز نہ کرتا مگر مجھے بھی لگتا ہے تم بھاگ جاو گی، اپنا بدلا لینے کے لیے مجھے ہر بدتہذبی قبول ہے۔ تمہیں خود کا پابند کرنے کے لیے میرے پاس یہی چوائز ہے، ایک درندے کی زندگی میں ویلکم" وہ مسلسل رو رہی تھی مگر حبیس نے ایسا باندھا تھا کہ بچاری لگتا تھا یہیں مرے گی۔ اسکی آنکھوں میں اسقدر خوف تھا جو ایک پل نادم کو بے حد ملامت کرنے لگا۔ سرخ پڑتی بے حد کپکپاتی لڑکی پر نادم حسین اس سے پہلے کہ درندہ بن کر اترتا، نا جانے کیا ہوا کہ وہ اپنی قمیص کے بٹن کھولتا ایک دم رکا اور فورا سے پہلے حرا پر جھکا اور ایک لمحے میں اسکے ہاتھ کھولے اور پھر وہ اسکا منہ بھی کھول چکا تھا۔ حرا کو لگا وہ واقعی مرتے مرتے واپس آئی تھی، ایسی بے رحمی نادم چاہ

کر بھی نہ کر پایا اور حرا کی تکلیف نے اسکی آنکھوں میں بھی سرخی اتاری۔ دونوں ہاتھوں سے وہ حرا کا چہرہ تھامے تکلیف میں ڈوبا جو ٹھیک سے سانس بھی نہیں لے رہی تھی، اور ہچکیوں سے رو رہی تھی۔

"میں یہ نہیں کر پایا، اور مجھے ایسی درندگی پر مجبور مت کرنا۔ جس دن تم یہ گھر چھوڑنے کا سوچو گی اس دن تم پر اپنا ہم نام جانور چھوڑ دوں گا اور پھر تمہارے یہ آنسو بھی اسے نہیں روکیں گے۔ یہاں آو" گویا نادم کا دل بھی کہیں سے بے حد پیارا تھا، وہ حرا کی تکلیف سے کانپ گیا اور بیٹھے بیٹھے اس بے حال رو کر پاگل ہوئی حرا کو اب کی بار بہت آہستگی سے خود سے لگا چکا تھا۔ حرا کا دماغ معاوف تھا، ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسے نوچنے والا تھا اور اب یوں مہربان، ایک شخص کے ایسے دو روپ دیکھ کر اسکا سر چکرا گیا۔ دل چاہا اسے دور دھکیل دے مگر وہ خوف کے مارے کانپتی ہوئی یہ تک نہ کر پائی اور پہلے سے زیادہ شدت سے رو دی۔ نادم نے خود کو بے شمار لعن طعن کرتے ہوئے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچ ڈالے اور ضبط کے باعث اسکی پیشانی تن گئی۔ نظر جھکا کر دیکھا تو حرا کسی سہمے بچے کی طرح اکھڑے سانس لیتی ہوئی اسکے سینے میں چھپ سی گئی تھی۔

"سو جاو تم، بس میرے بدلے کے بیچ مت آتا ورنہ مفت میں مسلی جاو گی۔ میں جیسا کہوں بس ویسا کرتی رہنا، میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔ انڈرسٹینڈ؟" خود کو مضبوط کرتا وہ اس لرزتی کانپتی نازک پری کو اپنے مقابل لائے کھردے اور ترختے انداز میں بولا جس پر وہ ڈر کر سر ہلا گئی۔ نادم نے فوراً سے اٹھ کر اسے پکڑے واپس لٹایا مگر وہ اسے دیکھنے سے اجتناب برتتا ہوا اس پر بلینکٹ اوڑائے مڑا، حرا نے ایک روئی نڈھال نظر اس پشت کر کے کھڑے عجیب سے انسان پر ڈالی۔ وہ تو خود پر اتنا مہربان نہ تھا جتنا اس حرا پر مہربانی کر گیا، اب کی بار نادم حسین کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔ وہ اسکے بعد بنا کچھ کہے جا کر صوفے پر بیٹھا تو حرا نے فوراً سے کروٹ لے

لی۔ نادم نے ایک نظر ابھی بھی روتی حرا پر ڈالی اور سائیڈ سے کشن اٹھا کر ایک طرف رکھتا لیٹ گیا۔ اپنی بازو اس نے اپنے چہرے پر رکھ کر صوفے کی پشت کی سمت رخ کر لیا۔ حرا نے شدید کربناک ہو کر رخ پلٹا تو وہ چہرے پر بازو رکھے سونے لیٹ چکا تھا، پھر سے حرا کی آنکھیں بھرنے لگیں۔ کنارے تک بھریں پھر بہہ پڑیں، گالوں سے بے آواز سیل رواں گزر کر تکیے میں جذب ہوا۔ ایسا انسان حرا نے نہ دیکھا تھا نہ سنا، وہ ابھی اس کے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا مگر اس نے یہ رحم کر کے کہیں نہ کہیں حرا کو اپنا کر لیا تھا۔ مگر وہ پھر بھی ابھی بہت تکلیف میں تھی، کچھ دیر پہلے والا ہولناک منظر حرا کے ساتھ ساتھ اب نادم کو بھی اذیت دے رہا تھا۔ خیر رات اسی فرار کی نظر ہو گئی۔

****

زیان، افراح، عنیہ، جنت، اور عریش نے سیر سپاٹے کرنے کا پلین بنا رکھا تھا اور وہ سب کچھ دور ہی ایک ریسٹورینٹ آئے تھے۔ یہاں کھانے کے بعد وہ لوگ پارک گئے اور با قاعدہ زیان کو چھوڑ کر سب نے بوٹ والے جھولے بھی لیے۔ عنیہ تو ایک ٹرین کا بھی لینے گئی جس میں اسکی طرح کی نازک جنت نے ساتھ دیا۔ وہ سب یوں آوٹنگ کے لیے آ کر بہت خوش تھے، انکا دل تو خضر اور آئرہ کو بھی بلانے کا تھا مگر وہ دونوں آج سارا دن بزی تھے تو تبھی پھر انکو رعایت دی گئی تھی۔ افراح اور عریش نے سب سے زیادہ ہوٹنگ کے ساتھ انجوائے کیا تو زیان صاحب کے چہرے پر اپنی بیوٹی فل سی وائفی کے اس فن پر مسکان سجی رہی۔ زیان کو بھی پھر مجبوراً سب کے ساتھ خطرناک آسمانی جھولے پر بیٹھنا پڑا جس پر سب کی وہ چیخیں نکلیں کہ وہ لوگ بعد میں خود اپنی

ڈری صورتیں یاد کر کے ہنستے رہے۔ جو بھی تھا اتنی تھکاوٹ زدہ روٹین کے بعد یہ چند اوٹنگ کے گھنٹے ان سبکو فریش کر چکے تھے۔ وہ لوگ کافی دیر سے لوٹے اور پھر سب ہی تھک چکے تھے۔ دوسری طرف کامل بابا کے گھر کے باہر رات کے وقت دستک ہوئی مگر جب تک کلیم باہر آیا دستک دینے والا جاچکا تھا، دروازے کے باہر ایک چھوٹا سا باکس تھا۔ کلیم کا دل شدید سہم گیا تو وہ فوراً سے جا کر کامل بابا کو بلا لایا۔ کامل بابا نے وہ باکس جھک کر دیکھا اور کسی تسلی کے بعد وہ کلیم کے لاکھ منع کرنے کے باوجود اسے اٹھائے اندر لے آئے۔ ناجانے اس ڈبے میں کیا تھا مگر کلیم کا چہرہ شدید خوف میں مبتلا تھا۔ ایک تو ابھی تک کامل بابا نے فون والی بات نہ خود زیان کو بتائی تھی نہ وہ کلیم کو بتانے دے رہے تھے۔

"استاد جی آپ چھوڑیں، میں دیکھتا ہوں" کلیم کی آواز کسی شدید خوف کے زیر اثر ابھری تھی، مگر مہران کامل نے اسے منع کیا اور خود تسلی سے کرسی پر بیٹھ کر وہ ڈبہ کھولنے لگے۔ وہ خود بے حد محتاط تھے۔ وہ ایک چھوٹا سا ڈبہ تھا جسکو کھولنے پر اندر ایک چھوٹی سی سبز شیشی تھی اور اسکے ساتھ ایک فولڈ ہوا کاغذ تھا۔ کلیم اور کامل بابا نے اضطرابی انداز میں ایک دوسرے کی سمت دیکھا، کلیم کا سانس ہنوز اٹکا تھا۔ کامل بابا نے بہت آہستگی سے وہ کاغذ اٹھا کر کھولا۔

"کردان حق، رئٹائرڈ ایجنکٹ ڈیٹیکٹیو جے برانچ، یہ شیشی دیکھ رہے ہو؟ اس میں ایک ایسا زہر ہے جو انسان کے جسم میں جاتے ہی اسے دو گھنٹے کے اندر اندر تیزاب کی مانند جلا دیتا ہے، تم چیک کروا سکتے ہو۔ یہ زہر تمہیں دینے میں ہمیں ایک لمحہ لگے گا، لیکن ہمیں افسوس ہے کہ تمہارے بعد تمہارے یتیم بچے تو رل جائیں گے۔ ایک ہی مانگ، ستارہ کا سراغ۔ ورنہ یہ زہر تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے ہر منہ بولے بچے کو دیا جائے گا۔ ہمیں

ستارہ چاہیے؟ کون ہے وہ؟ کتنے ہیں؟ کہاں ملیں گے؟ یہ سب انفارمیشن ہمیں تم دو گے۔ ہم جانتے ہیں تم یہ ضرور کرو گے، اپنے لیے نہیں تو اپنے پیارے بچوں کے لیے ہی سہی۔ بہت مشکل سے تم تک پہنچے ہیں، ہمیں اور مت تھکانا ورنہ تمہارے اس پیارے گھر کو کھنڈر بنادوں گا، یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے" یہ ایک پرنٹ کی گئی دھمکی زدہ تحریر تھی جس کے پیچھے ایک سفاک آدمی تھا۔ وہ جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ ناصرف پاکستان کا ایک جانامانا منسٹر بلکے بلڈ تنظیم کا سربراہ۔ کئی ملکوں میں بہروپ بدلنے والا درندہ صفت، جو اس دنیا میں کئی ناموں سے وابستہ تھا۔

کامل بابا کو لگا انکی سانس بند سی ہوئی ہے، وہ شدید درد کے حال میں کرسی سے ٹیک لگا گئے، ان کے ہاتھ سے وہ دھمکی خیز رقعہ گرا جیسے اب کلیم اٹھا کر تباہ کن انداز سے عبارت پڑھ رہا تھا۔

"یہ کون ہے کلیم، اسے میرا ڈیوٹی نیم کیسے پتا چلا۔ یا اللہ یہ کیسی آزمائش ہے، میرے بچوں کی خیر کرنا مالک" کلیم کے اپنے ہاتھ پیر کانپ گئے تھے، اس زہر کی شیشی کو وہ دور ہٹائے استاد جی کی سمت لپکا اور انکا ہاتھ تھامے مڑا، چہرے پر صاف صاف وحشت تھی۔

"آپ کو کہا تھا زیان بھائی سے کچھ نہ چھپائیں، خدا کے لیے استاد جی اب آپ انھیں یہ بتادیں۔ یہ لوگ آپکی جان نہیں چھوڑیں گے" کلیم کی ٹانگیں خوف سے کانپ رہی تھیں مگر کامل بابا کا دل تکلیف سے لرز رہا تھا۔ ایک بیٹے کو کھونے کی تکلیف بے حد ہولناک تھی اور وہ یہ تکلیف پھر سے سہنے کا سوچ کر دلبرداشتہ اور ذہنی دباو کا شکار ہوئے تھے۔

"کلیم ابھی نہیں، مجھے سوچنے دو۔ صبح ہونے دو، ابھی تم کسی سے کچھ مت کہنا۔ میں مر جاوں گا لیکن اس سفاک آدمی کو غرق ضرور کروں گا۔ یہ جو بھی ہے، بہت پاور فل ہے۔ یہ وہی ہے جس نے مجھ سے میری زندگی چھینی، اب یہ کردان حق کے غضب سے نہیں بچے گا۔ میں بوڑھا ضرور ہوں لیکن ابھی اس حب الوطنی کے پیکر وجود میں اتنا حوصلہ ہے کہ سینہ تان کر ایسے ناسوروں کو جہنم کا ایندھن بناوں۔ یہ معاملہ اب میں خود دیکھوں گا، یہی زہران سبکی نسلیں ختم کرے گا۔ مردود کہیں کا، غدار چھپ کے دھمکی دیتا ہے۔ سامنے آنے کی جرت اس جیسے پاور فل کتے میں بھی نہیں" کلیم کا دل بیٹھا جا رہا تھا اور کامل بابا تھے کہ ذرا خوفزدہ نہ تھے بلکے انکے اندر پہلے سے زیادہ جوشیلہ مرد مجاہد جاگ کر دبنگ انداز میں دھاڑا تھا۔ اب اس تنظیم کا خاتمہ اسی شیر دل کے ہاتھوں لکھا تھا، اگلے ہی لمحے کامل بابا کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ کلیم نے چہرے پر آئی پریشانی ضبط کی اور تھوڑا حوصلہ کیے پر امید ہوا، ویسے بھی اسکی تربیت مہران کامل جیسے مرد مجاہد نے کی تھی تبھی خوف کے باوجود کلیم کہیں نہ کہیں پر اعتماد ہو چکا تھا۔

****

خضر اور آئرہ نے مینا کو اسکی ریکوسٹ پر رات تک رکنے دیا مگر پھر وہ اسے لینے پہنچ آئے تھے۔ ضامن نے جاتے ہوئے خضر کو روکا تو خضر نے پلٹ کر بہت دھیمے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"آئی نو میرا نہ جرم معافی کے لائق ہے نہ آج تک کا رویہ جو مجھے اس قابل بھی بنا پائے کہ میں ایسی کوئی کوشش کروں، پھر بھی مجھے معاف کر دیں۔ میں بہت برا شخص ہوں، آپ نے اس برائی کے ڈھیر کو بچا کر مجھے اللہ اور

اسکے بندوں سے معافی کی مہلت دی ہے۔ میں آپکا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا" ضامن کا غرور اب خاک تھا، وہ پور پور زخمی اور بکھرا ہوا تھا۔ خضر کو اسکی معافی نہ چاہیے تھی نہ وہ ایسا پسند کر رہا تھا۔ تبھی بہت آہستگی سے اس تک آیا اور مضبوط انداز میں اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکرا دیا گویا معاف کر دیا ہے۔ ضامن کی آنکھوں میں شکر گزاری اُمڈی تو وہ خضر کا وہی ہاتھ پکڑے شدید تکلیف میں لپٹا تھا۔ مینا بھی یہ دلبر داشتہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھوں کی نمی روک نہ پائی جبکہ آئرہ نے بھی مینا کو تسلی دیتے ہوئے پکڑا۔

"تم آرام کرو، کل میں مبشر کو لاوں گا۔ باقی سے تم مکمل بری ہو کر ہی مل پاو گے۔ مبشر کے لیے بھی بہت مشکل سے اجازت ملی ہے۔ وہ کل واپس جا رہا ہے۔ اب ہم نکلتے ہیں" خضر نے ایک اور احسان کرتے ہوئے ضامن کو مزید اپنا شکر گزار کیا تو وہ بس اداس اور رنجیدہ سے سر ہلانے پر اکتفا کر چکا تھا۔ جاتے ہوئے مینا نے اسے محبت سے لپٹی تکلیف سے دیکھا اور پھر خضر اور آئرہ کے ساتھ باہر آ گئی۔ یہاں سے ایک بلیک گاڑی میں مینا کو بٹھاتے ہی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی اور ستارہ ٹیم اسے دوبارہ سے ہیڈ کوارٹر لے گئی تھی۔ آئرہ اور خضر تو شدید تھک چکے تھے تبھی پھر کھانا باہر ہی کھا کر سیدھا گھر ہی گئے تھے۔ خضر جاتے ہی فریش ہونے چلا گیا جبکہ آئرہ بھی چینج کرنے کے بعد روم میں آ گئی تھی۔ سب نے آج اوٹنگ پلین کی مگر آئرہ اور خضر کی اب ذرا ہمت نہ تھی کہ وہ مزید کہیں جاتے، تبھی بس سونے کا ہی ارادہ بنا چکے تھے۔ جب تک خضر فریش ہو کر نماز پڑھ کر فارغ ہوا تب تک آئرہ سونے لیٹ چکی تھی اور جناب کے انتظار میں خاصی سوئی سوئی لگ رہی تھی۔

"مبشر والی بات واقعی ٹھیک ہے؟ وہ بچہ پریشان ہو جائے گا۔ آخر اسکی کل واپسی ہے" جائے نماز فولڈ کر کے رکھ کر اپنی طرف آتے خضر کو دیکھتے ہوئے آئرہ نے تھوڑی فکر مندی ملائے پوچھا جس پر خضر بھی کسی سوچ کے زیر اثر بلینکٹ ہٹا کر بیٹھتے ہی بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا چکا تھا۔

"ہاں مبشر سمجھدار ہے، مجھے لگتا ہے اسے بتا دینا چاہیے۔ وہاں جا کر ورنہ وہ بے چین رہے گا۔ میں نے کچھ لوگ وہاں مبشر کی سیکورٹی کے لیے بھی پہلے سے الرٹ کروا دیے ہیں۔ میں اسکے لیے مزید رسک نہیں لے سکتا" خضر کے لہجے میں اپنوں کے لیے اسقدر فکر تھی کہ آئرہ جو لیٹی تھی، فوراً سے نثار ہوتی نگاہیں اٹھائے خضر کی گود میں سر رکھ گئی۔ خضر بھی شربتی کے اس انداز پر تھوڑی سنجیدگی سے باہر آیا۔

"تم بہت باکمال ہو خضر، تم سے جڑا ہر رشتہ رشک میں مبتلا ہے۔ بہت اچھا کیا، ویسے بھی اب وہ وہاں اکیلا ہو گا تو اسے سیکورٹی کی اشد ضرورت رہے گی۔ بس جلدی سے یہ ضامن اور مینا کا معاملہ حل ہو تا کہ تھوڑا ریلیف ہمیں بھی ملے" آئرہ اس ربورٹ جیسی زندگی سے تھوڑا چھٹکارہ چاہتی تھی، ابھی تک وہ اور خضر قریب بھی نہیں آ پائے تھے۔ نہ ہی وقت آیا نہ حالات سلجھے تھے، وہ کچھ وقت خود بھی بس خضر کے ساتھ چاہتی تھی اور یہ بات بن کہے بھی خضر جان چکا تھا تبھی تو محترم کا ہاتھ خمار آلود سے انداز میں آئرہ کے چہرے کو مس کرتا چلا گیا۔ آئرہ نے بھی شدید جذباتیت سے تھوڑا اٹھ کر خضر کے سینے میں جگہ بنائے جکڑا۔ خضر بھی اسکے گرد اپنی پکڑ دلفریب کیے اپنی آنکھیں موندھ گیا تھا۔

"ہماری زندگی ریلیف افورڈ نہیں کر سکتی آئرہ، ہمیں یونہی ایک دوسرے کو میسر آنا پڑھے گا" خضر کی اس بات پر آئرہ نے اپنی پرسکون آنکھیں کھولیں تو خضر تحیر سے اسی کو دیکھ کر سنجیدہ ہوا۔

"جانتی ہوں، لیکن میں کچھ دن صرف تمہیں چاہتی ہوں۔ کہیں دور، سب سے الگ بس آئرہ اور خضر" شربتی کی دلکش سی فرمائش خضر کی سر آنکھوں پر تھی، وہ آئرہ کو پوری دلگیری کے سنگ دیکھ رہا تھا کہ اسکی اپنی آنکھیں مسکرادیں۔

"سوچتے ہیں، میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں" خضر نے آہستگی اور نرمی نے سنگ آئرہ کی پیشانی پر حدت پہنچائی اور پہلے سے زیادہ شدت سے اسے خود میں حلول کر گیا تھا۔ وہ بھی اس گرم جوش سی نرم آغوش میں اس ٹھنڈے موسم کی نزاکت کا حسن دیکھ کر فدا تھی۔

"چلو سو جاو، مجھے بھی نیند آرہی ہے۔ لیٹ جاو ٹھیک سے" آئرہ نے بہت محبت سے الگ ہو کر اسے لیٹنے کو کہا جس پر مسکرا کر فوری عمل درآمد ہوا اور خضر کے لیٹتے ہی اسکی شربتی بھی اسکی بازووں کے حصار میں ساتھ لگ کر لیٹ گئی۔ دونوں کی ظالم نظریں مل کر ابھی بھی تباہی مچارہی تھیں، آئرہ نے ہنسی دلنشین کرتے ہوئے تھوڑا اوپر ہو کر محترم کی گال سے چھیڑ خانی کی اور اپنی ننھی منی گرفت مضبوط کیے خود بھی آنکھیں بند کر گئی۔ خضر اسکے بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا جو آئرہ کو مسحور کن سی نیند میں مبتلا کر گیا تھا۔

****

ایک تو وہ سب آوٹنگ کر کے ایسے تھک چکے تھے کہ کمروں میں جاتے ہی سو گئے اور ویسے بھی رات بھی بہت گہری ہو گئی تھی۔ آج تو عریش اور زیان واقع اس قدر جلدی سو کر تینوں پیاری لیڈیز کو حیران کر گئے تھے۔

ویسے بھی آج آخری دن تھا مستی کا بھی اور آرام کا بھی کیونکہ ممکن تھا کل دادی، جنت اور عنیہ ہی واپس جاتے، عریش کا جانا ابھی ممکن نہیں تھا کیونکہ کل رات ستارہ پھر سے ایکٹیو ہونے والی تھی۔ کل کی تیاری کے لیے شیر جوانوں کے ساتھ ساتھ اب افراح بھی سونے والی تھی، عنیہ کو افراح نے اپنے پاس سلانے کی آفر کی مگر وہ مسکرا کر اکیلے سونے پر راضی ہوگئی تھی۔ ویسے بھی دادی کے علاوہ وہ کسی کے ساتھ نہیں سوتی تھی، یا پھر اکیلی۔ جنت اور افراح بھی چلی گئیں تھیں اور عنیہ بھی روم میں آگئی۔ زیان اور افراح کا گھر بہت پیارا تھا اور عنیہ کو زیادہ مزے کی وہ پینٹنگز لگیں جو پورے گھر میں زیان کی مصوری کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔ عنیہ نے ڈریس چینج کیا اور آئینے کے سامنے مسکراتی ہوئی اپنے کندھے تک آتے بال باندھنے لگی۔ آج جس طرح مبشر نے اسے ہلکان کیا تھا وہ سوچ کر ہی بچاری سرخ ہوگئی تھی۔ اسے وہ بے حد پاگل لگتا تھا، آج عنیہ کچھ پراسرار سا مسکرا رہی تھی، آخر اپنے اس جذباتی پگلے کو اظہار دے آئی تھی۔ مگر اب وہ واقعی اداس تھی، کل جب وہ چلا جائے گا تو وہ اسے کتنا مس کرے گی۔ شاید عنیہ ایسی نہیں تھی، مگر مبشر کی دیوانگی اور نکاح کی کشش کے باعث وہ مبشر کے آگے ہار گئی تھی۔ وہ آج مبشر کو یوں اتنی گہرائی سے سوچ رہی تھی اور اس دوران اسکے چہرے پر صرف آسودگی تھی، عنیہ نے خود کو آئینے میں کبھی یوں نہ دیکھا جیسے آج دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی بے حد پیاری تھی، زیر لب تبسم کی لہر نے اس کو بھی پگلا سا کیا۔ فون کی بیل پر وہ ہڑبڑا کر مڑی، کتنی ہی دیر دل دھک دھک کرتا رہا۔ اپنے ڈوبتے دل کو سہلاتی ہوئی وہ غیر محسوس انداز میں بیڈ پر پڑے فون تک پہنچی تو مبشر کا نام دیکھ کر رہی سہی سانس بھی اٹک سی گئی۔ ابھی دن کے سحر سے نکلنا ناممکن تھا اور یہ پھر سے اسکی جان لینے آ پہنچا تھا، عنیہ نے بیڈ سے اپنا فون اٹھایا، کچھ دیر یونہی دیکھا اور پھر مدھم سی مسکان کے سنگ بیڈ پر ٹک کر بیٹھتے ہی فون کان سے لگا گئی۔ دوسری طرف کوئی ہنڈسم سا شہزادہ رات کی گہری تاریکی اور خنک زدہ لہر میں ٹیرس پر کھڑا تھا۔ دادی اور مہرو نے ایک

دوسرے کو آج خوب کمپنی دی تھی جس میں مبشر نے بھی خاصا حصہ ڈالا اور اب وہ اپنا کچھ ٹائم عنیہ کو دینے کے لیے کال کر چکا تھا۔

"میں اپنا یہ وقت نیند کے سوا کسی کو نہیں دیتا تھا، پر اب سے تمہارا۔ اظہار کر کے تم نے مجھے مزید دیوانہ کر دیا ہے مسز مبشر۔ سو تو نہیں رہی تھی؟" دیوانے نے کال لگتے ہی بیقراری کا سمندر موجزن کر دیا جو ایک ہی پل میں عنیہ کے چہرے پر گل و گلزار کھلا گیا تھا، ہنس پڑی تھی۔

"نہیں جاگ رہی ہوں، ہم سب گھومنے چلے گئے تھے۔ بس کچھ دیر پہلے آئے ہیں۔ خضر اور آئرہ آپی کو کوئی کام تھا تو وہ گھر ہیں۔ میں، عریش بھیا، جنت آپی، زیان بھائی اور افراح آپی کے گھر رکے ہیں" عنیہ نے بھی مقابل کی بیقراری کو جذب کیے بیڈ پر چڑھ کر تکیہ کھڑا کیے ٹیک لگائے بتایا جس پر مبشر شریر سی مسکان دے چکا تھا۔

"آہاں، اکیلے اکیلے اوٹنگ کر لی۔ چلو اچھا ہے سب سو گئے ہوں گے یقیناً اور میری شہزادی اکیلی ہے، دادی کو ہم نے رکھ لیا۔ پر مما اور دادی نے بہت سی باتیں کیں، حرا کی وجہ سے مما اپ سیٹ نہ ہوتیں تو دادی کو کبھی نہ روکتے۔ تم افراح آپی یا جنت آپی کے ساتھ کیوں نہیں سوئی بتاؤ ذرا" مبشر کو سارے معاملے میں بس عنیہ کی فکر اڑی جو خود عنیہ کو بے حد پیارا لگا، اس وقت مبشر کا تو پتا نہیں مگر عنیہ کو ضرور اس پر پیار آیا تھا۔

"ارے نہیں، آپی نے مجھے کہا تھا لیکن میں یا تو دادی کے ساتھ سوتی ہوں یا اکیلی۔ ورنہ مجھے نیند نہیں آتی، اور اچھا ہے دادی جانو بھی مہرو آنٹی کے ساتھ اچھا فیل کر رہی ہوں گی" عنیہ نے فوراً سے پہلے محترم کی فکر دور کی مگر وہاں تو ایسے کوئی آثار نہ تھے، الٹا بے قراری کو پر لگ گئے تھے۔

"لیکن مجھے تو میری وائف کی فکر ہو رہی ناں، تم بھی رک جاتی یار۔ سچی میرا دل چاہ رہا میرے پاس کوئی جادو ہوتا اور میں فوراً تمہارے پاس آجاتا" بس جی ہو گیا تھا مسٹر جذباتی شروع، عنیہ نے بمشکل ہنسی دبائی۔

"شکر ہے ایسا کوئی جادو نہیں ہے، ورنہ مجھے تو سلیمانی ٹوپی پہننی پڑتی" ہلکی سی شرارت عنیہ کے لہجے میں کھنک کر اب مبشر کو بھی ہنسا چکی تھی۔

"ایک دن تو مجھے تمہارے پاس آنا ہی ہے، پھر نہ تم چھپ سکو گی نہ یہ دیوانہ چھپنے دے گا" ہلکی سی بے خودی مبشر کی آواز میں ہمکی تو عنیہ کے چہرے پر بھی رعنائی بڑھی، لفظ لفظ بیقراری میں لپٹا کر مبشر ادا کرتا تھا۔

"عنیہ آر یو ہیپی؟ ود می" عنیہ کو کوئی جواب ڈھونڈنے کے باوجود نہ ملا تو مبشر خود اسکی خاموشی کو بھانپے احتیاط لیے بولا تھا۔

"جی خوش ہوں" عنیہ کا لہجہ بے حد سچا تھا، مبشر کے ہونٹوں پر کبھی نہ معدوم ہونے والی مسکان تھی۔

"مجھے مس کرو گی ناں؟ کل میں جا رہا ہوں" مبشر کے لہجے میں اب کی بار اداسی سی تھی، خود عنیہ بھی اداس سی ہوئی۔ یہ تو وہ خود نہیں جانتی تھی کہ وہ مبشر کے دور جانے پر کیسا ری ایکٹ کرے گی۔

"بہت کروں گی" عنیہ کی آواز کا خم مدھم تھا، مبشر نے آسمان پر چمکتے چند ستاروں کی طرف نگاہیں مرکوز کیں۔

"تمہیں پتا ہے آج خضر بھیا نے مجھے وہاں جا کر محتاط رہنے کا کہا ہے، آئی ڈونٹ نو کہ کیا وجہ ہے۔ لیکن وہ کافی فکر مند تھے" اچانک سے مبشر کو خضر کی بات یاد آئی جس پر عنیہ بھی سنجیدہ تاثر دے چکی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ خضر

بھائی نے اسے ضامن کی وجہ سے ایسا کرنے کا کہا اور وہ جانتی تھی کہ خضر اور آئرہ آج دن کے بعد سے اسی کام میں تھے۔

"آپ دوسرے کنٹری میں ہوں گے ناں تو احتیاط کے طور پر کہا ہو گا، اپنی حفاظت اہم ہوتی" عنیہ نے بات بناتے ہوئے مبشر کی فکر ہٹائی جس پر وہ ابھی بھی الجھا تھا۔

"ہاں مے بی، کہہ رہے تھے کہ کل بتاؤں گا۔ دیکھو اب کیا کہتے ہیں، ویسے ایسا سب تو مجھے ضامن بھیا بھی کہتے تھے۔ بس تبھی الجھ گیا ہوں، اور ضامن بھائی کی بھی کوئی خبر نہیں۔ سب سے زیادہ مما پریشان ہیں بس دعا کرو سب ٹھیک ہو جائے۔ میرا تو جا کر بھی یہیں دھیان رہے گا، میں مزید رک جاتا مگر دو دن بعد میری کلاسز شروع ہو رہی ہیں جنکو مس نہیں کر سکتا" یک دم مبشر بھی بے حد پریشان تھا اور وہ اپنی پریشانی بلا جھجک عنیہ سے کہہ گیا جس پر عنیہ کو بہت اچھا لگا تھا۔ وہ یہی چاہتی تھی کہ وہ مبشر کی دوست بھی رہے، محبت اور دوستی کا یہ بندھن بے حد حسین تھا جسے مبشر کی بے قراری اور دیوانگی چار چاند لگا دیتی تھی۔

"ان شاء اللہ سب اچھا ہو گا، اور آپ پریشان نہ ہوں خضر بھیا نے کہا ہے تو ضرور بتا دیں گے۔ باقی ہم سب کی دعائیں ہیں کہ ضامن بھیا آپ سب سے جلد ملیں" عنیہ کے لہجے میں بھی جی بھر کر مٹھاس اُمڈی اور یوں عنیہ کا بڑی دادی اماں بن کر تسلی دینا ایک بار پھر منشر کا چہرہ گلنار کر گیا تھا۔

"آمین، اس بات پر میں تمہیں ایک ٹائیٹ ہگ تو لازمی کرتا نک چڑھی۔ سچی عنیہ بہت مس کر رہا ہوں تمہیں، اجاؤں ابھی؟" اب تو عنیہ کو دو سو والٹ کا کرنٹ لگا، یہ مبشر تو اسکی کسی بھی لمحے جان نکال لیتا تھا۔

"مبشر پلیز، خدا کے لیے اپنے جذبات قابو کیجئے۔ کچھ ایسا ویسا مت کیجئے گا کیوں میری جان نکالنی ہے آپ نے" عنیہ کا خوف اور سہم کر کہنا مبشر کی بتیسی نکال چکا تھا۔ واقعی بے حد پیاری تھی وہ، مبشر کا دل شدید دھڑکا۔

"نہیں جان نہیں نکالوں گا، تم تو خود مبشر کی زندگی ہو یار۔ مزاق کر رہا تھا، لیکن اپنے دل کے جذبات تم سے کہنے میں مجھے کوئی عار نہیں۔ کل مجھ سے ملو گی ناں؟" ابھی تو آج کی کپکپی نہیں اتری تھی اور یہ پاگل کل کی نئی فرمائش کر بیٹھا تھا، عنیہ کا دل شدید زور سے دھڑکا۔ کل کی ملاقات سے وہ اب سچ میں تمام محبت کے خوفزدہ تھی۔

"مبشر آپ مجھے بہت تنگ کرتے ہیں، پہلے وعدہ کریں کہ ایسا کچھ نہیں کریں گے جو مجھ پر بھاری ہوا۔ مجھے آپ سے آج سچ کا خوف آرہا، میں آپکی بے قراری سے ڈر رہی ہوں" عنیہ جانتی تھی کہ وہ کل کسی کمی پر اکتفانہ کرے گا تبھی بنا رکے کہہ گئی تھی اور وہ تو عنیہ کی اس بات پر چاروشانے چت حد تک قربان ہوا تھا۔ مبشر کا بس چلتا تو اسے خود سے باندھ کر ساتھ لے جاتا، اور اس میں بے قراری پر بندھ باندھنے کی سکت کب تھی۔

"کوشش کروں گا اپنی بے قراری کو سمیٹنے کی، وعدہ نہیں کرتا۔ تم سامنے آتی ہو تو بس تم پر پیار لٹانا یاد رہتا ہے، میرا کیا قصور یار۔ میرے بس میں جو چیز نہیں ہے اسے کیوں مانگ کر مجھے ہلکان کرتی ہو" یعنی گویا مبشر نے اسے مزید خوف میں مبتلا کرتے ہوئے اپنی بے بسی بتائی تھی، عنیہ کو شدید ہول سے اٹھے۔

"مبشر میں آپکو کیسے سمجھاوں کہ یہ سب ابھی میرے لیے بہت زیادہ مشکل ہے، آپ کیا چاہتے ہیں کہ میں اسی آخری ملاقات میں بندھی رہ جاوں، پتا نہیں کیا ہو رہا ہے مجھے کل سے۔ آپکی لٹائی محبت عادت بن رہی ہے۔ اور جب آپ میرے پاس نہیں ہوئے تو میری یہ عادت مجھے بہت تنگ کرے گی" عنیہ کا لفظ لفظ مبشر کے دل میں اتر

کر مہکار پھیلانا شروع کر رہا تھا، عنیہ اسکے جادو کی شکار ہو ہی گئی تھی۔ کیا رشک تھا محبوب کا محبوب ہونے کا، دل تو جھومنے کا کیا تھا۔

"کل مل لو، بعد کی بعد میں دیکھیں گے۔ کل تمہیں کچھ بتاوں گا جو تمہاری اس عادت کا علاج ہے۔ مبشر اگر تمہیں بیقرار کر سکتا ہے تو پر سکون کرنے پر بھی قادر ہے۔ میرے ہوتے ہوئے کسی عادت کی مجال نہیں جو تمہیں تنگ کرے، تم بس ہنستی اور مسکراتی رہو گی۔ آج مجھے یقین ہو گیا کہ یو لو وو می مور دین می" مبشر کا دل تو جھوم رہا تھا مگر وہ بے حد دلفریبی سے عنیہ تک اپنے نرم لمس زدہ لفظ پہنچا کر ایک آسودہ سانس خارج کیے مسکرایا۔ عنیہ حیران و پریشان سی مبشر کی بات پر پتھر سی ہوئی، پتا نہیں اب یہ نمونہ کیا کہنے والا تھا۔

"یس آئی لو ویو سو مچ" عنیہ نے سر جھکائے ہار مانی، مبشر نے سکون سے اٹے انداز میں آنکھیں بند کیں۔

"بس ایسے ہی میرا سکون مجھے دیتی رہنا، تم مجھے بہت پیاری ہو عنیہ۔ یاد رکھنا تم مبشر کی جان سے زیادہ اہم ہو، اب تم سو جاو۔ تکیے کو مبشر سمجھ لو" ایک دم محبت لٹاتے انداز میں کہتے کہتے محترم ایسی پٹڑی سے اترے کے بچاری عنیہ کا چہرہ فق ہوا۔ کچھ بھی کہہ دیتا تھا یہ بونگا کہیں کا، بچاری بری طرح جھینپ کر رہ گئی اور وہ شرارتی آگ کا گولا بتیسی پھیلائے بنا عنیہ کے تاثرات دیکھے بھی محسوس کر گیا۔

"ھاھاھا اس وقت کاش واقعی تکیہ مبشر ہوتا، پھر میں تمہیں بتاتا کہ تم کتنی پیاری ہو۔ چلو اب میں زرا زیادہ شوخا اور چھچھورا ہو رہا ہوں اس سے پہلے کہ حد بریک ہو اب جاتا ہوں۔ آئینے میں دیکھ کر خود کو دور سے پیار کرو، یہ مبشر کی طرف سے۔ سو جانا، ڈر نامت۔ میں ابھی تمہارے خوابوں میں آتا ہوں" مبشر ہر حد پار کر کے بھی عنیہ کو جان سے پیارا لگا، یکدم فون رکھ کر عنیہ نے آئینے میں دیکھا مگر چاہ کر بھی اس پاگل [illegible] نہ کر سکی [illegible] نظر [illegible]

تکیے پر گئی تو بچاری ہنسے بنا نہ رہ سکی۔ فون سائیڈ پر رکھے تکیے صاحب پر پیار لٹاتی عنیہ لیٹ گئی اور بند آنکھوں کے باوجود تبسم کی چمکتی کرن اس پری کے چہرے پر پھیل گئی۔

****

خضر کا فون مسلسل بج رہا تھا اور وہ شاید فریش ہو رہا تھا جبکہ آئرہ ناشتہ بنانے باہر گئی تھی۔ مسلسل تیسری بیل تک جب خضر جینز اور ویسٹ پہنے باہر آیا تو مسلسل بجتا فون بند ہو چکا تھا۔ خضر نے ٹاول سے اپنے گیلے بال خشک کیے اور فون اٹھایا جہاں صبح سویرے حرا کی چھ مس کالز دیکھ کر خضر کے چہرے پر شدید پریشانی ابھری۔ گھڑی صبح کے سات بجا رہی تھی، شدید اضطرابی حالت میں وہ حرا کا نمبر ملا چکا تھا۔ وہ جو واش روم میں اب اپنی کوشش کے ناکام ہونے پر روئی سی رنجیدگی کے سنگ باہر نکلنے والی تھی، فون کی وائبریشن پر چونکی۔ بے قراری سے اس نے فورا بھرے دل کے ساتھ کال اٹھائی اور خضر تو اس قدر بے تاب تھا کہ کال اٹھائے جانے پر مزید ہلکان سا ہوا۔

"بھائی، بھائی مجھے اس درندے سے بچا لیں۔ بھائی یہ مجھے مار دے گا، میں مر جاوں گی میں یہ نہیں سہہ سکتی" فون لگتے ہی حرا کی روتی تڑپتی آواز نے خضر کا رہا سہا سکون بھی غارت کیا تھا۔ وجود کا سارا لہو خضر کی آنکھوں میں سمٹ آیا تھا، اسکا دل چاہا ابھی جا کر نادم حسین کی قبر بنا آئے۔

"حرا میری جان، رومت۔ کیا کہا ہے اس زلیل نے؟ رو نہیں۔ بتاو مجھے ابھی اس کی جان لیتا ہوں آ کر" باہر نادم بڑے مزے سے سینے پر بازو لپیٹ کر یہ ساری کہانی سن رہا تھا۔ حرا نے تو اسکا کام بہت آسان کر دیا تھا، اسکا پلین

ایک دم نشانے پے لگا تھا مگر یوں درندہ کہنے پر متحرم تمام تک مضحکہ خیز انداز کے باوجود ماتھے پر بل ڈالے دروازے کے ساتھ لگ چکے تھے۔ خضر کی تو آنکھوں میں شدید غضب اور خون اتر آیا تھا۔

"بھائی وہ مجھے یہاں کسی بدلے کے لیے لایا ہے، وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ خضر بھیا خدا کے لیے مجھے لے جائیں میرے پاس آپ کے سوا ابھی کوئی مددگار نہیں" روتے روتے حرا کی آواز خلق میں پھنسی اور خضر نے خون آشام نگاہیں کیے اپنی مٹھیاں بھینچ ڈالیں۔ آئرہ اسے ناشتے کے لیے بلانے آئی تو خضر کے چہرے پر شدید وہشت ناک غصہ دیکھ کر تھم گئی۔

"میں ابھی تمہیں لینے آرہاہوں، اور اسے ایسی جگہ گاڑوں گا کہ اسکا نشان بھی نہیں ملے گا۔ ابھی آتا ہوں، رونا مت" خضر نے بہت خطرناک انداز میں کہہ کر فون بیڈ پر پھینکا اور شدید تلماتے ہوئے اپنی شرٹ پہننے لگا جب آئرہ دہلتے دل تک اس تک پہنی۔ بنا آئرہ کے پوچھے وہ اسے ساری بات بتا کر صدمے میں غرق کر گیا تھا۔ خود آئرہ کی آنکھیں صدمے کی کیفیت سے دوچار ہو چکی تھیں۔ خضر کا بس چلتا تو اڑ کر اس کمینے کا گلا دبا آتا۔

"میں بھی کہوں کے یہ سفاک شخص اتنا چپ کیسے ہے، بہت گھٹیا چال چلی ہے اس نادم کے بچے نے۔ آج یہ میرے ہاتھوں سے نہیں بچے گا آئرہ۔ چلو" جلدی جلدی خضر اہنی شرٹ پہن کر اپنی جیکٹ، فون اور گن لیے بولا تو آئرہ صدمے کی کیفیت سے باہر نکلی۔

"خضر پلیز، آرام سے۔ چلتے ہیں لیکن پلیز ایسا ویسا کچھ مت کرنا" آئرہ کا دل شدید لرزا اور وہ التجاء لیے بولی مگر خضر اسکی بات ان سنی کرتا سختی سے اسے دیکھنے کے بعد باہر نکلا تو آئرہ بھی پیچھے گئی۔ دوسری طرف حرا کو لگا اسکی کسی نے جان دبوچ لی ہے واش روم کا دروازہ دھڑ کی سے کھلا اور ابھی گلے ہی لمحہ نادم اسکے سامنے کھڑا تھا۔ تو

سویا ہوا تھا، یوں اسکے جاگ جانے پر حرا کا وجود برف کی طرح سرد ہوا۔ نادم کے چہرے پر تناو آیا اور وہ بڑے آرام سے واش روم کا دروازہ بند کیے دو پل میں اس تک پہنچا جو کانپتی ہوئی واش روم کے ڈریسنگ سے جا لگی۔ نادم حسین اب اس پر درندہ چھوڑے گا، یہ سوچ کر حرا کا وجود بے جان اور حواس شل ہوئے مگر اگلے ہی لمحے نادم ایک ہاتھ سے اسکے دونوں بازو جکڑ کر پیچھے قید کرتا اس پر جھکا۔ حرا کی جان نکلی اور لگا جیسے بس وہ ابھی گر جائے گی۔ نادم کے چہرے کا غصہ یک دم غائب ہوا اور ایک شیطانی مسکان اسکے چہرے پر پھیل کر ہنسی۔

"تم تو بہت کام کی نکلی ہو، بہت اچھا کیا کہ میرے بدلے کہ شروعات کر دی۔ اس پر تھوڑا پیار تو بنتا ہے" یہ آدمی حرا کے لیے موت کے فرشتے جیسا لگا جب وہ اسکے چہرے پر جھکے پورے ڈھٹائی سے عاشقانہ شرارت کر کے حرا کو پتھر کر چکا تھا۔ حرا کو لگا وہ کسی برف کی سل پر لٹا دی گئی ہو، ایسی جلن کہ اسکا پورا وجود تپش میں لپٹا تھا، اور وہ جنبش تک کی روادار نہ تھی۔ وہ پھر سے اس بے جان حرا کے روبرو ہوا جو بدحواس ہو کر نادم حسین کا ایک تیسرا روپ دیکھ رہی تھی۔

"ابھی جب خضر آ کر یہاں تماشا لگائے گا اور تمہیں کہے گا کہ میرے ساتھ چلو تو تم صاف اسکے منہ پر انکار کرو گی۔ سمجھ آئی؟" پہلا ٹاسک نادم اسے دیتے ہوئے خاصی نرمی اختیار کر چکا تھا، نادم کی حدت زدہ سانس صاف صاف حرا کے چہرے سے ٹکرا کر اسے دہکا رہی تھی۔

"میں انکار کیوں کروں، آپ ایک گھٹیا انسان ہیں۔ دوبارہ میرے قریب آئے تو اپنے ساتھ ساتھ آپکو بھی آگ لگا دوں گی۔ مجھے آپ سے نفرت ہے" حرا کی نازک آنکھیں تکلیف سے اٹ کر نادم کے چہرے پر بھی ناگواری پھیلا چکی تھیں، اس سے پہلے کہ وہ پھر سے پہلے کی نسبت غصے اور شدت سے اسکے قریب جاتا، حرا کی سرخ

آنکھوں سے بہتے آنسو اسے اس ستم سے روک کر پتھر کر گئے تھے۔ پھر سے نا جانے کیا ہوا کہ وہ اسکے دونوں پیچھے باندھے ہاتھ کھول کر خود سے بے حد شدت سے لپٹا گیا۔ ایک لمحے کو حرا کا سر گھوم گیا، ایک کے بعد ایک روپ اسے پاگل کرنے والے تھے۔

"مجھے تنگ مت کرو حرا، میں تمہیں تکلیف نہیں دینا چاہتا۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی تو مجھے مجبوراً تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنا ہوگا۔ خود پر رحم کھاو، چھوٹے موٹے مظالم سہنے کی عادت ڈال لوگی تو ہر قسم کی درندگی سے محفوظ رہوگی۔ سمجھ گئی ہو؟" یہ شخص پاگل تھا، کوئی ایسا کرتا ہے بھلا۔ حرا کا دل شدید پھٹا جب وہ اسے ایک بار شدت سے جکڑنے کے بعد روبرو کیے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے سخت سنجیدہ تھا۔ حرا نے ایک دل چیرتی نگاہ اس سفاک مگر کہیں سے رحم دل سے شخص پر ڈالی، اور مجبوراً سر اثبات میں ہلا گئی۔

"بہت اچھی بات ہے، تم بہت معصوم اور پیاری ہو میں نہیں چاہتا یہ دونوں چیزیں تم سے چھن جائیں" یہ کہہ کر وہ پھر سے حرا کے سرخ ہوتے چہرے پر جھکا اور پیشانی پر ہونٹ رکھنے کے بعد اب کی بار اسے بہت آہستگی سے خود سے لگائے مڑا اور دروازہ کھولے بیڈروم میں لایا۔ بیڈ پر حرا کو بٹھا کر ایک دل جلی مسکان دیے وہ فریش ہونے چلا گیا تھا، بلکے یوں کہنا چاہیے کہ تماشے کے لیے تیاری کرنے گیا تھا۔ حرا نے روکھے انداز میں اس جاتے ہوئے نادم کو دیکھا اور شدید جھنجھلاہٹ کا شکار ہوئی، ایک طرف وہ اسے تکلیف دیتا تھا اور ساتھ ہی ایسی نرمی سے محبت بھی لٹاتا تھا۔ حرا اس شخص کے اتنے سے وقت میں اتنے زیادہ روپ دیکھ کر شدید ٹوٹ سی گئی تھی، نادم حسین حرا سے کہیں نہ کہیں محبت کرتا تھا، تبھی پاگل پوری سزا دے ہی نہیں پا رہا تھا۔ کہیں نا کہیں شمس اور

ہاجرہ کی تربیت کام آ رہی تھی، ممکن تھا کہ ایک دن یہ ٹیڑھی ہڈی بھی سیدھی ہو ہی جاتی۔ ابھی تو حرا کا دکھ بے حد بڑا تھا۔

****

یہ ایک مکمل سیکور خفیہ لیب تھی جو کامل بابا نے سیکورٹی کی حد درجہ بندش کے بعد گھر میں ہی ایک انڈر گراونڈ کمرے میں بنا رکھی تھی جہاں آج بھی انکے پاس انکی ڈیوٹی کے لوازمات رکھے گئے تھے۔ وہ وردی جس پر انھیں آج بھی کسی بہت بڑے خزانے کا گماں گزرتا تھا۔ وہ کردان حق نام کا بیج جو ایک مدت انکے سینے پر رشک لیے سجا تھا۔ کئی فائلز، کئی میڈلز کئی یادیں۔ حسین اور انکی بیوی کی انکے ساتھ یادگار تصویریں جن کو دیکھ کر یہ مضبوط مہران کامل بھی کچھ لمحے کو بے جان ہو جاتے تھے۔ جب کوئی ہم سے بچھڑ جاتا ہے تو وہ پہلے سے زیادہ دل کے قریں ہو جاتا ہے۔ انھیں آج تک ان دونوں کی ڈیڈ باڈیز نہیں ملی تھیں، ان درندوں نے کامل کا سارا گھر جلا کر راکھ کر دیا تھا۔ یہ چند تصویریں بھی ایک لوہے کے باکس میں ہونے کے باعث بچ گئی تھیں۔ آج انھیں اپنے ان دونوں بچھڑوں کی شدت سے یاد آئی تھی۔ نا جانے اب یہ امتحان کامل بابا سے انکی کونسی خوشی لینے آیا تھا مگر اللہ خود کہتا ہے کہ وہ صابریں کو اپنا دوست رکھتا ہے۔ تو پھر کیسے اپنے اس بندے کو تنہا چھوڑتا۔ آج وہ مدت بعد پھر سے اپنے وطن کی حفاظت کا عزم اٹھانے کے ساتھ ساتھ اپنی بیوی اور بیٹے کا بدلا لینے والے تھے۔

"شاید اس میں بھی اللہ کی بہتری ہے، کردان حق مر تو سکتا ہے پر اپنے ملک کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔ مجھے اب یہ بات میری جان کو بتانی پڑھے گی۔ ستارہ اس ملک کی محافظ ہے اور رہے گی۔ میں خود یا کسی کو بھی انکی کمزوری

نہیں بننے دوں گا" وہ تھکے اور نڈھال سے کامل بابا اپنے لاکر سے ایک منی کنکٹ ڈیوائس نکال کر خود کلامی کر رہے تھے۔ یہ ایک ایسی ڈیوایس تھی جس سے تمام ریٹائرڈ ڈیٹیکٹیو آفیسر زبراہ راست اپنے اداروں سے رابطہ کر سکتے تھے جو ایک سگنل ویو کا کام کرتی تھی اور اس ادارے تک اشارہ جاتا تھا کہ ہمارے کسی پرانے ڈیٹیکٹیو کو ہماری ضرورت ہے۔ یہ لوگ اپنے کام کو چھوڑنے کے بعد بھی اس ادارے کی حفاظت میں رہتے ہیں مگر کبھی کبھی انہونیاں بھی ممکن ہو جاتی ہیں جیسا کامل بابا کے ساتھ ہوا تھا۔ لیب مکمل مدھم اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ کامل بابا نے بہت احتیاط سے اسے آن کیا اور ستارہ ہیڈ کمانڈر مرجان خالق تک اپنی ڈیوایس کا سگنل پہنچایا۔ یہ ڈیوائس بلکل فون جیسی لگتی تھی، دس سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ اسکی سکرین پر ایک ڈیجیٹل کوڈ کے ساتھ رنگنگ ہوئی اور کامل بابا نے صوفے پر بیٹھتے ہی اسے کان سے لگا لیا۔

"کردان حق، آپ! آپ نے کیسے یاد کیا؟ سب خیریت ہے" دوسری طرف وہی ملگجی اندھیرا مگر اگلے ہی لمحے وہ چہرہ منظر عام پر آیا۔ مرجان خالق، ستارہ ڈیٹیکٹیو برانچ کے ہیڈ، اسکے علاوہ آئی ایس آئی کے ایک جانشین۔ چہرے پر بے انتہا فکر، ہنڈسم تو وہ ہزل سے بھی زیادہ تھے۔ مگر ایک دم رعب دار اور سنجیدہ، ہزل سے چند سال ہی بڑے تھے مگر ایک باوقار سا ملک دوست، جو ملک کی حفاظت کا اس وقت بڑا سپاہی تھا۔ مکمل سیاہ میں لپٹا ایک مہربان، چہرے پر پڑھتی مدھم روشنی پھر سے مزید مدھم ہوئی۔

"خیریت نہیں ہے مرجان، جن لوگوں نے میری بیوی اور بیٹے کو قتل کیا اب وہ مجھ تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ لوگ ستارہ کا سراغ چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں اس مشن میں میری زندگی تو جائے گی لیکن میں چاہتا ہوں اس بار اپنی ہر کمزوری ہٹا کر ان لوگوں کو تا ابد کے لیے جہنم واصل کر دوں۔ مجھے مشن کی اجازت دو مرجان، کئی لوگوں کی

زندگیاں خطرے میں ہیں" مہران کامل نے لہجے میں دکھ لانے سے لاکھ گریز کیا مگر یہ دکھ تو چھپائے نہیں چھپتے، دوسری طرف مرجان کے چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔

"میں جانتا ہوں کردان حق، ایک حب الوطن کے جسم میں سب سے زیادہ وفاداری ہوتی ہے جو گردش کرتی ہے، لیکن اسکے ساتھ ساتھ ہم جیسوں کے جسم تکلیف بھی سب سے زیادہ رکھتے ہیں۔ آپ نے بیٹا اور بیوی کھوئی، اور میں نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی فیملی کے سات افراد کو کٹتے اور جلتے دیکھا۔ آج تک آپکی طرح بدلے کی جستجو میں ہوں، ہمارا بدلا بھی کتنا عظیم ہے کہ ملک کے بدلے کے ساتھ جڑا ہے۔ میں آپکو مشن کی اجازت ضرور دوں گا لیکن آپ ہمارا سرمایہ ہیں، ستارہ اپنی حفاظت کرنے کے ساتھ ساتھ اس مشن میں آپکے ساتھ رہے گی۔ اور ایک بات، مجھے آپ پر فخر ہے" مرجان کی آواز میں آج بھی دبنگ رنگ اور رشک کی زیادتی بھری تھی۔ خود مرجان جب ایک جونئیر تھے تو کردان حق انکی ٹیم کے کوچ کمانڈر تھے۔ مرجان کی اس بات پر کامل بابا کا چہرہ تبسم اور خوشی کی لہر سے جگمگایا تھا۔

"بہت شکریہ مرجان، جزاک اللہ" یہ کہتے ہی وہ سگنل بلو ہوا اور آواز کا تسلسل منقطع ہو گیا مگر کامل بابا کے چہرے پر بے حد شکر گزاری ابھری تھی۔ زندگی نے اس موڑ پر بھی وطن سے محبت نبھانے کا موقع دیا تھا جو بے شک اللہ کے چنے ہوئے محافظوں کو ہی ملتا ہے۔ اب اس بلڈ تنظیم اور اسکے اس چھپے پراسرار کمانڈر کا راز بہت جلد افشاں ہونے کو تھا۔ وہ جسکی سزا صرف سزائے موت ہو گی اور ایسے غداروں کو ایک ہی وقت میں سو بار پھانسی دی جائے تو وہ بھی ان لوگوں کی درندگی اور بے وفائی کے آگے بہت کم ہے۔

****

"کہاں ہے آپکا وہ زلیل بیٹا، نکل باہر کمینے انسان "ایک دم خضر کی انٹری پر ناشتہ کرتے ہوئے وہ چاروں چونک گئے تھے۔ خضر کی دھاڑ سے شمس حسین کا پورا گھر لرزا، ہاجرہ اور وہ کانپتے دل کے ساتھ باہر گئے مگر نادم حسین نے حبیس سا قہقہہ لگائے ساتھ سہمی بیٹھی حرا کو ایک نظر دیکھا تو اسکا حلق تک سوکھا۔ وہ اسے پلین کو سکسیسفل کرنے کا اشارہ سختی سے کیے باہر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اس تماشے کے لیے باہر نکلا۔ آئرہ بھی شدید غصے میں آج خضر کے ساتھ تھی۔

"یا اللہ یہ کیا، خضر بچے، آئرہ بیٹی کیا ہو گیا" شمس حسین ناسمجھی کے انداز میں اس زخمی شیر کی طرح غضبناک ہوتے خضر کو دیکھتے ہوئے اس جانب بڑھے جو آج نادم کی قبر بنانے آیا تھا۔

"کہاں ہے آپکا وہ فسادی بیٹا، اس لیے آپ لوگ حرا کو لائے کہ وہ شخص اس کو تکلیف دے کر مجھ سے اور آئرہ سے بدلا لے۔ حرا لاوارث نہیں ہے، میں اس گھٹیا شخص کو آج بتاتا ہوں کہ اس نے کس سے پنگا لیا ہے "خضر کی آنکھیں شدید برہمی اور حقارت سے سرخ تھیں، ماتھے اور گردن کی رگیں الگ تنی تھیں۔ شمس اور ہاجرہ تو اب خضر جیسے مدھم مزاج والے کا ایسا خوفناک غصہ دیکھ کر ڈر چکے تھے۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو خضر بچے، وہ ایسا کیوں کرے گا۔ وہ دونوں تو بہت خوش۔۔۔۔ لو دیکھو آ گئے "ہاجرہ نے باقاعدہ روہانسی ہو کر پہلے سختی اور افسوس میں ڈوبی آئرہ کو دیکھا اور پھر خضر سے بولیں مگر خضر ان کو سائیڈ پے

کئے فوراً سے پہلے نادم تک پہنچا اور آئرہ نے بھاگ کر حرا کو خود سے لپٹایا جو بلکل بغیر کسی تاثر کے اسے ربورٹ لگی۔ نادم نے خضر کے ہاتھ اپنے گریبان پر دیکھ کر اپنا نوابی تاثر زائل کیا اور ایک ہی جھٹکے سے خضر کو پیچھے دھکیلا۔ اب تو سب ہی ان دونوں کو دیکھ کر خوفزدہ تھے۔

"یہ تماشا کرنے کو آپکو میرا ہی گھر ملا سالے جی" نادم کے لہجے کی کمینگی اس وقت سب نے دیکھی اور خضر اس خبیس کو اب مزید برداشت نہ کر پایا اور اگلے ہی لمحے ایک گھونسا مارے اسے دو فٹ دور کیا، خضر کو روکنے کے لیے شمس پریشانی سے آگے بڑھے مگر خضر آج کسی کے قابو میں نہ تھا۔ گھونسا کھانے کے بعد بھی نادم نے ہلکا سا ہاتھ اپنے منہ سے نکلتے زرا سے خون کو لگایا اور وہشت انگیز انداز میں خضر کو کاٹ کھانے کو دوڑا مگر اب بیچ میں روتی ہوئیں ہاجرہ آئیں۔

"خدا کے لیے بس کر دو دونوں، ہوا کیا ہے۔ کیوں جانور بن رہے ہو، میرا دل بند ہو جائے گا" ہاجرہ کی روتی دھاڑ پر خضر نے خود پر تھوڑا قابو پایا اور پھر سے نادم کے عین سامنے ہوا جو اسکے اس غصے پر دل سے ہنس کر لطف لے رہا تھا تبھی تو یہ مکا بھی وہ پہاڑ مزے سے ضبط کر گیا۔ حرا کو تو لگا اسکا سر چکرانے لگا ہے، یہ اسکی زندگی کس عذاب میں آ گئی تھی۔

"مرد ہو تو مرد بن کے مقابلہ کرو کمینے انسان، یوں کسی معصوم پر ظلم کرنے سے تم اپنی مردانگی پر دھبہ لگا رہے ہو۔ اب اگر تم نے حرا کو زرا بھی تکلیف دی تو قسم کھاتا ہوں سب کے سامنے تمہارے ہاتھ کاٹ کر کتوں کو کھلا دوں گا۔ اور اب حرا تمہارے ساتھ نہیں رہے گی، چلو آئرہ لے کر چلو" خضر کی آنکھوں میں سارے جسم کا لہو سمایا اور اس نے بہت ضبط کے ساتھ ماتھے کی رگوں کو مزید تان کر نادم حسین کو وارن کیا جس پر وہ کمینہ زیر لب

مسکرا کر خضر کا پارہ مزید چڑھا گیا۔ دوسری طرف آئرہ اسے لے کر جانے لگی تو وہ فورا آئرہ کی گرفت سے نکل کر پیچھے ہوئی جس پر جہاں خضر بے یقین حد تک پتھر ہوا وہیں آئرہ بھی شدید رنجیدہ ہوئی۔ نادم کو اب حرا پر بہت پیار آیا، آخر کار وہ جیت رہا تھا۔

"مجھے نہیں جانا، میں خوش ہوں۔ یہی میرا گھر ہے آپ چلے جائیں پلیز مجھے ان سے کوئی شکایت نہیں" حرا کا دل یہ کہتے ہوئے پھٹ گیا تھا اور وہ بمشکل کہہ کر اپنے امڈتے آنسو روک رہی تھی جس نے خضر اور آئرہ کو شدید دکھ دیا۔ شمس اور ہاجرہ بھی پتھر کے بت بنے ابھی تک اس سوچ میں تھے کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ خضر نے ایک دہکتی نظر نادم کے تھوبڑے پر ڈالی جو بڑی شاطر مسکان سجائے اپنے بیٹھے کالر کو اکڑے انداز میں اٹھا رہا تھا۔

"حرا، یہ شخص تمہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ اس سے ڈر کر منع مت کرو میری جان" خضر کی آنکھوں میں صاف صاف شکایت تھی جو حرا کو زمین میں گاڑنے کے لیے کافی تھی۔

"بس بہت ہو گیا، نکلو اب یہاں سے۔ بڑے آئے بہن کے طرفدار۔ دیکھ لو اماں ابا مجھ پر یہ آدمی کیسے الزام لگا رہا ہے۔ آئرہ یہ تھا تمہاری چوائز؟ چچ چچ اور تو، آج تو مجھ پے ہاتھ اٹھا لیا تو نے، آئیندہ اٹھانے سے پہلے سوچ لینا کہ اب یہ نادم وہ کمزور اور ڈرپوک نہیں رہا، چلو جاؤ ہمیں ولیمے کے لیے تیار بھی ہونا ہے" نادم کا یہ رنگ ڈھنگ تو خضر اور آئرہ کے علاوہ شمس اور ہاجرہ کو بھی ورطہ حیرت میں ڈال گیا تھا۔ شمس کو نادم کی شکل اور بات دونوں پر کوئی یقین نہ تھا، انھیں جو خدشہ تھا وہ ٹھیک نکلا تھا۔ خضر نے بمشکل اپنے ایک بار پھر اٹھتے ہاتھ کو روکا اور ایک نظر سر جھکا کر کھڑی حرا کو دیکھا۔ آئرہ نے بھی اب کی بار نفرت سے اس فسادی نادم کو دیکھ کر افسوس محسوس کیا، اسکی سزا یہ جانور اس معصوم حرا کو دے رہا تھا جو اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔

"حرا میرے ساتھ چلو" خضر نے ایک بار پھر دکھ سے کہا مگر وہ اب اپنا رونا برداشت نہ کر پا رہی تھی اور نادم کو بھی بنے بنائے معاملے کے بگھڑنے کا خوف ہوا تو حرا کے سامنے آ کر تن گیا، خضر نے اس منحوس کو نا جانے کیسے چھوڑ دیا تھا۔ سختی سے مٹھیاں بھینچے اور آنکھوں میں ضبط کی باعث سرخی لیے خضر ہنوز حرا کو دیکھ رہا تھا۔

"بھائی پلیز میں نہیں جا سکتی، آپ جائیں" حرا یہ کہہ کر نادم کا کام آسان کرتی خود اندر بھاگی تو خضر نے خود کو اب جانے کے لیے قائل کیا جو ایک مشکل عمل تھا۔

"آپ دونوں سن لیں اور اپنے اس گھٹیا بیٹے کو بھی سمجھا دیں کہ حرا پر آنچ آئی تو اگلی رات اسکی قبر میں ہو گی، بہت بڑی غلطی ہو گئی جو ایسے پیچ انسان سے ہم نے اپنی معصوم حرا بیاہ دی۔ یاد رکھنا نادم، خضر کے ہاتھوں تم نہیں بچو گے" خضر اسکی آنکھوں میں پورے اعتماد، غصے اور حقارت سے بولتے ہی بجلی کی رفتار سے باہر نکلا تو آئرہ بھی افسوس اور رنجیدگی سے ان تینوں کو دیکھتی باہر نکل گئی۔ ہاجرہ تو وہیں پلنگ پر خود کو لڑھکا کر بیٹھیں جبکہ شمس حسین اچٹتی نگاہ لیے اس شیطانی چہرے والے کے سامنے آئے تو وہ تھوڑا گڑبڑا گیا۔

"یہ سب کیا تھا نادم، کیا چاہتا ہے تو بے شرم۔ وہ جو تیرے نام لگ گئی ہے اسے کھلونہ مت بنا۔ یہ میرے جڑے ہاتھ دیکھ نادم، مجھے زلیل مت کر" شمس اچھے سے جانتے تھے کہ خضر کا یہ سب کرنا بلاوجہ کبھی نہیں ہو سکتا، وہ ایک پرسکون اور بہت تحمل والا انسان تھا۔ ضرور اس نادم نے ہی کوئی پیچ پن کیا تبھی وہ اس قدر غضبناک تھا۔ بابا کی بات آئی گئی کرتا وہ بیزار سا منہ بناتا اندر بڑھ گیا جبکہ اب تو شمس کو یقین ہوا کے ضرور نادم نے ہی کچھ کیا ہے۔

****

"خضر، پلیز کام ڈاون۔ اتنا غصہ مت کرو پلیز" خضر کی حالت اس قدر دہکی تھی کہ اسکا دل چاہ رہا تھا کہ یا اپنے بال نوچ لے یا اس نادم حسین کو گاڑی کے نیچے مسل دے۔ آئرہ کو اب خود خضر کے غصے سے خوف آرہا تھا جو کسی آتش فشاں پہاڑ کی مانند پھٹنے والا تھا۔

"میں تمہیں بتا رہا ہوں آئرہ، اب اگر نادم نے مزید کوئی ایسی حرکت کی تو میں اسے واقعی مار دوں گا۔ تم نے حرا کو دیکھا، وہ کیسے سہمی ہوئی تھی۔ پتا نہیں اس بے غیرت نے اسے کیا کہہ کر ڈرایا۔ صبح وہ اتنا روئی کہ مجھے لے جائیں اور اب۔۔۔۔ میرا دماغ گھوم گیا تو اس نادم کو اگلا سانس نہیں لینے دوں گا" خضر کا غصہ ابھی بھی آسمان پر تھا، آئرہ خود بے حد ہلکان تھی۔ اور خضر کا جلال اور نفرت دیکھ کر لگ بھی یہی رہا تھا کہ وہ نادم حسین کو اپنے ہاتھوں سے مار سکتا ہے۔ آئرہ نے رخ پھیرے آنکھوں میں دکھ لا کر اسکا ایک ہاتھ پکڑا تو خضر نے ایک گہری سرد سانس لی جیسے سانس تک بے حد بھاری تھی۔ اسکا دماغ فی الوقت بہت گرم تھا۔ ابھی وہ لوگ مبشر کو گھر کے باہر سے پک کر کے ہوسپٹل لے جانے والے تھے اور ابھی خضر کا نارمل ہونا بہت ضروری تھا۔ انکا ارادہ یہی تھا کہ ولیمے کی تقریب سے پہلے ہی مبشر اور ضامن کی ملاقات کروادی جائے۔

"خضر، میں جانتی ہوں تم تکلیف میں ہو۔ یقین کرو میرا دل بھی بہت پریشان ہے۔ وہ ایسا ہی بے حس ہے، بدماغ کہیں کا۔ ہم حرا کو سمجھائیں گے وہ اگر ایسا ڈر کر رہی ہے تو زیادہ دیر نادم اسے دھمکا نہیں پائے گا۔ جوش سے

نہیں ہوش سے کام لینا ہو گا" اگر خضر کے ساتھ آئرہ نہ ہوتی تو یقیناً ابھی تک نادم کا کام خضر تمام کر دیتا کیونکہ جس طرح اسے غصہ کم آتا تھا مگر جب آتا تھا تو دنیا پوری لرزا دیتا تھا۔ اور یہ بات آئرہ بخوبی جانتی تھی۔

"ہمم، حرا نہیں سمجھے گی۔ وہ ہی مرے گا اب، میں تمہیں بتا نہیں سکتا کہ میں نے کس طرح خود پر قابو رکھا تھا۔ کاش جس طرح یہ الجھنیں میرا پیچھا نہیں چھوڑتیں ویسے تھوڑی بے رحمی بھی بھر جائے مجھ میں تاکہ ہر بار میں یوں بے بس نہ رہ جایا کروں۔ ہر بار میں نے اپنے غصے کو روکا لیکن یہ معاملہ میں نہیں چھوڑ سکتا۔ میں نادم کو اگلی غلطی کی مہلت نہیں دوں گا آئرہ، اسے مجھے اب اپنی زبان میں سمجھانا پڑھے گا" مبشر کو آئرہ نے پہلے ہی کال کر دی تھی۔ صبح نکلنے سے پہلے وہ ناشتہ بھی نہیں کر پائے تھے لہذا پہلے دونوں کا ارادہ کہیں رک کر ناشتہ کرنے کا تھا اور پھر مبشر کو پک کرنے کا۔ خضر کی بات اب تو آئرہ کا دل بھی لرزا چکی تھی، خضر اب مزید ڈھیل نہیں دینا چاہتا تھا۔ یہ معاملہ تھا ہی نازک کہ وہ چاہ کر بھی کوئی نرمی نہیں برت سکتا تھا۔

"اچھا ابھی پلیز رک جاو خضر، میرا دل پہلے ہی ڈر رہا ہے۔ تم تو ایسا مت کہو" آئرہ نے باقاعدہ سہم کر التجاء کی تو خضر نے آہستگی سے بریک لگا کر گاڑی روکی اور بے اختیار روہانسی سی آئرہ کو مزید بے بسی سے دیکھا۔

"تم کیوں ڈر رہی ہو، جو کروں گا میں کروں گا۔ میں پہلے بھی حرا کے ساتھ ناانصافی روک نہیں پایا تھا، اب بھی کچھ نہ کیا تو تف ہے میرے بھائی ہونے پر۔ تم فکر مت کرو، میری کوشش یہی ہو گی کہ حد درجہ انسانیت کے درجے پر فائز رہوں۔ جانور کے ساتھ جانور بننا پڑتا ہے یہ بات تم اچھے سے جانتی ہو، میرا ساتھ دو یوں مجھے کمزور مت کرو" خضر نے اب کی بار اسکا اداس اترا چہرہ ہاتھوں میں بھرے بہت تلخی سے اور مان سے کہا تھا۔

آئرہ اسکے کہے بنا بھی اسکا اپنی آخری سانس تک ساتھ دینے کی خواہشمند تھی مگر یہ ساری الجھنیں اسکے خضر کو تھکا رہی تھیں جس سے وہ دکھی تھی۔

"نہیں کروں گی کمزور، تم سے ہی آئرہ ہے۔ میں بس اتنا چاہتی ہوں کے تم کچھ ایسا مت کرنا جو بعد میں تمہیں بے سکون کرتا رہے۔ میں تمہیں اچھے سے جانتی ہوں کہ تم بے رحم بن بھی جاو تو تب بھی نہیں بن پاو گے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا، ان شاء اللہ" اسکے وہی ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے چھوئے وہ اس منتشر ذات والے کو ایک بار پھر سنبھال چکی تھی۔ خضر کا دل بے اختیار آئرہ کے ہونے سے بھی جی اٹھا تو وہ دھیمی سی مسکان کے سنگ اسے سینے میں سمو گیا تھا۔ خضر پر آئی زرا سی پریشانی اسے پہلے اثر انداز کرتی تھی۔

"ان شاء اللہ، تم مجھے بہت اچھا ہینڈل کرتی ہو شربتی، ورنہ میرا ہولناک غضب تو خود میری دھجیاں اڑا دے۔ ڈونٹ بی سیڈ، میں ایسا کچھ نہیں کروں گا جو تمہارے لیے بے قراری بنے۔ سوچتے ہیں کہ یہ معاملہ کیسے حل کرنا ہے۔ اب مجھے لگ گئی ہے بہت ساری بھوک چلو ناشتہ کرتے ہیں" ساری کی ساری محبت ایک ہی پل میں لٹا کر وہ آئرہ کو بھی مطمئین کر چکا تھا۔ آخری بات تک تو خضر بھی حد درجہ نارمل تھا جس پر آئرہ بھی مسکرا کر پیار لٹاتی ہوئی سر ہلا گئی۔ ناشتہ کرنے وہ لوگ اپنے اسی من پسند ڈھابہ سٹائیل ریسورنٹ گئے تھے اور اسکے بعد اب انکا ارادہ مبشر کو پک کرنے کا تھا جو خود اس سب کے لیے خاصا تجسس میں تھا۔

****

وہ اپنے رونے پر قابو نہ رکھ پائی اور روم میں آتے ہی آئینے کے سامنے جاکر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ آج اس نے اپنے جان سے پیارے بھائی کو ہرٹ کر دیا تھا، یہ تکلیف تو اس نازک سی حرا کی طاقت سے بہت زیادہ تھی۔ وہ سسک رہی تھی، مگر اب اسے اس تکلیف سے کبھی نجات نہیں ملنی تھی۔ کچھ ہی دیر میں رو کر اس نے اپنی آنکھوں کو پھر متورم کر لیا اور اچانک دروازہ کھلنے پر وہ ڈر کر مڑی تو نادم دروازہ بند کیے بڑی مسکرائی نظر کے سنگ اندر آیا اور چند قدم چلتا اس رو کر کانپتی سرخ ہوئی حرا تک پہنچا جو یوں پھر سے نادم کے قریب آنے پر بے جان تھی۔

"میں نے آپکی بات مان لی، مجھ سے دور رہیں خدا کے لیے" وہ شدید تکلیف میں اپنی ہتھیلی سے اپنی آنکھیں رگڑتی نادم کو خود کے قریب آتے دیکھ کر بولی جس پر نادم نے بہت نارمل انداز میں اسکے عین سامنے جاکر دم لیا اور ایک نظر حرا کے روتے چہرے اور نڈھال وجود پر دوڑائی۔ نادم کو وہ آج بھی روتی ہوئی نہیں بھائی تھی، ناجانے کیا تھا کہ وہ اسے روتا دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس سے خوف کھا کر آدھی ہو رہی تھی۔ نادم نے اسکے دونوں ہاتھ بہت نرمی سے اپنے شانوں پر رکھ کر اسکی نازک کمر کے گرد بازو حائل کی جس پر وہ سکتے کی سی حالت میں تھی۔ وہ اس شخص سے دور بھاگنا چاہتی تھی، نادم صاف صاف اسکی آنکھوں میں خوف دیکھ رہا تھا۔

"تم مجھ سے ڈرے بنا اگر ایک ہی بار میری بات مان لو تو تمہاری آنکھوں کو یہ برسات بہانے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی، میں تم سے بس فرمابرداری چاہتا ہوں۔ یونہی آج کی طرح میرے بدلے میں میرا ساتھ دو بس، باقی مجھے خوشی ہے کہ تم نے میری بات مانی" نادم اس قدر قریب ہو کر کہہ رہا تھا کہ ذرا سی جنبش پر چہرے ٹکرا

سکتے تھے اور حرا اپنے وجود میں پھر سے آگ لگی محسوس کر رہی تھی۔ اسکا دل شدید تکلیف میں تھا، یہ کیسی زہر میں سنی قربت تھی جو اسے درد دے رہی تھی۔ نادم اسکے برعکس بہت نارمل اور مضبوط انداز میں بولا تھا۔

"مجھے چھوڑ دیں، میرے قریب مت آئیں" پھر سے حرا کی آنکھوں میں نمی کا جہاں آباد ہوتے ہی بہنے لگا۔ نادم کو افسوس تھا کہ وہ اس لڑکی کو نا چاہتے ہوئے بھی تکلیف دے رہا ہے۔

"نہیں آرہا، بس اپنی خوشی دیکھا رہا ہوں۔ اب یہ رونا بند کرو، ولیمے کے فنکشن پر تم مجھے ہنستی مسکراتی دیکھائی دینی چاہیے ہو۔ بھول کر بھی اپنے چہرے پر یہ ماتم مت لانا ورنہ انجام کا ٹریلر میں تمہیں رات دیکھا چکا ہوں۔ مجھے مجبور مت کرنا کہ میں اپنی حد پار کروں" گو لہجہ نرم مگر لفظ تو زہر تھے، حرا نے موٹے موٹے آنسو آنکھوں میں آنے سے پہلے نادم کے کندھے سے اٹھائے ہاتھ سے رگڑ ڈالے۔ نادم چاہتا تھا کہ وہ اسے تکلیف بھی نہ دے اور اپنے دل کی آگ بھی ٹھنڈی کرے۔ حرا ایک بار پھر روبورٹ بنی سر ہلا رہی تھی کہ بس وہ اسے چھوڑ دے مگر حرا کا سانس تو تب بند ہوا جب وہ حرا کی کمر کے گرد اپنی پکڑ مضبوط کرتا اسے پھر سے خود میں جکڑ گیا تھا۔ حرا اسکی اس زبردستی کی گرفت پر چاہ کر بھی مخالفت نہ کرپائی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اسکی کوئی بھی فرار کی کوشش اس پہاڑ کے آگے بے کار ہے۔

"تم اچھی لگتی ہو مجھے، مجھ سے ڈرو مت۔ بس میری ہر بات چپ چاپ مان لیا کرو" نادم تو حرا کے یوں قریب اس بے تکلفی سے آتا تھا کہ حرا کے پاس رونے کو آنسو بھی نہیں بچتے تھے۔ کوئی اس جیسا ظالم بھی نہیں تھا، کئی آنسو اس نرم گرفت کے باوجود حرا کی آنکھوں سے نکل کر نادم کی شرٹ بھیگا رہے تھے تبھی وہ فوراً سے اسے اپنے روبرو کر کے اسکا چہرہ بہت نرمی سے پکڑ رہا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں، مجھے کبھی اچھے نہیں لگیں گے۔ آپ مجھے مار ہی دیں مجھ سے یہ سب نہیں دیکھا جائے گا۔ مجھے نہیں ہنسنا نہ مزید رونا ہے" حرا اسکے سامنے پھر سے سسک اٹھی تھی، نادم کو وہ اب خاصی مایوس کر رہی تھی۔ مگر وہ یوں تھا جیسے اسے حرا کی اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

"تم یہ کہہ کر مجھے پگھلا نہیں سکتی، بدلا تو مجھے لینا ہے۔ تم ہی وہ سبب ہو میں تمہیں مار کر اپنا بدلا ادھورا نہیں کر سکتا۔ مطلبی اور بے حس تو میں ہوں مجھے اس پر کوئی شرمندگی نہیں، ہاں البتہ بے شرم بھی بہت ہوں جسکا تمہیں کافی نقصان ہو سکتا ہے۔ اس لیے چپ چاپ میری بات کو مان لیا کرو" مکمل ڈھٹائی کے سنگ وہ دونوں ہاتھوں سے حرا کے چہرے پر جھولتی لٹیں اسکے کان کے پیچھے کرتا مزے سے بولا اور دو معنی انداز بھی واقع تھا۔ حرا کے اندر اب واقعی کسی آنسو کی سکت نہ تھی۔

"مجھے آپ سے نفرت ہے، مجھ سے دور رہیے" اس سے پہلے کہ نادم مزید رہی سہی دوریوں کو ختم کرتا، وہ اسے دونوں ہاتھوں سے پرے دھکیلتی پھر سے شدید دکھ سے بول کر مڑی مگر نادم کا ایک ہلکا سا جھٹکا ہی حرا کو پھر سے نادم حسین کی گرفت میں مبتلا کر گیا تھا۔

"اب بلکل دور رہنا میرے لیے زرا مشکل ہو گا" نادم کا یہ کہنا حرا پر شدید گراں تھا، وہ پھر سے یہ سوہان روح قربت نہیں سہنا چاہتی تھی مگر اسکی سننے والا یہاں کون تھا۔ نادم حسین آج تک اپنی مرضی پر چلا تھا پھر اس نازک سی حرا کی کیسے مانتا۔ حرا پر شاید واقعی قسمت نے بہت بڑی بے رحمی اتار دی تھی مگر یہ وہ دونوں نہیں جانتے تھے کہ آخر انکا یہ رشتہ ہے کتنا گہرا، نادم کے اس وقت منہ زور من مانی کرتے جذبات کے آگے حرا کا دل

شدید کرب سے روتا رہا گویا اب اس کی آنکھیں سرخ تھیں مگر بہنا تھم گئی تھیں۔ اسے اب ساری زندگی یہ کربناک غم اور ناپسند قربت برداشت کرنی تھی، وہ انکار کرتی تب بھی اب یہی اسکا مقدر تھا۔

****

مبشر کے لیے یہ سب برداشت کرنا اس لیے بھی مشکل تھا کہ وہ بھلے جتنا بھی مضبوط کیوں نہ ہو جاتا وہ بہت حساس تھا۔ اس سے نہ اپنی خوشی چھپائی جاتی تھی اور نہ اب یہ اتنی بڑی بات۔ خضر جانتا تھا کہ یوں اسے جاتے ہوئے ایسی بات بتا کر وہ تھوڑا بے رحم ہو گیا ہے مگر ضامن سے ملنے کے بعد وہ رونے کے بجائے بہت خوش تھا۔ کتنی ہی دیر خود ضامن نے اسے خود سے لگائے اپنے آج تک کہ ستم کی معافی مانگی تھی۔ ایک وہی تو تھا جو ان غداری کے سالوں میں بھی اسکی تنہائی کا واحد سہارا رہا تھا۔ خضر اور آئرہ بھی دونوں بھائیوں کی ایسی دلبرادشتہ ملاقات بھی بے حد اداس تھے۔

"تم مجھے بہت پیارے ہو مبشر، ہو سکے تو اپنے اس ظالم بھائی کو معاف کر دو۔ میں اس ملک کے ساتھ ساتھ تم سب کا بھی مجرم ہوں" مبشر کی حالت غمناک تھی، زیادہ تکلیف تو ضامن کے اس داغ دار ماضی کی تھی جو اسے صدمے میں پہنچا چکا تھا۔ ضامن کے اندر کی توڑ پھوڑ اب پچھتاوا بن رہی تھی۔

"جو ہو گیا اسے بھول جائیں بھائی، پلیز یہ سب چھوڑ کر واپس آجائیں۔ مما اور بابا آپکی جدائی میں بہت تڑپ رہے ہیں۔ آپ نے اتنی تکلیف کس لیے سہی، جانتے ہیں کہ میں اتنا مضبوط نہیں ہوں" مبشر کی آنکھیں بھی زرد

تھیں، چہرے پر محبت اور شکوہ ایک ساتھ آیا تھا۔ خضر نے آگے بڑھ کر مبشر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دونوں کو ہی تسلی دی تھی۔

"ہاں آجاوں گا، اس زندگی سے ویسے بھی میں نے اپنا بہت نقصان کیا۔ تم مجھے معاف کر دو تاکہ میرا دل کچھ ہلکا ہو۔ میں خود واپس آنا چاہتا ہوں، اور تم تو میرے شیر ہو۔ اس فیملی میں اگر خضر بھائی کے بعد کوئی مضبوط شخص ہے تو وہ میرا یہ چیتا ہے" آج کیسا وقت تھا کہ خود ضامن نے خضر کو اپنی فیملی کہا جس پر وہ تینوں ہی اداس سا مسکرائے اور مبشر کی تو جیسے مدت کی خواہش پوری ہوئی تھی۔ کتنا ارمان تھا کہ وہ سب بہن بھائی ایک ہو جائیں اور وقت نے کس حسن کے سنگ یہ کیا تھا۔ مبشر نے روئی سی نظر خضر کو دیکھا جیسے بے حد شکر گزار ہو، اسے خضر کا کڈنی دینا بھی پتا چل چکا تھا۔ آج خضر نے مبشر کی نظروں میں بھی بے حد اونچی جگہ پائی تھی۔

"آئی ریلی مس یو، تم جا رہے ہو۔ اپنا دھیان رکھنا اور خضر بھائی نے تمہیں بتا دیا ہو گا کہ کچھ دن احتیاط کرنا۔ بائے داوے میرا چھٹکا سا بچہ نکاح کر چکا ہے۔ بہت مبارک ہو، تمہارے اور حرا دونوں کے لیے میری بے حد دعائیں ہیں۔ خوش رہو اور اپنے مقصد سے کبھی مت ہٹنا، وہ غلطی کبھی مت کرنا جو تمہارے اس بدقسمت سے بھائی سے ہوئی" ضامن کو دونوں کے نکاح کی واقعی خوشی تھی اور افسوس بھی کہ وہ اپنے جان سے پیارے بہن بھائیوں کی خوشی کے وقت دور تھا اور دور ہے۔ مبشر اب اس محبت پر اپنی آنکھوں کی نمی نہ روک پایا اور ضامن نے بھی اسے بے حد شفقت بھرے رنج سے خود میں سمو لیا۔ اب کی بار خضر کی تسلی ضامن کے کندھے پر تھی جس کے بدلے ضامن سراپا شکر گزاری میں غرق تھا۔ آئرہ بھی خضر کی بازو سے لگی اپنے زندگی کے یہ حسین منظر دیکھ رہی تھی۔

"جی بھائی، مس یوٹو۔ آپ جلدی سے گھر جایئے گا۔ ہم سب آپ سے بے حد پیار کرتے ہیں۔ ایک غدار بھلے بے رحم ہو سکتا ہے لیکن ایک بھائی چاہ کر بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے لیے آپ ہمارے وہی بھائی ہیں بس اپنے برے کام سے توبہ کرلیں" مبشر نے بھائی کے سینے سے لگ کر رنجیدگی سے کہا جس پر ضامن نے گرفت مضبوط کیے مبشر کو یہی کرنے کا یقین دلایا تھا۔ اب کی بار مبشر الگ ہوا تو اٹھ کر خضر سے جا لگا، آج مبشر بھلے تکلیف میں تھا مگر یوں بھائیوں کا یک جان ہونا اسکے لیے کسی بہت بڑی خوشی سے کم بھی نہ تھا۔

"آپ سے اتنا کہوں گا کہ آپ ہم سب کی جان ہیں، آپ سے جڑا ہر فرد خوش قسمت ہے۔ تھینک یو سو مچ خضر بھیا مجھے یہ فیل کروانے کے لیے کہ کچھ بھی ہو جائے میرے ساتھ میرا یہ ہیرا بھائی ہمیشہ موجود ہے۔ آپ نے اپنی جان کی پرواہ کیے بنا ضامن بھائی کے لیے جو کیا ہے میرا دل چاہتا ہے اس کے لیے تاعمر آپ سے یونہی لپٹا رہوں۔ یو آر مائی رئیل چیمپئن، اینڈ ناٹ اونلی می، انفیکٹ وی آل آر لو یو" خضر کا سینہ بھی اس بے حد پیارے اپنی جھلک رکھنے والے مبشر کے اس پیار، مان، عزت اور عقیدت نے چوڑا کیا تھا۔ خضر کی صبح کی تلخی اب زرا خوشی میں بدلی تھی۔

"لو یو ٹو میرے بچے، ہمیشہ یہ بھائی تم سب کے ساتھ ہے۔ ضامن کی فکر مت کرنا، وہ جلد بری ہو گا۔ تم بس اپنا دھیان رکھنا، سب دیکھنے کے لیے میں ہوں" خضر نے پوری شفقت کے سنگ مبشر کا چہرہ تھام کر تھپک کر یقین دلایا اور اب کی بار چاروں کے چہرے پر بے حد پیاری مسکراہٹ تھی۔ ضامن نے بھی آج اپنا دل بہت ہلکا محسوس کیا اور مبشر تو بھائی کو مدت بعد پا کر گویا جی اٹھا تھا۔ یہاں سے وہ سب ولیمے سے گھنٹہ پہلے نکل گئے تھے۔ ضامن نے اسے جاتے ہوئے بھی کچھ ہدایات دی جن پر اس نے پورے یقین سے عمل کا قصد کیا تھا۔

ولیمے کی تقریب بھی اپنی طرز کی شاندار تقریب تھی جسکا انتظام ہال میں کیا گیا تھا۔ حرا پورے فنکشن کے دوران جان بوجھ کر آئزہ اور خضر سے آنکھ چراتی رہی اور مسکرانے کی پوری کوشش بھی کی۔ بے بی پنک بہت پیارے شرارے میں وہ آج بارات والے دن سے بھی پیاری لگ رہی تھی جبکہ نادم بھی اپنے غرور اور نوابی انداز کے ساتھ محفل میں چھایا ہوا تھا۔ اب وہ اپنی لک کو جنگلی کے بجائے سٹائلش رکھتا تھا، بالوں کی الجھاو زدہ طرز اس کے وجود کے ساتھ ساتھ چہرے پر بھی سجتی تھی اور پونی اسے خاصی سوٹ کرتی تھی۔ داڑھی اس نے کافی حد تک تراش لی تھی جس کی وجہ سے وہ اب کافی اچھا لگتا تھا۔ باقی سب بھی اپنے اپنے بہترین انداز کے ساتھ محفل کا حصہ رہے تھے۔ شمس اور ہاجرہ تو زرا فکر مند سے تھے مگر کیا کرتے موقع ایسا تھا کہ اداسی چہرے پر لانا افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ عریش نے ابھی مری نہیں جانا تھا کیونکہ رات کو انکی ڈیوٹی پھر سے شروع ہونے والی تھی لہذا فنکشن کے بعد جلال کے ڈرائیور نے ان تینوں کو مری چھوڑ آنا تھا۔ جنت تھوڑی اداس تھی کیونکہ وہ پھر سے عریش کی دوری سے کہیں نہ کہیں بوجھل تھی مگر اب وہ عریش کی روٹین کو اچھے سے سمجھ چکی تھی۔ آئزہ اور خضر بھی زیادہ تر سنجیدہ ہی دیکھائی دیے تھے۔ افراح، زیان، عریش اور جنت مسکراتے دیکھائی دیے اور دادی کی لاڈلی تو آج بھی مہرو نظر آرہی تھیں۔ آج سے سب فنکشنز ختم ہونے والے تھے۔ ہاف وائیٹ بہت پیاری شارٹ فینسی فراک میں مبشر صاحب کی ظالم سی عنیہ آفت ہی لگ رہی تھیں اور مبشر وائیٹ پینٹ اور لائیٹ پرپل شرٹ کے ساتھ وائیٹ ہی کوٹ میں اس سے بڑی آفت لگ رہا تھا۔ پیکنگ وہ کر چکا تھا، شام کو ہی اس نے نکلنا تھا۔ وہ بھی اس سب سچویشن سے تھوڑا الجھ گیا تھا اور عنیہ اس سب سے واقف تھی۔ مبشر جانے سے پہلے عنیہ سے ملنا چاہتا تھا تبھی اس نے اسے فنکشن کے بعد گھر آتے ہی چھت پر میسج کر کے بلا لیا تھا، کیونکہ ابھی کچھ دیر بعد وہ بھی جانے والی تھی۔ سب ہال سے سیدھا جلال ہاوس ہی آئے تھے۔ عنیہ بھی بنا کسی بہانے کے کم

ازکم آج مبشر کی بات نہیں ٹال سکتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی آج وہ کوئی شرارت نہیں کرے گا۔ رسم کے مطابق آج حرا اور نادم یہیں جلال ہاوس رہنے والے تھے مگر نادم نے کل آنے کا کہہ کر بس چائے تک رکنے کی ہامی بھری جس پر مہرو نے جلال کے کہنے پر نا چاہتے ہوئے بھی ہاں کہہ دی تھی۔ ویسے بھی اب وہ نادم کی بیوی تھی، اور جیسی دونوں کی خوشی تھی ویسی پر سب راضی تھے۔

****

عنیہ اپنی اور مبشر کی چائے اوپر لے کر گئی تو سامنے ہی ریلنگ پر بازو رکھ کر کھڑے مبشر کو دیکھ کر مسکرائی۔ وہ باہر جھانک رہا تھا اور محترم کا کوٹ کرسی پر رکھا گیا تھا۔ یہ انوکھا سا رنگ اس پر بہت سوٹ کر رہا تھا۔ عنیہ دونوں کپ ٹیبل پر رکھتی ہوئی مدھم چال چلتی مبشر تک گئی جو آہٹ پر پلٹ چکا تھا۔ عنیہ عین اسکے سامنے جا کر کھڑی ہوئی اور بغور مبشر کا چہرہ دیکھا جہاں ہلکی پھلکی اداسی چھا کر اس ٹھہرے حسن والے مبشر کو مزید حسین کر رہی تھی۔ عنیہ کو اپنی طرف اسقدر تفصیل سے دیکھتا پا کر وہ چند قدم بڑھا کر عین روبرو آیا۔ آج تو ہیل اونچی ہونے کے باعث عنیہ اس کے برابر تک کافی حد تک پہنچ آئی تھی جو دونوں کو بہت اچھا لگا اور تبھی دونوں کے چہرے مدھم تبسم سے پرنور ہوئے۔

" آپ اداس مت ہوں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ضامن بھیا بہت جلد اپنی فیملی میں لوٹیں گے، آج آپ جا رہے ہیں تو ساری پریشانیاں بھی یہیں چھوڑ جائیں۔ سچ کہوں، آپ اداس اچھے نہیں لگتے "عنیہ کے لہجے میں ایسی مٹھاس تو مبشر کی خواہش تھی، لڑکی اپنی کہی سے آج بھی سمجھ گئی تھی، زندگی میں جب کوئی ایسا ہو تو خود سے

بھی محبت ہو جاتی ہے۔ مبشر نے بے حد پیار سے عنیہ کو دیکھا جو آج ہر جھجک بھی کہیں چھوڑ کر ملنے آئی تھی۔ آج وہ اسکی محرم نہیں بلکے دوست بن کر آئی تھی۔ مبشر نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کو تھام کر نثار ہوتی آسودہ نگاہیں ڈالیں اور بہت آہستگی سے اسکے ماتھے پر جھک کر محبت تادیر درج کر گیا۔ ایسی تاثیر جو عنیہ کو اب بہت یاد آنے والی تھی، یہ جو اسے اتنے کم وقت میں اپنا عادی کر کے جا رہا تھا۔ وہ افسردہ تھی کہ کیسے اس کے بنا رہے گی۔

"میں تمہیں سب سے زیادہ یاد کروں گا عنیہ، تم نے میری ہر خوشی اور خواہش کو نا چاہتے ہوئے بھی تکمیل دی۔ اپنی مرضی کے آگے میری خوشی عزیز رکھی، تم مجھے ملا ہوا واقعی اللہ کا بہت بڑا انعام ہو۔ میری تم سے محبت دن بدن صرف بڑھے گی، تم بھی میرا حوصلہ ہو۔ ممکن ہے یہ دوری جلد کسی اور بڑے انعام کا باعث بنے، تمہارے اٹھارہ کے ہوتے ہی میں تمہیں اپنے پاس لے جاوں گا۔ پانچ سال میرے لیے انتظار بہت نا ممکن ہیں میں زیادہ سے زیادہ یہ دو سال جبر کر لوں گا" مبشر تو ایک لمحے کو بھی عنیہ سے جدائی نہیں چاہتا تھا اور عنیہ اس دیوانے کی دیوانگی دیکھ کر ہلکان سی خوشی میں غرق تھی۔ یہی تو اب خود عنیہ کی خوشی تھی۔

"ٹھیک ہے، آپ جیسا چاہیں گے ویسا ہو گا" عنیہ آج اس وقت جدائی کی گھڑی میں اسے چاہ کر بھی انکار نہیں کرنا چاہتی تھی، مبشر کا دل تو اس رضا پر مزید فدا ہوا تھا۔

"آئی لو یو، مجھے اپنے ہونے کا احساس دلاتی رہنا۔ میں اب دو سال بعد ہی آوں گا، تمہیں لینے" اب کی بار وہ بے حد محبت پاش نگاہیں چار کرتا ہوا اسکے گرد اپنی بازو پھیلائے اسکے چہرے پر رضامندی کی مہر ثبت کیے بے خود سا ہوا۔ عنیہ تو اسکے سحر میں سرتاپا گرفتار تھی۔

"ٹھیک ہے، اور کچھ "عنیہ اسکی ظالم آنکھوں میں ہنوز جھانکے کچھ کچھ پگلی سی لگی، مبشر اسے بھی اپنے رنگ میں رنگ کر جا رہا تھا جس پر اس بات پر دونوں کے چہرے پر دلفریب رنگ آئے۔

" بہت کچھ، اتنا کہ اسے بیان کرتے کرتے کئی صدیاں بیت جائیں۔ لیکن اسکے لیے مجھے اور تمہیں انتظار کرنا ہے، بائے داوے یو لک سو بیوٹی فل۔ دل چاہتا ہے اپنا دل تمہارے صدقے پے وار دوں" مبشر کا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح اسے خود میں ہی کہیں غرق کر کے ساتھ لے جاتا۔عنیہ اس تعریف پر تو نہ شرمائی مگر مبشر کے پھر سے نازک ترین انداز میں قریب آنے کے خدشے سے جھینپ کر اسکے سینے سے لگ گئی۔ مبشر بھی بے اختیار مسکرا کر اسے مزید جکڑ گیا تھا۔

"ابھی سے آپکا یہ حال ہے تو بعد میں مجھ معصوم کا کیا ہو گا، میں بھی آپ کو بہت مس کروں گی۔ میں نہیں جانتی کہ آپکی محبت کس درجے پر فائز ہے لیکن میری ناقص عقل میں یہی آتا ہے کہ یہ ابھی میری چھوٹی سمجھ سے بہت آگے ہے۔مجھے نہیں پتا تھا کہ نکاح میں اتنی طاقت ہوتی ہے کہ اچھا بھلا دل کسی اور کے نام لگ جاتا ہے۔ میں آپکا ہر انداز مس کروں گی، یہ خوشبو جو آپکے قریب آکر مجھے جکڑ لیتی ہے اسے مس کروں گی۔ یہ آپکی شدت جو مجھے اب صرف خوشی دیتی ہے اسے مس کروں گی۔ میں ہمیشہ آپکے ساتھ ہوں، میں آپ سے بے حد محبت کرتی ہوں "عنیہ کو اب مبشر کے ان جذبات کے شایان شان کچھ کہنا لازمی لگا تھا، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس وقت مبشر سے زرا بھی ناانصافی کرے۔ مبشر کا دل تو صحیح معنوں میں جھومنے لگا تھا۔جو گرفت کی بڑھتی شدت اور محبت کی عنایتوں سے صاف صاف واضع تھا۔

"بس جب ہم اگلی بار ملیں تو میں چاہتا ہوں تم بھی اسی شدت سے مجھے خوش آمدید کہو، دو سالوں کی ساری تھکن، انتظار اور یادوں کا حق ادا کرنا اب تم پر ہے۔ میں تمہارا ہونے کے اب سے دن نہیں، لمحے گنوں گا۔ میری محبت کس درجے پر فائز ہے یہ سب بتاؤں گا" مبشر نے اس سینے سے لگی نازک پری کو پھر سے اپنے مقابل لا کر ایک نئی فرمائش کر دی تھی، عنیہ کی پلکیں اب زرا گھبرا کر لرزی جو مبشر کو سب سے خوبصورت لمحہ لگا۔

"وعدہ رہا" عنیہ یہ کہتے ہوئے بے اختیار نظریں جھکا گئی تھی، مبشر کی آنکھیں بے خود ہوئیں اور دل نے تھوڑی گستاخی کی تجویز دی۔ مگر وہ یہ لطف اگلی ملاقات پر چھوڑتا ہوا پھر سے اسے پوری شدت سے گرفت میں جکڑ گیا۔ اب کی بار عنیہ نے بھی پورے مان کے سنگ اپنی بازو اس بے تاب پہاڑ کے گرد باندھیں۔ محبت میں یہ لمحہ مشکل تھا مگر زندگی میں صرف محبت نہیں کئی کام اور ذمہ داریاں بھی ہوتی ہیں جنھیں نبھانا پڑتا ہے۔ کتنی ہی دیر وہ عنیہ کو خود میں سموئے یہ لمحے اپنی تنہائی کو آباد کرنے کے لیے جمع کرتا رہا۔ پھر وہ دونوں ایک دوسرے کے روبرو آئے تو آنکھیں پھر سے حسین ترین سی چاہت سے آباد ہوئیں۔

"چائے تو ٹھنڈی ہو گئی ہو گی، دوسری لے آوں" مبشر کا دل کب بھرنا تھا اور اب وہ یوں دیکھ رہا تھا کہ عنیہ خود کسی گستاخی کی مرتکب ہونے سے پہلے بات بدلتے ہوئے ہنسی جس پر مبشر بڑا حسین قہقہہ لگائے ہنسا۔

"ایسی ملاقات پے ٹھنڈی چائے بھی قبول، ہمیں تو کوئی اب زہر بھی دے تو بھی امرت لگے گا" اب جناب عنیہ کو دیکھ کر زرا پٹڑی سے اتر کر پھیل رہے تھے جس پر عنیہ نے شدید گھبرا کر ہنسی دباتے ہوئے گردن کے ساتھ ساتھ خود کو بھی موڑا۔

"زہر کھائیں آپکے دشمن، لیکن امرت بھی ابھی ملنا ناممکن ہے۔ پکڑیں چائے اور رومینس کو بریک لگالیں" عنیہ شریر سی ہوئی اور ٹیبل سے چائے اٹھا کر پھر سے مسٹر ڈینجر کے روبرو ہوئی جواب لگتا تھا پھر سے نئی فرمائش کرنے والا تھا۔

"ھاھا تم میرے رومینس کو بریک نہیں لگوا سکتی یہ ٹھاٹھیں مارتا ہوا آئے گا۔ چلو آج ہم ایک ہی کپ سے چائے پیتے ہیں، جاتے جاتے امرت کا تھوڑا تو لطف مجھ معصوم کو ملنا چاہیے" مبشر کی بے لگامی کو عنیہ نے گھور کر دیکھا جو بڑے غرور سے چائے کا سیپ بھرے اب کپ اسی طرف سے اسے پکڑا کر اتراتے بولا تھا۔ عنیہ کو اب یہ کرنے سے پہلے شدید شرم آئی اور وہ اس انوکھے عجوبے پر ساتھ ساتھ فدا بھی ہوئی۔ عنیہ نے کپ ہونٹوں تک لے جاتے ہوئے تھوڑا جھجک کر بل کھاتی نگاہوں سے مبشر کی شرارت ملاحظہ کی تو ہنس پڑی۔

" دیکھ کیا رہی ہو، تمہارا اپنا ہوں" مبشر صاحب کچھ بھی ہو جائے اپنی دیوانگی سے پیچھے نہیں ہٹ سکتے تھے۔ عنیہ نے لاکھ شرم کے آخر سیپ بھرا اور سرخ ہوتی ہوئی مگ مبشر کو پکڑا رہی تھی جو کن آکھیوں سے عنیہ کی گھبراہٹ دیکھ کر مگ اپنی طرف گما کر اسی جگہ سے سیپ بھرے جھک کر اسے ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔ اسے جو چاہیے تھا وہ ہو گیا تھا، مگر عنیہ اب اس سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔ مبشر اسے کافی دیر یونہی دیکھتا رہا، یہ منظر یہ لمحے اسے اندر اور باہر سے معطر کر رہے تھے۔

"مبشر مجھے اب جانے دیں، ورنہ جا نہیں پاوں گی" عنیہ نے اپنے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی آنکھیں اٹھا کر مبشر کا چہرہ دیکھ کر کہا جس پر وہ اس پر پہلے سے زیادہ پیارے انداز میں نگاہیں ڈالے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر شدت سے چوم رہا تھا۔ عنیہ کا دل اوپر نیچے ہو رہا تھا، اب وہ ہلکان ہو رہی تھی۔

"جاو، مجھے بھی بس ابھی نکلنا ہے۔ اپنا خیال رکھنا، کیونکہ اب تم اپنی نہیں میری ہو۔ میں پہنچ کر سب سے پہلے تمہیں کال کروں گا" اب وہ اسکے دونوں ہاتھ ہنوز پکڑ کر سیدھے کیے باری باری اسکی ہتھیلوں پر پیار کیے عنیہ کی رہی سہی ہمت بھی توڑ رہا تھا۔ عنیہ نے نظریں اٹھا کر مبشر کو دیکھا جو اتنی دیوانگی لٹا کر بھی محبت سے ابھی بھی بھرا ہوا تھا۔

"میں ویٹ کروں گی، آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا" عنیہ نے خود پر قابو پا کر مبشر کی آنکھوں میں دیکھے مان سے کہا جو شہزادے کو سچی خوشی دے گیا تھا۔ اب وہ اسکے ہاتھ چھوڑ کر اسکی گال کھینچے مسکرا رہا تھا جو اب واقعی رو دینے والی تھی۔

"بہت رکھوں گا، میں بھی تو اب اپنا کب ہوں۔ میں تو اس نک چڑھی کا ہوں۔ چلو جاو اب، میں بھی بس فلائیٹ کنفرم کر کے نیچے آتا ہوں" ایک بار پھر وہ اسکی پیشانی پر تاثیر پہنچاتا ہوا اسے بے حد محبت سے دیکھتا بولا جس پر عنیہ نے فورا سے پہلے اسکی گال پر پیار دیا اور ایک نظر بے حد پیاری ڈالتی ہوئی مڑ گئی۔ جاتے جاتے پھر سے دونوں کی نظریں ملیں اور دل تک اتر گئیں۔ عنیہ پھر بہت تیزی سے نیچے گئی اور وہ بھی ایک پر سکون سی مسکان کے سنگ اپنا فون نکال کر کوئی نمبر ڈائیل کر چکا تھا۔

****

آخر کار مہرو کی روتی ہوئی گرفت اور جلال احمد کی جاندار جپھی کے بعد مبشر باقی سب سے بھی باری باری ملا۔ حرا بھی کتنی دیر لپٹ کر اپنے اس جان سے پیارے بھائی کو بہت سارا پیار دیے روئی تھی۔ مبشر ابھی خضر اور آئرہ کے ساتھ ہی ائیر پورٹ جانے والا تھا جبکہ دوسری گاڑی میں جلال کا ڈرائیور عنیہ، دادی اور جنت کو مری لے جانے والا تھا۔ تیسری گاڑی زیان کی تھی جو افراح کو عریش کے ساتھ پہلے گھر اور پھر وہاں سے چینج کر کے ہیڈ کوارٹر جانے والے تھے۔ چوتھی گاڑی نادم کی جس میں وہ سب بھی نکل رہے تھے۔ مہرو اداس تھیں کہ انکا بھرا گھر خالی ہو رہا ہے مگر اب انھیں جلال کا بہت حوصلہ تھا۔ وہ اب کچھ دن سے مہرو کا بہت دھیان رکھ رہے تھے جو اس کملائی ہوئی کہ لیے تنکے کا سہارہ تھا۔ اب خود جلال کو مہرو کی زیادہ فکر تھی کہ پہلے حرا تھی مگر اب مہرو اکیلی ہے۔ سب چلے گئے تو جلال مہرو کو اپنے ساتھ لگا کر اندر لائے جو واقعی بہت نڈھال سی تھیں۔

"اب اپنا سارا وقت اپنے کام کو دو، پریشان مت ہو بچے اپنی منزل پر جا لگے ہیں۔ کچھ دن تک میں تمہارے ضامن کو بھی لے آوں گا" جلال نے مہرو کا ہاتھ پکڑ کر اس نازک سی مہرو کو دیکھ کر بہت نرمی اپنائی گو وہ اتنی نرمی کے قائل نہ تھے۔ مہرو کو جلال کا یہ انداز مزید حوصلہ دے گیا اور وہ فوراً سے پہلے انکے سینے سے جا لگی تھیں۔

"اب میرا سارا وقت آپکا ہے، مجھے میرا وہ مہربان سا جلال دے دیجئے۔ مجھے معاف کر دیں جلال، میں آپ کو بہت چاہتی ہوں۔ آپ میرے سر کا آسمان ہیں۔ مجھ سے خفا مت رہیں" مہرو اب جلال سے مزید دوری نہیں چاہتی تھیں، جلال نے نا چاہتے ہوئے بھی اپنی بازو مہرو کے نازک وجود کے گرد باندھیں تو مہرو جی سی اٹھیں۔ یہ شخص آج پہلے دن جیسا مہربان ہو یہی مہرو کی اولین خواہش تھی۔

"نہیں ہوں خفا، تم پریشان مت ہو" جلال کا ایسا کہنے پر مہرو نے بے حد محبت اور اداسی سے جلال کی سمت دیکھا جو ہر تاثر سے عاری ہو کر بھی بے حد نرم سے تھے۔

"مجھ سے دور مت جایئے گا جلال، میری پہلی خوشی تو اب بھی صرف آپ ہیں۔ میں آپکے بنا نہیں رہ سکتی" مہرو نے جلال کا دل بھلے پتھر کر دیا تھا مگر اب اس پتھر کو پگھلا بھی وہی رہی تھیں۔ جلال کی آنکھوں میں ایک شکوہ سا تھا، بہت دیر کر دی تھی انکی محبت کو امر کرنے میں، مگر وہ مہرو پر اب خود بھی کوئی ظلم نہیں کرنا چاہتے تھے۔

"نہیں جاوں گا، جانا ہوتا تو کب کا چلا گیا ہوتا۔ جو بھی ہوا ہے اسکے باوجود بھی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تمہارے بنا زندہ رہ سکتا ہوں۔ محبت کو لاکھ مار لو، کمبخت مرتی ہی کہاں ہے۔ کوشش کروں گا کہ واپس اس محبت کو خود پر اوڑھ لوں" جلال نے بھی آخر کار تھوڑی ہار مان ہی لی، مہرو کی زندگی اسکے صبر کا پھل لیے دہلیز پر آ پہنچی تھی۔ ممکن تھا کہ اب اس کملائی مہرو کی زندگی میں بس خوشیاں آنے والی تھیں۔ مہرو کا دل جلال کے ان الفاظ پر زندہ ہوا اور جلال نے جھک کر مہرو کی پیشانی پر مدت بعد پورے دل سے مہر ثبت کی تو مہرو کو لگا وہ پھر سے چاہی جا چکی ہیں۔ کئی سال وہ اس شخص کی میں کے آگے بے جان اور ہلکان رہیں مگر جلال کے چند لفظوں نے مہرو کی ہر خلش مٹا دی۔ اب کی بار جلال کی گرفت میں شدت اور تڑپ تھی جس پر وہ نازک سی مہرو دل و جان سے راضی تھیں۔ حالات سنبھل رہے تھے مگر ابھی بھی بہت کچھ باقی تھا۔

****

مینااور ضامن دونوں کو ستارہ کے سپیشل انویسٹیگیشن روم میں رکھا گیا تھا، ضامن اور مینا نے پورے دل سے اپنے تمام جرائم قبول کرنے کا فیصلہ لے لیا تھا۔ ضامن اور مینا کے پاس اتنی انفارمیشن تھی کہ یہ ستارہ کے اگلے مشن میں بہت مدد گار ہو سکتی تھی۔ دو دن بعد مینا اور ضامن کی تفتیش جاری رہنی تھی اور اسکے بعد انکے متعلق فیصلہ قرار پانا تھا۔ ابھی تک دونوں نے ہر برا کام کیا تھا مگر خوش قسمتی سے ان کے ہاتھوں قتل ہونے والے لوگوں میں ابھی تک کوئی بھی بے گناہ نہیں تھا جو ضامن اور مینا دونوں کی رہائی کا پلس پوائنٹ تھا۔ ہزل کو لگتا تھا کہ دونوں کو کچھ سال قید کی سزا اور دس کڑور جرمانہ ہو گا۔ جبکہ سزا اس سے مخالف بھی متوقع تھی۔ خضر کی پوری کوشش تھی کہ وہ ضامن اور مینا کی سزا میں ہر ممکن کمی کروا سکے۔ کل سیٹھ ظہور تبریزی کا بھی فیصلہ ہونا تھا اور ساتھ ہی ضامن اور مینا کی سزا بھی تجویز ہونے والی تھی۔ تمام ثبوت اور گواہ سیٹھ ظہور تبریزی کی سیدھی سیدھی سزائے موت کا اشارہ دے رہے تھے مگر حتمی فیصلہ کل کے فیصلے میں ہونا تھا۔ ضامن کو اس حادثے نے توڑ دیا تھا مگر یہ توڑ پھوڑ اسکے حق میں بہت بہتر تھی، اللہ نے اسے کسی عبرت ناک انجام سے پہلے توبہ کا وقت دے دیا تھا۔ ستارہ نے آج تک کسی غدار کی جان نہیں لی تھی بس وہ اسے زندہ در گور کرتے تھے۔ مگر ضامن اور مینا کا کیس یکسر مختلف تھا، ایک تو وہ لوگ اس تنظیم کے سارے راز بتا چکے تھے دوسرا وہ اپنی ہر غداری مان کر اس سے توبہ بھی چاہتے تھے۔ اور تیسرا اہم فیور ضامن کی وہ تربیت تھی جس نے اسے زندگی کے اس مشکل مرحلے میں بھی بچا لیا تھا۔ اسکے ہاتھوں کسی کی ناحق جان جانے سے پہلے اللہ نے اسے توبہ کے لیے چن لیا۔ اللہ ہر کسی کو توبہ کا موقع دیتا ہے، کچھ اس موقعے کو جان بوجھ کر گنوا دیتے ہیں اور کچھ کے لیے یہ نئی زندگی کا سفر

ثابت ہوتا ہے۔ خضر اور آئرہ کو ضامن اور آئرہ کے کیس سے الگ رکھا گیا تھا کیونکہ کیس کے ساتھ ساتھ ستارہ ٹیم کا خفیہ ہونا بہت اہم تھا۔ ستارہ کسی کے سامنے نہیں آتی تھی اور یہی اس فورس کی طاقت تھی۔ ضامن اور مینا سے ساری ڈیل اور تمام معاملات ہزل اور زیان نے چہرہ چھپائے نمٹائے جبکہ افراح اور عریش نے بھی خفیہ کورنگ کی۔ یہ تمام انفارمیشن ستارہ کے پاس ایک بہت بڑے ثبوت کے طور جمع تھی۔ کل دوپہر کے بعد مرجان خالق ستارہ سے ایک بار پھر وڈیو کال پر انکو انکا ایک اور کیس دینے والے تھے۔ ممکن تھا کہ یہ اس سال کا بڑا اور آخری کیس تھا، اگلے کیس میں ستارہ کے ساتھ کردان حق بھی ٹیم ممبر کے طور پر شامل ہونے والے تھا جسکا علم ابھی صرف ہزل انجم کو تھا۔ آج کی ساری رات ستارہ نے ضامن اور مینا کے کیس پر کام کرنا تھا۔ اگر ضامن اور مینا کو کل سزا ہو جاتی ہے تو انھیں وہیں سے قید میں چلے جانا تھا، وہ دونوں سزا کے خاتمے تک پھر کسی سے ملنے کے روادار نہ تھے۔ خضر کو ابھی بہت سے امتحانوں سے گزرنا تھا، کل سزا کے بعد اسے یہ حقیقت مہرو اور جلال کو بتانی تھی۔ خضر کے لیے ایک مشکل کیس کے ساتھ ساتھ فیملی کو سنبھالنا تھا، یہ سب وطن سے جڑے جانباز تھے جن کی زندگیاں کبھی بھی آسان نہیں ہوتیں۔ ہر پل انکو کسی نہ کسی قربانی کے لیے تیار رہنا پڑتا تھا۔ انکے سینے میں دھڑکتے دل فولادی ہو کر بھی کانچ جیسے حساس تھے مگر وطن کی حرمت اور پاسداری کے آگے کوئی کسی کا سگا نہیں ہوتا۔ جو اپنے ملک کا دشمن ہوتا ہے وہ اگر بھائی بھی ہو تو بھائی نہیں رکھا جاتا، خضر کا بس چلتا تو یہ سزائیں روک کر مہرو کو ضامن سے ملوا دیتا مگر یہاں بات وطن کی اور اسکے اصولوں کی تھی۔ سزا کی تکمیل کے بعد ضامن اور مینا باعزت بری ہو کر پھر اپنی زندگی میں لوٹ سکتے تھے مگر وہ جتنے بھی برے کام کر چکے تھے اس کی سزا بہرحال لازم و ملزوم تھی۔

****

"خبر دار نادم، اب تو اس معصوم بچی پر کوئی بے رحمی مت کرنا۔ مجھے دوبارہ سے جوتیوں والا ابا بننے پر مجبور نہ کر" شمس نے ایک بار پھر صاف صاف لفظوں میں نادم کو وارنگ دی تھی جب وہ رات لاونج میں لیٹا ٹی وی دیکھ رہا تھا۔ نادم نے وہی بیزارگی منہ پر سجا کر ٹانگیں سمیٹیں اور غضبناک سے بابا کو دیکھتا بیٹھ گیا۔ رات کے کھانے میں آج حرا نے ہاجرہ کے لاکھ منع کرنے کے باوجود برتن بھی لگائے اور پھر چائے بھی بنائی۔ وہ شادی سے دو دن پہلے ہی کام والی ماسی لے آئے تھے، حرا سے نہ ہی شمس نے کسی کام کے لیے کہنا تھا نہ ہاجرہ اسے مشکل میں ڈالنا چاہتی تھی۔ انکے لیے حرا بلکل اپنی بیٹی تھی اور وہ تھی ہی اتنی پیاری کے سب ہی اسکے گرویدہ تھے۔ ہاجرہ تو سونے جا چکی تھیں جبکہ حرا ابھی کمرے میں تھی۔

"او بابا خدا کے لیے، مجھ پے یقین نہیں تو اسی سے پوچھ لیں کے کونسی بے رحمی کر دی ہے۔ اب اتنا بھی برا نہیں ہوں، کچھ نہیں کہوں گا پر یہ میرے ہاتھ دیکھیں مجھے بار بار یہ بات نہیں سننی۔ میں جو کروں گا اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں ہو گا، جائیں سو جائیں آپ بھی تھک گئے ہوں گے" نادم بے دلی سے جلبلاتا ہوا اپنی شرٹ ٹھیک کرتا اٹھا اور فیصلہ کن انداز میں پریشان سے شمس کو مزید ساکت کر گیا تھا۔ وہ تو اب اپنا سر ہی پکڑ چکے تھے۔

"یا اللہ میرے اس پاگل بچے کو ہدایت دیں" شمس شدید ذہنی دباو کا شکار ہو کر اس نوابی سپوت کو جاتا دیکھ کر سخت پریشان حال ہو کر بولے اور خود بھی چاروناچار بے دلی سے لاونج کی لائیٹ آف کر کے اپنے کمرے میں چلے

گئے۔ نادم بلیک ٹراوزر اور سفید شرٹ میں گھر کے عام خیلیے میں واپس آچکا تھا، کمرے میں گیا تو حرا کہیں نہیں تھی۔ کمرے کی ساری سجاوٹ دن کو ہاجرہ نے اتروا کر بس پھولوں کے گلدستے رہنے دیے تھے۔ نادم اپنے فون کو دیکھتا ہوا سیدھا بیڈ پر گیا تو وہی نوابی انداز لیے نیم دراز ہو گیا۔ جلال نے اسے آفس سے دو دن کی مزید چھٹی دی تھی اور حرا کو کہیں گمانے کا بھی کہا تھا اور بچاری حرا دو دن مزید مسلسل اس کو برداشت کرنے والی تھی۔ حرا ابھی مہرو سے بات کرنے چھت پر گئی تھی، وہ جانتی تھی کہ مما بہت اکیلی ہیں مگر جب اسے مہرو نے جلال کے رویے کا بتایا تو وہ اتنی خوش ہوئی کہ اس پری کی آنکھیں ہی بھیگ گئیں۔ فون سننے کے بعد وہ آہستگی سے چلتی ہوئی کمرے میں آئی، سامنے ہی نادم کو بڑے انہماک سے فون میں مصروف دیکھ کر وہ اس پر سرسری سی نگاہ ڈالے اس تک آئی۔ ہلکے سے آتشی گلابی بہت سادہ سے سوٹ میں باریک دوپٹے کے ساتھ وہ اپنے گلابی حسن میں لپٹی مزید پیاری لگ رہی تھی۔ شادی کے بعد اس کے سارے کپڑے جینز شرٹس کے بجائے مشرقی تھے کیونکہ وہ نادم کے گھر جینز شرٹس نہیں پہن سکتی تھی۔ ایک دم سے یہ بدلاو حرا کو خود بھی اچھا نہیں لگا تھا مگر یہ مہرو کی بات تھی جو وہ پوری رضامندی سے مان چکی تھی۔ نادم اسے اپنے سر پر کھڑا دیکھ کر جان بوجھ کر اگنور کر رہا تھا، حرا کونسا اس سے بات کے لیے مری جا رہی تھی مگر اسے کچھ کہنا تھا۔

"آپ آج مجھے مما کے پاس رہنے دیتے، مبشر بھیا بھی چلے گئے میں بھی آگئی۔ مما اور ڈیڈ بہت اداس ہو گئے ہیں، ویسے بھی میں نے آپکی بات تو مان لی تھی" حرا کو رہ رہ کر گھر کی یاد آ رہی تھی، کتنا بے رحم شخص تھا کہ بھلے جسمانی نہ سہی مگر حرا کے دل کو ضرور تکلیف دے رہا تھا۔ نادم نے ایک نظر فون سے اٹھا کر سامنے حرا کو دیکھا، چہرے سے ابھی بھی روئی لگ رہی تھی۔ آنکھوں کے گوشے اسکے سوٹ جیسے گلابی تھے۔ ہونٹوں پر کوئی چیز نہ

لگی ہونے کے باعث بھی گلابی پن تھا۔ چہرے پر دکھ تھا، ناراضگی تھی۔ گلے میں پھیلایا جالی دار دوپٹہ اسکے باوجود سفید گردن اور ہاتھ صاف دیکھائی دے رہے تھے۔ اسقدر گہرے سنجیدہ جائزے پر حرا کا دل لرز چکا تھا۔

"تم ایک بات سن لو حرا، اب تم وہاں جاو گی بھی تو صرف دن دہاڑے۔ میں تمہیں وہاں رکنے کی اجازت ہرگز نہیں دوں گا۔ اب یہ تمہارا گھر ہے، تم پڑھائی کرنا چاہتی ہو تو بھی اجازت ہے لیکن میری حکم عدولی مت کرنا" پڑھائی کی اجازت ملنا بھی حرا کو کسی صدمے میں ڈبو چکا تھا تبھی وہ پھٹی آنکھوں سے نادم کو دیکھ رہی تھی۔ ایک اور روپ کا اضافہ ہوا، نادم نا جانے چاہتا کیا تھا۔ لیکن گھر نہ رکنے والی بات پر حرا کا دل مزید دکھی ہوا اور نا چاہتے ہوئے بھی چند آنسو اسکی رخسار پر امڈ آئے۔

"آپ ایسا نہ کریں خدا کے لیے، اس طرح تو میرا دم گھٹ جائے گا" حرا کی کوئی تکلیف دہ گزارش اس پتھر دل پر اثر نہیں کر رہی تھی، وہ تو بے حس بنا سینے پر ہاتھ باندھے اب فون سائیڈ پر رکھ کر اسے بڑی تیر جیسی نظروں سے گھور رہا تھا۔

"دم گھٹنے نہیں دوں گا، یہاں آو" حرا کو یوں دیکھ کر نادم کا دل دھڑکنے لگتا تھا اور وہ اس بات پر دو قدم دور ہوئی۔ وہ جس طرح اسے بلا رہا تھا یہ حرا کے رونگٹے کھڑے کر گیا۔ حرا کے رونے میں شدت آئی، وہ مزید کوئی جبر نہیں سہہ سکتی تھی۔

"نہیں" آنسو کا گولا حرا کے خلق میں پھنسا اور وہ رونکھی ہو کر لرزی آواز میں بولی، نادم نے ایک برہم سی نظر اس پر ڈالی اور اپنا ہاتھ اس طرف بڑھایا جو شاید ایک قسم کی وارننگ تھی۔ اب تو حرا کے جسم کی ساری رگیں ایک ساتھ پھڑکیں تھیں، وہ قریب نہ گئی تو وہ آجائے گا اور پھر ساتھ سزا بھی دے گا یہی سوچ کر وہ لرزتے

ہٹائے قدم واپس نادم تک بڑھا کر مرے قدموں سے اس تک پہنچی۔ نادم مدھم سی مسکان کے سنگ ہنوز ہاتھ پھیلائے ہوئے منتظر تھا۔ حرا نے بے لگام آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑا اور نا چاہتے ہوئے بھی اسکے ہاتھ میں اپنا نازک ہاتھ دے دیا۔ نادم نے ایک فاتح سی نظر اپنے قریب کھڑی حرا پر ڈالی جو لگتا تھا سانس روکے ہوئے بے جان کھڑی ہے۔ اسکی نظریں جھک گئیں تھیں۔

"کیا میں اتنا برا ہوں؟ بولو" حرا نے محسوس کیا وہ اسکا ہاتھ حد درجہ نرمی سے اپنی ہتھیلی میں لے کر پوچھ رہا تھا، حرا کی زبان اسکے پاس نہیں تھی۔

"بہت برے ہیں" حرا پھر بھی چپ نہیں رہ سکتی تھی، اسے اس شخص نے بہت تکلیف دی تھی۔ نادم نے اسے ہاتھ سے جھٹکا دیے کھینچا اور اگلے ہی لمحے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے اس کے اوپر جا گری۔ نادم اسے گرتے ہی بازو سے جکڑ چکا تھا، حرا کے بال ہلکے سے جوڑے میں مقید تھے، یوں نادم کی یہ حرکت اسکی جان نکال گئی تھی اور جوڑا بھی کھل کر بالوں کو رہائی دے کر نادم کے چہرے پر پھیلا گیا تھا۔ وہ بمشکل اس پر سے تھوڑی ہٹ کر بیٹھ ہی پائی تھی کہ نادم نے پھر سے اسے خود پر جھکا لیا، وہ بہت نرمی سے خود پر بکھرے بال حرا کے کان کے پیچھے کیے سنجیدہ ہوا۔ حرا کی تکلیف میں کسی کمی کا کوئی امکان نہ تھا، نادم خود پر جھکی قرین سی حرا کو بہت سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ڈری اور سہمی تھی مگر پھر بھی نکلنے کو مچل نہیں رہی تھی۔ یہ بات نادم کو بہت ہی اچھی لگی تبھی وہ دوسرے ہاتھ سے بے خود ہو کر اسکی گال پر انگلی پھیر رہا تھا جو نادم کی ایسی نزدیک قربت پر سرخ ہو کر دہک رہی تھی۔

"میں نے ابھی تک جب جب تمہیں خود سے قریب کیا تم نے کوئی مخالفت نہیں کی، جانتی ہو یہ بات مجھے کتنی اچھی لگی ہے" نادم جیسے جیسے اسے چھو رہا تھا ویسے ویسے ان کہی سی تکلیف حرا کا وجود جلا رہی تھی۔ کیا مخالفت کرتی، وہ تھی ہی کتنی سی۔ جانتی تھی کہ مخالفت کا کوئی فائدہ نہیں۔ ویسے بھی وہ بہت ڈرپوک تھی، اسے خود پر بھی رحم آرہا تھا۔ حرا اسے بلکل نہیں دیکھ رہی تھی مگر نادم چاہتا تھا کہ وہ اسے دیکھے۔

"میں نے کہا ہے مجھ سے دور رہیں، میں یونہی مر جاوں گی۔ میرے لیے آپ نے کچھ بھی اچھا نہیں چھوڑا۔ میں جو کبھی روئی تک نہ تھی ان دو دنوں میں آپ نے مجھے بہت رلایا ہے۔ مجھے آپ سے صرف نفرت ہے، مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی" حرا نے سہمے ہوئے انداز میں نگاہیں اٹھا کر اس پتھر کو کہا تو لہجے میں بے حد نمی گھل گئی تھی۔ وہ یوں نادم کی گرفت میں ہو کر اسے بنا دبے نفرت کا اظہار کر رہی تھی۔ نفرت کا اظہار بھی ایسا جس پر نادم حسین کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا۔ انہی روئی آنکھوں سے ہی تو اسے محبت ہوئی، اور اب وہ یہ آنکھیں روتی ہوئی سہہ بھی نہیں پا رہا تھا۔

"میں نے کہا ہے میں تم پر کوئی ظلم نہیں کروں گا، یہ رونا تم نے خود چن رکھا ہے۔ میری بس ایک بدلے کے ساتھ کی ڈیمانڈ ہے اور بس میرے قریب رہو۔ میں نے کوئی حد پار نہیں کی، جو کیا وہ میرا بحیثت شوہر فرض ہے۔ تم نفرت کرو یہی مزے کا پارٹ ہے، لیکن اس سوگ سے نکل آو۔ میں سیدھا سادھا بندا ہوں، بہت سی ناانصافیوں کے باوجود ٹھیک سے تکلیف دینا نہیں سیکھ پایا ہوں" ناجانے کیوں حرا کو اب کی بار نادم کے لہجے میں خلش اور دکھ سا لگا تبھی وہ پھر سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے آپ زرا اچھے نہیں لگتے، برے لگتے ہیں" حرا کا رونا مزید دردناک ہوا اور نا جانے کیوں نادم اس بات پر غصے کے بجائے اس پر ہنس دیا، حرا کو لگا وہ اسکی بے بسی پر ہنسا ہے۔

"تو میں نے کب کہا کہ تم مجھے اچھا سمجھو اور برا نہ کہو، میں اچھا لگنا چاہتا بھی نہیں۔ برا ہو کر بھی مجھے بہت سکون ہے" نادم کو یوں مسکراتا دیکھ کر حرا کو اسکے اس روپ پر بھی حیرت ہوئی، اسے یہ بندہ شاک کرتا جا رہا تھا۔

"تو پھر مجھے جانے دیں" حرا مزید اسکے قریب نہیں رہ پا رہی تھی، اسے ہول اٹھ رہے تھے۔ نادم نے اس بات پر ہونٹوں کی تلخ مسکان ختم کی اور تھوڑا سخت سا سنجیدہ ہوا۔

"جانے نہیں دے سکتا، پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ نہ زندگی سے نہ اپنے پاس سے" نادم کے ارادے پھر سے صبح والے تھے، حرا اب کی بار نکلنے کو مچلی مگر نادم کے چہرے پر آیا غصہ دیکھ کر اپنی کوشش روک گئی۔

"اللہ آپکو پوچھیں گے، کسی کو یوں بے بس کر کے آپکو بہت گناہ ملے گا۔ مجھے مزید تکلیف نہ دیں خدا کے لیے مجھے جانے دیں" حرا کی طرح اسکی باتیں بھی بہت معصوم تھیں، نادم کتنی ہی دیر پیار سے اس نازک سہمی، ڈری اور خوف سے زرا زرا کانپتی حرا کو دیکھتا رہا۔

"میں جو کروں گا کم از کم اسکا کوئی گناہ نہیں ملے گا، ملا بھی تو وہ میرا اور اللہ کا معاملہ ہے۔ بار بار تکلیف کے لیے التجاء مت کرو میں نے تمہیں تکلیف نہیں دینی، کبھی تکلیف نہیں دوں گا" نادم اسے واقعی اس وقت بہت شدت سے محبت پاش انداز میں کہتا گیا اور حرا ایک کے بعد ایک روپ سے اب سچ میں پاگل سی ہو گئی تھی۔

"دی تھی تکلیف، آج صبح سے بہت دی" نادم اسکے چہرے سے چہرہ ملاتے ہوئے اسکی بات پر پھر سے رکا اور مقابل ہوا، اسکا اشارہ صبح کے ظلم کی جانب تھا۔ حرا کی آنکھوں کا شکوہ اسے پھر سے ہلا چکا تھا۔ وہ حرا کی تیر جیسی نظروں کو اپنے دل میں جنجر کی طرح لگتی محسوس کر رہا تھا۔ نادم نے بنا کسی بد تہذیبی کے اسے چھوڑ دیا جس سے وہ فورا بیٹھتے ہی کھڑی ہوتے ہی اس شخص کی پہنچ سے دور بھاگنے لگی مگر نادم اسکا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔

"جانے کی اجازت نہیں دی تمہیں، یہاں آو میرے پاس" ایک کے بعد ایک اور ستم نے حرا کو پھر سے تکلیف سے دوچار کیا اور مڑی۔ وہ تھوڑا کھسک کر اب تکیہ نکالے لیٹ چکا تھا اور حرا کو پھر سے جھٹکا دیے بیٹھانے کے بعد بازو سے کھینچ کر اپنے ساتھ لٹا گیا۔ حرا کسی سن سے ربورٹ کی طرح نادم کے حکم پر اسکے پہلو میں سمٹ گئی۔ وہ ہونق زدہ سی نادم کا یہ برتاو دیکھ کر شدید ہلکان تھی۔ وہ اسے ہی دیکھ کر اب خود پر اور اس پر بلنکٹ کروا کر تھوڑا رخ حرا کی جانب پھیر گیا جو ہنوز پھٹی آنکھوں سے نادم کو دیکھ رہی تھی۔ حرا کا سر نادم کی بازو پر تھا اور وہ اب حرا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ چکا تھا۔ حرا نے اسے دیکھنے کا تسلسل توڑ کر ایک روئی ہلکان نظر اپنے ہاتھ پر ڈالی جو نادم کے ہاتھ کے نیچے دبا ہوا تھا۔

"اب کوشش کروں گا کہ تکلیف نہ دوں۔۔ سب بتاوں گا تمہیں لیکن وقت آنے پر، تب تک تمہیں میری سختی ہر صورت سہنی ہے۔ سو جاو۔ اور کل سے تم مجھے روتی مت نظر آنا، ورنہ پھر تکلیف دینی ضروری ہو گی۔ سچ کہوں تو زندگی میں پہلی بار نادم حسین کسی کے لیے جھک گیا ہے، شاید اس لیے کہ تم میرے دل کو لگی ہو" حرا تو یوں تھی جیسے اس سے سننے، بولنے اور محسوس کرنے کی ساری حسیں لے لی گئی ہوں۔ نادم نے حرا کے چہرے پر جھک کر نرمی سے اسکی پیشانی کو چھوا اور پھر تھوڑی بھٹکتی بے لگامی کے بعد وہ اوپر اٹھا۔ حرا کا چہرہ دیکھا جو سختی

سے آنکھیں بند کیے پھر سے رو دینے والی تھی۔ حرا نے کچھ دیر آنکھیں بند رکھیں مگر پھر مزید کچھ محسوس نہ ہونے پر وہ ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھول چکی تھی۔ نادم کروٹ سیدھی کیے بیڈ سے لگ کر آنکھیں بند کر چکا تھا، حرا نے اسکی سمت دیکھا جو اب اپنی بازو مزید جکڑ گیا جس سے حرا سمٹ کر اسکے چوڑے سینے سے جا لگی۔ حرا کا خود کو دیکھنا وہ بند آنکھوں سے بھی محسوس کر رہا تھا تبھی پھر سے اسکا سینے پر سے ہٹایا ہاتھ بند آنکھوں سے پکڑے خود پر رکھتا اپنا ہاتھ رکھے جکڑ چکا تھا۔ بلکل ویسے کہ اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں حرا بھاگ نہ جائے۔ نادم اسکے بعد ہلا نہیں تھا، حرا کتنی ہی دیر اس ظالم شخص کو دیکھتی رہی جو اسے یوں خود سے قریب کر کے مطمئین نیند سو چکا تھا۔ حرا پل پل الجھ کر رہ گئی، اس شخص کی اسے زرا سمجھ نہ آئی تھی۔ اسے رونا تو آ رہا تھا مگر خوف کے باعث آنسو آنکھوں میں آنے سے انکاری تھے۔

"کیا ہے یہ بندہ، کبھی درندہ تو کبھی ایسا مہربان۔ یا اللہ میری مدد کریں۔ میں سخت تکلیف میں ہوں" وہ یہ دعا بھی نادم کو دیکھ کر دکھ سے کر رہی تھی جو اب مکمل نیند میں لگ رہا تھا۔ حرا نے اسے اب غور سے دیکھا تھا۔ وہ شکل کا پیارا تھا مگر چہرے کی دھاڑی مونچھ حرا کو بہت ہی جھرجھری کی حد تک بری لگی۔ وہ غصے کے باوجود غصہ نہیں کر رہا تھا، وہ نفرت کے باوجود نفرت نہیں کر پاتا تھا اور ایک آخری بات کہ وہ محبت کے باوجود محبت بھی نہیں کر پاتا تھا۔ کب حرا اس درد میں مبتلا ہو کر سوئی اسے خود بھی علم نہ ہوا مگر اسکی آنکھیں بند ہوتے ہی نادم کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔ نظر موڑ کر اس نے حرا کو دیکھا جو اسکی سمت چہرہ کیے ہی سو گئی تھی۔ مطلب وہ اسے دیکھ رہی تھی، یہ احساس پہلی بار نادم حسین کی زندگی میں دل کی گہری خوشی بنا تھا۔

"بہت غلط وقت پر مجھے صحیح محبت ہو گئی ہے، ہاں یہ محبت ہی ہے کہ اس لڑکی کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جاتی اور جب یہ پاس ہوتی ہے تو کوشش کے باوجود میں خود کو اس تک جانے سے روک نہیں پاتا۔ مجھے دکھ ہے لیکن مجھے اس خضر اور آئرہ سے ابھی بہت سا بدلا لینا ہے۔ جب تک میرا دل ٹھنڈا نہیں ہوتا میں تمہیں بھی سکون کی گھڑی نہیں دے سکتا" نادم کا دل چاہا پھر سے اس معصوم کے چہرے کا ہر نقش چھو لے، مگر وہ پھر سے رخ واپس پھیرے اپنے بے لگام جذبے ضبط کیے انتقامی سا خود سے قصد باندھے پھر سے اپنی آنکھیں سختی سے موندھ گیا۔

****

مبشر کی واپسی ہو چکی تھی، وہ پہلے ہوٹل جانے والا تھا مگر پھر چونکہ خضر نے اسکی سیکورٹی ٹائیٹ کروادی تھی تبھی اسے بے فکر ہو کر گھر جانے کا کہہ دیا تھا تبھی وہ سیدھا اپنے گھر آیا تھا۔ وہ فجر ٹائم پہنچا تھا تو رزاق نے اسکا بھرپور خوش دلی سے ویلکم کیا۔ دو سول گارڈز ہر وقت گھر کے باہر تھے اور آس پاس بھی کئی کیمرے تھے جو اب مبشر کی بھی مکمل حفاظت کرنے والے تھے۔ اسکی تعلیم اہم تھی اور یہاں اسکا میڈیکل کرئیر بھی شروع ہو چکا تھا جسکی وجہ سے اس اسٹیج پر نقل مکانی ممکن نہ تھی۔ خضر نے اپنی ٹیم کی کڑی سیکورٹی ترتیب دی تھی کیونکہ وہ وہاں اکیلا تھا اور اسکی حفاظت کرنا اب ستارہ کا اہم کام تھا۔ گھر کی ویرانی گو رزاق قائم نہیں رکھنے والا تھا مگر پھر بھی اندر داخل ہوتے ہی مبشر کو ایک انجانے دکھ نے گھیرا۔ وہ ساری یادیں جو پچھلے دو سال سے اسکے اور ضامن کے بیچ بنی تھیں سب ایک ایک کر کے اسکی آنکھوں کے سامنے آرہی تھیں۔ رزاق اسکا سامان وغیرہ رکھ کر اب اسکے

لیے ناشتہ بنانے جا چکا تھا۔ صبح کے چار بجے تھے، مبشر لاؤنج میں آیا تو یوں لگا جیسے سامنے صوفے پر وہ اور ضامن بیٹھ کر مووی دیکھ رہے ہیں۔ مبشر مسلسل مستیاں کر کے اکثر ضامن کو ہنسا رہا ہے اور وہ اسے ڈانٹ کر مووی پر توجہ کا کہہ رہا ہے۔ ایک غیر محسوس تھکی سی مسکان مبشر کے چہرے پر ابھری۔ پھر نظر سامنے ٹیرس پر گئی تو آمنے سامنے کھڑے مبشر اور ضامن کو کسی بحث میں دیکھ کر وہ خود اداس ہوا۔ ضامن اسے بہت ڈانٹتا تھا مگر پھر پیار بھی کر دیا کرتا تھا، وہ سامنے کمرے کے دروازے میں وہ ضامن سے زوردار گلے لگا کھڑا تھا۔ کتنی یادیں تھیں جو مزید پیاری ہو سکتی تھیں مگر وقت کی بے رحمی نے اسکے ساتھ آنسو اور جھاڑ جوڑ دی۔ مبشر کو ضامن سے کوئی شکوہ نہ تھا مگر وہ شدید دکھی تھا کہ اسکا بھائی بھٹک گیا ہے، مبشر نے تھک ہار کر خود کو صوفے پر گرا دیا۔ لمبا سفر تو تھکن کا باعث تھا ہی مگر کئی سوچیں اس حسین اور مہربان سے مبشر کے چہرے پر شدت سے درج تھیں۔ رزاق اپنے کام میں منہمک تھا تو مبشر بھی خود کو کچھ بہتر کرتا اسے فریش ہو کر آنے کا کہہ کر اٹھا اور کوٹ کی جیب سے اپنا فون نکالا۔ کچھ دیر وہ سوچتا ہوا عنیہ کا نمبر ملاتے ہوئے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دوسری طرف صبح کے نو بج چکے تھے اور سفر کی تھکن کے باعث آج بھی عنیہ نے کالج سے چھٹی مار لی تھی۔ کل سے اسکا بھی روٹین ورک شروع ہونے والا تھا۔ دادی اور جنت تو گھر کی صفائی میں لگ گئی تھیں جبکہ عنیہ ابھی اٹھی تھی تو اپنا ناشتہ کرنے بس ابھی ڈائنگ پر بیٹھی تھی۔ خود جنت اور دادی بہت تھک گئی تھیں مگر مجال ہو ان سگھڑ پھرتیلی خواتین کو کوئی آرام ہو، آتے ہی اتنا پیارا گھر مزید چمکانے لگ چکی تھیں۔ باہر خان بابا کے ساتھ مل کر جنت پودوں کو پانی دے رہی تھی جبکہ دادی نے کمرے کی صفائی کے لیے ایک عدد ملازمہ جو خان بابا کی ہی بہن تھیں، وہ بھی بلا لی تھی اور خود بھی کام میں ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ عنیہ بلکل سوئی صورت بنی اب ناشتے پر جھکی ہوئی تھی، براؤن شرٹ اور پنک ٹراؤزر پہنے اسکا گھر میں یہی روپ ہوتا تھا، ساتھ ہی کمرے میں پڑا فون بجا۔ ایک دم اسے

مبشر کا خیال آیا تو بے قراری سے اٹھتی ہوئی کمرے میں گئی۔ نمبر آن نان تھا شاید مبشر دوسری سم سے کر رہا تھا، فوراً سے بیشتر فون اٹھا کر وہ بیڈ کے سرہانے پڑا کشن گود میں دبائے بیٹھی اور چہرے پر آٹو میٹک حسین مسکان سج گئی۔

"اسلام وعلیکم" مبشر کی آواز سن کر عنیہ کے چہرے پر حقیقی پیار امڈا، اپنے مہذب سے شہزادے پر فدا ہوتی ہوئی وہ وہیں ٹیک لگا گئی۔

"وعلیکم السلام، پہنچ گئے؟ کیسا رہا سفر" عنیہ نے بھی خوش مزاجی اور فکر کی آپشار ہی بہا ڈالی جس پر وہ اداس سا شہزادہ بھی کچھ مسکراہٹ دیتا ہوا اپنا کوٹ اتارنے کے بعد کمرے میں جا کر لائیٹ آن کر رہا تھا۔

"ہاں بس ابھی انٹر ہی ہوا ہوں، سفر مت پوچھو یار تھک کر چور ہو گیا ہوں۔ آج صبح دس بجے میری کلاس بھی ہے، میں نے سوچا تم سے بات کر کے اپنی کم ہوتی انرجی بڑھا لوں۔ تم بتاو کیسی ہو؟ مجھے مس کیا" مبشر واقعی تھکا لگ رہا تھا، عنیہ کیا بتاتی کہ وہ جب سے گیا تھا ایک پل بھی وہ مبشر کے سحر سے نہیں نکل پائی تھی۔ مبشر اب فریش ہونے کے لیے جانے والا تھا مگر پھر وہیں صوفے پر ہی جا بیٹھا، عنیہ بھی تھوڑی اداس سی ہوئی۔

"بہت سارا مس کر رہی ہوں، اور بس ایویں سی ہوں" دونوں سوالوں کے جواب دیتی ہوئی وہ اپنی آگے چہرے پر آتی لٹیں ہاتھ پر گمائے منہ بسورے بولی تو مقابل اب کی بار اس ناانصافی پر کسی کا دل پوری شدت سے دھڑکا تھا۔

"اب تم مجھے بہکا رہی ہو، ایسا نہ ہو ابھی واپس آجاؤں" مبشر کی بات پر عنیہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنس پڑی، اور وہ اسکی یہی ہنسی تو سننا چاہتا تھا۔

"نہیں پلیز، دو سال چین سے رہیے۔ آپ اپنا خیال رکھیے گا مبشر، کھانا ٹھیک سے کھایئے گا اور مجھ سے روز بات بھی کیجیئے گا" عنیہ خوشی اور محبت کے باوجود اپنی اداسی نہیں چھپا پائی تھی، جس طرح وہ اسے اپنا کر گیا تھا یہ دوری دونوں کے لیے بہت مشکل تھی۔

"تم سے بات کروں گا تبھی تو جیوں گا، ورنہ یہ تنہائی تمہارے اس پیارے سے شوہر کو ہلکان کر دے گی۔ اس وقت شدت سے تمہیں چاہتا ہوں، کاش تم ابھی سے میرے پاس ہوتی۔ یہ انتظار بھی کتنی ظالم شے ہے، جانتے ہوئے کہ اس کے پار میرے جنون کی منزل ہے تب بھی یہ مجھے بہت تڑپانے والا ہے" مبشر سر بیڈ پر گرائے اپنی اس دلگیر حسرت پر آسودگی اور بے چینی کی ملی جلی کیفیت کے سنگ اپنی آنکھیں بند کر گیا، عنیہ کے چہرے پر بس مزید اداسی اتری اور وہ اتری اداس صورت بنا چکی تھی۔

"مت اداس ہوں، آپ جب چاہیں مجھ سے بات کر لیجیئے گا۔ میں آپکے پاس ہی ہوں، محسوس کریں۔ ویسے بھی مسٹر اب زرا رومینس کو چھوڑ کر اپنے کیریئر پر فوکس کیجیئے، یہ نہ ہو محبت کے مضمون میں پاس ہوتے ہوتے باقی ہر طرف سے فارغ ہو جائیں ہم دونوں" اب تو عنیہ خود ہی مزید اداسی ترک کرتی کھکھلا اٹھی جو اس دیوانے کی اداسی ہٹانے کو بھی کارگر ثابت ہوئی تھی۔

"ھاھا یہ بھی ہے، ڈونٹ وری تمہارا تو مجھے نہیں پتا نالائق پر میں بہت برائیٹ بچہ ہوں" ھائے سیدھا سیدھا عنیہ کو نالائق کہہ ڈالا تھا، اب تو عنیہ بھی منہ پھلائے مصنوعی برہم سی ہوئی۔ مگر پھر خود ہی ہنس دی۔

"اوہیلو، آئی ایم آلسو ویری برائیٹ سٹوڈنٹ" عنیہ کسی سے کم تھوڑا تھی، فوراً سے میدان میں اتری تھی۔ مبشر کی دیوانگی کو قرار آنا ابھی ناممکن تھا، محبت میں اس جدائی کا لطف ہی الگ ہے جس کا انجام حسین ملن پر ہونے والا تھا۔

"یس یو آرمائی چیمپئین آئی نو، چلو پیار دو مجھے تاکہ میں فریش ہونے جاوں" مبشر خماری سے بھرے شرارتی انداز میں کہتا اٹھ بیٹھا تو عنیہ نے آنکھیں پھاڑے یہ فرمائش سن کر بمشکل ہضم کی۔

"ہیں، فون پے کیسے دوں۔ ھاھا پاگل" عنیہ اگلے ہی لمحے پاگلوں کی طرح ہنسی اور وہ اسکی ہنسی سن کر دل تک فدا ہوا۔

"دینے والے کہیں بھی دے سکتے ہیں، تم ہو ہی کنجوس۔ دیکھنا اب اور اسے سیکھ لو ورنہ کٹ پڑے گی۔ آئی لو یو میری جان کی ٹوٹی" مبشر بڑے ہی فلاسفرانہ انداز میں ہنستا ہوا بولا اور فون کے قریب جا کر کھنکتے شوخ انداز میں فون کو چٹھکتی مہر ثبت کی جسکی آواز عنیہ تک ایک دم پرفیکٹ پہنچی تو وہ مبشر کی اس چھچھوری حرکت پر پیٹ پر ہاتھ دھرے ہنس دی۔ اگر کوئی اسے یوں ہنستے دیکھتا تو ضرور پاگل سمجھتا، اسے مبشر پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا کہ وہ کتنا پیارا اور بے تاب ہے۔

"ھاھا اف مبشر، کیا بنے گا آپکا۔ مجھے آپکی بہت فکر ہے، آئی لو یو ٹو اینڈ مجھ سے یہ نہ ہو گا۔ ھاھا چلیں جائیں اب آپ مجھے بھی ناشتہ کرنے دیں، آپکی یاد میں بھوکی بیٹھی ہوئی تھی" عنیہ کو ہنسی کا دورا کچھ زائل ہوا تو وہ فوراً سے بھاگنے کو بولی، مبشر تو بس زیرلب شدید عاشقانہ انداز میں مسکراتا جارہا تھا۔

"ٹھیک ہے پھر یہ ادھار ہو تا جائے گا یاد رکھنا، دو سال میں جتنے دن ہوئے اتنی دفعہ تمہاری شامت لاوں گا" یہ کہہ کر ایک لمحے کو عنیہ کی ہنسی غائب ہوئی اور وہ تھوڑی جھینپ سی گئی، یہ بندہ اسے یوں بھی با آسانی جکڑ لیتا تھا۔ مبشر بھی حد درجہ سنجیدہ تھا، بات ہی بے حد نازک ہو گئی تھی۔

"سہہ لو گی؟" مبشر کی آواز عنیہ کے وجود کو اپنے بس میں کر گئی تھی، اسے لگا وہ اب بول نہیں پائے گی، مبشر شدید دیوانگی کے سنگ منتظر سا تھا۔ عنیہ نے اپنی بے قرار سانس کو لگام لگایا جو ابھی تک مبشر کے لمس میں لپٹی ہوئی تھی۔

"سہہ لوں گی، دل و جان سے" عنیہ نے فوراً سے کہہ کر شرم سے گلابی ہوتے کال بند کی تو ایک دلفریب سی چاشنی مبشر کے چہرے پر بھی آئی تھی۔ یہ دوری بھی ممکن تھا کہ حسین ترین ہونے والی تھی، نہ مبشر کی دیوانگی کم ہونے والی تھی نہ عنیہ کی بے قراری۔ وہ بھی زیر لب موہنی خوشی کے سنگ اٹھ کر فریش ہونے جا چکا تھا۔

****

آج حرا اور نادم، جلال ہاوس جانے والے تھے۔ حرا نے صبح ہی ہاجرہ اور شمس کے ساتھ نہ صرف ناشتہ لگایا بلکے کر بھی لیا تھا کیونکہ نادم اس وقت سو رہا تھا تو اسے پھر حرا نے جگایا نہیں تھا۔ اب وہ کمرے میں آ کر تیار ہو رہی تھی، گھر جانے کی خوشی اس ننھی نازک سی پری کو ایک دم مہکا گئی تھی۔ حرا نے آج فیروزی اور گرین کلر کا بہت

ہی پیارا شارٹ فراک پہن رکھا تھا، تنگ پاجامہ اور دوپٹہ پھر سے جالی دار اور اسے کندھے تک سٹیپ کٹنگ بال اس نے آگے سے پن آپ کر کے کھول رکھے تھے۔ آنکھوں میں کاجل اور لائیز کے بعد وہ مسکارہ لگا کر اپنے چہرے کی خوبصورتی دیکھ کر ہلکی سی مسکرائی۔ ہونٹوں پر اب وہ کوئی ہلکا سا پنک شیڈ اٹھانے ہی لگی جب دروازے پر دستک ہوئی۔ ہاجرہ پیار لٹاتی محبت کے سنگ اندر آئیں تو حرا بہت مودب سی مسکان دیے ہاجرہ کو اپنے پاس آتا دیکھ کر مڑی۔ انکی تو حرا پر نظر ہی نہیں تھم رہی تھی، نادم بھی اٹھ کر اب نہار رہا تھا۔ موصوف گھر ہونے کے باعث آج لیٹ اٹھے تھے۔ ہاجرہ نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ایک چھوٹا سا باکس ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے ایک دلفریب اور قربان سی نظر اپنی اکلوتی اور لاڈلی بہو پر ڈالی اور آسودگی سے اسکی پیشانی چومی۔ حرا جب سے اس گھر آئی تھی اسے شمس اور ہاجرہ نے یونہی ہتھیلی کا چھالا بنا رکھا تھا، کہیں نہ کہیں اس پر نادم بھی مہربان تھا۔ حرا رات نادم کے رویے سے کچھ بہتر سی تھی، اسے رات نادم حسین کا ایک بہترین روپ دیکھائی دیا تھا۔

"ماشاءاللہ، میں کتنی خوش قسمت ہوں کہ مجھے تم جیسی بیٹی ملی ہے، میرا حسین تو اس سے بھی زیادہ قسمت کا دھنی ہے۔ میرا بچہ، اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رہے۔ اس گھر کی رونق تم دونوں سے ہی ہے" ہاجرہ بھی وقت کے ساتھ بدل رہی تھیں بلکے بدل گئی تھیں، گو کہ سب کچھ بدل رہا تھا مگر رفتار نہایت مدھم تھی۔ وہ حرا کو واقعی اب کی بار بنا کسی لالچ کے بس بیٹی سمجھ چکی تھیں، کیونکہ کہیں نہ کہیں وہ انکے نادم کی خوشی تھی۔ حرا بھی اس محبت پر تھوڑا سا مسکرائی جیسے شکریہ ادا کر رہی ہو۔

"یہ چھوٹا سا تحفہ میری بیٹی کے لیے، ابھی پہن لینا اسے۔ کبھی بھی کوئی بات کہنی ہو تو تم مجھے بھی اپنی اماں سمجھ کر میرے پاس آجانا۔ بھلے نادم کی شکایت ہی کیوں نہ ہو، یہ ماں مایوس نہیں کرے گی۔ خیر سے جاو دونوں، اگر

رکنا چاہو تو بھلے رک جانا" ہاجرہ کی شفقت اور پیار لٹاتے انداز پر حرا بہت خوش اور مطمئین تھی، ہاجرہ اسے وہ باکس دے کر پورے مان سے کہہ کر پھر سے اسکا چہرہ تھامے محبت سے دیکھتی باہر نکل گئیں۔ حرا زیادہ بات نہیں کرتی تھی، محترمہ کی ساری باتیں شکر ہے نادم کے سامنے زبان سے پھسل جاتی تھیں۔ حرا نے ہاجرہ کی آخری کہی جانے والی بات پر اپنا گلاب سا چہرہ مرجھا سا لیا اور پھر سے مڑ کر آئینے میں ایک نظر خود کو دیکھا۔ وہ واقعی اس وقت بے حد پیاری لگ رہی تھی، حرا نے ہنوز اداسی سے وہ باکس کھولا تو بہت پیارا سا گولڈ بریسلٹ دیکھ کر وہ نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی کیونکہ وہ بلکل حرا کی طرح نازک سا ہارٹ شیپ نگوں سے مزین تھا۔ اس سے پہلے کہ حرا اسے نکال کر پہنتی، واش روم کا دروازہ کھلنے پر ہڑبڑا کر خود کو بہتر کرتی پھر سے اپنا کاجل اور کلوز اپنے منی سے بیگ میں ڈالنے لگ گئی گویا نادم کو اگنور کیا جا رہا تھا۔ وہ جو ڈارک گرے نفیس گریس فل سا سوٹ پہنے اپنے گیلے بال ٹاول سے خشک کر رہا تھا نکلتے ہی کن آکھیوں سے حرا کو دیکھنے لگا جو صاف صاف گھبرائی ہوئی تھی۔ نادم نے سوٹ کے اوپر سیاہ واسکٹ پہنی اور ٹاول بیڈ پر پھینکتا ہوا حرا کے قریب ڈریسنگ تک آیا جو ابھی بھی اپنی پھیلائی چیزیں کبھی بیگ میں ڈال رہی تھی پھر کچھ دیر بعد نکالنے لگتی۔ نادم اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا ایک سیکنڈ میں اس گھبرائی ہوئی حرا تک پہنچا اور اس کے ہاتھ سے ساری چیزیں لے کر ڈریسنگ پر رکھتے ہوئے ایک ہی لمحے میں اسے اپنی بازو میں جکڑ گیا۔ حرا کی جان یوں نادم کے کرنے پر سلگ اٹھی اور وہ اس تروتازہ حسن کے مالک شخص سے آنکھ نہ ملا پائی تھی۔ نادم کے بکھرے بال اسکی پیشانی پر ڈھلک کر اسے خاصا دیوانا سا بنا رہے تھے، چہرے پر چند ایک گرتی پانی کی بوندیں بھی اسکے چہرے کی خماری پر کسی امرت کا گماں تھیں۔ نادم نے ایک نظر اس حسین حرا کے چہرے کا ہر نقش ٹٹولا، وہ آنکھوں پر لگا نفیس منصوعی حسن اور قدرتی گلاب گالیں

مگر ہونٹوں کو دیکھ کر نادم کے چہرے پر مسکان سی سجی۔ نادم نے اسے خود میں مزید جکڑا تو حرا نے سہمے ہوئے اس ظلم پر شکایت سی نگاہوں میں بھرے نادم کو دیکھا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں۔

" آپ بہت بے رحم ہیں، خود کو دیکھیں اور مجھے۔ مجھے درد ہو رہا ہے پلیز " گرفت واقعی حرا کے لیے تکلیف دہ تھی، نادم کو تو بے خودی میں یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ وہ بھلے پہاڑ جیسا مرد ہے پر حرا تو اسکے مقابلے میں ایک تنکا تھی۔ اس قدر تکلیف تھی کہ حرا کی آنکھوں میں نمی ابھری، نادم نے فوراً سے پہلے گرفت ڈھیلی کی تو اسے لگا جیسے حرا نے رکا سانس بحال کیا تھا۔ اسے ایک بار پھر اپنی شدت پر سخت غصہ آیا، نادم اسکی گلابی گالوں سے اپنا چہرہ مس کیے بہت آہستگی سے اسے اپنے سینے میں جذب کر گیا تھا۔ حرا نے بے بسی سے اس عجیب شخص کا یہ انداز دیکھا مگر وہ نکلنے کو زرا بھی نہ مچلی تھی، نادم کے سامنے نا جانے وہ چاہ کر بھی کوئی مخالفت نہیں کر پاتی تھی۔ نادم کی نظر سامنے پڑے بریسلٹ پر پڑی تو وہ مسکراتا ہوا الگ ہوا اور ہاتھ بڑھا کر وہ بریسلٹ اٹھائے ہنوز بے خودی سے حرا کے روبرو ہوا۔ حرا نے ایک جھجھک زدہ نظر سے نادم کو دیکھا، وہ آج کل سے بھی پیارا الگ رہا تھا۔ ایک تو گہرا رنگ جو اسکی سرخی سفید رنگت پر آفت خیز جچ رہا تھا اوپر سے اسکی بھیگی زلفیں جو اس پر ہی سجتی تھیں۔ حرا کو وہ آج نا جانے وحشی نہ لگا، داڑھی مونچھ ہوتے ہوئے بھی وہ آج کچھ الگ سا لگ رہا تھا۔

" یہ ہاجرہ امی نے دیا ہے " نادم کو وہ بریسلٹ پکڑتا دیکھ کر حرا نے ترکی بہ ترکی اطلاع دی جس پر وہ نا جانے کیوں مسکرا دیا۔

" اصولاً یہ مجھے دینا چاہیے تھا، خیر لاؤ میں پہنا دوں " نادم نے بہت آہستگی اور سنجیدگی سے اسکی ہک کھولی اور حرا نے بھی بنا کسی ناں کے فوراً اپنی کلائی آگے کی۔ وہ اسے جس انداز سے پہنا رہا تھا ایک لمحے کو حرا اسے دیکھتی رہ

گئی۔ یہ شخص اسے کوئی پزل لگا، عجیب سا۔ نہ خوش نہ دکھی، نہ بے چین نہ پر سکون۔ نادم اسے وہ بریسلٹ پہنا کر بے اختیار حرا کی جانب متوجہ ہوا جو اسے دیکھ رہی تھی مگر نادم کے اچانک دیکھنے پر شدید لرز کر پلکیں جھکا کر نظریں چرا گئی۔ نادم کو یہ پل حسین لگا، اسکی وہی کلائی پکڑے وہ پھر سے اسکے چہرے کی جانب متوجہ تھا۔

" آپ خضر بھیا سے بدلا مت لیں، وہ میرے بہت پیارے بھائی ہیں۔ انکی جگہ آپ مجھ سے بدلا لے لیں، انھیں کچھ مت کہیں " نہ جانے حرا کو کیا سوجھی کہ وہ نادم کے رات سے لے کر اب تک کہ نرم رویے کہ بعد یہ بات کہنے کے قابل ہو گئی تھی۔ حرا کی اپنے بھائی لے لیے محبت دیکھ کر نادم خلق تک کڑوا ہوا اور اس قربت میں ایسی بات اسے زرا نہ بھائی تھی۔ تبھی وہ ایک بار پھر حرا کو شدید برہمی سے گھور چکا تھا۔ حرا اسکے غصے سے پھر سے رو دینے کو تھی۔

" تم جانتی بھی ہو کہ اس نے میرا کیا نقصان کیا ہے؟ تم یہ بات دوبارہ مت کہنا۔ صرف خضر نہیں وہ آئرہ بھی، اور تمہارا وہ مطلبی باپ جس نے مجھے وقت آنے پر خوب گدھا بنایا۔ اور تم؟ تم سے بدلا کیا لوں، تم تو میرا قریب آنا تک نہیں سہہ پاتی " نادم کی آنکھوں میں ایک دم حقارت ابھری تھی، حرا پھر سے نڈھال تھی۔ وہ خضر بھائی سے پہلے ہی جھوٹ بول کر ابھی تک دکھ میں تھی، نا جانے یہ شخص اس سے مزید کیا کروانے والا تھا۔

" مجھے مار دیں، مجھے مرنے سے ڈر نہیں لگتا۔ لیکن ان سب کو تنگ نہ کریں، میں آپ سے ریکوسٹ کرتی ہوں " حرا نے مرنے کو شاید بہت آسان سمجھ رکھا تھا، حرا کی یہ بات نادم کا میٹر گما رہی تھی تبھی وہ اس کے قریب ہوتا ہوا اسے ڈریسنگ سے لگائے خونخوار انداز میں جھکا۔ حرا کو لگا اب اسکا سانس واقعی رکے گا، وہ اس شخص سے ابھی بھی بے حد خوفزدہ تھی۔

"مرنے کا بہت شوق ہے تمہیں، پتا بھی ہے کہ موت کیا ہوتی ہے۔ موت وہ ہوتی ہے کہ انسان کا دل ہنسنے کو چاہے تو ہنسی اس پر ہنس کر دامن چھڑا لے، رونے کا دل چاہے تو آنسو منہ چرا کر اندر ہی دفن ہو جائیں۔ موت وہ ہوتی ہے حرابی بی کہ جب ہر کوئی آپ سے چھٹکارہ چاہے، اور موت وہ ہوتی ہے کہ انسان کو صحیح وقت پر غلط اور غلط وقت پر صحیح محبت ہو جائے" وہ ایک ایک لفظ دلخراشی اور تلخی میں پیوست ہو کر کہتا گیا اور حرا سن سی اس شخص کے کہے لفظوں پر غور کرتی رہ گئی۔ نادم اسکے ہاتھ میں بہت اداسی سے اپنی انگلیاں ڈال کر اسکے رنگ اڑے چہرے پر نگاہیں جما چکا تھا۔ یہ شخص پھر سے اس کو تکلیف دینے کا ارادہ کر رہا تھا اور حرا کا دل اس ستم پر پھر سے پھٹ سا گیا۔

"تمہاری یہ باتیں دوبارہ نہ سنوں، تمہیں اس معاملے میں بولنے کی سزا بھی پوری دوں گا۔ جس چیز کا تمہیں علم نہیں اس سے دور رہو، انڈسٹینڈ" بے دردی کی ساری حدیں پار کر کے وہ سخت سزا دینے کے بعد اس بے جان سی روئی سی حرا کو جتا کر بولا۔ آنکھوں میں صاف صاف تکلیف تھی۔ تکلیف اسے تھی مگر وہ حرا کو بھی دے بیٹھا تھا، حرا نے اپنی روئی آنکھیں بے دردی سے صاف کیے ایک تیر جیسی نظر اس وعدہ خلاف شخص پر ڈالی اور ہاتھ چھڑواتے ہوئے مزید رو دی۔ نادم بھی ڈھیٹ بنا اسے روتا دیکھتا رہا مگر اسکے ہاتھ کو نجات نہ دی۔

"آئی ہیٹ یو، آپ بہت زیادہ برے ہیں۔ چھوڑیں مجھے، آپ ظالم اور سفاک ہیں۔ میں آپکے لیے صرف کھلونہ ہوں، پیاری ہوتی تو یوں مجھے تکلیف نہ دیتے" وہ پھوٹ پھوٹ کر سسک پڑی تو اس پری کی آنکھیں بھی درد سے لبریز ہوئیں۔ نادم اپنے چہرے پر سنجیدگی بڑھا کر اسکا ہاتھ چھوڑے پیچھے ہٹا۔ نادم کو پھر سے خود پر افسوس تھا جو

اس تڑپتی ہوئی حرا کے رونے سے مزید بڑھا۔ نادم پھر سے اس تک گیا اور اسکا سرخ ہوتا چہرہ تھامے سخت برہم ہوا۔

"بند کرو یہ رونا، ورنہ گھر سے دور تمہارا کمرے سے نکلنا بھی بند ہو گا۔ پھر سارے مظالم کی تفصیل اسکے عملی ثبوت کے ساتھ دیکھاوں گا" نادم کے پاس شاید اسکے رونے میں کمی کو یہی صورت بچی اور وہ اسکے رونے کے ساتھ ساتھ اسکا سانس بھی روک گئی تھی۔ وہ اسے شدید رنجیدگی اور کرب سے دیکھ رہی تھی جسکی بھٹکتی نگاہیں پھر سے حرا کے چہرے سے ہونٹوں تک کا طواف کر رہی تھیں۔

"مجھے مما کے پاس رکنا ہے آج، پلیز ایک دن۔ میرا سانس واقعی بند ہو جائے گا، میں بہت تکلیف میں ہوں" وہ سر جھکائے کسی مجرم کی طرح اپنی رہائی کی بھیک مانگتی ہوئی نادم حسین کا دل چیر گئی تھی۔ نادم کا دل اس قدر سفاک ہونے پر اسے لعن طعن کرتا جا رہا تھا، نادم نے تمام سختی زائل لیے اب کی بار اپنا ہاتھ اسکی گال پر پھیرے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ روئی سی نادم کو دیکھنے لگی۔

"رک جانا، لیکن آج نہیں۔ مجھے تنگ مت کرو حرا میں ایک دفع بپھر گیا تو نا جانے اپنا اور تمہارا کتنا نقصان کر جاوں گا۔ میرے ساتھ شرافت سے واپس آجانا، اب کی بار تمہیں نہیں تمہارے باپ اور بھائی کو تکلیف دوں گا" اگلے ہی لمحے نادم اسے بے دردی سے پرے دھکیلتا ہوا آئینے کے سامنے اپنے بال کی پونی بناتا ہوا اس پر ایک خون آشام نگاہ ڈالے مڑ گیا۔ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اپنا والٹ، فون اور چابی لیے وہ پھر سے حرا کے قریب رکا۔

"میں ناشتہ کر رہا ہوں تب تک تم پہنچو، اور مجھے یہ بات دوبارہ نہ کہنی پڑے" سخت تنبیہ زدہ لہجے میں سختی بھرے انداز سے وہ حرا کے آنسووں سے بے نیاز پورے غرور میں اس پر حکم صادر کرتا باہر نکل گیا اور وہ اپ

واقعی تکلیف سے اپنے آنسوؤں کے سنگ اپنا نازک چہرہ سخت ہولناک انداز میں رگڑ گئی تھی۔ اسے ابھی یونہی بہت سارونا تھا۔

****

"حسین میرے بیٹے اب یہ آپکی ڈیوٹی ہے کہ میری گڑیا کو یہاں دودن بعد لاتے رہنا، یہ بہت اٹیچ رہی ہے مجھ سے۔ مجھے تو اسکی بہت فکر ہے" حرا نے ایک بار پھر شوہر کی غضبناک سزا سے بچنے کو چہرے پر مسکان لارکھی تھی مگر کہیں سے مہرو کو وہ تھوڑی بجھی بجھی لگ رہی تھی جسے وہ ماحول اور جگہ کی تبدیلی سمجھ رہی تھیں۔ دوسرا وہ ابھی چھوٹی سی تھی، ایک دم شادی ہونا اور اس طرح کی زندگی کا بدلنا ہی انکو حرا کی خاموشی کی وجہ لگی تھی۔ وہ سب دن تک کھانے پر آچکے تھے۔ خود جلال بھی مسکرا کر گہرے انداز کے سنگ نادم اور حرا کو دیکھ رہے تھے۔ مہرو نے ساتھ بیٹھی خاموشی سے کھانا کھاتی حرا کو پیار لٹاتے انداز میں دیکھ کر تھوڑی فکر سے کہا جس پر نادم نے بڑی مطمئین کرتی نگاہ سے حرا کو دیکھا پھر مہرو کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"جی آنٹی، لے آوں گا" نادم کے بولنے کے انداز بھی اب بہت مہذب تھے، جلال کو اتنا قابل بندہ تو ملا ہی تھا مگر انھیں اب نادم کے اندر کا ٹھہراو اور بات کرنے کی پختگی خاصی متاثر کر گئی تھی۔

"آج اسے ہم یہیں رکھیں گے، تم بھی رہنا چاہو تو رہ سکتے ہو۔ مبشر کے جانے کے بعد یہ بھی چلی گئی ہے تو ہم دونوں گھر کی اداسی سے تھوڑے متاثر ہیں۔ بلکے میں تو کہتا ہوں دو تین دن یہیں رک جاو دونوں" جلال نے کھانا کھاتے ہوئے ترنت ہی نادم حسین کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا جس پر حرا بھی پریشان سی کن آکھیوں سے نادم کے چہرے کا تاثر دیکھ کر بے چین ہوئی۔ وہ صاف صاف خفگی سے حرا کو گھور چکا تھا جس پر اسے لگا کھانا حلق میں جا پھنسا ہے۔ نادم نے اپنے چہرے کا ہر رنگ بڑی مہارت سے جذب کر کے چہرے پر گھسیٹ کر نرمی لائی اور منتظر سے جلال کی سمت متوجہ ہوا۔ حرا کا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔

"جی رکھ لیں، آپکی ہی بیٹی ہے۔ لیکن مجھے زرا کچھ کام ہیں، میرا رکنا تھوڑا مشکل ہے" نادم جس طرح سختی سے حرا کو دیکھ چکا تھا اس کے بعد حرا سے کھانا نہیں کھایا گیا تھا۔ جلال اور مہرو تو مطمئین تھے مگر نادم حسین کی شدید برہمی حرا پر بنا کسی کو پتا چلے بھی پہنچ چکی تھی۔ نادم کی پیشانی پر تناو صاف صاف درج تھا، اسے امید تھی کہ حرا خود نہ رکنے کا کہے گی مگر وہ تو بے زبان بنی بیٹھی تھی جس نے نادم کا خوفناک غصہ بھڑکا دیا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے، ہم اسے آج ہی رکھیں گے۔ کل تم اسے لے جانا، ویسے بھی اب یہ ہم سے زیادہ تمہاری ہے۔ خوش رہو دونوں" مہرو نے بھی بے پناہ محبت سے حرا کے رکنے پر خوشی ہمکتے الفاظ کے سنگ دلفریبی سے کہا مگر حرا اس عنایت پر خوش ہونے کے بجائے تکلیف میں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ آج وہ چھپ بھی گئی تو کل نادم کے قہر کا شکار ہو جائے گی۔ وہ بہت سارونا چاہتی تھی۔ مگر اس نازک چھوٹی سی حرا کو قسمت نے ایسی جگہ لا کھڑا کیا تھا کہ اسکے پاس رونے کا اختیار بھی نہ تھا۔ کھانے کے بعد چائے کا وقفہ چلا اور اس دوران نادم بے حد سنجیدگی سے باتوں کے سرسری جواب دیتا رہا مگر دوبارہ اس نے حرا کی طرف دیکھا تک نہ تھا اور جاتے ہوئے بھی وہ نہ حرا کی

طرف دیکھ کر گیا تھا نہ مل کر۔ حرا کا دل تکلیف میں مزید گڑھ گیا مگر اس نے اتنے وقت بعد مہرو اور جلال کو ایک ساتھ مسکراتا دیکھ کر اپنا غم اپنے اندر ہی دفن کر دیا۔

****

ستارہ ہیڈ کوارٹر میں ایک بار پھر ایک مشکل دن آ چکا تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی سیٹھ ظہور تبریزی کے متعلق غداری کے جرم میں ایک ہفتے بعد پھانسی کی سزا سنا دی گئی تھی۔ پورے ملک کا میڈیا اس بڑی خبر کی کوریج کرتا دیکھائی دیا تھا۔ آخر ستارہ کی کوششوں کے باعث ایک اور غدار اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ ضامن اور مینا کے متعلق فیصلہ خفیہ عدالت میں ہوا تھا جو آئی ایس آئی کی زیر نگرانی ایسے خفیہ غداروں کو سزا دیتی تھی۔ ضامن اور مینا کے تمام جرائم کو مد نظر رکھتے ہوئے اور انکی ستارہ کے ساتھ کاپریشن اور اس غداری سے توبہ کے بعد سدھرنے کے قصد پر انکی سزا میں زیادتی کا عنصر مسترد کر دیا گیا تھا۔ دونوں کو پانچ سال قید بامشقت کی سزا کے ساتھ ساتھ بیس کروڑ کی بھاری رقم کا جرمانہ کیا گیا تھا۔ ضامن اور مینا کے انگلینڈ والے کئی اکاونٹ سیل کر لیے گئے تھے جن میں اتنی رقم با آسانی موجود تھی۔ انکے تمام اثاثے بھی ضبط ہو گئے تھے۔ ضامن کے نام لگا بس وہ انگلینڈ کا گھر جو مبشر کے نام بھی ٹرانسفر کر کے بچا لیا گیا تھا۔ اسکے علاوہ مینا کے نام لگے دو بنگلو بھی ستارہ نے ضبط کیے اس کے علاوہ منور عالی کی موت کی خبر کے بعد اس سفاک شخص کے تمام اثاثہ جات بھی ضامن اور مینا کی انفارمیشن پر فریز کر دیے گئے تھے۔ ضامن اور مینا پانچ سال سے پہلے نہ کسی سے مل سکتے تھے نہ بات کر سکتے تھے۔ یہ قید انکو اکیلے مکمل تنہائی میں کاٹنی تھی۔ ستارہ ایک بار پھر اس انصاف کے فیصلے پر مطمئین تھی۔ خضر کا دل بھی کچھ ہلکا ہو

گیا تھا، ضامن کی موت سے یہ سزا کہیں بہتر تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ مہرو اور جلال کو یہ بات بتا کر قائل کر لے گا اور انکے حوصلے بھی نہیں ٹوٹنے دے گا۔ اس کام کے لیے وہ لوگ فیصلے کے فورا بعد ہی جلال ہاوس پہنچ چکے تھے۔ جلال جو کچھ دن تک خود ضامن کی تلاش کے لیے جانا چاہتے تھے خضر کے منہ سے یہ سب باتیں سن کر ایک لمحے کو پتھر ہوئے۔ آئرہ نے بھی بے حال ہوتی مہرو اور حرا کو تسلی دینے کی خاطر تسلی آمیز انداز میں دیکھا۔ کتنی ہی دیر پورے لاونج میں ہولناک تکلیف دہ خاموشی کا راج رہا تھا۔ بہت سی چیزیں تھیں جو آج ٹوٹی تھیں جن میں ایک جلال احمد کی انا اور غرور بھی شامل تھا۔ یہ بات اب ان سب سے چھپانے کا کوئی فائدہ نہ تھا، ان سب کی پریشانی میں آگے جا کر کمی ہونے کی توقع خضر اور آئرہ دونوں کو تھی۔ بیٹے کے غدار ہونے کی خبر یہاں بھی ویسی ہی ظالمانہ گری تھی جیسے ہر ماں باپ پر گرتی ہے۔ جلال نے تو خود کو صوفے پر لڑھکا دیا تھا۔ مہرو کی آنکھوں میں دکھ کی انتہا اور آنسوؤں کا ریلا تھا جو بہہ جانے کو بیقرار تھا۔

"آپ سب یوں ہمت مت ہاریں، وہ یقیناً بھٹک گیا تھا۔ بعض اوقات جب قسمت میں ایسی پرسوز گھڑی لکھی گئی ہو تو بچاو کا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ پانچ سال بعد وہ اپنے ہر گناہ سے پاک ہو کر ہم سب کے بیچ لوٹ آئے گا۔ یہ پانچ سال بہت ہمت رکھنی ہو گی" خضر نے آگے بڑھ کر روتی ہوئی مہرو کے قدموں میں بیٹھ کر انکے دونوں ہاتھ چوم کر خود بھی رنجیدگی سے کہا تھا۔ آئرہ بھی حرا کو خود سے لگائے حوصلہ دے رہی تھی جو پہلے ہی اپنی پریشانی سے بے حال تھی اور اب بھائی کے لیے ایسی خبر کا ملنا اسے مزید نڈھال کر گیا تھا۔ جلال تو چپ تھے، اپنا سر اپنے ہاتھوں میں جکڑنے کا یہ مرحلہ دشوار تھا۔

"شاید یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے، یہ میری ان ناانصافیوں کی وجہ ہے جو میں نے آج تک تم سب سے کیں۔ جسے اپنا غرور بنایا اسی نے میرے سر میں خاک ڈال کر یہ ثابت کیا کہ میں ایک ناکام شخص ہوں" کسی گہری کھائی سے ابھرتی آواز پر مہرو، حرا اور آئرہ تو رنجیدہ ہوئیں ہی مگر اب خضر اس ٹوٹے انا پرست شخص کو دیکھ رہا تھا جو اسکا بھی سب سے بڑا مجرم تھا۔ مگر آج خضر کو انکی تکلیف دیکھ کر خود بھی افسوس تھا، جب ایک خود پرست شخص چیخ چیخ کر ٹوٹتا ہے تو اسکی شگاف کا اثر آسمان تک جاتا ہے۔

"جو ہوا ہے اسے بھول جائیں مسٹر جلال، اللہ آگے سب خیر کرے گا" جلال نے خضر کی ہنوز اداسی سے کہی بات پر اپنا گرا سر اٹھا کر اسکی سمت دیکھا جو اپنی ماں کے آنسو بہت پیار سے ہٹا رہا تھا۔ دل مزید ٹکڑے ہوا، خود کو بدقسمت سمجھ کر آج اس دل میں خضر کے لیے سچی محبت بھری تھی۔ جلال کو لگا جیسے اسکا اصل بیٹا تو خضر ہے، جو کسی کی زندگی کے لیے اپنی کڈنی بنا سوچ نکال کر دے ڈالے وہ بھی اپنے اس سوتیلے بھائی کہ لیے جس کے اندر اسکے لیے صرف حقارت ہو، ایسا شخص اس رویے کہ کہیں سے بھی قابل نہ تھا جو جلال نے رکھا۔ کڈنی والی بات مبشر نے جلال کو بتائی تھی، خضر تو بس یہاں انکو ضامن کی سزا کا بتانے آیا تھا۔

"میں اس قابل تو نہیں کہ تم مجھ سے ایسی تمیز سے بات کرو، لیکن میں چاہتا ہوں تم مجھے بھی ڈیڈ کہو۔ مجھے معاف کر دو خضر، میں اپنی ہر زیادتی کے لیے تم سے معافی مانگتا ہوں۔ کیا پتا تھا کہ جس ہیرے کو خود ہی گھر سے باہر نکالا ہے وہی میری تکلیفوں کا علاج کرنے والا تھا۔ شاید اس دن اگر میں تمہیں بورڈنگ بھیج کر اپنی اس بے حسی کا کھیل نہ شروع کرتا تو آج یہ حالات نہ ہوتے۔ میں تمہارا، مہرو کا، مبشر اور حرا کے بعد ضامن کا بھی مجرم ہوں، ہو سکے تو ایک آخری بار اپنی تربیت کا رنگ دیکھا دو" جلال اپنی جگہ سے ہارے انداز میں اٹھے اور خضر

تک آئے جو زرا محتاط سے انداز میں انکو خود کی سمت آتا دیکھ کر اٹھ چکا تھا۔ یہ لفظ جلال کی زبان سے ادا ہونے میں کئی سال لگا گئے تھے۔ وہ بھی تب جب انکو دردناک ٹکڑ لگی تھی مگر اس بار بھی انکا بچاؤ خضر خاقان قریشی کے ہاتھ تھا۔ وہ پانچ سالا بچہ جس پر اس ظالم شخص نے اسکی برداشت سے زیادہ بڑا بوجھ ڈالا تھا۔ محض پانچ سال کے اس بچے کی ہر تکلیف آج خضر نے اپنے دل میں پھر سے محسوس کی اور وہی تکلیف آج جلال احمد کی سرخ آنکھوں میں درج تھی۔ حرا، آئرہ اور مہرو بھی شدید رنجیدہ ان دونوں کی سمت دیکھ رہی تھیں۔ خضر کی آنکھوں میں بھی سیلن زدہ سی شکایت اور بے پناہ سہا جانے والا دکھ اترا، کیسے معاف کرتا وہ اس شخص کو۔ جس کی وجہ سے خضر آج تک کبھی پر سکون نہیں ہو سکا تھا۔ وہ دن وہ راتیں جب وہ بچہ سسک سسک کر ماں پکارتا اور بدلے میں بورڈنگ کے سخت ٹیچرز کی ڈانٹ ملتی اور پھر وقت کے ساتھ سسکنا جاری رہا لیکن اس بچے نے ماں پکارنا چھوڑ دیا۔ شاید وہ جان گیا تھا کہ اب ماں نہیں ملنی، اب بس تنہائی اور وہ تا عمر یہیں رہنے والا ہے۔ آج یہ شخص کتنی آسانی سے ان چھبیس ستائس سالوں سے کی جانے والی زیادتیوں سے ایک معافی کے ذریعے نجات چاہتا تھا۔ خضر کو لگا اسکے اندر آگ سلگ اٹھی ہے۔ وہ بڑے دل کا ضرور تھا مگر وہ ابھی اتنا بھی مضبوط نہ تھا کہ اتنے بڑے مجرم کو ایسی عام معافی دیتا۔

"میرے ڈیڈ آہل خاقان قریشی تھے اور وہی ہیں، آپ مما کے لیے انکی دنیا سہی میرے لیے بس ایک خلاء سا ہیں۔ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں، میں نے کبھی کسی کو بددعا بھی نہیں دی اور اس معاملے میں خضر اپنی تربیت کا رنگ خوب دیکھا گیا ہے۔ بددعا منہ تک آتے آتے بارہا واپس لوٹانا ہی میری تربیت کا ثبوت تھا، اس سے زیادہ میں کر بھی اگر سکتا تو نہ کرتا۔ آپ بس میری مما کو مزید مجھ سے دور نہ رکھیں اور ہو سکے تو انکا خیال

رکھیں۔ یہ اب پہلے سے زیادہ آپکی ذمہ داری ہیں، ان سارے سالوں میں اس معصوم سے کی جانے والی ہر زیادتی کا بدلا اتارنے کے لیے آپکے پاس پانچ سال ہیں۔ پانچ سال بعد اگر آپ میری ماں کے آنسوؤں کی تلافی کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں آپکو مکمل معاف کر دوں گا" خضر نے ایک ایک لفظ اس ٹوٹے بکھرے شخص کی آنکھوں میں اسکی خلاصی کے لیے دیکھ کر بولے، جلال تو خضر سے ایسی نرمی کی امید بھی نہیں رکھ رہے تھے مگر وہ واقعی مہرو کی تربیت کا حق بہت خوبصورتی سے ادا کر گیا تھا۔ مہرو بھی تکلیف میں لپٹی ہوئیں اٹھ کر خضر تک آئیں اور روتی ہوئیں اسکے سینے سے جا لگیں۔ یہ وہی بیٹا تھا جس کے ساتھ کی گئی ناانصافیوں نے مہرو کی جان لے لی اور آج یہی مہرو کی زندگی میں ہر ممکن خوشی بھر رہا تھا۔ خضر نے مہرو کے گرد اپنی گرفت مضبوط کیے ایک دلخراش نگاہ جلال پر ڈالی جو کچھ اور بھی کہنا چاہتے تھے۔ حرا بھی اٹھ کر خضر تک آئی اور اسے بھی بھائی نے خود سے لگا لیا۔ آئرہ کی آنکھوں میں بھی خضر کی اس جیت نے نمی بھری تھی۔

"ٹھیک ہے، لیکن ایک گزارش ہے۔ تم اور آئرہ یہیں رہ جاو، ہم دونوں بہت تنہا ہیں۔ میں چاہتا ہوں جتنا میں نے مہرو کو تم سے دور رکھا اب اتنا تم دونوں کو قریب دیکھ سکوں، نہیں خضر انکار مت کرنا۔ یہ گھر تمہارا بھی ہے، کیونکہ یہ مہرو کا ہے۔ تم مجھے معاف مت کرنا لیکن اس گھر سے مت جاو، یہ ایک مجبور اور لاچار سے باپ کی تم سے التجاء ہے" اب تو خضر اور آئرہ کے علاوہ مہرو بھی صدمے میں تھیں، جلال ایسا سب بھی کہہ سکتے ہیں یہ تو وہ بس خواب میں ہی سوچ سکتی تھیں۔ خضر تو فوراناں کہہ دیتا مگر مہرو کی آنکھوں میں دیکھنے کے بعد وہ مڑ کر آئرہ کی سمت دیکھ رہا تھا جو اسے مسکرا کر بات ماننے کا کہہ رہی تھی۔ سب سے زیادہ خوش تو حرا تھی، اب اسے نادم سے بھی کوئی خوف نہ تھا۔ اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ وہ خضر کو سب سچ سچ بتا دے گی۔ خضر ہر ممکن انکار کرنے کی

خواہش کے باوجود انکار نہ کر پایا تھا۔ مگر وہ یہاں بس ضامن کے آنے تک رہنے پر رضامند ہوا تھا، ویسے بھی خضر ایسا ہی تھا کہ وہ کسی کی ریکوسٹ کو چاہ کر بھی رد نہیں کر پاتا تھا۔

"ہم ہر ویک اینڈ پر آپ دونوں کے پاس آجایا کریں گے، کبھی کبھی اس سے زیادہ بھی۔ وہ گھر میں نہیں چھوڑ سکتا وہاں میری زندگی کے کئی سال بیتے ہیں، وہاں میرا سکون بڑھ جاتا ہے۔ وہ گھر بھی مجھے اس طویل تنہائی کے باوجود سہتا تھا، میں مکمل اسے نہیں چھوڑ سکتا۔ لیکن آپ کا دل بھی نہیں توڑوں گا، یہ میری مما نے سکھایا ہے" مہرو کو آج خضر پر صرف رشک تھا جسکی کوئی حد نہ تھی، سب ہی خضر کی اس بات پر پوری خوش دلی سے مسکرائے تھے۔ مہرو تو جی اٹھی تھیں، آئرہ کو اپنے مہربان سے پیارے خضر سے ایسے ہی بڑے پن کی امید تھی۔ ابھی خود خضر اور آئرہ پہلی فرصت میں حرا سے بات کرنا چاہتے تھے مگر آج خود خضر کو یہ موقع مناسب نہ لگا تبھی دونوں نے کل حرا سے دوبارہ آکر بات کا ارادہ کیا تھا اور تھوڑی دیر تک نکل گئے تھے۔ کیونکہ آج مرجان خالق ستارہ سے میٹنگ کرنے والے تھے۔

****

وہ سب سکرین کے سامنے مکمل ایکٹیو طور پر موجود تھے، مرجان خالق اس کیس کے لیے انکو ضروری بریفنگ دینے کے لیے لائن پر آچکے تھے۔ ستارہ کا اگلا مشن بلڈ تنظیم کی تباہی تھی۔ پورے آفس میں مکمل خاموشی تھی۔ ستارہ ٹیم مکمل سیاہ لباس میں ملبوس تھی، ہزل کا پر اعتماد چہرہ بھی بریفنگ کے لیے منتظر تھا۔ اگلے ہی لمحے

سکرین پر ناجانے کس کی تصویر آئی جو دیکھ کر وہ سب ہزل سمیت شاکڈ رہ گئے۔ خضر اور زیان زیادہ حیران کن تاثر دے رہے تھے، اگلے ہی لمحے وہ موجودہ تصویر ہٹ کر ایک میپ آ چکا تھا۔

"تم سب یقیناً بلڈ تنظیم کے اس اونر کو دیکھ کر حیران ہو چکے ہو لیکن یہی اس تنظیم کا اصل ماسٹر مائینڈ ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس جیسا معمولی کیڑا اتنے بڑے پلین کے پیچھے ہو گا۔ ہمارا اگلا مشن اسکی اور اسکی ساری تنظیم کی تباہی ہے" مرجان خالق کی آواز میں وہی بشاش پن تھا جو انکا خاصا تھا، ستارہ ٹیم کے حوصلے اب تو اور جوان تھے۔

"اس کیس میں تم سب کا ساتھ دینے کردان حق آ رہے ہیں، مہران کامل۔ انکی فیملی کو بھی اسی آدمی نے مروایا تھا اور ہم سب یہی چاہتے ہیں کہ انکو اس کیس میں شامل کیا جائے۔ اس کے لیے افراح اور زیان کو اس بار گلاسگو جانا ہو گا، باقی تمام ٹیم اس آدمی کا یہیں خاتمہ کرے گی۔ ٹھیک چھ دن بعد اپنے خفیہ پلین پر پاکستان آ رہا ہے، تم سب لوگ اپنی تیاری مکمل رکھو۔ وہ اس بار بچنا نہیں چاہیے، وہ مرا ہوا بھی ہمارے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ اسکی لاش کو بھی عبرتناک بنا کر سر بازار چوک میں لٹکایا جائے تب بھی کم ہے" اس بار ستارہ کے ہر فرد نے مرجان خالق کے لہجے میں ان کہا سا دکھ دیکھا تھا، کیونکہ یہی درندہ ان سے بھی انکی فیملی چھین چکا تھا۔ کون تھا آخر وہ انسان؟ یہ تو جلد پتا لگنے والا تھا۔ کامل بابا کے اس کیس میں شمولیت اختیار کرنے کی بات ان سبکو چونکا گئی تھی خاص کر زیان کو کیونکہ وہ انکی طبعیت بھی جانتا تھا۔ اب وہ ایسی صحت نہیں رکھتے تھے کہ اتنے خطرناک مشن میں حصہ لیتے۔ زیان کے چہرے پر موجود فکر سب نے دیکھی تھی اور مرجان بھی نوٹس لے چکے تھے۔

"زیان، میں جانتا ہوں تم انکو لے کر اپ سیٹ ہو گئے ہو لیکن یہ انکی اپنی خواہش ہے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی فیملی کے قاتل کو جہنم واصل کریں۔ اور یہ مت بھولو کہ ایک ملک کا جانباز ہمیشہ ان ڈیوٹی رہتا ہے، وہ ہمارے ڈیپارٹمنٹ کا فخر ہیں اور انکی اور تم سب کی مکمل سیکورٹی کا اطلاق کیا جائے گا" مرجان کی بات پر سب نے ہی باری باری پر اعتمادی سے زیان کی سمت دیکھا جو اپنے چہرے کی ہر اداسی زائل کر چکا تھا۔ ہزل نے بھی اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے حوصلہ دیا تو خضر اور عریش نے بھی ویسا ہی کیا۔

"جی سر، دراصل وہ میرے لیے بہت اہم ہیں۔ زندگی کہ اس پل جب انکو آرام اور سکون چاہیے تب انکے لیے مشن سے تھوڑا پریشان ہو گیا ہوں" زیان کے چہرے کی افسردگی وہاں موجود ہر فرد نے محسوس کی، وہ شفیق سا زیان ایک ملک کا سپاہی تو تھا مگر ایک بیٹا بھی تھا۔

"پریشان نہیں ہونا، یہی تو زندگی ہے بچے۔ بہت بار بہت سے ان چاہے فیصلے کرنے پڑتے ہیں، مجھے اور کردان حق کو دیکھ لو۔ ہم سب نے اپنی فیملیز اپنی آنکھوں کے سامنے ختم ہوتے دیکھی ہے، لیکن دیکھو آج بھی ہمارے حوصلے یہ کمزوری کم نہیں کر پائی۔ اللہ ہم سب سے بہت راضی ہے، تبھی تو دکھ کے ساتھ سکھ بھی دیتا ہے۔ میں نے اور ہزل نے تم سب کو ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح سمجھا ہے، تم سب ہماری اور ہمارے ملک کی طاقت ہو۔ کردان حق کے سامنے میں ان کی کبھی تعریف نہیں کر پاتا تھا مگر وہ ایک بات کمال کہتے ہیں کہ کسی کا ساتھ ہمیں تب تک ملتا ہے جب تک وہ ساتھ ہمارے حق میں بہتری لیے ہوتا ہے۔ یہ بات تم سب بھی اپنے دل کے ساتھ باندھ لو، ہم سب ایک نہ ایک دن چلے جائیں گے۔ یہ نام، یہ حسب نسب یہ وجود مٹ جائیں گے لیکن ستارہ زندہ رہے گا۔ آنے والی نسلیں پاکستان کی حفاظت کے ذکر پر اس دل درویش سے ستارے کو یاد کرنا نہیں بھولیں گی"

آج بہت مدت بعد ستارہ کے ہر فرد کا دل رنجیدہ سا ہوا تھا، شاید وقتی تکلیف نے ان شیر جوانوں کو بھی تھوڑا اداس کیا تھا۔ مگر یہ سب ستارہ کا حوصلہ بڑھانے کے لیے تھا، سب کی آنکھوں میں وطن سے محبت کا سچا جذبہ تھا۔ سب پر امید، پرجوش اور پر عزم تھے۔ ایک بار پھر ملک دشمنوں کی تباہی کا وقت آچکا تھا۔ ہزل کو اس بار بھی اپنے شیروں پر فخر تھا، سب کے جذبے بے حد جوان تھے۔

"ان شاء اللہ ہم اس بار بھی اپنا بیسٹ دیں گے" بیک وقت دبنگ جوشیلی آوازوں نے ساری اداسی کو بھک سے اڑا دیا تھا، سب نے اپنی آستینیں چڑھالی تھیں۔ دشمن کو ناکوں چنے چبوانے کا وقت آگیا تھا۔

"ان شاء اللہ، زیان اور افراح کا کام تنظیم کے مرکزی دفتر میں بلاسٹ کروانا ہو گا۔ وہ پوری عمارت جل کر خاک ہو جانی چاہیے، تم سب سول خلیے میں اندر گھسو گے۔ اس کئی ہزار کنال پر محیط عمارت کے اندر موجود ساری انفارمیشن جلا کر خاک کرنی ہو گی ورنہ ہمارا ملک بہت خسارے میں جائے گا۔ وہاں کا کام کرنے کے لیے افراح اور زیان کو جونئیر ستارہ ٹیم کے دو سو لوگ جوائین کریں گے۔ باقی خضر، آئرہ اور عریش کا کام اس بدبخت منسٹر کی موت ہو گا۔ اسکا گھر جلا کے راکھ کر دو، اسے چیڑ پھاڑ دو اسکے زرے ہوا میں اڑا دو سب کی اجازت ہے۔ وہ آدمی جس نے میرے ملک کو درد دیا اور پچھلے کئی سالوں سے وہ میرے ملک کی جڑیں کاٹتی ہوئی تنظیم اب صفحہ ہستی سے مٹ جانی چاہیے۔ کیس کا سارا ورک تم سب ان پانچ دنوں میں مکمل کرو، پانچویں دن افراح اور زیان اپنے سفر پر گامزن ہو جائیں گے۔ اس سارے کیس کو ہزل اور کردان لیڈ کریں گے اور مجھے اس بار بھی تم سب پر بے حد مان ہے۔ کیس کے خوش اسلوبی سے مکمل ہوتے ہی میں تم سب سے پھر بات کروں گا۔ اللہ تم

سب کا حامی و ناصر ہو" مرجان خالق نے تمام ضروری ہدایات دیتے ہوئے دعا پر خاتمہ کرتے ہی کال منقطع کی تھی۔ اب وہ سب ہزل کے سامنے موجود تھے۔

"گڈ لک میرے شیر جوانو! کیس کے ختم ہوتے ہی تم سب کے لیے میرے پاس ایک چھوٹا سا سرپرائز ہو گا۔ اس کیس کی جیت کا جشن ہم استنبول جا کر منائیں گے، میرے گھر" ماحول کی سنجیدگی ہٹانے کو ہزل نے مسکرا کر سب کے چہرے پر بھی مدھم مسکان لائی تھی۔ افراح کی آپی نور نے خاص تاکید کی تھی کہ وہ سب لوگ جلد اب انکے مہمان بنیں۔ اور سب ہی متفقہ طور پر سر ہلا کر اپنے ارادے مزید مضبوط کر چکے تھے۔

****

"سر ابھی کچھ دیر پہلے ہی کردان حق گھر ہی تھا مگر اب اسکے گھر میں کوئی بھی نہیں ہے، وہ گھر سے باہر نہیں نکلا مگر گھر کے اندر سے آتے تمام سگنلز بند ہو گئے ہیں" اندھیرے کمرے میں موجود وہ پشت کر کے کھڑا وجود اس خبر پر جلبلا اٹھا تھا۔ گو پورے جسم میں چیونٹیاں لوٹ کھسوٹ کرنے لگیں تھیں۔ یہ آدمی آخر کون تھا جو اس ساری ڈبل گیم کا رکن تھا۔ اسکا چہرہ مکمل اندھیرے میں تھا۔

"یعنی وہ چوکنا ہو گیا ہے، اسکے گھر کے آگے پیچھے نظر رکھو۔ چھپ گیا ہو گا، لیکن وہ چھپنے والا تو ہرگز نہیں۔ دو دن انتظار کرو۔ اگر کوئی حرکت وغیرہ نہیں ہوتی تو اگلی چٹ بجھوا دو۔ اسکے گھر کے اندر جانے کی غلطی مت کرنا

وہ بہت شاطر ہے" یہ آواز بھی کچھ جانی پہچانی تھی مگر نا جانے کون تھا۔ دوسری طرف وہ آدمی جو دوربین سے کامل بابا کے گھر کو فوکس کیے ہوئے تھا فوری متفقہ سر ہلا گیا۔

"جی سر" وہ آدمی اپنا فون رکھ کر اپنے کام پر لگ چکا تھا، کمرے کا اندھیرا آہستہ آہستہ زائل ہو رہا تھا۔ وہ آدمی چند قدم بڑھا اور روشنی میں جا کھڑا ہوا مگر ابھی بھی وہ کمر کیے کھڑا تھا۔ وائیٹ پینٹ کوٹ پہنے۔ اپنے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں گھسا کر وہ باہر جھانک رہا تھا۔ اور پھر پورے آفس روم میں خبیث سا قہقہہ گونجا، کتنی ہی دیر وہ آدمی پاگلوں کی طرح ہنستا رہا۔

منظر آہستہ آہستہ صاف ہو رہے تھے، اسکا چہرہ سامنے آ رہا تھا۔ اسکا چہرہ سامنے آیا تو ہر طرف سکتہ پھیل گیا۔

"سیٹھ میزان خان" سیٹھ ظہور تبریزی کا ماتحت منسٹر، تو یہ تھا بلڈ تنظیم کا اصل والی وارث جو جان بوجھ کر سیٹھ ظہور تبریزی کی غلامی میں رہ کر انہی کی جڑیں کاٹ رہا تھا۔ یعنی سیٹھ میزان خان تو ہاشم بخت، سیٹھ ظہور تبریزی اور برہان سکندر سے بھی بڑا کھلاڑی نکلا تھا، آج تک وہ بہت مہارت سے اس تنظیم کو رن کروانے کے ساتھ ساتھ پاکستان کا ایک معزز سیٹھ بھی تھا۔ اسکا پلین پاکستان میں رہ کر نہ صرف اپنے جیسے دوسرے منسٹروں کی جڑیں کاٹنا تھا بلکے پاکستان کو چوٹ دینا بھی تھا۔ اب ستارہ کے ہاتھوں اس اصل آستین کے سانپ اور ناگ کی بربادی طے تھی۔ پاکستان میں وہ سیٹھ میزان خان جبکہ گلاسگو میں کیپٹن احسان ملک کے نام سے جانا جاتا تھا۔ کچھ دیر پہلے جو تصویر مرجان خالق نے ستارہ کو دیکھائی تھی وہ اسی احسان ملک عرف سیٹھ میزان خان کی تھی۔

"اب آئے گا مزہ، واہ میزان واہ۔ شاطر پن اور چالاک بازی کا اگر کوئی ایوارڈ ہوتا تو وہ تمہارا ہوتا۔ کس صفائی سے ان تین بڑے ناسوروں کو ہٹا کر اس وقت کا تاج تمہارے ہاتھ پہنچ گیا۔ بس میری راہ کی آخری رکاوٹ

ستارہ ہے، اسکے بعد اس دنیا کا سب سے فاتح میزان خان ہو گا۔ وہ لوگ تو مجھ تک خواب میں بھی نہیں پہنچ سکتے، میزان خان جیسے لوگ خود اپنے ہاتھ نہیں آتے تو کسی کے کیا آئیں گے۔ ھاھاھا میزان یو آر سو سمارٹ" یہ جو اپنی طاقت پر اس وقت نہایت سینہ چوڑا کر اترا رہا تھا اسے ابھی ستارہ کی پہنچ کا ادراک نہ تھا۔ جرم جب ایک مجرم کے سینے میں پلتا تھا تب ہی ستارہ کو خبر ہو جاتی تھی اور یہ بدبخت سمجھ رہا تھا کہ یہ اتنا سب کر کے بچ جائے گا۔ ستارہ اب قہر بن کر اس خبیث پر بس گرنے والا تھا، بس پانچ دن اور پانچ دن بعد ملک کے وہ سپر پاور جیسے فولادی ستارے اس بے ضمیر درندے کی جان اسکے وجود سے نوچنے والے تھے۔ ایسے غدار کے لیے صرف دردناک موت تھی اور عنقریب یہ شخص بھی دوزخ کا ایندھن بننے کو تھا۔

****

"بابا آپ ٹھیک ہیں ناں" مہران کامل ستارہ ہیڈ کوارٹر پہنچ چکے تھے، انکا مظفر آباد والا گھر اس وقت مکمل ستارہ کی سیکورٹی میں تھا۔ کلیم کو بابا نے کچھ دن گھر کے اندر ہی رہنے کا کہا تھا۔ اگر وہ لوگ کسی طرح بابا کے گھر میں گھس بھی جاتے ہیں تو انکو اسی لمحے نیست و نابود کرنے کا سارا انتظام کر دیا گیا تھا۔ مہران کامل اب کلیم کے لیے بھی بے فکر تھے، وہ بھی انکے بیٹے کی طرح انکی کمزوری تھا۔ اس نے ہر ممکن ضد کی تھی کہ وہ ان کے ساتھ جائے گا مگر وہ اسکی زندگی اپنے ساتھ خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ وہ سب ہی مین آفس میں تھے جہاں ہزل بھی انکے ہمراہ ہی تھے۔ خضر، آئزہ، اور افراح تو سنجیدہ تھے مگر بابا کا ایک ہاتھ عریش اور دوسرا زیان کے ہاتھ میں تھا جواب ان دونوں لاڈلوں کی فکرمندی پر مسکا دیے تھے۔

"ٹھیک ہوں میرے بچو! بلکے اس وقت میں جو محسوس کر رہا ہوں وہ فیلنگ بہت خوبصورت ہے۔ میری عمر کا یہ حصہ اس رب تعالی نے کیسی دلکشی سے منور کر دیا ہے، میرے ہاتھ میں ملک کی حفاظت کا پرچم پھر سے تھما دیا ہے۔ تم سب میری فکر مت کرو، میں اس کیس کا حصہ بن کر بہت خوش ہوں۔ اور ویسے بھی جب تک اللہ نہ چاہے ہم جدا نہ ہوں گے" ان سب کی اداسی بھلے آج اس مشکل فیصلے کی گھڑی کے وقت غالب تھی مگر مہران کامل کا حوصلہ بے حد پر تپاک تھا۔ اب تو اس بات پر سارے شیروں اور شیرنیوں کے چہرے پر رشک امڈ اتھا، خود ہنزل انجم پیاری سی مسکان کے سنگ کردان حق جیسے جانباز کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"ان شاء اللہ، اللہ ہم سبکو اس نازک وقت میں بھی سرفراز کرے، آج سے ہی ہمیں اس کیس پر کام کرنا ہو گا۔ سب سے پہلے ہمیں افراح اور زیان کے پلین کی تیاری کرنی ہو گی، اس اتنی بڑی عمارت میں سب سے نازک کام بلاسٹ فٹ کرنے کا ہو گا۔ تقریبا تیس چالیس کے قریب بم نسب کرنے ہوں گے، اور یہ سب ہیکنگ کے بنا نہیں ہو پائے گا۔ اس بار زیان تمہیں بھی اپنی خفیہ ہیکنگ کوالٹیز کو چمکانا ہو گا۔ یوں تو تم سب ہی ہیکنگ کا علم رکھتے ہو گو کوئی ہمارے عریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر اس بار سب نے اپنے اپنے انفرادی کام کو پرفیکٹ بنانا ہو گا۔ اس بلڈنگ میں اتنی اینٹیں نسب نہیں جتنے کیمرے ہیں، افراح اور زیان کا یہ ٹاسک پہلے آپ سب مل کر ریڈی کرو۔ کونسی حکمت عملی اپنانی ہے، کون کون سی جگہیں بلاسٹ کے لیے پرفیکٹ ہوں گی اور ان دونوں کے اندر جانے اور باہر جانے کی ٹائمنگ کا مکمل سیٹ اپ کرنا ہو گا۔ یہ چند فائلز ہیں جو میں نے اور مرجان سر نے ریڈی کر دی ہیں، اس پر چھوٹی سے چھوٹی ہر انفارمیشن درج ہے" ہنزل انجم اب اٹھ کر دیوار پر لگی سکرین میں ابھرتے میپ کو دیکھ کر ان سب کو سمجھا رہے تھے اور مہران کامل سمیت وہ سب ایک سچی ہمت کے

استعارے بن چکے تھے۔ آفس کی ڈراسے وہ اب چند فائلز ان چھ کو دے رہے تھے جو خضر اور زیان نے ترنت پکڑ کر اوپن کر لی تھیں۔

"اس کے بعد اگلا ٹاسک باقی چار کا ہو گا۔ سیٹھ میزان خان کا گھر جہاں وہ اپنے تمام تر کارناموں کا ثبوت چھپا چکا ہے وہ گھر مکمل جلانا ہو گا۔ وہ خود اس گھر میں موجود نہیں ہو گا کیونکہ وہ آجکل ایک مفرور ہے، ٹھیک پانچ دن بعد شام سات بجے اسکی خفیہ پلین سے ایک قبائلی علاقے اوج میں لینڈنگ ہو گی، وہاں سے وہ سیدھا اپنے ابائی گھر اپنی حویلی جائے گا۔ یہ ساری انفارمیشن ایک دم پکی ہے، اسکا خاتمہ اسکے اسی گھر جا کر کرنا ہو گا۔ یہ سارا کام آپ سب نے پانچ دن کے اندر اندر کرنا ہو گا، ہماری پلیننگ بہت مضبوط اور ظالمانہ ہونی چاہیے۔ آپ سب بھلے مکمل آفس رہیں یا اپنے گھروں میں جائیں مگر ریلیکس رہنا اشد ضروری ہے۔ خود پر کوئی برڈن نہیں ڈالنا، یہ کام کرنے کے لیے ہمارے پاس دماغ، پاوور، ٹیکنالوجی، اور ہر ڈیوائس موجود ہے۔ ان شاء اللہ ایک بار پھر ستارہ آسمان پر اپنی پوری آب و تاب سے چمکے گا" ہنزل انجم خود بھی اس کیس کو دیکھنے والے تھے مگر وہ اپنا کام لیڈ کرتے تھے اور کیس سے پہلے اس پر تمام معلومات اکھٹی کرتے تھے۔ سب ہی ہنزل انجم کی اس بات پر اپنی آنکھوں کی چمک بڑھا کر مزید جرت اور بہادری اپنے اندر اترتی محسوس کر رہے تھے۔ یہ سب ملک کے وہ رکھوالے تھے جن کو اللہ نے اس حفاظت کے لیے چنا تھا، پھر کیسے اور کیونکر انکی ہمت اور جواں مردی میں کمی ممکن تھی۔

"ان شاء اللہ" بیک وقت کئی دبنگ اور جلالی آوازیں یک جان ہوئیں، ایسی فلک شگاف آوازیں جن سے ہر ملک دشمن کا سینہ لرز جانے والا تھا۔

****

"میں جانتی ہوں میری جان، ہم نے تمہیں بہت جلدی اس ذمہ داری سے باندھ دیا ہے مگر تمہارے بابا نے ضرور سوچ کر ہی یہ فیصلہ لیا ہے۔ وہ بہت اچھا ہے، شمس بھائی اور ہاجرہ کی تربیت ہے۔ میرا بچہ اداس نہ ہو" مہرو نے اپنی گود میں سر رکھ کر بے حد رنجیدہ سی حرا کے بالوں میں انگلیاں پھیرے بہت اداسی اور محبت سے کہا تو حرا کے چہرے پر خود ہی تلخی آئی تھی۔

"مما مجھے کچھ دن اپنے پاس رکھ لیں، مجھے وہاں بہت ڈر لگتا ہے" حرا نا چاہتے ہوئے بھی اپنا خوف چھپا نہیں پائی تھی، مہرو نے جھک کر حرا کی پیشانی چومی اور اداس سا مسکرا دیں۔ وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ حرا اس رشتے اور اس رشتے کی نزاکت سے تھوڑا ڈر گئی ہے مگر وہ کیا بتاتی کہ نادم حسین اسے بدلے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔

"میرا پیارا بچہ، ڈرنے کی کیا بات ہے۔ وہ تمہارا گھر ہے، تم وہاں کی اکلوتی لاڈلی بہو ہو۔ کیا نادم نے تمہیں کچھ کہا ہے؟" مہرو نے اب کی بار تھوڑی پریشانی سے حرا کے چہرے پر الجھن دیکھی جسے حرا نے فوراً سے ہٹایا اور اٹھ کر بیٹھتے ہی مہرو کے سینے سے جا لگی۔ مہرو بھی اپنی اس جان سے پیاری بیٹی پر قربان ہو گئی تھیں۔

"مما وہ میرے پاس آتے ہیں تو مجھے بہت برا لگتا ہے، مما یہ کیوں کر دیا آپ نے میرے ساتھ۔ مجھے اپنے پاس رکھ لیں ناں" حرا کی پہلی بات پر اب مہرو اپنی اس پگلی پر واقعی واری چلی گئیں تھیں۔ حرا تو بلکل سہمی ہوئی تھی، مہرو نے اسے خود سے الگ کر کے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور پیارا سا مسکرا کر متوجہ ہوئیں۔

"تمہیں پتا ہے شوہر کا بیوی کے قریب آنا بہت خوبصورت لمحہ ہے، میرا بچہ تو بہت سمجھدار ہے ناں۔ ویسے بھی شادی کے بعد زندگی بلکل بدل جاتی ہے۔ پھر ہمیں خود کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھی کی خوشی کا بھی خیال کرنا پڑتا ہے۔ اب تمہارے لیے حسین سب سے اہم ہونا چاہیے، وہ تمہارا ہسبنڈ ہے۔ ایسے گھبراتے نہیں ہیں، وہ تھوڑا رعب دار سا لگتا ہے لیکن میں جانتی ہوں وہ دل کا بہت صاف اور نرم دل ہے" مہرو کی کہی کوئی بات بھی حرا کے دل کا ڈر نہیں ہٹا رہی تھی تبھی وہ بے دلی سے سر ہلائے پھر سے مہرو کے سینے سے لگ گئی تو مہرو نے بھی والہانہ محبت کے سنگ حرا کو خود میں سمو لیا۔

"ابھی سونے سے پہلے اسے کال کر لینا، اسے اچھا لگے گا" مہرو کی ایک اور ناقابل قبول بات پر وہ نازک پری بمشکل اپنے آنسو ضبط کر پائی تھی۔

"میرے پاس انکا نمبر نہیں ہے" حرا نے رونی آواز کے سنگ سچ سچ بتایا جس پر مہرو پھر سے مسکرا دیں۔

"یہ میرا فون پڑا ہے، اس میں حسین کا نمبر ہے۔ اب تم بات کر لو پھر سو جانا۔ اور گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، میری جان" مہرو بہت پیار سے اسے کہتی ہوئیں مزید مشکل میں ڈالتی ہوئیں اٹھ گئیں تو حرا نے بھی اپنا منہ تھوڑا ٹھیک کیے سر ہلایا جس پر مہرو نے مسکرا کر حرا کو دیکھا اور کمرے سے چلی گئیں۔ حرا جو اپنا ہونٹ کا کونا منہ میں دبائے سائیڈ پر پڑے فون کو گھور رہی تھی یک دم جھرجھری لیے نظریں ہٹا گئی۔ وہ اس سے خوف کھا رہی تھی، اس نے حرا کو رکنے سے منع کیا تھا، حرا نے پھر سے مہرو کا فون دیکھا۔ کتنی ہی دیر وہ بے آس سی فون کو دیکھتی رہی پھر ہمت کر کے مہرو کے فون سے حسین کا نمبر اپنے فون میں سیو کر کے مہرو کا فون واپس رکھے اپنی ٹانگیں بیڈ سے اتارے روہانسی ہوئی۔ اسکا دل کال کرنے پر رضامند نہ تھا مگر وہ جانتی تھی کہ اسکا انجام اسکی

سوچ سے بھی بھیانک ہو گا۔ آنکھیں نمی سے بھریں تو حرا نے فوراً سے بیشتر اپنے بے لگام آنسو روکے اور کانپتے ہاتھوں سے حسین کا نمبر ملا دیا۔ دوسری طرف محترم خلاف توقع مزے سے بیڈ پر اوندھے لیٹ کر خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ فون کی چنکارتی ٹون پر نادم کی نیند میں خلل آیا اور وہ ناپسند سے تاثر کے سنگ زرا کسمسایا مگر پھر نیند کے کچے ہونے کے باعث وہ اٹھا اور کروٹ سیدھی کرتے ہی سائیڈ سے فون اٹھایا جہاں ان نون نمبر لکھا آ رہا تھا۔ نادم نے اپنی آنکھیں مسلیں اور تھوڑا بیڈ کی پشت کی جانب سرک کر فون اٹھانے کے بعد کان سے لگا گیا۔ ابھی بھی جمائیاں اپنے زوروں پر تھیں۔

"میں حرا" نادم نے بہت مدھم سی آواز سنتے ہی چہرے پر جاہ و جلال لایا اور باقاعدہ تیوری چڑھا چکا تھا، وہ جو فون پر بھی ڈری سہمی تھی مزید سمٹ سی گئی۔

"میں کسی حرا کو نہیں جانتا، آج تم نے اپنے لیے میرے دل میں موجود رحم ختم کر لیا ہے۔ تمہیں میری بات پر عمل کرنے کی زرا توفیق نہیں ہوئی۔ بولی کیوں نہیں تھی کہ مجھے نہیں رکنا۔ اور اب فون کیوں کیا ہے؟ یا کسی نے گن پوائیٹ پر کروایا ہے" نادم صاحب کی نیند تو بھک سے اڑی اور پیشانی خوب تنی جبکہ زبان تو ہمیشہ کی طرح حد درجہ زہریلی ہوئی تھی۔ حرا کی آنکھوں میں اُمڈتی نمی اسے فون بند کر دینے پر مجبور کر رہی تھی۔

"مجھے مما بابا کے پاس رہنا تھا، انکو میری ضرورت تھی۔ سوری" حرا نا چاہتے ہوئے بھی اس فضول سے بندے کو اتنا اہم بنا رہی تھی کہ سوری بھی کر دیا کیونکہ شاید کہیں اندر سے حرا کا دل نادم کے لیے کچھ محسوس کر رہا تھا۔ ڈر کی وجہ سے ہی سہی وہ نادم حسین کو سوری کر گئی تھی۔

"ٹھیک ہے وہیں رہو اب، کرو ضرورت پوری" نادم نے بھی سخت برہمی سے جواب دیا۔ حرا کا چہرہ مزید اداس سا ہو گیا تھا، وہ اب چاہ کر بھی یہاں نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ سب کے بقول وہ اب نادم حسین کی تھی۔

"کل آجاوں گی، مجھے کچھ مت کہیے گا پلیز۔ دوبارہ کبھی نہیں رکوں گی، میں نے مما کو کہا کہ مجھے اپنے پاس رکھ لیں تو وہ کہتی ہیں مجھے ہر صورت آپکے گھر رہنا ہے۔ مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے، مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا" حرا کی اس بات میں واقع لرزش تھی اور نادم کو لگا وہ رو دی ہے، نادم تمام تر غصہ بھول گیا تھا۔ وہ حرا کے کہے لفظوں میں دب گیا تھا، یہ لڑکی اسے غصے پر بھی قائم نہیں چھوڑ رہی تھی۔

"اچھا، کچھ نہیں کہوں گا۔ رو مت، بیوی کی اصل جگہ شوہر کا گھر ہوتی ہے اور یہ بات یوں سوگ منانے کی نہیں ہے۔ کچھ نہیں کہوں گا آئی پرامسس" نادم بھی بس اسی معاملے میں ہار جاتا تھا، اور وعدے کے لفظ پر تو حرا زیادہ دردناک روئی تھی۔ کل ہی تو نادم نے وعدہ کیا اور آج توڑ بھی دیا تھا۔ وہ بس اپنی بے بسی پر رو رہی تھی اور نادم سے اسکا رونا مزید نہیں سنا جا رہا تھا۔

"آپ جھوٹے ہیں، وعدہ توڑ دیتے ہیں" سسکتی ہوئی وہ اسکی جان لے گئی تھی، نادم نے تلخی سے اپنی کن پٹی مسل کر اپنی بے جا زیادتی پر افسوس محسوس کیا۔

"حرا مزید تم روئی تو ابھی لینے آجاوں گا، چپ کر کے کہو جو کہنا ہے" نادم کی سخت الفاظ میں دی گئی دھمکی ایسی کارآمد تھی کہ حرا نے فوراً سے اپنا رونا بند کیا۔

"مجھے تکلیف ہو رہی ہے، مجھے ایسا برا کبھی فیل نہیں ہوا۔ آپ نے مجھے بہت ہرٹ کیا ہے، اگر میرے بس میں ہو تو میں کبھی کسی کے سامنے نہ آوں اور کہیں چلی جاوں" وہ بظاہر رونا بند کر گئی مگر نادم افسردہ سا اسکی آواز کا کرب باآسانی محسوس کر رہا تھا۔

"حرا، کیا چاہتی ہو؟ کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو" نادم کا لہجہ خود تھکن زدہ ہوا، حرا نے اپنی گالوں پر لڑھکتی نمی بے دردی سے ہٹائی۔ وہ رو کر سرخ ہو گئی تھی۔

"آپ اپنا بدلا چھوڑ دیں، اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں تکلیف سے نکل آوں۔ میں خضر بھیا کی تکلیف نہیں سہہ سکتی، نہ میری مما سہہ پائیں گی۔ بہت مدت بعد مما اور بابا ایک دوسرے کے ساتھ ٹھیک ہوئے ہیں پلیز ایسا کچھ مت کریں کے وہ پھر سے دور ہو جائیں۔ میری آئرہ آپی اور خضر بھائی نے بہت تکلیف دیکھی اور اب جا کر سکون آیا ہے آپ نے جو کہنا مجھے کہہ لیں میری فیملی کو چھوڑ دیں" حرا پھر سے وہی بات دہرا رہی تھی جو نادم حسین کے تن بدن میں آگ لگا گئی تھی۔ اور وہ خوف کھا گیا تھا کیونکہ اسے لگا کہ اگر اس نے حرا کو انکار کیا تو اسکو کچھ ہونے لگے گا۔ حرا کا رونا، تڑپنا اور اپنے پیاروں کی سلامتی کی یوں گڑگڑا کر التجاء کرنا نادم کا چہرہ تاریک کر گیا تھا۔

"مجھے تم سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی، آج مجھے اپنے اس فیصلے پر شدید افسوس ہے" نادم کی آواز کا خاک ہونا حرا نے بھی محسوس کیا تھا، اس کو تو ابھی یہ بھی نہیں پتا تھا کہ نادم بدلا لینا کس بات کا چاہتا ہے۔

"تم میری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ بن رہی ہو، البتہ تمہیں شوہر کی آسانی بننا چاہیے تھا۔ کل بات ہوتی ہے" نادم کی آواز میں افسوس تھا اور وہ یہ کہہ کر کال بند کیے بے دردی سے فون سائیڈ پے رکھے چہرے کی رگیں تان چکا تھا۔ حرا ابھی نادم کی بات کو نا سمجھتے ہوئے روئی سی شکل کے سنگ فون رکھ کر وہیں لیٹ گئی تھی۔

"یہ لڑکی مجھے پر سکون ہونے نہیں دے گی، اے اللہ اب آپ ہی بتائیں کے میں کیا کروں۔ کیسے چھوڑ دوں ان دونوں کو جن کی وجہ سے میں نے تکلیف سہی، مگر میری شدت آئرہ کے لیے تو ایسی ہر گز نہ تھی جیسی حرا کے لیے ہے۔ اسکی تکلیف تو مجھ سے نہیں سہی گئی البتہ آئرہ کو تکلیف دینے کی خواہش رکھتا ہوں۔ کیا واقعی مجھے آئرہ سے محبت نہیں تھی؟ کیا واقعی میری محبت حرا ہے؟ یہ حرا مجھے لے ڈوبے گی، کیوں جب یہ روتی ہے تو میرے دل میں ٹھیس اٹھتی ہے۔ کیوں؟" نادم کا دماغ جنجھلاہٹ کا شدید شکار تھا، شاید اب اللہ نے نادم کی سن لی تھی۔ وہ لڑکی شاید نادم کی ہدایت بن کر آئی تھی، اور اسکے چند آنسو نادم کو یکسر بدل چکے تھے۔ ممکن تھا کہ جلد حرا ہی اسے اسکی اصل خوشقمتی سے روشناس کروانے والی تھی۔ نادم کی نیند اڑ چکی تھی، اسکا دل شدت سے بے قرار تھا۔

****

"دادی ابھی یہ بات میرے اور آپکے بیچ رہے گی، آپ سوچ لیں" پچھلے دس منٹ سے مبشر اور دادی کسی گہری مشکوک بات میں مبتلا تھے، جنت اور عنیہ رات کے کھانے کے بعد چائے بنانے کچن میں تھیں جبکہ یونی کے بعد محترم گھر تشریف لے آئے تھے مگر اب جو بات مبشر نے دادی سے کہی وہ دادی کو واقعی حیرت میں ڈبو گئی تھی۔

"دادی قربان جائے مگر میری جان یہ سب، کون مانے گا تمہاری یہ بات۔ چلو ہم مان بھی لیں تو عنیہ نہیں مانے گی، اس نے تو نکاح کے بعد ہی کہا تھا کہ اسے پانچ سال کوئی نہ چھیڑے۔ تمہاری بات بھی ٹھیک ہے لیکن میرے بچے تم نے تو مجھے الجھا دیا ہے" معاملہ بڑا مشکوک سا تھا، یہ دونوں مل کر پتا نہیں اب کونسی بات کر رہے تھے جو اتنی پر اسرار سی تھی۔

"دادی، عنیہ کو منانے کا کام میرا ہے۔ آپ خود دیکھیں نہ مجھ سے ایک دن تنہا نہیں کٹا تو پانچ سال کیسے کاٹوں گا۔ پہلے ضامن بھیا تھے مگر آپ جانتی ہیں وہ اب یہاں نہیں ہیں۔ عنیہ اور میں یہاں صرف پڑھیں گے دادی، بس مجھے کمپنی مل جائے گی اور وہ بھی یہاں مزید اچھا پڑھے گی۔ دادی مان جائیں ناں، سوچیں ایک تو میری میڈیکل کی پڑھائی اوپر سے خالی گھر تو مجھے ابھی سے کاٹ رہا۔ میں بہت اداس ہوں" لو جی مبشر صاحب کی بے قراری نے ایک اور معرکہ سر انجام دے دیا تھا، موصوف اب عنیہ کو اپنے پاس بلوانے کا نیا حسرت زدہ شوشا چھوڑ گئے تھے۔ عنیہ تو یقیناً سن کر کومے میں جانے والی تھی۔ دادی تو اس وقت مبشر کا زیادہ سوچ رہی تھیں، مگر وہ اس سب پر گہری فکر میں بھی مبتلا تھیں۔

"اف میرے بے تاب بچے تم نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے، عنیہ وہاں جائے گی تو وہ وہاں تمہارے ساتھ کیسے رہ پائے گی۔ اور مہر و اور جلال مان جائیں گے؟ میر اعریش کیسے مانے گا۔ اور میں کیسے عنیہ کے بنا رہوں گی" دادی جان کو رہ رہ کر ہول اٹھ رہے تھے اور دوسری طرف مبشر تو بے تاب ترین حالت میں اب لان میں کرسی پر جا بیٹھا تھا۔

"دادی سب مان جائیں گے، آپکے پاس اب جنت آپی ہیں ناں۔ مجھے میری عنیہ دے دیں پلیز، اور رہے گی کیسے نہیں میں اسکا شوہر ہوں۔ ہم اچھے دوست بھی تو ہیں، دادی اگر آپکو میری طرف سے کوئی خدشہ ہے تو میں اپنی گارنٹی دیتا ہوں۔ آپ مانیں گی تو میں سب کو مناوں گا۔ سچ بتاوں تو میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہم ساتھ رہیں، آپ اسکی فکر نہ کریں میں اسکا پورا دھیان رکھوں گا۔ آپ مجھے آج ہی جواب دیں تاکہ میں جلد سے جلد تمام معاملات طے کر کے اسے یہاں بلانے کے تمام انتظامات کر لوں" مبشر کے چہرے کی سنجیدگی اور فیصلے کی پختگی اب دادی کو بھی قائل کر گئی تھی۔ ویسے بھی وہ دونوں سمجھدار تھے اور ایک دوسرے کے تھے تو دور رکھنے کا یوں کوئی جواز تو نہ تھا مگر دادی بس عنیہ کے دور جانے پر اداس تھیں۔ اب دادی کے چہرے پر مبشر کی اس مان میں لپٹی فرمائش پر مسکان سی اُمڈ آئی اور انھیں عنیہ کی قسمت پر بے حد رشک سا آیا تھا۔

"اچھا تو یہ نہ ہو کہ دوسرے دن ہی لڑ لڑ کے ہلکان ہو جاو اور پھر ہمیں عنیہ کو واپس بلانا پڑے" اب تو دادی کی اس تھوڑی مسکرا کر کی جانے والی بات پر وہ بے تاب شہزادہ بھی مسکرایا تھا۔ بھلا وہ عنیہ سے کیسے لڑ سکتا تھا، اس کے اندر تو جناب کی جان بستی تھی۔

"ھاھا سچی دادی ایسانا ممکن ہے، آپکی پوتی سے لڑ کر میں نے اپنا نقصان نہیں کرنا۔ وہ بہت پیاری ہے مجھے، اور آپ سمجھ سکتی ہیں کہ انسان اپنی پیاری چیز اپنے قریب رکھنے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ میں بلکل لاپرواہ اور جذباتی نہیں ہوں، میں نے سچے دل سے اسے چاہا ہے اور پایا ہے۔ دادی یہ میری خواہش ہے، مان جائیں" مبشر تو باولا ہی ہو رہا تھا، اور دادی اس پگلے پر مسکرا کر قربان ہی ہو رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے میرے پگلو مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن بس اس بات کا خیال رکھنا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے۔ تم تو سمجھدار ہو لیکن اسے تم دونوں کے باہمی رشتے کو سمجھنے میں ابھی بہت وقت چاہیے۔ باقی وہ تمہاری ہے، تم کر لو سب سے بات پھر بتا دینا۔ مجھ سے میرے گھر کی رونق لے رہے ہو لیکن اسے لاتے رہنا ملوانے۔ بہت ساری دعائیں کہ تم دونوں خوش رہو" مبشر کا دل تو اس رضامندی پر ناچنے کا کیا تھا، کیا دلفریبی اور چاشنی تھی جو فقط عنیہ کو اپنے پاس سوچ کر ہی مبشر کا روم روم مہکا گئی تھی۔ اسکا دل چاہا فون سے ہی جا کر دادی کے ہاتھ چوم لے۔

" آئی لو یو دادی، یو آر گریٹ۔ وعدہ کرتا ہوں اسے بہت سنبھال کر رکھوں گا، وہ میرے لیے میری زندگی ہے آپ کسی چیز کی فکر نہ کریں۔ وقت سے پہلے میں ہم دونوں کے بیچ اپنا اور اسکا رشتہ نہیں لاوں گا" مبشر ہر طرح دادی کی تسلی کر چکا تھا، دادی بھی اب کی بار بے حد دلکش سی مسکان کے سنگ ہنستی ہوئیں سر ہلا گئی تھیں۔

" دادی میں آپکو سب فائنل کر کے بتاتا ہوں، ابھی آپ عنیہ سے کچھ مت کہیے گا۔ اسکے یہاں آنے کے لیے اسکا پاسپورڈ بنوانا ہو گا وہ میں خضر بھائی کو کہہ دوں گا باقی اسکی سٹڈی کے تمام معاملات بھی سیٹل کروا کے بتاتا ہوں آپکو" مبشر صاحب نے آخر وہ کر دیکھایا تھا جو کسی عام بندے کے بس میں نہ تھا، دادی تو ہنستی ہوئی پگلے کی بات پر مکمل رضامندی دیتے فون رکھ کر بے حد موہنا مسکرائی تھیں۔ جبکہ مبشر صاحب کی پھرتیوں کے کیا ہی

کہنے، اگلے ہی لمحے ساری صورت حال اپنے لاڈلے خضر بھائی کے گوش گزار کر دی گئی تھی۔ خضر تو ایک لمحے کو شدید قہقہے میں ڈوبا مگر پھر چھوٹو بھائی کی اس بے قراری پر مسکرا دیا۔ کل خضر اور آئرہ کی سفارش اب اس معاملے میں بھی جلال اور مہرو کے ساتھ ساتھ عریش کے آگے بھی رکھی جانی تھی۔ ممکن تھا کہ یہ اضطرابی بچہ عنیہ کو اپنے پاس بلا کر ہی دم لینے والا تھا۔

****

رات کو مہران کامل اور باقی سب وہیں ہیڈ کوارٹر ہی رکے تھے جبکہ خضر اور آئرہ گھر آ گئے تھے۔ ان کا پلین ویسے بھی صبح مہرو کی طرف کا تھا تاکہ وہ ایک بار نادم سے ڈائریکٹ بات کر لیں۔ دوسرا حرا کی خضر کو بہت فکر تھی۔ ساتھ ساتھ خضر نے عریش کو بھی مبشر کی بات بتادی تھی جس پر وہ بھی حیرت سے مسکرا دیا تھا۔ ویسے بھی جب دادی راضی تھیں تو عریش کو بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ اب بس مہرو اور جلال سے بات کرنا باقی تھی۔ جو خضر اور آئرہ صبح کر کے یہ معاملہ سیٹل کرنے کے بعد پھر سے ہیڈ کوارٹر جانے والے تھے۔

"مبشر کو ویسے ماننا پڑھے گا، ھاھا کمال کا چیمپیئن نکلا۔ پہلے محبت کی پھر اسے بہت خوبصورتی سے نکاح تک لے گیا اور اب عنیہ کو پاس رکھنا چاہتا ہے۔ سو سوئیٹ، اپنی عنیہ تو بے حد لکی ہے ناں خضر" رات کے کھانے میں آئرہ نے بہت یمی قورمہ بنایا تھا اور جناب محترم خضر صاحب نے ساتھ سیلڈ اور رائس بنائے تھے۔ گھر کا کھانا ویسے

بھی ان سکو کبھی کبھی ہی ملتا تھا تو آج موقع ملتے ہی دونوں بہت پیارے انداز کے سنگ کچن کو پیارے ہو چکے تھے، اب کھانا کھانے کے بعد وہ آئرہ کی کچن کلین کرنے میں بھی مدد کر رہا تھا۔ خضر تو مکمل سیاہ میں لپٹا تھا جبکہ آئرہ نے بلکل بچوں کی طرح سکائے بلو پینٹ اور وائٹ ڈوراڈال والی شرٹ پہن کر بالوں کو وائیٹ ہی ہیر بینڈ میں قید کیا تھا۔ آئرہ کی اس محبت میں ڈوبی بات پر خضر بھی مسکرا کر رخ ہنستی آئرہ کی سمت پھیر چکا تھا جو بس کھانے کے تمام برتن اٹھا کر رکھ چکی تھی۔

" بلکل، اور مزے کی بات یہ ہے کہ دادی اور عریش کو بھی کوئی اعتراض نہیں، رہی بات عنیہ کی تو مجھے بھی لگتا ہے اسے اس وقت مبشر کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ایک تو اسطرح وہ وہاں اکیلا نہیں رہے گا دوسرا دونوں ایک ساتھ رہ کر مزید ایک دوسرے کو سمجھ بھی سکیں گے۔ باقی انکی لائف واقعی ایسی تھریلنگ ہو گی کہ کل کو اپنے بچوں کو اچھی کہانیاں سنائیں گے " آخری بات پر تو خضر بھی بہت شرارتی انداز اپنائے مسکراتا ہوا ٹیبل پر پانی کا جگ اٹھائے مڑا جہاں آئرہ مدھم سی ہنسی دبائے پیچھے ہی شرارتی سامر کوز کیے کھڑی تھی، آج صبح سے موسم ابر آلود تھا اور یوں لگ رہا تھا شدید بارش ہونے والی ہے۔

" ھاھا خضر بچوں کا سوچ کر ہی مجھے بہت ہنسی آرہی، اف کتنے مزے کی فیلنگ ہے ناں " آئرہ کی ہنسی بے قابو ہو کر اسکی گالوں کو سرخ کر گئی تو خضر بھی ویسا ہی پیارا مسکراتا ہوا آئرہ کو اپنے حصار میں بھرے آئرہ کی ہنسی میں لطیف سی کمی کر چکا تھا۔

" ہاں، واقعی یہ بہت خوبصورت احساس ہے " خضر کے چہرے پر اڈتے کچھ نئے سے رنگ آئرہ کو بے حد حسین سی شرمیلی مسکان دے چکے تھے اور وہ تمام تر اعتماد کے سرخ ہوتی ہوئی اسکے سینے سے جا لگی تھی۔

"کیا تمہیں لگتا ہے ہمیں اس بارے میں سوچنا چاہیے؟" وہ یہ بات خضر کی آنکھوں میں جھانک کر نہیں کہہ سکتی تھی، خضر نے اسکی اس بات کے جواب میں زرا جاندار سا حصار بنایا جو شاید آئرہ کے لیے جواب تھا، دل میں خوشبو جیسی بازگشت اتری اور روح میں جھلمل سے چراغ جل اٹھے تھے۔

"سوچنے میں برائی نہیں، لیکن میں تم سے ابھی کھل کر اظہار نہیں کر پایا۔ میں وہ لفظ نہیں جمع کر پاتا آئرہ جس میں میں تمہارے ہونے کو ڈیفائن کر سکوں، میں چاہتا ہوں جب میرے سامنے محبت کا ذکر ہو تو مجھے صرف تم دیکھائی دو۔ پھر شربتی آنکھوں والی ایک چھوٹی سی شربتی کی خواہش کروں گا جو ہماری زندگی میں موجود باقی کی ہر خلش ختم کر دے گی" آئرہ اسکے سینے سے لگی خضر کے لفظ اپنے دل میں اترتے محسوس کر رہی تھی، وہ اسے کسی اور ہی دنیا کا مرد لگا تھا۔ کسی نازک دیس کا باسی، وہ جس بھی انداز میں جو بھی تھا بہت پیارا تھا۔ آئرہ نے اسکے سینے سے الگ ہو کر اپنی لرزتی پلکوں کے رقص پر قابو پاتے ان میٹھی سیاہ آنکھوں کو دیکھا اور بے اختیار مسکرا دی۔

"تم بیٹی چاہتے ہو، اور مجھے بھی تمہارے جیسا ایک جادوگر چاہیے" اب کی بار وہ یوں شرما کر ہنسی کہ خود خضر بھی ہنسی نہ روک پایا اور اسے خود سے قریب کیے اسکی پیشانی چومے مزید دلفریب ہوا مگر اس بار شرارت کا رنگ بھی غالب تھا۔

"ھاھا ہمارا جادو کم پڑھ گیا ہے شاید، چلو ٹھیک ہے جادو کی رہی سہی کمی کے لیے یہ بھی چلے گا" اب تو وہ خود بھی بلش کر رہا تھا اور وہ جب یوں مسکراتا تھا تو آئرہ کی جان لے جاتا تھا، ایسی خوشی ہی تو وہ اپنے اس سیاہ آنکھوں

والے خضر کے چہرے پر دیکھنا چاہتی تھی۔ آئرہ اسے دل میں اتارنے کی حد تک دیکھ رہی تھی، وہ خضر کی اس نایاب ہنسی کا ایک پل بھی گنوانا نہیں چاہتی تھی۔

"تم اتنے پیارے کیوں ہو خضر" وارفتگی کا ایسا گہرا غلبہ کہ خود خضر ان تحیر سے کھلی شربتی آنکھوں کا نشہ خود میں سرائیت کرتا محسوس کرتے ہوئے سنجیدہ ہوا۔

"شاید یہ بھی تمہیں بہتر پتا ہو گا" جب یہ دونوں قریب ہوتے تھے تو یوں بھی ہر منظر بے خود اور معطر ہونے لگتا تھا۔

"آج اظہار کر دو، میں سننا چاہتی ہوں" آئرہ کی خواہش سن کر خضر کے چہرے پر بے قراری سی سمٹ گئی تھی، وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے ایک دوسرے کی رضا اور خوشی تھے۔

"انجانے میں کوئی کمی کر گیا تو یہ زیادتی ہو گی" خضر تھوڑا سا اداس ہو کر اسکے چہرے پر اپنی انگلیاں پھیرے بولا جس پر وہ نظریں جھکا کر نفی میں سر ہلانے کے بعد پھر سے اٹھا چکی تھی۔

"تم کم از کم آئرہ کے ساتھ کوئی زیادتی چاہ کر بھی نہیں کر سکتے، کچھ بولو ناں میرا دل چاہ رہا ہے" آئرہ کی فرمائش زور پکڑ چکی تھی مگر خضر نا جانے اس بات پر پھر سے ہنس دیا تھا۔

"مطلب جسٹ بولنا ہے، میں تو کسی اور طرف نکل گیا تھا تم نے اچھا کیا مفہوم بتا دیا" خضر کی بڑھتی ہوئی بے باک نظروں اور اس بات کے جواب میں آئرہ کا کھنکتا قہقہہ محفل لوٹ گیا تھا۔ اب کی بار دونوں ہی بے دم ہونے تک ہنسے تھے۔

"پاگل خضر، ھاھا" وہ بھی ہنستی ہوئی اسے اپنی آخری بھلائی اور عافیت لگی تبھی تو وہ اسکی ہنسی چرانے کی کوئی نازک کوشش نہیں کرتا تھا، آج صبح سے موسم ابر آلود تھا مگر پھر اچانک تیز بارش کی آواز پر وہ دونوں مسکرائے۔

"نو، پاگل نہیں دیوانہ" وہ اسکی گال پر جھکے بہت آہستگی سے اسکے دل کو مسکرانے پر مجبور کرتا پیار المس پہنچائے اب اسکا ہاتھ پکڑے باہر لان کی سمت چل پڑا تھا۔ موسم کی شدت ایک طرف مگر یہ بارش پہلی بار انکے ملن کے بعد آسمان سے اتری تھی، دونوں ہی ہنستے ہوئے اس موسم کی رعنائی کو دیکھنے بلکل بچوں کی طرح باہر پہنچے۔ بارش کی جل تھل کرتی شدت نے ان دونوں کے دل میں ٹھنڈک اتاری تھی۔ خضر جسے بارش سے خاصا لگاؤ نہ تھا آج آئرہ کے سنگ بے حد حسین دیکھائی دے رہی تھی۔ آئرہ اس میں بھیگنے کو مچل رہی تھی، گویا یہاں کا موسم ایسا تھا کہ بارش میں بھیگا جا سکتا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ اس بارش میں بھیگ لوں؟" وہ دونوں لان میں قدم رکھنے ہی والے تھے کہ خضر نے آئرہ کا پکڑا ہاتھ چومے بے حد دلکشی سے خواہش کی، جس پر آئرہ ہنستی ہوئی اسکی گال کھینچے خود ہی اسکا ہاتھ کھینچے لان میں انٹر ہوئی اور وہ بھی بے اختیار کھچتا چلا گیا۔ چند سیکنڈ ہی گزرے تھے کہ وہ اس بے لگام بارش میں مکمل بھیگ گئے تھے، چہروں پر ٹپکتی بوندیں جمع ہوتیں اور ترنت گر جاتیں۔ آئرہ نے خضر کا ہاتھ چھوڑ کر ایک عاشقانہ رقص کیا، وہ دائرے میں گھوم کر ہنستی گئی اور وہ اسے بنا آنکھیں بند کیے دیکھتا رہا۔

"اف خضر اتنی ساری بارش، لگتا ہے یہ ہوائیں مجھے اور تمہیں اڑانے آئی ہیں۔ خضر دیکھو یہ رات کتنی پیاری ہو گئی ہے، خضر یہ خوشبو محسوس کرو جو لان کی مٹی میں جذب ہوتے ان قطروں کے بعد کسی ملن کا استعارہ بن گئی

ہے۔ خضر آسمان کی طرف دیکھو، آسمان لگتا ہے کسی سمندر میں غرق ہو گیا ہے۔ خضر میں بہت خوش ہوں، یہ میری زندگی کی پہلی خوبصورت بارش ہے" وہ بے خودسی آئرہ جھومتی گئی اور ہنس کر محبت سے کہتی گئی، خضر کو لگا وہ بھی اس بارش میں تحلیل ہو جائے گی تبھی اک انجانے سے خوف میں لپٹا وہ آئرہ تک پہنچا اور اسے بازو سے پکڑے گول دائروں سے روکتے ہوئے اپنے سامنے لایا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے روبرو بھیگے موسم کی بھیگی نزاکت میں ایک دوسرے کے بے حد قریب تھے۔ خضر کو اس وقت کچھ دیکھائی نہ دیا، اسے بس آئرہ نظر آئی، کوئی آسودہ ہوا کوئی خوبصورت نظارہ اسے آئرہ سے پیارا نہ لگا۔ کوئی خوشبو اسے آئرہ کی خوشبو سے بھلی نہ لگی۔ وہ بس اک خلاء میں تھا اور اس خلاء میں صرف وہ اور آئرہ تھے۔ آئرہ نے خود کی سمت بے خودی سے دیکھتے خضر کو دیکھا اور اپنا ہاتھ اسکے چہرے تک لے گئی جو اسکے ایسا کرنے پر اسی ہاتھ کو ہونٹوں سے لگائے ساتھ ہی اسکی کمر کے گرد بازو ڈالے جکڑ چکا تھا۔

" آئی لو یو خضر، میں تمہارے ساتھ جی کر بہت پرسکون ہوں۔ میں تم سے اپنی آخری سانس تک جدائی نہیں چاہتی، میں تم سے اپنی آخری سانس تک محبت کروں گی۔ تم ہو تو میرے نصیب کا ستارہ روشن ہوا ہے، تم اس شربتی پر بادشاہت کے اونچے رتبے پر فائز ہو" آئرہ اپنے ہاتھ کی ایسی مقدس گرفت پر سراپا رشک تھی، وہ جو اب اس اظہار پر خود بھی مقید حصار سے آزاد ہو کر آئرہ کے چہرے کی نازکی پر محبت اوڑھ رہا تھا۔ جاندار سی گرفت زدہ مہربان عنایت کے بعد وہ اسے خود میں بہت نرمی سے حلول کر گیا۔ ایسی نزدیکی کہ بیچ کسی اور شے کی کوئی جگہ نہ تھی۔

"ہر بار اظہار کر کے بازی لے جاتی ہو تم، اب میری باری کے لیے تیار رہو۔ آج اس موسم کی نزاکت کے باعث میرا دل تم سے آگے نہیں جا پائے گا مگر میں بہت جلد تمہیں تمہارا سچا اظہار دینا چاہتا ہوں۔ وہ دن بہت جلد آئے گا جب آئرہ سہی معنوں میں خضر خاقان قریشی کی ہو جائے گی، تیار رہو۔ ہواوں، بارش کی گرتی بکھرتی بوندوں کو گواہ بنالو آئرہ، میں تمہارا ہونے کی چاہ میں تم تک کے سفر پر آج گامزن ہو گیا ہوں، ممکن ہے جلد یہ دیوانہ تم تک پہنچ جائے گا" وہ ایک ایک لفظ اس سرد پڑتی امرت جیسی شربتی کو خود میں سمیٹے اعلان کر رہا تھا اور وہ بند آنکھوں سے اس مخملی نشیلی گرفت میں قید ہو کر خضر کا کہا ایک ایک لفظ اپنے وجود کے حصار میں بازگشت کی مانند مچلتا محسوس کر رہی تھی۔ بارش کی شدت میں کمی تو آئی مگر محبت کسی شدت کی کمی پر اب راضی نہیں تھی، وہ ایک دوسرے کی باہوں میں بے حد آسودہ تھے۔ یہ رات اور اسکی نغمگی حسین ترین تھی۔

****

"یہ مبشر اتنا ذہین ہو گا مجھے اندازہ نہ تھا، سوچا تو اس نے بہترین ہے تم کیا کہتی ہو مہرو" صبح ہی خضر اور آئرہ ناشتے پر پہنچ چکے تھے، خضر کی بات پر مہرو تو مسکرا دیں جبکہ جلال بھی بڑے خوش سے پوز دیتے ساتھ سب سے چھوٹے پیس کی بڑی فرمائش پر مسکان دے رہے تھے۔ حرا بھی بظاہر مسکرا رہی تھی مگر اسکی مسکراہٹ بہت ادھوری تھی، اسے گھر جانے کا سوچ کر ہی تکلیف تھی نا جانے اب نادم اسکے ساتھ کیسا سلوک کرنے والا تھا۔

سب مسکرا رہے تھے مگر آئرہ اور خضر دونوں نے حرا کا گم صم ہونا نوٹ کیا تھا۔

"جی بلکل، ویسے بھی وہاں اب وہ اکیلا ہے۔ خضر تم کنیز دادی سے بات کر لو اور اگر وہ راضی ہیں تو ہم عنیہ کو بجھوا دیتے ہیں" یوں تو ضامن کی وجہ سے ماحول تھوڑا اداس تھا مگر سب کو یہ تسلی ضرور تھی کہ پانچ سال بعد ضامن انکے ساتھ ہو گا۔ شاید مہرو نے بھی اس پانچ سالا جبر کو اپنی آخری مشکل سمجھ کر قبول کر لیا تھا اور ممکن تھا کہ یہ واقعی یہ تکلیف آخری ہونے والی تھی۔

"وہ ہم نے بات کر لی ہے مما، بس آپ سبکی اجازت چاہیے تھی" آئزہ نے بھی دھیمی مسکان کے سنگ بتایا جس پر مہرو اور جلال بھی متفق مدھم سا مسکرا دیے تھے۔

"بس ٹھیک ہے پھر خضر تم سب دیکھ لو، دونوں ساتھ خوش ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں" جلال کے تو تمام رنگ بدل کر عاجز ہو گئے تھے، اب انکے لہجے میں صرف نرمی تھی۔ شاید وقت کا سیکھا انسان بہت اچھے سے سنبھل جاتا ہے اور یہی جلال احمد کے ساتھ ہوا تھا۔

"جی ٹھیک ہے، حرا میرا بچہ خوش ہے ناں۔ کیا بات ہے تم بجھی ہوئی کیوں ہو" خضر نے پہلی بات جلال اور دوسری سامنے مہرو کے ساتھ بیٹھی حرا کو دیکھ کر جان بوجھ کر کہا تو وہ یک دم چونک کر خضر کو دیکھتے ہی آنکھیں چرا گئی۔ خضر نے آئزہ کو دیکھا اور وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ یہ پری اندر سے بہت نڈھال ہے۔ خضر آج سپیشلی حرا سے بات کرنے ہی آیا تھا اور ساتھ ساتھ نادم کا دماغ درست کرنے کی بھی ایک آخری کوشش کرنی تھی۔

"نہیں بھیا، میں ٹھیک ہوں" حرا نے مری ہوئی آواز کے سنگ اونچا بولنے کی ہر ممکن کوشش کی جس میں وہ مکمل ناکام تھی۔ خضر کو رہ رہ کر اس درندے نادم پر پھر سے غضب چڑھ رہا تھا جس نے اس نازک پری کو بے جان کر دیا تھا۔ کتنا چہکتی اور ہنستی تھی اور اب خضر اسکی مسکراہٹ تک مس کر رہا تھا۔ مہرو نے ساتھ بیٹھی حرا کو

خود سے لگائے پیار کیا تو حرا ابھی گھسیٹ کر چہرے پر مسکان لے آئی تو باقی بھی مسکرا دیے مگر آئرہ اور خضر کی مسکراہٹ بہت ادھوری تھی۔

"اسلام و علیکم" وہ ناشتہ کر ہی رہے تھے کہ کسی پر تپاک آواز پر سب ہی متوجہ ہوئے۔ نادم سفید چمچماتے سوٹ پر بھوری واسکٹ پہنے بے حد موہنا لگ رہا تھا مگر اسکے چہرے کی سنجیدگی فلک شگاف تھی۔ جہاں مہرو اور جلال نے گرم جوشی سے اکلوتے داماد کا ویلکم کیا وہیں خضر اور آئرہ نے حرا کا دبنا صاف محسوس کیا جبکہ نادم بھی بڑی ناگواری سے دونوں کو اچٹتی نگاہوں میں مرکوز کیے ناشتے کی میز تک ہی آ کر بیٹھ چکا تھا۔

"وعلیکم السلام، بہت اچھے وقت پر آئے ہو۔ ناشتہ کرو، بھئ تم تو میری گڑیا کو صبح ہی لینے آ گئے ہو۔ ابھی ہمارا دل نہیں بھرا" جلال کے چہرے کی مٹھاس خود نادم کو بھی تھوڑی نئ لگی اور اسے رات حرا کی بات دماغ میں گونجی۔ نادم نے ایک نگاہ حرا پر ڈالی جو بجھی سی لگی اور پھر ایک نظر خضر اور آئرہ پر ڈالے وہ لیا دیا سا مسکرا کر جلال کی طرف متوجہ ہوا۔

"اب یہ اس گھر کی بھی رونق ہے کیا کریں، خیر اگر یہ مزید رہنا چاہے تو نو پرابلم" نادم کی ایسی مہربانی پر جہاں خضر اور آئرہ اسے مشکوک سی حیرت سے دیکھ رہے تھے وہیں حرا بھی ہونق زدہ تھی۔ جبکہ رونق والی بات پر جلال اور مہرو رشک زدہ مسکرائے تھے۔

"نہیں نہیں حسین بیٹا، ہم آپکے گھر کی رونق کم نہیں کریں گے مگر تم میری گڑیا کا پہلے سے زیادہ خیال رکھنا۔ یہ بہت جلد گھبرا جاتی ہے، ابھی چھوٹی ہے تو اسے اس حساب سے رکھنا۔ باقی ہمیں یقین ہے کہ اس گھر میں بھی حرا

کی ریکوسٹ کی تھی جس پر نادم کو پھر سے اپنی بے رحمی پر دکھ ہوا۔ اب وہ چاہ کر بھی حرا پے کوئی ظلم نہ کرنے کی ٹھان چکا تھا، رات بہت سوچ بچار کے بعد وہ اپنے بدلے کو بھی چھوڑنے کا سوچ چکا تھا مگر یہاں آکر آئرہ اور خضر کو دیکھ کر دل میں دبی چنگاری پھر سے پھڑک اٹھی تھی۔

"جی بے فکر رہیں، میں اسکا پورا خیال رکھوں گا" نادم مسلسل خضر کی مشاہداتی نگاہوں میں تھا، آج خضر کو بھی وہ تھوڑا آف لگا تھا۔ آنکھوں کا شاطر پن قدرے غائب تھا۔ نادم نے اسکے بعد بس ہوں اور ہاں میں ہی جواب دیا تھا اور ایک بار بھی حرا کو نہیں دیکھا تھا شاید وہ خود کو حرا کے سامنے بہت حقیر محسوس کر رہا تھا۔ ناشتے کے بعد حرا اور نادم کے ساتھ آئرہ اور خضر بھی باہر نکل آئے تھے۔ مہر و اور جلال نے چاروں کو اندر سے ہی بائے کہہ دیا تھا مگر باہر آکر خضر نادم کو بہت آرام سے روک چکا تھا۔ آئرہ اور حرا بھی دونوں کے ساتھ ہی دونوں کو آمنے سامنے دیکھ کر کچھ فکر مند تھیں۔

****

"یہ میں کیا سن رہی ہوں مبشر، اف آپ مجھے مارنے کا پلین بنا رہے ہیں۔ یا اللہ مجھے صبر دیجیئے" آخر کار لاکھ چھپ چھپاو کے باوجود عنیہ کو مبشر کی اس ظالم منصوبہ بندی کی اطلاع مل گئی تھی کیونکہ ٹھیک پانچ دن بعد عنیہ بھی افراح اور زیان کے ساتھ انگلینڈ جانے والی تھی۔ افراح اور زیان اسے وہیں ائیر پورٹ پر مبشر کے حوالے کرتے ہی اگلی فلائیٹ سے گلاسکو جانے والے تھے۔ عنیہ نے تو جب سے سنا تھا تب سے اسکے رونگٹے کھڑے اور

حواس شل ہو چکے تھے۔ دوسری طرف وہ ابھی یونی پہنچا تھا اور پہلی کلاس کے بعد باہر کوریڈور کی سمت آ رہا تھا۔ عنیہ کے ہولناک انداز پر شرارتی سی مسکان دیے وہ وہیں ٹیک لگا کر کھڑا ہو چکا تھا۔

"اوہ تو مطلب تمہیں خبر مل گئی نک چڑھی، قسم سے مارنے کی نہیں تمہاری اور اپنی زندگی بڑھانے کا پلین کر رہا ہوں۔ صبر تو اب مجھ معصوم کے لیے مانگ لو یار سچی بڑی ضرورت پڑے گی" عنیہ کے لرزتے دل میں مبشر کی اس بات سے خاطر خواہ اضافہ ہوا اور وہ خوف اور بے چینی سے سرخ پڑھ گئی تھی۔ مری کا موسم یہاں بھی صبح سے لرزاں خیز تھا اور اوپر سے جب عریش اور دادی نے اسے یہ بات بتائی تب سے وہ صدمے میں تھی۔

"مبشر بی سیریس، آپ نے یہ سب بھی اتنی آسانی سے کر لیا۔ مجھے تو آپکے پاگل پن پر اب بے ہوشی کا دورا پڑھ جانا ہے، میں آپکے ساتھ کیسے، اف۔ اور دادی کے بنا کیسے رہوں گی" عنیہ کو اصل صدمہ ہی مبشر کے ساتھ رہنے میں تھا اور وہ یہ سوچ کر ہی اپنی جان نکلتی محسوس کر رہی تھی مگر مبشر تو بے حد خوش تھا۔

"دادی سے ملنے جاتی رہنا پاکستان، یہ اتنا بڑا ایشو نہیں ہے۔ باقی مجھ سے اپنے شوہر سے تمہیں کیا خطرہ، یہ کہہ کر میرا نازک سا دل مت توڑو لڑکی" مبشر کے چہرے پر شرارتی معصومیت نے آفت مچائی مگر عنیہ کوفت سے اپنا سر پکڑے وہیں لان کے بینچ پر ڈھیر ہو گئی۔ سارا خطرہ ہی مبشر تھا، اسے تو سوچ کے ہی سخت بے چینی اور گھبراہٹ ہو رہی تھی۔

"مبشر آپ سمجھ نہیں رہے، مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے" عنیہ کی آواز باقاعدہ لرز اٹھی تو اب کی بار مبشر بھی زرا سنجیدہ سا ٹیک چھوڑے کچھ قدم بڑھائے آگے گیا۔

"تمہیں مجھ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں عنیہ، یہ مت بھولو کہ میں بلکل جذباتی نہیں ہوں، تمہیں مجھ سے ڈر تو تب ہو کہ جب میں کوئی حد پھلانگنے والا ہوتا۔ آئی پرامس کے میرے کریئر کے مکمل ہونے تک میں ایسا کچھ بھی نہیں کروں گا جو تمہارے ڈر کا فی الوقت باعث بن رہا ہے۔ یار تم میرے لیے ایسے بے یقینی مت ظاہر کرو مجھے ہرٹ فیل ہو رہا ہے" اب اس بات پر جہاں مبشر تھوڑا خفا ہوا وہیں عنیہ کا ڈر بھی قدرے کم تھا مگر یہ چیز اس پر قدرتی اثر انداز تھی۔

"پرامس کریں پہلے" عنیہ کی روہانسی ہو کر کہی بات پر مبشر پیارا سا مسکرا دیا۔

"پکا پرامس، اب تک تو تمہیں میری نیچر کا علم ہو گیا ہو گا۔ میں نے تم سے محبت کی ہے عنیہ کوئی مزاق نہیں کیا، میں بس تمہیں اپنے قریب رکھ کر جینا چاہتا ہوں۔ تم یہاں میرے ساتھ پڑھو گی، رہو گی مجھے کمپنی دو گی تو یہ ہماری فیوچر لائف کے لیے بہت اچھا ہو گا۔ ہم ایک دوسرے کو مزید اچھے سے سمجھ جائیں گے، اور تم جو مجھے ڈروانا سمجھتی ہو اس سے بھی تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔ سچی مبشر احمد بہت پیارا دل والا ہے" مبشر بہت محبت سے عنیہ کا ہر خدشہ جذب کر گیا اور وہ اس پگلے پر اب صرف مسکرائی تھی۔

"ٹھیک ہے میری کچھ کنڈیشنز سن لیں، کمرے الگ ہوں گے۔ اس کے علاوہ آپ نے پھیلنے کی کوشش ہرگز نہیں کرنی۔ اور میرے قریب بھی زیادہ نہیں آنا، اور مجھے بور بھی نہیں ہونے دینا۔ اور لاسٹ بات کہ ابھی ہم صرف فرینڈز رہیں گے۔ مجھے آپ پر خود سے زیادہ یقین ہے مبشر لیکن شاید میرے خوف کا یوں اٹھنا قدرتی ہے، یوں آپکے ساتھ رہنے پر میں بہت کنفوز سی ہو گئی تھی" عنیہ سر جھکائے بہت بے بسی سے محتاط بھی ہوئی کہ کہیں مبشر کو برا نہ لگ جائے مگر وہ جناب تو شرارتی سا مسکا چکے تھے۔

"میری معصوم عنیہ، ھاھاٹھیک ہے میری جان جو تم کہو گی وہی ہو گا۔ میں تو ویسے بھی بہت شریف ہوں "عنیہ کو مبشر کے لہجے میں صاف صاف شرارت دیکھائی دی تو وہ پھر سے شدید الجھ گئی جبکہ مبشر کو اپنی خود کہی آخری بات زرا نہ ہضم ہوئی تھی۔ اب تھوڑا بہت پیار تو اس کا حق تھا بھلا وہ یہ ساری شرائط کیسے مان لیتا۔

"مبشر آپ مجھے ڈرائیں گے بھی نہیں، ورنہ وہ کروں گی جو عنیہ نے آج تک نہیں کیا "عنیہ پھر سے روتی شکل بنائے یہ کہہ کر ایک لمحے کو مبشر کو بھی ساکت کر گئی تھی۔

"کیا کرو گی "مبشر کا دل بھی رک سا گیا تھا۔

"ناراض ہو جاوں گی، بات نہیں کروں گی "عنیہ نے تو بچارے کا سانس ہی روک دیا مگر اس بات پر وہ پھر سے ہنس دیا تھا، ایسا مبشر ساری زندگی نہیں ہونے دینے والا تھا۔

"میں اپنی مما اور ڈیڈ کی بہو کو اپنے ہاتھ کا چھالا بنا کے رکھوں گا، اب خوش "مبشر بے حد خطرناک تھا اور یہی اس بچاری عنیہ کی جان آدھی کر رہا تھا، اس بات پر تو عنیہ منہ بسور گئی تھی۔

"کٹ پڑے گی اگر ایک بھی کنڈیشن توڑی، اب میں آکر ہی بات کروں گی تب تک آپ نے مجھے کال نہیں کرنی۔ مجھے خود کو اس بات کے لیے منانا ہے "عنیہ تو بچارے معصوم مبشر کو پانچ دن کی سرعام جدائی کی سزا دے رہی تھی، مبشر کا منہ خاصا اداس ہوا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے آکر پھر اس ظالم جدائی کا حساب بھی خوشی خوشی دینا، بائے۔ ہاں سنو! آئی لو یو، آئی مس یو۔ جلدی آجاو تمہارے بنا بہت اداس ہوں "مبشر نے عنیہ کو ایک بار پھر صدمے میں غرق کرتے ہوئے فون بھی

رکھ دیا، کتنی ہی دیر وہ منہ لٹکائے ہونق بنی بند فون کو دیکھتی رہی پھر اپنے ہاتھ پر ٹھوڑی اٹکائے ہاتھ گھٹنے سے ٹکا گئی۔ مبشر کی اس آخری بات پر عنیہ نے شدید گھبرا کر جھرجھری لی اور ابھی سے وہ حساب کا سوچ کر ہلکان ہو چکی تھی۔

****

"مجھے بات کرنی ہے تم سے نادم، حرا کو کس لیے اس سب کے بیچ لا رہے ہو۔ تمہاری دشمنی مجھ سے ہے تو مرد بن کر میرا مقابلہ کرو، یہ گھٹیا پن ایک مرد کو زیب نہیں دیتا" خضر چاہتا تھا کہ معاملہ بات سے سلجھ جائے تبھی وہ بظاہر اپنے لہجے کی تیزی کو ہر ممکنہ حد تک کنٹرول کیے نادم کی آنکھوں میں جھانکے سختی سے بولا تھا جس پر نادم کے اندر آج پہلے جیسی کوئی بات نہ تھی۔ اس نے بس تنقیدی نظروں سے خضر کو دیکھنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔

"آج کے بعد میری تم سے کوئی دشمنی نہیں، میں حرا کو اب ایسے کسی معاملے میں نہیں لاؤں گا" یہ بات نادم حسین کے منہ سے سن کر ان تینوں کو گہرا حیرت کا صدمہ تھا، نادم کا چہرہ ہر احساس سے عاری تھا اور لہجہ وہی نوابی اور پر اعتماد ترنگ لیے تھا۔

"کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو" خضر کو اتنی جلدی اس فسادی شخص پر یقین نہیں آیا تھا، آئرہ اور حرا بھی یک ٹک نادم کا یہ روپ دیکھ کر پتھر سی تھیں۔

"آج تمہارے سامنے میں حرا کو اپنی سابقہ دشمنی کا بتانا چاہتا ہوں جو شاید یہ بھی جاننا چاہتی ہے، میری دشمنی خضر سے نہیں بلکے اسکی اس پر اعتمادی اور طاقت سے تھی جو کچھ وقت پہلے میرے پاس نہیں تھی۔ شاید میں حاکم

بننے کے جنون میں انسانیت سے پڑے چلا گیا تھا، میں نے آئرہ پر حاکمیت کے جو خواب دیکھے ان کا پل بھر میں ٹوٹنا میرے اندر آگ لگا گیا تھا۔ حرا کے آنے کے بعد مجھے بارہا احساس ہوا کہ مجھے اب کوئی کمی نہیں رہی مگر یہ انا پرست مجھ سا انسان برداشت نہ کر پایا اور کچھ لمحے کو اپنی سطح سے گر گیا۔ لیکن کل مجھے کسی نے احساس دلایا کہ مجھے آئرہ بس پسند تھی مگر میری محبت نہیں تھی۔ یہ سچ ہے کہ میں نے حرا سے بدلے کے لیے شادی کی مگر میرے ہاتھ پہلے سے زیادہ تنگ ہو گئے، ان دو تین دنوں میں ہی مجھے وہ بات پتا چل گئی جو زندگی بھر کے دھکوں کے بعد پتا چلنی تھی۔ آج میرے پاس اعتماد اور طاقت ہے اسکے ساتھ ساتھ کوئی تیسری شے بھی ہے جس نے مجھے بدل کے رکھ دیا ہے۔ میں تم سے اور آئرہ سے معافی نہیں مانگوں گا کیونکہ میں نے ابھی تک جو کیا وہ میرا حق تھا۔ آج سے نادم حسین نہ کسی کا دشمن ہے نہ دوست، چلو حرا" نادم کی اتنی لمبی بات کا اختتام خضر اور آئرہ کا دل تو مطمئین کر گیا مگر حرا تو تب پتھر ہوئی جب نادم اسکے قریب جا کر اسکا باقاعدہ بہت نرمی سے ہاتھ پکڑے اپنی گاڑی تک لے کر گیا اور اسے بٹھا دیا۔ نادم چپ چاپ دوسری طرف سے اندر بیٹھنے سے پہلے گردن موڑے سینے پر تسلی سے بازو لپیٹے پر اعتماد انداز میں کھڑے خضر کو دیکھنے کے بعد گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ آئرہ بھی مسکراتی ہوئی خضر کی بازو سے لگی یہ ناممکن سا بدلاو دیکھ کر کہیں کھوئی تھی۔ نادم کی گاڑی نظروں سے اوجھل ہوتے ہی اب آئرہ مسکرا کر خضر کے روبرو آئی تو ہلکی سی آسودہ مسکراہٹ اب خضر کے لبوں پر بھی تسکین کی طرح پھیلی تھی۔

"خضر، یہ جو نادم حسین کو تیسری شے ملی ہے وہ محبت ہے ناں" آئرہ نے رشک زدہ ہو کر اپنے طلسمی سیاہ آنکھوں والے سے پوچھا جس پر وہ دل تک مسکرایا۔

"بے شک، سب سیٹل ہو گیا فائنلی۔ حرا نے آخر اس وحشی کو سدھار کر ایک باوقار انسان بنا دیا۔ الحمد اللہ" خضر کا دل پر سکون تھا اور آئزہ بھی اسی سکون کے زیر اثر اسکا ہاتھ تھامے مسکراتی ہوئی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔

****

سارا راستہ نادم بلکل خاموشی سے گاڑی چلاتا رہا تھا اور حرا بے قرار سی گاہے بگاہے اپنے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھتی رہی تھی۔ حرا کا سارا ڈر اور خوف نا جانے کہاں چلا گیا تھا۔ آج وہ نادم حسین کے بارے میں سب جان گئی اور اسے اس سلجھے باوقار شخص کو سمجھنے کی جستجو جاگی تھی۔ وہ آج اسکی اس خاموشی سے اداس تھی، وہ اتنی جلدی کیسے بدل گیا تھا۔ حرا نے رات رو کر جس طرح نادم حسین سے اپنوں کی راحت اور خوشی مانگی تھی یہ اسی کا نتیجہ تھا۔ گھر پہنچ کر بھی نادم نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی، آج اسکے آفس کی بس آخری چھٹی تھی مگر حرا کو گھر چھوڑنے کے بعد وہ یونہی آوارہ گردی کے لیے گاڑی لیے نکل پڑا تھا، حرا کے واپس آنے پر ہاجرہ نے اسے بہت سارا پیار اور دعائیں دیں۔ دن کے کھانے پر بھی تینوں نے نادم کا انتظار کیا مگر وہ نہیں آیا تھا۔ دن سے شام اور، شام سے رات ہو گئی مگر نادم کے سفر کی لمبائی ختم نہ ہو سکی۔ شاید اپنے بدلے کو چھوڑنا ایک کٹھن فیصلہ تھا، نادم کو ناشکری سے شکر گزاری تک آنے میں کچھ وقت لگنا تھا۔ اسے انا پرستی سے عاجزی تک کا سفر بہت تکلیف سے طے کرنا تھا۔ سارا دن وہ یونہی سڑکوں کی خاک چھانتا رہا، ویران گوشوں، پگڈنڈیوں، گلی کوچوں میں بے مقصد پھرتا رہا۔ اسے حرا سے محبت تھی یا لاشعوری تھی؟ اس سے حرا کی تکلیف نہیں سہی گئی تھی۔ آئزہ اور خضر

سے اسے اب شکوہ کرنا نہیں بنتا تھا اور جلال احمد جو کل تک اسے مطلب کے لیے استعمال کر رہے تھے آج داماد بنا کر پلکوں پر لے آئے تھے۔ اس نے تمام منفی سوچ ہٹا کر جلال احمد کی رہنمائی کا سوچا، جن کی بدولت وہ جائل سے کارآمد بنا تھا۔ وہ نادم حسین جسے دیکھ کر کراہٹ محسوس ہوتی تھی اب صرف رشک آتا تھا۔ وہ جسے بولنے کے پیچ رونی صورت بنانے کی عادت تھی اب بات ایسی پر اعتمادی سے کرتا تھا کہ سامنے والا رشک کرنے لگتا تھا۔ وہ نادم جسے پہننے کا سلیقہ نہ تھا آج ایک معیاری لک رکھتا تھا۔ وہ بال اور داڑھی جسکو اس نے سلجھایا تک نہ تھا آج بہت خوبصورتی سے جمی ہوئی تھی۔ اسکا بارعب سراپا اب ہر روپ میں سجتا تھا۔ ایک انسان تب تک برا اور باغی ہوتا ہے جب تک وہ خود پر منفی رویے اثرانداز رکھتا ہے۔ حقیقت میں وہ جن سے بدلا لینے چلا تھا وہی اسکے محسن تھے۔ اگر آئرہ اسے انکار نہ کرتی تو حرا تک وہ کیسے پہنچتا، اور اگر جلال اسے بروقت نہ تراشتے تو آج وہ اپنے گنڈے موالی یاروں کے ساتھ کسی سڑی بیہودہ جیل میں سڑ رہا ہوتا۔ نادم کا دل کچھ پر سکون ہوا تو وہ گھری رات کے وقت گھر لوٹا۔ شمس اور ہاجرہ تو سو گئے تھے مگر حرا کو دروازے تک آتا دیکھ کر وہ پھر سے نظریں چرائے فورا کمرے کی طرف چلا گیا۔ حرا سفید اور میرون سے لباس میں گلے میں ویسا ہی جالی دار آنچل لیے اپنے حقیقی حسن کے سنگ فکرمند سی نادم کے پیچھے ہی کمرے تک آئی جو اپنی واسکٹ اتارنے کے بعد چینج کرنے گیا تھا۔ حرا وہیں کمرے میں اپنے ہاتھوں کو مڑورتی ہوئی نادم کی منتظر تھی، اسے نادم کو شکریہ کہنا تھا مگر وہ آج تو نہ اسکے قریب آنے کے موڈ میں تھا اور نہ بات کرنے کے۔ دس منٹ تک نادم ہلکی نیلی شرٹ اور بلیک ٹراوزر پہنے بالوں میں ہاتھ پھیرے نکلا تو سامنے حرا کو دیکھ کر پھر سے نظریں چرا کر آئینے کے سامنے تن کر بالوں کی ڈھیلی سی پونی کیے آستین چڑھائے بیڈ کے بجائے صوفے تک گیا اور چپ چاپ بیٹھ گیا۔ حرا نے نادم کا یہ چپ رہنا کچھ دیر دیکھا پھر اسکے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"کھانا نہیں کھائیں گے ؟" حرا نے آہستگی سے پوچھا جس پر نادم نفی میں سر ہلائے اپنا فون سائیڈ ٹیبل پر رکھتا وہیں لیٹ گیا، وہ حرا سے ابھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسے خود کو بہتر کرنے کے لیے کچھ دن درکار تھے، ویسے بھی اب وہ حرا کو مزید کسی تکلیف سے دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ حرا نے نادم کی چپ کو اب کی بار اداسی سے محسوس کیا اور نادم کے لیٹتے ہی مزید آگے آئی۔

"سزا نہیں دیں گے ؟" حرا نے تھوڑی ہمت کر کے افسردگی سے نادم کو دیکھا جو آنکھوں پر رکھی بازو ہٹا کر اب حرا کے اس سوال پر اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا، آج بھی وہ بہت پیاری لگ رہی تھی، اور آج اسکا حسن پہلے سے زیادہ پر رونق اور ہوش اڑانے والا تھا۔

"دے دی ہے" نادم نے سپاٹ انداز میں فورا چہرہ پھیر لیا تھا، وہ اسے کسی بھی لمحے خود کی سمت مائل کر سکتی تھی۔

"کب دی، کیسے دی" حرا کے لہجے کی بیقراری نادم کو بھی جنجھلاہٹ میں مبتلا کر گئی تھی، تبھی وہ لیٹے لیٹے اٹھ بیٹھا تھا، اسے ابھی حرا کی آواز بھی نہیں سننی تھی۔

"خود کو دی، سارا دن" نادم نے بنا اسے دیکھے کہا جو اس سے زیادہ بوجھل ہو کر اب اسکے قدموں میں جا بیٹھی تھی، نادم سمجھ نہ پایا کہ وہ اب اس سے دور کیوں نہیں جا رہی۔

"مجھے دے لیں، میں جانتی ہوں میں نے آپ سے بہت زیادہ مانگا تھا۔ آئی ایم سوری، لیکن آپ نے میری بات مان کر مجھے بتا دیا کہ آپ اتنے برے بھی نہیں ہیں۔ آج مجھے آپ کے بولنے سے نہیں بلکے چپ ہونے سے ڈر

لگ رہا ہے، میں وعدہ کرتی ہوں اب نہیں رووں گی" حرا کے لہجے میں دکھ تھا اور وہ نادم کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھے روانی سے بول گئی تھی، نادم نے ایک تلخ سی نظر حرا پر ڈالی اور پھر سے نگاہیں ہٹا گیا۔ حرا کو اسکا یہ چپ اور لاتعلق سا انداز بلکل اچھا نہیں لگا تھا شاید وہ بھی نادم کی دھونس سے یک دم خاموشی سے الجھ گئی تھی۔

"سو جاو جا کر، یہاں نیچے مت بیٹھو" نادم نے اسکی ہر بات نظر انداز کر کے فرار کی راہ چنتے کہا تو حرا کا دل نادم کی اس بات پر بلاشبہ مسکرایا تھا۔ وہ واقعی برا نہیں تھا بس برا بننے کی کوشش کر رہا تھا، حرا نے نادم کا چھڑوایا ہاتھ پھر سے پکڑ کر اسے دیکھا جواب خود کو بھی حرا کی سمت دیکھنے سے روک نہیں پایا تھا۔

"آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں ناں؟" حرا نے اسقدر مان سے اپنی معصومیت کے سنگ پوچھا کہ ایک پل کو نادم خود پتھر ہوا تھا، یہ لڑکی اسے چپ اور سوگوار بھی نہیں رہنے دے رہی تھی۔ اب کی بار بے اختیار نادم کا ہاتھ حرا کے چہرے پر جا ٹکا مگر حرا تمام تر گھبراہٹ کے زرا بھی نہ ہلی تھی۔

"نہیں ہوں، ایک تم ہی ہو جس سے ناراض نہیں ہوں" نادم اس وقت پھر سے خود کو بے بس محسوس کرتے ہوئے خود کو ساتھ ساتھ نہ بہکنے کی تنبیہ بھی کر رہا تھا مگر حرا آج اسے ہار جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ حرا یوں نادم کا اچانک سے ہٹایا ہاتھ دیکھ کر اب اسکی نظریں پھیر نا دیکھ کر ہلکی سی سمائیل دیے اسکے قدموں سے اٹھ گئی مگر وہ جیسے ہی مڑی نادم اسکی بازو پھر سے پکڑ کر روک چکا تھا۔ نادم کو خود علم نہ تھا کہ وہ اسے کیوں روک رہا ہے، حرا نے فوراً سے مڑ کر دیکھا جہاں نادم کی آنکھوں میں بے حد تلخی اور ہاتھ میں اسکی گرفت زدہ بازو شدت سے مقفل تھی۔ نادم کی نظریں ملتے ہی وہ پھر سے اسکی بازو چھوڑ کر اپنی بے قراری چھپاتا ہوا نظریں جھکا گیا تھا۔ حرا نے کچھ دیر یونہی مڑ کر نادم کے جبر کو دیکھا اور پھر اپنی ہتھیلی نادم کے سامنے پھیلائے مسکرا دی۔ نادم نے

تاسف زدہ ہو کر چہرہ اٹھائے حرا کو دیکھا جو میٹھی سی مسکان دے رہی تھی، نادم کچھ لمحے عجب شش و پنج میں رہا مگر پھر اسکا نازک ہاتھ پکڑے اٹھ کر اس نازک پری کے مقابل آیا۔ دونوں کی نظریں آج ایک نیا فسانہ تحریر کر رہی تھیں۔

"کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟" حرا نے اس بجھے سے کہیں کہیں سے مسمار شخص کی بجھی آنکھوں میں جھانکے حسرت سے پوچھا جس پر وہ خود ساکت سا ہوا تھا۔

"نہیں، ہاں۔۔۔ پتا نہیں" نادم ہوش سے بیگانہ ہو رہا تھا، حرا نے اداس سا مسکرا کر اپنا سر نادم کے سینے پر رکھ دیا۔ آج وہ رضامندی سے نادم کے قریب آئی تھی، دل میں ہلچل سی یقینی تھی۔ یہ سکون نادم کے دل میں پہلی بار اترا تھا۔ باہمی رضامندی کی اچھوتی تسکین۔

"جب آپکو پتا چلا تو مجھے بتا دیجئے گا، میں مان لوں گی" حرا نے اپنی بازو دہری کیے نادم کے سینے پر رکھی اور دوسری سے وہ نادم کی پشت سے تھوڑی شرٹ جکڑ کر ساتھ لگی ہوئی تھی۔ نادم نے کسی سحر انگیز سی طلسم زدہ اس سلسلے کو اپنی نظریں جھکا کر حرا کا چہرہ دیکھنے سے مزید بڑھایا جو آنکھیں بند کیے مسکرا رہی تھی۔ نادم چاہ کر بھی اسکے گرد اپنی بازو نہ پھیلا پایا تھا، اسے ابھی اس سب سے نکلنے میں کچھ دن درکار تھے۔

"بتا دوں گا، اب تم سو جاو۔ مجھے صبح آفس بھی جانا ہے" زبردستی ہی سہی مگر وہ حرا کو خود سے فوراً ہڑبڑاتے انداز میں الگ کیے پھر سے صوفے پر جا بیٹھا اور بیٹھتے ہی فوراً سے بیشتر لیٹ گیا۔ حرا نے گردن موڑ کر نادم حسین کا ایک اور حسین روپ دیکھا اور کچھ دیر اسے پیار اسا دیکھتی ہوئی بیڈ کی طرف گئی اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔ وہ اپنی کروٹ نادم حسین کی طرف کیے تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ گہری نیند میں نہیں گئی۔ نادم نے کچھ

دیر بعد چہرے سے بازو ہٹا کر گردن موڑے دیکھا تو حرا اسی کی سمت چہرہ کیے سو چکی تھی۔ اب کی بار نادم حسین کا دل تھوڑا مزید پرسکون ہوا تھا، مثبت سوچ کے آتے ہی ہمارے اندر کی بے سکونی زائل ہو جاتی ہے اور یہی نادم حسین کے ساتھ ہو رہا تھا۔

****

ہیڈ کوارٹر میں کیس کو لے کر کام جاری تھا ساتھ ساتھ کھانے پینے اور آرام کے لیے بھی وقت نکالا گیا تھا۔ ان سارے دنوں میں مہران بابا نے آفس میں ہی رکنے کا ارادہ کیا تھا، بھلے انکی صحت تھوڑی ناساز سی تھی مگر آج تو یوں تھا کہ ان میں ایک نیا حوصلہ اور ولولہ بھر گیا تھا۔ یہ پانچ دن سب کے لیے الگ الگ نوعیت کے ساتھ اترے تھے۔ نادم حسین کو خود کی ذہنی حالت پرسکون کرنے کے لیے یہ سارے دن لگ گئے تھے۔ وہ اگلے روز سے آفس دوبارہ جا چکا تھا اور واپس آکر بھی وہ زیادہ تر خاموش رہتا تھا۔ حرا کو اسکی خاموشی سے صاف صاف بے چینی لاحق تھی مگر اس نے بھی نادم حسین کی اس خود ساختہ خاموشی کو اس کے بعد چھیڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ بھی اگلے دن سے اپنے کالج کو سٹارٹ کر چکی تھی۔ شمس اور ہاجرہ کو بھی حرا کی پڑھائی سے کوئی اعتراض نہ تھا بلکے شمس خود حرا کو صبح نادم ہی کی گاڑی میں چھوڑ کر آتے تھے۔ نادم کا آفس ٹائمنگ، حرا کے کالج کے

وقت سے تھوڑا تاخیر لیے تھا۔ ویسے بھی وہ ان دنوں حرا سے ہر ممکن دوری بنانے کی کوشش میں تھا، اپنا بدلا چھوڑنا ایک کٹھن امر تھا اور اس جبر زدہ فیصلے نے نادم کو فی الحال بہت خاموش بنا رکھا تھا۔ خضر اور آئرہ کے علاوہ باقی ستارہ ٹیم یہ دن اپنے کام کے علاوہ ہر سرگرمی ترک کر چکے تھے۔ یہ کیس نہ صرف ستارہ کی بقا کے لیے اہم تھا بلکے ملک کو ایک بہت بڑے خطرے سے بچانا بھی ضروری تھا۔ سیٹھ میزان خان نے دو دن بعد ہی دوسری چٹ مہران کامل کے گھر بجھوا دی تھی مگر گھر میں کوئی موجود نہ تھا، وہ لوگ محتاط تھے تبھی انھیں انتظار کرنا ہی بہتر لگا تھا۔ سیٹھ کو یہی لگ رہا تھا کہ کردان حق ڈر کر اندر چھپا ہے مگر ایسے بدبخت کبھی ایک سچے جانباز کو نہیں جان پاتے۔ اسکی ناک کے نیچے سے کردان حق نہ صرف گھر سے نکل چکے تھے بلکے اسکے خاتمے کے ایک بہترین پلین کا حصہ بھی تھے۔ ضامن اور مینا کی سزا باقاعدہ شروع ہو چکی تھی، گو یہ وقتی تنہائی سہنا انکے لیے ایسا ناممکن بھی نہ تھا۔ مگر پانچ سال بعد زندگی دوبارہ حاصل کرنے کی موہوم امید نے ان دونوں کو اس کٹھن سفر پر چلنے کے لیے قائل کر لیا تھا۔ عنیہ کے کالج سے سرٹیفیکیٹ اور باقی ویزہ، پاسپورٹ کا سارا کام خضر نے خود جا کر مکمل کیا تھا۔ اس دوران عنیہ نے مبشر سے واقعی کوئی بات نہیں کی تھی۔ وہ خود کو بہت مشکل سے اس فیصلے کے لیے راضی کر پائی تھی۔ باقی سب بھی اپنی زندگی میں ایک رواں راستے پر چل رہے تھے۔ کل کیس پرفارمنگ ڈے تھا اور کل صبح افراح، زیان کے ساتھ ہی عنیہ کی بھی فلائیٹ تھی۔ اب کی بار عریش ہی اسے مری سے لینے گیا تھا، چونکہ فلائیٹ صبح کی تھی لہذا عریش شام کو ہی مری کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔

"لڑکی تم نے ابھی اپنی پیکنگ نہیں کی، کیا ہوا ہے منہ کیوں لٹکا رکھا ہے" عریش، جنت اور دادی تینوں ہی دو کلو کا منہ پھلا کے بیٹھی عنیہ کو دیکھ رہے تھے جواب عریش کی اس بات پر دادی کی لاڈو بن کر ساتھ لگی تو دادی نے بھی باہیں کھول کر اسے پیار کیا۔ کل وہ جانے والی تھی تبھی اس سمیت سب اداس تھے۔

"مجھے ابھی سے کچھ ہو رہا، میں کیسے رہ پاوں گی آپ سب کے بنا" عنیہ گو اتنے دن بعد بھی وہی رونا منہ لیے تھی جس پر اب عریش باقاعدہ اٹھ کر اسکے قریب جا کر مسکراتے بیٹھا۔ جنت بھی اداس سی مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"دیکھ لو ناں ہم کیا کر سکتے ہیں، تمہارے اس بے تاب بادشاہ کی فرمائش تھی۔ ویسے بھی سب کے ساتھ مجھے بھی یہی لگتا ہے کہ وہاں وہ اکیلا ہے اسے کسی کی ضرورت ہو گی۔ دیکھو ناں لڑکی، یہاں تو ہم سب ہیں۔ اور انگلینڈ یہاں سے دور ہی کتنا ہے، جب دل کرے مبشر کو آرڈر کرنا تو وہ میری شہزادی کو لے کر پہنچ جائے گا۔ بس کر ناں شوخی، کئی دن سے یہ منہ بنا رکھا اب تو تمھاری شکل بھی ایسی ہی ہو گئی ہے سچی" اب عریش بھی اسے خود سے لگائے بہت پیار سے بولا تو وہ تھوڑی پر اعتماد ہوئی تھی، شاید اسے جنت اور دادی کے ساتھ ساتھ عریش کی تسلی بھی درکار تھی جواب ملی تھی۔

"ٹھیک ہے، لیکن آپ سب مجھے بھول مت جایئے گا" عنیہ تو لگتا تھا ساری عمر کے لیے جدا ہونے لگی تھی، پر وہ تھی ہی لاڈلی تو اب دور جانے پر دل سے غمگین تھی۔ دادی خود اپنی اس جان سے عزیز عنیہ کے دور جانے پر کہیں نہ کہیں اداس تھیں مگر ساتھ ساتھ انھیں عنیہ کی قسمت پر بھی رشک تھا۔

"پگلی، ہم تجھے کیسے بھول سکتے ہیں۔ تو میری اور میرے اس گھر کی جان ہے عنیہ" دادی جان کی نثار ہوتی نظروں اور لہجے میں امڈتے پیار نے عنیہ کا دل بھر دیا تھا۔ اب تو جنت اور عریش بھی پھر سے دادی پوتی کے پیار پر نثار ہو گئے تھے۔

" بلکل، خاص کر میں تو تمہیں بہت مس کروں گی۔ چلو آو تمہاری پیکنگ میں ہلپ کر دوں۔ صبح جلدی نکلنا ہے، آ جاو" جنت نے اب خود ہی اٹھ کر اس اداس آتمابنی عنیہ کو ہاتھ بڑھا کر اٹھایا تو وہ بے دلی سے ہی سہی مگر جنت کے ساتھ اندر چلی گئی تھی۔ اب عریش نے دادی کی قریبی جگہ سنبھال کر اپنی تمام تر توجہ انکی اداسی پر ثبت کی۔

" میری ڈائنامائٹ پیاری دادی، آپ اداس مت ہوں۔ جلد آپکو کوئی نئی پیاری رونق ملے گی" عریش صاحب تمام تر سنجیدگی سے یک دم شرارت پر آئے تو واقعی اداس سی دادی اسکا کان پکڑے ہنس دی تھیں۔

" جلدی کرو ناں پھر میرے بچے، مجھ سے اب مزید انتظار نہیں ہوتا۔ میری عنیہ چلی جائے گی تو ویسے بھی گھر سونا ہو جائے گا، میں چاہتی ہوں اب میں تم سب کے بچے دیکھوں۔ خضر کے، زیان، کے اور تیرے" دادی جان تو زر الفٹ پر پوری دکان کھول کے بیٹھ گئیں اور اب تو عریش بھی پس پردہ مسکان سی جذب کرتا دیکھائی دیا تھا۔

" ھاھا دادی، آپ مجھے باتوں باتوں میں سیریس کر رہی ہیں" عریش کی بتیسی پھوٹ کر دادی کو بھی موہنے انداز میں ہنسا گئی اور اب دادی تھیں اور انکا جان سے پیارا عریش۔ ممکن تھا کہ اب بہت جلد بہت سی مزید خوشیاں بھی اس فیملی کے دروازے پر دستک دینے والی تھیں۔

****

نادم آتے آتے آج کافی لیٹ ہو گیا تھا کیونکہ فیکٹری میں کچھ نئی مشینری کی فٹنگ کا کام ہو رہا تھا اور جلال نے یہ ساری ذمہ داری بھی اسے ہی دے رکھی تھی۔ کل تک نادم مطلب کے لیے اپنا بیسٹ دیتا تھا مگر کچھ دن سے اس نے اپنے کام میں پہلے سے زیادہ لگن دیکھائی تھی۔ آج جلال نے اسے شادی کے تحفے کے طور پر پیرس کا ہنی مون پیکج دیا تھا۔ بقول انکے کہ یہ دن تھوڑے گھومنے کے ہیں۔ نادم نے اتنے پیار سے جلال کا دیا تحفہ رد کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور کہہ آیا تھا کہ اگر حرا جانا چاہے گی تو وہ دونوں چلے جائیں گے۔ نادم کمرے میں آیا تو حرا پورے بیڈ پر اپنی کتابیں پھیلائے پورے انہماک سے پڑھنے میں گم تھی۔ نادم کو دیکھ کر فوراً سے پہلے کتابیں سمیٹے اپنا سائیڈ سے دوپٹہ لیے بیڈ سے اتری اور ننگے پیروں سے ہی نادم تک آئی جو اپنا کوٹ اتارنے کے بعد وارڈراب سے اپنے کپڑے نکال رہا تھا۔ آج بھی وہ ہنوز چپ اور سنجیدہ تھا، حرا کو مہرو نے ہنی مون کے لیے پیرس جانے کا بتا دیا تھا تبھی وہ تھوڑی ایکسائیٹڈ سی لگ رہی تھی۔ سیاہ جوڑے جس پر گلابی موتی والی لیس تھی اور گلابی ہی جالی دار آنچل لیے وہ آج بھی پہلے جیسی پیاری لگ رہی تھی۔ نادم بڑی سنجیدگی سے اپنا ٹراوزر اور شرٹ نکالے مڑا تو سامنے حرا کو متجسس سے تبسم میں لپٹا دیکھ کر تھوڑا قریب آیا۔ اب تو جناب پہلے جیسے نادم کہیں سے نہیں تھے، یہ محبت یہاں بھی اک وحشی کو کارآمد سا دیوانا بنا چکی تھی۔

"وہ، مما بتا رہی تھیں کہ ہم پیرس جا رہے ہیں۔ کیا سچ میں؟ آپ جائیں گے" حرا کی پر رونق صورت بتا رہی تھی کہ وہ اس کے لیے بہت خوش ہے، تبھی نادم شرٹ اور ٹراوزر صوفے پر رکھتا ہوا سیدھا ہو کر حرا کی طرف متوجہ ہوا جو سراپا سوال بنی تھی۔

"کیا تم جانا چاہتی ہو، وہ بھی میرے ساتھ؟" نادم نے تھوڑی سی فکر مندی اور حیرت ملائے سوال کیا جس پر حرا فوراً سے مسکراتی ہوئی ہاں میں سر ہلا چکی تھی۔ نادم کے چہرے پر بھی بہت مدھم سی اطمینان کی لہر ابھری مگر پھر یک دم معدوم سی ہو گئی۔ حرا نے محسوس کیا کہ وہ ابھی تک الجھا ہوا ہے، خود حرا نے اسے اتنے دن بلکل نہیں چھیڑا تھا۔ شاید وہ چھوٹی ہو کر بھی اس بڑے نادم حسین کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"حرا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، اگر تم اس شادی سے نجات چاہو تو میں تمہیں آزاد کرنے کو تیار ہوں۔ میں نے بہت سوچا مگر مجھے اپنی یہ ناانصافی ہضم نہیں ہو رہی۔ میں نے تم سے شادی جس بدلے کے لیے کی تھی وہ ختم تو تم بھی اس ناپسند قید سے رہائی پانے کا حق رکھتی ہو۔ تم مجھ جیسا انسان ڈیزرو نہیں کرتی، تم اپنے جیسے کسی مہربان انسان کی مستحق ہو۔ میں تمہیں برا لگتا ہوں اور میں نہیں چاہوں گا کہ تم اس برائی کے ساتھ زبردستی بندھ جاو" نادم کی خاموشی اس بات پر ٹوٹے گی یہ تو خود نادم نے بھی نہ سوچا تھا مگر وہ اس نازک اور معصوم سی حرا سے کوئی ناانصافی نہیں کر سکتا تھا۔ بھلے وہ بدل گیا تھا مگر وہ اب بھی خود کو حرا کے لائق نہیں سمجھ رہا تھا۔ حرا اس بات پر بے حد اداسی سے سر جھکا گئی تھی۔ حرا نے کچھ دیر ہنوز خاموشی اوڑھ کر پھر سر اٹھا کر نادم کے پریشان سے چہرے کو دیکھا جو کل تک ایک پتھر تھا اور آج موم جیسا نرم۔ حرا نے کچھ دیر نادم کو دیکھا، وہ نادم

کے کہے لفظ کھوج رہی تھی۔ نادم حسین نے تو اسے کوئی تکلیف نہیں دی تھی، بلکے وہ اس تکلیف دینے کے عمل میں بھی مہربان رہا تھا۔

"مجھے آپ اب برے نہیں لگتے، آپ ایسا نہ کہیں۔ آپ نے مجھے تکلیف نہیں دی، مجھے کوئی درد نہیں دیا۔ میری شادی آپ سے زبردستی نہیں ہوئی، میں نے آپکی نرمی کی بدولت ہاں کی تھی۔ وہ نرمی جو اپ کے برے روپ کے دوران بھی آپکے اندر کہیں نہ کہیں موجود تھی۔ سچ بتاوں آپکو، آپ اتنے دن سے چپ تھے مجھ سے بولے نہیں تو میں خوش نہیں تھی۔ اداس تھی۔ آپ کے ساتھ پیرس جانے کا سوچ کر مجھے بہت سارا اچھا لگا، مما نے کہا تھا اب میرا سب کچھ آپ ہیں۔ میں نے سب کچھ آپکو بنا لیا ہے، آپ جیسے بھی ہیں مجھے اب اچھے لگتے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ اس گھر کو یا آپکو چھوڑوں، یہاں مجھے بلکل گھر جیسا پیار ملا" حرا کی کہی باتیں نادم حسین کے دل کا ہفتے سے دھرا سارا رہا سہا بوجھ ہٹا گئی تھیں، وہ واقعی بہت معصوم تھی۔ نادم کو اپنی کی گئی بدتہذیبی پر ملال تھا، وہ بنا کسی جھجھک کے نادم کا مضبوط ہاتھ پکڑ کر اپنی دھن میں مسکرا کر بولتی چلی گئی تھی۔

"حرا پلیز سوچ لو، میرا دل عجیب سے بوجھ کے نیچے دبا ہے" نادم نے اب کی بار حرا کا چہرہ تھامے تاسف سے گزارش کی تھی جس پر وہ پھر سے ویسا ہی مسکرائی تھی۔

"سوچ لیا ہے، مجھے نہیں جانا۔ آپ بہت اچھے ہیں، میں نے آپکا اصل اچھا ہونا محسوس کیا ہے۔ تبھی تو میں چاہ کر بھی آپکے سامنے کوئی اعتراض نہیں کرتی تھی، یہ سچ ہے تب میں بہت روئی تھی۔ تب مجھے آپکے قریب آنے سے اور آپکے رویے سے بہت تکلیف ہوئی تھی مگر اب کوئی تکلیف نہیں رہی، آپ نے میری تکلیف ختم کر دی ہے۔ ہم کبھی نہیں الگ ہوں گے پلیز، ٹھیک ہے ناں" حرا کی آنکھوں میں بات کے اختتام تک اک ڈر سا امڈ اتھا

کہ کہیں نادم واقعی اسے چھوڑ نہ دے، نادم نے نظریں جھکا کر ایک سرد سا سانس خارج کیا اور اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتا حرا پھر سے اسکی کمر تک بازو لے جا کر باندھتی اسکے سینے پر سر ٹکا گئی تھی۔

"مجھے آپ مت چھوڑیں، مجھے اب آپ سے ڈر بھی نہیں لگتا۔ ہم بہت خوش رہیں گے، وعدہ کرتی ہوں کبھی نہیں رووں گی۔ آپ کہیں گے تب بھی مما کی طرف نہیں رکوں گی، آپکے سارے کام بھی کرلوں گی مجھے مما نے سب سیکھایا ہوا ہے۔ کہیں تو کھانا بنانا بھی سیکھ لوں گی، یہ گھر بھلے چھوٹا سہی مگر اس گھر میں ہمارے گھر سے زیادہ سکون ہے" حرا کا ننھا سا دل بھی کہیں نہ کہیں اس پہاڑ جیسے نادم حسین کا ہو گیا تھا، شاید یہ نکاح کا اثر تھا اور کچھ نادم کے اندر آنے والے خوبصورت بدلاو کا جس نے حرا کے دل میں اسکی جگہ بنا دی تھی۔ نادم کے ہونٹوں پر بھی حرا کی ان باتوں سے ہنسی جگمگائی تھی۔ اپنی بازو وہ بھی اب مسکرا کر اسکے گرد باندھنے کے فورا بعد اسے روبرو لا کر رشک سے دیکھ رہا تھا جو ابھی بھی تھوڑی اداس تھی۔

"تم یہ سب میرے لیے کرو گی؟" نادم کے دل نے اپنی اہمیت جاننے کی فرمائش کی تھی، نادم بہت پیارے انداز میں اسکے دونوں ہاتھ پکڑے شدید تجسس سے بولا تھا۔ حرا نے اب کی بار تھوڑی گھبرائی شکل کے ساتھ ہاں میں سر ہلایا تو اس پر دونوں ہی پیارا مسکرائے تھے۔

"میں واقعی تمہیں برا نہیں لگتا؟ ڈر بھی نہیں لگ رہا" نادم اب اسے بازو سے پکڑے تھوڑا قریب کیے زرا سا بے خود ہو کر بولا جس پر حرا کی سٹی تھوڑی گم لگی مگر وہ اب پہلے کی طرح نہ کانپی تھی نہ خوف سے لرزی تھی۔

"آپ اچھے جو ہو گئے ہیں" حرا کو نادم کے یوں قریب آنے پر کچھ سمجھ نہ آیا تو نظریں جھکائے یہی بڑبڑا گئی اور نادم اسکی اس گھبراہٹ پر دل سے خوش ہوا تھا

"تمہیں پتا ہے تمہاری وجہ سے اچھا ہوا ہوں، مجھے تم ملی ہو تو میرے اندر کی ہر بری سوچ اور بے سکون کرتے جذبات بھی مٹ گئے ہیں۔ یہ تمہیں چھوڑنے کی بات میں نے جس دل سے کی وہ میں ہی جانتا ہوں، سچ کہوں میں خود یہی چاہتا ہوں کہ ہم ساتھ رہیں۔ مجھے ہر زیادتی کے لیے معاف کردو حرا، جانتا ہوں بہت تکلیف سے گزارا تمہیں لیکن وہ سب میرے بس میں نہیں تھا۔ معاف کردو گی ناں؟" نادم حسین کی آنکھوں میں حرا نے اپنے لیے بے پناہ محبت اور دیوانگی دیکھی تھی، وہ اسکے ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھے معافی کا پروانہ مانگ رہا تھا اور وہ نادم کا آج پہلے سے بھی زیادہ پیارا روپ دیکھ کر رشک میں تھی۔ محبت میں واقعی اتنی طاقت ہوتی ہے کہ وہ جانور کو انسان بنا دیتی ہے، آج یہ بات حرا اور نادم دونوں کو پتا چلی تھی۔

"میں نے معاف کر دیا ہے، آپ مجھ سے معافی مت مانگیں پلیز۔ آپ بس ایسے ہی رہیے گا، اچھے" حرا کو آج خود بھی اپنا آپ بہت آزاد اور ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ نادم نے بھی اب پوری دلفریبی کے سنگ حرا کی پیشانی کو چومے اسے ویسی ہی نرمی کے سنگ خود میں سمو لیا تھا جو آج اس پہاڑ جیسی گرفت میں ذرا بھی بے چین نہ تھی۔

"ہمیشہ ایسا ہی رہوں گا، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تم جیسا کہو گی اب یہ بندہ ویسا ویسا بن جائے گا۔ بس میری زندگی کا حصہ رہنا۔ اب جلدی سے پیکنگ کر لو، کل ہم پیرس کے لیے نکل جائیں گے" پہلی باتیں وہ بہت پیار سے بولنے کے بعد آخر میں اسے مزید ہنسا چکا تھا۔ پیرس جانے کا سوچ کر ہی وہ نازک سی پری کھل سی گئی تھی، اور نادم اس جان سے بھی عزیز حرا کی اب ہر خوشی کا دل سے احترام چاہتا تھا۔ محبت کی کاملیت یہاں تو ہو گئی تھی، برائی کا خاتمہ کس قدر پیارے محبت زدہ ملن پر ہوا تھا کہ ہر منظر اور نظارہ بھی بے حد نازاں تھا۔

****

"کردی اسکی پیکنگ مگر وہ ابھی بھی ویسی ہی اداس ہے، اب لگتا ہے مبشر ہی اسکی اداسی دور کرپائے گا" جنت تمام کام مکمل کیے کمرے میں آئی تو عریش بیڈ پر نیم دراز ہو کر لیپ ٹاپ کھولے کسی کام میں مگن تھا جب جنت کے آکر بے حد فکر میں ڈوبے انداز پر کہنے پر مسکرا کر نظریں جنت پر ٹکا چکا تھا جو بہت جلدی اس گھر کی پیاری سی سگھڑ بہو کا روپ دھار چکی تھی۔ نئ نویلی دلہن نے اپنے لمبے بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنا کر میرون ڈارک کلر پہن رکھا تھا، گہرے رنگ یوں بھی جنت پر آفت لگتے تھے۔ عریش دبی سی مسکان کے سنگ آئینے کے سامنے کھڑی جنت کو کچھ لمحے دیکھنے کے بعد اپنا لیپ ٹاپ کلوز کیے اٹھا اور اسے ٹیبل پر رکھنے کے بعد جنت کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ جنت نے آئینے سے عریش کی ایک مسکرائی نظر خود پر دیکھی تو تھوڑی حیا کے سنگ اپنی نگاہیں جھکائے مڑ کر عریش کے روبرو ہوئی۔

"اسکی اداسی تو دور ہو ہی جائے گی پر ہماری کون دور کرے گا" عریش صاحب لگتا تھا آج آر یا پار والی تیاری کر چکے تھے، جنت نے بہت مشکل کے بعد گھبرائی سی ایک نظر اٹھا کر عریش کو دیکھنے کی جسارت کی جو اپنی دونوں بازو جنت کے گرد باندھے بڑا معصوم لگ رہا تھا۔

"آپ کیوں اداس ہیں، مجھے بتائیں "طبیب ہو تو ایسا، عریش کا دل اک انجانی سی خوشی سے مہک اٹھا تھا، بظاہر وہ پر اعتماد تھی مگر ہمیشہ عریش کے قریب آنے پر وہ خود کے اندر کہیں سمٹ جاتی تھی۔

"تمہیں بتادوں؟ واقعی" عریش کا پر اسرار سا سوال جنت کو اک نئ خواہش کا پتا دے رہا تھا، اب کی بار وہ چاہ کر بھی عریش کو کوئی انکار نہیں کرنا چاہتی تھی، جنت کی پلکیں پھر سے اس نزاکت خیز لمحے کے باعث گر گئیں،

عریش ہنوز محبت اور سنجیدگی سے جنت کا چہرہ مرکوز کیے اسکے چہرے پر اڈتے جل مل کرتے رنگ دیکھ کر جی رہا تھا۔

"جی" جنت اس من پسند سی قربت میں بھی نڈھال تھی، بھلے وہ نازک سی تھی۔ جتنی بھی سخت جان ہو جاتی یہ لمحہ اسے ایسا ہی بنا دیتا، جب کوئی خواہش ایسی مقدس ہو جو آپکی اپنی رضا بھی ہو۔

" تمہیں پتا ہے جنت، ایک ملک کا وفادار سپاہی اپنے ہاتھ میں اپنی جان لے کر گھومتا ہے۔ شہادت ایک عظیم رتبہ ہے جسکی مجھے بھی خواہش ہے، میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ کوئی بڑا ظلم ہو۔ میں جانتا ہوں یہ بات تمہیں تکلیف دے رہی ہے لیکن یہی سچ ہے کہ میرے لیے میرا وطن سب سے پہلے ہے، اگلے پل کی خبر نہیں۔ میں تمہیں مزید وقت ضرور دیتا مگر اس بار میں خود تھوڑا ڈر گیا ہوں۔ کل تک میرے ساتھ میری دادی اور بہن تھیں، وہ دونوں بھی مجھے کھونے سے ڈرتی ہیں مگر بابا کی شہادت کے بعد اور مما کی وفات کے بعد وہ دونوں اس معاملے میں مجھ سے زیادہ مضبوط ہیں۔ لیکن تم، تم وہ ہو جسے کھونے سے میں ڈر گیا ہوں، مجھے میرے اللہ کا ہر فیصلہ منظور ہے لیکن میں پھر بھی تمہارے ساتھ جینے کی خواہش رکھتا ہوں" عریش کی سنجیدگی میں محبت اور وفاداری بے حد زیادتی سے بھری تھی، وہ ایک ہاتھ جنت کے گرد سے کھول کر اسکا چہرہ تھامے اسکی آنکھوں میں دیکھے اپنے دل کی ہر بات کہہ گیا تھا۔ جنت نے رنجیدگی کے انتہا درجے پر عریش کی آنکھوں میں اپنے لیے پھیلی چاہت دیکھی اور دل ہی دل میں عریش کی سلامتی کی کئی دعائیں کر گئی۔

"عریش نہیں، ایسی باتیں ابھی سے مت کریں۔ مجھے آپکے ساتھ ہمیشہ رہنا ہے، آپ ہم سب کی دعاوں میں ہیں" جنت تو عریش سے دور ہونے کا تصور کر کے ہی کانپ اٹھی تھی، خود عریش بہت پیار سے اسکی ڈوبتی سانس بحال کرنے کو اسے خود میں سمو گیا اور وہ سہمی ہوئی اسکے سینے سے لگ گئی۔

"ہمیشہ تو کچھ نہیں رہتا جنت، مجھے کچھ ہو بھی جائے تو تمہارے پاس میری محبت ہمیشہ رہے گی۔ میں خود چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہوں، مگر تم حقیقت پسند بن کر سوچو" عریش اسے بہت نرمی سے ہر طرح کے حالات کے لیے تیار کرنا چاہتا تھا، وہ جنت کی تکلیف سے خوفزدہ تھا۔ جنت کا دل نا جانے کیوں بھر آیا تھا، عریش اسکی وہ مراد تھا جو اسے جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔

"نہیں ناں، ابھی سے میں حقیقت پسند نہیں بننا چاہتی۔ عریش پلیز میرا دل بند ہو جائے گا" آنسو کا گولا سا جنت کے حلق میں اٹکا، وہ بہت زیادہ دکھی تھی۔ عریش نے بھی ایک اداس سی مسکان کے سنگ اسے مزید جکڑا، جنت کا دل پل پل عریش کی سلامتی کے لیے دعاگو تھا۔

"خیر آج ہم ایسی کوئی بات نہیں کرتے، آج صرف میں اور تم۔ یہاں دیکھو" کچھ دیر یونہی قربت کا سلسلہ قائم رکھنے کے بعد وہ جنت کی اتری بجھی صورت ہاتھوں میں لیے اپنے سامنے لایا جو بس پھر سے رونے کو تیار تھی۔

"تم بہت پیاری ہو مجھے، میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے کسی سے واقعی اتنی محبت ہو جائے گی۔ تمہاری آنکھ میں آئی یہ نمی میرے دل کو اک الگ ہی فرحت دے رہی ہے، تمہاری محبت ان آنسوؤں میں دکھائی دے رہی ہے۔ مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے، تم مجھے ہمیشہ سے اچھی لگتی تھی۔ میں تمہیں نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتا تھا، شاید تم جو مجھ کو چاہتی تھی یہ اسی کا اثر تھا، تم مجھے واقعی جنت لگتی تھی اور دیکھو آج سچ میں میری جنت ہو

بس ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا کہ عریش تم سے نہ کبھی بے وفائی کر سکتا ہے نہ کرے گا۔ اگر مجھے اپنی گزاری عمر واپس مل جائے تو میں اس سارے وقت میں تم سے محبت کا دم بھروں۔ تم ہمیشہ مسکراتی رہنا، کبھی مت رونا۔ مجھے تم ہنستی اچھی لگتی ہو، میں نے ہمیشہ اپنے اندر کی اداسی کو مسکرا کر ختم کیا ہے اور یہ ہنر اب تم سیکھو۔ بھلے میں تم سے کتنا بھی دور چلا جاوں، کسی بھی نگر جا بسوں لیکن میرے لیے جنت سب سے اہم ہے اور رہے گی" عریش کی ایک ایک بات والہانہ الفت اور دلفریبی لیے ہوئے کبھی ہنسی بنی تو کبھی محبت کا روپ دھار گئی، جنت کو لگا کہ اس سے پیارا اظہار تو روح زمین پر بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ اسے آج سب کہہ گیا تھا، جنت کا دل اس اظہار پر پوری شدت سے شادماں تھا۔

"سب باتیں ٹھیک مگر آپ مجھ سے دور مت جایئے گا عریش" جنت کا دل تو بس اسی بات سے کانپا تھا، عریش بھی موہنا مسکرا کر جنت کی پیشانی پر محبت رکھے اس پگلی پر ہر ممکن حد تک نثار ہوا تھا۔

" آج تبھی تو تمہارے قریب آنا چاہتا ہوں تاکہ دور ہو کر بھی تمہارے پاس رہوں، کیونکہ تم سے دور اب میں خود بھی نہیں رہ سکتا" دونوں کی آنکھوں میں ایک دوسرے کا ہونے کی سچی تڑپ اور خوشی تھی، جنت اسکی تھی۔ وہ اسکا حاکم تھا، اور وہ اسکے قدموں میں نثار ہونے کو بھی باعث شرفت جانتی تھی۔ وہ اپنا ہر اختیار آج مکمل طور پر عریش کو سونپ کر پھر سے اسکے سینے سے لگ گئی تھی۔ عریش کے چہرے پر بھی اک آسودہ سی مسکراہٹ تھی جو اس من پسند سے ملن کا پہلا سکھ تھی۔ گرفت میں شدت اور پیار ہنوز قائم رہا اور گہری رات کے معطر لمحے چاند کے گرد ہالہ بنائے ہوئے جھوم رہے تھے۔ محبت کو دوام ہوتا ہے، یہ جو سکھ ہے یہ محبت کے نام ہوتا ہے۔

****

صبح فجر کے وقت ہی عریش اور عنیہ لاہور کے لیے نکل گئے تھے، دادی اور جنت دونوں نے ہی خوب پیار اور محبت کے سنگ آنکھیں نم کیے اس گھر کی رونق کو رخصت کر دیا تھا۔ عنیہ کا دل ابھی بھی اداس تھا اور یہ قدرتی تھا، بھلے وہ اپنے شہزادے کے پاس جا رہی تھی مگر وہ آسودگی جو گھر تھی اسے نا جانے وہاں ملنے بھی والی تھی یا نہیں۔ دوسرا اسکے دل میں مبشر کو لے کر بہت سے وسوسے تھے، وہ بندہ ہر طرح اس پر بھاری تھا۔ ستارہ ٹیم کا کیس بھی ساتھ ہی شروع ہو چکا تھا۔ آج رات سیٹھ میزان خان کی پاکستان واپسی تھی اور وہ سپیشلی کردان حق پر گہری نظر کرم کرنے ہی تمام تر رسک کے آ رہا تھا۔ اسکے پاکستان پہنچنے اور آبائی گھر جانے کی ساری انفارمیشن ستارہ کے پاس موجود تھی۔ وہاں زیان اور افراح اپنا کام مکمل کر کے پھر سگنل دینے والے تھے جس کے بعد باقی کا کیس مکمل کیا جانا طے پایا تھا۔ عریش بھی واپس آ کر اپنے کام پر لگ چکا تھا۔ آئرہ، خضر، عریش، کامل بابا اور ہزل ایک ٹیم میں شامل تھے اور یہ کیس مکمل کرنے کے لیے وہ کسی بھی قسم کے رسک کو افورڈ نہیں کر سکتے تھے۔ گلاسکو میں موجود ستارہ کے دو سو لوگ اپنی کڑھی نگرانی شروع کر چکے تھے۔ سب ہی ایکٹیو تھے، اللہ کا نام لے کر کیس کا آغاز ہو گیا تھا۔ ایک بار پھر ہر کوئی پر امید تھا، ملک کی طرف اٹھنے والی ہر میلی نظر کو ستارہ ایک بار پھر نیست و نابود کرنے والی تھی۔ افراح، زیان اور عنیہ ائیر پورٹ پر پہنچ چکے تھے، وہ لوگ انگلینڈ کے بارہ بجے تک لینڈ کر گئے تھے۔ آدھے گھنٹے بعد ہی زیان اور افراح کی وہیں سے گلاسکو کی فلائیٹ تھی۔ عنیہ وائیٹ شارٹ

فراک کے نیچے جینز پہنے بالوں کو ڈھیلی پونی میں مقید کیے اپنی جیکٹ ہاتھ میں لیے اس پیارے سے فل بلیک میں ملبوس گریس فل سے کپل کے ساتھ باہر نکلی تو سامنے روڈ پر محترم مبشر صاحب اپنی پوری آفت خیز تیاری کے سنگ سینے پر ہاتھ باندھے بتیسی نکالے پائے گئے۔ عنیہ تو فوراً سے سر جھکا گئی مگر مبشر صاحب اب زیان سے لپٹ کر فلائیٹ کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر چکے تھے۔ افراح نے ایک نظر منہ بسور کر کھڑی عنیہ کو دیکھا تو ناچاہتے ہوئے ہنس کر اسے اپنے ساتھ لپٹائے ہنس دی۔

"ماشاءاللہ بڑے لوگ آئے ہیں" مبشر اب کی بار عنیہ کو دیکھ کر شریر ہوا جو کافی دبی اور تھکی لگ رہی تھی، زیان اور افراح بھی دونوں بچوں کو دیکھ کر مسکرا دیے۔

"جی جناب اب یہ لوگ تمہارے حوالے، ہم سب کی اکلوتی، اور پیاری عنیہ اب تمہارے حوالے ہے ہنڈسم۔ اسکا خود سے زیادہ خیال رکھنا، ہم اب یہیں سے جائیں گے لیکن ڈونٹ وری واپسی پر ہم گھر سے ہو کر جائیں گے" عنیہ تو مکمل سنجیدہ اور تھوڑی نروس سی تھی، وجہ وہ آفت کا گولا تھا جو یہاں آکر پہلے سے زیادہ ہنڈسم سا لگ رہا تھا۔ کہاں وہ ننھی معصوم اور کہاں وہ شرارت کا جہان۔ افراح نے بے حد پیار سے عنیہ کی گال پکڑے کہا جو اب زیان بھیا کی لاڈو بن کر انکے ساتھ لگی مل رہی تھی۔ عنیہ کا سامان پہلے ہی زیان گاڑی میں رکھ چکا تھا۔ مبشر نے پوری رضامندی سے ایک نظر بس ابھی رو دینے والی اس حسینہ کو دیکھا اور ہنس دیا۔

"جی خیال ہی تو رکھنا ہے اس کا، ٹھیک ہے میں انتظار کروں گا۔ بیسٹ آف لک اور اللہ آپ دونوں کی حفاظت کرے" مبشر اب خود آگے بڑھ کر زیان سے بغل گیر ہوا پھر افراح آپی سے بھی پیار لینے کے بعد پھر سے عنیہ کو دیکھنا نہیں بھولا تھا۔

"آمین، چلو نکلتے ہیں۔ عنیہ میرا بچہ اب تو مسکرا دو، بلکل بھی اداس مت ہو یہ اپنا بندہ ہے تمہارا۔ چلو اللہ حافظ" اب تو عنیہ کی روتو سی اداس شکل دیکھ کر زیان بھی کچھ شریر ہوا جس پر سب کے ساتھ ساتھ عنیہ کو بھی گھسیٹ کر چہرے پر مسکان لانی پڑی تھی۔ افراح اور زیان دونوں کو ملتے ہوئے پھر سے ائیر پورٹ کی طرف بڑھ گئے اور عنیہ تو یوں انکو جاتا دیکھ رہی تھی جیسے واپس انہی کے ساتھ جانا چاہتی تھی۔ مبشر نے اپنے چہرے کی مسکان جذب کیے عنیہ کو دیکھا جو اب اپنی نظریں موڑے کنفوز سی مبشر کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہو گیا نک چڑھی، پہچانو مجھے میں تمہارا پیارا سا ہسبنڈ" مبشر نے زیر لب شرارت جذب کیے اس بت بنی عنیہ کو کہا جو اب زرا سیڈ سا منہ بنائے مدھم سا مسکرا دی تو گویا مبشر کی جان بھی واپس لوٹی تھی۔

"ھاھا چلو لگتا ہے تھک گئی ہو، آجاو" مبشر خود ہی مسکراتا ہوا اسکا ہاتھ پکڑے فرنٹ سیٹ کا دروازہ اوپن کیے اسے بیٹھا کر دوسری سمت سے خود بھی گاڑی میں جا بیٹھا۔ عنیہ نے رخ پھیر کر ہنوز اداس سی تذبذب زدہ شکل بنائی تو اب کی بار مبشر بہت محبت سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے تھوڑا رخ عنیہ کی سمت پھیر گیا تو وہ بھی کچھ پر اعتماد ہوئی۔

"تمہیں سب سے الگ کر دیا تبھی اداس ہو ناں، لیکن یہ بھی تو سوچو کہ میرا سب بھی تو تم ہو۔ چئیر اپ یار، ایسا منہ تو دشمن کی چوکی تک جانے والے فوجی کا بھی نہیں بنتا" مبشر کی آنکھیں تو آج اپنی اس من پسند عنیہ کے یوں ساتھ ہونے پر چمک رہی تھیں مگر وہ یوں سب سے دور آ کر ابھی بہت اداس تھی۔ مبشر کے ہاتھ کی گرفت نرم تھی اور لہجے میں آخری بات پر شرارت تھی۔

"سوری، لیکن یہ سب میرے بس میں نہیں۔ابھی تھوڑی اداس ہوں "عنیہ نے بجھے پن کے سنگ اپنی بے بسی بتائی تو مبشر پوری دلفریبی سے اسکا ہاتھ قریب کیے اسکی ہتھیلی چومے مسکرایا،عنیہ نے اب کی بار دکھی ہو کر مبشر کی محبت کی سمت دیکھا۔

"کوئی بات نہیں، تمہاری یہ اداسی فطری ہے۔ خیر گھر چلتے ہیں، تھوڑا آرام کر لینا پھر تم ایک دم فریش فیل کرو گی "مبشر اب کی بار تمام شرارت زائل کیے اسکا ہاتھ چھوڑ کر اپنا سیٹ بیلٹ باندھے تشفی لیے بولا جس پر عنیہ بھی اب کی بار مدھم سے اطمئینان میں لپٹ کر سر ہلا چکی تھی۔ مبشر نے رخ پھیر کر ایک بار پھر عنیہ کو اور اسکی اداسی کو دیکھا اور مسکرا کر گاڑی چلادی۔

****

"تم سب سیٹھ میزان خان کے گھر والا مشن آج مکمل کرو گے، باقی اس بے رحم اور بے ضمیر شخص کی موت کل سورج نکلنے سے پہلے ہونی چاہیے اور زیادہ سے زیادہ رات تک، پہلی کوشش اسے زندہ پکڑنے کی ہو گی۔ لیکن اگر تم سب کو لگے کہ اسکی زندگی تم سب کی زندگی پر بھاری ہے تو میں آپ سب کو اسے شوٹ کرنے کی اجازت دیتا ہوں "وہ سب ایک راونڈ ٹیبل کے گرد خفیہ انداز کے سنگ جمع تھے۔ سب ابھی سیاہ کپڑوں میں ملبوس تھے، مشن کی تمام اختتامی تیاری مکمل کی جا چکی تھی۔ اب ہنرل ان سب کو انکی فائنل بریفنگ دے رہے تھے۔

"عریش کا کام گھر کے باہر جونئیر ٹیم کی نگرانی میں اندر کی تمام سیکورٹی کو ہیک کرنا ہو گا، آئرہ باہر عریش کو فالو کرے گی۔ خضر اور کردان حق آپ دونوں کا کام اندر جانے کا ہو گا۔ اس پورے گھر کی ایک ایک اینٹ پر ہمارے ملک کے خلاف کوئی نہ کوئی آنچ دبی ہے۔ تمام انفار میشن اپنے قبضے میں کرنے کے بعد پورا گھر بلاسٹ سے اڑایا جائے گا، کوئی گارڈ کوئی بھی آدمی اس بار ہم نے بچنے نہیں دینا۔ جانتا ہوں اس بار ہمیں بھی تھوڑی سفاکی کرنی پڑھ رہی ہے لیکن یہ ہماری نہیں ہمارے ملک کی بقا اور سلامتی کا سوال ہے" جنرل انجم ان سب کو باری باری پیشہ وارانہ انداز میں بریفنگ دے رہے تھے، یہ کیس افراح اور زیان کے کیس سے پہلے ڈن کیا جانا تھا۔ دوسرا مشن وہاں گلاسگو میں اور پھر ان تینوں مشنز کی کامیابی کے بعد سیٹھ میزان خان کا دی اینڈ کیا جانا تھا۔
اس بدبخت کو تو کردان حق کے غائب ہونے کا غم پاکستان لے آیا تھا مگر حقیقت میں اسے اسکی موت لے کر آئی تھی۔ یہ بلڈ نامی تنظیم جس نے پچھلے کئی سالوں سے پاکستان میں کئی طرح کی سمگلنگ، کئی چھوٹے بڑے جرائم، کئی بم بلاسٹ اور کئی کرپٹ منسٹروں کی پیداوار بنائی تھی۔ یہ چھوٹی چھوٹی تنظیمیں مزید دیو ہیکل بڑی بڑی تنظیموں کی بس دم چھلیاں ہوتی تھیں، اصل ماسٹر مائینڈ تو کسی ایک ملک نہیں بلکے ایک ریاست میں دیمک زدہ انداز میں پھیلے ہوتے تھے۔ یہ ایک اصول ہے کہ جب بھی کوئی ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا ہے تو اس ریاست کی مخالف کئی قومیں سوچ سے گرے ہتھ کنڈے استعمال کرتی ہیں۔ طاقت کی یہ جنگ ہر لیول پر ایک جیسی گندگی لیے ہوئے ہوتی ہے، یہ سلسلہ شہروں سے نکل کر ملکوں سے ہوتا ہوا ریاستوں اور ناقابل شکست شیطانی پھیلی طاقتوں سے جاملتا ہے۔ ہر کوئی ایک دوسرے کو زیر کرنے کے منصوبے میں لگا رہتا ہے، ستارہ جیسی کئی اور خفیہ ایجنسیاں بنانے کا مقصد ہر ملک یہی رکھتا ہے کہ وہ مخفی واروں سے اپنے ملک کی حفاظت کر سکے۔ جس طرح کھلے عام جنگوں اور حملوں کے دوران ملک کی ہر فوج نکل کر اسکا مقابلہ کرتی ہے بلکل ویسے ہی ملکوں کی

دوسرے دشمن ملکوں پر خفیہ حملوں کی جانچ اور جواب کے لیے ایسی فورسز عمل میں لائی جاتی ہیں۔ستارہ مکمل ٹرینڈ اور رجسٹرڈ فورس تھی، اسکے انڈر جو بھی فیصلے لیے جاتے تھے وہ فوج کے زیر اثر یا انکے ہیڈ کی زیر نگرانی عمل میں لائے جاتے تھے۔کسی ملک کی مضبوط ترقی کا راز اس ملک کی مضبوط سیکورٹی اور قابل تعریف ڈیٹیکٹیو ایجنسیوں کے ساتھ ساتھ وہاں کی فوج کے ذریعے ہی ممکن ہوتا ہے۔اس بار کسی آدمی کو عبرت کا نشانہ نہیں بلکے ایک پوری تنظیم کو نیست و نابود کرنے کی باری تھی۔اس بار ستارہ صرف ان درندوں کو نیم مردہ نہیں بنانے والی تھی بلکہ اس بار ان کا نام صفحہ ہستی سے مٹانے کی باری تھی۔یہ بھی سچ ہے کہ اس کیس کی کامیابی کے بعد بھی یہ سفر رکنے والا نہیں تھا، یہ تو ابھی گندگی کے خاتمے کا پہلا سٹیپ تھا۔ملک کی حفاظت پر معمور ایسے شیر جوان اپنا یہ سفر اپنی فورس کے آخری دن تک نبھاتے تھے۔ملک میں غداروں کی نہ کمی ہے نہ ہونے والی تھی مگر ساتھ ساتھ ان ناسوروں کا خاتمہ کرنے سے ان کے شر سے ہر ممکنہ طور پر حفاظت عمل میں لائی جاتی تھی۔آج یہ تنظیم ختم ہو بھی گئی تو کل کوئی اور سر اٹھائے گی اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔مگر ملک کے یہ شیر جوان بھی نہ تھمیں گے نہ رکیں گے ناہی ہار مانیں گے۔یہ ملک کی حفاظت کی لڑائی ایسے جانباز اپنی آخری سانس تک کریں گے۔جب تک بے وفائی زندہ ہے تب تک وفا بھی نہیں مرے گی، اگر غدار کا وجود قائم رہے گا تو اس غدار کو نیست و نابود کرنے والے بھی یونہی قائم و دائم رہیں گے۔زندگی کا یہ سلسلہ وطن کی سرفرازی کے وعدے کے ساتھ ستارہ ڈیپارٹمنٹ کے ہر فرد کی رگوں میں آخری سانس تک گردش کرتا رہے گا۔پاکستان، زندہ آباد۔

****

گھر باہر سے ہی اتنا پیارا تھا کہ عنیہ کی کچھ دیر پہلے والی ساری اداسی زائل ہو چکی تھی، وہ گاڑی سے اتر کر چند قدم چلتی مین گیڈ تک آئی تو مبشر بھی مسکراتا ہوا رزاق کو اسکا سامان نکالنے کا کہتا ہوا عنیہ کے پیچھے ہی چلا گیا۔

"واو، بہت پیارا۔ کیا یہ سچ میں ہمارا گھر ہے، یو نو مجھے ایسے چھوٹے سے خوبصورت گھر بہت اچھے لگتے ہیں" عنیہ باہر کی خوبصورتی سے ہی کسی سحر میں مبتلا تھی، خود رزاق بھی اس گھر کے دوبارہ سے آباد ہونے پر بہت خوش تھا۔عنیہ اپنی تحیر سے کھلی آنکھوں میں بے پناہ رشک لیے گردن موڑ گئی تو مبشر رشک زدہ سا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"ہمارا گھر اس سے کہیں درجے پیارا ہو گا عنیہ، یہ بس گھر ہے۔ تمہیں اچھا لگا، آو اندر چلیں" مبشر کی پھیلی ہتھیلی اور کہی اس بات پر عنیہ کا دل بے حد پیارا مسکرایا تھا، وہ جذباتیت کے سنگ اسکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیے اسکے ساتھ ہی اندر بڑھ گئی۔

"ویلکم سسٹر، آپ اور مبشر بھائی ہمیشہ خوش رہیں۔ میں انکا کک ہوں، آپ مجھے بھی بھائی کہہ سکتی ہیں۔ آپ دونوں فریش ہوں میں تب تک مزیدار سا کچھ بنانے کے لیے مارکٹ سے سامان لے آتا ہوں" اس سے پہلے کہ وہ اندر جاتے، رزاق اپنے خوشی اور شفقت لٹاتے انداز میں سامان رکھنے کے بعد باہر آیا اور دونوں کو کہتا وہیں سے باہر نکل گیا۔ مبشر اسکا ہاتھ پکڑے اب اندر لا چکا تھا، دروازہ بند کیے وہ بھی عنیہ کے بڑھتے قدموں کے ساتھ ہی اندر بڑھ گیا۔ گھر بہت پیارا اور نفیس تھا، عنیہ کے چہرے کی مسکراہٹ مبشر کا دل بھی شاداب کر رہی تھی۔

"اف اتنا پیارا ہے یہ، بہت پسند آیا مجھے "عنیہ نے جوشیلے انداز میں جھٹ سے مڑ کر کہا تو اپنے سراپے پر شدید محبت میں لپٹی مبشر کی نگاہیں بھانپ کر وہ تھوڑی سمٹ سی گئی تھی۔ مبشر کی خوشی کی حد بہت بے حد تھی وہ درمیانی فاصلہ طے کرتا بہت آہستگی سے عنیہ کے روبرو ہوا تھا۔

"شکر ہے تمہیں یہ جگہ اچھی لگی، آج یہ گھر مجھے بھی حسین لگا۔ اب ہم ساتھ رہیں گے یہ سوچ کر ہی یہ بندہ ناچیز ہواوں میں ہے، تھینک یو عنیہ تم نے ایک بار پھر میری تنہائی کا مداوا کیا"عنیہ جانتی تھی کہ وہ اپنی شدت نہیں چھپا پاتا تھا اور وہ تبھی یہاں آنے سے ڈر رہی تھی۔ وہ اسے بلکل قریب اسکے گرد بازو پھیلا کر سخت سنجیدہ تھا، عنیہ نے بنا آنکھ جھکائے مبشر کو دیکھا۔ وہ بھی اسے بہت مس کر رہی تھی، اس کے بنا رہنے کا سوچ کر مشکل میں تھی۔

"ایسے قریب تو مت آئیں"عنیہ نے تھوڑی سی بے بسی کے سنگ شکایت کی کیونکہ مبشر کی سانس کی حدت وہ باآسانی خود تک آتی محسوس کر کے کہیں اندر سے بے جان ہو رہی تھی۔

"یہ جو کچھ دنوں کی دوری سہی ہے اسکا مداوا نہ کروں؟" مبشر کی نزدیکی نے عنیہ کو بے چین کیا تو اسکے سوال نے دل میں ہلچل مچادی۔

"بولو، میرا تو بس چلے ایک لمحہ بھی تمہیں خود سے الگ نہ کروں" مبشر کی بڑھتی بے لگام سی عنیہ کو بے جان کرنے کی سازش زور پکڑ رہی تھی اور وہ اب اسکی گرفت سے نکلنا چاہتی تھی۔

"آپ نے کہا تھا آپ میرے قریب نہیں آئیں گے "عنیہ کی دھڑکنیں بھی مدھم ہوئیں، مبشر کے ہونٹوں پر تبسم نے آفت مچائی۔

"وہ اور والا قریب تھا پگلی، یہ تو میری زندگی ہے۔ میرے اظہار کو تم منع مت کرنا یہ میری خوشی ہے" مبشر کتنے آرام سے یہ بات کہہ گیا جس پر بچاری سرخ ہو کر نظریں جھکا گئی تھی۔ عنیہ نے اپنے ہاتھ سے اسکے سینے پر دباو ڈال کر نکلنا چاہا تو مبشر نے بنا کسی توقف کے گرفت ڈھیلی کیے بیچ میں فاصلہ بنایا۔ مبشر سنجیدگی سے عنیہ کے حسن کی بل کھاتی رمزیں دیکھ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے آپ نہ خود پڑھیں گے نہ مجھے پڑھنے دیں گے، گندے بچے "عنیہ اب اتنی بھی کمزور نہ تھی، فورا سے پہلے اپنے اندر زرا بھرم مارتی شیرنی لائے بولی جس پر مبشر کا قہقہہ بھی گونجا تھا۔

"ھاھا ارے نہیں نہیں، میں پڑھائی کے معاملے میں بہت اچھا بچہ ہوں۔ ویسے بھی میں کل ہی تمہارا ایڈمیشن بھی کروادوں گا اس سب کی فکر مت کرو لیکن پیار تو اپنی جگہ ہے، میں نے تمہیں کتنا مس کیا ہے اور نک چڑھی نے بھی مجھ سے اتنے دن بات نہیں کی۔ مجھے جواب تم پر پیار آرہا اسکا کیا کروں "مبشر کی ہنسی ظالم اور آخری بات ظالم ترین تھی، وہ یہ سب کہتے ہوئے خاصا معصوم منہ بنائے پھر سے عنیہ اور اپنے بیچ کا فاصلہ ختم کیے اٹل ارادے سے بولا، عنیہ کے دل میں شدید لرزا اور سنسنی اتری تھی۔

"آپ وہ خود سے کرلیں ناں "عنیہ نے پھر سے قریب ہوتے مبشر کو کہہ کر ظالمانہ سا ہنسا دیا، عنیہ اسکی نزدیکی کے باعث نڈھال تھی۔

"خود سے کیوں کروں، اب یہ کام تمہارا ہے میڈم" ایک ہی لمحے میں وہ کہہ کر عنیہ کے چہرے پر جھک کر اسے پورے استحقاق سے جدائی کی تلافی عطا کیے بنا اس سے آنکھیں ملائے خود میں پوری شدت سے جکڑ چکا تھا، یہ لرزاں خیز اظہار اور گرفت مبشر کی محبت اور انتظار کی ترجمانی کے لیے کافی تھی۔ عنیہ تو ایک جگہ پتھر تھی، وہ خود کو مبشر کی باہوں میں مکمل بے اختیار محسوس کر رہی تھی۔

" آئی لو یو، اب تم آزاد ہو۔ دوبارہ اتنا قریب اب جلدی نہیں آوں گا اس لیے ڈونٹ وری۔ چلو اب مجھے دیکھ کر میری ہنسی مت نکلواو جا کر فریش ہو لو تب تک رزاق بھائی بھی آ کر کچھ بنا لیں گے۔ بائے داوئے تم انکی وجہ سے ان کمفرٹیبل مت ہونا۔ وہ بس یہاں کھانا بنانے آتے ہیں پھر وہ اپنے گھر چلے جاتے ہیں۔ جب تم کبھی گھر میں اکیلی ہوئی تو وہ باہر ہی رہیں گے، بہت اچھے انسان ہیں۔ بابا کے ایک جاننے والے کے رشتہ دار ہیں۔ باقی کل سے ویسے بھی تم میرے ساتھ ہی یونی جاو گی، اور میرے ساتھ ہی واپس۔ اوکے" مبشر اس ہونق زدہ ہلکان سی عنیہ کو بہت پیار سے سب سمجھاتے ہوئے بولا جس پر وہ بنا نظریں ملائے ہی سر ہلا چکی تھی۔ مبشر نے ایک قربان ہوتی نظر عنیہ پر ڈالی تو پھر سے دل نے بے لگامی کی آفر کی مگر وہ اب دل کو لمبی شٹ آپ کال دے کر عنیہ کی گال کھینچ چکا تھا جو اب مبشر کو دیکھنے کو مشکل فریضہ کر چکی تھی۔ دونوں کی آنکھیں بے حد ان کہے افسانے کہہ رہی تھیں۔

" آئی لو یو ٹو" عنیہ نے اب کی بار اس پیارے سے مبشر کو دیکھ کر کہا جس پر اس سے پہلے کہ وہ پھیل کر اسے دبوچتا، عنیہ ہنستی ہوئی فورا دور ہٹی اور اندر روم کی سمت بھاگ گئی۔ خود مبشر اسے یوں کرنے پر ہنستا ہوا بے حد حسین لگا تھا۔

****

"جی سر ہم پہنچ گئے ہیں، جی ٹھیک ہے" زیان اور افراح ڈائریکٹ ہوٹل میں ہی آئے تھے۔ ان دونوں نے عارضی رکنے کے لیے ایک کمرہ لے لیا تھا، کمرہ لینے سے پہلے ہی اسکی مکمل سیکورٹی عمل میں لائی جاچکی تھی۔ زیان نے فون کان سے لگائے افراح کے ساتھ ہی اندر جاتے ہوئے دروازہ بند کیا تھا، ان کے یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ستارہ ٹیم کے ممبر نے روم ریزرو کروادیا تھا۔ ستارہ کے جتنے دو سو لوگ انگلینڈ، گلاسکو یا سکاٹ لینڈ میں پھیلے تھے وہ سب مکمل پرمیشن اور خفیہ اجازت کے بعد اس ملک کے عام رہائشی کہلائے جاتے تھے۔ ان میں سے بیشتر کے پاس وہاں کی نشنیلٹی موجود تھی۔ افراح نے کمرے میں آکر ایک نظر کھوجتے انداز میں کمرے کے چاروں طرف ڈالی اور اپنے بیگ سے چند ضروری چیزوں کا چھوٹا بیگ اور اپنا لیپ ٹاپ نکال کر صوفے پر رکھ چکی تھی۔ ستارہ ٹیمز کے پاس موجود چپس سے ویسے بھی انکی پل پل حفاظت عمل میں لائی جارہی تھی مگر یہ کیس کوئی عام کیس نہیں تھا۔

"تم دونوں الرٹ رہنا، رات ایک بجے تم لوگوں کا مشن شروع ہوگا۔ زیان اپنا اور افراح کا خیال رکھنا، اس بار تم دونوں بہت بڑے خطرے میں ہو۔ اگر خدانخواستہ تم لوگ پکڑے بھی جاو تو ہمت مت ہارنا، تم دونوں کی پل پل مونیٹرنگ میں خود دیکھوں گا۔ ایک بات کا خیال رہے کہ یہ کیس مکمل کرنے کے لیے تم دونوں کے پاس رات ایک بجے سے چار تک کا وقت ہے، ہم وہاں کی کچھ سیکورٹی کو بس اتنی ہی دیر ہیک کرنے پر قادر ہیں، گنتی

ریزر، بم فٹنگ ڈیوائس اور باقی سب مواد تم دونوں تک ٹیم پہنچائے گی۔ اور آخری بات، جو جو پوائنٹ بلاسٹ کے لیے مارک ہیں کوشش کرنا کہ وہیں ٹارگٹ فٹ کیا جائے۔ افراح کو بھی اپنے انجکشن زیادہ مقدار میں ساتھ رکھنے کا بتادو، جو بھی سامنے آئے اسے ایسی موت مارو کے آسمان بھی ان ناسوروں کی اس موت پر سکھ کا سانس بھرے۔ آگ کے شعلے جب پورے گلاسگو میں پھیلیں گے پھر ہو گی ہماری آدھی جیت، بیسٹ آف لک، تم دونوں ہوٹل سے سائن اوٹ کر کے نکلنا۔ ہوٹل کی کسی چیز کو چھونا مت، اور اگر چھو لیا تو اپنے فنگر پرنٹس نہیں دینے۔ گلوز کا استعمال جاری رکھو، میں تم دونوں کو وہاں کے ٹھیک چھ بجے تم سب سے ستارہ جونئیر بریک ہاوس میں لائیو کال پر ملوں گا۔ وہاں تم دونوں صبح کے دس تک رہو گے اس کے بعد ہمارا سپیشل کوپٹر تم دونوں کو بحفاظت انگلینڈ پہنچادے گا۔ وہاں سے تم دونوں پھر بلکل نارملی پاکستان آجانا" ہزل انجم ان دونوں کو آخری ہدایت دے رہے تھے، دونوں کے پاس پرائیوٹ سپیشل ستارہ کے نمبر ز تھے جو عام یا خاص کسی ریکارڈ میں نہ تھے۔ ستارہ ڈیوٹی کے دوران یہی نمبر زیوز کرتی تھی۔ زیان نے ساری تفصیل بہت دھیان سے سن کر پورے عزم کے سنگ کال بند کی تھی۔ افراح وہ لیپ ٹاپ آن کیے اپنا کام شروع کر چکی تھی۔

" یہ دیکھو، میں نے سارے مارکس ڈن کر دیے ہیں، ہمیں گیارہ بجے نکلنا ہو گا، یہ والا پوائنٹ دیکھو زیان، یہ مین آفس کے بلکل ساتھ والے کوریڈور میں موجود ہے۔ اگر ہم اس تک پہنچ گئے تو باقی ٹارگٹس پر فٹنگ کا کام بہت آرام سے ہو گا" افراح اسے سامنے کھلے میپ پر موجود مارکس بتا رہی تھی، یہ مارکس وہ تھے جہاں جہاں وہ بم فٹ کیے جانے تھے۔ زیان بھی اسی پوائنٹ کو مین پوائنٹ جان چکا تھا، زیان نے سر ہلائے واقعی میں اس پوائنٹ کو ڈن کر دیا تھا۔

"ان شاءاللہ کل کا سورج یہ کمبخت نہیں دیکھ پائیں گے، بس تم اپنی ٹیم کو سگنل دے دو کہ وہ بلڈنگ کے آس پاس پہرا داری شروع کر دیں۔ پہلے سے اندر موجود لوگوں کی پوزیشن پتا ہو گی تو ہم یہ سب آسانی سے کر لیں گے" زیان نے بھی اپنی جیب سے ایک بلو کلر کی ڈیوائس نکال کر اس پے لگے تین بٹنز میں سے دو دبائے تھے جو ایک طرح کا سگنل تھا۔ دوسری طرف وہ سگنل جونئیر بریک ہاوس میں موجود ڈیٹیکٹر ڈیوائس پر شو ہو گیا تھا جس کی مدد سے ستارہ جونئیر ٹیم اپنے حدف کو گھیرنے نکل چکی تھی۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے لہذا اندھیرا انکے کام میں مزید آسانی دینے والا تھا۔

"زیان، ہم کامیاب ہو جائیں گے نا۔ تمہیں پتا ہے نا جانے کل سے میرا دل گھبرا رہا ہے۔ ایسے طبعیت کچھ بے تاب سی ہے" یک دم ہی کام کرتے کرتے افراح نے تھوڑی اداسی کے سنگ زیان کو دیکھا جو افراح کی اس بات پر فورا سے رخ پھیرے مڑا۔

"ان شاءاللہ ہم ضرور کامیاب ہوں گے، تم خود کو کمزور مت کرو۔ تم تو میرا حوصلہ ہو یار، میں ہوں ناں تمہارے ساتھ" زیان نے افراح کا ہاتھ پکڑ کر اسے خود سے لگائے آنکھوں میں ساتھ ساتھ مشن کے لیے بہت سی دعائیں بھر لیں تھی۔ افراح واقعی ابھی تھوڑی بجھی سی تھی، شاید اتنا بڑا ٹاسک اور خطرناک مشن اسے بھی تھوڑا سا ہلا گیا تھا مگر بات کچھ اور تھی۔ یہ سب اسکی طبعیت میں موجود تھا جسکا علم اسے خود بھی نہیں تھا۔

"تم ہو تبھی تو میں اتنی پاورفل ہوں، آج دیکھنا ذرا اپنی دبنگ وائفی کی اصل پھرتی اور مہارت" زیادہ دیر وہ خود کو اداس نہیں رکھنا چاہتی تھی تبھی اترا کر مسکائی تو ہلکی سی تبسم خیز رمک زیان کے چہرے پر بھی اُمڈ آئی تھی۔

"ھاھاضرور دیکھوں گا، بائے داوے مشن کے بعد زرا سا اس بندہ ناچیز کو بھی وقت دے دیجئے گا۔ آپ سے ملے کافی ٹائم ہو گیا مسز زیان" زیان کی بات کا دلنشین سا مفہوم سمجھ کر افراح کے چہرے پر بے انتہا رنگ اترے تھے اور اب کی بار وہ اپنے پیارے سے گریس فل زیان کی گال پر پیار دیے شرم سے لال ہو کر سر ہلا گئی جس پر زیان بھی پورے دلبستگی کے ساتھ جی اٹھا تھا۔ محبت تو دونوں کی صدا بہار تھی ہی اب دیکھنا یہ تھا کہ دونوں آج کیا تباہی مچانے والے تھے۔

****

رات کا ایک بج چکا تھا۔ سیاہ رات اپنے عروج پر تھی، سیاہ لباسوں میں ملبوس ستارہ ایک بار پھر اپنے مشن کے لیے نکل چکی تھی۔ سیٹھ میزان خان کا عالیشان بنگلہ جس کو دیکھ کر ایک لمحے کو آنکھیں چندھیا جاتیں، کچھ ہی پل میں راکھ کا ڈھیر بننے والا تھا۔ اسکے عالیشان کئی کنال پر پھیلے بنگلے کے ارد گرد دور دور تک اعلی سیکورٹی سے مزین کیا گیا تھا۔ یہ برے لوگ جتنے طاقت ور کیوں نہ ہو جائیں، خود کو کبھی محفوظ نہیں بنا سکتے تھے۔ گو یہاں سیٹھ میزان خان کی گمشدگی کے بعد سے ہی کافی سختی کی جا چکی تھی مگر ستارہ کے ایکشن میں ہونے سے پہلے ہی تمام سول اداروں کے لوگ ہٹا لیے گئے تھے۔ ستارہ ہمیشہ خود وار کرتا تھا، اسے اللہ کے سہارے کے علاوہ بس اپنی وفاداری پر بھروسہ ہوتا ہے۔ عریش نے پہلے ہی باہر کے تقریبا بیس کیمرے ہیک کر لیے تھے، ان میں وہ اب مرضی کی ریکارڈنگ چلا چکا تھا۔ جس کا فائدہ یہ تھا کہ باہر ہونے والی کوئی بھی سرگرمی اندر سیکورٹی کی فوج کو پتا نہیں چل سکتی تھی۔ خضر اور کامل بابا مین گیڈ سے کچھ دور راہداری کی طرف پیچھے اشارہ کر کے بڑھ چکے تھے۔

سات لوگ خضر جبکہ چھ لوگ مہران کامل کو فالو کر رہے تھے۔ سب ہی مکمل خفیہ وردی میں حساس انداز کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چھ لوگ عریش اور آئرہ کے ساتھ باہر تھے جہاں وہ سب لوگ گن تانے ایکٹیو تھے۔ آئرہ نے بھی اپنی گن لوڈ کر کے ائیر فون سے کامل بابا اور خضر سے رابطہ رکھا ہوا تھا۔ اسکے علاوہ کئی ستارہ کے لوگ بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر چکے تھے۔

"جب تک ہم سگنل نہ دیں تم دونوں ہلنا مت، آئرہ تم ریموٹ کنٹرول کا دھیان رکھنا۔ جب ہم کہیں تو ہی بٹن پریس کرنا" آئرہ کو اپنے کان میں خضر کا محتاط آرڈر سنائی دیا۔ وہ دونوں ٹیم کے ساتھ مین گیٹ تک پہنچ چکے تھے۔ باہر کھڑے دو گن مین اب آئرہ کے نشانے پر تھے۔ خضر اور مہران کامل دیوار کی اوٹ میں چھپے تھے اور پھر ایک ایک کر کے گرنے کی آواز آئی تو خضر نے آگے جھانک کر دیکھا۔ دونوں گارڈز باری باری آئرہ کی گن کا شکار ہو کر چل بسے تھے۔ گنز میں مکمل سائلنسرز لگے تھے جسکی وجہ سے گولی کی آواز آنا ناممکن تھی۔ خضر نے مڑ کر روڈ کی دوسری جانب آئرہ کو گڈ کا اشارہ دیا اور اب مہران کامل اور خضر باری باری بنگلے کے اندر داخل ہوئے۔ داخل ہونے کی دیر تھی کہ یکے بعد دیگرے تیس کے قریب گارڈز نکل کر گولیاں شروع کر چکے تھے۔ ستارہ ٹیم نے اپنی اپنی جگہ سنبھال کر سب کو نشانہ بنا کر فائر شروع کیے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب لوگ وہیں ڈھیر ہو گئے۔ انکی فائرنگ کی آواز سے مزید لوگ گولیوں کی آواز سنے باہر نکلے مگر خضر اور کامل بابا کا نشانہ ایسا کمال تھا کہ وہ لوگ ابھی گن کے ٹریگر تک ہی پہنچتے کہ اڑتی ہوئی خاموشی گولی انکا کام تمام کر دیتی تھی۔ باہر ستارہ کے لوگ اپنی پوزیشن ہنوز سنبھالے ہوئے تھے۔ اب انکا ٹارگٹ لیب تک جانا تھا اور وہیں بم فٹ کرنا تھا۔

"خضر ہمیں یہ کام تھوڑا فاسٹ کرنا ہو گا، چلو" گولیوں کی آواز تھمی تو مہران کامل خضر کو ائیر فون کے ذریعے کہتے ہوئے اپنی ٹیم کے دو لوگوں کو وہیں روکے باقی کے ساتھ اندر بڑھے۔ خضر بھی لان سے ہوتا ہوا مین دروازے سے لگ کر اندر جھانک رہا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ لوگ ابھی بھی تعداد میں بہت تھے۔ کامل بابا نے خضر کو آنکھیں کھلی رکھنے کا اشارہ دیا اور اگلے ہی لمحے ایک گولی عین کامل بابا کے ساتھ بنے پلر پر لگی جس سے وہ فوراً دیوار کے ساتھ لگ گئے۔ کوئی اوپر سے گولیاں چلا رہا تھا۔

"بابا میں لیب میں جاتا ہوں آپ یہاں ٹیم کے ساتھ انکو سنبھالیں" خضر اپنی جیب سے ایک میپ نکالے فکر سے بولا اور اپنی گن بغل میں دبائے وہ میپ کھول کر دیکھنے لگا۔ دوسری طرف گولیوں کا سلسلہ شروع تھا، ستارہ جونئیر ٹیم اور مہران کامل پوری احتیاط سے ان کو ڈھیر کرتے ہوئے مقابلہ کر رہے تھے۔ خضر نے خود کو تھوڑا نارمل کیا کیونکہ لیب یہیں ساتھ بنے کوریڈور کے بعد تھی۔ خضر نے اپنی گن دوبارہ سے لوڈ کی اور دو میگزینز بھی جیب سے نکالیں۔ اسکے پاس ایک بیگ تھا جس میں وہ بم تھا جو اس لیب میں فکس کرنا تھا۔ خضر نے احتیاط کے سنگ گردن موڑ کر گن تانے اپنے قدم آہستگی کے کوریڈور کی طرف بڑھا دیے۔

"دھیان سے خضر، اندر خطرہ ہو گا۔ اپنی حفاظت پہلے کرنا" کان میں اب کی بار بابا کی بے حد فکر میں گندھی آواز پر خضر نے انھیں تسلی دی اور مزید آگے بڑھا۔ دو لوگ لیب کے باہر گن تانے کھڑے تھے، خضر نے کچھ دیر دیوار کے ساتھ لگ کر اپنی سانس بحال کی اور اگلے ہی لمحے کو چھلانگ لگائے زمین پر گرا اور ایک ایک اڑتی گولی ان دونوں کی پیشانی چیر گئی تھی۔ خضر نے کلابازی لگاتے ہی دوبارہ چھلانگ لگائی اور دو سینکڈ کے اندر اندر اٹھا اور بھاگ کر لیب تک پہنچا۔

"عریش، کوڈ" خضر نے فوراً سے پہلے اپنے کندھے سے بیگ اتار کر ایک ٹریکنگ چپ نکال کر اس کا لاک اوپن کیا جو کھلنے کے بعد بھی پن مانگ رہا تھا۔ دوسری طرف عریش نے اسے پن بتایا جس کے بعد خضر نے لیب اوپن کی اور اندر بڑھا۔ سیکورٹی سائرن ایک سیکنڈ کو بیپ کی آواز کے ساتھ بج کر آف ہو گیا۔ خضر نے فوراً سے بیشتر تمام ہیکڈ انفارمیشن والی چیزوں کی ساری فائلز لیپ ٹاپ میں ٹرانسفر کر کے وہاں کے دونوں لیپ ٹاپ زمین پر پوری شدت سے دے مارے۔ سائیڈ لاکر روم کو کھولنے پر اندر بہت ساری رقم اور ایک چھوٹی سی ڈبی میں چند ہیرے ملے۔ وہ ہیرے بھی یقیناً سمگلنگ کیے جانے والے تھے۔ خضر نے وہ ساری چیزیں ایک کپڑے کے بیگ میں ڈال کر بیگ کو سائیڈ پر رکھا۔ ابھی تک ستارہ کے دو لوگ بھی خضر تک پہنچ چکے تھے۔ خضر نے وہ بیگ اسکو تھما کر لیپ ٹاپ بھی دیا اور پہلی فرصت میں عریش اور آئرہ تک پہنچانے کا کہا۔ وہ خضر کے آرڈر پر فوری باہر نکل گیا تھا۔

"خضر جلدی کرو، لیب کا دروازہ بند ہو گیا تو دوبارہ نہیں کھلے گا۔ دس منٹ کے اندر اندر بم فٹ کرو" عریش کے لیپ ٹاپ پر وارننگ آ رہا تھا۔ آئرہ اور عریش دونوں ہی اب تھوڑے خوفزدہ تھے مگر خضر نارمل تھا۔

"ہو جائے گا، مجھے یہ بتاؤ اسے کہاں لگاؤں" خضر نے بہت دھیان سے وہ ڈی ایکٹیویٹ ہوا بم نکال کر ٹیبل پر رکھا، ستارہ کا دوسرا آدمی اب خضر کی مدد کر رہا تھا۔

"ٹیبل کے نیچے لگا دو، جلدی کرو خضر۔ دو منٹ تک یہ بم ایکٹیویٹ ہو جائے گا۔ پھر تم سب کے پاس صرف بارہ منٹ ہوں گے باہر نکلنے کے لیے" عریش کا تو اپنا حلق سوکھ چکا تھا جبکہ آئرہ بھی اب تھوڑی گھبرا رہی تھی۔ خضر

اور دوسرے آدمی نے وہ بم پانچ منٹ کے اندر ابھی ٹیبل کے نیچے فٹ کیا تھا، خضر ساتھ ساتھ ٹائمنگ دیکھ رہا تھا۔ بم پر نو منٹ لکھا آرہا تھا۔

"بابا آپ سب نکل جائیں باہر، ہم بھی بس آرہے ہیں" خضر نے فون پر کامل بابا کو کہا مگر وہ صاف صاف انکار کر چکے تھے۔ باہر تمام گارڈز مارے جا چکے تھے مگر ابھی بھی خطرہ قائم تھا۔

"خضر پلیز نکل جاو اب، کر کیا رہے ہو تم" آئرہ اب کی بار تاسف سے چلائی تھی کیونکہ لیب بند ہونے میں صرف ساٹھ سیکنڈ اور بم بلاسٹ ہونے میں پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔ خضر نے بم اچھے سے فٹ کر کے اسکا بٹن آن کیا اور دوسرے آدمی کو اشارہ دیتے ہوئے اپنی گن اٹھائے باہر نکلا۔ جیسے ہی خضر نے دروازے سے باہر قدم رکھا، لیب کے دروازے سے کوئی نوکیلی چیز اس پھرتی سے نکلی کہ خود خضر کو سمجھ نہ آئی کے ہوا کیا ہے۔ اسکی گردن کے پاس وہ آری کی طرح لگی اور فون کا فورا پھوٹ پڑا مگر خضر کی قسمت اچھی تھی کہ اسکی تیزی کام آئی اور وہ آری نما وائر زیادہ گہرا زخم نہ لگا پائی۔ خضر نے باہر نکل کر بے اختیار اپنی گردن پر ہاتھ رکھا تو اسکا ہاتھ خون سے تر ہو گیا۔ دوسرا آدمی بھی گھبرا کر خضر کی سرخ گردن دیکھے قریب ہوا مگر ابھی انکا باہر نکلنا اہم تھا۔

"ابھی نکلنا ہو گا، ہری اب" خضر اسے اور خود کو وہاں سے بھاگنے کا آرڈر کرتا ہوا اپنی پوری رفتار سے کوریڈور تک پہنچا تو کامل بابا وہیں تھے۔ خضر کو دیکھ کر وہ تھوڑے مطمئین تھے مگر جب انکی نظر خضر کی گردن پر گئی تو وہ پتھر ہو گئے تھے۔ خضر انھیں فوری نکلنے کا کہہ چکا تھا۔

"ساٹھ سیکنڈ۔۔۔۔ جلدی نکلو سب" عریش کی باقاعدہ دھاڑ پر ساتھ کھڑی آئرہ بھی لرز اٹھی تھی۔ وہ سب لوگ باہر کی سمت بھاگ رہے تھے سب نے اپنی آخری رفتار کے سنگ گھر کی دہلیز پار کی اور باہر کی طرف لپکے

"بیس سیکنڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔" رفتار میں تیزی آئی مگر فاصلہ ابھی بھی بہت تھا۔ آئزہ اور عریش کے ماتھے پسینے سے تر تھے، وہ لوگ ابھی تک باہر نہیں پہنچے تھے۔ جتنی دعائیں ان دونوں اور باقی ٹیم کو آتی تھیں سب پڑھ لیں۔ خضر کا بھیجا آدمی بھی عریش اور آئزہ تک پہنچ آیا تھا۔

"چھ سیکنڈ" عریش کی فلک شگاف دھاڑ پر دور سے وہ سب گھر سے باہر نکلتے دکھائی دیے۔ سب کی دھڑکنیں تیز گام اور دل دہل رہے تھے۔

"تین۔۔۔۔۔ دو۔۔۔۔۔ ایک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ دھماکہ! فلک شگاف دھماکہ ہوا اور سب کے سب لوگ محض دھمک سے زمین پر جا گرے۔ خود آئزہ اور عریش نے وہ دھاڑ اور آواز سنی، ایک آگ کا بڑا سا گولا تھا جو آسمان کی سمت اٹھا اور ہر طرف دھواں ہو گیا۔ دھماکے کا مدار صرف وہ بنگلا تھا تبھی وہ سب باہر آ جانے کی وجہ سے بلکل محفوظ تھے۔ سب ہی اس منظر کو وطن کی ایک اور کامیابی سے ملا رہے تھے۔ مگر پھر عریش اور آئزہ نے ساری ٹیم کو اپنی طرف اٹھ کر آتے دیکھا۔ چار گاڑیاں سٹارٹ ہو چکی تھیں۔ ستارہ کی واپسی فوری طے تھی مگر خضر کو گردن میں بہت ظالم درد اٹھا اور وہ بمشکل کامل بابا کا کندھا پکڑ کر کھڑا ہو سکا۔ آئزہ کی تو تب جان نکلی جب اس نے خضر کی گردن سرخ ہوتی دیکھی، خضر کی یہ چوٹ بھلے معمولی تھی مگر بہت زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے خوفناک تک سب کو ڈرا گئی تھی مگر واپسی پر ٹیم کے میڈیکل سٹاف نے گاڑی کے بیچ ہی اسکے ٹریٹ کر لیا تھا۔ وہ تیز دھار چیز صرف اوپری جلد میں لگی تھی ورنہ خضر کی جان بھی جا سکتی تھی۔ اگلے مشن کے لیے اسے ممکن تھا اب اجازت نہ ملتی مگر وہ شیر تھا، پیچھے رہنے والوں میں سے تو کبھی بھی نہ تھا۔

****

وہ مسلسل ہاتھ باندھ کر کھڑی لاونج میں لگا فوٹو فریم دیکھ رہی تھی جس میں مبشر، ضامن، حرا، مہر واور جلال بہت پیارا مسکرا رہے تھے۔عنیہ کو وہ فوٹو فریم ایک مکمل پرفیکٹ فیملی کا لگا تھا۔ دنکو رزاق نے کمال کا کھانا بنایا تھا اور ابھی وہ سب کام کر کے جا چکا تھا۔ مبشر جو کچن کیبین پر کھڑا مصروف سے انداز میں چائے کپس میں ڈال رہا تھا ایک دم عنیہ کو پورے انہماک سے تصویر کو دیکھتے پا کر پیارا سا مسکرا دیا۔ محترم پرپل ٹی شرٹ اور وائیٹ ٹرواز میں مدھم سی شیو کے سنگ کچھ عمر سے زیادہ بڑے اور ڈیشنگ لگ رہے تھے جبکہ عنیہ نے سنپل سئ وائیٹ اینڈ گرین شرٹ کے ساتھ جینز پہن رکھی تھی۔ بال اسکے ابھی بھی ہلکی پونی میں قید تھے۔ مبشر اپنے اور اسکے لیے چائے لیے مدھم سے انداز میں اس تک پہنچا تو وہ مڑ کر زرا محتاط سی کپ لے کر جھکنے کے بعد ٹیبل پر رکھ چکی تھی۔ مبشر تب سے دیکھ رہا تھا کہ عنیہ شدید اظہار کے بعد سے اسے دیکھ کر آنکھیں چرا رہی ہے، اور یہ منظر مبشر کو نا جانے پاگل سا کر رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟" مبشر جان بوجھ کر اسکے اور اپنے بیچ کا فاصلہ ختم کیے اسکے عین پیچھے جا کر کھڑا بولا تو عنیہ نے زیر لب اڈتی مسکان چھپا کر سنجیدگی اوڑھی۔

"یہ فوٹو، بظاہر مکمل اور پیاری ہے۔ بہت جلد یہ سب ایک بار پھر ساتھ مسکرائیں گے۔ آپکو پتا مبشر اس میں پھر بھی ایک کمی ہے" عنیہ یک ٹک تصویر کو دیکھ کر اچانک ہی اداس سی ہوئی جس پر مبشر بھی اپنا مگ شیلف پر رکھے زرا بھرپور انداز میں سنجیدہ ہو کر اپنی ٹھوڑی عنیہ کے کندھے پر ٹکائے اسکے گرد بازو پھیلا کر ایک بار پھر پھیل رہا تھا۔ عنیہ کو تو یاد ہی نہ رہا کہ وہ کیا کہنے والی ہے۔

"جانتا ہوں۔ خضر بھیا کی کمی ہے، ہمیشہ یہ کمی میرے اور حرا کے ساتھ مما کو بھی متاثر کرتی آئی ہے۔ لیکن اب تو سب ٹھیک ہو گیا ہے، ایک دن آئے گا جب اس فوٹو میں ہم سب ہوں گے" مبشر کا لہجہ عنیہ کو شرارت زائل کر کے اداسی میں لپٹا ہوا محسوس ہوا تھا، عنیہ نے گردن موڑنے کی غلطی نہ کی اور اپنے پیٹ پر بندھے مبشر کے ہاتھ کھولنے لگی مگر وہ کافی مضبوط گرفت تھی۔

"ان شاء اللہ، مبشر آپ پھر سے قریب آرہے ہیں۔ اب آپکو کٹ پڑنی، مجھے آپ نے صدمے سے ہی آدھا کر کے رکھ دیا ہے" عنیہ نے یوں جنجھلا کر ہڑبڑاتے کہا کہ اداس سے مبشر کی بھی ہنسی نکل آئی اور اب عنیہ نے اسے گردن گما کر گھورنا ضروری سمجھا تھا۔

"تم میں میگنٹ فٹ ہے لڑکی، یا میں ہی چیپکو قسم کا ہوں" مبشر نے جھک کر عنیہ کے کان میں آفت خیزی کے سنگ کہا تو وہ پھر سے گرفت سے نکلنے کو پھڑ پھڑائی جس پر مبشر اسے چھوڑے ایک ہی جھٹکے سے مقابل لا کر مسکرا گیا اور وہ پھر سے شکاری کے ہاتھ لگنے پر سہم گئی تھی۔

"آپ چیپکو نہیں بہت اوور رومینٹک ہیں" عنیہ نے منہ بسور کر گلہ دے مارا جو جناب کے سر آنکھوں پر تھا، مبشر اسکا ایک ہاتھ پکڑ کر بلا تکلف اپنے شانے پر رکھ رہا تھا، اس دوران وہ کافی سنجیدہ تھا اور عنیہ تو مبشر کی قربت کے سحر سے نکلنا چاہتی تھی۔

"یہ بھی تو دیکھو ناں صرف تمہارے ساتھ ہوں، ورنہ مبشر احمد پر مرنے والی لڑکیوں کی قطاریں لگی ہیں۔ ایک دنیا دیوانی ہے تمہارے شوہر کی مگر میں تو سارے کا سارا تمہارا دیوانہ ہوں" مبشر کا بس چلتا تو ہر وقت عنیہ کو اپنے

سامنے رکھ کر محبت لٹاتا رہتا، اسے دیکھتا، اسے محسوس کرتا اور اسی کے لیے فنا ہو جاتا۔ کبھی کبھی خود عنیہ کو مبشر کا یہ جنون ہلا جاتا تھا، وہ اس محبت کے آگے ہارنے لگتی تھی۔

"آپ بہت پاگل ہیں، انوکھے پیس "عنیہ ہر بار کی طرح ہنس کر اس پیارے سے کل جہاں کے آگے ہار مان گئی اور مبشر کا دل چاہا اس رضامندی پر کوئی گستاخی کر دے مگر وہ خود کو ہر ممکنہ حد تک روکے ہوئے تھا۔

"ہاں تمہارا قصور ہے، ویسے اب تم پورے حق سے مبشر کو سونپ دی گئی ہو لہذا اپنے یہ نخرے کم کر دو" جناب اب زرا تھوڑا غرور لیے کافی اترائی شکل کے ساتھ مگ لیے مڑ کر صوفے پہ جا بیٹھے تو عنیہ بھی چلتی ہوئی سامنے آئی اور ہاتھ باندھ کر مبشر کو منصوعی سا گھورنے لگی۔

"آپ پہلے ہی دن مجھ پر رعب جما رہے ہیں، بتا رہی ہوں بھاگ جاوں گی "عنیہ نے منہ پر تھوڑا غصہ لائے کمر پر ہاتھ باندھے بڑے ہی دھمکی خیز انداز میں کہا البتہ وہ اندر ہی اندر اب مبشر کا اس بات پر حیران بنا چہرہ دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ مبشر نے مگ پھر سے سائیڈ پر رکھے ایک ہی جھٹکے سے اس دھمکی دینے والے کو ہاتھ سے پکڑے خود پر گرایا تو بچاری اس اچانک کے حملے پر پوری ہل کر مبشر کی ٹانگوں پر جا بیٹھی۔ عنیہ نے اب اچھے سے مبشر کے بال نوچنے چاہے پر افسوس وہ ابھی بہت بڑی اناڑی تھی۔ مبشر بہت چالاکی سے اسکی دونوں بازو ایک ہی ہاتھ سے پکڑ کر تبسم خیز گدگدی کرتے انداز میں اس غصے سے منہ بسور کر دیکھتی عنیہ کو دیکھا۔

"کہاں جاوگی بھاگ کے، چلو بتاو زرا۔ اس روم میں، یا اس والے میں۔ یا ان دو میں، بولو بولو سب کی کیز میرے پاس ہیں زیادہ چالاک بن رہی ہو نک چڑھی "مبشر مسلسل ہنس کر بڑے ہی محظوظ ہوتے انداز میں عنیہ کو

دبوچے بولا جو اب ڈر کی وجہ سے اسے مڑ کر دیکھنے کا بھی رسک نہیں لے رہی تھی،عنیہ نے ایک بچاری نظر پورے گھر میں ڈالی اور پھر نظریں مبشر کو دیکھ کر اداس سی ہوئیں۔

"یعنی آپ نے مجھے جینے نہیں دینا، توبہ اتنے پتھر ہاتھ ہیں زرا جو ڈھیلے ہو رہے ہوں۔ آاا چھوڑیں نا مجھے خارش ہو رہی" مبشر ہنستا ہوا اسکی منصوعی روتی شکل اور بہانہ سنے قہقہہ لگا کر مزید اسے ٹائیٹ کر چکا تھا اب تو پہلے کی طرح وہ تیز گام کی طرح ہل بھی نہیں رہی تھی۔

"کہاں ہو رہی ہے، میں ہوں نا خادم" مبشر پھر سے پٹڑی سے اتر کر اسکے کانوں کے قریب ہو کر بولا تو عنیہ اسکی اس حرکت اور بات دونوں پر سن تھی۔ اب اسکے پاس آخری حل رونے کا تھا پر ڈر کے مارے پتا نہیں یہ آنسو بھی کدھر تھے،عنیہ کو یوں ہونق زدہ اور ساکت دیکھ کر شہزادہ بڑی ہی دلفریب مسکان دے چکا تھا۔

"ایک بار میرے ہاتھ چھوڑیں پھر بناتی ہوں اس خادم کی چٹنی، مبشر آپکو گنجا کر دوں گی۔ ڈاکٹر بننے سے پہلے گنجا ہو کر کتنے برے لگیں گے سوچ لیں" عنیہ اپنی دھن میں بڑی کوئی پھنے خان والی دھمکی دے رہی تھی مگر وہ جو آج آفت بنا تھا اسکی اس بات پر بے دم ہو کر ہنس رہا تھا۔ اب تو عنیہ بھی اس بے جا سخت اور نازک گرفت میں ہنسی دبائے ہلکان تھی، کہاں وہ نازک اور کہاں وہ اسکے مقابلے میں کے ٹو کا پہاڑ۔

"ھاھا بنا لینا چٹنی بھی اور گنجا بھی کر لینا، آئی ہیو نو ایشو۔ پر تمہارا کیا کیا بنے گا وہ تو سوچ لو" مبشر کی باتیں عنیہ کو اندر تک نڈھال کر رہی تھیں اور وہ چاہ کر بھی بھاگ نہیں سکتی تھی۔ مبشر کو یہ سب کر کے مزہ آ رہا تھا مگر عنیہ کی تو جان جا رہی تھی، مسلسل وہ اپنے جکڑے ہاتھ چھڑوا رہی تھی۔

"مبشر، کیا ہے۔ چھوڑ دیں ناں سچی اب تو لگ رہا کان ناک اور آنکھوں تک میں خارش ہو رہی۔ آپ اپنے سارے پرامسس بھی توڑ رہے ہیں، اٹس ناٹ فیئر" عنیہ جب مذاحمت کر کر کے تھک گئی تو وہیں مبشر کے ساتھ لگ کر بہت پیار سے بولی تھی اور یہی پیار تو مبشر کی کمزوری تھا۔ مبشر نے بھی ویسی ہی محبت آنکھوں میں بھرے تبسم زرا ضبط کر کے عنیہ کے دونوں ہاتھ آزاد کر دیے مگر وہ اسے ابھی بھی جکڑے ہوئے تھا۔ دونوں کی نظریں اب زرا نازک سی ہوئیں تھیں، مبشر نے عنیہ کا ہاتھ بڑے ہی عاشقانہ انداز میں اپنے ہاتھ میں لیا جس پر اب موہوم سی مسکان عنیہ کے چہرے پر بھی درج ہوئی تھی۔

"یہ سب بس آج کے لیے تھا، کل سے تمہیں زیادہ تنگ نہیں کروں گا۔ کبھی کبھی تو مجھے خود پر حق دو گی ناں؟" مبشر سنجیدہ ہو کر عنیہ پر واقعی بھاری تھا، عنیہ نے تھوڑی گھبرائی سی ہاں کی جس پر مبشر مزید سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"ویسے بھی کل سے میرے ساتھ ساتھ تم بھی بزی ہو جاو گی، لیکن سنڈے کا دن میرا ہو گا۔ منظور؟ ناں کی تو خیر نہیں تمہاری" آئے ھائے کیا اترا کر مان سے سوال کیا گیا اور جواب بھی من چاہا مانگا۔ عنیہ کو مبشر کا یہ روپ بھی بہت پیارا تھا، وہ خود اسکے لیے اب اس دنیا میں سب سے زیادہ پیارا تھا۔

"ٹھیک ہے، سنڈے آتے ہی میں سیلمانی ٹوپی پہن لیا کروں گی" عنیہ کا اب سنجیدگی سے برا حال تھا تبھی وہ مبشر کو پھر سے ہنسا گئی تھی، مبشر نے دیکھا تو عنیہ کا موڈ بھی زرا شرارت لیے ہوئے تھا۔

"اپنے یہ ارمان دل میں ہی رکھو، بڑی آئی تم جادو گرنی" مبشر بھی مبشر تھا، منہ بسور کر کہتا ہوا اتنا پیارا لگا کہ عنیہ اسکے اتنے قریب ہو کر بھی کھل کر ہنس دی۔

"ھاھا اچھا ٹھیک ہے سنڈے آپکا، لیکن۔۔۔" ہنستے ہنستے یک دم ہی عنیہ کے چہرے کا رنگ اڑا، وہ کچھ کہتے کہتے رکی تو مبشر بھی کچھ سنجیدہ ہوا۔

"پھر لیکن؟ عنیہ اب تم مجھ سے ناانصافی کر رہی ہو۔ تمہیں مجھ پر بھروسہ نہیں ہے کیا" مبشر اب کی بار شدید خفا سا ہوا تھا، یوں جیسے ٹھہرے سمندر میں ہلچل مچی تھی۔ عنیہ فوراً سے اداس ہو کر نفی میں سر ہلا چکی تھی مگر وہ اب واقعی منہ بنا کر اسے مکمل گرفت سے آزاد کیے اسے اٹھائے خود بھی کھڑا ہوا تو عنیہ کو لگا وہ اس سے خفا ہو گیا ہے۔

"میرا یہ مطلب تو نہیں تھا مبشر، سوری" مبشر پلٹنے ہی لگا جب عنیہ فوراً سے بیشتر رونی شکل بنائے مبشر کی بازو پکڑے سامنے ہوئی جو آج واقعی ناراض تھا۔ مبشر نے خفا سی نگاہیں عنیہ پر ڈالیں جو مبشر کی ذرا سی ناراضگی پر بے چین ہو چکی تھی۔

"تم ریلکس رہو میں قریب بھی نہیں آوں گا، شاید تمہیں میں ابھی بھی کوئی جنونی لگتا ہوں۔ لیکن تم میری محبت اور عزت ہو یہ بات میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں، جیسا تم رہنا چاہتی ہو ویسا رہو۔ تم میرے ساتھ ہو عنیہ میرے لیے یہ سکھ بھی بہت ہے" مبشر اسکا وہی ہاتھ بہت محبت سے پکڑے اسکی اداسی زائل کرنے کو بولا مگر وہ اس بات پر بلکل خوش نہیں تھی۔

"نہیں نہیں آپ ایسا مت کہیں، میں آپکے پاس رہنا چاہتی ہوں۔ مبشر خفا تو مت ہوں ناں، آپ جانتے ہیں میرا وہ مطلب نہیں تھا" عنیہ کی تڑپ ہی تو شہزادے نے دیکھنی تھی، کیا ڈرامے باز تھا۔ عنیہ اسکی سینے سے شرٹ جکڑے بہت ہی دکھ سے اسکے قریب ہوتے بولی تھی، مبشر کا دل تو شاد ہی ہو گیا تھا

"آج آخری بار وضاحت دوں گا عنیہ، اگلی بار خود کو تم سے واقعی چپ چاپ دور کر دوں گا۔ تم میرے لیے وہ ہو جسکا تم ادراک نہیں کر سکتی، میں تم سے اپنی محبت کا ہر رنگ چکھنا چاہتا ہوں۔ تم یہ پانچ سال میرے کسی جبر کو نہیں دیکھو گی، میں بس تم سے اپنی محبت کا اظہار کروں گا۔ کوئی حد تجاوز نہ ہو گی لیکن تمہیں خود سے دور بھی نہیں رہنے دوں گا، تم میری دوست، محبت اور میری محرم سب ہو۔ یوں بات بات پہ میرے جذبات سے ڈرو گی تو میں یونہی بارہا خفا ہو سکتا ہوں، نہیں رہ سکتا ناں تم سے دور کیا کروں" اب کی بار مبشر کے لہجے میں بھی نرمی تھی، چاہت تھی اور عنیہ کے قریب رہنے کی خواہش تھی، عنیہ نے بھی آج دل سے عہد لے لیا تھا کہ وہ مبشر کی اتنی سچی محبت پر اب کوئی اعتراض نہیں کرے گی۔ وہ اسے اپنی بازوؤں کے نرم حصار میں لیے اسکی پیشانی پر حدت پہنچائے اسکے جواب کا بیقراری سے منتظر تھا۔

"ٹھیک ہے، اب نہیں ڈروں گی۔ اب آپکے ساتھ ایک روم میں بھی رہ لوں گی، مجھے بھی آپ کے پاس رہنا ہے" عنیہ آج جا کر شاید کچھ نہ کچھ مبشر کی خود سے محبت کا ادراک کر چکی تھی، مبشر اب کی بار بنا کسی شرارت کے پیارا سا مسکرایا تھا۔ وہ یہی تو چاہتا تھا کہ عنیہ اسکے پاس رہے مگر بے خوف ہو کر، وہ اسکا خود سے زیادہ خیال رکھنا چاہتا تھا۔

"یہ ہوئی نہ بات، میری جان ہو تم۔ تمہیں کبھی بھی اداس نہیں دیکھنا چاہتا، باقی میں تو ہمیشہ تمہارے پاس ہوں۔ اب نک چڑھی شکل مت بنانا، میری عادت ایسی ہی ہے اور رہے گی، مجھے تمہارا شرمانا، گھبرانا اور مسکرانا سب بھاتا ہے۔ تم بھی یاد کرو گی کسی بندے نے محبت کی تھی" بہت نرمی سے وہ اس جان سے بڑھ کر نایاب سی

عنیہ کا چہرہ ہاتھوں میں لیے بولا تھا اور وہ بھی دل کی گہرائی سے اپنے اور مبشر کے اس خوبصورت رشتے پر مسکرائی تھی۔

"آپ بہت پیارے ہیں، چلیں مجھے نیند آرہی ہے" عنیہ نے اب واقعی لاڈو بنے تعریف کے ساتھ فرمائش کی جس پر مبشر بھی پوری راعنائی کے سنگ مسکرایا تھا۔

"چلو، تم جا کے سو جاو میں تھوڑا کام کر کے پھر آتا ہوں۔ صبح ہم آٹھ بجے تک نکل جائیں گے۔ میں نے تمہارا ایڈمیشن فارم دو دن پہلے ہی سبمنٹ کروا دیا تھا، کل باقی کا ضروری پیپر ورک ہے پھر اگلے دن سے ہی تم اپنی سٹڈی وہیں سے کنٹینیو کر سکتی ہو" مبشر نے پیار سے اسے سارا کچھ بتایا تو وہ پوری فرمابرداری سے سر ہلائے مڑ گئی مگر پھر سے مبشر کی سمت گردن موڑے رکی۔ مبشر کی آنکھوں میں پھیلی آسودگی پر عنیہ بھی اسی انداز سے مسکرادی تھی۔

"میرے روم میں آئیں گے ناں؟" عنیہ کا سوال سن کر مبشر کو بے حد اچھا لگا تھا، دو قدم آہستگی سے وہ عبور کرتا عنیہ تک آیا اور اسکے کان کی سمت جھکا۔

"نہیں، ہمارے روم میں" دونوں ہی اس بات پر ایک دوسرے کو دیکھ کر شریر سا ہنسے اور اگلے ہی لمحے عنیہ بھاگ کر شہزادے کی نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ مبشر کا دل شادمان تھا، ہنوز مسکراتا ہوا اب وہ زرا کام کی طرف دھیان لگائے اپنا لیپ ٹاپ لیے وہیں لاونج میں بیٹھ گیا۔

****

رات کی نیم تاریکی میں ستارہ کی سیاہ لباس میں لپٹی فوج ایک اور معرکہ سر کرنے پہنچ چکی تھی۔ وہ بلڈنگ جو گلاسگو کے سب سے ویران علاقے میں یوں تو ایک سیکورٹی ادارے کے طور پر پبلک تھی مگر اسکے اندر جو گھناونا کھیل کئی سال سے کھیلا جارہا تھا آج اسکا خاتمہ ہونے کا وقت آچکا تھا۔ بم فٹنگ کا کام زیان نے اپنے سپرد لے کر افراح کو تمام مشن کے دوران ٹیم کے ساتھ رہ کر لیڈ کرنے کا کہا تھا جسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ زیان آج افراح کو لے کر کچھ زیادہ فکر مند تھا۔ اندر سوچ سے زیادہ خطرہ تھا اور یہ بات وہاں موجود ہر فرد جانتا تھا۔

"تم سب لوگ جگہیں کلئیر کرتے جانا اور میں فٹنگ کرتا جاوں گا۔ یاد رہے کہ ہمیں کام کے ہوتے ہی نکلنا ہے، ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے" زیان نے اپنے ائیر فون کو آن کیے جونئیر ٹیم کے ہیڈ کو پیشہ وارانہ انداز میں ہدایت دی اور وہ سب اپنی گنز لوڈ کر کے بلڈنگ کو مزید سختی سے گھیر چکے تھے۔

"سر ہمیں جانے دیں" چھ نقاب پوش آدمی آگے بڑھے تو زیان نے انکو گڈ لک کا اشارہ دے کر اندر روانہ کیا۔ افراح نے بھی اپنی گن کا نشانہ بلڈنگ کی پہلی منزل پر کھڑے دو آدمیوں پر فٹ کیا اور فائر کیے جس سے ایک تو وہیں منڈیر پر گر پڑا جبکہ دوسرا اندر کی طرف بھاگ کر فائرنگ شروع کر چکا تھا۔ باقی ستارہ ٹیم بھی چالیس کے قریب گروپ بنائے زیان کے آگے آگے اندر بڑھے جبکہ باقی لوگ افراح کے ساتھ باہر ہی رہ کر بلڈنگ کے مختلف حصوں پر موجود گارڈز کو مسلسل نشانہ بنا رہے تھے۔ اندر بھی گولیوں کا ایک مسلسل تانا بندھ چکا تھا، ٹیم اپنا کام بہت صفائی سے کر رہی تھی اور ہر دوسرے گارڈ کے پاس فٹنگ بم تھا جسے زیان نے نظریں بچا کر مختلف پوائنٹس پر نسب کرنا تھا۔

"افراح، تیس لوگ اور بھیجو" باہر افراح مسلسل اوپر کھڑے لوگوں کو نشانہ بنا رہی تھی جب زیان کی آواز پر اس نے مزید لوگ اندر بھیجے۔ افراح کا کام باہر ہی کافی تھا تو زیان نے بھی اسے باہر ہی رکنے کا کہا اور کامیابی سے پہلا بم نسب کر دیا۔ میپ اسکے پاس تھا اور سرکل کیے ہر پوائنٹ پر فٹنگ ہونی تھی۔ وہ لوگ بہت مہارت سے اندر کے گارڈز کا صفایہ کرتے ہوئے راستہ بنا کر زیان کو جگہ اور موقع دے رہے تھے۔ پوری بلڈنگ میں فائرنگ کی چنکارتی آوازوں نے وبال مچا رکھا تھا۔

"سر جلدی کریں، ہمارا وقت بہت تیزی سے گزر رہا ہے" زیان اپنی پوری طاقت اور زور سے وہ بم فٹ کر کے انھیں ریموٹ کنٹرول سے کنکٹ کرتا جا رہا تھا کیونکہ سارے بلاسٹ ایک ہی بار کرنے تھے۔ چونکہ وہ بلڈنگ ہی اصل فساد خانہ تھی لہذا اس بلڈنگ کو بھی سیٹھ میزان خان کے گھر کی طرح خاک کرنا بہت اہم تھا۔

"زیان، اندر بہت زیادہ لوگ ہیں۔ پلیز دھیان سے" افراح مسلسل گولیاں چلا کر ساتھ پریشانی سے بولی مگر زیان کے پاس ابھی جواب دینے کا بلکل وقت نہیں تھا۔ چودہ بم نسب کرنے کے بعد اب وہ لوگ مزید آگے بڑھے تھے۔ پوری عمارت کئی آفسیز، کئی بڑے رومز، سنوکر کلبز، بارز رومز، اور جوئے خانوں پر مشتمل تھے۔ کئی طرح کے کمرے تو طبعی آلات سے مزین تھے۔ اور ایک خفیہ بہت بڑا جیل خانہ بھی موجود تھا۔ زیان کے لیے یہ ٹاسک اپنی زندگی کا سب سے مشکل ٹاسک تھا کیونکہ ایک طرف سامنے بندوقیں تنی تھیں اور کوئی بھی گولی اگر زیان کو لگ جاتی تو اسکا کام تمام ہو جاتا۔ یوں تو وہ سب اس ٹاسک کے دوران مکمل بلٹ بروف یونیفارم میں تھے مگر موت جب لکھی ہو تو اسے کب مات ہے۔ بارہ کے قریب بم مختلف آفسز اور کمروں میں نسب کیے گئے تھے۔ بلڈنگ کو بلاسٹ کرنے کے لیے زیادہ ترمین حصہ ہی ٹارگٹ کیا گیا تھا کیونکہ ان سارے مواد کی رینج

بہت زیادہ ہائی تھی اور اگر نچلہ حصہ مکمل تباہ ہو جاتا تو اوپر کی کئی سو منزلیں ویسے ہی زمین میں دفن ہو جانے والی تھیں۔ وہ گارڈز تعداد میں افراح اور زیان کی سوچ سے زیادہ تھے، مسلسل فائرنگ کا سلسلہ پورے نووے منٹ جاری رہا اور آخری بڑا بم باہر کی راہداری میں فٹ کرنا تھا اور اسکے بعد ان سب نے وہاں سے نکلنا تھا۔

"سر ہمارے پاس صرف چھ منٹ باقی ہیں، چھ منٹ کے بعد تمام بلاسٹ خود ہی ایکٹیو ہو جائیں گے" ایک آدمی مسلسل زیان کے ساتھ تھا، زیان باقی تمام بم نسب کرتے بلکل نہ کانپا مگر اس پر اسکا ماتھا بھیگ گیا تھا۔ وہ بڑا تھا اور فٹنگ میں بھی ٹائم لے رہا تھا۔ باہر اب فائرنگ رک چکی تھی۔

"زیان، ہری اپ۔ وہ لوگ راکٹ لاونچر استعمال کرنا شروع ہو گئے ہیں" افراح کی دبی سئ آواز آئی اور ساتھ ہی ایک بلاسٹ کی آواز پر زیان کا دل مزید لرزا۔ وہ سب باہر محفوظ تھے مگر وہ لوگ اب خطرناک ہتھاروں پر آ چکے تھے۔

"افراح، تم سب نکلو۔ ہم آتے ہیں" زیان نے فٹنگ پوری کی اور باقاعدہ دھاڑ کر افراح کو کہا جو زیان کی اس بات پر سکتے میں تھی۔

"نو، تم جب تک نہیں آتے میں ہلوں گی بھی نہیں۔ زیان پلیز جلدی کرو" افراح کی آواز لرز کر زیان کو بھی ہلا گئی اور اب وہ لوگ راستہ صاف کیے باہر نکلنے کو چل پڑے تھے۔ زیان نے اپنے کندھے پر ڈالے بیگ کو اتارا اور اس میں سے ایک ریموٹ کنٹرول ڈیوائس نکال کر بھاگنے کے دوران ہی گرین بٹن پریس کر دیا جس کے ساتھ سیکنڈ بعد تمام بلاسٹس ایکٹیو ہو گئے تھے اور دو منٹ کے اس وقت میں ان سب کو بلڈنگ سے بہت زیادہ دور جانا تھا۔ افراح اور باقی ٹیم نے زیان اور اندر کی ٹیم کو آتے دیکھا تو وہاں سے دوڑ لگا دی۔ وہ سب لوگ جتنی ممکن

رفتار تھی اس سے بھاگ کر اس مدار سے دور ہوئے اور اس دوران وہ بلڈنگ کے اوپر کھڑے گارڈز مسلسل راکٹ کے حملے جاری رکھے ہوئے تھے مگر یہ سب لوگ بلڈنگ کی پچھلی طرف ہونے کے باعث بچ نکلے تھے۔

"سب زمین پر لیٹ جاو" وہ لوگ بیس سکینڈ کے بقیہ وقت تک بلاسٹ کی رینج سے نکل آئے تھے، زیان نے زمین پر اوندھے منہ لیٹ کر اللہ کا نام لیا اور ٹریگر دبا دیا۔ زمین اتنی شدت سے کانپی کہ ایک لمحے کو لگا کہ خطرناک زلزلہ آگیا ہو۔ تاحد نگاہ اور سماعت کو سن کر دینے والی یکے بعد دیگرے کئی بلاسٹ کی آوازیں آئیں اور سیاہ دھواں پھیل کر ان سب کے چہروں تک سیاہی پھیلا گیا۔ ہولناک آواز آئی اور آگ اور دھویں کا آسمان کو چھوتا غبار ہر طرف اندھیرا کر گیا تھا۔ سب کی آنکھوں میں چمک تھی، دور سے سات ہیلی کاپٹروں کی آمد پر ستارہ کی تمام ٹیم زمین سے اٹھی اور افراح اور زیان نے سیاہ چہروں ہاتھوں کے ساتھ وہ دل دہلا دینے والا نظارہ دیکھا۔ وہ اتنی بڑی بلڈنگ نہیں ایک تنظیم تھی جسکا خاتمہ ایک بار پھر ستارہ کے ہاتھوں ہوا تھا۔ زیان نے ایک نظر سیاہ آسمان پر غبار پھیلاتے دھویں کو دیکھ کر پروردگار کا شکریہ ادا کیا اور پھر کچھ ہی دیر میں ستارہ کے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے ایک بار پھر ستارہ منظر سے سایے کی طرح غائب ہوگئی۔

****

"بریکنگ نیوز، ہم آپ سکو بریکنگ نیوز دیتے جائیں کہ سیٹھ میزان خان جو پچھلے کئی دنوں سے مفرور تھے انکا گھر ایک بہت بڑے بلاسٹ سے خاک اور مٹی کا ڈھیر بن گیا، کہا جا رہا ہے کہ یہ سیٹھ میزان خان نے خود کروایا ہے۔ ناظرین ملک کا یہ غدار جس بھی بل میں جا کر گھس جائے مگر اب یہ ستارہ سے نہیں بچے گا۔ پورے بلاسٹ ہونے والے ایریا کو سیل کر دیا گیا ہے۔ دھماکے کا محمور ٹھیک سیٹھ میزان خان کے گھر کے گرد تھا، تمام حساس ادارے اور انویسٹیگیشن ٹیم کے لوگ اس واقعے کی گہری چھان بین شروع کر چکے ہیں۔ ہم آپ کو جلد تمام اطلاعات سے باخبر کریں گے۔ مزید معلومات کے لیے ہمارے ساتھ رہیں" فجر کا وقت اور دور دور پولیس اور فائیر بریگیڈ کی گاڑیوں کے سائرن اس فلک تک جاتی آگ کے شعلوں کو بجھا رہی تھیں۔ سیل کی گئی ساری جگہ کے قریب قریب میڈیا کو جانے کی اجازت نہ تھی پھر بھی جلے ہوئے اس بنگلے کی لائیو کوریج نے جہاں ستارہ ٹیم کے سینے ٹھنڈے کیے وہیں سیٹھ میزان خان کی تو شاید جسم سے جان لے لی گئی تھی۔ وہ اس بڑے رقبے پر پھیلی حویلی کے لاونج میں نیند کی خماری کے سنگ یہ خبر سن کر شاید کوئی اور ہی میزان خان تھا۔ جسکی ٹانگوں میں نہ جان تھی نہ ہی جسم میں روح۔

" واٹ، نہیں" وہ جتنی طاقت سے دھاڑ سکتا تھا اتنی طاقت سے دھاڑا کے اسکے ارد گرد کے کئی گارڈز بھی لرز اٹھے تھے۔

"نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ میں برباد نہیں ہو سکتا، یہ جس نے بھی کیا ہے مجھے اپنے سامنے چاہیے۔ دو گھنٹے کے اندر اندر مجھے اسکا پتا چاہیے ورنہ تم سب لوگ یہیں کھڑے کھڑے دفن ہو جاوگے۔ اگر وہ ستارہ مجھ تک پہنچی تو تم سب کی وہ حالتیں کروں گا کہ موت بھی تم لوگوں سے ڈرے گی۔ جاو، نکلو، گم کرو اپنی مردود شکلیں" سیٹھ

میزان خان کے دھاڑنے پر کئی لوگ ایک ایک کر کے باہر بھاگے تھے اور سیٹھ وہیں کانپتی ٹانگوں کے ساتھ صوفے پر لڑھک گیا۔ اسکی حالت ناقابل یقین حد تک مخدوش تھی۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی کن پٹی مسل رہا تھا۔

"مجھے نہیں آنا چاہیے تھا یہاں، اس کردان حق کی وجہ سے مجھے یہاں آنا پڑا۔ کیا کروں میں، ستارہ مجھ تک پہنچ گئی تو سب ختم ہو جائے گا۔ میرا اس دنیا پر راج کرنے کا خواب، میری ساری محنت خاک ہو جائے گی۔ نہیں نہیں، یہ سب نہیں ہونے دے سکتا میں۔ برسوں کی محنت پل بھر میں خاک نہیں ہونے دوں گا" سیٹھ میزان خان نیم پاگل پن کے ساتھ ہڑبڑا کر اپنے بال نوچ رہا تھا، ابھی تو یہ ٹریلر تھا سیٹھ جی، ابھی تھوڑی دیر میں آپکو فلم بھی دیکھائی دی جائے گی۔ سیٹھ کے آدمی بھی سیٹھ کی ایسی پاگل سی حالت دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہوئے باہر نکل گئے۔

"کیا یہ مجھ سے بھی شاطر ہے، میں سیٹھ میزان خان جسکا آئی کیو لیول قابل رشک ہوا کرتا تھا۔ جو ایک بہت بڑی تنظیم کا مالک ہے، میں اتنا طاقتور ہوں میرا ستارہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ھاھا ستارہ، اہہ اہہ یہ۔۔۔ ستارہ، نہیں نہیں نہیں میں برباد نہیں ہو سکتا، میرا گھر۔۔۔۔ مجھے یہاں سے جانا ہو گا، ہاں" سیٹھ میزان خان کے اوسان خطا تھے، حالت قابل رحم حد تک خراب۔ چہرے پر خوف اور ڈر اسکی رگوں کا خون نچوڑ چکا تھا۔ فون کی چنکارتی بیل پر سیٹھ میزان خان دیوانے سے اپنی واپس انسانی حالت میں لوٹا تو سامنے پڑے فون پر پرائیوٹ کال آرہی تھی۔ میزان خان نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"یو آر فنش، سیٹھ میزان خان ٹی وی تو آن کیجئے۔ آپکو اصل مووی تو اس پاگل اور پگلائی حالت میں بھی دیکھنی ہو گی۔ سکاٹ لینڈ کا ایک علاقہ ہے گلاسگو، سنا ہے وہاں کوئی بلڈنگ بلاسٹ ہو گئی، دیکھتے ہی دیکھتے کئی دھماکے ہوئے" آج مرجان خالق کے چہرے پر وہی تاثر تھا جو میدان جنگ میں دشمن کے سپاہیوں کو لاتیں اور ٹھڈے مارنے والوں کی آنکھوں میں ہوتا ہے۔ اس دن کا انتظار مرجان خالق نے کتنے سال کیا تھا اور آج آخر کار وہ دن آ گیا تھا۔ سیٹھ میزان خان نے اپنے اندر اٹھنے والی ہولناک کپکپی کو قابو کر کے اپنی ابتر حالت کے سنگ کانپتے ہاتھوں سے ٹی وی آن کیا۔

"بی، ایل، او، ڈی ادارے کا بھیانک خاتمہ۔ دیکھتے ہی دیکھتے گلاسگو میں موجود یہ بلڈنگ چند لمحوں میں مٹی کا ڈھیر بن گئی۔ کہا جا رہا ہے کہ اندر موجود تمام لوگ مارے جا چکے ہیں۔ حساس اداروں نے اس بلڈنگ کی انویسٹیگیشن خود کرنے کے لیے تمام سیکورٹی اور نجی اداروں کو روک دیا ہے۔ ارد گرد کے کچھ علاقے کے لوگوں سے پتا چلا ہے کہ وہ لوگ سیکورٹی بیسز کے کیس کو لے کر کام کرتے تھے، تو پھر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ایسے قانونی ادارے کو نیست و نابود کرنے میں آخر کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے، ضرور یہ لوگ سیکورٹی کی تاک میں ضرور کوئی اور کام کرتے تھے۔ مزید معلومات کے لیے آپ بی بی سی اردو سے جڑے رہیے" سیٹھ میزان خان کے ہاتھ سے فون کے ساتھ ساتھ ریموٹ بھی زمین پر گر گیا اور وہ پھٹی آنکھوں کے سنگ دلبرداشتہ سا اٹھا اور اس نے دیوار سے لگی ایل سی ڈی سکرین پوری قوت سے کھینچ کر زمین پے دے ماری۔ وہ اپنی پوری توانائی کے سنگ دھاڑا اور وہیں فرش پر گر پڑا، اسکا سر بہت زور سے فرش پر لگا جسکی وجہ سے وہ کچھ دیر کراہ کر بے سدھ ہو

گیا۔ برائی کا ایسا عبرت ناک انجام کے اس حویلی کی ایک ایک دیوار وحشت سے لرز رہی تھی۔ ابھی تو آس بد بخت کو مزید اسکے کیے کی سزا دینے کے لیے ستارہ اپنے اگلے مشن پر روانہ ہو چکی تھی۔

****

سب اپنی اپنی گنز لوڈ کر چکے تھے۔ ستارہ جونیئر ٹیم نے پہلے ہی سیٹھ میزان خان کی پوری آبائی حویلی کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ لیکن حملہ ستارہ خود آ کر کرنے والی تھی۔ خضر کا زخم بھلے بہت معمولی تھا مگر وہ کسی صورت بھی کیس کو چھوڑنے پر رضامند نہ تھا۔ دوسری طرف پورے گلاسگو میں چھوٹے اور برے لیول پر دھماکوں کی تفشیش اور تحقیق جاری تھی مگر وہاں کے اداروں اور پولیس کو بھی اس صفائی سے کام ہونے پر حیرت کا اٹیک آ چکا تھا۔ افراح اور زیان بخیر وعافیت سے ستارہ جوئیر بریک ہاوس پہنچ چکے تھے اور ابھی کچھ دیر پہلے ہی ہزل انجم نے ان دونوں سے لائیو کال پر نہ صرف خیریت پوچھی بلکے لازوال کامیابی پر مبارکباد بھی پیش کی۔ وہ لوگ وہاں انگلیڈ کے ٹائم کے مطابق صبح دس تک یعنی پاکستانی وقت کے مطابق شام تین تک وہاں رہنے والے تھے۔

"خضر تم آرام کر لیتے بچے، اللہ نے تمہاری جان بچائی ہے۔ مجھے تمہاری فکر ہے" آئرہ توتب سے سخت رنجیدہ تھی، جب جب اسکی نظر خضر کی گردن کے بینڈیج پر جاتی تو دل ہول جاتا۔ وہ اور عریش بھی اپنی اپنی گنز لوڈ

کرتے ہوئے خضر کو ہی دیکھ رہے تھے جو ابھی صوفے پر ٹیک لگائے ہزل کے کہنے پر آرام کر رہا تھا۔ کامل بابا کے لہجے میں بھی اداسی سی اتری، جس پر خضر نے اپنی آنکھیں کھولیں تو سامنے پریشان سی آئرہ کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"بابا میں بلکل ٹھیک ہوں، جب تک یہ مشن مکمل نہیں ہوتا میں آرام نہیں کر سکتا۔ یہ دن بہت سالوں بعد آیا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ آپکی کمزوری بنوں" خضر کہہ تو بابا کو رہا تھا مگر اسکی نظریں آئرہ پر تھیں جو اب خضر کے دوبارہ پاس آ کر بیٹھ گئی تو خضر نے بھی فوراً سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تھوڑی سی گردن موڑ کر دیکھا جس پر اسے معمولی سا درد ہوا تھا۔

"وہ تو ٹھیک ہے خضر، لیکن تم اپنی گردن ہلا نہیں پا رہے میرے بھائی۔ آئرہ تم ہی سمجھاؤ اسے" اب کی بار عریش بھی خضر کی اس ٹارزن بننے والی بات پر تھوڑا سختی سے خفا ہوا تو ہزل بھی بلکل متفق لگے۔

"ڈیوٹی کے دوران میں آئرہ کی بھی نہیں سنتا، آپ سب مجھے کمزور مت سمجھیں۔ آئی تھنک وی شڈ مووو، اس سے پہلے کہ وہ گھٹیا شخص وہاں سے بھی فرار ہو جائے" آئرہ یہ بات جانتی تھی تبھی تو چپ چاپ بس خضر کا یہ ستم سہہ گئی تھی جو وہ اپنے نازک زخم کے باوجود خود پر ڈھا رہا تھا، ہزل انجم نے رشک سے اس اٹھتے خضر کو دیکھا اور اسکو شانوں سے پکڑ کر اسکی آنکھوں میں جھانک کر مسکرائے۔ کامل بابا، عریش اور آئرہ بھی کھڑے ہو چکے تھے۔

"ستارہ کی جان ہو تم خضر، یہ جذبہ جو تمہارے اندر ہے اس کے ہوتے ہوئے پاکستان پر کوئی آنچ نہیں آئی گی۔ آج میرا دل چاہ رہا تمہیں گلے لگا لوں میرے جیتے، آئی ایم پراؤڈ آف یو، انفیکٹ آل آف یو" ہزل انجم نے

حد پر تپاک انداز کے سنگ بہت آہستگی سے اس جانباز کو خود سے لگا لیا جس پر خضر تو مسکرایا جبکہ باقی سب بھی جی جان سے خوش ہوئے تھے۔

"پاکستان زندہ آباد" ایسی حب الوطنی کی گھڑی ہو اور کامل بابا کی دبنگ جوشیلی آواز نہ آتی، ایسا کیسے ممکن تھا۔ بابا کے کہنے کی دیر تھی کہ سب ہی کے ولولے اور ہمت مزید کئی گنا بڑھ کر ناقابل شکست ہوئی تھی۔

"پاکستان پائندہ آباد" اب کی بار سب نے مل کر اس آواز کی کڑک کو اپنی گرجتی آوازوں سے تقویت دی اور مشن کے لیے نکل گئے۔

****

عنیہ کی آنکھ ہلکی ہلکی آذان کی آواز پر کھلی تو وہ اپنی آنکھیں مل کر جاگی تو وہ آواز کچھ دور رکھے مبشر کے فون سے آرہی تھی۔ شاید وہ فجر کے لیے آلارم لگا کر ہی سویا تھا۔ عنیہ تو رات ناجانے کب جا کر لیٹتے ہی سوگئی اسے پتا ہی نہیں چلا کب مبشر واپس آیا اور اسکے پاس ہی آکر سو گیا تھا۔ عنیہ لیمپ کی ملگجی روشنی میں اپنے تکیے کے ساتھ ہی تکیے پر سر دبا کر بے فکر سوئے مبشر کو دیکھ کر مسکرا دی۔ سوتے میں وہ جاگنے سے زیادہ ہنڈسم اور معصوم لگتا تھا، اور عنیہ کو اب مبشر سے کوئی ڈر نہیں تھا۔ آج وہ مبشر کے ساتھ اپنی زندگی کے ایک نئے سفر پر جانے والی تھی، کتنی مزے کی زندگی تھی کہ وہ سب جو کوئی لڑکی چاہتی ہے وہ سب عنیہ کے پاس تھا۔ یہ ساتھ سویا ہوا مبشر بہت جلدی دیکھتے ہی دیکھتے اس ننھی پری کا سب بن گیا تھا، وہ اب ہنستا تھا تو عنیہ کے دل کی بیٹ مس ہوتی تھی۔ وہ

اداس ہوتا تھا تو عنیہ کا دل اسکی اداسی کو دور کرنے کے لیے مچل جاتا تھا۔ وہ خفا ہوتا تو اسکی جان اٹک جاتی تھی۔ عنیہ اپنا رخ مبشر کی سمت موڑے میٹھی نرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو بہت میٹھا، کسی برستے بادل جیسا نرم اور کسی گہرے سمندر کی طرح کشادہ تھا۔ عنیہ اسے دیکھ کر دل میں خوشی محسوس کر رہی تھی، رات کا سوچ کر عنیہ کے چہرے پر تھوڑی سی گھبراہٹ ابھری۔ وہ سونے سے پہلے اسکے قریب آیا ہوگا یہ سوچ کر وہ شرمیلا سا ہنس دی اور یہ کوئی خواب سے جڑا طلسم تھا کہ مبشر کی آنکھیں کھل کر عنیہ کی ساری ہنسی غائب کر گئی تھیں۔ وہ جاگتے ہی عنیہ کی خود پر نظریں دیکھ کر جیسے جی سا اٹھا تھا، یہی خواہش یہی تو اسکی اولین دعا تھی۔ عنیہ کا دل بہت زور سے دھڑکا جب وہ اپنے تکیے سے سر اٹھا کر ایک لمحے میں عنیہ کے تکیے پر سر رکھے عنیہ کے قریب ہوا۔ آنکھوں کی خماری کسی نئی قربت کی مہربان سی تیاری محسوس ہو رہی تھی، وہ اپنا ہاتھ عنیہ کی گردن تک لے جا کر گال پر ٹکا کر اسے بے حد سنجیدگی اور خوشی سے دیکھ رہا تھا۔

"یو نو عنیہ، میں خود کو کتنا لکی سمجھتا ہوں۔ میں نے دعا کی تھی کہ میری زندگی میں جلدی سے وہ وقت آئے کہ میں رات تمہیں دیکھ کر ہی اپنی آنکھیں بند کروں اور جب صبح جاگوں تو یہی چہرہ میری صبح روشن کرے۔ یقین کرو میری خوشی کتنی لازوال ہے، کل رات تمہیں دیکھتے دیکھتے مبشر نے اپنی زندگی کی پہلی خوبصورت نیند لی اور اب آنکھ کھلنے پر ان نگاہوں کا من پسند چہرہ سامنے ملا ہے۔ کیا تم میری خوشی کی گہرائی کا اندازہ لگا سکتی ہو؟" مبشر کی سانس کی حدت باآسانی عنیہ کے چہرے تک سفر طے کرتی ہوئی عنیہ کو مہکا رہی تھی، وہ بلکل مدہوش نہ تھا مگر وہ بہت زیادہ خوش تھا۔

"نہیں لگا سکتی، میرا دماغ ابھی وہاں جاتا نہیں۔ ابھی زرا انکی سمجھ لیں" عنیہ کا پر اعتماد ہو کر جواب دینا اور بنا کسی جھجک کے مبشر کے ہاتھ کو چھو کر بات کہنے پر شہزادہ تو دل تک پر سکون ہوا تھا، وہ اسے اپنے دل و جان میں اتار رہا تھا اور وہ بھی پوری رضامندی سے اترتی جا رہی تھی۔

"جب جائے گا تب تمہیں بھی مجھ سے دور رہ کر چین نہیں ملے گا" مبشر اسکی گال کو بہت آہستگی سے سہلاتے ہوئے تھوڑا خطرناک سا ہوا، عنیہ اسکی بات پر مسکرا دی۔

"وہ تو ابھی بھی نہیں ملتا" عنیہ جو کہہ گئی تھی اسے اسکی سمجھ بعد میں آئی اور وہ ہونق زدہ ہو کر کرنٹ کھائے اپنی کروٹ بدلے اب فرار ہونے کے لیے اٹھنے ہی لگی جب مبشر نے اس ہلکی سی نازک عنیہ کو بڑے ہی آرام دہ انداز میں کمر سے پکڑ کر واپس موڑے خود پر جھکا لیا جو اس دل کو راحت دیتی بات پر شریر ہو چکا تھا۔ عنیہ کا دل بہت زور سے یوں نازک ترین حالت میں دھڑکا اور مبشر تو بے خودی کے سنگ عنیہ کے اسکے چہرے پر جھکے بال ہٹا کر ایک طرف کیے اسکے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہا تھا جو یوں اتنی قریب نا جانے کیسے سانس لے رہی تھی۔

"چین کی کمی نہیں ہونی چاہیے ناں، ویسے بھی دن کا آغاز اور اختتام محبت سے ہوا کرے گا۔ ہاں پورا دن تمہارے قریب نہیں بھٹکوں گا، ابھی تھوڑا قریب آنے دو۔ رات تمہیں سوتا دیکھ کر میرے دل کو بہت بتمیز خیال آ رہے تھے، سچی لیکن تمہارا پیارا سا شہزادہ بہت شریف ہے۔ میں نے بس تھوڑا سا پیار کیا اور سو گیا" عنیہ کا تو اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے تھا، مبشر کی یہ بات سن کر بچاری لرز ہی تو اٹھی تھی۔ رونگٹے الگ کھڑے تھے

اور اب تو ماتھے پر نمی بھی تھی۔ مبشر نے جان بوجھ کر ایسا کہا کیونکہ وہ اسے تھوڑا ستانا چاہتا تھا ورنہ وہ رات بس اسے دیکھتا ہی سو گیا تھا۔

"ک۔۔۔ کیا کرتے ہیں آپ مبشر، میری جان لیں گے کیا۔ چھوڑ دیں مجھے کچھ ہو رہا ہے" عنیہ کی آواز بھی اسکی طرح کانپ رہی تھی، اور چہرے پر شرم سے سرخی اتر آئی تھی، مبشر نے عنیہ کو دیکھ کر زیر لب مسکان دبائی۔

"چھوڑ دیتا ہوں لیکن کچھ دیر میرے پاس رہو، پھر اٹھتے ہیں" مبشر نے مسکرا کر اپنی بازو مزید جکڑ کر اسے اپنے سینے سے لگالیا تو وہ بھی چپ چاپ جناب کی خواہش پر اسکے ساتھ جالگی۔

" کتنا پاس رکھیں گے اور، اتنے قریب تو آگئی ہوں آپکے۔ اب تو خود کے قریب اتنا اپنا آپ نہیں لگتا جتنا آپ نظر آتے ہیں" عنیہ اسکے سینے پر سر رکھے شدید جنجھلاہٹ سے بولی تھی جس پر مبشر نے تھوڑی سی تکیے کو ٹیک سے سرکا کر ایک نظر جھکا کر عنیہ کو دیکھا جسکا ایک ہاتھ مبشر کے دل پر تھا۔

"کیا تمہیں میرا تمہارے پاس ہونا بے چین کرتا ہے، کیا میری طرح تمہارا دل نہیں چاہتا کہ تم بھی میرے ایسے قرین رہو" مبشر کے عنیہ کی اس بات پر پوچھے سنجیدہ سے اس سوال پر عنیہ نے اپنی آنکھیں اٹھا کر مبشر کو دیکھا جو اسے اپنا سب کچھ محسوس ہو رہا تھا۔

"میں بس یہ جانتی ہوں کہ آپ میرے لیے بہت ضروری ہو گئے ہیں، مجھے آپکے پاس آنے میں کوئی بے چینی نہیں۔ لیکن اس دل کا کیا کروں جو دھڑکنا بھول جاتا ہے، اس جسم میں جان کی رمق تک نہیں رہتی۔ یہ کیسا احساس ہے مبشر کہ مجھے خود سمجھ نہیں آتی، مجھے آپکا میرے لیے ایسا قریبی ہونا خوشی دیتا ہے۔ آپ پتا نہیں

کونسے جادوگر ہیں، اچھی بھلی عنیہ کو محبت میں مبتلا کر دیا ہے" عنیہ اسے دیکھ کر اپنی سانس واقعی اٹکتی محسوس کر رہی تھی، نگاہیں یوں تھیں کہ جیسے ہٹ جانا بھلا بیٹھی تھیں۔

" تمہیں محبت میں مبتلا کر کے اپنی زندگی بھی تو بڑھائی ہے، سچ پوچھو میں تو بے رنگ تھا۔ ایک ڈرپوک سا تنہا بیٹھ کر رونے والا ایک روتو کمزور سا بندہ۔ میری ہر خوشی اللہ نے اچانک تم سے جوڑ دی گویا مجھ میں عجب سی ہمت بھی آگئی، مجھے تم سے محبت ہونی ہی تھی۔ میری محبت کے چکر میں تم بھی زد میں آگئی میری معصوم پری، میرے لیے میری فیملی جتنی اہم ہے اب ویسا ہی درجہ عنیہ مبشر احمد کا ہے۔ لک عنیہ، تمہارے نام کے ساتھ میرا نام جڑ کر کتنا حسین اور مکمل ہے" عنیہ کو ایک لمحے کو لگا جیسے مبشر اس پر یہیں اپنی جان تک دے جائے گا، دل نکال کر وار دے گا۔ وہ لفظ لفظ محبت تھا، آخری بات پر عنیہ بھی پیارا سا مسکرائی تھی۔

" بہت مکمل ہے، بلکل آپ کی طرح۔ دادی کہتی ہیں جو انسان بولتے ہوئے اپنی آنکھوں سے مسکراتا ہے اسکا دل بہت جلدی کامل ہو جاتا ہے۔ آج دادی کی بات سمجھ آئی ہے کہ جسکا دل کامل ہوتا ہے یہ ہنستی آنکھیں اسی کو ملتی ہیں۔ آپکو پتا ہے مبشر، مما بابا کے بعد مجھے دادی اور عریش بھیا نے بہت مضبوط اور پر اعتماد بنایا تھا، وہ دونوں مجھے کبھی اداس تک نہیں ہونے دیتے تھے۔ پر میں پھر بھی اندر سے تھوڑی ڈرپوک رہ گئی تھی، مما اور بابا کو یاد کر کے روتی تھی، اور آپکو پتا ہے فوراً دادی اور بھیا سمجھ جاتے تھے کہ میں روئی ہوں۔ پتا ہے کیسے ؟ دادی کہتی تھیں کہ دل ٹوٹے یا روئے تو ہنسنے والی آنکھیں بھی رونے لگنے لگتی ہیں۔ آج آپکی آنکھوں میں دادی کی بتائی کاملیت ہے، آپکا دل مسکرا رہا ہے کیونکہ اسکی وجہ میں ہوں۔ میں نے ایسی محبت پھر بھی کبھی پہلے نہیں دیکھی جو آپ مجھ سے کرتے ہیں، یہ بہت گہرائی تک پر سکون کرنے والی ہے" عنیہ کی ایک ایک بات، ایک ایک تاثر

مبشر نے کسی قیمتی شے کی طرح دل کے صحیفے میں رقم کیے۔ وہ ہنوز مسکرائی آنکھوں سے مزید جھک کر عنیہ کے ماتھے پر ہونٹ دھرے اس انمول سی متاع حیات پر جان تک نثار تھا۔

"تم تبھی تو مجھے اتنی پیاری ہو عنیہ، تم دوسری اپنی ہم عمر لڑکیوں جیسی جذباتی اور لاپرواہ نہیں ہو۔ تم ابھی سے بہت میچور اور پر اعتماد ہو اور اسی وجہ سے میں آج تک بلا جھجک اور بنا کسی تکلف کے تمہارے قریب آتا تھا اور آتا رہوں گا۔ تم بہت سمجھدار ہو، بہت گہرا سوچتی ہو۔ سامنے والے کا دل موہ لیتی ہو اور سب سے بڑھ کر مجھ سمیت سب کی لاڈلی ہو۔ میرے جیسی محبت تمہیں کہیں دیکھائی دے گی بھی نہیں کیونکہ تم میری محبت تو ہو ہی، لیکن تم اسکے ساتھ ساتھ میرے وجود کا حصہ ہو۔ شوہر اور بیوی کا رشتہ اس دنیا کا سب سے زیادہ محبت میں لپٹا اور قریبی تعلق ہوتا ہے، اور اگر بیوی شوہر کی محبت بھی ہو تو وہ اسے دیکھ کر بھی صرف سکون حاصل کرتا ہے۔ جانتا ہوں تم ابھی چھوٹی ہو یہ سب باتیں سمجھنے کے لیے تمہیں وقت چاہیے لیکن میں تمہاری رہنمائی کے لیے ہمیشہ موجود ہوں۔ تم ہر بات، مینز ہر بات جو تم سے جڑی ہے وہ مجھے با آسانی کہو اور یہ بندہ تمہارے لیے ہمیشہ موجود ہے۔ کبھی بھی گھبرانا نہیں ہے، مجھے اپنی سہیلی، خالا، چاچی، اور دادی تک سمجھ لینا" مبشر کا انداز اتنا پیارا تھا کہ کھوئی ہوئی عنیہ بھی آخری بات پر دانت نکالے ہنس دی، ابھی تو وہ واقعی دادی ہی لگ رہا تھا۔ مبشر بھی ہنس کر عنیہ کی اس مسکراہٹ پر رشک میں مبتلا تھا۔

"ھاھا آپ واقعی بہت پیارے ہو، آپ میری سہیلی بن جاو۔ پھر میں آپ سے اپنے شوہر کی برائیاں کیا کروں گی، پھر آپ مجھے اپنے شوہر کو تنگ کرنے کی پٹیاں پڑھایا کرنا" عنیہ کی کھکھلا کر کہتی اس بات پر مبشر کا بے اختیار قہقہہ چھوٹا تو خود عنیہ بھی کتنی ہی دیر ہنسی چلی گئی۔

"ھاھا اف عنیہ قسم سے تم مجھے پاگل کر رہی ہو، اتنی پیاری مت بنا کرو کچا چبا جاوں گا۔ اس سے پہلے کہ میری نیت خراب ہو چلو اٹھیں، ویسے بھی آج جلدی جانا ہے بہت لمبا اور تھکا دینے والا دن ہو گا" مبشر کو وہ بلاشبہ پیاری تھی اور وہ بھی اس اتنی جلدی خلاصی پر خوشی خوشی مبشر کی گرفت سے نکل کر بیٹھی تو مبشر بھی بلینکٹ ہٹائے اٹھ بیٹھا۔ نظر پھر سے ہنسی دباتی عنیہ پر گئی تو جناب اٹھتے اٹھتے پھر سے بے لگام ہوتے ہوئے عنیہ کی سمت جھکے جو اپنی بتیسی نکالے فوراً سے پہلے اٹھ کر بھاگی تھی۔ خود مبشر بھی عنیہ کی ایسی چالاکی پر پیارا سا ہنس کر اٹھ گیا اور عنیہ نے سامنے سے ہٹ کر جناب کو جانے کا راستہ دیا مگر وہ بھول گئی تھی کہ تمام تر شرافت ایک طرف اور مبشر صاحب کی دیوانگی ایک طرف رہتی تھی۔ ایک ہی جھٹکے سے وہ عنیہ کی سمت ہوا تو بچاری گھبرا کر دیوار سے جا لگی۔ مبشر اسکے عین سامنے کھڑا ہوتے ہی اسکے دونوں ہاتھ میں بڑی نزاکت کے سنگ انگلیاں پھنسائے اسکے ہاتھ اور بازو دیوار سے لگائے عنیہ پر جھکا جو سخت سہمی ہوئی اپنی آنکھیں سختی سے بند کر گئی تھی۔

" مبشر آپکو کونسا دورا پڑتا ہے، اب آپ نے کچھ کیا تو بتا رہی ہوں یہیں بیہوش ہو جاوں گی پھر اکیلے جایئے گا یونی" عنیہ آنکھیں بند کیے بھی بڑبڑانا نہیں بھولی تھی اور مبشر دل ہی دل میں خوف ہنستا ہوا اس پر مزید جھک کر کان کے قریب ہوا۔

" آئی لو یو، یہی کہنا تھا۔ تمہارا بیہوش ہونا ابھی افواڈ نہیں کر سکتا یار" مبشر کی چاہت میں حلول ہوئی سرگوشی کے بعد اسکی ہونٹوں کا عنیہ کی گال کو مس ہو کے گزرنا عنیہ کا دل بھینچ گیا تھا اور وہ اپنی سخت بھینچی آنکھیں کھول چکی تھیں جہاں مبشر اسکے دونوں ہاتھ چھوڑے اب اسکی گالوں کو کھینچے ہنس دیا تھا۔ بچاری کا خون سوکھا کہ خود دانت نکالنے کا بڑا شوق تھا موصوف کو۔

"چلیں جائیں اب، جواب تو پتا ہے آپکو" عنیہ نے جھجکتے ہوئے لب کھولے اور مزید مبشر کو دیکھنے کے بجائے سر جھکا گئی۔ مبشر کی نگاہیں تو ہٹنے کو رضامند ہی نہ تھیں مگر پھر وہ پوری شرافت سے چلا گیا تھا۔ دن تو انکا واقعی بہت بزی تھا۔ عنیہ کے ایڈمیشن کا سارا کام آج فائنل ہو گیا تھا۔ خود مبشر کی آج ایکسٹرا کلاسز تھیں۔ عنیہ کو یونی بہت پسند آئی تھی دوسری بات اسے وہاں مبشر کے تمام ٹیچرز مسز مبشرز کے طور پر ملے تھے۔ اور جب انکو پتا چلا کہ عنیہ بھی سٹڈی میں بہت شارپ ہے تو یہ خوشی مزید بڑھی تھی۔ مبشر کی تو ویسے بھی وہاں بہت ریٹنگ تھی، وہ یونی کا ایک قابل تعریف سٹوڈنٹ تھا اور اب ایک اس جیسی اور کے اضافے پر وہاں کے ہیڈ آف ایجوکیشن بھی کافی مطمئین لگے تھے۔

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

"سر آپکو چلے جانا چاہیے، مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ یہاں کیوں رکے ہیں" پانچ کے قریب سانڈ نما گارڈز سیٹھ میزان خان کے ارد گرد تھے۔ ان میں سے ایک بڑی احتیاط کے ساتھ اسکے ماتھے سے نکلتے خون پر بینڈیج کر رہا تھا۔ سیٹھ میزان خان کے چہرے پر اسکے وجود کا سارا خون سمٹ کر آنکھوں کو بھی خون آشام بنا چکا تھا۔ پوری حویلی میں میزان خان کے گارڈز نے سخت سیکورٹی کر رکھی تھی مگر اس کے باوجود ستارہ ٹیم نے اسے چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ اس کیس کو مکمل کرنے کے لیے پولیس، سیکورٹی ادارے اور کئی انویسٹیگیشن آفیسرز اس پوری حویلی کو تحویل میں لے چکے تھے۔ ستارہ بھی کچھ دیر میں پہنچنے والی تھی، یہ سارا کیس بہت سیکرٹ رکھا

گیا تھا اور پہلی بار ستارہ یوں منظر عام پر آنے والی تھی مگر خفیہ اداروں نے ستارہ کو کیس کے بعد وہاں سے بحفاظت نکالنے کی ساری ذمہ داری بھی لے لی تھی۔

"کہاں جاوں، میرے لیے اس زمین میں گڑھنے کے سوا کچھ بچا ہی نہیں۔ میرا سب کچھ تباہ ہو گیا، بس ایک تمنا کہ میں ستارہ کا اپنے ہاتھوں سے خاتمہ کروں۔ ستارہ، سب ٹھیک کہتے ہیں کہ وہ کوئی خلائی مخلوق ہے، وہ مجھ جیسے اتنے طاقتور انسان کو دیکھتے ہی دیکھتے برباد کر گئی۔ تم سب غور سے سن لو، مجھے مرنے سے پہلے ستارہ کا خاتمہ چاہیے، میں ہار نہیں سکتا" کچھ دیر زیر لب گالیاں دینے کے بعد میزان خان کی لرزتی آواز یوں لگا واقعی کسی قبر سے آئی تھی، اسکا یہ مینجر بھی سیٹھ کی ایسی بگھڑی حالت پر افسردہ تھا۔

"سر ہم اپنے خون کے آخری قطرے تک لڑیں گے، ہم آپکو ہارنے نہیں دیں گے" وہ آدمی کچھ جھک کر سیٹھ میزان خان کے سامنے جھک کر بیٹھا تو اس چہرے کی وہشت دیکھ کر لرز اٹھا۔ سیٹھ نے ایک تلخ دلخراش سی سانس لی اور دیوار کا سہارا لیے لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔

"میں جانتا ہوں ابھی یہ گھر بھی ستارہ کے نشانے پر ہے لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ جب کسی تنظیم کا خاتمہ کرتے ہیں تو اسکے مالک سے ضرور فیس ٹو فیس ملاقات کرتے ہیں۔ ستارہ یہاں ضرور آئے گی۔ میں تو ویسے بھی اپنی تنظیم کے ساتھ ہی مر گیا ہوں، یہاں سے بھاگ کر بچ بھی جاوں تو مارا جاوں گا۔ کیا کیا سوچا تھا، لیکن ایک بار پھر وفا نے بے وفائی کو مات دے دی۔ تم جانتے ہو جب میں نے کردان حق کی بیوی کو مارا تھا تو اس نے مجھے ایک نصیحت کی تھی، اس نے کہا تھا کہ میں خودکشی کر لوں۔ میں بہت ہنسا، اتنا کہ بے دم ہو گیا۔ میں جسکے منہ کو طاقت کا نیا نیا امرت لگا تھا وہ کیسے ایسی بات مانتا۔ میں نے گولی چلائی مگر وہ چھوٹا سا بچہ اس گولی کے آگے آگیا۔ میں نے

اس بچے کو مرتے دیکھا تو وہ عورت بس چند آنسو بہا کر وہیں گر پڑی اور کچھ دیر بعد مر گئی۔ یہ منظر مجھے خودکشی سے زیادہ اذیت ناک لگا تھا۔ اس گھر کو ان دونوں سمیت میں نے خود جلایا تھا، مگر اس بھڑکتی آگ کے شعلے میری آنکھوں میں در دلے آئے۔ یہی نہیں، جب میں نے مرجان خالق کے گھر والوں کو مارا تو پھر مجھے کوئی درد نہ ہوا۔ اسکی ماں نے مجھے مرنے سے پہلے فرعون کہہ دیا، پھر مجھے یقین ہوا کہ میں فرعون بننے میں کامیاب ہوں۔ آج میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے بنا کسی حساب کے موت آجائے مگر میں اپنی غلیظ زندگی کا یہ آخری گند بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ آج میں شاید ناکام اور برباد ہوں لیکن میں آج بھی وہی فرعون ہوں، ہر عروج کو زوال ہے لیکن ایسا زوال، اتنی جلدی۔ ابھی تو میری حوس باقی تھی، ابھی تو مجھے اس ملک کی تباہی دیکھنی تھی۔ لیکن چلو کوئی بات نہیں، ملک کی نا سہی ملک کے محافظوں کی ہی سہی۔ اب میری یا تم سب کی موت اٹل ہے لیکن میں ایسے خسارے کے ساتھ نہیں جا سکتا۔ آج یہاں ستارہ کا خاتمہ ہوگا" سیٹھ میزان خان کے لہجے میں کبھی یاس اڈی تو کبھی ماضی کے ہولناک بھڑکتے شعلوں نے اسکے وجود کو جلسا دیا۔ وہ اس گھڑی میں بھی توبہ کے بجائے مزید ایک گناہ کا ارادہ کر رہا تھا۔ اللہ بھی جسے چاہتا ہے توبہ کی توفیق دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کے دل پر سیاہی کی مہر لگا دیتا ہے۔ سیٹھ میزان خان کی آنکھوں میں آب کوئی ڈر نہ تھا، اس وقت بھی اسکا مقصد صرف ستارہ کو ختم کرنا تھا۔ وہ آدمی سیٹھ کی ذہنی حالت پر سکون کرنے کے لیے سر ہلائے باہر نکلا اور پوری حویلی کی سیکورٹی مزید تیز کر دی گئی۔ سیٹھ میزان خان کے عبرتناک انجام کے لیے ستارہ پہنچ چکی تھی، اللہ ظالموں کی رسی ڈھیلی ضرور کرتا ہے مگر پھر اچانک کھینچ بھی لیتا ہے۔ ستارہ کے ساتھ ملک سے وفاداری کے جذبات اور اللہ کی حفاظت کا بھروسہ تھا وہ جیت سے گندھی تھی اس نے کبھی ہارنا نہیں سیکھا تھا۔ آج پھر فضائیں تھرتھرانے والی تھیں۔

ایک اچھائی کے حاوی ہوتے ہی برائی کا خاتمہ ہونے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

****

دس بجے کے بعد افراح اور زیان عام نارمل خلیے میں واپس آتے ہی سپیشل فلائیٹ سے انگلینڈ پہنچ چکے تھے۔ دونوں نے جانے سے پہلے ہی عنیہ اور مبشر سے پر امسس کیا تھا لہذا وہ اپنے وعدے کے مطابق پہنچ گئے تھے۔ ویسے بھی آج صبح سے ہی افراح کی طبعیت بھی کچھ عجیب ہو رہی تھی تو زیان نے ہی پہنچنے کے بعد ڈاکٹر سے کنسلٹ کروانا ضروری جانا تھا۔ ویسے بھی عنیہ اور مبشر گھر نہیں تھے تو اس دوران وہ ہوسپٹل آ گئے تھے۔ افراح خود ڈاکٹر تھی مگر اسکی طبعیت واقعی کچھ عجیب الجھی سی تھی کہ اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا، اور ویسے بھی زیان اسے ہمیشہ سے خود کے لیے کسی اور ڈاکٹر پر ہی فوقیت دیتا تھا۔ ڈاکٹر نے افراح کی کچھ رپورٹس کیں تھیں اور ایک گھنٹے تک وہ لوگ وہیں رکے تھے پھر اس فی میل پاکستانی ڈاکٹر نے دونوں کو ہی ایک ساتھ اندر بلایا تھا۔ زیان تو ویسے بھی افراح کو لے کر بہت ٹچی تھا اور وہ پہلے تو کبھی زیادہ ڈاون ہوتی نہیں تھی مگر اب تھی تو بادشاہ کے دل پر بن آئی تھی۔

"ہیو آ سیٹ" وہ بہت مسکرائی نظر سے افراح اور زیان کو بٹھا کر اب اپنے سامنے کوئی فائیل اوپن کر رہی تھی۔

"ایوری تھنگ از اوکے ؟" زیان کی پریشان سی صورت سے پوچھے سوال پر وہ ڈاکٹر مسکرائی تھی، افراح کو خود بھی شک تو تھا مگر اب ڈاکٹر کی مسکان دیکھ کر وہ کچھ کچھ سمجھ گئی تھی تبھی پیارا سا مسکرا دی۔ زیان نے حیرت سے دونوں خواتین کی مسکراہٹ کا تبادلہ دیکھا تو واقعی معصوم سا لگا۔

"مسٹر زیان، آپکی وائف ایکسپیکٹ کر رہی ہیں۔ جی آپ دونوں پیرنٹس بننے والے ہیں" ایک لمحے کو تو زیان کو لگا اس نے کچھ غلط سن لیا ہے مگر ساتھ بیٹھی شرمیلی سی افراح کو دیکھ کر جو بہار وہاں جگمگائی تھی اسکا تو نعم البدل اس روح زمین پر نہ تھا۔ خود افراح اس اتنی بڑی نیوز پر خوشی سے ہلکان تھی، دونوں کا ایک دوسرے کو محبت سے دیکھنا ڈاکٹر کو بھی مسحور کن لگا۔

"یا اللہ آپکا بے حد کرم ہے، او آئی کانٹ بیلیو دس" زیان تو خوشی سے پگلا رہا تھا جس پر وہ دونوں ہی ہنس دی تھیں۔

"جی بلکل، یقین کر لیں۔ بس آپ نے انکا بہت سا خیال رکھنا ہے کیونکہ ایک تو انکی اتج بھی ایسی ہے کہ عام سے زیادہ کیئر چاہیے، اور بے بی بھی فسٹ ہے۔ دوسرا زیادہ بیڈ ریسٹ کریں، ویسے تو یہ خود ڈاکٹر ہیں لیکن پھر بھی بہت سی کیئر کی ضرورت ہے۔ کچھ میڈیسنز ہیں جو انھیں دو منتھس تک یوز کرنی ہوں گی، باقی کنگریٹس، خوش رہیے۔" وہ دونوں وہاں سے جس خوشی سے نکلے تھے وہ ان دونوں کے چہرے منور کر چکی تھی، فائنلی زیان اور افراح کی زندگی کو مزید حسین بنانے انکے وجود کا حصہ آنے کو تھا۔ گویا ملکہ اور بادشاہ کی زندگی انکے ولی عہد کے سنگ مہکنے والی تھی۔ باہر آکر زیان کا ہاتھ اپنی دبنگ وائفی کے ہاتھ میں تھا اور نگاہوں کی نرم چھاؤں افراح کے اس حسن پر جو اس خبر کے بعد اسے مزید دلفریب بنا گیا تھا۔ وہ لوگ وہاں سے سیدھا مبشر کی طرف گئے تھے اور کیونکہ شام کو انکی پاکستان کی فلائیٹ تھی اور ڈاکٹر نے بھی ٹریولینگ کی اجازت دے دی تھی۔ یہ خبر جتنی خود افراح اور زیان کے لیے سرپرائزنگ تھی اس سے کہیں بڑھ کر خوش تو عنیہ اور مبشر تھے۔ عنیہ نے تو باقاعدہ افراح کو بے حد پیار سے آہستگی سے گما ڈالا جبکہ مبشر بھی فیملی کی اس پہلی ننھی خوشی پر بہت خوش تھا۔ افراح

نے پہنچتے ہی دادی کو بھی بتا دیا تھا اور دادی جان تو ابھی سے دن گننے والی تھیں۔ ابھی تو خوشیوں کی شروعات تھی اور ممکن تھا کہ یہ خوشیاں اب صرف اور صرف بڑھنے والی تھیں۔ زیان اور افراح شام تک رکے تھے مگر پھر وہ لوگ پاکستان کے لیے نکل گئے۔

"اف آئی ایم سو ایکسائٹڈ، میرا تو بے بی سے ڈبل رشتہ ہو گا ناں۔ ھاھا میں اسکی خالا بھی اور پھپھو بھی، ھائے کتنی بڑی نیوز تھی ناں۔ آجکا تو دن ہی لکی تھا" افراح اور زیان کو سی آف کر کے وہ دونوں اندر آئے تو مبشر ابھی تک عنیہ کی پرجوشی دیکھ کر ہنس دیا تھا جو آج واقعی بہت سارا خوش تھی۔

" بلکل، ابھی اسکے آتے ہی ننھے ننھیوں کی لائن لگ جانی۔ ابھی تو عریش اور خضر بھیا بھی باقی ہیں" مبشر بھی پیاری سی مسکان سجائے دروازہ بند کیے مڑا تو عنیہ ہنسی دبائے فورا مڑی۔

"اوہ آپ ایک کپل کو تو بھول گئے مبشر، حسین بھیا کا" اب کی بار عنیہ کی ہنسی باہر نکلی تو مبشر بھی حسین سا ہنس دیا۔

"ھاں اسے کیسے بھول سکتا ہوں، لیکن تمہیں تو پتا ہے حرا تو ابھی چھوٹی ہے۔ انکو زرا ٹائم ہے۔ انکی جنریشن ممکن ہے کچھ سالوں پر چلی جائے، دین پانچ سال بعد ضامن بھیا اور مینا آپی سے مل کر ہماری فیملی میں ایک اور کپل آئے گا، سچ کہو تو مجھے ضامن بھیا کی واپسی کا شدت سے انتظار ہے" وہ بہت پیارے سے انداز میں اب تھوڑا

سنجیدہ ہو کر صوفے پہ بیٹھا تو عنیہ بھی مسکراتی ہوئی اسکا ہاتھ پکڑے ساتھ جا بیٹھی۔ وہ اسے اداس سا لگا تھا، سب کی خوشیاں لوٹ رہی تھیں مگر ضامن بھائی کی کمی واقعی ایک بڑی کمی بن کر مبشر کا دل بوجھل کر گئی تھی۔

"ان شاء اللہ، وہ وقت بھی جلد آئے گا۔ دیکھیے گا پتا بھی نہیں چلے گا اور پانچ سال بیت جائیں گے۔ سب ایک سے بڑھ کر خوش رہیں گے، مشکل وقت کے بعد ویسے بھی آسانی ضرور طے ہوتی ہے" عنیہ نے بھی مبشر کی طرح تھوڑی اداسی میں ڈھیر سارا یقین ملا کر مبشر کی طرف رخ پھیرے کہا تو شہزادہ اداس سا مسکرا دیا تھا۔ آج عنیہ اور وہ پورا دن بہت بزی رہے تھے، روٹین سیٹ ہو گئی تھی اور اب وہ دونوں ہی اپنی محبت کے ساتھ ساتھ اپنے کیریئر کو لے کر چلنے کا عہد لے چکے تھے۔

"ان شاء اللہ، ہاں تم ہو میرے پاس تو یہ مشکل وقت بھی میرے لیے آسانی ہے" مبشر اس وقت کسی شرارت کے موڈ میں نہ تھا اور وہ بہت محبت سے عنیہ کا ہاتھ پکڑے اسے کندھے سے لگا کر پوری سچائی سے اپنی آسانی کا اعلان کر رہا تھا، عنیہ نے آنکھوں میں محبت کا پورا جہاں بھرے مبشر کو دیکھا۔

"چلیں پھر فریش ہو جائیں، میں آپکی لیے آپکی فیورٹ کافی بناتی ہوں۔ لیکن کڑوی بنی تو مجھے کچھ نہیں کہیے گا پلیز کیونکہ جلد اچھی والی سیکھ لوں گی" جب سے عنیہ آئی تھی تب سے رزاق بس کام کے لیے ہی آتا تھا اور باقی ٹائم وہ اپنے کوارٹر رہتا تھا۔ خود مبشر کو عنیہ اور اپنی پرائیویسی عزیز تھی۔ عنیہ مسکرا کر جلدی سے اٹھتے ساتھ چہکتی بولی تو مبشر بھی ذرا تھکے انداز میں اسکا ہاتھ پکڑے کھڑا ہوا۔ عنیہ نے مبشر کی آنکھوں کی شرارت بھانپے پس پردہ مسکان دبائی۔

"کڑوی بنی تو سزا تو پتا ہے ناں، بس چھوٹی سی سزا اور معافی" مبشر نے پھیلتے ہوئے سنجیدگی سے عنیہ کی گال کو چھوا جو بڑی چالاکی سے بتیسی نکالے فورا مبشر کی گرفت سے نکل کر دور ہوئی۔

"جی نہیں، سنڈے سے پہلے کوئی لفٹ نہیں، چلیں شاباش جائیں میں شگر کا پورا ڈبہ انڈیل دوں گی" عنیہ تو بھئی شہزادے کی طرح تیز ہو گئی تھی اور وہ ایسا موہنا ہنس کر بھاگی کہ شہزادہ تو دل تک دیوانہ ہوا تھا۔ اب تو مبشر بھی بہت زیادہ شرافت کے سنگ ایک مسکرائی نظر اپنی پیاری شہزادی پر ڈالتا اندر روم کی طرف بڑھ گیا۔

****

"آج ہم یوں آخر پے آ کر ناکام ہونا نہیں افورڈ کر سکتے، سیٹھ میزان خان کی موت جس کے بھی ہاتھوں ہو لیکن آج اس گند کا صفایہ ہر صورت کرنا ہے۔ خضر تم عریش کے ساتھ رہو گے جبکہ آئرہ تم میرے ساتھ رہو۔ تمام سیکورٹی ادارے اور باقی ستارہ کے علاوہ تمام لوگ واپس جا چکے ہیں۔ اندر ایک ملک کا غدار ہے، اسکے لیے ہمارے سینوں میں دل نہیں پتھر ہے" کردان حق کی آواز جوش کے ساتھ ساتھ ملکی غدار کے لیے وافع حقارت لیے تھی، وہ سب لوگ حویلی کے پچھلی طرف پہنچ چکے تھے۔ اس مشن میں سیکورٹی فورسز کے جوان حویلی سے کچھ فاصلے پر موجود رہ کر نگرانی کرنے والے تھے کہ آپریشن کے دوران کوئی عوامی گاوں کا بندہ اس طرف نہ جا سکے۔ ستارہ کا کام ویسے بھی اس غدار کو زندہ یا مردہ پکڑ کر انہی کے حوالے کرنا تھا۔ ستارہ بس سزا سنایا کرتی تھی،

دل دہلانے اور جان نکالنے والی سزا جو یا تو مجرموں کو پاگل کر دیتی یا پھر کبھی کبھی تو جان بھی لے لیتی تھی۔ آئرہ نے بابا کی بات پر فوراً سے پہلے اپنی دونوں گنز باری باری لوڈ کر کے جیکٹ میں پھنسائیں، وہ سب مکمل سیاہ میں چہروں پر اپنے اپنے ماسک پہن کر حملے کے لیے تیار تھے۔ عریش اور خضر نے بھی دس رکنی ٹیم کے سنگ دوسری طرف سے جانے کے لیے قدم بڑھائے جبکہ باقی دس لوگ آئرہ اور کامل بابا کے ساتھ انکو فالو کر رہے تھے۔ شام کی ڈوبتی دل دہلاتی تاریکی بس رات سے ملنے کو تھی اور آج ستارہ کی پچھلی تمام سروس کا سب سے بڑا امتحان اپنے تکمیلی مراحل میں پہنچ چکا تھا۔ وہ چاروں اپنی اپنی ٹیم کے ہمراہ دونوں طرف سے حویلی کا رخ کر چکے تھے۔ حویلی اپنی طرز کی دیہاتی اور قدیم انداز سے مزین تھی جسکا آغاز گیڈ سے ہو کر اندر کی طرف ہوتا تھا۔ آئرہ نے گردن نکال کر دیکھا تو فوراً پیچھے ہوئی۔ دو دو گارڈز دروازوں کے اوپر بنے کیبنز پر گنز لے کر کھڑے تھے۔ پہلا ٹارگٹ انہی کو مارنے کا تھا۔ عریش نے گن کے ساتھ اپنا ٹیب پکڑ رکھا تھا جو اندر کے تمام آدمیوں کی سرخ نشان سے نشاندہی کر رہا تھا اور جہاں جہاں الارم اور سیکورٹی تھی وہاں جامنی نشان صاف دیکھائی دے رہا تھا۔ خضر نے گیڈ کی دوسری طرف پیچھے بنی دیوار سے آئرہ کو ایک ساتھ نشانہ لگانے کا اشارہ کیا تو دونوں اپنی اپنی سنائپر گنز لے کر خاموش سا نشانہ بنا چکے تھے۔

"نشانہ عین برابر وقت پر لگنا چاہیے تاکہ یہ چاروں ایک ہی بار ہٹ جائیں" خضر نے گردن کے درد کے باوجود اپنی آنکھوں اور گن کو ٹھیک ان دونوں آدمیوں کی کھوپڑیوں پر مرکوز کیا اور یہی کام آئرہ نے بھی بہت مہارت سے کیا۔ خضر نے تین گننے کے بعد شوٹ کا کہا جس پر چار فائرز آگے پیچھے ہوئے اور وہ چاروں وہیں کیبنز کے اندر گر پڑے۔ ان کے گرتے ہی حویلی کا دروازہ کھلا اور چھ سات آدمی باہر نکل کر اندھا دھند فائرنگ کرنا

شروع ہوئے جس پر آئرہ نے ٹیم کے ہمراہ سامنے آ کے فائرنگ شروع کر دی اور پیچھے پیچھے باقی سب بھی گولیاں چلانا شروع ہو چکے تھے۔ کردان حق نے چار لوگوں کو باہر ہی رکنے کا اشارہ کیا اور اندر بڑھے۔ حویلی کے سب سے نیم تاریک گوشے میں بیٹھا سیٹھ میزان خان اپنا گر اسران گولیوں کی آواز پر اٹھا چکا تھا۔ اسکی نظر سامنے ٹیبل پر پڑی جہاں ایک چھوٹا سا بلاسٹ ٹریگر تھا اور ساتھ شراب کی بوتل اور گلاس اور تیسری طرف ایک گن اور چھ گولیاں تھیں۔ باہر وہ لوگ مقابلہ کرتے ہوئے حویلی کے اندر بڑھتے جارہے تھے اور سیٹھ میزان خان کے چہرے پر بلا کا اطمینان تھا۔ کچھ دیر شراب کی بوتل کو گلاس میں بارہا انڈیل کر وہ یہ بدبخت شے پیتا رہا اور پھر اس نے ٹیبل پر پڑی گن اٹھا کر باری باری اس میں گولیاں بھریں۔ اسکے چہرے پر کوئی شکست نہ تھی۔ میزان خان نے گن میں گولیاں بھر کر پھر سے گن واپس رکھی اور وہ ریموٹ کنٹرول ٹریگر اٹھائے مین سوئچ تک گیا اور ایک زرد سی روشنی جلائی جس سے پورا کمرہ گویا یوں تھا جیسے آگ لگی ہو یا وہ شعلہ نما کوئی کمرہ تھا۔ میزان خان نے سر گما کر سامنے دروازے کے اوپر لگا سرخ بتی والا بم دیکھا، یہ اسکے ہاتھ میں اسی بم کا ٹریگر تھا جو اس نے ستارہ کے لیے اپنے مرنے سے پہلے ایک آخری تحفے کے طور پر رکھا تھا۔ اس بلاسٹ کی رینج آدھے کمرے تک تھی اور میزان خان جانتا تھا کہ اس سے وہ بھی مرے گا مگر اب موت تو طے تھی مگر مرنے سے پہلے وہ خود کو زندہ درگور کرنے والے اس ستارہ نامی عذاب کو مٹا دینا چاہتا تھا۔ باہر گولیوں کی آوازیں اب بہت قریب سے سنائی دی جارہی تھیں۔

" آو جلدی آو، سیٹھ میزان خان کے پاس تم سب کے لیے بہت مزے کا سرپرائز ہے۔ ساری زندگی میں نے اس تنظیم کو دی، اپنی فیملی تک کھو دی مگر میرے ہاتھ تم لوگوں نے پل بھر میں خالی کر دیے۔ آج یہاں سیٹھ

میزان خان کی موت کے ساتھ ستارہ بھی ابدی نیند سو جائے۔۔ھاھاھاھا،ھاھا، اف" وہ دماغی طور پر یقیناً ہل چکا تھا اور کچھ نشہ اور خماری شراب نے دیکھائی تھی۔ حبس زدہ اور حباثت سے بھرے اس قہقہے میں درحقیقت وہ شخص پیٹ رہا تھا۔ یہ انجام بلاشبہ موت سے بدتر تھا، اپنی آنکھوں سے اپنی موت دیکھنا اور اپنے ہاتھوں سے اپنی موت کا سامان کرنا واقعی موت اور ایسی ہر اذیت سے بدتر تھا۔ گولیوں کی آوازیں تھم سی گئیں تھیں۔ شاید سیٹھ میزان خان کے سارے آدمی مارے گئے تھے۔ دروازے کے نیچے سے میزان کو کچھ سائے دیکھائی دیے تھے۔ عریش کو اس اندر فٹ ہوئے بم کا سگنگل نہیں مل سکا تھا کیونکہ وہ اینٹی ہیکنگ ڈیوائس کے اوپر فٹ تھا۔ وہ سائے قریب آرہے تھے، موت قریب آرہی تھی۔ کیا ہونے والا تھا؟ کیا آج ستارہ ختم ہونے والی تھی، کیا یہ غدار ستارہ کو مارنے میں کامیاب ہو گا۔ یہ سب وقت کے پنوں میں تفصیل سے درج ہو چکا تھا۔

****

پیرس کی خوبصورتی کے ساتھ پہلو میں محبت ہونا نادم حسین کی زندگی کا سب سے خوبصورت وقت تھا۔ حرا تو لگتا تھا اس خوبصورتی کی دیوانی ہو رہی ہے۔ وہ دونوں خیر و عافیت سے پیرس کے شہر لی میریس پہنچ چکے تھے اور جلال نے دونوں کے رکنے کے لیے بہت ہی خوبصورت اور دلفریب جگہ چنی تھی۔ ہوٹل بیوبرگ کی آنکھوں کو

فرحت بخشتی خوبصورتی نے حرا کے سارے دکھ مٹا دیے تھے۔ وہ یقیناً ایک بہترین رہائش کی جگہ تھی جس کا آغاز ہی شاندار ویلکم سے کیا گیا تھا۔ بہت ہی اعلی لگژری طرز کا نفیس ہوٹل جس کے ہر انداز سے دلکشی اور ترنگ جھلک رہی تھی۔ یہاں کی ہر چیز نے جیسے ان دونوں کو کچھ لمحے کو اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا۔ عالیشان طرز رہائش، آرام و سکون اور رومان پرور سایہ ماحول خود نادم حسین کی زندگی میں پہلی بار آیا تھا۔ دو ویٹر ز نے بہت مودب ہو کر مین رہداری سے انکے کمرے تک ساتھ کمپنی دی اور کمرہ دیکھ کر تو حرا اچھل ہی پڑی تھی۔ کمرہ بہت نایاب اور پرانے شہتیروں سے بنا ہوا اپنی طرز کا دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ آرام دہ سجاوٹ، خوش آمدیدی فضا کے ساتھ ساتھ نئی تمام تر سہولیات سے آراستہ تھا۔ آرام دہ اور کھلی گلیوں سے جڑا یہ تھری سٹار ہوٹل میریس شہر کا دل سمجھا جاتا تھا۔ ٹہلنے کے لیے پتھر کی گلیاں اس تاریخی پیرس کا ایک اہم حصہ تھیں۔ ارد گرد کی جگہوں میں نوٹری ڈیم، لوور، پامپیڈو سینٹر، کیفے اور ڈرنکس بار کے ساتھ تاریخی سادہ کھانا دینے والے ہوٹل کے ساتھ ساتھ کئی بوتیکس بھی شامل تھیں۔ اسکے علاوہ چائنہ کی سجاوٹی چیزیں، آرام دہ عمارتیں، پرانے شہتیروں اور پرانی نایاب طرز کی دیواریں خاص قابل ستائش تھیں۔ حرا اور نادم کی زندگی کا یہ خوبصورت سفر پیرس کی اس چاشنی سے شروع ہوا تھا جو فرحت انگیز تھا۔

"واو، اف کتنا پیارا روم ہے ناں" حرا نے اپنا ہینڈ بیگ رکھتے ہی خوشی سے ارد گرد دیکھا تو نادم بھی مسکراتا ہوا اپنا کوٹ بیڈ پر رکھے کمرے کی خوبصورتی پر اور حرا کی خوشی پر مسکرا دیا۔ کمرہ کھلا اور کشادہ ہونے کے ساتھ ساتھ ملحقہ بے حد اچھوتے ٹیرس سے جڑا تھا جہاں بیٹھنے کے لیے دو وائیٹ کرسیاں اور ایک ٹیبل تھا اور اسکے ساتھ

بہت سے دل کو چھوتے پھولوں کے پودے اور ریلنگ سے الجھتی سفید اور گلابی بیلیں تو کمرے کے حسن کو چار چاند لگا چکی تھی۔ بیڈ پر وائٹ اینڈ پرپل بیڈ شیٹ تھی اور کمرے میں لائنگ وائیٹ اینڈ بلیک والز کوور تھے۔

" بلکل، سب بہت پیارا ہے" حرا ان نازک سے پھولوں کو چھو کر اتنی پیاری لگی کہ نادم کے لیے پھولوں اور حرا میں فرق کرنا مشکل ہوا اور وہ بے اختیار اس دل سے مسکراتی حرا تک اپنے قدم لے کر گیا اور اسے چپکے سے کمر سے حصار میں بھرا جس پر حرا کے چہرے پر سے کئی رنگ بھک سے اڑ کر بے قراری بنے تھے۔

" آپ کو پتا ہے مجھے ہمیشہ سے پیرس آنے کا بہت شوق تھا، اور بابا نے میرے لیے یہیں کا ہنی مون سٹے پلین کیا۔ مجھے بہت سارا اچھا لگ رہا ہے، آپ کو اچھا لگا؟" حرا تمام تر گھبراہٹ کے نادم کے وجود میں جکڑے ہونے کے باوجود اپنی دلگیر خوشی چھپا نہ پائی تھی، نادم جو اسے بہت نرمی سے حصار میں لیے ہوئے تھا اس سوال پر پیارے انداز میں مسکرایا تھا۔

" مجھے کچھ بھی تم سے زیادہ اچھا نہیں لگ سکتا، تم خوش ہو بس میرے لیے یہ اہم ہے" نادم حسین کا یہ حسین روپ آج حرا کو بھی اس کا دیوانہ کر رہا تھا جس نے اپنے اندر کی ہر رہی سہی برائی بھی حرا کے لیے ختم کر دی تھی۔ نادم کے لہجے کا ٹھہراو اور اعتماد حرا کو بہت اچھا لگا اور وہ تبھی گردن موڑے نادم کو دیکھ رہی تھی جو خود کی طرف حرا کا ایسے تحیر سے دیکھنے پر خوشگوار سی حیرت میں لپٹ چکا تھا۔

"لیکن مجھے یہ سب آپ کے ساتھ ہی اچھا لگ رہا ہے، آپ کو پتا ہے مجھے اب آپ سے زرا بھی کوئی شکایت نہیں۔ آپ نے خود کو بلکل ویسے بنا لیا جیسا میں چاہتی تھی، میں آپکی محبت ہوں یہ بہت پیارا احساس ہے" حرا

کے لہجے میں نادم حسین کو بھی اپنے لیے جذباتیت میں گندھی چاہت ملی تو وہ بہت نرمی سے محبت کے سنگ اسے حصار سے نکالے اپنے روبرو لایا تو وہ بھی فوراً اسے نادم کی طرف دیکھتی ہوئی سنجیدہ ہوئی۔

"تم یونہی مسکراتی رہو، میرا ساتھ تمہارے لیے اتنا اہم ہے یہ جان کر خوشی ہوئی۔ تم نے مجھے واقعی دل سے معاف تو کر دیا ہے حرا؟" محبت اور چاہت سے کہتا ہوا وہ یکدم شدید تاسف زدہ ہو کر استفسار کر رہا تھا۔ حرا نے بہت گہرائی سے نادم حسین کو دیکھا، وہ بلکل بدلا بدلا تھا۔ اس کے بال کچھ زیادہ پیارے انداز میں سلجھے تھے۔ اسکی داڑھی آج ضرورت سے زیادہ مدھم تھی۔ اسکے چہرے پر کوئی تلخ شکن نہ تھی مگر اس سوال نے اداسی ضرور درج کی تھی۔

"آپکو کیسے یقین آئے گا کہ میں نے معاف کر دیا، مجھے بتا دیں۔ میں آپ سے نجانے ناراض ہو ہی نہیں سکی، آپ کے وقتی ظلم کے باوجود دل کو تکلیف ہونے کے باوجود میں آپ سے ناراض نہیں تھی۔ آپ اندر سے بہت پہلے بدل گئے تھے مگر آپ نے چہرے پر اپنا برا چہرہ اوڑھ لیا تھا، جب آپ نے مجھے سختی اور ظلم کے باوجود اتنی کیئر سے اس روز اپنے پاس سلایا تھا تو میں نے اسی دن یہ جان لیا تھا کہ آپ ظالم نہیں ہیں" حرا بنا رکے بس اپنی معصوم آنکھوں میں بہت ساری سچائی بھرے نادم کا جاندار ہاتھ تھامے اسے ورطہ حیرت میں ڈال کر بولتی چلی گئی اور نادم اس لڑکی کی باتوں پر ہار رہا تھا۔

"کیا تم اب میرے قریب آنے پر راضی ہو" نادم کا لہجہ بے لچک تھا، حرا نے اس بات پر تھوڑی سمٹے انداز میں سانس خارج کی اور سر جھکا گئی۔

"مما نے کہا تھا کہ شوہر کا اپنی بیوی کے قریب آنا بہت خوبصورت لمحہ ہوتا ہے، آپ جیسا چاہیں" حرا کی پلکیں لرز رہی تھیں، وہ ابھی خود حرا پر کچھ وقت کوئی ظلم نہیں چاہتا تھا مگر وہ اسے خود کی جانب مائل کرتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ وہ حرا کو اپنی محبت کے کئی بہترین اظہار دے۔

"اب میری نہیں، صرف تمہاری چاہت کا احترام ہوگا" نادم نے ایک ہاتھ حرا کے گرد باندھے دوسرے سے اسکے چہرے کو پکڑے اوپر اٹھایا تو وہ ہلکان سی اس مشکل سوال پر گنگ تھی۔ اسے اس کے جواب کے لیے سمجھ بوجھ استعمال میں لانا مشکل لگا۔

"یعنی میں کہوں گی تو آپ میرے قریب آئیں گے اور روک دوں گی تو نہیں آئیں گے؟" حرا کی معصومیت واقعی بے حد لرزاں خیز تھی، نادم کا دل چاہا جیسے وہ اس لڑکی سے ایک پل بھی دور نہیں رہ پائے گا۔ نادم نے مسکرا کر گرفت تھوڑی قرین کیے اثبات میں سر ہلایا تو حرا تھوڑی کنفوز ہوئی۔

"اور اگر میں کہوں کے قریب آئیں اور نہیں بھی تو پھر؟" حرا کے چہرے کی دلکشی بڑھی تو نادم اسکے سوال پر بے حد بے خود سا ہوا، وہ جان گیا تھا کہ حرا اب نادم کی تھوڑی بہت قربت چاہتی ہے۔ یہ احساس اس سلجھے سے نادم حسین کو زندگی کا اصل لطف دے گیا تھا۔

"تو پھر میں قریب آؤں گا لیکن زیادہ قریب آنے سے گریز برتوں گا" نادم کی سنجیدگی سے کہی بات پر حرا کے چہرے پر الگ ہی بہار جگمگائی تھی۔

"آپ میری بات بہت اچھے سے سمجھ گئے، یو آر ویری کلیور" حرا ایک دم ہی بلکل بچوں سا ہنس پڑی اور یہ پہلی بار تھا کہ وہ یوں دل سے ہنس کر نادم حسین کے دل کا رہا سہا افسوس بھی نکال گئی تھی۔ نادم بھی اس کمپلیمنٹ پر پر اعتماد سا میانہ روی کے سنگ مسکرا کر حرا کو اپنے سینے سے لگائے اپنی بازوؤں کے جاندار حصار میں بھر کر اپنے پروردگار کا شکر گزار تھا۔

"میں ہمیشہ تمہیں سمجھنے کی کوشش کروں گا حرا، لیکن کیا تم میری ایک خواہش پوری کرو گی" اسے دیوانگی سے اپنے سینے سے لگا کر نادم نے بے اختیار عجب سی بات کہہ کر خود حرا کو بھی تھوڑا شاک کیا تھا۔

"خواہش، وہ کیا" وہ ہنوز سینے سے لگ کر تجسس سے سر اٹھا کر بولی تو نادم نے آہستگی سے اسے شانوں سے پکڑے اپنے روبرو کیا تو وہ یک ٹک نادم کو دیکھ کر سراپا اشتیاق بنی ہوئی تھی۔

"مجھ سے محبت کرلو، کرو گی؟" نادم کی اس خواہش کو سن کر کئی لمحے حرا اس شخص کی اس حسرت پر بے جان رہی اور پھر اپنے پیروں کے تلوں پر اٹھ کر نادم کے چہرے تک پہنچے بہت پیار سے پہلی رضامندی سی مہر لگائے اس دیوانے سے نادم کو بھی پتھر کر گئی تھی۔

"کرلوں گی، مجھے اچھا لگے گا" حرا کا دل خود یہ کرکے سہما تھا مگر اب اسے نادم سے کوئی ڈر نہ تھا، بھلے وہ اسے کسی طرح بھی جکڑ لیتا۔ نادم کی آنکھیں اس خواہش کی تکمیل پر چمک اٹھیں اور وہ بہت محبت سے حرا کی پیشانی چومے پھر سے اسے خود میں پیوست کر گیا تھا۔

"اور مجھے سب سے اچھا، میں پہلے تمہاری محبت بننا چاہتا ہوں۔ پھر تمہارے قریب آنا چاہتا ہوں اور پھر ہمیشہ کے لیے تمہیں خود کے پاس قید کر لینا چاہتا ہوں۔ تم میری زندگی کا ایک حسین حصہ ہو، نادم حسین جیسے بے راہ روی کے مارے کی نجات ہو، میری بھلائی اور عافیت ہو" محبت یہاں بھی اپنی حسین تکمیل کے سفر پر تھی، حرا خوش تھی۔ آخر جلال احمد کے اس فیصلے پر اللہ نے انھیں زیادہ آزمایا نہیں تھا کیونکہ کہیں نا کہیں جلال احمد کی اصلاح بھی اسی طور ممکن تھی۔ انکے پاس مہرو تھی اور وہ تبھی سخت حساب سے با آسانی بچ گئے تھے۔ یہ دونوں بھی اپنی زندگی کے خوبصورت لمحوں کو ایک دوسرے کی خوشی کے سنگ جی رہے تھے اور بے حد آسودہ تھے۔

****

وہ سائے مزید قریب آئے اور چھناکے کی آواز آئی، کسی کی زوردار ٹانگ لگنے سے وہ دروازہ کھلا اور یکے بعد دیگرے کئی سیاہ سائے اس کمرے میں داخل ہوئے تو سامنے ہی سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا سیٹھ میزان خان بڑی شیطانی مسکان کے سنگ اس کالی فوج کو پرتپاک ویلکم دیتی نگاہیں ڈالے دیکھ رہا تھا۔ وہ چاروں اپنی اپنی گنز سیٹھ میزان خان پر تان چکے تھے مگر ان کی نظر سیٹھ کے خالی ہاتھوں پر پڑی۔ نہیں وہ ہاتھ خالی نہ تھے۔ عریش نے غور کیا تو وہ ایک ریموٹ تھا۔ باقی تینوں تو صرف سیٹھ کو دیکھنے میں لگے تھے، عریش کا دل پوری شدت سے دھڑکا کیونکہ اسکی نظر سامنے کھڑکی میں لگے شیشے سے دروازے کے اوپر فٹ ہوئے بم پر پڑھ چکی تھی۔

"ویلکم ستارہ، یہی نام ہے ناں تمہارا۔۔۔ ھاھاھاھا بھئی ماننا پڑھے گا تم لوگوں کو، مجھ تک آخر پہنچ ہی گئے۔ خود کو بہت ناقابل شکست بنا لیا لیکن اس بار پیچ پیچ غلطی ہو گئی ناں، غلطی ہو گئی ناں" آئرہ، خضر اور کامل بابا کو

اسکی ذہنی حالت واقعی کھسکی لگی تھی جو یوں ان کے قبضے میں ہونے کے باوجود بے خوف سا دانت نکال کر جو کر بنا ہنس پڑا تھا۔ عریش نے ایک بار پھر کھڑکی سے بم کو دیکھا جو اسکا جائزہ لے رہا تھا کہ آیا یہ بلاسٹ اگر ہو گا تو کتنا نقصان ہو سکتا ہے۔

"اپنی یہ بکواس بند کر، غلطی صرف تجھ جیسے غدار کرتے ہیں۔ ملک کے جانبازوں کے خون میں غلطی کی جگہ بھی وفا بستی ہے، بہت ستایا تو نے ہمیں بھی اور ملک کو بھی۔ گیٹ ریڈی فار آ بگ سرپرائز" خضر کا تو دل چاہا اس حبیس کا منہ نوچ کر ہڈیاں توڑ کر ہاتھ میں دے کر اسکا کام تمام کرے مگر سیٹھ میزان خان کے سٹائلنگ فیسز مزید نئے ہو کر ستارہ کو بھی اب تھوڑا تشویش میں ڈال چکے تھے۔

"او او او، آرام سے میری جان۔ تم ستارہ کے جذباتی والے بندے لگے ہو پر میرے شہزادے یہی تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ گیٹ ریڈی فار سرپرائز" اگلے ہی لمحے سیٹھ میزان خان کے ہاتھ بڑی ہی سفاکی سے ان سب کے سامنے آئے اور سب نے ہی اس کے ہاتھ میں پکڑا ریموٹ دیکھا جو سامنے دروازے کی طرف اشارہ کیے اپنا بے ڈھنگا قہقہہ شروع کر چکا تھا۔ سیٹھ کی چال میں جھکاؤ تھا اور نشہ بھی بڑھ رہا تھا۔

"ھا ھا ھا او مائی گارڈ، کاش میں تم لوگوں کے ڈرے سہمے تھوبڑے دیکھ سکتا۔ پر تم لوگ نقاب پوش بیبیاں ہو چلو میں تم لوگوں کے پردے پر ایک کلیپنگ دینا چاہتا ہوں" خضر نے گردن موڑے عریش کو دیکھا اور پھر باری باری کامل بابا اور آئرہ کو۔ سب کی آنکھوں میں خوف نامی کوئی چیز نہ تھی اور اگلے ہی لمحے عریش، خضر، آئرہ اور کامل بابا نے ایک ساتھ اپنے ماسک اتارے۔ ایک لمحے کو سیٹھ میزان خان، کردان حق کو دیکھ کر ٹھٹکا۔ گو اسے انھیں پہچاننے میں مشکل ہوئی مگر پہچان آتے ہی وہ مزید بڑا قہقہہ لگائے بے دم ہوا۔

"یہ نہ تھی ہماری قسمت، کہ وصال یار ہوتا۔۔۔۔۔۔۔۔ ھائے کردان حق، چچ چچ تمہاری بیوی بڑی پیاری تھی پر افسوس زبان درازی کی وجہ سے مر گئی، اواو نہیں نہیں اسکی گولی تو اس بچے نے کھائی تھی۔ بدلا لینے آئے ہیں میرے چھوٹے موٹے بڑے کھوسٹ سے کردان حق۔۔۔۔ ھاھاھا" اس بات پر کامل بابا کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ باقیوں کی آنکھوں میں بھی خون اترا تھا، یہ شخص تو موت کے بعد بھی گلی گلی گھسیٹنے کے لائق تھا۔ آب یہ شخص کامل بابا کے عتاب کو آواز دے چکا تھا۔

"ہاں، بدلا لینے آیا ہوں۔ ہر اس عورت کا ہر اس آدمی کا اور ہر اس بچے کا جس کو تم نے ناحق ابدی نیند سلایا۔ بیشک موت کا مالک اللہ کے سوا کوئی نہیں لیکن آج اسی اللہ نے مجھے تمہاری موت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ بم لگا کر تم کیا سمجھتے ہو کہ ستارہ کو ختم کرو گے۔ ارے کم بخت تم ستارہ کو ختم کرتے کرتے خود آج عبرت کا نشان بننے کے دہانے پر کھڑے ہو۔ وہ رب چاہے گا تو موت ضرور آئے گی اور اگر ہماری موت ہی تمہاری موت ہے تو ہم سب مرنے کے لیے راضی ہیں" کردان حق کی آواز میں ایک چھپا پیغام بھی تھا جسے وہ تینوں سمجھ چکے تھے۔ عریش نے اپنی گن کا نشانہ سیٹھ میزان خان کے ہاتھ پر باندھا تھا اور اگلا سگنل ملتے ہی فائر کرنا تھا مگر اس شاطر آدمی نے ہاتھ فوراً اٹھا کر اپنا انگوٹھا بلکل بٹن پر رکھے ہوئے اس اتنی لمبی تقریر پر بس بتیسی نکال دی۔

"بڑے عجیب ہو بھئی تم لوگ، موت سامنے کھڑی ہے پھر بھی اتنا یقین۔ میری زرا سی جنبیش تم لوگوں کے جسموں کے چیتھڑے اڑا دے گی، کھڑے کھڑے فنا ہو جاو گے" یہ خود موت کا لقمہ بننے والا ستارہ کو موت سے ڈرا رہا تھا جو اسے چیر پھاڑ دینے کی حد تک سفاکی سے دیکھ رہے تھے۔

"خود کو ہمارے حوالے کر دو، آسان سی سزائے موت ملے گی۔ ہاں بعد میں پورے ملک میں تمہیں گھسیٹنے کا بھی پلین ہے" آئرہ کی بات پر وہ کچھ لمحے اسے بڑی پیاری مسکان سے دیکھتا ہوا گھٹیا پن سے مسکرا دیا۔

"اوئے ھوئے ھوئے کیا ایٹم ہے۔ مجھے تم سب میں سے اس لڑکی کے مرنے کا افسوس ہو گا، بچاری" اب تو آئرہ کا بھی خون کھول گیا تھا تو وہ اب اسے واقعی ایٹم بم سے ہی اڑانے کی خواہش مند تھی۔ عریش نے سب سے نظریں بچا کر دو قدم پیچھے ہو کر سامنے بم کو ایک بار پھر دیکھا۔ وہ تھا تو نارمل مگر تھوڑی رینج کے باوجود وہ کافی خطرناک تھا۔

"بس بہت ہو گیا، تمہاری یہ گھٹیا باتیں سننے کا ہمارا موڈ نہیں" خضر تو یوں تھا گویا اسے بس اب گولیوں سے چھلنی کر دینے والا تھا، اس سے پہلے کہ خضر گن چلاتا وہ پھر سے ریموٹ لہرا کر ہنس چکا تھا۔

"چلو کوئی گانا سنا دیتا ہوں، ویسے میری آواز اتنی بری نہیں جتنی تم لوگوں کی شکلیں دیکھ کر لگ رہا ہے" سیٹھ میزان خان کے تیور بھانپتے ہوئے عریش نے آنکھوں سے خضر کو اشارہ کیا اور اگلے ہی لمحے عریش نے فائر کیا جو عین اس بدبخت کے ہاتھ پر لگا۔ کراہتے ہوئے وہ چند قدم دور ہٹا اور وہ ریموٹ نیچے گرا۔ اس سے پہلے کہ سیٹھ میزان خان خونخوار انداز میں وہ ریموٹ جھپٹنے کو دوڑتا ایک اڑتی گولی اسکی ٹانگ کو چیر گئی۔ فون کا فورا چھوٹا اور سیٹھ میزان زبردست انداز میں کامل بابا کی گولی کا نشانہ بن کر وہیں گر پڑا۔ آئرہ دو سیکنڈ کے اندر اندر بھاگ کر وہ ریموٹ اٹھا کر اپنی گن اس حبیس شخص پر تان چکی تھی۔

"کیا کہا تھا ایٹم ہوں، لے ایٹم بم لے" آئرہ نے بے دردی سے چلاتے ہوئے ایک گولی اسکی بازو میں دے ماری، باہر پھر سے فائرنگ کی آواز شروع تھی شاید کچھ گارڈز پیچھے سے نکل آئے تھے

"یہ تھی تمہاری اوقات، تم جیسے فرعون کا خاتمہ ستارہ کے ہاتھوں ہی لکھا تھا" خضر کا بس چلتا تو چھ کی چھ گولیاں اس بے ضمیر درندے کے سر میں کھونپ دیتا مگر وہ اسکی دوسری ٹانگ پر گولی مار چکا تھا۔ نشے اور تکلیف کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا سیٹھ میزان خان خون میں لت پت چاروں شانے چت تھا مگر یہ اسکے لیے ابھی بھی آسان موت تھی۔

"نہیں بچو، یہ ایسی گولیوں کی موت کا مستحق نہیں۔ اسکا ہمارے لیے بنایا سرپرائز اسی کو دینا چاہیے" اگلے ہی لمحے وہ سب اس ادھ مرے سے سیٹھ میزان خان کو حقارت سے دیکھ کر ایک ایک کر کے باہر نکلے۔ ریموٹ اب کامل بابا کے ہاتھ میں تھا، انکی آنکھوں میں آج اس بدلے کے بعد اپنی ہمسفر اور اپنے بچے کی یاد پہلے سے زیادہ شدت بھر چکی تھی۔

"تم جیسے گند کو قبر بھی قبول نہیں کرے گی سیٹھ میزان، اللہ تمہیں جہنم کا ایندھن بنائے" کمرے سے آخر پر کامل بابا اس وقت کے فرعون کو ایک آخری بار دیکھتے بولے اور وہ لوگ اب باہر تھے۔ کامل بابا نے شکر گزاری کے سنگ ایک نظر آسمان پر ڈالی جیسے اپنے رب کے بے حد شکر گزار ہوں اور اگلے ہی لمحے ٹریگر دبا اور وہ کمرہ دھماکے سے لرز اٹھا۔ وہ جو ستارہ ٹیم کے ذرے ہوا میں تحلیل کرنے والا تھا اب خود اس دنیا سے مٹ چکا تھا۔ دھواں پھیل کر بھی ستارہ کے چمکتے چہروں کا اجالا کم نہ کر سکا۔ سب کی آنکھوں میں جیت، خوشی اور ملک سے وفاداری کی ایک اور کڑی نے مسکان بھری اور وہ چاروں اب اپنا ماسک دوبارہ پہن چکے تھے۔ کیس بہت بہترین طریقے سے مکمل ہوا اور ستارہ ایک بار پھر آسمان پر کسی دیو ہیکل ناقابل شکست ستارے کی طرح چمک اٹھا تھا۔

ایک بار پھر ستارہ پوری راز داری سے باقی کے تمام معاملات انویسٹیگیشن ڈیپارٹمنٹ کو سونپے منظر سے غائب ہو گئی تھی۔ پورے ملک کے میڈیا، چینلز اور اخبارات میں صرف ایک خبر تھی۔

"ستارہ، وی لو ویو" بلاشبہ یہ ناقابل شکست فورس محبت کی مستحق تھی، ملک کے بچے بچے کو ایک بار پھر ستارہ کی اس کامیابی نے گرما کر رکھ دیا تھا۔ ہر کوئی ستارہ کے لیے دل و جان لٹانے پر معمور تھا۔ آج کر دان حق یعنی مہران کامل کے ساتھ ساتھ مرجان خالق کا بھی بدلا پورا ہوا تھا۔ ملک کو ایک غدار سے مکمل نجات ملی تھی، آج کی رات بلاشبہ جشن کی تھی۔

****

"ویل ڈن میرے شیر جوانو! اس سال کا سب سے مشکل ٹاسک تم پانچوں نے بخوبی پورا کیا، ہم سب اس کیس کے خصوصی جانباز کر دان حق کو بہت سارا شکریہ کہتے ہیں جنہوں نے بروقت ہمیں انفارم کر کے اس کیس کی کامیابی یقینی بنائی" وہ سب چمکتے اور پر اعتماد چہروں کے سنگ آج مرجان خالق کو دیکھ رہے تھے جو فائنلی ان کے سامنے آچکے تھے۔ بہت ہی ہنڈسم سے کمانڈر کو دیکھ کر وہ سب ہی خوشگوار سی خوشی میں مبتلا تھے۔ رات نو بجے تک افراح اور زیان بھی پہنچ کر سیدھے ہیڈ کوارٹر ہی آئے تھے۔ اصل کام تو ان شیروں نے کیا تھا اور اللہ نے ساتھ ایک ایڈوانس خوشی بھی دے دی تھی۔ افراح کی آپی نور نے اب انکو دو ماہ کی اس لمبی چھٹی پر اپنے ساتھ

سارا وقت گزارنے کا کہا تھا اور ہزل انجم بھی اس بار سب بچوں کے ساتھ چھ سال بعد اپنی فیملی سے ملنے والے تھے۔ خضر، آئرہ، عریش، جنت، اسکے علاوہ وہ سب دادی کو بھی استنبول لے کر جانے والے تھے۔ حرا اور نادم تو پہلے ہی پیرس جا چکے تھے۔ باقی رہ گئے مہرو اور جلال، وہ اب زرا ایک دوسرے کے ساتھ وقت بیتانا چاہتے تھے۔ سب کی ایک دن بعد صبح کی ترکی کی فلائیٹ بھی ہزل انجم نے ہی کروائی تھی۔ جنت اور دادی بھی اسی دن تک یہیں آنے والے تھے پھر یہیں سے سب نے ساتھ ہی جانا تھا۔ افراح اور زیان کا وہاں زیادہ سٹے تھا مگر باقی سب کے ساتھ ساتھ ہزل بھی واپس آجانے والے تھے کیونکہ فری صرف ستارہ ہوتی تھی وہ اور مرجان ہمیشہ کسی نہ کسی کام میں لگے رہتے تھے اور یہی انکی ڈیوٹی تھی۔ کامل بابا کے چہرے پر آج جو رشک تھا اس کے تو کیا ہی کہنے، آج وہ سچ میں سرخرو ہوئے۔ سب نے ہی باری باری بابا جان کو پیار سے دیکھا۔ خضر کو تو اپنے معمولی زخم کی اس کامیابی کے بعد کوئی پرواہ تک نہ تھی۔

"میں اس کیس کا حصہ بن کر بہت خوش ہوں، اللہ نے مجھے ہمت اور موقع دیا جس کے لیے میں رب برتر کی جتنی شکر گزاری کروں وہ کم ہے۔ جب تک یہ سانس میرے وجود کا حصہ ہے تب تک یہ بندہ ہمیشہ ملک کی سرفرازی کے لیے جان و دل سے خاضر رہے گا" یہ وہ کردان حق تھا جسکی طاقت اللہ پر کامل یقین تھا۔ جو کئی بچوں کے سر کا آسمان تھے۔ جو ستارہ کی مضبوطی کی ایک لازوال کڑی تھے۔ افراح اور زیان کی آنکھوں میں کامل بابا کے لیے موجود محبت کئی درجے بڑھ چکی تھی۔ آئرہ اور خضر نے بھی محبت لٹاتی، نثار نگاہوں سے بابا جان کو دیکھا جو عاجز ہو کر بے حد خوشی سے مسکرا رہے تھے۔

"ملک کے ہر جانباز کا ملک کو لے کر یہی جذبہ ہونا چاہیے، افراح اور زیان تم دونوں پر مجھے ناز ہے۔ آپکی زندگی میں آنے والی اس خوشی کا ہم سب کو بے حد انتظار رہے گا۔ اللہ آپ دونوں کو یونہی خوش رکھے، ستارہ کی شان ہو۔ عریش میرے شیر، تم ستارہ کی مضبوطی کا اصل نقطہ ہو، اللہ سے تمہاری عمر درازی مانگتا ہوں۔ اور میرے ساتھ ساتھ ہزل کے بھی فیورٹ خضر اور آئرہ بچے، آپ دونوں ستارہ کی جان ہیں۔ میں امید نہیں یقین سے کہتا ہوں کہ ستارہ اب پہلے سے زیادہ مضبوط ہو کر لوٹے گی۔ ابھی بس ایک تنظیم ختم ہوئی ہے، ہمیں اپنے وطن کے خلاف ابھرتی ہر بری طاقت کو یونہی نیست و نابود کرنا ہے۔ ان شاء اللہ، دو ماہ اب تم سب آزاد ہو، کچھ وقت اپنی زندگیوں کو دو۔ کردان حق کو آپ سب حفاظت سے انکے گھر تک پہنچوا دیں۔ اللہ آپ سب کا حامی و ناصر ہو، ہم جلد ملیں گے۔ گڈ بائے کیپٹن کردان حق" مرجان خالق کا آج اپنا سینہ ٹھنڈا تھا، آخر انکا بدلا بھی پورا ہو گیا۔ باری باری سب کو انکی بے انتہا پیاری اہمیت بتا کر وہ سلیوٹ جو کردان حق کو مارا گیا آج کے دن کا سب سے دل فریب لمحہ تھا۔ باقی سب نے بھی ہنستے ہوئے پرتپاک انداز میں مرجان خالق کی پیروی کی جس پر ہزل انجم بھی شریر سا ہنس کر دوڑ میں شامل ہوئے۔ آج پہلی بار مرجان خالق بھی مسکرائے اور کیا کمال مسکرائے کے جناب نے محفل لوٹ لی۔ وہ سب کا حوصلہ مزید بڑھا کر کال منقطع کر چکے تھے۔ کال بند ہوتے ہی کامل بابا کے سب بچے فوراسے بیشر بابا کے گرد جا لپٹے جس پر ہزل بھی موہنا مسکرائے۔

" بھئی میرے بچو، میرے کلیم کا پتا کرو۔ مجھے میرے گھر کی بہت یاد آرہی ہے۔ اور یہ خبر کے میں دادا بننے والا ہوں یہ تو مجھ میں بجلی سی بھر گئی، میرے بچے یونہی سلامت، خوش و آباد رہیں۔ ترکی سے واپسی پر تم سب اپنے بابا کو بھی مہمان نوازی کا موقع دینا۔ یہ خبر ہی ایسی ہے کہ میرا دل بھی بہت سی مستی کرنے کو مچل رہا ہے" ماحول

کی خوشگواری کو مزید کندھن بنانے کے لیے کامل بابا کی اس بات پر سب ہی اپنے اپنے جاندار انداز میں مسکرائے جبکہ آئرہ تو اس شرمیلی سی گلال مسکان دباتی افراح کو پوری شدت سے جکڑ چکی تھی۔ عریش کا ارادہ آج اور کل کامل بابا کے ساتھ ہی مظفر آباد جا کر رہنے کا تھا اور وہیں جنت اور دادی پہنچنے والی تھیں پھر وہ وہیں سے واپس آنے والے تھے۔ ایک دن سب کے لیے ریسٹ کا دیا گیا تھا اور پھر مستی سٹارٹ ہونے والی تھی۔ وہ لوگ ہزل انجم کی کمپنی میں گیارہ تک رکے پھر سب ہی روانہ ہو گئے۔ کلیم پہلے ہی زیان اور افراح کے گھر پہنچ چکا تھا اور وہیں سے وہ، عریش اور بابا مظفر آباد نکل گئے تھے جبکہ زیان اور افراح کو تھوڑا سپیشل فیل کروانے کے لیے آئرہ اور خضر وہیں کچھ دیر رکے تھے اور پھر وہ لوگ بھی سپیشل کپل کو پرائیویسی دینے کے بہانے بارہ تک گھر چلے گئے۔

****

مسلسل مدھر سی موسیقی کا مسحور کن اثر اور مسکراتے وہ دو چہرے جو آج ہر بندش سے آزاد تھے۔ آئرہ گاہے بگاہے رخ پھیر کر آفت خیز مسکان دبا کر گاڑی چلاتے خضر کو دیکھتی اور حیا سے سرخ رو گلاب بن کر جی اٹھتی تھی۔ وہ بھی آنکھوں کی ساری سیاہی کا رنگ اجالے کی کرنوں کا ہمراز بنائے آج بہت زیادہ خوش تھا۔ وہ دونوں

اب ایک دوسرے کو وقت دینا چاہتے تھے۔ یہ دو دن وہ اپنی زندگی کے رک جانے والے اس سفر کو پھر سے شروع کرنے کی خواہش کر رہے تھے۔ خضر کی آنکھوں میں ان کہی سی محبت تھی جو اظہار تک پہنچنے کے لیے بے تاب تھی۔ آئرہ کو ان سیاہ آنکھوں کی ہر مہربان نگاہ کی آنچ دل تک جاتی محسوس ہو رہی تھی۔

"آئرہ "رات کی ٹمٹماتی سی روشیاں جو گاڑی کی رفتار کے ساتھ پیچھے چھوٹ کر ہر شے حرکت پذیر کر رہی تھیں مگر خضر کی پکار پر آئرہ کو لگا سب کچھ رک گیا ہے۔ آئرہ نے گردن موڑ کر خضر کے چہرے پر امڈتے تقاضوں کی فہرست دیکھتے ہوئے گلال ہنسی کی جنبیش دی۔

"کہو "آئرہ کی پر اسرار سی خاموشی ٹوٹ گئی تھی، بیک گراؤنڈ میں خضر نے بہت مدھم سی وائلن ٹون لگا رکھی تھی۔ وہ اب سیدھا گھر ہی جا رہے تھے۔

"اب مجھے درد ضرورت سے بھی کم ہوتا ہے

اب مرے زخم مسیحائے ہوئے لگتے ہیں "تو گویا بہت مدت بعد کسی بے ذوق کی زبان بھی ذوق کے تقاضے نبھا گئی تھی، خضر تو شعر کہہ کر زرا کنفوز تھا کہ آیا ٹھیک بھی بولا یا نہیں مگر آئرہ ضرور خضر کے اس دل لوٹ لینے والے انداز پر دل کو پھر سے ہار بیٹھی۔

"واہ ہنڈسم، تم تو اس محبت میں شفا پا گئے "آئرہ کے ہونٹوں سے تبسم خیز رنگینی زرا کم نہ ہوئی۔ خضر اسکی بات پر بہت قلیل وقت کے لیے آئرہ کو دیکھتے ہوئے مسکایا۔

"نہیں، شفا پانے کے مرحلے میں ہوں" خضر سیدھا دیکھتے ہوئے مان سے آئرہ سے مخاطب ہوا، وہ جو خضر کے ان کہے سے ارمان کو سمجھ گئی تھی کتنی ہی دیر اسے مسکرائی آسودہ آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ یہ سلسلہ تو تب ٹوٹا جب خضر کی جادوئی آنکھیں پھر سے آئرہ کی سمت اٹھیں تو پتھر ہوئیں۔

"جو تمہاری چاہت، وہ میری رضا" آئرہ کے چہرے پر صرف آج اقرار اور سکون درج تھا، آج تو خضر کے دل میں بھی اس ظالم اجازت پر سنسنی اتری۔

"میں چاہتا ہوں آج کی رات تمہارے لیے بہت خاص بناوں، تم کو تمہارا پینڈنگ اظہار دینا چاہتا ہوں" خضر نے گاڑی دروازے پر روکی اور دو سکینڈ میں گارڈ نے دروازہ کھولا تو خضر گاڑی اندر لے آیا۔ آئرہ بنا کسی جواب کے بس خضر کی بات میں ڈوب چکی تھی۔

"دے دو" آئرہ کسی نامعلوم سے احساس میں غرق ہو کر خضر کے اظہار کی شدت کا سوچ کر ہی کسی خمار میں تھی، وہ اتنی کانفیڈنٹ سی آئرہ کے یوں بے حال ہونے پر اپنی ظالم مسکان روک نہیں پایا تھا۔

"ایکچولی جلدی میں زیادہ نہیں کر سکا لیکن ایسا ویلکم تمہارا حق تھا، کریڈٹ گوز ٹو عریش" خضر نے گھر کی دلفریب ہلکی پھلکی سجاوٹ کا کام شام کو عریش کو سونپا تھا اور وہ جانے سے پہلے ایک گھنٹے میں یہ اہم کام سرانجام دینے کے بعد کلیم اور کامل بابا کے ساتھ مظفر آباد نکل گیا تھا۔ آئرہ اب کی بار تجسس سے ہنسی۔ خضر باہر نکلا اور پھر وہ گھوم کر آئرہ تک آیا اور ڈور کھولے اپنا ہاتھ بڑھائے اس شربتی کو باہر لایا جو سرپرائزنگ ویلکم کو دیکھنے کے لیے بے چین تھی۔

"ھاھا بہت تیز ہو دونوں، بائے دا وے ویلکم کے بنا بھی چل جاتا میری جان۔ چلو اب کر لیا تو دیکھا و جلدی سے" گاڑی کو لاک کیے خضر تو آئرہ کی پر اشتیاق خوشی دیکھ کر ہنس پڑا اور پھر سر ہلائے وہ آئرہ کا دوبارہ ہاتھ پکڑے گھر کے اندر انٹر ہوا اور مڑ کر دروازہ بند کیا۔ سارا گھر مدھم سی روشنی میں ڈوبا ہوا تھا مگر اندر آتے ہی ایک پیاری سی خوشبو نے ان دونوں کے وجود کو باندھ لیا۔ وہ خوشبو شاید سامنے لاونچ میں لگی کینڈلز سے آ رہی تھی۔ آئرہ نے بے حد پیار سے خضر کو دیکھا جو مین سوئچ پر ہاتھ رکھ چکا تھا۔ بٹن پریس ہوا اور پورا گھر جل تھل کرتی ملگجی روشنی سے منور ہوا۔ گلاب کے بکے ہر ٹیبل ہر شیلف پر کئی خوشبو دار موم بتیوں کے پاس پڑے گھر کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے۔ آئرہ تو اتنی پیاری خوبصورتی دیکھ کر اپنی آنکھوں کے قوس قزاح جیسے رنگوں سے اپنے شہزادے کو دیکھ رہی تھی جو گھر کی لرزاں خیز سجاوٹ کے باوجود اس حسن کی ملکہ کو نثار ہوتی نظروں سے مرکوز کیے ہوئے تھا۔

"او مائی گارڈ، بیوٹی فل" آئرہ نے دل میں ہلچل ہونے کے باوجود خضر کے مقابل آ کر اس سے لپٹ کر کہا جس پر وہ ساحر بھی آئرہ کی ابھی سے اتنی خوشی پر ہنس دیا۔ یہ تو شروعات تھی۔

"خوبصورت تو آج صرف تم ہو آئرہ۔ میری خوشی کا اندازہ ان پھولوں کی چمک سے لگاو، اس خوشبو سے لگاو۔ میری دھڑکن کی تیز رفتاری دیکھو، میرے وجود کا شل ہونا دیکھو۔ یہ سب تمہارے لیے بہت کم ہے، خضر خاقان قریشی کا بس چلتا تو خود کو تمہاری راہوں میں بچھا دیتا" خضر کا لفظ لفظ آج آئرہ کے دل کا رنگ مہکا رہا تھا، وہ اسکے بالوں میں لگا ہیر بینڈ ایک ہی جھٹکے سے اتار کر اسکے بالوں کو آزادی دے چکا تھا۔ آئرہ اسکی آنکھوں میں بس چپ چاپ دیکھ رہی تھی جو آج اپنے سب سے حسین روپ میں تھا۔

" میں کبھی تمہیں اپنی راہوں میں بچھنے کی اجازت نہیں دوں گی خضر، تم میرے سر کا آسمان ہو۔ تم میرا کل جہان ہو۔ پر تمہارا یہ زخم" ناجانے کیوں آئرہ اس بات پر تھوڑی اداس ہو کر خضر کے چہرے پر ہاتھ رکھے بولی تو خضر نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ہونٹوں سے لگائے حصار میں لیا، وہ اختتام تک اسکی فکر میں گھل گئی تھی۔

" زخم مندمل ہو جائے گا خود ہی، لیکن پھر بھی میری تو یہی خواہش ہے آئرہ کہ یہ بندہ فدا ہو جائے، خیر تمہارے لیے کچھ ہے " خضر نے پہلی بات بہت دیوانگی سے کہہ کر اسے خود سے الگ کیے تھوڑا ٹیبل کی طرف جھکے ایک باکس اٹھایا جو کوئی ڈریس لگ رہا تھا۔ آئرہ کا خوشگوار تجسس مزید مہکا۔

" چینج کر کے آو، بہت پیاری سی ساڑھی ہے، تمہارے لیے خاص اس دن کے لیے لی تھی۔ ہم بھی ذرا فارم میں لوٹ کر آتے ہیں۔ وہ کیا ہے ناں کہ ماحول تو رومینس سے بھرا ہے پر ہم کالے سائے بن کر ذرا ان فٹ لگ رہے ہیں " خضر تو اب تمام مدہوشی زائل کرتا ہوا خود ہی ہنسا تو آئرہ بھی خضر کی اس بات پر نازک سا مسکرا دی، اس سے پہلے کہ وہ جانے کے لیے پلٹ جاتی خضر نے جھٹکے سے اسے کھینچ کر خود کے بے حد قریب کیا۔ دونوں کی آنکھیں مل کر تباہی کا باقاعدہ آغاز کر رہی تھیں۔

" کیا آج خضر خاقان کو آئرہ کا ہونے کی اجازت ہے ؟" خضر کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ چہرے کے ہر بے تاب نقش پر آئرہ کی آنکھیں بھٹکتی ہوئی گئیں اور وہ خضر پر جان تک وار دینے کی خواہش کر رہی تھی۔ یہ بندہ اس سے کس انداز سے اجازت مانگ رہا تھا، آئرہ کو اپنی خوش قسمتی پر آج ایک بار پھر کامل یقین آیا تھا اور وہ خضر کے چہرے کے قریب ہو کر استحقاق زدہ اجازت لکھتے ہی اسکی گرفت سے پوری رفتار سے بھاگی اور خضر کے چہرے پر بنا کسی نشے کے ہی خماری کا غلبہ بڑھا۔ زندگی بڑھانے کی پہلی سطر شربتی نے لکھی اور اب داستان محبت لکھنے کی

باری اس جادوگر کی تھی۔ اپنے لیے اس نے سنپل وائٹ شرٹ اور بلیک پینٹ چوز کی تھی کیونکہ آئرہ کی ساڑھی ہاف وائٹ اور بلیک شیڈڈ تھی۔ خضر بھی مسکرا کر کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

****

زندگی اپنے آسودہ تسلسل پر رواں ہوگئی تھی۔ افراح اور زیان کی زندگی فائنلی مکمل ہوگئی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی اس کاملیت پر جی اٹھے تھے۔ وہ ایک دوسرے کی اب حقیقی طاقت تھے۔ نادم حسین کے دل پر بھی سکون کا غلبہ اپنی پوری شان سے اترا تھا۔ آج کا سارا دن وہ حرا کو بہت سی جگہ لے کر گیا تھا۔ پیرس کی سہانی رات اور آسمان پر ستاروں کے جھرمٹ میں نکلا چاند بھی انکی خوشی میں شریک تھا۔ حرا آج سچ میں خوش تھی، یہاں کا وقت پاکستان سے تین گھنٹے پیچھے تھا۔ یوں تو آج انھیں رک کر ریسٹ کرنا چاہیئے تھا مگر حرا کی فرمائش تھی کہ وہ پیرس گھومنا چاہتی ہے تو پھر ہبی جان سے بھی انکار نہ ہو سکا تھا۔ وائٹ شارٹ فراک کے نیچے وائٹ ہی ٹائٹ پہنے ایک طرف کندھے پر ڈھلکتا حرا کا جالی دار آنچل اور کھلے کندھے تک آتے بال اس نازک پری کو بے حد پرکشش بنا رہے تھے۔ ہونٹوں پر آج تباہی والی لال لالی اسکے گلابی رنگ اور سفید لباس سے منعکس ہو کر اس ہنڈسم سے گریس فل نادم حسین پر اثر چھوڑ رہی تھی جو آج مکمل سیاہ میں پہلے سے بھی زیادہ بہترین لگ رہا

تھا۔ وہ دونوں ہی سمندر کے کنارے دور سے بر تیج اور ٹمٹماتی مہکتی، روشنی اور فضا کو مسکرا کر اپنے اندر اتار رہے تھے۔ نادم نے اپنی جیکٹ اتار کر بازو پر لٹکا کر ایک طرف حرا کو ساتھ لگا رکھا تھا جو پچھلے کئی منٹوں سے سامنے کی تاریک اور ملگجی حسین لہر میں گم تھی۔

"خوش ہو؟" نادم نے گردن گما کر تحیر زدہ سی حرا کو دیکھا جو نادم کے اس سوال پر جھٹ سے نادم کو دیکھے مسکرائی۔

"بہت سارا خوش، اور آپ؟" وہ جس طرح اسے پکارتی تھی یہ نادم حسین کا دل بہار اور شاداب کرتا تھا۔ وہ چند لمحے حرا کے چہرے کو دیکھ کر ایک بار پھر اپنے پرانے جذبات پر حیرت میں تھا۔ یہ لڑکی اچانک سے اسے اتنی پیاری ہو گئی تھی کہ وہ اب ساری زندگی اسے یونہی خوش دیکھنے کا خواہش مند تھا۔

"کیا ہوا، بولیں ناں" حرا اسکی سنجیدہ سی خاموشی پر بے قراری لیے بولی تو نادم نے اس سیاہ رات میں اس لڑکی کی سیاہ آنکھیں دیکھیں۔ وہ اسے دیکھ کر دل میں کہیں چھپا رہا تھا، مگر پھر جب حرا کی بے چینی بڑھتی دیکھی تو وہ مسکرا کر اسے اپنی جیکٹ سمندر کنارے بنی ریلنگ پر رکھے دونوں ہاتھوں سے پکڑے روبرو لایا تو حرا نے پھر سے نادم کے خاموش سے تاثر دیکھے۔

"پہلی بار ہی تو حقیقی خوش ہوں، لیکن تمہاری خوشی دیکھ کر زیادہ اچھا لگا۔ یہ لمحے جن میں تم ہنستی ہو، دعا ہے کبھی ختم نہ ہوں" حرا تو یوں تھی کہ اب جب جب وہ اسے دیکھتا تو وہ خود میں چراغ سے جلتے محسوس کرتی اور پھر وہ جلتے چراغوں سے ایک خوشبو اٹھ کر حرا کا دامن جکڑ لیتی۔ نادم کتنا بدل گیا تھا کہ حرا ایک لمحے کو اپنی اہمیت پر

دھنگ رہ جاتی تھی۔ محبت میں بہت طاقت ہوتی ہے جسکا جیتا جاگتا ثبوت یہ بہترین روپ میں موجود نادم حسین تھا۔

" آپ یونہی رہیں گے تو کبھی یہ ہنسی نہیں رکے گی، مجھے آپکا اپنے ساتھ ہونا سب سے اچھا لگ رہا ہے۔ دور دور تک پھیلی خاموشی اور آپ کی یہ محبت زدہ باتیں، بتا نہیں سکتی آپ سمجھ جائیں" حرا تو بولتے بولتے اظہار پر بھی گلابی ہوگئی اور وہ اس روح سے جڑھی پری کی اس بات پر زیر لب مسکرا کر اسے مزید اپنے قریب کیے سنجیدہ ہوا۔

" سمجھ گیا، اور کچھ " وہ ایسا فرمابردار بھی ہو سکتا ہے، وہ خود حیرت میں تھا۔ محبت کی برسات غائبانہ سہی پر دلوں پر پڑے زنگ پر اتر کر اسے پاک ضرور کر جاتی ہے۔

" میں آپ کے ساتھ پوری دنیا گھومنا چاہتی ہوں" وہ آج نادم سے اپنی ساری خواہشیں کہہ دینا چاہتی تھی، نادم تو اب اترا کر زرا مغرور سئ ادا سے حرا کی گال پر پیار دیے مسکرایا۔

"ڈن ہو گیا، اور کچھ ؟" نادم کا ایسا کرنا اسے جکڑ گیا تھا، وہ ابھی اتنی پر اعتماد بھی نہیں تھی کہ خوشی خوشی یہ قربتیں برداشت کر لیتی۔ نادم کی ترنم خیر آنکھیں سب کہہ رہی تھیں۔

" میں چاہتی ہوں آپ میرے بیسٹ فرینڈ بن جائیں" حرا نے مان کے سنگ نظریں اور چہرہ اٹھا کر نادم کے پر شوق چہرے کو دیکھے کہا جس پر اب وہ اسکی دوسری گال پر محبت کی چھاپ لگاتا ہوا مسکرا کر پھر سے حرا کا دل

جکڑ چکا تھا۔ اب تو وہ مزید کسی خواہش کا بتا کار سک نہیں لے سکتی تھی اور نادم اسکی گھبراہٹ دیکھ کر مدھم سی سرشار چاشنی والی مسکان دے رہا تھا۔

"بن گیا، اپنی تھنگ ایلس" نادم نے چہرے پر شریر سی مسکان لا کر کہا جس پر حرا نے رٹو طوطے کی طرح پہلے ہاں اور پھر ناں میں سر ہلایا تو اب کی بار دونوں ہی جادوئی سا مسکرائے مگر حرا نے فوراً سے مسکان دبائی۔

"کہو، تم جو کہو گی مجھے قبول ہو گا۔ میں خود چاہتا ہوں تم مجھ سے یونہی اپنی خواہش کہو اور میں اسے پوری کروں۔ ڈرو مت، اب تو دیکھو پیارا ہو گیا ہوں" نادم کا انداز ہی ایسا خطرناک تھا کہ حرا اسکے سینے پر رکھا ہاتھ پھیرتی ہوئی ہچکچاتی آنکھیں نادم تک لے گئی جو واقعی پیارا تھا۔ اس نے حرا کے لیے اپنا فیورٹ لانگ ہیر اسٹائل بدل کر نارمل بال کر لیے تھے۔ ہاں داڑھی مونچھ ویسی تھی البتہ ہلکی تھی کیونکہ وہ اسے بہت سوٹ کرتی تھی۔

"میں چاہتی ہوں کہ سٹڈی کے بعد میں بھی آفس جوائن کروں، مجھے ہمیشہ سے بہت شوق ہے" اب جناب من نے اتنا حوصلہ دے دیا تھا تو حرا بھی لگے ہاتھوں اپنے سارے شوق منوانے والی تھی۔ نادم ایک دم سنجیدہ ہوا جس پر حرا بھی تھوڑی چہرہ لٹکا گئی مگر پھر نادم شریر سے انداز میں مسکرا کر اسکی پیشانی چومے اسکے گرد مزید گرفت مضبوط کیے سنجیدہ ہوا۔

"کیوں نہیں، میرے لیے اس سے اچھی بات کیا ہو گی کہ میری حسین سی وائف ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہے گی۔ ڈن ہو گیا، ھاھا اور کچھ ؟" حرا تو اتنی خوش تھی کہ اسکی خوشی اسکے چہرے پر قربت کی تمام آنچ کے باوجود نمایاں تھی مگر یہ جواب نادم ہنسا تھا اس پر حرا کو لگا اسکی جان سرکتی جا رہی ہے۔

"ب۔۔۔بس" محترمہ سانسوں کی ظالم تکرار سے دب کر باقاعدہ ہکلائیں تو نادم نے بغور حرا کا چہرہ دیکھا، وہ بے حد حسین تھی۔ چہرے کے ہر نقش پر وہ دل پھسلتا محسوس کر رہا تھا۔

"تم جانتی ہو حرا، مجھے تم سے محبت کیوں ہوئی؟" وہ مزید اس نڈھال سی حرا کو اس ظالم قربت کی آنچ سے ہٹاتے ہوئے کچھ فاصلہ بنائے اسکو دیکھتے ہوئے بولا۔ لہجے میں ان کہی سی چاہت اور چہرے پر غرور درج تھا۔ حرا کا دل چاہا یہ شخص اس سے دور نہ ہو مگر قریب آنے پر بھی وہ تھوڑی گھبرا گئی تھی۔

"اس لیے کہ میں بہت پاگل ہوں، ہے ناں" حرا خود ہی دانت نکالے بات اچک کر بول پڑی تو بچارے شوہر کا رومینٹک موشن چھن سے ٹوٹ گیا مگر وہ حرا کے یوں بے تکلف ہو کر سب کہنے پر بھی دل سے خوش تھا۔

"ھاھا حرا، تم پاگل نہیں ہو ہاں البتہ پاگل کرنے کی اہلیت ضرور رکھتی ہو" وہ بھی ہلکے پھلکے انداز میں بات کے اختتام تک پر کشش ہوا۔ حرا کا پھر سے اس شخص کے قریب جانے کا دل چاہا اور وہ اپنی آج اس عجب سی اچانک امڈتی خوشی پر خود پر حیرت میں تھی، شاید یہ سامنے کی نئی خوبصورتی اور خوب سیرتی کا اثر تھا۔ نگاہیں جھکا کر حرا نے اپنے واقعی پاگل ہوتے دل کو ڈپٹا اور نادم بڑی باریک بینی سے حرا کے چہرے پر امڈتے کچھ نئے رنگ دیکھ کر خوشگوار سے تجسس میں تھا۔

"تم بہت معصوم تھی، مجھے لگا میں با آسانی تم پر اپنی حاکمیت جما سکتا ہوں۔ اور شادی کے بعد تک مجھے ایسا ہی لگا مگر وہ رات سب کچھ بدل گئی، حاکمیت کا تو پتا نہیں پر میں الٹا تمہاری اسیری میں مبتلا ہو گیا۔ نادانستہ طور پر تمہارے قریب آیا اور لگا جیسے ہر چیز تھم گئی ہے، اسیری والے حاکمیت کر کے جیسے منہ کی کھاتے ہیں میں نے بھی کھالی، وہ روئی آنکھیں میں جھٹکنا چاہتا تھا تو لگتا تھا وہ دل کے اندر گڑھ رہی ہیں، اور وہ تمہاری فون ... کی

التجا۔ جیسے کوئی ملکہ اپنے کسی غلام سے تمام اختیارات کے باوجود بہت تکلیف سے کچھ مانگ رہی ہو، میرا دل اس رات کسی اور دل سے بدل گیا۔ مجھے لگا اب بھی اگر میں نے خود پر نازل اسیری قبول نہ کی تو میں خاک ہو جاوں گا، اور اب تو تمہارے لیے خاک بھی بن جاوں تو سودا گھاٹے کا نہیں" اب کی بار نادم کی آنکھوں میں ناچا ہتے ہوئے بھی سرخی اتری اور وہ جو نادم کے کہے الفاظ میں ہی کہیں گم چکی تھی یوں نادم کے چہرے کی ان کہی تکلیف دیکھ کر خود کو روک نہ پائی تھی۔ یہ محبت بھی کیسی پیاری شے تھی، کسے کیا کیا بنا ڈالا تھا۔ یہ آسمانی شے تھی اور فلک سے اترنے سے پہلے ہی اپنی کاملیت لکھوا لائی تھی۔ وہ جی اٹھا تھا، اور وہ جینا چاہتی تھی۔ جس طرح گناہوں سے نیکی کی طرف ہجرت ایک آسودہ مگر کٹھن معاملہ ہے بلکل ویسے برائی سے اچھائی تک کا راستہ بھی نادم کے لیے کٹھن تھا مگر وہ خوش تھا کہ اسکا وسیلہ حرا بنی تھی۔ پھر نادم حسین کی یہ قربانی کیسے رائگان جاتی، اللہ نے اس نازک پری کے دل میں بھی اس شخص کی محبت لکھ دی۔ وہ خود کہیں نہ کہیں اس شخص سے بندھ چکی تھی، وہ اس سے متاثر تھی اور وہ اسکی قربت اب خود چاہتی تھی۔ وہ اسے دیکھنا، سننا اور محسوس کرنا چاہتی تھی۔ نادم حسین کو یوں خود حرا کا قریب آنا اسکی قربانی کا صلہ لگا تھا۔ وہ پلکیں جھکا کر لرز رہی تھیں مگر وہ اسے کنفوز کرنے کے بجائے خود میں بہت آہستگی سے حلول کر گیا تھا۔ رات کی تاریکی اور محبت کا یہ اظہار ان دونوں کی زندگی کے ایک نئے آغاز کی ترجمانی کر رہا تھا۔

" آئی لو یو، میری آخری خواہش یہی تھی۔ میری آخری خواہش یہی ہو گی اور یہی رہے گی۔ مجھ سے کبھی دور مت جائیے گا، حرا آپکے بنا جی نہیں سکتی" وہ کیسے اب اس شخص کی انمول محبت پر اسے اسکے اظہار سے محروم رکھتی، اسکے پہاڑ جیسے وجود میں کسی بادل کی طرح چھپی ہوئی حرا ہار مان گئی اور نادم حسین کی زندگی کاملیت کا سکھ

پا گئی تھی۔ ایک جاندار اور پر اعتماد سی مسکراہٹ اب کی بار نادم کے ہونٹوں پر بھی ہمک چکی تھی تبھی گرفت کی شدت میں تھوڑی دیوانگی شامل ہوئی تھی اور اظہار کے بعد دیوانگی کا غلبہ فطری عمل تھا۔

"آئی لو و یو ٹو، کبھی دور نہیں جاوں گا" حرا اسکی باہوں میں پر سکون تھی اور وہ بھی دلگیر خوشی کے سنگ مسکرا کر اظہار کو بھی کامل کر گیا تھا۔ وہ دونوں وجود اس ڈھلتی سرکتی رات کا حصہ بن کر حسین لگ رہے تھے۔

****

"مجھے آپ پر فخر ہے بھیا، مجھے آپ سب پر فخر ہے۔ آئی لو و یو اینڈ اتنا سارا مس یو" ستارہ کی کامیابی پر سب سے زیادہ خوش تو ننھی سی نازک عنیہ تھی جب عریش نے اسے بتایا تھا۔ آج کا دن تو واقعی بے حد خوشی کا تھا۔ چونکہ اب عنیہ کے علاوہ مبشر بھی ستارہ کی حقیقت جانتا تھا تبھی دونوں ہی ایک جیسی والہانہ خوشی محسوس کر رہے تھے۔ عریش، کلیم اور کامل بابا کو لیے پہنچ گیا تھا مگر یہ اتنی بڑی خوشی عنیہ اور مبشر کو بتانی بھی اہم تھی۔

"آئی لو و یو ٹو میری جان، اینڈ تمہارے اس بھیا کو تم پر فخر ہے۔ خوب خدمتیں کرو شوہر کی، پیارا سا بیبہ بچہ ہے۔ اور ہاں سٹڈی کے لیے بیسٹ آف لک، وہاں ہو کر کبھی خود کو تنہا مت سمجھنا۔ تم جب کہو گی سب کو لے کر وہیں ٹپک پڑوں گا" عنیہ کی تو بے اختیار بتیسی نکل آئی تھی اور اسی لمحے مبشر بھی کمرے میں آیا تو دونوں بہن بھائی کی

بات کو بھانپ کر آہستگی سے عنیہ کے قریب اسے بازووں میں بھر کر مسکرایا اور وہ ابھی فون پر ہونے کی وجہ سے کچھ کہہ بھی نہ سکی مگر گردن موڑے گھوری ضرور دی تھی۔

"ٹھیک ہے، لیکن میں آپ سب کو بہت مسس کرتی ہوں۔ جلدی آیئے گا" عنیہ کی اداسی پر اب تو کچھ دیر پہلے والا شریر مبشر بھی سنجیدہ ہو کر عنیہ کے کندھے سے ٹھوڑی اٹکا گیا اور وہ مبشر کی گرفت میں اب فون بند کرنے کا سوچ رہی تھی۔

" جلدی آئیں گے بکری، خوش رہ۔ اور اپنے اس ہیرو کو میرا پیار دینا، اب میں رکھتا ہوں نیند کراری آرہی ہے۔ یونو دن کتنا ٹف تھا۔ اللہ حافظ " عریش کی آواز میں اب واقعی نیند کا غلبہ تھا تو پھر عنیہ نے بھی مسکرا کر اللہ حافظ کہا اور جیسے ہی اس نے فون رکھ کر چالاکی سے مبشر کی گرفت سے نکلنا چاہا تو جناب زیادہ شدید جکڑ کر اسے بے جان کر گئے۔ عنیہ نے آئینے میں مبشر کے چہرے کے پھیلتے آفت خیز تاثر دیکھ کر اپنا خلق سوکھتا محسوس کیا۔

" چلو پیار دو جو بھائی نے کہا" عنیہ کو تو کرنٹ ہی لگا، کتنا تیز تھا کان بھی ایسے کہ فورا مطلب کی بات بھی سن لی، عنیہ نے تھوڑا زور لگایا تو مبشر اب زرا سنجیدگی سے اسے ایک ہی جھٹکے سے پلٹا کر روبرو لایا اور قریب ہوتے ہی وہ ڈریسنگ کے ساتھ لگ کر قید ہو گئی تھی۔

" وہ ناں ہوائی پیار تھا، یونو فلائنگ۔ ویسے بھی ابھی سنڈے بہت دور ہے۔ اوپر سے دن کتنا تھکن زدہ تھا، مجھے اتنی ساری نیند آئے جا رہی آئے جا رہی " مبشر کی ظالم آنکھوں کے سحر میں وہ بول لیتی تھی یہی بہت تھا اور وہ تو وقت بے وقت دیوانگی میں اٹ کر خطرناک ہو جاتا تھا۔ عنیہ کی ساری بات سن کر وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اسکی منصوعی گردن پکڑ چکا تھا جس پر دونوں ہنس دیے

"سچی یہ جو ڈان عنیہ ہے اس نے میرے ہاتھوں ضائع ہو جانا کسی دن، بائے داوے مجھے کچھ دینا تھا تمہیں" پہلی بات تو مبشر نے اسکی ظالم آنکھوں میں جھانک کر کہی مگر دوسری پر وہ ڈریسنگ کی کیبن سے عنیہ کا وہی ہارٹ شیپ بریسلٹ نکال رہا تھا جسے دیکھ کر عنیہ ایک لمحے کو شاک ہوئی۔

"او مائی گارڈ میرا بریسلٹ، مجھے تو لگا یہ کھو گیا۔ یو نو مبشر، یہ میری مما کا ہے۔ یہ آپکو کہاں ملا؟" عنیہ نے فوراً سے پہلے اداس سا ہو کر مبشر سے وہ لے کر کہا جس پر وہ عنیہ کو جذباتیت دیتے انداز میں دیکھ کر سنجیدہ ہوا۔

"یہ ولیمے والے دن تمہاری بازو سے کھل کر گر گیا تھا، میں نے سنبھال لیا کہ چلو تم نہ سہی تمہاری کوئی نشانی ہی سہی۔ پر کل والٹ میں پڑے دیکھا تو سوچا اب تو عنیہ پوری کی پوری میری ہے تو یہ امانت تمہیں سونپ دینی چاہیے۔ لاؤ پہنا دوں" عنیہ کو اپنی مما کی اس نشانی کے واپس ملنے پر دل سے سکون ملا، اس نے شادی کے بعد اسے ہر جگہ ڈھونڈا مگر نہیں ملا اور اب اسے مبشر پر واقعی پیار آیا تھا۔ مبشر نے آہستگی سے اسے دیکھے بنا اسکی کلائی میں پہنا دیا تو عنیہ بنا تاخیر رنجیدہ سی اداسی کے سنگ مبشر سے لپٹ گئی۔

"تھینک یو سو مچ، یہ میرے لیے واقعی بہت نایاب ہے" عنیہ کے یوں کرنے پر وہ بھی پوری دلفریبی کے سنگ اسکے گرد بازو پھیلائے جکڑ گیا تھا۔

"اور میرے لیے تم، اچھا وہ چین کہاں ہے جو میں نے تمہیں اپنے ہاتھ سے پہنائی تھی" اچانک ہی مبشر الگ ہو کر اسکی خالی گردن کو چھوئے استفسار کیے بولا جس پر عنیہ مسکرا کر سامنے ٹیبل پر پڑے اپنے ہینڈ بیگ سے وہ چین نکال کر پھر سے جناب کے سامنے آئی۔

"نک چڑھی تم نے اسے کیوں اتارا، اب اتارا تو جان لے لوں گا۔ لاؤ یہ بھی پہناوں، اب تم بیاہی عورت ہو سج دھج کے رہا کرو" عنیہ ایک لمحے کو اس عجوبے کے منہ بسورنے پر شاک ہوئی اور پھر ہنس دی۔ بلکل بڑی اماوں کی طرح مبشر اسے یہ سب کہتے بہت سی کیوٹ لگا، البتہ عورت پر عنیہ ضرور ناک ٹیڑھا کیے گھور چکی تھی۔ مبشر نے بہت ہی اچھوتے نازک انداز میں اسکے چہرے پر جھک کر اسے وہ چین پہنائی اور الگ ہوتے ہوئے پٹڑی سے بس اتر ہی جاتا اگر عنیہ خود نہ ہٹتی۔

"عورت کہاں ہوں مبشر، توبہ ہے آپ بھی ناں" عنیہ ہڑبڑاتی ہوئی خطرناک سے لمحے سے بچ کر بات بدل کر بولی تو مبشر نے اسکی یہ حرکت بھی دل کے اچھلتے جذبات کے سنگ نوٹ کی۔

"ھاھا کبھی تو بنو گی ناں، آئی بڑی دوشیزہ" مبشر کو واقعی لگتا تھا دنیا میں بس عنیہ ہی درکار تھی۔ وہ اسے ہر وقت اپنے پاس چاہتا تھا اور اتنی چاہت کے بعد بھی رتی برابر کمی نہ آئی تھی۔ عنیہ بھی اب اس مستے سے مبشر سے ذرا اختیاط ہی برت رہی تھی جو ہنس کر دل میں گدگدی اتار رہا تھا۔

"مبشر کبھی تو رومینس کو بندھ باندھ لیا کریں، کسی دن میری روح پرواز کر جانی۔ اب مجھے سلائیں لوری سنا کے بس مجھے نہیں پتا آپکی سزا ہے" مبشر کچھ لمحے پھر سے خود کو بے قابو ہوتا محسوس کر رہا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ قریب آتا، عنیہ اپنا ہوا ہوتا اعتماد بحال کرتی اسکی گرفت سے نکل گئی مگر پھر عنیہ کو لگا اسکا دل کسی نے اپنی مٹھی میں لے لیا ہو۔ مبشر اسکا ہاتھ پکڑ کر روک چکا تھا۔

"لوری تو میں بس اپنے بچوں کو سناوں گا، ویٹ کرو کچھ سال۔ انکے بہانے تم بھی موج کر لیا کرنا" عنیہ اپنی جگہ بت ہی تو بن گئی جب وہ اگلا پل پہلے سے حصار میں بھینچتا ہوا ایسی بات کہہ گیا جسکو کہنے کا اس نے خود بھی کوئی

ارادہ نہیں باندھا تھا مگر عنیہ کی سٹی گم دیکھ کر وہ اپنا قہقہہ کمرے میں چھکنے سے نہ روک پایا اور اب باری تھی مبشر کے پٹنے کی۔ فوراً سے گرفت سے نکل کر عنیہ نے بیڈ سے تکیہ اٹھایا اور نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ مبشر کا قہقہہ مزید تیز ہوا اور چند ہی لمحوں میں کشن سے نکلے پنکھوں نے پورے کمرے میں سفیدی کر دی اور خود عنیہ اور مبشر گورے بابے بن کر حسین لگے۔ عنیہ نے اب بھاگ کر دوسرا تکیہ اٹھا کر سخت خفگی سے مبشر کو مارا مگر اب کی بار وہ بھی زرا بتیسی کو لگام لائے دو قدموں سے عنیہ تک پہنچ کر تکیہ دبوچے مزید پیارا ہنسا مگر وہ تو آج واقعی سرخ ہو چکی تھی۔

" آپ بہت وہ ہیں، کوئی ایسے بولتا ہے۔ آپکے بچوں کی تو میں ٹنڈ کروں گی، آپ جیسے گولے ہی ہوں گے وہ بھی "عنیہ کو سمجھ نہ آیا کہ کیسے غصہ کرے اور اب تو مبشر کو نان سٹاپ ہنسی کا دوڑا ہی پڑھ چکا تھا۔ عنیہ کا دل اب واقعی مبشر کا گلا دبانے کو کیا مگر وہ تو ہنس ہنس کر بے دم ہو گیا۔

" ھاھاھاعنیہ، اومائی گارڈ۔ ھاھاھا اف میرا پیٹ۔ یار ہنس ہنس کر بل پڑھ گئے " مبشر کا ایسا ہنسنا بچاری کو اور تپ چڑھا گیا تھا، اور وہ تو آج کیا ہر وقت ہی اسے اب ایسا ہی ستانے والا تھا۔

" اوکے، سوری۔۔ ھاھا" مبشر نے خود پر پڑی گھوری دیکھ کر ہر ممکن ہنسی دبائی مگر بتیسی نے پول کھول ہی دیا تھا، اور اب یہ واقعی زیادہ تھا تبھی مبشر اسے دونوں شانوں سے پکڑے سامنے لایا۔

" بہت برے ہیں آپ، ہنس لیں بڑا اچھالگ رہا میری جان نکال کر "عنیہ کا منہ دو سو کلو سو جھا اور چہرے پر غم کا اور شکایت کا پہاڑ اترا تو مبشر بھی بمشکل سنجیدہ ہوا مگر آفت کے گولے کی آنکھیں ابھی بھی مسکرا رہی تھیں۔

"ہنس تو اس لیے رہا ہوں کے تم بہت کیوٹ ہو میری نک چڑھی، باقی جہاں تک جان نکالنے کی بات ہے اسکو ابھی وقت ہے۔ یار اگر میں بچوں کا سوچ کر خوش ہو رہا تو تمہارا کونسا بل آگیا ہے۔ میرے معصوم بچوں کے بالوں پر بری نظر رکھی تو دیکھو انکا ابا تم کو اچھے سے مزہ چکھائے گا" مبشر کا چہرہ اب واقعی بے حد مسکرا رہا تھا اور ناچاہتے ہوئے بھی عنیہ کو اس بندے کے خیالی پلاو پر ہنسی آئی اور وہ فوراً سے پہلے پھر سے مبشر کے ساتھ چمٹ گئی۔ مبشر بھی خلاف توقع سے عمل پر ہنسا کیونکہ موسٹلی اسے اس ٹائم عنیہ کے بھاگ جانے کی امید تھی۔

" آپ ایک نمبر کے پاگل اور آفت ہیں، دعا کریں کہ میں آپکے آگے وقت سے پہلے نہ ہاروں۔ مبشر مجھے سمجھ نہیں آتی میں آپکی محبت کا بدلا کیسے چکاوں، آپ مجھے ہنساتے ہیں۔ میرا خیال رکھتے ہیں اور مجھے دل سے لگا کر رکھتے ہیں۔ عنیہ آپ پر دل سے فدا ہے، بے حد قریب آکر بھی آپکا ایک حد میں رہنا ہی میری ان سالوں کی طاقت ہے مجھے اس سے زیادہ کمزور مت کریے گا ورنہ آپکا تو پتا نہیں میرا کام تمام ہو جائے گا" مبشر کو لگا جیسے اس نے کچھ غلط سن لیا ہے، آج عنیہ اس سے صاف صاف لفظوں میں اپنی بے بسی بتا کر اپنی طاقت مانگ رہی تھی، یہ دونوں کے رشتے کا حسن تھا کہ عنیہ بھی آخر کار اسکی دیوانی ہو گئی تھی۔ اب کی بار دونوں کی گرفت میں دیوانگی کا بے حد زیادہ احساس تھا جو دونوں کے دل میں سنسنی اتار کر لبوں پر تبسم خیز مسکان لے آیا تھا۔

" چلو کیا یاد کرو گی، پرامس کرتا ہوں۔ اب میں حد میں رہنے پر بھی راضی ہوں۔ تمہارے دل میں میرا ہونے کے لیے ابھرتی یہ غضب بیقراری میرے دل کو سکون دے رہی ہے۔ اب یہ انتظار میرے لیے دلکش ہو گیا ہے۔ ہم دونوں ایک دوسرے کا ہونے پر راضی ہیں اور یہ وہ سکھ ہے جو پانچ سالوں کو پانچ لمحے بنا دے گا۔ آئی لو و یو سو مچ، سوڈ یپلی اینڈ سو میڈلی،

ایف آئی شڈ سٹے، آئی ووڈ اونلی بی ان یور وے۔

سو آئی ول گو لٹل بیٹ آپارٹ یو بٹ آئی نو آئی ول لوو، فیل اینڈ تھنک آف یو ایوری سیکنڈ آف مائی لائف۔ یو آر مائی ریل کمفرٹ، ہیپینس اینڈ لوو عنیہ مبشر احمد" اظہار ایسا طلسم زدہ کہ عنیہ کو ڈر لگا کہیں وہ الگ ہوتے ہی اس شخص کے آگے ہار نہ جائے مگر مبشر احمد کیسے اسے ہارنے دیتا۔ عنیہ کو اپنے سامنے کیے اب وہ آسودگی سے اسکی پیشانی چومے مسکرایا تھا، ساری خماری اور نشہ اب اس مدت میں وہ ممنوع کر چکا تھا۔ عنیہ اس شخص کی اس مہربانی پر اسکا صدقہ اتار رہی تھی۔ اللہ کی شکر گزار بھی تھی جس نے اسکے نصیب میں سمندر کی تہہ میں چھپا در مکنون درج کر دیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کو اب بھرے اور سیر اب انداز میں دیکھ رہے تھے۔ یہ انتظار بھی خوب تھا، جسکی منزل جنون کی آخری حد تھی۔

****

آہٹ پر خضر محتاط انداز میں سرعت سے پلٹا تو ایک لمحے کو وہ اس حسن کی ملکہ سے نظریں ہٹانے میں ناکام تھا۔ وائیٹ اینڈ بلیک وہ نیٹ اور شفون کی دیدہ زیب کڑھائی جو تھی تو وائٹ مگر اس کا سارا کام سیاہ سے ہوا تھا۔ خضر کے لیے یہ اپنی زندگی کا سب سے طلسمی حسن تھا جس میں وہ شاہ زادی، وہ ملکہ اور وہ آپسراہ آج لپٹی ہوئی تھی۔ خضر نے مکمل مڑ کر سینے پر ہاتھ باندھ کر محترمہ کو تسلی سے جانچا۔ ہونٹوں پر گلابی لالی اور چہرہ بنا کسی منصوعی حسن کے بھی آفت کا سمندر۔ آئزہ نے خود پر دھڑکتی نگاہوں کی آنچ محسوس کرتے ہوئے شرم و ادا سے اپنی شربتی آنکھیں جھکا کر پلکوں کو گرا دیا مگر نظریں آ رکیں اور آہٹ پر اٹھ کر ظالم سے سیاہ آنکھوں والے جادوگر

سے جا ٹکرائیں۔ خضر کا چہرہ متبسم اور حسین تھا، خود بھی وہ کسی نئے دلہے سے کم نہیں لگ رہا تھا، حسین کہیں کا۔ آج آئرہ کو نا جانے یوں خضر کے سامنے آکر اتنی حیا کیوں آ رہی تھی، وہ اپنے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہوتے محسوس کر رہی تھی جب وہ چپکے چپکے رازداری سے قدم بڑھا کر اس تک آیا اور ایک جی بھر کر مطمئین سی نگاہ آئرہ کے دہکتے سراپے پر ڈالی۔ خضر نے اپنی انگشت شہادت آئرہ کے جھکے چہرے تک لے جا کر ٹھوڑی پر رکھ کر چہرہ اوپر کیا تو دونوں کی آنکھیں ملن کے احساس نے ابھی سے چندھیا سی دیں۔ گویا وجود سے اٹھتی مہک نے دل کو زنجیر کر دیا، دہکتے، جلتے بجھتے موم بتیوں کے شعلے اس ملن پر نثار تھے۔ کمرے میں بھی ویسی ہی سجاوٹ نے ہوش شل کر رکھے تھے۔

"آج تم اتنی پیاری لگ رہی ہو کہ بتا بھی نہیں سکتا، ایسا حسن اچھے بھلے انسان کو جنون دے جاتا ہے۔ آج میں حد درجہ دیوانہ ہونا چاہتا ہوں آئرہ" خضر نے اپنی نرم نگاہوں کا سایہ اس من پسند چہرے پر ڈال کر بے خودی سے چند قدم مزید بڑھائے۔ آئرہ کا دل شدید کانپا، وجود میں لہریں سی اٹھیں۔

"تمہیں اجازت پہلے دن سے تھی، یہ تو تم ہو کہ اس دیوانگی کو خود پر زرا دیر سے حاوی کیا ہے" آئرہ اسکی آنکھوں میں تمام تر فطری ڈر کے مان سے حق دے رہی تھی اور وہ آج خود نہیں جانتا تھا کہ کیا کیا کہنا چاہتا ہے۔

"شاید ٹھیک کہا تم نے، لیکن سچ کہوں مجھے بھی یک دم اس حسن کو سہنے کی تاب نہ تھی۔ جب تم میری تھی تو کس لیے اپنی اور تمہاری جان کا رسک لیتا، جانتا ہوں ہماری محبت کسی ایسی قید کی پابند نہیں ہے لیکن تکمیل محبت کا پہلا حق ہے" وہ اسی بے گانہ روئی اور دلفریبی سے اسکے شانے پر ایک طرف ڈھلکے کھلے بالوں کو اپنے ہاتھ سے چھو کر اپنے چہرے تک لاتے ہوئے ایسی ظالم بات کہہ گیا کہ آئرہ کے اندر بھی سنسنی دوڑی۔

"تم بول کر ہی سب کام تمام کر دیتے ہو خضر، اتنے ظالم ہو" آئرہ کے ہونٹوں پر ناچاہتے ہوئے شکایتی سی مسکان ابھر کر خضر کے دل کو بھی دبوچ چکی تھی۔

"بہت ظالم ہوں، سوچ ہے تمہاری" خضر کے لہجے میں غرور اترا اور وہ اسکے ظالم حصار میں قید ہوئی، وہ اسکے بالوں کی ہر لٹ آج چھونا چاہتا تھا۔ آئرہ کو خضر کا یہ شرارتی انداز بھی آج بھایا تھا۔

"میں بھی اپنی آنکھوں سے تم کو جکڑ لوں گی، ظالم تو آئرہ بھی ہے" آئے ھائے کیا اترائی ہوئی دھمکی دی کہ جو آئرہ کے تباہ کرتے حسن کو مزید گہنا گئی۔ خضر کو لگا وہ سب کچھ بھول گیا ہے، ایک بار پھر حواس بس آئرہ کا ورد کرنے لگے تھے۔

"آہاں، تم تو چھا گئی ہو شربتی۔ لیکن تم سے زیادہ ان سیاہ آنکھوں میں نشہ پلتا ہے، یہ دیوانگی اور جنون پل بھر میں تم پر محبتوں کا در کھول دیں گے۔ لیکن آج میں نے ہارنے سے قبل تم سے بہت کچھ کہنے کا ارادہ کیا ہے، وہ اظہار جسکا حقدار تمہارا انگ انگ ہے" خضر کا سانس اوپر اور نیچے ہوا اور یہ دلفریب سا اتار چڑھاو اس نازک قربت میں مزید رنگ بھر گیا۔ آج وہ بس خضر کی تھی، اسے ہی دیکھنا، سننا اور محسوس کرنا چاہتی تھی۔

"تو کہو ناں خضر، آج یہ آئرہ اس وقت صرف تمہارے لیے ہے۔ یہ بے تاب سا جادو گر میری بیتابی کا بہترین حل ہے" آئرہ اپنے ہر خوف اور ڈر کو پرے کرنے کی کوشش میں اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرے شدید عاشقانہ اور مدہوش سی ہوئی، اور خضر کو یہ سب خود پر قابو پا کر کہنا اب مشکل لگ رہا تھا۔

"میری ہارٹ بیٹ مس ہوئی، ظالم لڑکی" خضر معصومیت سے شدید سنجیدگی سے یک دم ہنس پڑا تو اب آئرہ کا دل ایسی ادا پر لٹ ہی گیا۔

" کہو ناں، ابھی تو کوئی بہت ظالم تھا" آئرہ بے باکی سے خضر کے گریبان کو پکڑے قریب ہوئی تو وہ اس آفت خیز انداز پر واقعی بلش کرتا ہوا محفل لوٹ گیا تھا۔

"خضر، کہو ورنہ۔۔۔" آئرہ خود پر اختیار کھو رہی تھی اور وہ ساکت سا جکڑ گیا تھا، پھر دونوں کی نگاہیں بے حد سنجیدہ ہوئیں اور محبت کا دریا امڈنے لگا۔

" جان لے رہی ہو، میرے لفظ کہیں کھو جائیں گے آئرہ۔ رک جاو" خضر نے زیر لب بے بس سی تبسم کی گدگدی دبا کر اس فدا ہوتی شربتی کو دیکھا جو اب دانت نکالے مسکرا کر سنجیدہ ہو چکی تھی۔

" مجھے لگا تھا کہ اظہار آج کے دن آسان ہو گا مگر نہیں ہے۔ کسی بھی لمحے یہ سلسلہ درمیان میں ٹوٹ گیا تو پھر، کیوں ناں یہ اظہار بچہ پلٹون آنے کے بعد رکھ لیا جائے" خضر جان بوجھ کر نازک لمحوں میں خلل ڈالتا ہوا شرارت سے ہنس پڑا تو ویسی ہی ہنسی آئرہ بھی ضبط کرتی دیکھائی دی تھی۔

" ھاھا خضر، تم مجھے صاف صاف بہکا رہے ہو۔ ڈرامے باز کہیں کے" آئرہ کی کھنکتی ہنسی چرا لی گئی، تمام تر مسکراہٹ اک نیا سا تقاضا بنی۔ وہ آج اپنی ہنسی قربان کرنے پر بھی راضی تھی، خضر کو تو کسی لفظی اظہار کی ضرورت ہی نہ تھی۔ محترم کی آنکھیں اور ادائیں اظہار میں پی ایچ ڈی کر چکی تھیں، پھر بھی محبت کا حق ادا کرنا

ضروری تھا۔ وہ دونوں ہی نازک سی سنجیدگی کے سنگ روبرو تھے، احساس دہک اٹھے تھے۔ لمحے معطر ہو گئے تھے، اک نئی دھن ترتیب دی گئی۔ پھر کئی شعر، غزلیں اور نظمیں واری گئیں۔

"مجھے یہ لڑکی بہت پیاری ہے، دل سے، وجود سے اور آنکھوں سے لگا کر رکھوں تب بھی تمہاری مقدس پاکیزگی کا حق ادا نہ ہو۔ صدقہ اتاروں، یا خود کو ہی تم پر وار دوں تب بھی خدشہ رہے کہ کہیں میری اپنی نظر نہ لگ جائے۔ تم میری زندگی کا واحد سرمایہ ہو، جیسے کوئی مدت کا خالی ہاتھ شخص اچانک سے مالامال ہو جائے۔ میں ٹوٹتا اور جڑتا رہا، شکستہ رہا مگر تم نے اپنی محبت سے ان پیچھے رہ جانے والی ساری دراڑوں کو پر کیا ہے۔ کیسے بتاؤں کہ تم کیا ہو؟ دوست ہو تو صرف میرا اقرار ہو، محبت ہو تو میرے دل کا چین ہو اور شریک حیات کی صورت میرے وجود کا سکون ہو۔ تم سے ابھی بھی سب نہیں کہہ سکوں گا، اس کے لیے مجھے تمہارے ساتھ بہت سا جینا ہے۔ میں بحیثت دوست، محبت اور شوہر تینوں کے طور پر تم سے راضی ہوں، ہمیشہ رہوں گا۔ آج میں تمہیں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہارے بنا نہیں رہ سکتا، ایسا سوچ بھی لوں تو سانس رکنے لگتی ہے۔ تم میرے لیے کوئی ایک رشتہ نہیں میرا ہر رشتہ ہر ناطہ تم سے ہے۔ تم میرا سب کچھ ہو، ایوری تھنگ۔ ایٹ دا لاسٹ بٹ ناٹ دالیسٹ، آئی لو یو سو مچ۔ ول یو بیکم مائی سول میٹ؟" یہ لفظ نہیں تھے، یہ خضر کی چلتی سانسوں کا وہ گیت تھا جسے وہ آئرہ کے نام کر رہا تھا۔ خوشبوئیں مست تھیں ملن کی گھڑی میں پوچھا جادو گر کا یہ آخری سوال دل میں بہار جگا گیا تھا۔ وہ اس شخص پر تو ازل سے فدا تھی، اب تو بس فدا ترین سی حالت تھی۔ وہ سیاہ طلسمی نگاہیں اس سراپے پر ٹکی تھیں جن میں پل بھر کی جدائی کی تاب نہ تھی، وہ اثبات میں سر ہلا کر اپنے وجود جان و دل کی حکمرانی، بادشاہ وقت کے ہاتھوں سونپ گئی تھی۔ نفیس خلاصے کی پہلی سطر ہی اب ایک دوسرے کا

ہو جانا تھا۔ اف یہ حسن کا سنگم، یہ خوشبو کی پاگل کرتی چال اور رات کی گہری تیرگی کا ستم ہوش سے بیگانہ کر گیا۔ یہ معطر ٹمٹماتی موم بتیوں کی سرگوشیاں جیسے مدھم آواز میں حسن کی تعظیم کا حق ادا کر رہی تھیں۔ یہ پھولوں کے جمگھٹے سے غول در غول سے وار، وہ سب اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر ان دو جادوگروں کے طلسم میں خود بھی مدہوش تھے۔ مدھم سی ملگجی روشنی مزید مدھم ہوئی تو کھڑکی سے جھانکتا چاند حسن کی سرفرازی کو چکھنے اپنی چاندنی اس تاریک ہوتے کمرے میں پہنچا کر چاندنی بکھیر رہا تھا۔ آہستگی سے کہیں دور سے اک گیت نے اپنے پنکھ کھولے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ رات، سویرے کا روپ دھار گئی۔ یہ رات جسے اہل دل محبت شناسی کا تحفہ گردانتے تھے۔ محبت امر تھی اور مکمل کاملیت کا سکھ پا گئی تھی۔ وہ دونوں صبح کی اس روشنی میں سویرے کو ابھرتا دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ جادوگر سفید لباس میں بے حد پاکیزہ تھا اور وہ آپسرا ابھی سفید لمبی لہراتی فراک میں اپنے آنچل کا بہکنا دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں۔ یہ لمحے یادداشت پر بھی خوشبو کو ثبت کر گئے تھے۔

"آخر کار، روح سے جڑ گئی ہو۔ میں جیت گیا" خضر کا لہجہ سیر اب تھا، وہ آئرہ کی کاملیت کے بعد چھائے پہلے سے زیادہ ظالم حسن کو آنکھوں سے چوم کر رشک زدہ ہوا اور وہ اپسرا مڑ کر بلکل خضر کے روبرو آئی۔

"تو تم ہارے ہی کب تھے، میری روح تک اترتے ساحر" آئرہ ابھی تک اسی اثر کا دم بھرتی ہوئی قرین ہوئی تو خضر نے اس صبح کی روشنی کا سارا نور اس پہلے سے زیادہ روشن پیشانی پر درج کیا۔

"پتا ہے آئرہ، آج پھر سے مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے" وہ اپنی انگلیاں اس پہلے سے زیادہ گلابی گالوں پر پھیرے ان آنکھوں کے سمندر میں ڈوبا تو آپسرا نے عاشقانہ ہنسی دبائی۔

"پتا ہے خضر، روز ایسی ہی محبت کی خواہش ہے مجھے" آئرہ کی آنکھیں واقعی کسی تیز نشے کو مات دیتی تھیں، وہ شربتی امرت جیسی لڑکی اسے اپنا مزید بڑا انعام لگی۔ وہ دونوں ایک سا مسکرائے تھے اور پھر سے وہ جادوگر اسے اپنی باہوں کے مانوس سے حصار میں بھر چکا تھا۔ یہ محبت بھی تکمیل کا سکھ پا کر آسمانی ثابت ہوئی تھی، اور زندگی نے ممکن تھا کہ اسی دلفریبی سے جاری وساری رہنا تھا۔

****

وقت کو پر لگنے لگے۔ وقت نے گزرنا تھا کیونکہ ابھی کہانی ادھوری تھی۔ عریش دو دن بعد جنت کو لیے خضر کی طرف پہنچ گیا تھا۔ وہیں سے وہ سب لوگ ترکی کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ یہ ان سب کی زندگی کا بہت پیارا سا سفر تھا جس کو لیڈ پیاری دادی جان نے کیا تھا۔ نور اور منہاج جتنے پیارے دیکھائی دیتے تھے اس سے بڑھ کر ملن سار اور مہمان نواز تھے۔ گویا ان کے گھر تو ستاروں کی برسات ہوئی تھی۔ نور، افراح سے سات آٹھ سال بڑی تھی اور خیر سے چودہ اور گیارہ سال کے دو بچوں کی مما بھی تھی۔ منہاج بھی نا صرف ہزل انجم کی طرح ہنڈسم تھے بلکے انکا مزاج بھی ویسا ہی نرم تھا۔ مرحاب اور عائلہ دونوں ہی بہت پیارے تھے اور عائلہ تو دیکھائی بھی اپنی خالا افراح جیسی دیتی تھی۔ اس ٹرپ میں زیان، افراح، عریش، جنت، خضر، آئرہ، دادی اور ہزل شامل تھے۔ افراح اور زیان کا ارادہ دو ماہ یہیں رکنے کا تھا کیونکہ نور نے آنے سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ دو ماہ سے پہلے نہیں جانے دے گی۔ باقی سب کی واپسی دو ہفتے بعد ہو جانی تھی۔ استنبول کی خوبصورتی کے تو کیا ہی کہنے، گویا

سب کا ایک ساتھ ہنی مون بھی ہو گیا تھا۔ دادی کی خوشی تو بس اپنے بچوں کے ساتھ تھی جو انکو زندگی دیتی تھی۔ ترکی کے کھانے ہوں، ثقافت ہو، لباس ہوں یا لوک کہانیاں۔ وہ لوگ اپنے اس ٹرپ میں سب جان کر لوٹے تھے۔ منہاج اور نور نے سب کو استنبول کی خاص جگہیں گمائی تھیں۔ جن میں میڈن ٹاور، استنبول یاد ماضی ٹراموے بمقام شارع استقلال، لیوینٹ کاروباری ضلع مع دولما باغچہ محل، اور تاکوئے مسجد باسفورس پل کے سامنے، اور ایا صوفیہ اہم تھے۔ بہت ساری خوشیوں اور مسرتوں کے یہ سلسلے جاری تھے۔ وقت کی نزاکت، خوشی غمی، دھوپ چھاؤں کے کئی موسم دیکھتے ہی دیکھتے بیت گئے۔ عنیہ اور مبشر کے انتظار کو ان دونوں کی ٹف پڑھائی نے مدھم کر دیا، خضر اور آئرہ کی زندگی کا حسن بڑھتا رہا، نادم اور حرا ایک ساتھ راضی رہے۔ عریش کی شراتیں اور جنت کی معصومیت بھی مہکتی رہی۔ زیان اور افراح کا ساتھ مزید نکھرتا گیا۔ مہرو اور جلال کے بیچ کی ہر دوری ختم ہوتی گئی اور نظر بند قید مشقت کے وہ دو قیدی بھی امید اور سویرے کی چند کرنوں کے بل پر پانچ سال گزار گئے۔

پانچ سال، یہ چھوٹا عرصہ نہ تھا۔ کئی بہاریں، کئی خزائیں آئیں اور چلی گئیں۔ ستارہ اپنے آسمان کی بلندی پر روز بروز زیادہ اونچی چمکتی رہی۔ کئی تنظیمیں آئیں اور ستارہ کے قدموں کی خاک بن کر اڑ گئیں۔ پانچ سالوں میں سب بدل گیا تھا۔ دو دن بعد جلال ہاوس میں ضامن اور مینا کی واپسی پر ایک جشن رکھا گیا تھا، دو دن بعد وہ دونوں اپنی اپنی قید سے بری ہو کر واپس لوٹ رہے تھے۔ ان دونوں کے سوا ہر کوئی اب پہلے کی جگہ پر موجود نہ رہا تھا۔ کئی نیو فیملی ممبرز بھی شامل ہوئے تھے۔

سب سے پہلے پیاری دادی جو ان پانچ سالوں میں تھوڑی سی کمزور ہو گئی تھیں مگر آج بھی انکے اندر کی پھرتی انکے لاڈلے پوتے کم نہیں ہونے دیتے تھے۔ خیر سے عریش اور جنت کے دو پیارے بیٹے اس گھر کی مزید دلفریبی بڑھانے آئے تھے۔ بڑا ابان عریش باجوہ ھائے ایک نمبر کا معصوم اور سادو لگتا تھا چپو سا اپنی پیاری اماں جان پر چلا گیا تھا مگر اف اف وہ چھوٹا ڈھائی سالا پٹا کہ اشھب عریش باجوہ، سہی اپنے آفت کے گولے آبا جان جیسا جسے نہ بیٹھے چین تھا نہ شرارتیں کرتے۔ خیر سے موصوف ابھی ڈھائی سال کے تھے مگر بچاری کنیز دادی اب اپنے پر پوتے کی شرارتیں دیکھ دیکھ جیتی تھیں۔ باقی عریش صاحب کے بڑے چار سالا ابان تو جہاں بٹھا دیے جاتے بس کملو وہیں بیٹھ کے پورا دن گزار جاتے ہاں مگر ابان صاحب چھوٹے کی پٹائی پورے انصاف سے کر کے معصوم بن جاتے تھے۔ یہاں واقعی لگتا تھا کہ دونوں عریش کے چشم و چراغ ہیں۔ جنت اور عریش، آج بھی ویسے حسین اور ایک دوسرے کے قرین۔ محترم آج بھی جنت کے ویسے ہی شیدائی تھے۔ دادی کی زندگی بڑھانے کے یہی اسباب تھے۔

پھر باری آتی ہے جناب من سے زیان اور افراح کی جنکی زندگی انکی چار ساڑھے چار سالا افروز زیان نے پوری کی، وہ بہت پیاری نیلی آنکھوں والی افروز بلکل کسی پریستان کی پری لگتی تھی۔ یہ بھی ماشاءاللہ سے ابان جیسی شریف تھی اور زیادہ تر وہیں دادی کے پاس رہنے کی وجہ سے ابان کی فرینڈ بھی تھی۔ دونوں مگر مل کر اس آفت کے گولے اشھب کو خوب چھینٹی لگاتے تھے کیونکہ وہ ابھی بس ڈھائی سال کا ہو کر سب کے کانوں سے دھواں نکال دیتا تھا۔ افراح اور زیان پہلے سے مزید گریس فل سینیر کپل تھا مگر لکس پر بلکل کوئی کمپرومائز نہیں تھا۔ زیان اب لمبی داڑھی رکھتا تھا جو اسے بہت سوٹ بھی کرتی تھی۔ دونوں کی محبت پانچ سال بعد بھی جواں تھی۔

اور پھر باری آتی ہے سب کے لاڈلے اور دلارے کپل کی، اللہ نے بہت سے دعاوں کے بعد آئرہ کی گود میں ٹونز دے دیے تھے۔ دونوں کی خواہش پروردگار نے ایک ہی بار بہت خوبصورتی سے پوری کی تھی۔ پیاری سی چھوٹو سی چار سالا عروہ خضر اور وہ بابا جانی جیسا چار سالا ہی سیاہ جادوگر معاذ خضر خاقان جن کے آجانے سے وہ دونوں مکمل ہو گئے تھے۔ یہاں معاملہ زرا الٹا تھا، عروہ شرارتی تھی جبکہ معاذ چپو سا پڑھا کو بچہ تھا۔ جبکہ وہ دونوں، ھائے آج بھی قیامت خیز حسن سے وابستہ تھے۔

عنیہ اور مبشر، سب سے پیارا کپل، خیر سے سات ماہ پہلے ہی مبشر ڈاکٹر بن چکا تھا اور چھ ماہ کی ہاوس جاب کے بعد آجکل وہ اور عنیہ دونوں پاکستان آچکے تھے۔ اب ویسے بھی سب کا ارادہ ہی ضامن اور مینہ کی شادی اٹینڈ کرنے کے بعد ہی اپنے اپنے جہاں کی واپسی کا تھا۔ مبشر جو پہلے ہی آفت تھا اب تو خیر سے چوبیس سال کا خوبرو شیر جوان ہو چکا تھا، دوسرا ایک قابل ڈاکٹر۔ عنیہ تو ویسی ہی سمارٹو تھی ہاں اب یہ تھا کہ پہلے سے میچور اور بڑی ہو گئی تھی۔ یعنی مبشر احمد کی اصل آفت بن چکی تھی۔

اور پھر سب سے انوکھا کپل، نادم اور حرا جو پچھلے دو سال سے امریکہ شفٹ تھے کل ہی پہلی فلائٹ سے پاکستان پہنچے تھے۔ نادم نے وہاں اپنا چھوٹا سا بزنس اسٹیبلش کر لیا تھا اور حرا اس میں اسکا ساتھ دیتی تھی۔ باقی کی کسر وہاں بھی ننھے سے مہمان نے پوری کر دی تھی۔ ڈیڑھ سالا معاویہ حسین نے حرا اور نادم کی زندگی کو بھی مکمل کر دیا تھا۔ نادم اب ایک کامیاب بزنس مین تھا اور حرا کے ساتھ ساتھ شمس اور ہاجرہ کا بھی فخر تھا جو مکمل امریکہ شفٹ ہونے پر راضی نہ تھے کیونکہ شمس پاکستان چھوڑنے پر راضی نہ تھے مگر پھر وہ دونوں ہر دو ماہ بعد ایک ویک کے لیے آتے تھے اور معاویہ کے بعد تو پھر دادا اور دادی جان وہیں گئے مگر دو ماہ بعد واپس آگئے کیونکہ وہ

سادہ لوح سے بندے اپنے وطن کو کسی صورت نہیں چھوڑ پا رہے تھے۔ کامل بابا اور کلیم کا سفر آج بھی جاری تھا، انکی زندگی کا مقصد بس پڑھانا ہی تھا۔ ہزل انجم اور مرجان خالق کے لیے ستارہ آج بھی قابل فخر تھی۔ مہر و اور جلال کی زندگی بھی اب ایک پر سکون سفر پر گامزن تھی۔ ضامن اور مینا کے متعلق سب نے مل بیٹھ کر انکی شادی کا پلین کر لیا تھا، مینا کی فیملی پاکستان کو چھوڑ کر کسی اور ملک شفٹ ہو گئی تھی ویسے بھی اسکا ایک بھائی ہی تھا۔ ان سے رابطہ بھی ہو گیا تھا اور سب کی رضامندی کے ساتھ یہ شادی طے ہو گئی تھی۔ جلال ہاوس میں سب جمع ہونے والے تھے، عنیہ کا کام بچہ پارٹی کی نگرانی تھا اور وہ ڈرانے کے لیے مبشر کے انجکشن کی دھمکی استعمال کر کے ان گولوں کو سنبھالتی تھی۔ سب کے اماوں اور اباوں کو توگپوں سے ہی فرصت نہ تھی۔ ویسے بھی اتنی بڑی خوشی پر سب انتظامات بھی سب نے مل کر ہی دیکھنے تھے۔ محبت، دوستی، عزت، مان اور خوشبو جیسے جذبات آج بھی یہاں سایہ فگن تھے اور رہنے والے تھے۔

****

(پانچ سال بعد)

پچھلے دس منٹ سے پھپھیا جان پورے لان میں اس ٹڈی ٹانگوں والے اشہب کے پیچھے دوڑ رہی تھی اور افروز، ابان اور فاحد کی بھی بتیسی نکل کر پورے لان میں پھیلی تھی۔ فاحد تو ماشاء اللہ سے سب سے بڑا اور سمجھدار آٹھ سالا بچہ تھا لہذا وہ بھی دانت نکالے اب اشہب کی حرکتوں پر ہنس رہا تھا۔ گرے شارٹ فراک پہنے وہ نازک گل بدن جسکی پشت دیکھائی دی تھی، کھلے کمر سے بھی نیچے جاتے بال جو اشہب کو پکڑ کر اٹھاتے ہوئے پوری راعنائی سے لہرا کر منظر جامد کر گئے تھے۔ آج بھی مری کا موسم ویسا ہی تھا، دور دور پھیلے سیاہ بادلوں کے تلے کنیز دادی کی یہ رونقیں سلامت وہ شاد تھیں۔

"اف میں کہاں چلی جاوں، اشہب تم میں کونسا گولہ فٹ ہے یار، فاحد جا کے اندر سے انجکشن لاو میں اسکی ان ٹڈی ٹانگوں میں لگاتی ہوں" ھائے وہ چہکتی اور مسکراتی سی مبشر احمد کی واحد متاع حیات عنیہ مبشر احمد، بلاشبہ اپنے حسن کی لازوال بلندی پر فائز ہو چکی تھی۔ اشہب کو دبوچنے کی دیر تھی کہ وہ بڑی چالاکی سے عنیہ کے چہرے پر جھک پر پیار دیے ساتھ لگ گیا جس پر ابان نے باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگایا۔ ڈھائی سال کا اشہب پورا ڈرامہ تھا، جب بھی اسے جنت، یا عنیہ ڈانٹی تو وہ بڑی معصومیت سے گال پر پیار دے کر سامنے کا غصہ اتار دیتا تھا۔ ایک تو وہ تھا ہی اتنا گولو مولو اوپر سے اسکی سرخ گالیں بلکل جنت پر تھیں۔

"پھپھیا جانی، آپکو پتا ہے یہ بہت چالاک ہو گیا ہے۔ کل بابا کے پیٹ پر بیٹھ کر لاڈ کر رہا تھا پر مکامار کے ایسے ہی چپک گیا تھا" ابان بلکل بلیک میں چھوٹا سا ہنڈسم بوائے ہی لگتا تھا، اسکی شبہات عریش اور دادی جیسی شفیق تھی۔ عنیہ اسکی بات سنے موہنا ہنس کر اس ڈرامے اشہب کو گود میں اٹھا کر سامنے لگی کرسیوں تک گئی جہاں وہ ننھی

افروز اور فاحد لڈو کی گیم کھیل رہے تھے۔ افراح اور زیان بھی یہیں آئے تھے جبکہ ان سب کا پلین ایک ہی بار شادی پر ہی لاہور جانے کا تھا۔ جبکہ خضر اور آئرہ کے علاوہ نادم اور حرا لوگ بھی اپنے اپنے گھروں میں تھے۔

"ھاھا یہ بہت ترقی کرے گا، سید ھا سید ھا نام ڈبوئے گا۔ چلو آ و تم یہاں بیٹھو، اور میری شہزادی افروز تو ہے ہی پیاری۔ ابان آپ افروز کو اپنے ٹوائز دو، آپکی فرینڈ بور نہیں ہونی چاہیے "عنیہ کو سب نے بچوں کی آیا بنا رکھا تھا اور وہ یوں خوش بھی تھی۔ ویسے بھی دو دن بعد ضامن اور مینا کے ساتھ ہی مبشر اور عنیہ کی بھی باقاعدہ شادی طے تھی اور یوں بچارے کچھ ٹائم کے لیے جدا تھے۔ عنیہ کے کہنے کی دیر تھی کہ ابان صاحب پوری سپیڈ سے اندر بھاگے۔ افروز اب اشھب کے شریف انداز سے عنیہ کی گود میں بیٹھ کر اپنی فیورٹ لالی پاپ کھانے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

" پھپھیا، بابا " اشھب صاحب کو گود میں بیٹھ کر بھی چین نہ تھا اور وہ ایسا ہی تھا، ابھی بھی وہ عنیہ کی گود سے سلپ ہو کر نکل کر پھر سے اپنی پدی ٹانگوں پر لڑکھڑاتا بھاگ گیا تو اب عنیہ نے ہنستے ہوئے فاحد کو اسکے پیچھے دوڑایا۔ عنیہ نے پاس بیٹھی بہت ہی پیاری نیلی آنکھوں والی افروز کو دیکھا تو اسے پکڑ کر اپنی گود میں بٹھائے پیار دیے مسکرا دی۔

" آپکو پتا ہے آپ مجھے کتنی پیاری لگتی ہو، میری گڑیا "عنیہ نے دونوں بازووں میں افروز کو دبوچ کر گالوں پر پیار دیا تو وہ بھی ہنس دی، سامنے سے جناب ابان اپنے ہاتھ میں بہت پیارا سا ٹیڈی بیئر اور پزل والی گیم پکڑ کر ادا سے اسی طرف چلتے آئے تو عنیہ کی بھی اپنے اس سیانے بچے کی خوشی پر دانت نکلے۔

"واہ بھئی، یہ جو سڑا سا بندہ ہے یہ اپنے کھلونے صرف آپکو دیتا ہے۔ یہاں آو ابان، میرا سادہ سا بچہ "عنیہ کے قریب زیادہ افروز اور ابان تھے، وہ آئی ہی سات ماہ پہلے تھی۔ معاز اور عروہ تھوڑے شائے بچے تھے مگر عروہ پھر بھی جلد گھل مل جاتی تھی مگر جناب معاز زرا ایٹیٹوڈ ممی بابا بوائے تھے۔

"مجھے افروز اچھی لگتی ہے، یہ میری بیسٹ فرینڈ ہے" ابان صاحب تو لگتا تھا خاصے دل پھینک بھی ہیں، جبکہ وہ ننھی سی افروز تو پیارا سا مسکرا کر ابان کے دیے ٹوائز لے کر خوش تھی۔ عنیہ نے اب کی بار ابان کو بھی گال پر پیار دیا اور اب وہ تینوں ہی سامنے دیکھ کر ہنس پڑے کیونکہ اشہب صاحب کو فاحد نے کندھے پر اٹھالیا تھا اور وہ شدید ہنس رہا تھا۔

"ھاھا اس جوکر کا بھی کوئی حال نہیں، گڈ جاب فاحد میرے شیر "عنیہ نے بھی ہنستے ہوئے فاحد کو ہوائی داد دی تو وہ بھی ہنس دیا۔

"عنیہ آپی یہ ایسے ہی کاموں پے خوش رہتا ہے، اسکو تھرل بہت پسند "فاحد تھوڑا ہیلتھی تھا تبھی اس گھپلو اشہب کو باآسانی کندھے پر بٹھالیتا تھا ورنہ وہ تو جنت سے بھی زیادہ دیر اٹھایا نہیں جاتا تھا مگر تھا پورا پھڑکی۔ پورے گھر میں اشہب سب کو اپنے پیچھے دوڑیں لگواتا تھا اور پچھلے چھ ماہ سے تو اسے اور باقی پلٹون کو ہینڈل کرنے کی ذمہ داری بھی عنیہ کے سپرد تھی۔ اسی لمحے سامنے گاڑی کا ہارن بجا تو خان بابا نے دروازہ کھولا، کوئی تھا جسے دیکھ کر سب بچہ پارٹی نے اس سمت دوڑ لگادی اور خود عنیہ بھی شریر سے انداز میں مسکراتی ہوئی دروازے کی سمت بڑھی کیونکہ انکے ہنڈسم شوہر نامدار دو ہفتے کی جدائی کے بعد سبھی کو لینے پہنچ آئے تھے۔ ابان، افروز کی دوڑ دروازے پر جا کر ختم ہوئی اور اس ہنڈسم سے باوقار سراپے نے ہنستے ہوئے اپنی گلاسس اتار کر دونوں کو باری

باری اٹھا کر ڈھیر سارا پیار دیا، بچوں کے فیورٹ ہنڈسم انکل جو آئے تھے۔ فل بلیک میں ڈارک چاکلیٹی شرٹ، چہرے پر درمیانی داڑھی اور آنکھوں میں سامنے آتی حسین لڑکی کو دیکھ کر محبت امڈی تھی۔ مبشر مری پہنچ چکا تھا کیونکہ وہ سب آج جلال ہاوس جانے والے تھے، مبشر کا کام بچہ پارٹی اور وائفی کو لے کر جانا تھا اور باقی دونوں کپلز اور دادی عریش کی گاڑی پر جانے والے تھے۔

"میرے ہیرو کیسا ہے یار، مجھ سے بھی زیادہ ہنڈسم لگ رہا ہے۔ اور میری یہ چھوٹی سی گرل فرینڈ کیسی ہے" دونوں کے قدموں میں بیٹھا مبشر بے حد پیارے انداز میں ابان اور افروز کو کہتے بولا مگر آتشی نظریں تو ہونٹ کا کونہ دباتی عنیہ پر تھیں جسے وہ دو ہفتے بعد دیکھ رہا تھا۔ ابان اور افروز دونوں ہی خوشی سے اپنی اپنی کہانی سنا رہے تھے اور اب باری تھی اس آفت کے گولے کی جسے مبشر نے فوراً سے پہلے چپکے سے فاحد کے کندھے سے اتارے ہوا میں اچھالا تو جناب ڈرنے کے بجائے کھی کھی کر کے ہنس پڑے تھے۔ فاحد کو بھی وہ پیار سے اسکے سر کے بال پھیلاتا عنیہ کے ساتھ ہی لان کی طرف بڑھ گیا۔

"اس پٹاکے کو بہت مس کیا میں نے، ہاں جی کیسے ہیں آپ پیر جی، اور لوگ کیسے ہیں" عنیہ تو رہ کر اپنے شہزادے کے بچوں پر پیار لٹانے کے انداز پر فدا ہو رہی تھی جواب کن آکھیوں سے آخری بات عنیہ سے کہہ رہا تھا جواب واقعی دانت نکال کر فوراً سے اشہب کو لے کر فاحد کو پکڑاتی ہوئی محترم کے سامنے آئی تھی۔ مبشر نے آگے بڑھنا چاہا تو عنیہ نے گھور کر اسے ڈپٹا جس پر ابان اور افروز بھی میسنا ہنسے۔

"لوگ بہت مزے میں ہیں، آپ کدھر؟ آپکو پتا ہے ناں دو ہفتے پہلے ہی آپکی انٹری ممنوع کی گئی ہے" عنیہ سینے پر ہاتھ لپیٹتی شرارت سے مبشر کو دیکھ کر بولی جو بچوں کی موجودگی سے زرا بندھ چکا تھا ورنہ اس نک چڑھی کو بتاتا کہ کس کی ہمت جو شیروں کی آمد پر پابندی لگائے۔

"تم سے ملنے کون آیا ہے، بھئی میں تو اپنے ان پٹاکوں سے ملنے آیا ہوں۔ دادی کو لے کر جانا ہے اور یہاں میری ایک عدد بیوی رہتی ہے، اسے بھی" مبشر صاحب کا اتراتا تو حق بجانب تھا، عنیہ نے خود اس کو بہت مس کیا تھا۔ دو ہفتے سے مبشر ایک میڈیکل کیمپ کے سلسلے میں کراچی گیا ہوا تھا اور اب وہ آیا تھا تو مہرو اور جلال نے اسے دادی کو لانے کا کام سونپ دیا تھا۔ ابان اور افروز تو بڑے غور سے عنیہ اور مبشر کو دیکھ رہے تھے جس پر بے اختیار جب دونوں کی نظر پڑی تو سب کے ایک سے دانت نکلے تھے۔

"آپی اسے پکڑیں اب میرا ٹیوٹر آ گیا ہو گا، بائے مبشر بھیا" فاحد بھی اسی دوران دوڑ کر آیا تو اشہب کو عنیہ کو دیے مبشر کو کہتا نکل گیا جبکہ اشہب صاحب اب عنیہ کی بازو سے بھی سلپ ہو رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ واقعی نکلتا، ابان نے اس پٹاکے کو پکڑ کر اندر دوڑ لگا دی۔

"آ جائیں مبشر بھیا، اندر" افروز بھی مڑ کر پیاری سے آواز میں کہتی اندر بھاگی اور اب وہ دونوں ہی ہنستے ہوئے مقابل ہوئے، عنیہ اس سے پہلے بھاگتی، مبشر اسکی بازو پکڑے جکڑ کر خطرناک ہوا تھا۔

"بہت مس کیا تمہیں کہ حد ہے، اور تم مزے میں ہو۔ بس دو دن مزید انتظار پھر اپنی خیر منا لینا" مبشر کی سنجیدگی یوں حاوی ہوئی تو عنیہ نے شرم سے گلابی سی مسکان دیے اسکی گال پر فوراً سے پیار دیے مسکرائی تو شہزادہ بھی رج اٹھا

"مس یو ٹو ہنڈسم، لیکن پلیز ابھی مجھے چھوڑ دیں کوئی دیکھ لے گا" عنیہ یوں لان میں مبشر کے اس قدر قریب ہو کر تھوڑی ان کمفرٹیبل تھی جس پر مبشر نے اسے مہربان سی عنایت عطا کرتے چھوڑا تو وہ اب کی پیارا شریر سا ہنس دی تھی۔

"گھر چلو پھر پوچھتا ہوں تمہیں" عنیہ کی شرارت دیکھ کر جناب جل بھن کر بولے تو وہ بتیسی نکالتی ہوئی روٹھے پیا کا چہرہ دباتی اسے باقاعدہ گھسیٹے اندر بڑھ گئی۔ دونوں اب بیسٹ کپل آف دی فیملی بن چکے تھے، ایک دوسرے سے بڑھ کر پیارے اور حسین۔

****

"جی مماجان ہم کل شام تک آجائیں گے، آج تو بہت تھکن ہو رہی۔ ضامن بھیا کی واپسی تک پہنچ جائیں گے" اپنے اوپر سے سٹریٹ اور نیچے سے کرل بال لہراتی وہ نازک پری اس قدر پر اعتماد تھی کہ ایک لمحے کو لمحے مسکرانے لگتے تھے۔ اب تو جوانی کا چمکتا حسن اپنی پیک پر تھا۔ ڈارک میرون شارٹ قمیص اور تنگ ٹراوز کے اوپر کندھے پر ڈالا دوپٹہ اور چہرے پر بہت نیچرل منصوعی حسن لگائے وہ کمرے میں انٹر ہوئی تو بابا اور بیٹا جانی کے لاڈوں پر قدرتی طور پر حسین مسکرائی۔ نادم بیڈ پر لیٹا تھا جبکہ مسٹر معاویہ بابا جان سے کشتی کرنے میں مگن تھے۔ حرا کو اندر آتا دیکھ کر دونوں باپ بیٹا بے قرار ہوئے جس پر وہ ہنستی ہوئی دوسری طرف گریس فل سی

مہرو سے مخاطب تھیں۔ پورا اجلال ہاوس رنگ برنگی لائٹنگ سے جگمگا رہا تھا۔ سب کے نزدیک ضامن کئی سال بعد واپس گھر لوٹ رہا تھا اور اب وہ شادی کے لیے مینا کے ساتھ آ رہا تھا۔ ان دونوں کی سزا کے متعلق چھپانا مجبوری تھی اور یہ مجبوری شروع میں صرف جلال، مہرو اور حرا جانتے تھے۔ نادم کو بھی اس حقیقت کا بہت بعد میں علم ہوا تھا جب ایک دن اس نے حرا سے پوچھا جس پر حرا نے اسے سب سچ بتا دیا تھا۔ نادم حسین کو ایک لمحے کے لیے شدید حیرت اور شاک کا جھٹکا محسوس ہوا تھا مگر وہ تب تک ایک سمجھدار انسان تھا جس نے اس بات کو لے کر پھر اب تک حرا کے ساتھ ساتھ جلال اور مہرو کا بھی حوصلہ بڑھایا تھا۔ اور نادم حسین اب سب کی نظر میں واقعی ایک قابل رشک انسان تھا، خاص طور پر حرا کے لیے۔

"ٹھیک ہے میرا بچہ، پر تمہیں پتا ہے ناں کتنی تیاریاں باقی ہیں۔ خضر اور آئرہ بھی آج تھوڑے مصروف ہیں تبھی میں نے دادی لوگوں کو بلوالیا ہے تاکہ تھوڑی رونق ہو جائے۔ بس تم سب بھی آجاو میرا دل معاویہ کو دیکھنے کو بے قرار ہے" نانی جان بن کر بھی نانی جیسی کوئی فیلنگ نہ تھی، البتہ اب تو مہرو پہلے کی طرح نہ ڈری اور دبی تھیں نہ سہمی بلکے اب ہی تو انکی کامل خوشیوں کا وقت تھا۔ خیر سے دونوں بہویں پورے حق سے انکے گھر کا حصہ بننے والی تھیں۔ پانچ سال کا سوہان روح انتظار ختم ہونے کو بس کچھ پل باقی تھے۔ اصل میں ضامن اور مینا نے آج رات ریلیز ہو جانا تھا جس کے لیے خضر اور آئرہ نے کچھ ضروری پیپر ورک کرنے ہیڈ کوارٹر جانا تھا۔ پھر ستارہ کی جونیئر ٹیم بہت مہارت سے مینا اور ضامن کو ہیڈ کوارٹر سے پر اسرار طریقے کے ساتھ خضر اور آئرہ تک پہنچانے والے تھے۔ کیونکہ اسکا مقصد خضر اور آئرہ کے پیشے سے سب کی لاعلمی برقرار رکھنا تھا۔ ستارہ کا علم جتنا کم لوگوں کو ہوتا اتنا ٹھیک تھا۔ ابھی تک صرف دادی، مبشر، عنیہ، جنت، کامل بابا اور کلیم ہی ستارہ کی اصل حقیقت جانتے

تھے اور یہ سب بھی کہیں نا کہیں ستارہ کی طاقت تھے۔ جب تک ستارہ اپنے اس پیشے سے منسلک رہنے والی تھی، یہ سچائی ڈسکلوز نہیں ہونی چاہیے تھی اور یہی انکی ڈیوٹی میں بھی اولین درجہ رکھا جاتا تھا۔

"ماشاء اللہ، بہت مزہ آنے والا ہے۔ چلیں ٹھیک ہے آپ ٹنشن مت لیں سب ہو جائے گا" حرا کی نظریں تو اپنی اس چھوٹی سی دنیا پر قربان تھیں، فون بند کیے وہ بھی مسکراتی ہوئی دونوں کے پاس جا بیٹھی اور حرا کو دیکھتے ہی معاویہ نے اپنی باہیں پھیلا دیں جس پر حرا نے اسے لاڈ کرتے اٹھا لیا۔ نادم ہنوز نیم دراز سا لیٹا ہوا مسکرا رہا تھا، زندگی کا کتنا بڑا احسان تھا جو اللہ نے اسے اتنی ساری خوشی دے رکھی تھی۔

"فائنلی ضامن واپس آ رہا ہے، مجھے خوشی ہے کہ سب کے انتظار کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ بہت ٹف ٹائم تھا، لیکن اللہ نے یہ وقت دیکھایا اس کے اظہار کے لیے اسکا جتنا شکر کیا جائے کم ہے" معاویہ تو فوراً سے حرا کی گود میں بیٹھ کر اسکا فون لے چکا تھا، نئی جنریشن تھی جناب فون والی۔ نادم حسین پہلے سے زیادہ میچور اور گریس فل ہو گیا تھا، اسکی ہلکی ہلکی دھاڑی اور چھوٹے گھمبیر سے بالوں کا حرا کا من پسند خلیہ آج بھی وہی تھا۔ پہلے کی نسبت اب اس شخص کے لہجے اور تاثرات میں ٹھہراؤ تھا، وہ ٹھہراؤ جو کسی خاموش سے سمندر میں ہوتا ہے۔ حرا نے بھی اپنی آنکھوں میں امڈتے سکھ کے سنگ شکر گزاری لیے دیکھا جو مسکرا کر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے چکا تھا۔

"بلکل، پہلے کئی سال وہ ہمیں تڑپاتے رہے پھر پانچ سال کی مزید دوری مل گئی۔ مجھے یقین ہے اب جب وہ لوٹیں گے تو کندن بن چکے ہوں گے۔ بس اب مما اور بابا کی زندگی میں صرف انکے بچوں کی خوشیاں دیکھنی لکھی ہوں، آمین" حرا بھی ان کہی سی اداسی کے سنگ آنکھوں میں رنجیدہ عکس لیے بولی تھی، وہ بھی حرا کا ہاتھ مزید جکڑتا ہوا وہی تسلی دے رہا تھا جو وہ ہمیشہ سے حرا کو دیتا آیا تھا۔

"آمین، اداس نہیں ہوتے۔ اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہے۔ ہر جرم کی سزا مقرر ہوتی ہے حرا، ہر کوئی نادم حسین کی طرح خوش قسمت نہیں ہوتا کہ ظلم کے بدلے میں سزا کے بدلے حرا جیسی جزا مل جائے۔ امید ہے اب خوش قسمتی ضامن کی زندگی میں بھی پورے حق سے اترے گی" وہ باتوں ہی باتوں میں حرا کو اسکی اہمیت دن میں کئی بار دلاتا تھا، وہ اسکی ہدایت تھی۔ اور نادم حسین کی پرورش میں ناشکری اور احسان فراموشی نہیں تھی۔ وہ آج ٹھیک معنوں میں حرا کا شیدائی تھا، اسکا محافظ، اسکا دوست اور اسکا بہترین ہمسفر۔

"آمین، بہت پیارے ہیں آپ۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ اگر بابا کے فیصلے کے آگے ڈٹ کر آپکو انکار کر دیتی تو آج نا جانے کس نگر بے نام و نشان ہوتی۔ جس طرح آپ نے اس ادنی سی جزا کو دل میں رکھا ہے ویسا کوئی نہیں کرتا، کیا کہوں کہ ان پانچ سالوں میں آپ کے ہر دن انوکھے اور پیارے رنگ دیکھے ہیں کہ ایک دلفریب سی بہار ہر لمحے مجھے اپنے حصار میں لیے رکھتی ہے" حرا کا رشک یونہی تو نہیں تھا، وہ واقعی اسکے لیے بہت اہم تھی۔ جس شخص نے اسکی ہر فرمائش اور خواہش پوری کی تھی وہ صرف ایک یہی تھا۔ پڑھائی، جاب، بیسٹ فرینڈ اور پیار سب ہی تو ہو گیا تھا۔ شادی کے دو ڈھائی سال بعد تک کی سپیس دی تا کہ حرا نا صرف کمفرٹیبل ہو جائے بلکے اپنی تعلیم بھی مکمل کرے۔ معاویہ کی پیدائش سے کچھ ٹائم پہلے وہ ایم ایس سی میں ایڈمیشن لے چکی تھی جو ابھی کچھ ٹائم پہلے ہی مکمل ہوئی تھی۔ وہ اسے سمجھتا تھا، اسکی رضا کو اہم رکھتا تھا اور اسی کی خواہش پر اس نے باہمی رشتے کی ڈور بھی مضبوط کی تھی۔ یہی تو ایک سچے مرد کی خاصیت ہے کہ وہ بیوی کو اپنے منہ زور جذبات کے لیے مہرہ نہیں بلکے اپنی خوشی اور اسکی رضا کا اونچا وسیلہ بناتا ہے۔ پھر وہ عورت بھی خوشی خوشی اپنا سب اس شخص کو سونپ دیتی ہے جو اس پر ایسا مہربان ہو۔ معاویہ حسین بہت پیارا اور نازک سا وجود، وہ اس گھر کا وارث، دادا

دادی کی جان۔ بابا کا شہزادہ اور اس نازک سی حرا کے کامل ہونے کا سبب تھا۔ حرا کتنی ہی دیر اس انمول شخص کو دیکھتی رہی جو ایک ہاتھ سے حرا کا ہاتھ چوم رہا تھا جبکہ دوسرے سے اب وہ خود پر چڑھتے معاویہ کو دبوچے مسکرا دیا جو مما جانی کی گود سے پھر سے بابا کے ساتھ چمٹ کر اپنے ہی دھیان میں کھیل رہا تھا۔ حرا نے نادم کے اس پیارے انداز پر مسکرا کر دونوں کو دیکھا۔

"بس میرے سارے عمل کا بدلا تمہارے یہ مسکراہٹ ہے، جسے میں جیتے جی تو مدھم نہیں ہونے دوں گا۔ اب میری زندگی تم سب ہی ہو، یہ میرا شیر جو بابا جیسا ڈرپوک نہیں بلکے اپنے دادا جیسا معاملہ فہم بنے گا۔ تم جانتی ہو حرا آج اگر میں اس قدر ناقابل شکست ہوں تو اسکا کریڈٹ سب سے پہلے شمس حسین کو جاتا ہے۔ بہت تنگ کیا انھیں، لیکن میں جب بھی معاویہ کو دیکھتا ہوں مجھے بابا ہی نظر آتے ہیں" حرا تو اس بات پر پہلے سے بھی پیارا ہنسی اور کھلے دروازے کے پاس کھڑے شمس حسین یوں نادم کے اظہار پر نم دیدہ ہوئے۔ دونوں کی نظر عین وقت پر ان پے پڑی تو نادم مسکرا کر سیدھا بیٹھا اور دادا جان کو دیکھتے ہی معاویہ صاحب فوراً سے مما اور بابا کو فلی اگنور کیے چالاکی سے بیڈ سے اترے اور بمشکل لڑکھڑا کر چلتے ہوئے شفیق سے شمس تک پہنچے تو حرا اور نادم بھی مسکراتے ہوئے اٹھ کر سامنے آئے۔ شمس نے تو بے حد محبت سے معاویہ کو پیار دیا اور وہ دادا جان کے سینے سے لگ گیا۔

"تم نے مجھے تنگ نہیں کیا نادم، آج جب میں اپنے اس وقت کے سکندر نادم حسین کو دیکھتا ہوں تو سینہ کسی فتح کے جشن سے ہمک اٹھتا ہے۔ تو میرا بے حد پیارا بیٹا ہے، آئندہ کبھی بھی مت کہنا کہ تو نے اس باپ کو تنگ کیا۔ اور اب تو یہ نعمت دے کر تم دونوں نے ہم بوڑھوں کی زندگی کے دن بڑھا دیے۔ مجھے تجھ پر فخر ہے" شمس

حسین نے معاویہ کو سینے سے لگائے اپنے سچے اور کھرے بیٹے کو دیکھ کر پورے مان سے کہا جس پر نادم بھی اداسی سے مسکرا کر بابا کا ہاتھ پکڑے چوم چکا تو جیسے حرا اور دروازے سے اندر آتیں ہاجرہ بھی جی اٹھیں۔

"مجھے بھی، بھئی مجھے تیرے ابا سے زیادہ فخر ہے۔ میرے بچے ہمشہ خوش رہیں" ہاجرہ بھی پہلے سے زیادہ ماڈرن تھیں، بھئی اب امریکہ آنا جانا تھا تو تھوڑی لک تو بدلنی تھی مگر لہجہ تو وہی میٹھا جو اپنے بچوں پر اب بے عرضی سے فدا تھا۔ نادم کا ماتھا چومے اب وہ حرا کو اپنے ساتھ لگائے ان خوشیوں کی دائمی ہونے کے لیے دعا گو تھیں۔

"آمین، اللہ آپ دونوں کو بھی سلامت رکھے" نادم بھی دونوں کو دیکھ کر پوری سچائی لیے بولا تو نظریں حرا پر جا کر مزید تشکر گزار ہوئیں۔ جناب دادا اور دادی اپنے لاڈلے پوتے کو آوٹنگ پر لے جانے والے تھے اور معاویہ صاحب بھی گھومنے کے خاصے شوقین تھے۔ وہ دونوں ہی انکو جاتا دیکھ کر کتنی ہی دیر مسکراتے رہے۔ کبھی کبھی نادم کو اپنے امریکہ جانے پر بہت قلق ہوتا تھا کہ وہ مکمل یہاں نہیں رہ پاتا تھا مگر کیا کرتا اب وہاں اسکا بزنس بہت پھیل رہا تھا۔ حرا نے مڑ کر نادم کو دیکھا جو زرا اداس سا تھا۔ حرا نے روبرو ہو کر اس کے دونوں سینے پر بندھے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے دیکھا تو نادم فوراً سے بیشتر حرا کی طرف متوجہ ہوا اور بازو کھول کر اسکے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ گیا۔

"مجھے اداس نہ ہونے کا کہہ کر آپ خود ہو رہے ہیں، میں جانتی ہوں آپ یہی چاہتے کہ ہاجرہ امی اور شمس بابا ہمارے ساتھ رہیں۔ ہم وہاں سے اپنا بزنس وائنڈپ کر کے یہاں آجاتے ہیں ناں، سچ پوچھیں تو میں بھی اب یہاں سے دور نہیں جانا چاہتی۔ دیکھیں وہ دونوں معاویہ کے آنے پر کتنے خوش ہیں" حرا نے تو بن کہے نادم کی

اداسی جان لی تھی اور تبھی وہ بہت پیار اور آہستگی سے اسکی پیشانی چومے متاثر کن سے انداز میں مسکرا کر اسکے دونوں بازو پکڑے خود سے لپٹا گیا جس پر حرا بھی پیارا سا مسکا دی۔

"یقین کرو میں بھی یہی سوچ رہا تھا، ٹھیک ہے پھر یہ شادیاں ہو لیں تو میں تمہیں اور معاویہ کو یہیں چھوڑ کر کچھ دن جاتا ہوں اور باقی کا سارا کام مکمل کرتا ہوں۔ آج مجھے بھی لگا کہ یہ دونوں اب ہم سب سے دور نہیں رہ سکتے، امی اور بابا کے مجھ پر بے حد احسان ہیں اور میں اب مزید نا چاہتے ہوئے بھی دونوں کو اکیلا نہیں کر سکتا" ھائے آج بھی حرا کی خواہش کو وہ پگلا بن کہے مان گیا جو حرا کا دل باغ باغ کر گیا تبھی جوشیلے انداز میں محترمہ گھیرا ڈالے ہنس دیں تھیں۔

"یہ ہوئی ناں بات، تبھی تو کہتی ہوں بہت پیارے ہیں آپ" لاڈ تو آج بھی حرا کو کمال آتے تھے اور وہ بڑی رازدارانہ انداز میں اب بس مدھم سا مسکراتا تھا۔ اسکے لیے سبکی خوشی ہی اب اہم تھی۔

"ویسے ایک بات سوچ رہا تھا، سب سے مزے دار شادی عنیہ اور مبشر کی ہو گی۔ پانچ سال بچاروں نے کس جبر سے انتظار کیا وہ بھی ساتھ رہ کر، انکی ہمت کو سلامی دینی چاہیے۔ یہ ساتھ رہ کر انتظار کا ضبط مجھ سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا حرا، سچ پوچھو تو مجھے ان دونوں کے لیے بہت خوشی ہے" یہ وہی نادم تھا، مگر اب تو حسین ترین تھا۔ جس کے دل میں ہر ایک کی خوشی اور دکھ پلتا تھا، جو ایک میچور انسان تھا۔ اس بات پر حرا بھی ہنستی ہوئی الگ ہوئی۔

"بلکل، اور وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ سجتے بھی کتنے ہیں۔ مبشر بھیا کی لائف میں عنیہ کا ہونا ہم سبھی کی خوشی ہے، وہ بلاشبہ بہت پیاری ہے۔ باقی ضامن بھیا اور مینا کی زندگی کا یہ سفر بھی حسین ہو گا، انکی محبت کو بھی ایک دوسرے کا ساتھ ملے گا۔ میں تو سب کے لیے بہت خوش ہوں، لیکن میری پہلی خوشی تو میرے

ہیں۔ جنکو دیکھ کر ہی حرا جیتی ہے" حرا تو بس نادم حسین کے رنگ میں مکمل ڈوبی ہوئی تھی، اور وہ تو ازل سے اسکا اسیر تھا۔ اس اہمیت پر تو کنگ جی زرا نشیلے انداز میں پھر سے حرا کو باہوں میں قید کیے دلفریب اور مخملی سا مسکائے اور وہ بھی بادشاہ کی اس عنایت پر قربان تھی۔

" ہمارا بھی کچھ ایسا ہی حال ہے ملکہ، آپ ہیں تو نبضیں زندگی کا جواز پاتی ہیں۔ پروردگار میرے پہلو کو ہمیشہ تم سے آباد رکھے" حرا نے سینے سے لگ کر ایسے پیارے اظہار پر چہرہ اٹھایا تو مہر تسکین کا ایک مختصر سا نازک جھونکا آیا اور دونوں کے دلوں تک سکون کا اور ایک دوسرے کی محبت کا سکھ اتار گیا تھی۔

****

" اسلام و علیکم ایوریٔ ون، دادی جان میری پیاری دادیٔ جان" مبشر اور عنیہ دونوں ہی اندر آئے تو سب ہی جناب کی آمد پر مسکرا دیے تھے۔ اشھب جو اب عریش صاحب کی گود میں چڑھ چکا تھا بچارے کو دبوچے ہوئے تھا جس پر خود عنیہ سمیت سب کی بتیسی باہر تھی۔ دادی تو اپنے اس ایک اور لاڈلے پر اب قربان تھیں اور وہ بھی پورے جوش سے دادی کو دبوچے مسکرایا۔ افراح اور دادی دن کے کھانے کا انتظام کر رہی تھیں جبکہ جنت بھی وہیں تھی۔ باہر لاونج میں زیان اور عریش کے ساتھ ساتھ بچہ پارٹی بھی موجود تھی۔ زیان اور عریش تو آج بھی

ویسے ہی شرارتی چہرے لیے ہوئے تھے اور اب تو مبشر صاحب کی شرارت بھی مل چکی تھی جو سب سے ملنے کے بعد بھی وہیں ساتھ جا بیٹھا تھا۔

"دادی قربان جائے میرا بچہ" دادی جان کا پیار ہی تھا جسے لوٹنے وہ سب آج بھی یہاں کھینچے چلے جاتے تھے، یہ گھر آج بھی ویسا ہی محبت اور سکون کا گہوارہ تھا۔ سب کے چہرے تو مبشر کے آنے سے کھل گئے تھے مگر خاص نکھار تو عنیہ کے چہرے پر تھا جو اب کھانے سے پہلے سب کے لیے چائے بنانے لگ گئی تھی۔

"کیسا رہا تمہارا کیمپ مبشر، بھئی میں تو کافی امپریس ہوں۔ تم نے یہ جو غریب لوگوں کے لیے مفت کیمپ کا سلسلہ شروع کیا ہے دل خوش ہو جاتا ہے۔ ایک محب وطن کو اپنے ملک کے لیے ایسی ہی سوچ رکھنی چاہیے" زیان کی بات میں سوال تو تھا مگر مبشر کے اس نیک اقدام کو سراہنے کا رنگ بھی موجود تھا اور خود مبشر یہ کر کے دلی سکون محسوس کرتا تھا۔ عریش بھی متاثر سے انداز میں مبشر کو دیکھ رہا تھا جو اب پیاری سی افروز کو گود میں بٹھائے پیار کرتا یک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"جی بھائی بہت اچھا رہا، ان شاء اللہ پھر سے سوچ رہا ہوں، اور یہ میں نے آپ سبھی سے ہی سیکھا ہے۔ وطن ہیں تو ہم ہیں، ہمارا کوئی عمل اس ملک کے لوگوں کی بہتری بنے اس سے اچھا اور کیا ہے" وقت نے جیسے اس پہلے سے مضبوط انسان کو مزید مہربان اور پختہ بنا دیا تھا، ہر ایک ہی فخر سے مبشر احمد کو پر شوق انداز میں دیکھ رہا تھا اور خود اسکی پیاری وائفی کو اس پر بے حد ناز تھا۔ عنیہ، جنت اور افراح بھی مسکراتی ہوئیں کچن میں اب پہلے چائے کا انتظام کر رہی تھیں جبکہ دادی کو اب ابان صاحب نے پکڑ رکھا تھا۔ ماشاء اللہ سے جب ان سب آفتوں نے جمع

ہونا تھا پھر اصل دھمال مچنی تھی۔ زیادہ شرارتی اشہب اور عروہ ہی تھے مگر جب سب ملتے تھے تو کوئی شریف نہیں بچتا تھا۔

"تمہاری سوچ کو سلام ہے مبشر، آئی وش کے سب ہی ایسا سوچیں۔ اللہ تمہیں اپنے مقصد میں کامیاب کرے" عریش بھی اب زیادہ پیارا اور شفیق سا ہو چکا تھا، کلین شیو چہرہ اب ہلکی پھلکی داڑھی میں سج کر زیادہ پرکشش لگتا تھا۔ سب ہی اپنی اپنی جگہ آفتیں تھیں۔ میاوں کے اپنے حسن تھے اور بیویوں کی اپنی راعنائی تھی۔ جنت بھی اب پہلے سے میچور اور بڑی ہو گئی۔ بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں رکھ کر وہ زرا ممی لک میں تھی اور افراح، ھائے محترمہ اب تو بلکل ہی کسی بادشاہ کی ملکہ ہی لگتی تھیں۔ انکی جابز ہی ایسی تھیں کہ خود کو فٹ رکھنا پہلی شرط تھی۔ مبشر کا سینہ ایسی حوصلہ افزائی سے مزید چوڑا ہوتا تھا، وہ تو پہلے ہی بلا کا پر اعتماد تھا مگر وقت کے ساتھ ساتھ اسکے اندر کا پاورفل مبشر احمد وقت سے لڑنا سیکھ گیا تھا۔

"آمین، اللہ میرے سب بچوں کو کامیاب کریں۔ یہ بتاو باقی سب کیسے ہیں گھر پے" دادی جان بھی اب زرا فکر مندی سے کہتی ہوئیں آئیں اور پیچھے جنت اور عنیہ چائے وغیرہ کے ساتھ باقی لوازمات بھی لے آئیں تھیں۔ کھانے کو کچھ تاخیر تھی اور ویسے بھی سب کا ارادہ اب مبشر کے ساتھ ہی جانے کا تھا۔ یہاں سے سب آج خضر کی طرف رکنے والے تھے اور پھر وہاں سے کل جلال ہاوس۔ کل ہی ضامن اور مینہ کی شادی کے اعلان کے ساتھ ساتھ عنیہ اور مبشر کی بھی باقاعدہ شادی کا اعلان کیا جانا تھا اور مہندی بھی کل ہی طے تھی۔ انتظار کے لمحے ختم ہونے کو تھے، ملن کی گھڑیاں بہت قریب تھیں۔

"جی دادی سب فٹ، بس آپ سب ریڈی ہو جائیں۔ دراصل خضر اور آئرہ آپی کو چھ بجے نکلنا ہے تو ہمیں اس سے پہلے پہنچنا ہے۔ دادی کو میں مما کے پاس چھوڑ آوں گا۔ مما نے مجھے سپیشل تاکید کی تھی کہ سب کو لے کر آو تاکہ بتا تو چلے کے شادی کا گھر ہے" مبشر صاحب کی اصل بیقراری تو میٹھی مسکان دباتی عنیہ بھانپ گئی تھی، دادی اور افراح تو فوراً سے مسکرا کر رضامندی دے گئیں تھیں۔

"ٹھیک ہے ڈن ہو گیا، ویسے بھی میں خود سوچ رہی تھے کہ ہمیں اب جانا چاہیے۔ مہرو آپی کیا کہتی ہوں گی کہ ہم زرا ہلپ کروانے نہیں پہنچے، بس کھانا کھا کر نکلتے ہیں پھر" واقعی شادی کی تیاریاں اکیلی مہرو تو کبھی نہیں سنبھال سکتی تھیں، ویسے بھی اب یہ سب ہی ایک فیملی تھے اور فیملی کی اتنی بڑی خوشی میں سب ہی یک جان ہو چکے تھے۔ افراح کی آواز میں وافع خوشی ہمکی تھی جو اب باقی چیزیں ٹیبل پر رکھ کر خود بھی مسٹر جی کے پاس بیٹھ گئی تھی، مبشر بھی کن اکھیوں سے عنیہ کو دیکھے مسکرا دیا جو پھر سے بچہ پارٹی کو گھیر کر آرام سے بٹھا چکی تھی۔ اشہب اب اسکی گود میں بیٹھا اسکی گلے کی چین سے کھیل رہا تھا جبکہ ابان اور افروز بھی بہت شریف النفس بنے بیٹھے تھے۔

"ٹھیک ہے پھر ایسا کرتے ہیں ہم سب باقی بچہ پارٹی سمیت سیدھا خضر کی طرف ہی پہنچتے ہیں، عنیہ، مبشر وہاں دادی کے ساتھ چلے جائیں اور پھر صبح معاز اور عروہ کو لیے ہم سب وہیں سے سب جلال ہاوس آجائیں گے۔ ان سبکو تھوڑی پرائیویسی دینی چاہیے کیونکہ وہ دونوں رات سالوں بعد گھر آرہے ہیں" اب تو عریش بھی جنت سے چائے لیتا بہترین معاملہ فہمی سے بولا تھا کیونکہ رات دیر سے ہی سہی مگر خضر اور آئرہ ان دونوں کو پہلے سیدھا جلال ہاوس ہی لے جانے والے تھے، یہ بات سب کو ہی مناسب لگی تھی تبھی سب ہی متفق تھے۔

"بلکل، کیونکہ بچوں نے وہاں جا کر ابھی سے ویسے بھی ادھم مچا دینا ہے۔ سچویشن تھوڑی سیڈ ہو گی تو یہ بہتر حل ہے، اور میں دیکھ لوں گی بچہ پارٹی کو ڈونٹ وری، افراح آپی بھی ہیں" جنت نے بھی سنجیدگی سے رائے دی جس پر اب سب ہی متفق تھے، ویسے بھی سب بچے ہی جنت اور افراح سے بہت اٹیچ تھے۔ دوسرا نادم اور حرا لوگ بھی کل ہی جلال ہاوس آنے والے تھے۔ خضر اور آئرہ بھی یہی چاہتے تھے کہ ضامن پہلے آرام و سکون سے گھر پہنچے اور کچھ دیر مما اور بابا کے ساتھ اور پر سکون رہے۔ پانچ سال کی دوری کوئی معمولی شے نہ تھی اور یہ دوری تو اس ماں کے لیے ویسے بھی دگنی تھی۔

"بس ٹھیک ہے پھر ڈن ہو گیا، کچھ وقت انھیں فیملی کے ساتھ دینا چاہیے۔ تم دادی اور عنیہ کو لے جانا باقی میں سب کو لے کر خضر کی طرف پہنچتا ہوں" زیان نے بھی حتمی طور پر اعلان کرتے کہا تو اب کی بار سب مکمل رضا مند تھے، وہ لوگ کھانے کے بعد ایک ساتھ ہی نکلے تھے کیونکہ دوسری طرف خضر اور آئرہ کو بھی دیر ہو رہی تھی۔

****

"ممی کیا آج ہم دادو جانی کے پاس رہیں گے، آپ اور ڈیڈو کہاں جا رہے ہیں۔ آپکو پتا ہے مبشر چاچو بھی اکیلے اکیلے مری چلے گئے" ڈریسنگ پر بیٹھی وہ ننھی سی عروہ منہ پھلائے ساتھ ساتھ اپنا کیوٹ سا فیس لٹکائے بولی تو آئرہ

کے بھی دانت باہر نکل آئے۔ شربتی تو آج بھی انتہا کی حسین تھی بس اب محترمہ زرا ممی لگتی تھیں۔ وائٹ فراک میں بلیک جینز کے ساتھ وہ کالی بڑی بڑی آنکھوں والی عروہ اب مما کے اسکو تیار کرنے کے بعد بال بنانے کی طرف اشارہ کیے بولی تو آئرہ نے اسکے کندھے تک آتے چھوٹے سے بالوں میں برش کے بعد پنز لگائیں اور اسکی دونوں گالوں پر پیار دیے مسکرادی۔

"میرا بچہ، آپکو تو پتا ہے ناں ممی اور ڈیڈو کو بہت سارے کام ہیں۔ اور یہ بھی پتا ہے کہ ہم آپکے ضامن چاچو کو لینے جارہے ہیں۔ باقی مبشر چاچو سب کو لینے گئے ہیں، وہ سب یہیں آئیں گے، اور کل دادو جانی کے گھر پر بہت بڑی پارٹی ہے۔ جس کے لیے میری گڑیا کی بیسٹ آپی عنیہ بھی آرہی ہیں اور افروز بھی۔ اور ہم صبح صبح آجائیں گے" آئرہ گرے لانگ ٹی شرٹ اور وائٹ پینٹ میں میں بلکل ریڈی تھی۔ بالوں کا اس نے جوڑا بنا رکھا تھا جبکہ بیڈ پر اسکی جیکٹ بھی ریڈی تھی۔ یہاں سے وہ معاز اور عروہ کو سب کے حوالے کرنے کے بعد ہی شام تک ہیڈ کوارٹر پہنچنے والے تھے جہاں ہزل سر شام تک ساری کاروائی مکمل کرنے والے تھے۔

"یاھو، مجھے عنیہ اور افروز آپی بہت اچھی لگتی ہیں۔ ٹھیک ہے لیکن آپ کل آتے ہوئے میری گڑیا لانا مت بھولنا، معاز نے توڑ دی تھی ناں" وہ اتنی معصوم تھی کہ کبھی کبھی خود آئرہ کو اس ننھی پری میں اپنی جھلک نظر آتی تھی۔ یہ دونوں ہی چار، سوا چار سال کے تھے اور دونوں ہی خضر اور آئرہ کی کاپی تھے۔ جہاں عروہ بلکل خضر پر تھی وہیں وہ پیارا سا گولڈن شیڈ ڈ بالوں والا معاذ آئرہ جیسا حسین تھا۔ آئرہ تو اب عروہ کی اس ایکسائٹمنٹ پر ہنس چکی تھی۔

"ٹھیک ہے، میں اپنی پرنسس کے لیے زیادہ سی ڈالز لاوں گی۔ چلو آجاو ابھی ہم مل کر کھانا کھاتے ہیں، مبشر کو میں نے کال کر دی ہے وہ سب کو آج یہیں لائے گا اور میری گڑیا کے ساتھ رہیں گے، کل پھر ہم سب دادو کے گھر جائیں گے۔ بہت سارا فن، یاہو" آئرہ اب اسے ہنس کر دونوں گالوں پر پیار دیے اٹھا کر ایک نظر کمرے پر ڈالتی باہر نکلی جہاں سامنے ہی خضر اپرن پہنے کھڑا تھا جبکہ مسٹر معاذ بھی شیلف پر چڑھ کر بابا جان کو چیزیں پکڑا رہے تھے۔ آئرہ نے دونوں کو تیار کر دیا تھا کیونکہ سب کے پہنچتے ہی وہ دونوں نکلنے والے تھے۔ معاذ صاحب کا حسن تو دور سے بھی سہا نہیں جاتا تھا، وہ بہت زیادہ ہی حسین تھا جبکہ عروہ تو تھی ہی شہزادی۔

"ھاھا ڈیڈو میرے کک بنے ہیں، اور معاذ لگ رہا ہے انکا جونیئر ہلپر ہے" عروہ کی بتیسی نکلی تو معاذ اور خضر دونوں نے مڑ کر حسین سی دو لڑکیوں کو دیکھ کر مسکان دی، ھائے ظالم حسین جادوگروں کی ایک سی طلسمی مسکان تھی۔ عروہ تو شرارتی تھی مگر معاذ صاحب حسن تو رکھتے تھے مگر نٹھہرا ابھی کم نہ تھا۔ خضر صاحب پہلے سے زیادہ ہنڈسم ہو چکے تھے کیونکہ جناب اب اچھی خاصی داڑھی مونچھ رکھ کر مزید رعب دار تھے۔ اب وہ دونوں واقعی دو بچوں کے ینگ، گریس فل سے اماں ابا لگتے تھے۔

"اور آپ کیا ہیں مس افلاطون، میری دادی اماں" اب تو خضر تھا اور پیاری سی بٹیا رانی جسے خضر اپرن اتارے مسکراتا ہوا آئرہ سے لیے اٹھا کر پیار دے رہا تھا اور معاذ صاحب لگ رہا تھا خاصے جیلس ہیں تبھی آئرہ ہنستی ہوئی معاذ کو شیلف سے اٹھا کر اتار کر کرسی تک لے آئی تھی۔

"ھی ھی ڈیڈو میں آپکی دادی اماں ہی ہوں، مجھ سے ڈریں ناں" مسلسل بتیسی نکال کر ہنستی عروہ اب زرا خضر کے قریب آتے ہی مزید تیز ہنس پڑی تھی، جسے وہ اب پورے زور سے گدگدی کیے وہیں کرسی پر بٹھا چکا تھا۔ خضر

نے پہلے ہی کھانا بنانے کے ساتھ لگا بھی دیا تھا اور اب دونوں ہی بابا جان کے ارد گرد بیٹھے ہوئے لاڈو بنے تھے اور جناب کی آتشی مہکتی نظریں تو اپنی آفت سی وائفی پر تھیں جو یونہی پل پل اپنی یہ خوشیاں دیکھ کر جیتی تھی۔

"بابا دانی میلے ہیں، تم دندی ہو علوہ (بابا جانی میرے ہیں، تم گندی ہو عروہ)" خیر سے پوری فیملی کا اکلوتا توتلا بھی معاز ہی تھیا، پر وہ تھا بھی اسی طرح پیارا۔ عروہ صاحبہ تو معاز کی بات پر ناک سکیڑ چکی تھیں جبکہ خضر اور آئرہ ضرور پیارا سا ہنس دیے جبکہ اب خضر نے اس توتلے کو پوری زور سے جکڑا تھا۔ یہ دونوں تھے تو ٹوینز مگر توبہ ہے ایک دوسرے سے اچھے جیلس تھے اور خضر اور آئرہ کی تبھی پوری کوشش ہوتی تھی کہ دونوں کو ایک جیسا وقت دیں تاکہ کوئی بھی یہ فیل نہ کرے۔ زیادہ تر کام کے سلسلے کے دوران دونوں ہی مہرو کے پاس رہتے تھے اور تبھی عروہ سے زیادہ معاز، مہرو اور جلال سے اٹیچ تھا۔

"دیکھ رہے ہیں اپنے اس معاز کو، ممی اور ڈیڈ وہ ہم دونوں کے ہیں معاز۔ گندے بچے نی بنتے" محترمہ عروہ تو واقعی چھوٹی دادی ہی تھی، بڑے غرور سے وہ سر آگے کیے اس سڑے سے معاز کو سمجھا رہی تھی۔ جس پر معاز صاف صاف دھڑلے سے ناں کر کے حق جما رہا تھا۔

"ھاھا یار تم دونوں صلح صفائی سے طے کر لو کہ ہم کس کے ہیں، لڑو مت بس۔ چلو عروہ ممی کے ساتھ بیٹھو جا کر ورنہ یہ مسٹر ہینڈسم منہ پھلا لیں گے" اب بچارا خضر ہی اس آفت خیز منہ بناتے معاز کے روٹھنے کو دیکھے بولا تو عروہ بھی منہ بسورتی ہوئی فوراً سے پہلے جا کر آئرہ کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔

"آج فائنلی ضامن اور مینا کی زندگی کا ایک کٹھن سفر ختم ہو جائے گا، سچ پوچھو تو آج بہت ریلکس ہوں" خضر اب بہت پیار سے معاز کو کھانا سرو کر رہا تھا اور عروہ ہمیشہ ہی خود کھاتی تھی وہ معاز کی طرح لاڈ پیار نہیں کرتی تھی

بلکے بہت اچھے سے اپنے سارے کام کرتی تھی۔ خضر کے لہجے میں بھی مدت کی اس مسافت کا اندھیرا جگمگاتا ہوا دیکھائی دیا اور آئرہ بھی بلکل متفق تھی۔ یہ پانچ سال سب سے زیادہ مہرو اور جلال کے لیے مشکل تھے، یہ تو اللہ نے معاز اور عروہ کی صورت جلال ہاوس کی خاموشی اور تنہائی مٹادی تھی اور پھر باقی سب بچے بھی جب اکھٹے ہوتے تھے تو مہرو اور جلال بھی کچھ لمحے اپنے اس انتظار سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ آئرہ نے بھی گزرے سالوں کی ہر اداس گھڑی کو سوچ کر اداسی سے سر ہلایا۔

" بلکل، ایسا لگتا ہے ایک بوجھ تھا جو مدت بعد ہٹا ہے، الحمد اللہ کے اللہ نے یہ وقت دیکھایا" آئرہ کی شربتی آنکھوں میں آج بھی خضر کے لیے ویسی ہی تسلی تھی اور وہ دونوں آفت کے پر کالے بھی مما اور بابا کو سنجیدہ دیکھ کر خاصے متاثر سے تاثرات دے رہے تھے۔

" بلکل، خیر تم کھانے کے بعد میرا سوٹ نکال دینا۔ یہ تو سارا اس آفت کے گولے نے تباہ کر دیا، لالی پاپ کھا خود رہا تھا اور ہاتھ مجھ سے صاف کر رہا تھا، یار تیرے ابا تو اتنے تیز نہ تھے تو لگتا ہے اپنے چھوٹے چاچو پر چلا گیا ہے" خضر نے تو پہلی بات آئرہ کو جبکے دوسرے اس گود میں بیٹھ کر باباجان کی ہی پلیٹ میں رائس کھاتے معاز کو دیکھ کر کہا جو آگے سے میسنی سی ہنسی دبائے ہوئے بے نیازی سے کھانا کھا رہا تھا۔

" ھاھا سچی، اور ڈیڈو میں کس پر گئی ہوں "جی جناب عروہ صاحبہ کیونکر پیچھے رہتیں، فورا سے مقابلے کے لیے میدان میں اتریں تو خضر نے میٹھی نگاہیں پہلے آئرہ اور پھر اپنی اس پرنسس پر ڈالیں۔

" آپ میری شربتی پر گئی ہوناں، چھوٹی آئرہ "خضر بھی بلکل عروہ کی طرح اسی جیسا دانت نکالے ہنستا ہوا بے حد حسین لگا اور ہانی صاحبہ اس بات پر واقعی شربتی سے لپٹ کر پیار لٹاتے ہنس دیں اور معاز کو دیکھ کر باقاعدہ

زبان نکالے چڑا گئی جس پر معاز صاحب نے ادائیں دیکھا کر اگنور مارا تو اب کی بار آئزہ اور خضر دونوں ہی اپنے انکو کھے پیس پر ہنس پڑے تھے۔ ابھی بس مبشر سب کو لے کر پہنچنے والا تھا اور پھر آئزہ اور خضر نے نکل جانا تھا۔

****

وہ سب لوگ کھانے کے بعد نکل گئے تھے۔ زیان کی بڑی گاڑی میں باقی سب تھے جبکہ مبشر، عنیہ اور دادی تینوں مبشر کی گاڑی میں تھے۔ زیان نے سیدھا خضر کے گھر ہی جانا تھا اور وہاں وہ لوگ پانچ بجے تک پہنچ گئے تھے۔ خضر اور آئزہ تو پہلے ہی ریڈی تھے لہذا وہاں سے عریش، زیان، خضر اور آئزہ ساڑھے پانچ تک ہیڈ کوارٹر روانہ ہو گئے جبکہ افراح خود ہی جنت کے ساتھ بچوں کے لیے رک گئی تھی کیونکہ بھلے وہ سب جنت سے اٹیچ تھے مگر وہ ساری آفتیں جب اکھٹی ہوتیں تو انکو سنبھالنا خالی ایک بندے کے بس کا کام نہ تھا۔ مبشر بھی گھر پہنچ کر دادی کو اندر لے جانے کے ساتھ عنیہ کو گاڑی میں ہی بیٹھنے کا کہہ کر گیا تھا۔ عنیہ کے ساتھ ساتھ دادی بھی

تجسس میں تھیں تبھی وہ پیاری سی مسکراہٹ کے سنگ مبشر کو دیکھ رہی تھیں جولان میں انٹر ہوتے ہی رک چکا تھا۔ چہرے پر شریر سی پراسرار مسکان نے دادی کو بھی ہنسا دیا تھا۔

"دادی وہ میں عنیہ کو کہیں لے کر جانا چاہتا ہوں، اگر آپ اجازت دیں تو" مبشر نے ہچکچاتے ہوئے ریکوسٹ کی تو دادی جو پہلے ہی تجسس میں تھیں فوراً اس بچے کی بیقراری دیکھ کر سر ہلا چکی تھیں۔ اندر سے ملازمہ بھی آچکی تھی جو دادی کا بیگ لیے انھیں اندر لے جانے آئی تھی۔ مبشر کو تو گویا دو ہفتے کے لمبے جدا ہوتے لمحوں کا ثمر مل گیا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن دیر مت کرنا، خیر سے جاو" دادی جو پیاری مسکان کے سنگ مبشر کی والہانہ خوشی دیکھ کر ملازمہ کے ساتھ اندر بڑھ رہی تھیں فوراً مڑ کر بولیں جس پر شہزادہ تابعداری سے سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا تو دادی قربان سی نگاہیں ڈالے اندر بڑھیں۔ وہ بھی اپنی پرجوش سانس خارج کرتا پوری سپیڈ سے گھر سے باہر کھڑی گاڑی تک آیا جہاں عنیہ اب اس بندے کی مشکوک حرکتوں اور زیادہ سی خوشی کو دیکھ کر زرا گھبرا رہی تھی۔ مبشر گاڑی کھولے بیٹھا اور ایک نظر تجسس کی ماری عنیہ پر ڈالے ہنسا تو وہ مزید منہ بسور گئی۔

"آپ کی یہ جو جاسوسوں والی حرکتیں ہیں ناں، ان سے آج بھی مجھے ڈر ہی لگتا ہے مبشر" فل بلیک میں عنیہ آج آفت خیز حد تک پرکشش لگ رہی تھی مگر آج محترم مبشر صاحب کا حسن اک عجب سی خوشی سے ہمکنار ہو کر زیادہ مہکا ہوا تھا۔ مبشر نے گردن پھیرے عنیہ کو دیکھا اور کئی لمحے اسے یہ دیکھنے کا عمل اچھا لگا اور وہ بھی اب اپنی مسکراہٹ روک نہیں پائی تھی۔ پانچ سال وہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے تھے اب تو بنا کہے ایک

دوسرے کی بات بھی باآسانی سمجھتے تھے مگر عنیہ کے لیے یہ بندہ کبھی کبھی تمام ترجان پہچان کے سمجھا نہ جاتا تھا۔

"آج میں تمہیں اپنی زندگی کے ایک نئے سفر کی کڑی دیکھانا چاہتا ہوں، کیا تم تیار ہو؟" ساحرانہ سی مہربان نظر نے عنیہ کو مہکایا تو وہ لفظوں کا جادوگر اپنے کہے لفظوں کے ساتھ ہی اسکا نازک ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں لیے بولا تھا۔

"یس آئی ایم ریڈی، آپ جہاں لے جائیں گے چپ چاپ ساتھ چلوں گی۔ لیکن مجھے سخت سسپنس ہو رہا، بتا دیں ناں" عنیہ اس پیارے سے مبشر پر خود سے زیادہ مان لیے ہوئے تھی، یہ یقین اور بھروسہ آج تک مبشر نے توڑنے کی کوئی کوشش نہ کی تھی۔ وہ ان سارے سالوں ایک دوسرے کے بہترین ہمدرد بن کر رہے تھے، اچھے دوست، ایک دوسرے کی خوشی اور محبت بننے کا وقت بھی آگیا تھا۔ مبشر نے اپنے دو ویک کے کیمپ سے پہلے ہی اپنا اور عنیہ کا گھر لیا تھا جو دو ہفتے بعد مکمل رنگ وغیرہ اور تمام کام کے بعد ایک دم تیار ہو گیا تھا۔ وہی گھر جسکا وعدہ مبشر نے عنیہ سے کیا تھا، وہی گھر جو ایک لڑکی کی سب سے بڑی خواہش ہوتی ہے۔ مبشر چاہتا تھا کہ وہ کچھ دیر تجسس میں رہے تبھی وہ بنا جواب دیے شریر سی مسکان کے سنگ گاڑی اسٹارٹ کر چکا تھا۔

"بس پھر ویٹ کرو، وہ کڑھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھنا" مبشر کا لہجہ بے حد شفاف اور پختہ تھا اور وہ جانتی تھی کہ مبشر اسے نہیں بتائے گا تبھی اس پگلو کا تبسم خیز چہرہ دیکھے مسکرا کر اپنی گردن باہر پیچھے ہٹتے منظروں پر مرکوز کر گئی۔ مبشر نے سرسری سی گردن گما کر عنیہ کو دیکھا اور زیر لب آفت خیز شکر گزاری نے اسکے ہونٹوں کے گلابی پن کو بڑھایا تھا۔ آدھے گھنٹے کی تیز ترین رفتار کے بعد گاڑی رک چکی تھی۔ سردیوں کی آمد کے دن تھے

اور یوں چھ تک ہی آسمان اندھیرے میں ڈوب سا گیا تھا۔ گاڑی ایک بہت پیارے سے اوپن ایریا میں رکی جو ایک لمبی اینٹوں سے بنی سڑک سے شروع ہوتا تھا۔ مین گیٹ جالی دار سلاخوں سے بنا تھا جو انکی گاڑی کے انٹر ہونے کے بعد اس سوسائٹی کے مین چوکیدار نے بند کیا تھا۔ راہداری کے دونوں اطراف سبزہ اور بڑے بڑے درخت تھے، ایک طرف بچوں کے لیے اوپن پارک تھا جہاں فی الحال خاموشی تھی۔ دوسری طرف تا حد نگاہ وہ لمبی راہداری تھی جو شاید ابھی یہاں سے دیکھنے پر ختم ہوتی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ مبشر نے چہرے پر سحر سا جاگا اور وہ گاڑی سے اتر کر دوسری طرف سے عنیہ کا ڈور کھولے اپنا ہاتھ بڑھا چکا تھا۔

"آجاو باہر" مبشر کی پھیلی ہتھیلی پر ہاتھ رکھتے ہی عنیہ باہر آئی تو ایک لمحے کے لیے چاروں طرف پھیلے حسن پر فدا ہوئی۔ یہ کوئی مکمل چھوٹی سی سرسبز دنیا جیسا تھا۔ عنیہ نے بے یقینی سے مبشر کو دیکھا جو موہنے انداز کے سنگ اسکا ہاتھ پکڑے اپنی گاڑی کا آٹومیٹک لاک لگا کر کیز کوٹ کی پاکٹ میں رکھتا ہوا بڑھ گیا تھا۔ عنیہ کو سمجھ نہ آیا کہ کس طرف نظریں رکھے اور کہاں کا منظر مس کر دے، مبشر اسکی چھپی خوشی اور حیرت دیکھ کر بس مدھم سا مسکرا رہا تھا۔

"مبشر، یہ کیا ہے۔ اتنا پیارا ہے یہ سب، اور خاموشی کتنی پر سکون ہے۔ وہ دیکھیں کتنے پیارے خرگوش، ارے وہ ابھی گلہری گئی۔ مبشر یہ جگہ کہاں سے ڈھونڈی، اف یہ پھول اتنے سارے رنگوں کے" عنیہ تو خوشی سے دیوانی ہو رہی تھی، اور اسکا دیوانہ یہی تو چاہتا تھا۔ سامنے گھاس پر دو خرگوش ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے دیکھ کر وہ بچوں کی طرح مچل اٹھی تھی۔ اور پھول تو واقعی گیٹ سے لے کر حد نگاہ تک لگے تھے اور ہر پودا دوسرے پودے سے الگ تھا۔

"اسے ڈھونڈنا واقعی ایک مشکل عمل تھا، مگر میں نے خود سے عہد لیا تھا کہ تمہارے لیے تمہارے شایان شان جگہ ڈھونڈوں گا۔ یہاں کے گھروں میں ایک گھر عنیہ مبشر احمد کا ہے" ایک لمحے کو عنیہ جھٹ سے مڑی، وہ مبشر کے کہے لفظوں پر پتھر تھئ۔ اسے لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے، مبشر اسکے ایسے تاثرات پر اسے شانوں سے تھامے اپنے روبرو لایا اور پھر اپنے ہاتھوں سے اسکے چہرے کو پکڑے اسے آنکھوں سے یقین دلاتے دیکھنے لگا۔ عنیہ ابھی بھی کنفوز تھی، یہ جگہ اور ایسی سکون زدہ کہ عنیہ کا دل ہر شے پر قربان تھا مگر یوں گھر کا سن کر وہ تھوڑی اداس تھی۔

"لیکن مبشر، ہم الگ نہیں رہیں گے۔ ہم جلال ہاوس میں رہیں گے، میں نہیں چاہتی کہ مہر و مما مزید کسی بیٹے کی جدائی سہیں۔ ہم سب مل کر وہیں رہیں گے، آپ پلیز ہرٹ مت ہوئیے گا لیکن۔۔۔" مزید کوئی لفظ اس جنجھلاہٹ کا شکار عنیہ کے ہونٹ ادا نہ کرپائے کیونکہ مبشر اس جذباتی آتما کے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھ کر منہ بنا چکا تھا جو عنیہ کو مزید پریشان کر گیا۔ اسے لگا جیسے مبشر خفا ہو گیا ہے مگر مبشر پھر سے اسے محبت سے دیکھ رہا تھا تو گویا عنیہ کی سانس میں بھی سانس آئی۔

"عنیہ ہم وہیں رہیں گے، تمہاری سوچ تم سے زیادہ پیاری ہے۔ لیکن یہ میری خواہش ہے، جسے میں نے تکمیل دیا۔ یہ میری خود سے خریدی پہلی وہ نایاب چیز ہے جو میں نے اپنے جذبات اور احساسات سے لی ہے۔ ہم یہاں کبھی کبھی آئیں گے اس لیے تم پریشان مت ہو، پوری بات سنے بغیر ہاتھ پیر پھولا لیتی ہو نک چڑھی" مبشر کا دھیمہ اور پھر منصوعی روٹھا انداز عنیہ کو بھی ہنسا گیا اور وہ بنا تاخیر اس سے لپٹ گئی تھی، خود مبشر بھی اسکی بن کہی پسندیدگی پر جی اٹھا تھا۔

"کیا کروں، میں آپ کے اور آپ سے جڑے کسی بھی اپنے کے دکھ سے ڈر جاتی ہوں۔ چلیں دیکھائیں مجھے پھر اپنے جذبات اور احساسات کا یہ فسانہ "عنیہ کی یہی خوبصورتی ہی تو مبشر کی کمزوری تھی، اب تو وہ اسے پہلے سے زیادہ اچھے سے سمجھتی تھی۔ وہ دونوں ہی اب خوشی سے اپنے قدم بڑھا چکے تھے۔ دس منٹ کا مزید پیدل سفر طے کرنے کے بعد اس بے انتہا اراضی پر پھیلے تین گھروں کو دیکھ کر عنیہ کا دل روشن ہوا۔ جتنے وہ پیارے تھے اتنے ہی نفیس اور اچھوتے تھے۔ تینوں گھروں میں خاطر خواہ فاصلہ تھا مگر تینوں کی مین راہداری ایک تھی۔ پہلے اور دوسرے کو چھوڑ کر وہ ہاف وائیٹ، گرے اینڈ میرون کنزاسنگ سے میزین دومنزلہ گھر واقعی دیکھنے سے ایک چھوٹی سی دنیا تھی۔ گھر کا مین دروازہ چھوٹی ریلنگ کے ساتھ ملحقہ تھا۔ مبشر نے کیز سے وہ دروازہ کھولا تو مدھم سی ملگجی روشنیوں نے انکا ویلکم کیا تھا۔ دروازہ بند کرتے ہی سامنے ایک چھوٹا سا دو گاڑیوں کے لیے بنا شیڈڈ چھت والا پارکنگ جس کے پلرز کے ساتھ سات رنگی دو لیمپ لگ کر پورا لان روشن کر رہے تھے۔ عنیہ نے پرجوش ہو کر قدم بڑھائے تو مبشر بھی مسکراتا ہوا اندر بڑھا۔ لان بھلے چھوٹا تھا مگر بہت پیارا اور نفیس تھا، چار لکڑی کی نئے ڈیزائن کی کرسیاں اور ایک ویسا ہی شیشے کا ٹیبل جس پر ایک گلاس باول تھا اور اس کے اندر لگا منی پلانٹ۔ باول پر پڑتی لان کی ستی رنگی روشنی اسے بھی جگمگا گئی تھی۔ عنیہ نے اس سے خوبصورت گھر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ آنکھوں میں دنیا جہاں کی محبت بھرے مبشر کے روبرو ہوئی جو بس عنیہ کی یہ خوشی دیکھ کر کب سے دل میں اتار رہا تھا۔ وہ ان آنکھوں میں نمی نہیں دیکھ پاتا تھا بھلے وہ پھر خوشی ہی کی کیوں نہ ہو۔

"آپ کو پتا ہے ایسا گھر صرف آپکی چوائز ہی ہو سکتی تھی، مبشر یہ بہت پیارا ہے بلکل فینٹسی جیسا۔ تھینک یو سوچ، میرے لیے اتنے پیارے احساسات رکھنے کے لیے "ابھی تو محترمہ باہر کے حسن سے ہی ایموشنل تھیں، ابھی تو

اندر کا حسن باقی تھا۔ مبشر نے بہت نرمی سے عنیہ کی گال پر آوارہ گردی کرتے اس ایک نکل کر بہنے والے آنسو کو نرمی سے اپنے ہاتھ سے ہٹایا اور دونوں ہاتھوں سے اسکے ماتھے پر آئے بالوں کو کانوں کے پیچھے کیا اور آنسو کی بنی قطار پر محبت کی دلنشین مہر رکھی تو عنیہ کا دل چاہا تھوڑا اور رو لے۔ یہ ان آنسوؤں کی بندش کی وافع وارننگ تھی جس پر وہ پیارا سا ہنس کر پھر سے اسکے سینے سے جا لگی تھی۔

"تم مجھے آئیندہ یہ تھینک یو وینک یو مت کہنا، اور میرے ہوتے ہوئے یہ آنکھیں صرف مسکرانی چاہیں۔ کیا تم نہیں جانتی کہ ہمارا رشتہ کس نوعیت کا ہے، شدت کا لفظ بے معنی ہے کہ اس جیسے ہر لفظ سے بڑھ کر چاہتا ہوں تمہیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے، انسان ہوں اور ایک لمنٹ بھی رکھتا ہوں لیکن کاش میں تمہیں حد سے زیادہ چاہ سکتا، تمہارے لیے حد سے زیادہ کر سکتا۔ یہ گھر نہیں عنیہ، یہ میرا تم سے محبت کا ایک قطرہ ہے۔ جانتی ہو جب تمہیں اپنی زندگی میں شامل کیا تھا تو تب ہی اس گھر کا خواب دیکھا تھا، اور آج میں نے یہ خواب پورا کر دیا" وہ اس سینے کا ایک لازمی حصہ بنی ہوئی معلوم ہو رہی تھی اور مبشر کے جذبات اور لفظوں کی سچائی وہ محسوس کر سکتی تھی۔ اسے بھی تو مبشر ہر لفظی اظہار میں نہ آنے والی حد سے کہیں بڑھ کر عزیز تھا، ایک ایسا انسان جو سراپا محبت تھا۔ جو مہربان تھا، جو شفیق تھا اور جو کسی ٹھہرے سمندر کی طرح عنیہ کو اپنے اندر سمو گیا تھا۔ عنیہ نے سر اٹھا کر مبشر کو دیکھا تو بھیگا سا مسکرا دی، اسے مبشر کے جذبات کے سمندر کے آگے اپنا آپ بہت کم لگتا تھا۔

"اندر سے بھی دیکھائیں" عنیہ ہنوز اداس ہو کر دھیمہ سا بولی تو مبشر پھر سے اسکے قریب ہوا اور دونوں بازو اسکی کمر پر مضبوط کیں، وہ ان آنکھوں سے زیادہ تکرار نہیں کر پائی تبھی نظر جھکا گئی۔

"اندر جا کر روئی تو کیا سزا؟" وہ اب زرا اسکی اداسی ختم کرنے کو اسکے چہرے سے چہرہ لگائے تجسس خیز شرارت سے بولا تو عنیہ تمام تر نزدیک قربت کے نفی میں سر ہلا چکی تھی جس پر مبشر مسکراتا ہوا دور ہوا اور اسکا ہاتھ پکڑے اندر کی طرف بڑھا۔

وہ ایک حسین گھر تھا، بہت خوبصورت کہ نظریں ایک لمحے کو جھپکنا بھول جائیں۔ اندر انٹر ہوتے ہی وال پر لگی عنیہ اور مبشر کی ان سالوں کی کئی خوبصورت تصویریں بہت پیاری فریمز میں لگی تھیں جن کو باری باری دیکھ کر دونوں کی خود ساختہ ہنسی انکے ہونٹوں پر پھیل گئی تھی۔ کہیں عنیہ کا منہ ٹیڑھا اور مبشر کا شرارتی اور کہیں عنیہ شریر اور وہ معصومت کا جہاں اور پھر وہ فریم جو ابھی بھی ادھوری تھی۔ جس میں خضر کی اور عنیہ کی کمی تھی، مبشر جانتا تھا کہ جلد وہاں ایک نئی تصویر لگے گی جہاں وہ سب کے سب اس دیوار کا حسن بڑھائیں گے۔
دیواروں کے رنگ، فرنیچر کی نازکی، اوپن ائریا پر بنے سٹڈی، کچنز اور ڈائنگ جنکے اندر لگی گلاس ونڈوز سے باہر کے سرمئی نظارے جھلک رہے تھے۔ ہر ہر چیز نے عنیہ کو ایک نئی مسکان دی تھی۔ چھوٹے چھوٹے ڈیکوریشن پیسز، قالینوں کے رنگ سے میچنگ پرنٹس، دیواروں پر لگی پینٹنگز، گلاس واز میں لگے جگہ جگہ دھرے منی پلانٹس اور لاونج کے درمیان میں چھت سے ڈھلکتا سفید نگوں سے مزین فانوس، مین کمروں سے باہر لگی ست رنگی منصوعی بیلیں جن میں سات رنگی لائٹنگ فٹ تھی، دروازے سیاہ تھے اور دیواریں ہاف وائٹ مگر گرے رنگ بھی آدھی دیواروں پر کیا گیا تھا۔ کچھ دیواریں مکمل دو رنگی پھولوں کے ڈیزائن سے سجی تھیں۔ گھر میں ٹوٹل تین بیڈ رومز، اٹیچ باتھ، اٹیچ ڈریسنگ رومز کے ساتھ موجود تھے۔ کچن اوپن تھا جبکہ چھوٹا سا لاونج بھی قابل تعریف تھا۔ لاونج سے نکل کر دوسرے طرف ایک اور دروازہ تھا جو پھر سے لان میں کھلتا تھا۔ اس سے

پہلے ایک سٹڈی روم تھا اور ایک سب سے الگ سٹور روم۔ سٹور روم کے ساتھ ہی ریلنگ تھی جو چھت تک جاتی تھی۔ چھت بھی پیارا سا چھوٹا سا پودوں کی بھرمار سے مزین تھا۔ دو کمرے وہ دیکھ چکے تھے، دونوں میں سے ایک بڑا فرنشڈ اور سجا کافی کشادہ کمرہ تھا اور دوسرا ذرا اس کے حساب سے چھوٹا تھا مگر خوبصورتی میں وہ بھی اسی کی ٹکڑ کا تھا۔ پھر وہ تیسرا روم جو سب سے کنارے پر اوپن حال سے دوسری طرف تھا۔

"اور یہ رہا ہمارا روم" مبشر نے مسکرا کر اس آخری پر اسرار کمرے کی طرف اشارہ کیا جس پر عنیہ پوری رعنائی کے سنگ اس طرف بڑھی۔ مبشر اسکے پیچھے ہی تھا۔ عنیہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس روم کا ہینڈل گمایا اور اگلے ہی لمحے دروازہ کھل گیا۔ عنیہ اب واقعی تھم چکی تھی۔

****

"یہاں سیگنیچر کرو، یہاں بھی" کمرے میں سیاہ تاریکی تھی اور زیان اپنے سیاہ خلیے میں مکمل سیکیورٹی کے ساتھ ان دونوں سے چند آخری کاغذی کاروائی کروا رہا تھا۔ خضر، آئرہ پہلے ہی گاڑی لے کر جنگل کے راستے میں موجود تھے اور یہاں سے ضامن اور مینا کو ستارہ پوری پروفیشنل تیاری کے ساتھ انکے حوالے کرنے والی تھی۔ ستارہ اپنا کام یونہی کرتی تھی، زیان اپنے کام کے دوران اپنی آواز بھی بدل چکا تھا جبکہ عریش اور ہزل انجم اس سیکورٹی انویسٹیگیشن روم کے باہر سینوں پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ وقت گزر گیا تھا مگر ہر چہرے پر ایک الگ ہی داستان چھوڑ گیا تھا۔ ضامن آج بھی ویسا تھا مگر اب وہ ایک برا شخص نہیں تھا۔ وہ اپنی سزا پوری ایمانداری سے جھیلنے والا ایک شکستہ سا وجود تھا، ساتھ بیٹھی مینا جو خود ضامن کو پانچ سال بعد دیکھ رہی تھی، وہ بھی ویسی تھی

البتہ اسکی آنکھیں اب ہر چمک سے عاری تھیں۔ پانچ سال کی قید کے اثرات دونوں کے چہرے کی تاریکی سے واضح تھے۔ گو وہ ایک پروفیشنل جیل میں تھے جہاں ان سے مشقت تو لی گئی تھی مگر انکا خیال بھی رکھا گیا تھا۔

ضامن نے فائلز پر سائن کر کے وہ پین زیان کو دیا جو اب وہی فائیل دوسری طرف بیٹھی مینا کو دے رہا تھا۔

ضامن کی نظریں مینا پر تھیں، آج کے بعد انکی زندگی سویرے سے ملنے والی تھی۔ وہ خوش تھا کہ اسکی معافی قبول ہو گئی ہے۔ وہ خوش تھا کہ وہ اب پورے حق سے اپنی ماں سے ملے گا، اس ماں سے جو اسکی یاد میں پل پل تڑپی تھی۔ اس باپ کے سینے سے لگنے کی بیقراری عیاں ہوئی جو اسکے غم میں آج تک نڈھال رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان پانچ سالوں میں اس نے بہت سارے لمحے اور زندگی کہ سنہری سال گنوائے ہیں مگر وہ خوش تھا کہ اس نے اب پورے حق سے اپنے پائے ہیں۔ یہ لڑکی جو اسکی محبت ہوا کرتی تھی، آج بھی تھی۔ جسے وہ خود سے دور پٹختا آیا تھا اب اسکے نام اپنی اگلی ساری سانسیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بہن بھائی جو اس پر جان چھڑکتے تھے اور سب سے آخر پر وہ مسیحا جس نے اسے زندگی کے دن اپنی زندگی سے کاٹ کر دیے تھے۔ وہ اگر زندہ تھا تو اللہ کے بعد خضر کی بدولت، وہ جو سچا دوست تھا۔ نا جانے کیوں آج اس رہائی کے اتنے مبارک موقعے پر ضامن کا دل پھٹ رہا تھا، وہ ایک بار دھاڑ کر رونا چاہتا تھا۔ اسکے اندر ان پانچ سالوں کی تنہائی کا غبار تھا۔ مینا نے بھی سائن کر کے وہ فائیل زیان کو دی۔

" آزادی مبارک، یہ جو آزادی تم دونوں کو ملی ہے اسے اللہ کا انعام سمجھنا۔ اب ایک اچھا پاکستانی بننا تم دونوں پر قرض ہے، یہ موقع کسی کو نہیں ملتا جو تم دونوں کو ملا ہے۔ ہماری ٹیم تم دونوں کو خضر اور آئرہ تک پہنچا دے گی۔ ستارہ کا دیا پیغام ہمیشہ یاد رکھنا ضامن، اور ہو سکے تو اب وفاداری کا ثبوت دینا۔ اللہ تم دونوں کا حامی و ناصر ہو "

زیان کی آواز کڑک تھی، ضامن اپنے اندر کا لاوا بہت مہارت سے جذب کیے ہوئے تھا۔ نمی تو مینا کی آنکھوں میں بھی تھی، مگر رونے کی اب سہی جگہ اگر تھی تو وہ بس سجدہ تھی۔ وہاں سے ان دونوں کی آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھی گئی تھی۔ یہاں سے وہ دونوں ان دونوں کے حوالے ہونے کے بعد سیدھا جلال ہاوس جانے والے تھے۔ عریش اور زیان بھی کام مکمل ہوتے ہی واپس جانے والے تھے۔ آجکل وہ ایک بار پھر ہالیڈیز پر تھے، کیس تک اور ان شادیوں تک ستارہ ان ایکٹیو تھی۔ مگر ستارہ کے تھمنے کا کوئی چانس نہ تھا۔ وہ ملک کی سرفرازی کے کے لیے یونہی اپنی آخری سانس تک محرک رہنے والے تھے، لوگ، زمانے، تنظیمیں، دشمن بدلتے رہے مگر ستارہ کا نام ویسا ہی سربلند تھا اور ممکن تھا کہ یونہی رہنے والا ہے۔

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

عنیہ کے قدم تو سب سے پہلے وال پر لگی خود عنیہ کی تصویر دیکھ کر تھمے، وہ بہت پیاری تصویر تھی جو عنیہ کی اکیسویں برتھ ڈے پر بنائی گئی تھی۔ اس میں وہ بلیک ساڑھی میں ملبوس تھی، جو اسے مبشر نے دلائی تھی۔ کمرہ وسیع و عریض ہونے کے ساتھ ساتھ بہت پیارا سجا تھا۔ ڈریسنگ شاندار، جہازی سائز بیڈ اور اس کے اطراف خوبصورت سائیڈ ٹیبلز۔ بیڈ کے اختتام سے ملحقہ آرامی تختہ۔ سیاہ اور بھورے قالین، ایک طرف واش روم دوسری طرف چھوٹا سا ہال، سامنے ٹیرس جہاں سے نا صرف پورا گھر دیکھائی دیتا تھا بلکے چھت سے لٹکتی وہی مصنوعی چمکتی بیلیں اور وہاں الگ ہی سماں باندھ رہی تھی۔ ٹیرس کے آگے ویسا ہی ایک گلاس ڈور تھا جو ایک

بار پھر لان میں کھلتا تھا۔ عنیہ کی خوشی کا تو لیول ہی اونچا تھا، یہ کمرہ، اسکی سجاوٹ اور نفاست دیکھنے والے کا دل دبوچ سکتی تھی۔ عنیہ ڈریسنگ کے آئینے میں اپنا عکس سرسری سا دیکھتی سیدھا ٹیرس کی طرف بڑھی تو مبشر بھی اپنا کوٹ اتار کر بیڈ پر رکھتا مدھم انداز میں چلتا ہوا عنیہ تک گیا جو مسکرا کر ریلنگ پر ہاتھ رکھے باہر کے نظارے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ مبشر اسکے عین پیچھے جا کر رکا اور آہستگی سے اسے پیچھے سے حصار میں لیے اسکے کان سے چہرہ لگائے مسکرایا تو وہ بھی ایسی پیاری گرفت پر گردن موڑے مبشر کو دیکھنے لگی۔ دونوں کی آنکھوں میں ان کہی سی داستان تھی۔

"کیسا لگا؟ قابل قبول ہے یا نہیں" اتنی ساری خوبصورتی بھلا کس کے لیے نا قابل قبول ہو سکتی تھی، عنیہ اب تھینک یو بھی نہیں کہہ سکتی تھی تبھی مڑ کر مبشر کے روبرو ہوئی جو اس پر بس چلتا تو اپنی جان تک لٹا دیتا۔ کتنی ہی دیر عنیہ اسکی محبت کے بدلے میں چند شایان شان الفاظ ڈھونڈتی رہی۔ وہ اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرتا ہوا عنیہ کی خاموشی بھی سن رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ جب اسکے پاس کچھ بولنے کو نہیں ہوتا تو وہ بس اسے دیکھنا پسند کرتی ہے۔

"ایسے دیکھو گی تو وقت بے وقت جنون کا ٹپکنا طے ہے، مجھے بتاؤ تم خوش ہو" مبشر اسے دیکھتا تھا تو خود کو روکنے کی کوشش اسی لمحے شروع کر دیتا تھا، وہ اسے پاس ہو کر بھی اپنی حد نہیں توڑتا تھا۔ ہاں مگر محبت کو تشنہ بھی نہیں چھوڑتا تھا، وہ اجازت دیتی تھی تو محبت کو جنون بناتا تھا۔ وہ روکتی تھی تو رک جاتا تھا، عنیہ اسی سوچ میں تھی کہ وہ کیا کہے اور کیا نہ کہے۔

"خوش ہوں، پر یہ خوشی بھی کسی شدید، یا بہت جیسے کھوکھلے لفظ میں سمٹ نہیں سکتی۔ مبشر آپ مجھے خود میرے لیے اتنا قیمتی بنا دیتے ہیں کہ میرے پاس کچھ کہنے کو نہیں رہتا۔ اور پھر رونے بھی نہیں دیتے، کیا تھوڑا سا رو

لوں۔ میں رو کر آپکے ہونے پر اللہ کی شکر گزاری کرنا چاہتی ہوں، مجھے نا جانے کس نیکی کے بدلے آپ ملے۔ آپ جیسا اس دنیا میں کوئی نہیں" وہ رونے کی اجازت لیتے ہی رو دی تھی اور اسکا انداز ایسا دلفریب تھا کہ مبشر نے لاکھ کوشش کے اسے رونے سے نہیں روکا۔ عنیہ کو وہ یوں بے بس نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر وہ پگلی جب خوشی کی حد پاتی تھی تو رو دیتی تھی۔ مبشر نے دونوں ہتھیلیوں سے اسکا چہرہ صاف کیا اور پیارا سا مسکرا دیا۔

"میرے جیسے تو بہت ہوں گے، تم اکلوتی ہو۔ اور میری خوشی یہ ہے کہ صرف میری ہو، یو نو آئی ایم ریچیسٹ مین ان دس ورلڈ۔ یہ لڑکی جسے میں نے کچی عمر کے کسی پکے لمحے میں دل سے جوڑا اور ایسا جوڑا کے اب اسے الگ کروں تو مر۔۔۔" اب کی بار عنیہ کا ہاتھ بے اختیار مبشر کے ہونٹوں پر گیا اور دکھ سے چند موتی پھر سے اس پری کی آنکھوں سے ٹوٹ گرے تو مبشر کا اپنا دل بھی رکا۔

"پلیز مبشر، ایسا مت کہیے گا دوبارہ۔ میرا چلتا دل رک جائے گا" مبشر کو زرا اندازہ نہ تھا کہ اسکی روانی میں کہی نادانستہ طور پر کہی بات عنیہ کو تکلیف دے جائے گی تبھی فوراً اسے اسکا ہاتھ پکڑے خود کے قریب کیے سنجیدہ ہوا اور ایک نظر عنیہ کی بھیگی آنکھوں پر ڈالی۔

"بس عنیہ، رونے کی تھوڑی سی چھوٹ دینے کا مطلب یہ نہیں تم ان آنسوؤں کو مسلسل بے مول کرتی جاؤ۔ اور موت سے تم جیسی بہادر لڑکی ڈر سکتی ہے یہ جان کے مجھے حیرت ہوئی" مبشر اب کی بار اسکے رونے پر سختی اختیار کیے بولا تو وہ تھک کر اسکے سینے سے جا لگی۔

"میں اپنی زندگی میں خود تک کو کھو سکتی ہوں لیکن مبشر آپ نہیں، میں بہادر ہو سکتی ہوں مگر آپ کے لیے نہیں، میں پتھر بھی بن سکتی ہوں مگر نہیں آپ کے لیے نہیں، مجھ سے وعدہ کریں آپ دوبارہ نہیں کہیں

گے، پلیز "عنیہ کا دل شدید سہم گیا اور وہ اسکے سینے سے لگی لرزتی ہوئی بولی جس پر اب مبشر خود پریشان سا ہو کر اسے پکڑے اپنے روبرو لایا۔ مبشر کو کھونے کا تصور ہی عنیہ کی جان آدھی کر گیا یہ دیکھ کر شہزادہ ہر اداسی زائل کیے اپنی رواں سانسوں سے، عنیہ کی لرزتی سانس کے ساتھ ہمکلام ہوا۔ لمس کی تمازت دونوں طرف ایک سی ہوئی تو دل نے دھڑکنے کی نئی سبیل اوڑھی، وہ اس کی آنکھوں میں کتنی ہی دیر پھر دیکھ نہ پائی تھی اور وہ اسے خود سے لگائے اسکی پیشانی پر ہونٹ رکھے کتنی دیر اپنا جادو سا یہ فگن کیے رہا۔ عنیہ کا دل شادماں اور آنکھیں اس تسلی سے کچھ بہتر ہوئیں۔

"دوبارہ ایسا نہیں کہوں گا، تم یوں دردناک مت رونا۔ میرا دل تڑپ اٹھا تھا عنیہ، یہاں دیکھو مجھے" وہ اپنے سارے اعتماد کے باوجود دیکھنے میں خود کو ناکام محسوس کر رہی تھی مگر مبشر چاہتا تھا وہ اسے دیکھے۔

"عنیہ لک ایٹ می، مجھے دیکھتی رہا کرو پلیز۔ نظریں جھکاتی ہو تو دل کو کچھ ہو جاتا ہے" مبشر کی تڑپ لفظوں میں پہنچی تو عنیہ نے فوراً سے بیشتر چہرہ اٹھا کر مبشر کو دیکھا جو واقعی پریشان تھا۔

"آئی لو یو مبشر، میری ہر تکلیف آپ میرے قریب آ کر یونہی دور کرتے رہیے گا۔ میں نہیں رووں گی، مجھ سے دور مت جائیے گا۔ آپکے دل کو میرے دل کی عمر لگ جائے، آپکو عنیہ کبھی خود سے دور نہیں جانے دے گی" عنیہ کی آواز میں ہنوز بھیگا پن تھا اور مبشر بہت پیار سے اسکے کھلے بال ایک طرف سے ہٹا کر دوسری طرف کیے اسکی گال پر جھکا اور پیار دیے مقابل آیا۔ عنیہ اپنے دونوں ہاتھ مبشر کے گرد باندھ کر خود بھی مسکرا دی تھی۔

"آئی لو و یو ٹو، اس بات پر خود تمہارا قریب آنا بنتا ہے۔ ایسی کنجوس بھی مت بنو" مبشر صاحب نے زرا سی لفٹ ملنے پر فرمائشی پروگرام کھولتے کہا جس پر عنیہ کرنٹ کھائے اسکے گرد ہاتھ چھوڑے بھاگنے ہی لگی تو مبشر نے اسے اپنی طرف سے جکڑا جس پر اب وہ شرارتی مبشر احمد کے جنون اور دیوانگی کو اسکے چہرے پر آتا دیکھ کر گھبرا رہی تھی۔ چہرے پر پھیلی گلال سرخی مبشر زیادہ قریب سے محسوس کرنا چاہتا تھا۔

"آپ آجاتے ہیں ناں، کافی ہے" عنیہ نے حلق سے لگی گھبرائی آواز کے سنگ منمنانے کی کوشش کی تو مبشر اسکے بلکل قریب چہرہ لے جاتے خطرناک ہوا۔ اب کی بار وہ کسی نرمی اور مہربانی کے موڈ میں ہرگز نہ تھا۔ عنیہ ایک دم سرخ ہو رہی تھی۔

"ناٹ انف فارمی، میں بھی تمہاری اکلوتی چاہت ہوں۔ میرا بھی معصوم سا دل اور خواہش ہے کہ کوئی مجھ پر بھی عنایات کا در کھولے۔ ننھے سے دل کی ننھی سی فرمائش نہیں پوری کرو گی ظالم لڑکی" مبشر بس اسے کسی طرح ازلی تنگ کرنا اور ہنسانا چاہتا تھا مگر وہ اس صورت میں جب مبشر کی سانس کی حدت اسکا ہوش ہوا کر رہی تھی، بلکل بھی ہنس نہیں پائی تھی۔

"رخصتی کے بعد، پلیز" لفظ بمشکل عنیہ کی گم سٹی والی زبان سے نکلے تو وہ شریر بھی پس لب مسکان جذب کیے مسکرایا۔

"ٹھیک ہے پرامس کرو پہلے، ہر روز، ہر پل، ہر دن، ہر رات مجھے میری مرضی کا اظہار دو گی، پھر ہی مانوں گا" ایک لمحے میں بچاری کی سانس خشک کر کے وہ کتنے مزے سے کہہ گیا تھا جس پر عنیہ شرم سے کانپ اٹھی اور نظریں بھی جھکا لیں

"پاگل ہیں آپ، یہ ہر پل والا ہٹا دیں "عنیہ کی لرزتی آواز پر مبشر کو اس پر پیار امڈ آ مگر وہ لٹانے کا ارادہ ترک کیے محترمہ کی ناک سے ناک ملائے ہاں میں سر ہلا گئے۔ عنیہ نے بھی گویا ابھی کی خلاصی کے لیے لمبی سانس خارج کی۔

"ہٹا دیا، لیکن جب میں چاہوں تب تب مجھے عنیہ چاہیے۔ اتنا تو حق بنتا ہے ناں، بولو بنتا ہے یا نہیں؟" مبشر کی یہ نازک انداز میں نازک سی کہی باتیں عنیہ کو بیہوش کرنے کا ارادہ رکھتی تھیں اوپر سے مبشر کا خمار آلود انداز عنیہ کے حواس شل کر رہا تھا۔

"بنتا ہے، اچھا پلیز چلتے ہیں اب۔ ضامن بھیا اور مینا آپی بھی آتے ہوں گے "عنیہ اسکی مسلسل سانسوں کی حدت میں خود پر قابو پانا مشکل محسوس کر رہی تھی تبھی کچھ دور ہوتی ہوئی ہڑبڑائی سی لگی جس پر مبشر نے ایک نظر تسلی سے عنیہ کو جانچا اور مسکرا دیا۔

"دو دن ہیں تمہارے پاس، دوری کے اختتامی مزے اٹھالو۔ عنیہ ایک بات تمہیں ابھی سے بتا دیتا ہوں کہ میں اب مزید تم سے دور نہیں رہ سکتا، تم خود کو مینٹلی تیار کرو۔ تم سمجھ رہی ہو ناں؟" مبشر کی باتیں عنیہ کو اب نڈھال کر گئی تھیں اور وہ تو اپنے دل کی حالت بے قراری سے بنا جھجک کے کہہ گیا تھا۔

"میں سمجھ رہی ہوں، میرے لیے آپکی خوشی ہی عزیز ہے۔ عنیہ آپکی ہی ہے اور آپکی ہونے میں کوئی اعتراض نہیں کرے گی "عنیہ نے ہمت جمع کیے بہت مدھم سی آواز کے سنگ کہا تو بیچ میں نظریں بھی چرا گئی جو لمحہ خود مبشر کی ہارٹ بیٹ مس کر گیا تھا۔

"کیا کروں، جتنی کوشش کر لوں ہوں تو ایک جنونی سا دیوانہ اور ایک لمبے سفر کے بعد بس منزل کا تمنائی مسافر۔ انتظار بھی تو بہت لمبا تھا، لیکن اب ایسا بھی نہیں کہ تمہاری خوشی پر اپنی خوشی کو فوقیت دوں۔ بس خواہش بتائی ہے، تم سارے حق رکھتی ہو، انکار کے بھی اور اقرار کے بھی۔ اس لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں" مبشر جانتا تھا کہ وہ عنیہ کے دل کو شدت سے لرزا چکا ہے تبھی اسکا ہاتھ پکڑے بہت پیار سے اسکی گھبراہٹ ہٹا گیا جس پر عنیہ بھی مسکرا دی۔

"آپکی خواہش، میری خواہش ہے" عنیہ نے ہنوز لرزی پلکوں کے سنگ مبشر کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بنا نظریں ملائے ہی دیوانے کا دل لوٹ لیا اور وہ بھی اب شدید پیارا مسکرایا تھا۔

"سچ میں،" اسے لگا وہ کسی خواب میں ہے۔

"بلکل سچ، اب چلیں مبشر" اب اس قدر پیارے حسین قصد پر تو مبشر سے وہ جان مانگتی تو وہ تب بھی دے دیتا۔ فوراً اسے پہلے پوری رضامند سی مسکان دیتا وہ اسکے ساتھ ہی بیڈ سے اپنا کوٹ اٹھائے باہر نکلا۔ وہ بھی اب جلال ہاوس ہی جانے والے تھے۔

****

زہان اور عریش نے پوری پلاننگ کے تحت آخر کار جنگل سے کچھ فاصلے پر موجود خضر اور آئرہ کی گاڑی تک ضامن اور مینا کو پہنچا دیا اور جب تک خضر اور آئرہ نے دونوں کی آنکھیں کھولیں تب تک ستارہ کی گاڑی جا چکی تھی۔ رات گہری تاریک تھی پھر بھی ضامن کی آنکھوں کی خاموش تکلیف خضر نے محسوس کی تھی۔ وہ خضر سے کچھ کہنے کی سچویشن میں نہ تھا تبھی خضر نے بھی چپ چاپ اسے اپنے سینے میں سمویا اور یہی حال مینا کا تھا جسے آئرہ بہت محبت سے خود سے لگا گئی تھی۔ لفظ تو ان چاروں کے پاس نہ تھے، ضامن بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ بولنے کی کوشش میں ہار جائے۔ وہ جلد از جلد گھر جانا چاہتا تھا۔ خضر اور آئرہ بھی یہی چاہتے تھے کہ اب یہ جدائی کا سلسلہ جلد از جلد ختم ہو تبھی وہ لوگ ترنت جلال ہاوس کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ مبشر اور عنیہ بھی پہنچ چکے تھے۔ رات کے دو بج رہے تھے اور لاونج میں موجود وہ بے قرار ماں جدائی کے ان آخری کرب ناک لمحوں کو بھیگی آنکھیں لیے گن رہی تھی۔ عریش اور زیان کام کے بعد دوبارہ سے وائفیز اور بچوں کے پاس جا چکے تھے۔ کل ویسے بھی مہندی کی رسم کے ساتھ ہی ضامن اور مینہ کے نکاح کی تقریب بھی ڈن تھی۔ اور پھر فیملی کی دو پیاری شادیاں ایک ساتھ ایک ہی جگہ طے پائی جانی تھیں اور یوں جلال ہاوس کی دونوں بہویں پورے حق سے جلال ہاوس کا حصہ بننے والی تھیں۔

وقت بھی کتنا ظالم ہوتا ہے، باقیوں کے لیے ضامن پانچ سال بعد آرہا تھا مگر اس ماں نے تو گویا ایک لمبے عرصے سے اس بچے کی حسرت پالی تھی۔ آج انکی پیاسی ممتا کے سیر اب ہونے کا وقت آگیا تھا۔ دادی، جلال، عنیہ، مبشر سب ہی بے قرار تھے۔ یہ لمحہ بہت دعاوں کے بعد آیا تھا۔ خضر نے اپنی گاڑی باہر ہی روک دی تھی کیونکہ یہاں سے وہ دونوں ہی واپس جانے والے تھے۔ اور صبح سب نے ایک بار ہی آنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ ضامن گاڑی

رکتے ہی باہر نکلا تو ایک لمحے کو وہ اس گھر کی جانب دیکھ کر ہی ہار گیا۔ یہ گھر جہاں وہ زیادہ نہیں رہا تھا مگر آج اس ظالم دنیا کے مقابلے میں اس ٹوٹے پھوٹے ضامن کو واحد پناہ گاہ لگا تھا۔ اسکی آنکھوں کی سرخی رات کے اس اندھیرے کے باوجود عیاں تھی، وہ مکمل سیاہ میں لپٹا ایک سیاہ نصیب تھا جس نے اپنی کوتاہیوں سے اپنی زندگی کی اتنی بہاریں کال کوٹھڑی کو دے دیں۔ مینا نے ایک نظر اس گھر کو دیکھا اور پھر نظریں اس مسمار سے ضامن پر گئیں تو ویسی ہی تکلیف مینا نے بھی محسوس کی تھی اور اسکا ہاتھ مزید شدت سے پکڑ کر ٹوٹی سی تسلی بھی دی۔ وائٹ تنگ ٹراوزر پر نیلی لائننگ والی قمیص اور گلے میں دوپٹہ ڈال کر وہ بجھی سی مینا بھی کہیں دل سے اپنی اور ضامن کی خلاصی پر شکر گزار تھی۔ خضر اور آئرہ نے اداسی سے دونوں کے چہرے دیکھے اور آئرہ نے بڑھ کر مینا کا ہاتھ پکڑا جبکہ خضر بھی اس بکھرے ضامن کے گرد بازو پھیلائے اسے اندر چلنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

"ہمت ٹوٹ رہی ہے بھائی، کیسے سامنا کروں ان سب کا جنکو اتنی تکلیفیں دیں۔ بھلے آج میں واپس لوٹ آیا ہوں لیکن اس پانچ سالا قید نے مجھے زرا بھی مضبوط نہیں چھوڑا۔ یوں لگتا ہے اس ماں کی نظر پڑی تو یہیں دم توڑ دوں گا، یہ میرے لیے بہت مشکل ہو رہا ہے" سرخ آنکھیں غم سے پھٹ پڑیں اور آج وہ پہاڑ جیسا ضامن آخر رو ہی دیا تھا، خود آئرہ کی آنکھیں بھر آئیں اور مینا تو ویسے بھی ضامن کی تکلیف میں برابر کی ساتھی تھی۔ خضر نے اس روتے ضامن کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا اور بہت محبت سے وہ آوارہ آنسو ہٹا کر پرے کیے۔ خضر اسے بنا کہے ہی مضبوط رہنے کا مشورہ دے رہا تھا۔

"کمزور مت پڑو ضامن، میرے بھائی یہ لمحے مزید انتظار کے نام مت کرو۔ وہ ماں بھی جینے کی مستحق ہے، ایک عمر وہ تمہارے لیے تڑپی ہیں، خود کو انکے سامنے ٹوٹنے مت دینا ورنہ انکو سنبھالنا مشکل ہو گا۔ سب بھول جاو، وہ

سب گزر گیا ہے۔اب یہ ضامن احمد کوئی غدار نہیں بلکے مہرو کا بیٹا ہے، اس باپ کا فخر ہے جو نہ ظاہر کر کے بھی تمہارے لیے تڑپا ہے۔ زندگی نام ہی خوشی اور غم کا ہے، یہ سلسلہ تا ابد یونہی قائم رہے گا" خضر تو سب کے لیے ہی مسیحا تھا، ہر روپ میں وہ شفاء تھا۔ خضر کے کہنے سے ضامن نے ٹوٹی پھوٹی ہمت دوبارہ یکجا کی اور ایک اثبات زدہ نظر روئی سی مینا پر ڈالی اور وہ چاروں ہی اندر داخل ہوئے۔ ضامن احمد کو اپنے قدم کئی من وزنی لگے۔ وہ اندر سے حوصلہ کر کر کے تھک رہا تھا۔ جوں جوں فاصلہ کٹ رہا تھا، دلوں میں درد کی شدت بھی اپنے پنجے گاڑ رہی تھی۔

اور پھر وہ لمحہ آ ہی گیا، دروازے سے انٹر ہوتا خضر سامنے دیکھ کر سامنے والوں کو بھی پتھر کر گیا، سب ہی بیقرار سے اپنی نشستوں سے کھڑے ہوئے اور پھر سب کی حسرت زدہ منتظر نگاہیں دروازے سے آندر آنے والے ضامن احمد پر رکیں۔ مبشر تو پھر بھی ضامن کے جیل جانے سے پہلے ملا تھا مگر سب سے زیادہ دلبر داشتہ اور جگر سوز وہی تھا۔ سب کی آنکھوں نے خضر کے ساتھ پتھر جیسے اس ضامن کو آتے دیکھا اور پیچھے آئرہ، مینا کو لا رہی تھی۔ مہرو کا دل لگا رک گیا ہے، جلال احمد کی آنکھیں بھی نمی سے بھریں۔ خود دادی اور عنیہ تک روہانسے تھے۔ اور پھر خضر نے اپنے قدم روک کر ضامن کو بقیہ سفر اکیلے کرنے کا کہا۔ سب ہی ماں بیٹے کے اس دلسوز سے سامنے پر آنکھیں بھیگا گئے۔

مہرو نے روتی ہوئی آنکھوں سے اپنے بچے کو دیکھا اور بے قراری سے لڑکھڑاتی ہوئیں ضامن تک پہنچیں۔ یہ کیا ہو گیا تھا؟ انکا ضامن ایسا تو نہ تھا۔ وہ ضامن جو اپنے چہرے پر سلوٹ تک لانے کا روادار نہ تھا اب جا بجا گزرے سالوں کی تھکن کا پہرہ تھا۔ وہ ضامن کی آنکھیں جن میں غرور کی چاشنی تھی اب صرف سرخی اور تکلیف کا

جہاں تھا۔ وہ نازک ساضامن، ایک پتھر بنا کھر درے روپ میں انکی جان لے گیا۔ وہ اسکی بے ڈھنگی داڑھی، وہ بالوں کی لہریں بے قرار۔ وہ اسکی چال کی تھکن، مہرو کا دل ٹکڑے ہوا جب وہ ضامن کا چہرہ پکڑے بے حد روئی تھیں۔ وہ بھی تیز تیز سانس لیتا اپنی آنکھوں کے ضبط کو روک نہ سکا۔ جلال اور مبشر بھی اپنے بھاری قدم اٹھاتے قریب آئے۔ عنیہ بھی روئی سی دادی جان کے سینے سے لگ گئی تھی۔ خضر وہیں سینے پر ہاتھ دھرے یہ دل گیر ملن دیکھ کر دل سے ہلکا تھا۔

"میرا ضامن، میرا بچہ۔ یہ کیا کر لیا تھا خود کے ساتھ، تم ٹھیک ہو ناں، اب دور تو نہیں جاو گے ناں" مہرو کی آواز میں تکلیف اور گزرے سالوں کی اذیت تھی، ضامن نے بھیگے چہرے کے سنگ نفی میں سر ہلایا اور انکی پیشانی شدت سے چومے انھیں خود میں سمو گیا۔ مہرو کی زندگی نے آخر انکو ایک لمبی مسافت کے بعد آسودگی دے ہی دی، اور جس شدت سے ضامن انھیں خود سے لگائے ہوئے تھا وہ اسکی مہرو کو دی تکلیفوں کی معافی مانگ رہی تھی۔

"ابھی ٹھیک ہوا ہوں مما، پلیز مجھ جیسے برے بیٹے کو معاف کر دیں۔ کبھی نہیں جاوں گا" اور پھر نظریں اس باپ سے ملیں جو تکلیف سے نڈھال تھیں۔ کتنے ہنڈسم بابا تھے اسکے جو اپنے بالوں میں ایک سفید بال نہیں آنے دیتے تھے مگر اب تو وہ قلمیں سفید تھیں۔ آنکھوں کا ڈھلکا سا پن جوان بیٹے کی جدائی کا روگ سنا رہا تھا۔ مہرو اب روتی ہوئیں مینا تک گئیں اور اسے شدت سے خود سے لگا گئیں جس پر وہ بھی رو سی دی۔ ضامن کے قدم جلال تک آئے اور ہار گئے۔ کئی آنسو ضامن کی آنکھوں سے بہتے چلے گئے اور وہ ایک پل ضائع کیے جلال سے لپٹ کر رو دیا۔ بلکل ویسے جسطرح وہ بچپن میں ضد کرتا ہوا لپٹ جاتا تھا۔ مینا اور مہرو اب دادی کی طرف آئیں تو آئرہ

بھی خضر کے ساتھ لاونج میں گئی جہاں اب سب ہی باپ بیٹے کا یہ دلبر داشتہ ملن دیکھ کر غم زدہ تھے۔ جلال بھی اپنا ضبط قابو نہ رکھ پائے اور مبشر بھی بھیگی آنکھوں کے سنگ دونوں سے جا لپٹا جس پر جلال نے دونوں کو خود میں سمو لیا۔

"بس، مرد بن ضامن۔ کیوں میرا ابھی امتحان لے رہا ہے۔ ادھر دیکھو" جلال کو لگا کہ وہ بھی کمزور پڑھ گئے تو شاید سب ہی بکھر جائیں گے، ضامن کا نڈھال چہرہ ہاتھوں میں بھرے وہ روئی سی اداسی لیے بولے تھے۔

"بابام۔۔ مجھے معاف کر دیں۔ آپکی اور مما کی نافرمانی کی پوری سزا پائی ہے، مجھ جیسے برے بیٹے کو معاف کر دیں" ضامن تو آج رو رو کر ہی ہلکان ہو گیا تھا، جلال کا دل بھی آج خوش تھا اور پھر مبشر کو دیر تک خود سے لگائے وہ ساتھ ساتھ اس گھر کی بدلی ہر چیز بھی محسوس کر رہا تھا۔ سب ہی بدل گئے تھے۔ مبشر کتنا ہنڈسم اور پیارا ہو گیا تھا اور ضامن کو یقین تھا کہ اب وہ یقیناً ڈاکٹر مبشر احمد تھا۔ پھر جب دادی اور عنیہ کا تعارف ہوا تو وہ دل سے مسکرایا تھا۔ دادی نے بھی دل کھول کر دونوں کو شفقت اور پیار لٹایا۔ مینا کو بھی سب نے بیٹی جیسا ویلکم دیا۔ سب ہی اب بیٹھ چکے تھے مگر جلال احمد کے قدم اب کھڑے خضر کی سمت تھے جو تھوڑا مودب ہو کر متوجہ تھا۔

"آج سب معافی تلافی ہو ہی رہی ہے تو میں اپنی بھی ایک معافی لینا چاہتا ہوں، خضر سے۔ تم نے جو کہا اس باپ نے کیا خضر، مہرو سے پوچھ لو اسے ان پانچ سالوں میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔ اب مجھے بھی میرا تیسرا بیٹا لوٹا دو۔ آپ سب اس سے میری سفارش کریں، کہ اس بوڑھے باپ میں مزید کسی بوجھ کو اٹھانے کی ہمت نہیں ہے" خضر کے چہرے پر بھی پل بھر کو تاریکی پھیلی، اس نے نظر مہرو پر ڈالی جو روئی سی ہاں میں اسے یہ آخری مہربانی کرنے کی درخواست کر رہی تھیں۔ نظر آئرہ پر گئی تو شربتی کی آنکھوں میں بھی آج تسلی اور ہاں تھی۔

خضر کی آنکھیں رنجیدہ تھیں مگر وہ یوں کسی کو خالی لوٹانے کا ظرف آج بھی نہیں رکھتا تھا۔ جلال سراپا سوال تھے کہ وہ اپنا یہ تیسرا بیٹا بھی چاہتے تھے۔

"میں نے آپکو معاف کر دیا ہے بابا، آپ یوں مجھے شرمندہ مت کریں" یہ لفظ سننے کے لیے جلال کو بھی پانچ سال کا انتظار کرنا پڑا مگر خضر جیسا رحم دل اس جہاں میں وہی ایک تھا۔ لاونج میں موجود ہر فرد کے چہرے پر سکون ابھرا تو جلال بلا تاخیر خضر کو خود سے لگا کر زوردار جپھی ڈال چکے تھے جس پر وہ بھی مدھم سا مسکرایا، نظریں آئرہ سے ملیں تو دل میں بھی آسودگی اتار گئیں۔ امیوشنل ماحول کو ختم کرنے کے لیے اب مبشر پوری رفتار سے ان دونوں کو دبوچے جا لپٹا۔

"ظالمو مجھے بھول ہی جاتے ہو، مانا سب سے بڑا لگتا ہوں لیکن یو نو میں چھوٹو پیس آپ سب کی ہر جپھی میں بنا دعوت کے بھی پکا مہمان ہوں" مبشر صاحب کی کہی بات کی تاثیر ایسی دلفریب تھی کہ سب روئے سے چہرے مسکرا کر کھل اٹھے یہاں تک کہ اب جلال ان تینوں کو اپنے قریب بلا کر خود میں سمو چکے تھے۔ جلال نے ایک نظر مہرو کو دیکھا جو ان پر قربان ہوتی نگاہیں ڈالے دیکھ رہی تھیں۔ یہ لمحے اتنے مکمل تھے کہ خود لمحوں نے اپنا صدقہ اتار لیا تھا۔ جلال احمد کا گھر جشن کے لیے مکمل تیار تھا۔ انکے اب تینوں ناقابل شکست سے بیٹے انکی طاقت تھے۔ مینا بھی مسکرا دی تھی، ایک لمبے انتظار کے بعد اب سب کو سبکی مکمل خوشیاں ملنے کا وقت ہو چکا تھا۔

**********.

سب ہی خوش تھے، ادھوری خوشیاں آخر کار کل کے سورج کے سنگ مکمل ہونے والی تھیں۔ ضامن کی زندگی کا ہر تلخ دور گزر چکا تھا، وہ اب بس ایک عام زندگی گزارنے کا خواہش مند تھا۔ ایک ایسی زندگی جو ہر طرح کی الجھن سے پاک ہو۔ وہ اب مہرو، اور جلال کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے ساتھ مینا کا ہونا دل سے قبول کرنا چاہتا تھا۔ خضر اور آئرہ بھی خوش تھے کہ سب کی زندگی سیٹل ہو گئی تھی۔ ہر کوئی آنے والی ان خوشیوں کا منتظر تھا۔ رات ضامن اپنا سر مہرو کی گود میں سویا تھا، یہ نیند اتنی پر سکون تھی کہ جیسے ان پانچ سالوں کی ہر بے قراری پر حاوی ہو گئی تھی۔ خضر اور آئرہ بھی اسکے بعد چلے گئے تھے اور کل سب کو وقت پر لانے کا عہد بھی کر گئے تھے۔ دادی کے چہرے پر بھی اس گھر کی کامل خوشی دیکھ کر بہار تھی۔ مینا کی اب یہی فیملی تھی، گو اسکے بھائی نے آنے کا وعدہ کیا تھا مگر وہ کچھ کاغذی ایشوز کی وجہ سے آ نہیں سکتا تھا لیکن مینا نے بات کر لی تھی۔ بھائی نے بھی اسے مدت بعد زندہ سلامت پا کر اپنے کئی آنسو بہا دیے تھے اور اسے خوش رہنے کی ڈھیر دعائیں دی تھیں۔ دادی اور عنیہ دونوں ہی پر سکون تھیں۔ مینا کو بھی مہرو نے روم میں آرام کے لیے بھیج دیا تھا مگر مبشر اور ضامن دونوں ہی مہرو کی گود میں سر رکھ کر ساری رات باتیں کرتے رہے اور مہرو اور جلال اپنے ان لازوال سکھوں کو دیکھ دیکھ کر جیتے رہے۔

" آپکو پتا ہے مما، کوئی ایسا دن اور کوئی ایسی رات نہیں تھی جب میں نے آپ سبکو یاد نہیں کیا، مجھے ایسا لگتا تھا کہ میں اس قید میں ہی مر جاوں گا اور آپ سب سے کبھی نہیں مل سکوں گا۔ آج یوں لگتا ہے جیسے میرے مردہ

وجود میں زندگی بہت مدت بعد جاگی ہے" ضامن شدید کرب سے مہرو کا ہاتھ چھومتا بلکل ایک سہما بچہ لگا تھا، جلال اور مبشر بھی اداسی لیے ہوئے تھے۔ مہرو نے بھی درد دیتے تاثر سے ضامن کی پیشانی چومی۔

"بس میری جان، پرانا سب بھول جاو۔ اسے ایک خوفناک خواب سمجھ کر اپنے ذہن سے نکال دو۔ کل دیکھنا اس جلال ہاوس میں کیسی رونق لگے گی، تمہیں پتا ہے تم ماموں بھی بن چکے ہو" اف یہ سکھ کتنا دلفریب تھا جو ضامن احمد کے بجھے چہرے پر روشنی لایا اور وہ بے حد دل سے مسکرایا تھا۔

"ماشاءاللہ، حرا سے ملنے کے لیے بیتاب ہوں۔ اور سب بچوں سے بھی، یقین کریں اس دن کا بے حد بے صبری سے منتظر تھا۔ مجھے تو لگتا تھا میں تایا جانی بھی بن چکا ہوں گا مگر چلو بہت جلد ان شاءاللہ" سنجیدگی سے کہی بات میں ضامن نے بھی ہلکی سی شرارت ملا کر ساتھ لیٹے مبشر کو دیکھتے کہا تو وہاں کی بتیسی فورا سے بیشتر نکل کر جلال اور مہرو کو بھی ہنسا گئی تھی۔

"ھاھا بھائی، آپ بڑے ہیں یار۔ میں پہلے چاچو بننا پسند کروں گا۔ ویسے چاچو تو میں بہت سارے کیوٹ بیبیز کا ہوں۔ عروہ، معاز، یہاں تک کہ ابان اور افروز بھی انکے دیکھا دیکھی یہی بلاتے ہیں۔ ہاں اشھب صاحب وکھرے بندے مجھے ببو کہتے جیسے میں پتانی کتنا بڈھا ہوں۔ اینڈ مسٹر معاویہ زرا چپو شاہ ہیں وہ اپنی معصوم حرا کی کاپی ہے سچی" ھائے شرارت سے مزین اس ہنڈسم سے طبیب صاحب تو بچوں کے اتنے ہی فین تھے جتنے بچے انکے۔ ضامن بھی بہت پیارے انداز میں مبشر کی گال تھپکائے دیکھنے لگا اور جلال تو یہ لمحے بس چپ چاپ جی رہے تھے۔

"ماشاء اللہ، بس کل کا منتظر ہوں میں" ضامن کے لہجے میں اب وقت کی بے رحمی سہہ کر بہت ٹھہراو بھر گیا تھا، ضامن کی مسکراتے ہوئے نظر جلال پر گئی تو وہ یونہی گود سے اٹھا اور بیڈ سے اتر کر سامنے صوفے پر بیٹھے ڈیڈ تک گیا جو اسی کو دیکھ رہے تھے۔ اب مبشر صاحب مماجانی کی گود میں مکمل قبضہ کیے مہرو کا ہاتھ چومے مما کے سنگ ہی جلال اور ضامن کا پیار دیکھ رہا تھا جو بابا کی طرف رخ پھیرے انکا بھی ہاتھ چوم رہا تھا۔

"آپ بلکل فکر مت کریں ڈیڈ، اب میں آپکے بزنس میں آپکا ساتھ دوں گا۔ اب آپ مکمل آرام کریں، آپ اور مما صرف حکم کریے گا، آپکے بچے آپ پر نثار ہو جائیں گے۔ ڈیڈ آپ نے اس گدھے کو معاف تو کر دیا ہے ناں؟" ضامن جانتا تھا کہ اس نے مہرو کے ساتھ ساتھ اس باپ کو بھی حد درجہ تکلیف دی تھی، تبھی ضامن کے لہجئے میں کھارے پانی سا ذائقہ تھا، جلال نے محبت سے ضامن کا چہرہ پکڑے تسلی آمیز انداز میں ہاں کی اور اسے ایک بار پھر زبردست بغل گیر کیا جس پر مبشر بھی مما کا لاڈو بنے ہنس دیا تھا۔

"تم سب میری جان، میری طاقت ہو۔ بس اب اپنے ماں باپ کو اب اپنی جدائی مت دینا۔ میں اور مہرو چاہتے ہیں کہ تم اور مبشر ہمیشہ ہمارے ساتھ رہو، مینا اور عنیہ اس گھر کی لاڈلی بہوئیں ہیں۔ خضر اور آئرہ بھی اس گھر کا حصہ ہیں۔ میں چاہتا ہوں کل سے جلال ہاوس میں خوشیوں کے نزول کا جو سلسلہ شروع ہو گا وہ ہمیشہ رہے" جلال کے لہجے میں اب بس خوشی کی حسرت تھی، وہ اپنی باقی کی زندگی اپنے بچوں کے ساتھ گزارنا چاہتے تھے۔ مبشر کو یک دم ہی عنیہ کی بات یاد آئی تو شہزادے نے غائبانہ طور پر بھی محترمہ پر پیار کی برسات لوٹا دی۔ محبت، خوشی اور باہمی سکون کا یہ سلسلہ اب ممکن تھا کہ لازوال ہونے کو ہے۔ بہت سی خوشیوں نے ان سب کے دروازے پر ایک حسین اور دلکش سی دستک دے دی تھی۔

****

نیا دن، نئی امنگیں اور نئی ترنگیں لیے اپنے بازو پھیلائے ہر فرد کو خود میں سمیٹ لینا چاہتا تھا۔ پورا جلال ہاوس رنگ برنگی شاہی سجاوٹ سے مزین ہو کر مہک رہا تھا۔ دن بارہ تک سب ہی جلال ہاوس میں سدھار چکے تھے۔ ضامن اور مینا آج کے وی آئی پی چہرے تھے جنکی ہر تھکن اور اداسی ان خوشیوں کے بیچ کہیں دب گئی تھی۔ مینا اور عنیہ کو ایک ساتھ ہی آئرہ سیلون لے گئی تھی جبکہ افراح نے دادی اور مہرو کے ساتھ گھر میں رہ کر بقایا تیاریاں پکڑلی تھیں۔ جنت اور حرا نے بچوں کی ماشاءاللہ سے لمبی پلٹون کو سنبھالا جن میں انکے ابا جانو نے بھی بھرپور ساتھ دیا۔ حرا بھی خوش تھی اور کتنی ہی دیر ضامن بھیا سے لپٹی ہوئی انکی موجودگی کا خود کو یقین دلاتی رہی۔ اور وہ معاویہ جسے دیکھ کر ضامن کا دل مہکنے لگا۔ یہ اسکی پیاری سی شہزادی بہن کا بیٹا بلکل اسی طرح نازک۔ پھر اس قسمت کے دھنی نادم حسین سے ملا تو کتنی ہی دیر ان نئے رشتوں سے ہمکلامی میں صرف ہو گئے۔ ضامن اور مبشر بھی خیر سے رات کے سپیشل دلہے تھے لہذا انکو سیلون لے جانے کی ذمہ داری زیان اور عریش نے خوشی خوشی قبول کی تھی۔ ویسے بھی ضامن کو ایک اچھے ہیر اسٹائیل کٹ کی اور چہرے پر اچھے خاصے ورک کی ضرورت تھی۔ ماڈرن بچے تھے لہذا سیلون ہی بیسٹ تھا۔ خضر، نادم اور جلال گھر ہی آگے پیچھے کے کاموں میں لگ چکے تھے۔ بچہ پارٹی نے دونوں نازک کڑیوں کو اچھا کام لگایا تھا۔ سب ہی رات کے لیے بہت پرجوش تھے۔ کامل بابا خود تو مصروفیات کی وجہ سے نہ آسکے مگر وہ سب بچوں کے لیے اپنے مظفر آباد کی خصوصی سوغاتیں اور دعائیں کلیم کے ہاتھ بجھوا چکے تھے۔ گھر کا ہر گوشہ خوشی ہمکتے انداز میں مسرور تھا۔ دادی

جان تو یہاں کی بھی سائبان تھیں جن کے سائے تلے اب یہ سب لوگ جیتے تھے۔ شمس اور ہاجرہ نے بھی رات آنے کا ارادہ کیا تھا اور نادم بھی شام تک نکل گیا تھا کیونکہ امی بابا کو پک کرنا تھا۔ مہندی کا سارا فنکشن گھر ہی رکھا گیا تھا کیونکہ جلال کی بھی اتنی لمبی چوڑی فیملی نہ تھی، وہ بھی دو بھائی تھے جن کا بڑا بھائی بہت پہلے دنیا سے رخصت ہو گیا تھا اور انکی بیوی اور بچے ویسے بھی مستقل یورپ تھے تو پھر جلال کی فیملی یہی سب تھے۔ کچھ آفس کے کولیکس اور چند دوستوں کے علاوہ بس اپنی چند فیملیز ہی تھیں۔ ویسے بھی خود جلال اپنی ان خوشیوں میں بس اپنے قریبی پیاروں کی شرکت کے حق میں ہی تھے۔ ویسے بھی اب یہ ساری فیملیز ایک مربوط خاندان کے جیسے باہمی مضبوطی سے جڑی تھیں اور ان سب کے ایک ساتھ ہونے کے بعد اور کسی کی گنجائش نہیں بچتی تھی۔
مہرو کے دل کے تمام دکھ جھاگ کی طرح بیٹھ گئے، وہ اس سجے سنورے جلال ہاوس کو دیکھ کر ایک لمحے کو شکر گزاری سے اپنی آنکھیں نم کر گئیں۔ ایک مدت کانٹوں کا سفر طے کرنے کے بعد اللہ نے مہرو کی ہر تکلیف اور صبر کا پھل عطا کر دیا تھا۔ آج وہ دن تھا جب مہرو کے سب بچے انکے ساتھ تھے۔ خضر، جس پر وہ اپنی جان تک وار سکتی تھیں۔ آج وہ خاقان کے سامنے بھی سرخرو تھیں، اب نہ خضر ان سے دور تھا نہ وہ دور رہنے پر قائل تھا۔ وہ بیٹا جو واقعی ایک قابل رشک مرد تھا۔ سب کی نظر میں اچھا بھائی، اچھا بیٹا، اچھا شوہر اور اچھا باپ تو تھا ہی مگر ملک کی حفاظت کا ایک ناقابل فراموش استعارہ بھی تھا۔ وہ نازک سی حرا جو کسی کی اونچی آواز سے ڈر جایا کرتی تھی آج چہکتے روپ کے سنگ اپنی خوبصورت فیملی کے سنگ بے حد خوش تھی۔ معاویہ اور حسین نے اسکی زندگی مکمل کی تھی اور اسکے ساتھ وہ نادم کی طرح ایک کامیاب پر اعتماد بزنس وومین تھی۔ وہ چھوٹا سب سے مہربان، رحم دل سا مبشر جو بچپن سے اتنا ہی پیارا تھا اب تو اس گھر کی جان سے بڑھ کر عزیز تھا۔ اسکی رحم دلی پر اسکا ڈاکٹری کا پیشہ خوب جچتا تھا، اسکے دل میں غریب لوگوں کا درد دلیتا تھا۔ وہ جو اپنی محبت، بلکے اپنی انوکھی محبت

کے بدلے اب اپنا سچا سکھ پانے والا تھا۔ پھر وہ بیٹا جو مہرو کے لیے ہمیشہ دکھ بنا رہا، ستاتا رہا مگر آج سے اس نے اس ماں کی خوشی بڑھانے کا عہد باندھ لیا تھا۔ وہ جو بھٹک گیا تھا پھر اسے زمانے کی سختی سہنی پڑی مگر وہ لوٹ آیا۔ آج وہ بھی اپنی کامل خوشی پانے والا تھا۔ یہ سب اتنا پیارا کبھی نہ ہوتا اگر ان سبکی ماں مہرو نہ ہوتی۔ مہرو کا حوصلہ اور ہمت تھی کہ آج انکے پاس جان لٹانے والا ہمسفر تھا اور دل و جان سے قربان بچے تھے۔ اور پھر اور کئی پیارے جو اس فیملی میں شامل ہوئے۔ زیان اور افراح جو مہرو اور جلال کے لیے اب بلکل اپنے بچوں کی طرح تھے۔ عریش اور جنت سب کے ساتھ ساتھ جلال اور مہرو کے بھی لاڈلے بچوں کا جوڑا تھا۔ وہ مہربان سی دادی جو کسی پر بھی محبت لٹانے سے پہلے زرا نہ سوچتی تھیں۔ جلال اور مہرو کو کنیز باجوہ کی صورت ایک ماں ملی اور سب بچوں کی پیاری دادی تو وہ ہمیشہ سے تھیں۔ پھر وہ اللہ کی دی ہوئی رونقیں، صرف معاویہ، عروہ اور معاذ ہی نہیں۔ افروز، اشھب، اور ابان بھی انہی کے پوتے پوتیاں تھے۔ یہ بچے تو سب کی جان تھے، رونق تھے۔ وقت نے آخر یہ ثابت کر دیا تھا کہ ہمیشہ تکلیف نہیں رہتی۔ غم طویل سہی مگر ایک دن خوشیوں کا بھی ضرور آتا ہے۔ آج تو ہر منظر اس جلال ہاوس کے رنگوں کا صدقہ اتار رہا تھا۔ ہر چہرے کی تابندگی کو ہوائیں رک رک کر سلام کر رہی تھیں۔ ان خوبصورت محبتیوں، چاہتوں اور نعمتوں کو اب کسی کی نظر نہ لگے۔

****

مہندی کا فنکشن اپنے پورے عروج پر تھا۔ کچھ دیر پہلے ہی ضامن اور مینا کا نکاح ہوا تھا۔ تمام سجے سنورے مرد حضرات سفید سوٹ کی تھیم میں آفتوں سے بھی بڑی آفتیں لگ رہے تھے۔ بس دونوں دلہوں کے گلے میں

گرین اور پیلے دوپٹے ڈلوا کر تھوڑا ڈفرینس کریٹ کیا گیا تھا۔ محبت اور حسن کے ایسے جلوے آج پہلی بار بکھرے تھے۔ سب سے پہلے لان میں بھاگتے دوڑتے وہ شہزادے اور شہزادیاں الگ ہی سحر باندھ رہے تے۔ افرواز اور عروہ دونوں ہی گہری سبز اور پیلی پرنسس فراکس پہنے ہوئے ایک دوسرے سے بڑھ کر کیوٹ لگ رہی تھیں۔ عروہ اور افروز تھیں بھی بہت پر کشش اور پیاری کہ زرا سا تیار ہونے پر نظر لگ جاتی تھی تبھی آئرہ اور افراح نے دونوں پر ہی نظر رکھی ہوئی تھی۔ اشہب اور معاویہ صاحب کی نگرانی کے لیے سپیشل میڈ کو آرڈز تھے کہ وہ دونوں چھوٹے پیس ہیں لہذا ان کا خاص خیال رکھا جائے۔ دونوں کی ممی جان نے دونوں کو چھٹکی آفتیں بنا رکھا تھا۔ اشہب صاحب تو تیار ہو کر زیادہ ہی بجلیاں گراتے تھے جبکہ معاویہ بھی پیارا تھا مگر وہ اشہب کے مقابلے میں سمارٹ تھا۔ اور پھر دو چپو مگر اندر سے پورے شرارتی ابان اور معاز نے بھی ایک جیسی ہی ڈریسنگ کر رکھی تھی۔ وہ بھی میل تھیم کے مطابق چھوٹے دلہے بن کر گلوں میں دوپٹے ڈال کر اترا رہے تھے۔ بچہ پارٹی پر میڈ کے علاوہ انکے سگھڑ والدین کی بھی پوری نظر تھی۔ فاحد بھی اپنی ممی اور ڈیڈی کے ساتھ آیا تھا لہذا وہ بھی سمجھدار تھا اور سبکو قابو بھی اچھے سے کرتا تھا۔ اور پھر خوبصورت سے دو کپلز۔ مبشر صاحب تو آج حسن کی انتہا پر پہنچ کر دیکھنے والے کو اپنے جادو میں ڈبو رہے تھے اور اوپر سے اسکی ظالم شرارتی مگر پھر بھی مہربان سی مسکان جو پہلو میں بیٹھی وقت کی نئی شہزادی کو دیکھ کر مزید دلفریب ہو رہی تھی۔ عنیہ کا پورا لہنگا گرین اور ریڈ شیڈ کا تھا اور سر پر دوپٹہ آج دونوں دلہنوں نے نہیں لیا تھا بلکے وہ بہت مہارت سے انکے کندھوں پر سیٹ تھا۔ مینا کا قد ضامن جتنا تھا اور وہ تھی بھی لمبی اور اسی حساب سے اسکا لہنگا بھی مزید لمبا اور فرش کو لگ رہا تھا۔ اسکے ڈریس کا رنگ گہرا پیلا اور میرون تھا۔ دونوں دلہنوں نے بالوں کو کرل کر کے گجرے لگوائے تھے جبکہ دونوں کی آج کی جیولری بھی پھولوں سے بنی تھی۔ ضامن بھی نئے داڑھی اور بالوں کے مہذب اسٹائیل میں

آ کر اپنے گریس فل بھاری وجود کے سنگ جلوے بکھیرتا ہوا مسکرا رہا تھا۔ اور پھر ساڑھیوں کے پلو درست کرتیں دو حسینائیں، دادی اور مہرو۔ دونوں ہی ساتھ ماں بیٹی ہی لگتی تھیں۔ آج تو ہاجرہ نے بھی اپنے حسن کو ساڑھی سے چمکار کھا تھا۔ افراح، جنت، آئرہ اور حرا۔۔۔۔۔ حسن کی اصل ملکائیں، ماہرانیاں، اپسرائیں، اپنے اپنے ہینڈسم سے ہسبنڈز کی جان افروز اور ہوش ربا سی وائفیز۔ آج بھی اپنے اترائے حسن کے سنگ محفل کا اصل رنگ و روپ تھیں۔ جلال، شمس، سچے پکے دوست بھی سفید سوٹ پر کوٹ پہنے ان رونقوں پر اللہ کے شکر گزار تھے۔ کمال، زیان، عریش، خضر، کلیم، نادم بھی جان نثار چہروں کے سنگ تقریب کے حسن میں اضافے کا باعث تھے۔ مہندی پر ہی نکاح کی تقریب کا خیال بھی دادی جان کا تھا تا کہ پھر آرام سے شادی ہو جاتی۔ بارات اور ولیمے کا سارا انتظام ایک بار پھر منہاج ریسٹورینٹ میں کیا گیا تھا کیونکہ ہزل ان سب کے لیے خضر، زیان کے اچھے دوست تھے۔ یاد رہے کہ ستارہ کی حقیقت گھر کے بس چند بہت ضروری لوگ جانتے تھے جن میں دادی، جنت، مبشر، عنیہ ہی تھے۔ مہندی کی تقریب ختم ہوئی تو سب بڑے کپلز نے ضامن اور مینہ کو کچھ دیر پرایویسی دی جو خود ضامن چاہتا تھا۔ باقی وہ سب کھانے کے بعد لاونج میں جمع تھے اور جنت اور افراح نے سب کے لیے چائے کے ساتھ کافی لوازمات بھی بنا دیے تھے۔ اب شادی تک سب مہمان یہیں تھے اور سب کے لیے جلال ہاوس میں موجود سارے کمرے ریڈی کروا دیے گئے تھے۔ ویسے بھی جلال ہاوس سوچ سے زیادہ بڑا تھا اور آج حقیقی معنوں میں آباد ہوا تھا۔

کمرے میں جگہ جگہ پھولوں کے تھال اور چوڑیوں، مہندیوں اور گجروں سے بھری ٹوکریاں دھری تھیں۔
ضامن نے اپنے سامنے مہندی کے لباس میں کھڑی مینا کو دیکھا تو بے حد پیارا مسکرایا، وہ بھی اپنی تحیر سے کھلی آنکھیں ضامن کے پرسکون چہرے پر ڈالے اس سے زیادہ پرسکون تھی۔

"کیا تم خوش ہو مینا؟" وہ جانتا تھا یہ سوال بہت کھلا جواب رکھتا ہے پھر بھی وہ مینا کے منہ سے اب یہ بات پورے حق سے سننے کا تمنائی تھا۔ مینا نے اپنے حسن سے لبریز چہرے پر چاہت کی بہار موجزن کی اور مزید آگے بڑھ کر ضامن کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے سر جھکا گئی۔ ضامن نے دوسرے ہاتھ سے مینا کا چہرہ اوپر کیا تو اسکی خاموش آنکھیں شکر گزاری کی نمی سے بھری پڑی تھیں۔

"خوش ہونا کیا ہوتا ہے یہ آج ہی جان پائی ہوں، یہ نکاح میرے اندر اک نئی زندگی بھر گیا ہے ضامن۔ میں بھی اس قید میں ہی مر جاتی اگر مجھے اس دن کے آنے کا یقین نہ ہوتا۔ جس طرح تم نے اور تمہاری پوری فیملی نے مجھے محبت کی قبول کیا میں اس پر کوئی لفظ چاہ کر بھی نہیں کہہ سکتی۔ بہت بے مول تھی مینا، لیکن مینا ضامن احمد بنتے ہی کندن ہو گئی ہے" وہ بھی اپنی پانچ سالا جدائی کا سارا دکھ اپنی آنکھوں میں لیے بہا گئی اور ضامن اسکی تکلیف کا لمحہ لمحہ محسوس کر سکتا تھا۔ ضامن نے اسی ہاتھ سے مینا کے چہرے پر ڈھلتی نمی صاف کی اور اسکی اور اپنی بے قراری مٹانے کو اسے خود میں سمو گیا۔ دونوں کی آنکھیں شکر گزاری کا استعارہ تھیں۔

"مینا ہمیشہ میرے ساتھ رہنا، میرے لیے بھی اب میری فیملی اور تم سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ میں اپنے کیے ہر بد فعل کی تلافی کروں گا، تمہیں وہ محبت دوں گا جسکی تم مستحق ہو۔ اور یہ ضامن احمد بھی اب پورے حق سے

تمہارا ہے، مکمل، سارے کا سارا" ضامن نے اسے بازوں سے تھامے روبرو کرتے ہوئے ایک اور سکھ لٹایا جس پر وہ روتی ہوئی مینا خوشی سے ہنس دی تو یہ منظر دھوپ چھاوں کے امتزاج کو مات دے گیا۔

"ہمیشہ ساتھ رہوں گی، میرا اب تم سب کے سوا ہے ہی کون۔ تم پہلے سے زیادہ مہربان ہو گئے ہو، تم کبھی برے نہیں تھے اسکی گواہ میں ہوں۔ اسکا ثبوت یہ نکاح ہے، اور اسکی ترجمانی ہم دونوں کے پر سکون دل کر رہے ہیں۔ میری زندگی اب تم سے جڑی ہے، آئی لو یو ضامن" مینا چاہتی تھی کہ یہ اداسی آج پر ہی موقوف رہے۔ کل کا دن وہ اپنے اور ضامن کے لیے بس خوشی کا چاہتی تھی۔ ضامن نے کچھ لمحے اس لڑکی کو دیکھا، یہ لڑکی جو اسکی ہر مصیبت میں اسکے ساتھ تھی۔ آج سکون کی ابتدا میں بھی پہلو میں تھی۔ بے قراری اور جنون تو دونوں کے دلوں میں پلتا رہا تھا۔ گو مینا کے اظہار کا جواب سانسوں کی تجارت سے بہتر ہو نہیں سکتا تھا اور دو تھکے مسافروں کو ایسی ہی کسی ٹھنڈی قربت کا ارمان تھا۔ دل جی اٹھے تھے، نزاکت خیز نزدیکی کا یہ سلسلہ دروازے کی دستک پر فوراسے بیشتر ٹوٹا تو دونوں ہی اپنے دل کے اتھل پتھل ہوتے دھڑکا و قابو کیے متوجہ ہوئے تو ضامن کی اجازت پر دوسرا حسین کپل شریر ہنسی لیے اندر وارد ہوا۔ اب تو چاروں کے چہرے پر شرارت تھی۔

"ھاھا سوری بھائی یقیناڈسٹرب کیا پر کیا کریں ابھی ہم ہڈیاں آپکو زیادہ پرایویسی نہیں دے سکتے۔ سب نیچے آپ دونوں کو بلا رہے ہیں" مبشر صاحب میں بھی آج حد سے زیادہ شریر لہراتری ہوئی تھی جس پر عنیہ بھی اپنے پگلو پر زیر لب مسکرادی۔ جبکہ ضامن اور مینا کی نظریں اسی نازکی سے مل کر سب تباہ کر گئیں اور دونوں کی آنکھوں کے اس عاشقانہ ملن کو عنیہ اور مبشر نے جی بھر کر دیکھا۔

"اہمم اہمم بھائی" مبشر نے تو طے کر لیا تھا کہ آج کسی کو جینے نہ دے گا، اب کی بار وہ دونوں بھی موہنا ہنسے تھے جس پر ضامن اب مسکرا کر مبشر سے بغل گیر ہوا۔

"تم تو میری جان ہو، ہم دونوں کو یہ ہڈیاں دل سے قبول ہیں" تو گویا ضامن کے اندر بھی اب شفقت بھر گئی تھی اور وہ اس چھوٹی سی عنیہ کے سر پر بھی ہاتھ رکھے مسکرایا تھا۔ مبشر کا دل بھی اس وقت کی کاملیت پر جگمگایا تھا۔ وہ سب پھر ایک ساتھ ہی نیچے آئے تھے اور ممکن تھا کہ آج کسی کا بھی سونے کے لیے کوئی موڈ نہ تھا۔

****

سب کو گپ شپ میں رات کے دو بج گئے مگر کیونکہ صبح شادی تھی تو سب نے ہی ضروری نیند لینے کو کمروں کی راہ پکڑ لی تھی۔ اشہب، ابان اور معاز تو اپنے اپنے اماں ابا کے ساتھ تھے جبکہ افروز اور عروہ نے عنیہ کے ساتھ سونے کی فرمائش کی تو عنیہ دونوں کو اپنے ساتھ ہی لے آئی تھی۔ دادی جان بھی الگ روم میں تھیں۔ افروز اور عروہ پورا دن اچھلتی رہی تھیں تبھی عنیہ سے باتیں کرتی کرتی فوراً سو گئیں۔ عنیہ بھی مسکراتی ہوئی دونوں کے سونے کے بعد اپنا بھاری ڈریس بدلنے چلی گئی۔ دل سے وہ ان دو باڈی گارڈز پر شکر گزار تھی ورنہ ابھی تک مبشر سب سے آنکھ بچائے موقع پر پہنچ چکا ہوتا۔ یہی سوچتی ہوئی وہ واش روم سے نکلی تو اب وہ بہت پیاری سی شارٹ کڑھائی دار قمیص اور پلازو میں تھی۔ دوپٹہ اس نے پہلے ہی بیڈ پر رکھ دیا تھا۔ آئینے کے سامنے وہ اپنی خوبصورتی

کا صدقہ اتارتے ہوئے مسکرا دی، کمرے میں مدھم سی مدہوش روشنی موجود تھی اور ٹھنڈ کا اثر بھی آج کچھ زیادہ تھا۔ اسکے کمر پر جھولتے سیاہ بال ابھی بھی آگے سے کرل تھے البتہ چہرے پر ہر منصوعی حسن اتر کر اسکا اصل روپ سامنے لا چکا تھا۔ عنیہ ابھی مبشر صاحب کو جانتی نہیں تھی تبھی بڑے ریلکس موڈ میں جو نہی مین لائیٹ آف کرنے لگی اسی لمحے دروازہ ناک ہوا۔ عنیہ کو بے دھیانی میں دوپٹے کی یاد ہی نہ رہی اور وہ ایک نظر سوئی ہوئی افروز اور عروہ کو دیکھا اور احتیاط سے دروازہ کھولنے گئی مگر دیوار سے لگ کر بھینی بھینی شرارت کے ساتھ مبشر کو دیکھ کر پتھر ہوئی جو ایک لمحے میں اسے اندر بڑھے دیوار سے لگا کر دروازہ بند کر گیا مگر عنیہ کے گھبرائے تاثرات اور سامنے بیڈ پر سوئیں دو پرنسس دیکھ کر بچارے مبشر کا سارا ارمان سیلابی ریلے میں بہا اور مبشر کا سیڈ ایکسپریس دیکھ کر عنیہ نے بمشکل اپنی بتیسی چھپائی۔

"کیا یار، یہ کیوں سو رہی ہیں یہاں۔ ناٹ فیئر" مبشر صاحب خاصی دکھی سرگوشی کیے بولے تو عنیہ نے خود کو مبشر کی گرفت سے چھڑا کر فوراً سے پہلے بیڈ کے کنارے پر رکھا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر پھیلایا جس پر مبشر مزید اداس ہوا۔

"بری بات ہے ناں، پرنسس ہیں۔ کتنی پیاری ہیں، دونوں ضد کر رہی تھیں کہ میرے ساتھ سونا ہے تو میں ساتھ لے آئی۔ آپ بھی شرافت سے جا کر سو جائیں" عنیہ تو اچھی لطف اندوز ہو کر پیارے ہبی کو مایوس کیے چلتا کرنے کے چکر میں تھی مگر اب وہ بھی مبشر صاحب تھے ایسے کیسے چلے جاتے۔

"اور اگر کل بھی ان دونوں نے ضد کی؟" مبشر اب زرا سختی سے بے خود ہوا عنیہ کی کلائی مڑورے ڈریسنگ روم کی دیوار کے ساتھ لگا کر بولا جہاں سے صرف مبشر ہی کی نظر بیڈ تک جاسکتی تھی جو عنیہ کو دیوار سے لگائے اس پر جھکا ہوا تھا۔عنیہ کو مبشر کی آنکھوں میں جنون سا دیکھائی دیا مگر وہ بھی آج شیرنی نمرون تھی۔

"تو کل بھی سلالوں گی ناں" ھائے مبشر کا امتحان لے رہی تھی اور وہ اب اس ظلم پر منہ بسور کر اسے کچا چپانے کا ارادہ رکھتا تھا۔عنیہ شرارت سے ہونٹ کا کونا دباتی اسے صاف صاف بہکا رہی تھی۔

"کل تمہارے ارد گرد تمہارا سایہ بھی ہوا تو برداشت نہیں کروں گا، باقی سب کی تم کل زرا بھی نہیں سنا تم نے" اف مبشر کے بے قراری سے کہے یہ الفاظ عنیہ کا دل روک گئے تھے، وہ اس حسرت پر مر مٹنا چاہتی تھی۔عنیہ زیر لب مسکرا کر دیوانے کی بے صبر بے تابی دیکھ کر خود بھی کل کی پہلے سے زیادہ منتظر تھی۔

"سن لیا، ھاھا آپکو تنگ کر رہی تھی ناں۔کل آپکا دن ہے صرف آپکا" عنیہ سے خود زیادہ دیر مبشر کی اداسی اور سنجیدگی نہ دیکھی گئی اور وہ بھی ایسی بات پر فری ہو کر جھکا مگر عنیہ نے بڑی مہارت سے اپنے چہرے پر اپنے دونوں ہاتھ چھڑوائے رکھ لیے اور ہلکی سی ہنس کر ہاتھوں کی اوٹ سے مبشر کو دیکھ رہی تھی جو محترمہ کی نہایت ناکام سی بچ نکلنے کی کوشش پر دل ہی دل میں ہنسا اور بڑے آہستگی سے دونوں ہاتھ ہٹا کر اپنے ہاتھ پھنسائے دیوار سے لگا گیا تو اب عنیہ بھی اس قید میں بے یارومدگار سی مبشر کے مدہوش ہوتے چہرے کو دیکھ کر لرز اٹھی۔

"مبشر، آج نہیں کل "یوں جکڑے جانے سے عنیہ کا ریشمی شانوں پر پھیلا یا دوپٹہ پھسل کر فرش بوس ہوا تو عنیہ مزید کنفوز ہو کر اپنے جکڑے ہاتھوں کو دیکھ کر مبشر کے سنجیدہ چہرے پر نگاہیں لے گئی جو اسکے دل میں گدگدی مچارہی تھیں

"یہ جو کل ہے اسے میرا دل چاہتا قتل کر دوں، چلو کیا یاد کرو گی کیسا سخی شوہر ہے" دونوں ہاتھ ویسی ہی نرمی سے آزاد کیے اب اگر عنایت ملی ہی تھی تو عنیہ کو بھی لگا اسکی جان میں جان لوٹی ہے مگر وہ تب کانپ اٹھی جب مبشر اسکی گردن کی ابھرتی رگوں پر اپنا ہاتھ پھیر رہا تھا۔ عنیہ کا دل چاہا اسکے ہاتھ کو روک دے مگر وہ اس نازک سچویشن سے بچنے کا ایک ہی حل سوچ پائی جو مبشر کے سینے میں چھپنا تھا۔ مبشر نے بھی خوشی خوشی یہ آخری فرار قبول کیا اور پوری قوت سے بچاری کو بھینچ گیا یہاں تک کہ عنیہ کے چہرے پر ایسی ظالمانہ گرفت سے اچھے خاصے زاویے بنے اور وہ مبشر کی کمر پر رکھے ہاتھ سے ایک پنچ بھی رسید کر گئی جس پر وہ بھی آہستہ آواز میں قہقہ لگائے گرفت ڈھیلی کر گیا۔ تھا تو پورا پہاڑ مگر جیسا بھی تھا عنیہ کو قبول تھا۔ اس سے پہلے کہ اس موہوم قربت میں بھی خماری اترتی، عنیہ فوراً سے گڑبڑاتی ہوئی مبشر سے الگ ہوئی اور وہ اسکی تیز رفتار سانسوں کو سننے اسکے چہرے کے قریب ہوا۔ دونوں حد درجہ سنجیدہ تھے، اور یہ سنجیدگی دونوں ہی کی جان لے رہی تھی۔

"مبشر اب آپ جائیں، وہ دونوں اٹھ گئیں تو کتنی آکورڈ سچویشن ہو گی" عنیہ کا ہوش بھی ان سانسوں سے اڑ رہا تھا اور مبشر تو کل کا سوچ کر ہی خمار میں تھا۔ وہ مزید قریب ہونے سے خود کو روکتا ہوا فرمابرداری سے مسکرا کر گردن موڑے سامنے مزے سے سوئیں دونوں پریوں کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"نہیں اٹھتیں یار، کباب کی ہڈیاں بن کر بڑی چین کی نیند سوئی ہیں" مبشر اور وہ باقاعدہ سرگوشیوں کی صورت بول رہے تھے اور اب اس بات پر دونوں ہی کی بتیسی چھوٹی تھی۔ عنیہ نے پھر سے مبشر کے چہرے کی سنجیدگی بھانپتے ہوئے فوراً سے پہلے جھک کر دوپٹہ اٹھا کر پھیلایا جس پر مبشر شدید پیارا ہنسا۔

"چاند کی چاندنی بھی کبھی چھپانے سے چھپی ہے نک چڑھی، میں چاند اور یہ آفت میری چاندنی۔ھاھاقسم سے تم اس وقت مجھے آئس کریم سے زیادہ مزیدار لگ رہی ہو" پھر سے عنیہ کو اپنی توانا بازوؤں میں لیتا مبشر پہلے سنجیدہ اور پھر دو معنی سا ہو کر گال پر شرارت کیے عنیہ کو پھر سے امتحان میں ڈال رہا تھا اور وہ اپنی آنکھیں سختی سے بند کیے جب کھول رہی تھی تو مبشر کو خود کی سمت نثار ہوتی نگاہوں سے دیکھتے پایا تو مزید گلابی ہوئی۔

"پاگل ہیں آپ، چلیں ناں اب جائیں۔ وعدہ کرتی ہوں کل آپکے کسی اظہار یا شدت کے بیچ نہیں آوں گی، لیکن مجھے تھوڑا بہادر ہونے دیں۔ بھلے ہم ایک دوسرے کو بہت اچھے سے سمجھتے ہیں لیکن آپ جانتے ہیں یہ دن ایک لڑکی کے لیے بہت ٹف ہوتا ہے، وہ انتظار جو ہم دونوں نے پل پل کیا ہے اسکا ختم ہونا میرے لیے بھی اتنی ہی خوشی لایا ہے جتنی آپ کے لیے۔ پھر بھی۔۔۔۔" مزید بولنے کی اجازت مبشر نے اس سے چھین لی تھی، وہ بھی محبت سے اسکے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے اسکے ایک ایک نقش کو پوری دلبری سے دیکھ رہا تھا اور پھر آنکھوں سے ہمکلام ہوا۔

"آئی نو اپوری تھنگ، تمہاری ہر گھبراہٹ سمجھتا ہوں عنیہ تمہیں میرے سامنے کسی بھی چیز کو جسٹیفائی کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن وہی کہوں گا کہ اب چاہ کر بھی تم سے دور نہیں رہ سکتا، آئی ایم سپر ایکسائیٹڈ فار ٹومارو" مبشر کا دل تو بہار تھا، وہ بھی اب اس بہار پر خزاں کا سایہ تک آنے نہیں دینا چاہتی تھی۔ وہ ان سالوں میں بہت کم بار خود مبشر کے قریب آئی تھی مگر آج اسے ضروری لگا اور وہ بہت پیار سے مبشر کی گال پر دیر تک ہونٹوں کا لمس رکھے اسکو مزید خوش کر گئی تھی۔

"می ٹو، نہیں رہوں گی دور۔ رہ ہی نہیں پاوں گی کیونکہ آپ عنیہ کی جان سے بھی پیارے ہیں" عنیہ اس دیوانے کواب کسی بھی اظہار کی کمی کی مستحق نہیں سمجھتی تھی اور وہ تو عنیہ کی ان باتوں پر اپنی جان تک وار دینے کا خواہش مند تھا۔ مسکراکر اس نے عنیہ کا بہکاتا حسن دیکھ کر دل و دماغ جھٹکا اور اسکی پیشانی پر شدت عطا کیے مڑ گیا۔

"بس اب مجھے اچھی نیند آئے گی، ویسے بھی کل تو کسی کے حسن نے میرے ہوش، نیند سب اڑا دینے ہیں تو میں معصوم زرا سو لیتا ہوں جا کر۔ بائے جان، مس یو سو مچ" ہنستا ہوا شریر ترنگ میں کہتا مبشر چھوٹے چھوٹے قدم چلتا دروازے تک گیا تو وہ بھی انہی قدموں سے ہنستی ہوئی دروازے تک آئی جہاں وہ آدھا کمرے سے باہر ہو کر بھی عنیہ کو ظالم سا دیکھ کر مینا سا ہنس رہا تھا اور اس سے پہلے کہ پھر سے وہ آفت کا گولا پھیلتا، عنیہ نے فوراً سے دروازہ دبایا تو بچارا پورا باہر ہوتے ہی ہنس پڑا۔ اندر بھی سمیٹے سے قہقہے کی آواز آئی مگر یہ وقتی دوری بھی دونوں کے دلوں میں ملن کی ٹھنڈک اتار گئی۔ شرافت سے محترم نے پھر اپنے کمرے کی راہ لی اور وہ بھی چہرے کے اڈتے رنگ چھپاتی سونے کے لیے جا کر لیٹ گئی۔

****

ملن کی رت فضاؤں کو معطر نہ کرتی تو کیا کرتی۔ ہر سو چمکتی ہوئی راعنائی اور دل کو گنگناتی راگنی کے سر آسمان کی بلندیوں تک گیتوں کی شکل میں چھائے ہوئے تھے۔ کوئی دیکھتا تو جادو کے وار سے گھائل ہوتا، کوئی محسوس کرتا تو ان نغمگی کے سنگ چال چلتی خوشیوں کا دیوانہ ہو جاتا۔ نئے کئی سفر راہ میں حائل تھے، کئی دل ایک دوسرے کی سمت مائل تھے۔ روشنیاں اپنی روشنی پر اتراتی اور بل کھاتی دیکھائی دے رہی تھیں۔ ایک دوسرے کے پر رونق موہنے مخملی چہرے دیکھ کر دل میں چراغ جل رہے تھے۔ منہاج ریسٹورنٹ آج ایک بار بھی شاندار شاہی انداز میں دو پیارے سے جوڑوں کے لیے سج گیا تھا۔ ہزل انجم کی پرسنالٹی آج بھی سامنے والے کو اپنے جادو گر سراپے سے متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ سجاوٹ تو یوں تھی گویا پریستان سے پریوں نے اتر کر خاص تیاری کی ہے۔ ہر گلاب کی پتی اپنے ہاتھوں سے سینچی ہے۔ لائٹنگ کا انداز ایسا رئیسانہ تھا کہ آنکھیں، نظریں اور نظارے سب ہی اس دلفریبی سے دھنگ تھے۔ دل میں کسی کے جیت کا جذبہ تھا تو کوئی اپنی محبت کی معراج پر سراپا عجز اور دلنشینی لیے ہوئے تھا۔ کوئی اپنے پہلو کی کائنات پر رشک زدہ تھا تو کئی چہرے ان خوشیوں کی دائمی بقا کے لیے مصروف دعا تھے۔ سٹیج پر دیکھنے سے پہلے دل کو قابو کرنے کی زحمت اٹھانی درکار تھی کیونکہ یہ ایسا خوش رنگ، دلگیر، حواس شل کرتا نظارہ تھا کہ لمحے ایک دم بے جان ہو کر گھڑی کی سوئیوں سے لپٹ جاتے، آسمان سے اترتی نور کی کرنیں ان چار حسین صورتوں اور سراپوں پر اتر کر اک سویرا ہر سو جلوہ افروز کر رہی تھیں۔ منظر، نظارے اور نگاہیں تڑپ اٹھے اور آفرین کی صدائیں اور سرگوشیاں ابھریں۔ واللہ ایسا حسن، ایسی کاملیت، ایسی دلفریب جاشنی، ایسی دلگیری، ایسی راعنائی، ایسی نازکی، ایسی لطافت اور ایسی صباحت کہ بس دل ہاتھوں سے پھسل پھسل جا رہا تھا۔ گہرے سرخ اور میرون عروسی فرش بوش لہنگوں میں سمٹی سی دو حسن کی ملکائیں، رانیاں، شہزادیاں، حسن کے بادشاہوں کی نور نظر، مہربانوں کی عنایتیں جو لمحوں کو اک نامعلوم سے سحر

میں جکڑ گئیں۔ پھول کہنے لگے، ھائے ہم سے بھی خوب تر! حیرت ہے سراسر۔۔۔ پھر وہ دو پیارے سے دل و جان سے جڑے فل بلیک میں ملبوس تباہی کی حد تک حسن لٹاتے دیوانے۔ مہرو اور جلال کے دو بازو، جلال ہاوس کے دو فرزند خاص دلہا بنے سب کی داد وصول کرتے ہوئے مدھم سا مسکرا بھی رہے تھے۔ سب چاہنے والوں کی دعاوں کے زیر اثر وہ ہر نظر بد سے دور تھے، مسرور تھے۔ ہر کوئی اپنی طرز سے اس حسن کے نگاہوں کو چندھا دینے والے انداز کو اپنے دل میں اتار رہا تھا۔ شہزادہ خضر اور شہزادی آئرہ۔۔۔۔ ماشاءاللہ ایک دوسرے کو مکمل کرتے دو ادھورے افسانے۔ سب سے پہلا پیارا کپل آج بھی اپنی گریس فل چمک لٹانے میں مشغول تھا۔ سب میل خضرات نے آج بلیک تھیم اپنائی جبکہ ساری خواتین ریڈ لانگ ڈریسز اور لہنگوں میں تھیں۔ خضر صاحب بڑی آفت اور ساتھ پہلو سے لگے ویسی ہی ڈریسنگ کیے کھڑے معاز خضر خاقان چھوٹی آفت۔ آئرہ بڑی ساحرہ اور پہلو سے لگ کر کھڑی مسکراتی وہ چھوٹی بلکل آئرہ جیسی دیکھائی دیتی عروہ آفت۔ ایک دم مکمل فیملی کہ جو دیکھتا بس نظر اور صدقہ اتارنے کی سبیل کرتا۔ سب سے سینئر، مگر سب سے پر کشش۔ ھائے بلکل بادشاہ اور ملکہ کا ایک مکمل افسانہ زیان اور افراح، یہاں بھی بلیک اینڈ ریڈ میں حسن کی فراوانی بے حد اتری تھی اور زیان کا ہاتھ پکڑ کر وہ سرخ لہنگے میں لپٹی جان سے پیاری نیلی آنکھوں والی افروز تو محفل کی واقعی جان تھی۔ نظریں ان سے ہٹیں تو شرما گئیں، کملاہی تو گئیں۔ حسن کی ایسی زیادتی کہ لمحے تک بے کل ہو گئے۔ سرخ اور سیاہ میں لپٹے جنت اور عریش۔ ایسی خوبصورتی کہ دل تک اش اش کر اٹھے۔ جنت کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا چھوٹا ہنڈسم سا ابان عریش باجوہ بھی چھوٹی آفت تھا مگر عریش کی گود میں اٹھائے گئے، ہیلتھی سے شرارتی حسن کے طوفان مسٹر اشھب عریش باجوہ جی بھی محفل کی ایک اور نا قابل فراموش رونق تھے۔ ایک بار پھر نظروں میں خماری اتری جب وہ دونوں روبرو ہوئے، گو یا نام کا نادم مگر اب ایسا کوئی اثر اس پیارے شخص کی ذات پر کہیں نہ تھا۔

اس نے واقعی نا صرف نادم کا لفظ ہٹایا بلکے اپنی ذات کو بھی اس لفظ سے پوری مہارت سے نکالا۔ اب تو وہ حرا کی جان تھا، اور اس پگلے کی جان حرا اور اس پیارے معصوم سے معاویہ حسین میں تھی جو باباجانی کی گود میں مسرور تھے۔ یہاں بھی حسین فل بلیک اور حرا سرخ لہنگے میں سجی سنوری تھی۔ رشک زدہ حسین، شفیق اور قابل محبت اور چاہت سی کنیز باجوہ، سب کی دوست، ماں، دادی، مان اور تسلی کا جہان۔ سب کے سروں کا مضبوط سایہ جنکو اب ہر فرد کی دعا میسر تھی۔ بلیک اینڈ ریڈ ساڑھی میں آج وہ بھی کسی سے کم آفت نہیں لگ رہی تھیں۔ مہرو اور جلال، مہرو بھی بلیک اینڈ ریڈ کنٹراسنگ ساڑھی میں ڈھیلے جوڑے کے سنگ آج محفل کا حسن خود پر سموئے پہلو میں مہربان سے ہنڈسم جلال احمد کے ساتھ اور بچوں کی دائمی خوشیوں پر شادمان تھیں۔ ہاجرہ اور شمس جنکی خوشیاں اللہ نے مزید بڑھادیں کیونکہ حسین انکو اپنے مکمل یہیں آجانے کی خبر دے چکا تھا گویا وہ دونوں بھی جی اٹھے تھے۔ کمال اور رمانیہ بھی مسکرا رہے تھے اور فاحد بھی اپنی پیاری عنیہ آپی کی شادی پر شاداب اور خوش تھا۔ کامل بابا آج بھی نہیں آسکے تھے کیونکہ وہ خود کو حد درجہ مصروف کر گئے تھے، انکے کئی سکول آج بھی انکی روز کی خاضری کے بنا اداس ہو جاتے تھے۔ اللہ نے اس شخص کو واقعی اپنے قریب کر کے بہترین مسند پر فائز کر دیا تھا مگر وہ جہاں بھی تھے انکی دعائیں اپنے سب بچوں کے ساتھ تھیں۔ شادی کا فنکشن بہت بہترین ہوا اور یوں بہت پیار سے دونوں بہوؤں کو جلال ہاوس لے جایا گیا۔ آج پھر سب جلال ہاوس کے مہمان تھے اور کل ولیمے کے بعد ہی سب نے اپنے اپنے گھروں اور کاموں کو لوٹنا تھا۔ چونکہ فنکشن ختم ہوتے ہوتے سب انتہا کے تھک گئے لہذا بڑے تمام سینئیر کپلز نے بھی چاروں سپیشل ممبرز کو زرانہ تنگ کیا اور جہاں مرد خضرات نے دلہوں کو گھیر ا وہیں تمام لیڈیز دونوں دلہوں کو انکے کمروں میں پہنچا آئیں۔ بچوں نے کچھ دیر مل کر خوب رونقیں لگائیں۔ چندر سمیں اور پھر تھوڑی دیر فوٹو شوٹ چلے۔ دونوں کمروں کی سجاوٹ، اس بار دیکوریشن والوں نے کی اور ایسی

کہ کے دیکھ کر ہی دماغ سن ہوتا تھا۔ دونوں کمروں میں سرخ اور سفید گلابوں کی بھرمار تھی۔ خوشبو والی موم بتیاں، یہاں تک کہ عنیہ اور مبشر کے رومز میں بیلونز بھی رکھے گئے جسکو دیکھ کر خود عنیہ ہنس پڑی مگر آج اسکی ہنسی بھی گھبرائی ہوئی تھی۔ گو جنت اور دادی کے علاوہ آئرہ نے بھی اس کنفوز سی دلہن کو خود سے لپٹا کر تسلی دی مگر آج جیسا مبشر آفت لگ رہا تھا ناں عنیہ کو اپنی زرا خیر محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ جبکہ دوسرا کپل بھی دادی، مہرو اور باقی سب کی دعائیں پا رہا تھا مگر وہاں زرا بھی کوئی گھبراہٹ نہ تھی۔ ہوتی بھی کیوں، وہ دونوں تو اس دن کے لیے ناجانے کب سے منتظر تھے۔ خیر دس بجے تک سب نے دونوں کپلز کو پرائیویسی سونپی اور سب ہی اپنے اپنے کمروں کی راہ لیتے ہوئے آرام کرنے چلے گئے کیونکہ آج کا دن واقعی بے حد تھکا دینے والا تھا۔

****

کمرے میں پھیلی معطر فضا آج اس بے مول سی مینا کو مقدس بنا رہی تھی۔ وہ جسکی محبت اور جنون صرف ضامن احمد تھا اب اسکے دل کے ساتھ ساتھ وہ اسکے وجود پر بھی اکلوتی حاکم تھی۔ وہ جہازی سائز آئینے کے سامنے کھڑی وارفتگی سے خود کو دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی خوبصورتی پر ہمیشہ ناز تھا مگر اسکے حسن میں ہمیشہ سے ایک تیکھا پن اور چارم تھا مگر آج وہ بھی ایک نازک عروسی دلہن تھی جس کے دل میں اس دن کی خوشی نے گدگدی اتار دی تھی۔ وہ اپنے چہرے پر لکھے ہر دل سوز رنگ کو آج مکمل مٹا دینا چاہتی تھی۔ وہ آج بس ضامن کو چاہتی تھی، اس شخص کو جس نے اسے تمام تر رسائی کے کبھی میلا تک کرنے کی کوشش نہ کی تھی۔ ضامن بھلے جتنا بھی برا تھا مگر وہ ایک پکا مرد ضرور تھا ایک سچا عاشق جسکے لیے محبوب ایک وجود کا ٹکڑا نہیں بلکے دل کی شادمانی کا وسیلہ تھا۔

وہ آزاد خیال تھے اور انکے لیے حرام اور ناجائز رشتہ بنانا آسان تھا مگر محبت کی پھر جو توہین ہوتی وہ محبت کو مار کر ضرورت کی نمائندگی کرتی۔ مگر محبت تو ضرورت سے بہت پاک شے ہے، یہ کسی کو حاصل کرنے کی طلب تو رکھتی ہی نہیں۔ یہ بس کسی کا ہو جانے کی تمنائی تھی۔ مینا پر آیا یہ روپ آج مکمل ضامن کا حق تھا۔ وہ حق جو اسے اپنی محبت کی سچائی اور پاکیزگی کو برقرار رکھنے پر ملنا تھا۔ دروازے کی آہٹ پر ضامن اندر آیا تو کئی طرح کی مسحور کن خوشبوئیں اسکے وجود کو گھیر کر جھوم اٹھیں۔ دروازہ بند کیے وہ زیر لب آئینے کے سامنے کھڑی مینا کو دیکھتے ہوئے اپنا بازو پر رکھا کوٹ بیڈ کے کنارے پر رکھتا اس دوشیزہ جان پر جان نثار سی نگاہیں ڈالتا عین اسکی پشت پر جا کھڑا ہوا۔ نظروں کا یہ نازک تصادم دل میں پکڑ کر گیا۔ ضامن نے اس لڑکی کا حسن آج پورے حق سے دیکھا، آنکھوں سے نظریں بھٹک کر سرخی سے مزین ہونٹوں پر گئیں۔ مگر وہ چاہتا تھا وہ اسکے ہر نقش کو ازبر کرنے کی حد تک دیکھے۔ دل تو کسی بات پر وقت کا ضیاع کرنے پر رضامند نہ تھے مگر یوں اظہار کی رات بنا کسی لفظی عنایت کے گزر جاتی ایسا ممکن نہ تھا۔ ضامن نے دونوں ہاتھوں سے مینا کو شانوں سے پکڑ کر روبرو کیا۔ اف مزید حسن، جھرجھری تو بنتی تھی مگر مینا اسکے چہرے کے حسین متاثر سے تاثرات دیکھ کر مسکرادی تھی۔

"آج پہلی بار تمہاری تعریف کروں گا، اور دل کھول کر کروں گا۔ بہت کامل حسن ہے تمہارا، اور یہ حسن ہمارے اس قریبی رشتے کے باعث مکمل ہوا ہے۔ آج مدت بعد دل میں دھڑکن محسوس کر رہا ہوں، وہ جنون محسوس کر رہا ہوں جو تمہارے لیے میری نس نس میں بہتا تھا۔ وہ خواہش کہ تمہیں تسخیر کروں، آج پوری بے تابی سے میرے دل اور جان میں سر اٹھا رہی ہے۔ وہ خمار جو تمہیں دیکھ کر ہی میرے حواس شل کر دیتا تھا ممکن ہے آج حد درجہ حاوی ہو جائے۔ ہمارا یہ رشتہ اس قدر پاکیزہ ہے کہ میرے دل میں اب حقیقی سکون ہے کہ تم میرا حصہ

بنادی گئی ہو" ضامن نے اپنی گھمبیر، دل ہلا دینے والی آواز کے سنگ مینا کے دونوں ہاتھ چومتے ہوئے اسکی آنکھوں میں جھانک کر بے خودی کی مدھم رمک کے سنگ کہا جس پر مینا کے ہونٹ بھی تبسم خیز رنگ سے اٹ گئے۔

"میں تمہارے لیے اپنی جان بھی دے سکتی ہوں ضامن، تم واقعی ہمیشہ مجھے اپنا حصہ سمجھنا۔ تم سے زرا سی جدائی بھی اب میں سہہ نہیں سکتی" مینا نے بھی ہنوز ویسی ہی چاہت سے لبریز لفظوں کی بازگشت، ضامن کے اندر اتاری جس پر وہ اپنا ہاتھ مینا نے چہرے تک لے گیا۔ وہ واقعی آج حد درجہ پیاری لگ رہی تھی۔

"جدا رہ بھی کون سکتا ہے اب، یہ رنگ تم پر بہت جچ رہا ہے۔ یوں لگتا ہے تم سے الگ ہوا تو بے رنگ ہو جائے گا" ضامن اسکے مزید قریب ہوا اور خمار آلود انداز میں اسکے ہونٹوں پر لگے رنگ کے متعلق چھوئے بولا تو مینا مسکرا دی۔

"آئی نو، لیکن بعض اوقات نئے خوبصورت رنگ چڑھانے کے لیے پرانے مٹانے پڑتے ہیں۔ مجھ سے ہر پرانا رنگ اتار دو ضامن، مینا کو اپنے رنگوں میں رنگ دو" وہ اسکی آنکھوں میں بے خوف ہو کر دیکھتے ہوئے وصل کی پہلی خواہش کر رہی تھی جس پر ضامن کے ہونٹ بھی مسکان سے ہلے۔

"رنگ دوں گا، پہلے تاب تو لے آوں" وہ بے قرار تھی اور وہ اسے مزید بے قراری دے کر ستا رہا تھا، دونوں کی نظریں ہمکلام ہوئیں تو مینا بھی دل میں دھڑکتے دل کو قابو کرتی آئینے کے سامنے مڑی اور کن آکھیوں سے ضامن کو دیکھتے ہوئے اپنے پن اپ ہوئے دوپٹے کو آزاد کرنے لگی۔ ضامن اسے گرد مدھم سا حصار بنائے بڑی

توجہ سے مینا کو دیکھ رہا تھا۔ دوپٹہ اتنا بھاری تھا کہ اسے کافی پنز سے قابو کیا گیا تھا مگر جلد ہی مینا اس قید سے آزاد ہوئی تو ضامن نے اسکے گرد گرفت مضبوط کی اور اسکو ہنوز نثار ہوتی نگاہوں سے دیکھا۔

"تمہارا یہ دوپٹہ خفا ہو رہا ہے کہ مجھے مینا نے خود سے جدا کر دیا" شدتیں لٹانے کے لیے خود کو دل سے تیار کرتا ہوا ضامن اسکے کندھے سے ٹھوڑی اٹکائے شرارت سے ہنسا تو مینا نے ایک ظالم نظر ضامن پر ڈالی۔

"آج ان سب کو خفا کروں گی، صرف تمہیں مناوں گی" مینا کی آنکھوں میں ان کہی سی عاشقی نے ضامن کو بھی شدید پر سکون کیا تبھی وہ اسکی گال پر استحقاق زدہ مختصر مہر ثبت کیے پھر سے مینا کے جدا ہوتے حسن کی آہ و بکا دیکھ رہا تھا۔ مینا اب اپنی نوز پن اتار کر سامنے رکھ رہی تھی۔ ضامن اور وہ مسلسل دل دہلاتی نگاہوں سے ایک دوسرے سے ہمکلام تھے۔

"تم مجھے بہکا رہی ہو، مگر میں بہک کیوں نہیں رہا" یک دم ہی کانوں کے لوازمات اتارتے ہوئے ضامن کی معصوم شرارتی بات پر مینا کے بھی دانت باہر آئے اور وہ ضامن پر شدید فدا ہوئی۔

"ھاھا بہک جاو ناں، یا میں کوشش تیز کروں" مینا صاحبہ آج تو دلیر تھیں، گو پہلو میں کوئی غیر نہ تھا، اپنا ہی جہاں تھا۔

"کچھ دیر تمہیں دیکھ کر خود کو یقین تو دلانے دو کہ تم میری ہو" ضامن اسکے کندھے پر ہونٹ رکھے بازووں کا گھیرا مزید بے تاب کرتا ہوا سرگوشی کیے بولا تو ضامن کی قربت کی اس ابتدا پر مینا کا دل بھی لرزا۔ مینا نے ائیر رنگز کے بعد گلے کا بھاری مگر حسین سا ہار بھی ہٹا دیا۔ پھر وہ مسکراتی ہوئی بازووں سے چند بینگلز اور سونے کی

پیاری سی چوڑیاں ہٹا چکی تھی۔ مینا کے لہنگے کی بازو کہنیوں تک تھیں اور گلا بوٹ شیپ کا تھا۔ تمام لوازمات ہٹنے پر وہ ہلکی پھلکی تو ہو گئی تھی مگر جوڑا ابھی بھی جان پر وبال تھا۔ مینا یک دم متوجہ ہوئی جب ضامن بڑے انہماک سے اسکے ڈھیلے جوڑے سے پیِنز نکال رہا تھا۔ دو منٹ کی محنت کے بعد محترمہ کی زلفیں کھل کر لہرائیں تو وہ اب خود مسکراتی ہوئی ضامن کے سامنے آئی۔

"اب تو تھوڑی تھوڑی بہکا رہی ہو" مینا کے پھیلے بال بہت نرمی سے ہٹا کر اسکی کمر پر پھینکتا ضامن اسکے بے حد قریب ہوئے دل ہارتے انداز میں بولا۔ مینا سے آج خود اس ساحر کا حسن برداشت نہ تھا، وہ بھی تو حسینوں کا بادشاہ لگ رہا تھا۔ مینا کا ہاتھ ضامن کے چہرے پر جا اٹکا۔

"تم بھی" وہ اپنی بے بسی پر شدید غضب ناک ہنسی تھی، ضامن کی نگاہوں میں جنون اور دیوانگی کا سایہ لہرایا تھا۔ اب تو وہ ایک دوسرے کے تھے پھر کس لیے دور رہتے۔ یہ سکھ بہت مدت بعد پورے حق سے لٹانے کا موقع تھا۔ آج وہ ایک دوسرے کا حصہ تھے اور یہ قسمت اور مقدر کا عروج تھا۔ عشق کی جنون خیزیاں حد تجاوز کرتی ہوئیں موم سے تن پگھلا دینا چاہتی تھیں، کسی پیاس کا احترام ہو رہا تھا اور کسی دل کی خواہش کو حسین قربت کا لبادہ اوڑھایا جا رہا تھا۔ وہ سانسیں کتنی پاگل تھیں، وہ دونوں کتنے پیارے تھے جو اب ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں مینا، بے حد۔ میرے دل میں تم تھی، ہو اور رہو گی۔ میرے پاس لفظ نہیں ہیں جن سے اپنے سکون کا خلاصہ بیان کروں۔ بس تم ہو تو میرے پاس جینے کی ساری وجوہات ہیں۔ تم سے کبھی کوئی ناانصافی نہیں کروں گا، تم میری تڑپ، بے قراری اور انتظار کا جیتا جاگتا انعام ہو۔ آئی لو یو سو مچ" وہ لفظی اظہار

کی بھی ساتھ ساتھ کوشش چاہتا تھا اور مینا اسکے لفظوں پر دل وجان سے قربان تھی۔ وہ اسکی پیشانی پر اپنی ایک اور بے قراری درج کیے اب اسے خود میں سمو گیا تھا گویا اب زرا سی دوری ہی ان دونوں پر سخت گراں تھی۔

" آئی لو یو ٹو، بس خوش رہنا۔ میں بھی تم سے کوئی ناانصافی نہیں کروں گی" وہ بھی اسکے وجود میں سمٹ کر دل کا مہکتا اظہار کچھ ہٹ کر ضامن کے چہرے پر دھر چکی تھی۔ اب ممکن تھا کہ یہ بڑھتی بے اختیاری ہر ہوش کا تقاضا چھین لیتی۔ نظریں ملتے ہی دونوں کے ہر انگ نے ملن کی خواہش کی تھی۔ وہ اسے وارفتگی سے دیکھ کر آنکھوں کی تشنگی مٹا رہا تھا۔ دو خشک صحراوں میں سمندر اتر آئے تھے۔ آنکھوں کے ملاپ سے شروع ہونے والا دلگیر سلسلہ دو روحوں کے ملاپ پر جا کر ختم ہونا تھا۔ شدتیں لٹاتی تھیں، جنون خیزی کی حد ہونی تھی۔ انتظار کا سکھ ملنا تھا۔ ٹمٹماتے شعلے بھی اس نازک ملن پر گھبرائے ہوئے بجھتے جا رہے تھے۔ ملن کی آنچ ہر روشنی کو بجھ جانے پر مجبور کر رہی تھی۔ عشق جاودانی کی سرحدوں کو چھو کر لرز رہا تھا، محبت کاملیت کا سوچ کر ہواوں میں رقص کر رہی تھی۔ لمحوں کی بازگشت، معطر خوشبوئیں، پاگل ہو رہی تھیں۔ ہونا بھی چاہیے تھا، اندھیرا ابھی ان دونوں پر اپنی مزید آنکھیں بند کرتا شرما سا گیا تھا۔

****

مسلسل وہ سخت گھبرائی ہوئی آئینے سے بھی نظر چرا رہی تھی۔ دہکتا حسن، آنچ دیتی ناز کی آج شہزادے کی جان پر بھاری ہونے والی تھی۔ عنیہ کو تو سوچ کر ہی دوڑا پڑھ رہا تھا، مگر آج وہ چاہ کر بھی مبشر کو کوئی انکار نہیں کر سکتی تھی۔ دوپٹہ وہ پہلے ہی اتار کر صوفے پر رکھ کر اپنے آفت ناک سراپے کو دیکھ کر ہاتھوں کو مروڑے جا رہی

تھی۔ دل میں شدید دھک تھی کہ بس ابھی دل نکل کر باہر آ گرے گا۔ عنیہ کے ڈریس کی بازو چھوٹی تھیں البتہ لہنگے سے کچھ اوپر حسین سا کمر بند تو اسکی پتلی کمر کو مزید سمارٹ کیے جکڑ چکا تھا۔ دل چاہا پھر سے دوپٹے سے خود کو لپیٹ لے مگر وہ یہ سوچ کر خود ہی ہنس پڑی۔ مبشر آتا ہی ہو گا اور یہی سوچ سوچ کر عنیہ کا رنگ اڑ رہا تھا۔

"چھپ جاتی ہوں" ھائے آج کے دن چھپ جانا عنیہ بی بی آپکا بس خیال ہی ہو سکتا ہے کیونکہ اب اس بے تاب شہزادے کے صبر کو مزید آزمانہ تو ناانصافی تھی۔ عنیہ کے دل کی رفتار دروزے سے بندھی تھی، وہ خود کو بہت کنفوز سا آئینے میں دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ عنیہ آج ایک ہی نظر میں مبشر کا کام تمام کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی، اسکا خمار آلود کرتا حسن مبشر پر مظالم ڈھانے والا تھا۔ اور پھر کمرے کے دروازے کی آہٹ پر عنیہ کا دل حلق تک آیا اور وہ فورا پلٹی جہاں مبشر صاحب اپنی ظالمانہ وجاہت کے سنگ چہرے کے گدگدی کرتے تاثر کے سنگ دروازہ بند کیے اس ظالم حسینہ کی سمت بڑھے۔ وہ جوں جوں عنیہ کے قریب آ رہا تھا ویسا ہی عنیہ کا دل جکڑا جا رہا تھا۔ مبشر نے کوٹ بڑے ہیروئی انداز میں اتار کر سائیڈ پر رکھا اور اس ملکہ حسن کے عین روبرو ہوا جو اب سر جھکائے کھڑی اپنے اندر کی لرزتی بے چینی پر قابو کیے کھڑی تھی۔ مبشر نے اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھرے شرارت زائل کرتے ہوئے جھک کر اسکی پیشانی چومی اور مسکرا دیا۔

"عنیہ، لک ایٹ می۔ آج تمہیں نظریں جھکانے کی کوئی اجازت نہیں" پھر سے عنیہ کی نگاہیں جھکیں تو مبشر کی تڑپ فورا سے پہلے عنیہ کو بھی محسوس ہوئی جو آج واقعی حد درجہ سنجیدہ تھا۔

"اوکے آئی ول ٹرائے" دبی سی سمیٹی سی آواز عنیہ کے ہونٹوں سے نکلی تو مبشر نے جی بھر کر عنیہ کے اتھل پتھل ہوتے بے قرار حسن کو دیکھا تو آنکھیں ملتے ہی دونوں کے دل مسکرائے۔

"بہت دل ربا لگ رہی ہو یار، اتنا حسن ایک ساتھ دیکھ کر تو میرے ہوش اڑ رہے ہیں" مبشر قریب ہوا تو عنیہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی ڈریسنگ کے ساتھ لگ گئی۔ مبشر کی آنکھوں میں آج بس دیوانگی تھی، محبت تھی۔

"آپکے ہوش کب نہیں اڑتے، آج تو خیر سے دن بھی آپکا ہے" عنیہ نے خود کو مضبوط کرنے کی کوشش شروع کر دی کیونکہ وہ آج مبشر سے خود کوئی دوری نہیں چاہتی تھی کہ وہ مبشر کی مسکراتی آنکھوں میں کوئی اداسی بھرنا نہیں چاہتی تھی۔ عنیہ کی بے اختیار کہی بات پر وہ اسے ایک ہی لمحے میں خود میں گرفتار کیے اسکے چہرے کے بلکل سامنے ہوا اور ایک خمار آلود سی پھونک سے عنیہ نے ہنستے ہوئے آنکھیں بند کیں تو چہرے پر جھولتی لٹیں ہوا کی فراہمی سے لہرا کر پاگل ہوئیں۔

"آج تک اپنے ہوش اصل معنی میں اڑنے ہی نہیں دیے، لیکن آج۔ تم صرف میری ہو عنیہ، صرف میری" اجارہ داری کا منسب تھا بھئی کیوں نا شہزادہ سینہ تان کر اتراتا۔ جہاں عنیہ کا وجود اسکے ساحر کی گرفت میں تھا وہیں کمرے میں جھولتی خوشبوئیں دونوں کے دل دبوچ کر دماغ بھی مدہوش کر رہی تھیں۔ عنیہ نے مبشر کے چہرے پر رقم بے تابی دیکھ کر محبت کا پہلا فریضہ پورے حق سے نبھایا۔ شہزادے کی خواہش پوری ہونا آج اہم تھا تو گویا مبشر کو لگا وہ خود کسی نامعلوم جادو میں قید ہو کر فنا ہو گیا ہے۔ ایسی قربت ایسی رضامندی، ایسا لطف تو آج پہلی بار تھا۔ سانسوں کی تکرار نے کئی افسانے لمحوں میں کہہ دیے۔ دونوں کی آنکھیں ایک دوسرے سے زیادہ باغی تھیں، دیوانی تھیں۔ فسوں خیز حسن کی تکرار بارہا ہوئی، چپ چاپ محبت کی برسات کا موسم رہا۔

"آپ بھی میرے ہیں، صرف میرے" ہر ڈر، ہر جھجک، ہر خوف ہٹ کر باہمی رضامندی بن گیا، مبشر تو پل بھر کی جدائی کا اب طالب نہ تھا۔ یہ بات تو گویا دل میں پھولوں کا جہاں کھلا گئی تھی۔ چپکے سے اک بہار آئی اور دونوں کو تر و تازہ، گل و گلزار کر گئی تھی۔

"آئی لو و یو" محبت کے ہر سلسلے کا شاہانہ انداز شروع تھا، وہ خود پر قابو پاتا ہوا شدید جذباتیت میں ڈوب کر بولا اور وہ مسکرا دی۔

"آئی لو و یو ٹو" وہ بھی آج پورے اعتماد سے ہر حساب چکا رہی تھی، مبشر کا دل پاگل نہ ہوتا تو کیا کرتا۔

"عنیہ میں بتا نہیں سکتا کہ میں کتنا خوش ہوں، فائنلی تم مکمل میری ہو گئی۔ گویا مبشر احمد مکمل ہو گیا، تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ کتنا چاہتا ہوں۔ چاہت کی حد کہیں پیچھے رہ گئی اور میں نے اس لڑکی کو اپنے وجود میں سانسوں کی طرح پرو لیا۔ ہاں میں سانس لیتا ہوں تو تمہاری خوشبو میرے حواس پر چھا جاتی ہے، آنکھیں بند کرتا ہوں تو تم خوابوں میں آ جاتی ہو۔ تمہیں چھو کر اپنے اندر زندگی دوڑتی محسوس کرتا ہوں۔ تم پر نثار ہو کر مہک اٹھتا ہوں۔ تم مجھے اتنی پیاری کیوں ہو یار کہ آج لگتا ہے پتا نہیں کیا کیا کر جاوں گا۔ بولو عنیہ کیوں ہو اتنی پیاری" مبشر کی سانس رفتار پکڑ گئی اور وہ خود اپنی حالت پر آواز میں تھکن لیے عنیہ کے چہرے سے چہرہ ملائے استفسار کر رہا تھا۔

"میرے پاس اسکا جواب نہیں ہے، آپ کی ہوں جیسی بھی ہوں" عنیہ نے اپنا ہر اختیار اسے سونپتے ہوئے ان آنکھوں کی بے قراری ادھار لی اور لمس مقدس کی عنایات کا جذباتی مرحلہ پھر سے لمحوں کو پتھر کر گیا تھا۔

"آج مجھے ہر ظلم کے لیے معاف کر دینا، آج سمجھو مبشر خود اپنے ہاتھ میں نہیں ہے" وہ تھوڑا اداسی لیے اپنے منہ زور جذبات کے متعلق آگاہ کیے بولا تو عنیہ اسکے سینے سے جا لگی۔

"ایسا مت کہیں، یہ میری بھی خوشی ہے کہ میں آپکی محبت کی ہر گہرائی اور شدت دیکھوں۔ میں نے بھی اس وقت کا شدت سے انتظار کیا تھا، آپ تو ظالم نہیں ہیں۔ میں نے آپ جیسا مہربان تو کبھی نہیں دیکھا۔ ایک ایسا شخص جس نے اپنی ہر خواہش میری مرضی کے آگے قربان کی۔ جس شخص نے پانچ سالوں میں ہر اختیار ہونے کے باوجود کوئی حد پار نہ کی۔ جو میرے لیے ہنستا رہا، جو میرے آنسوؤں کو بہنے سے پہلے روک دیتا تھا۔ جس نے مجھے زندگی کے کئی رنگ دیکھائے۔ جو میرا سب سے اچھا دوست ہے۔ میری راتیں جسکی آغوش میں پر سکون ہوا کرتی تھیں۔ میرے دن جسکے پہلو میں روشن ہوا کرتے تھے۔ وہ جو میرا بھی واحد سکون ہے۔ وہ آج جان کا تقاضا بھی کرے تو عنیہ خوشی خوشی دے گی، میں آپ پر قربان ہو جاوں تب بھی آپکی انمول محبت کے سامنے بہت حقیر ہوں۔ آج صرف آپکی خوشی کا احترام ہو گا، صرف آپکو سنوں گی، صرف آپکو دیکھوں گی اور صرف آپکو محسوس کروں گی۔ سچ کہوں، میں بھی اب آپ سے دور نہیں رہ سکتی" عنیہ کا لفظ لفظ کسی سیراب کرتے بادل کی طرح مبشر کے پیاسے دل میں امرت کی طرح اترا تھا۔ ہلچل مچ گئی تھی، سنسنی دوڑ گئی تھی۔ وجود لرز اٹھے تھے۔

"یہ تو میری اب تک کی سب سے بڑی خوش قسمتی ہوئی ناں، یہاں دیکھو" مبشر اپنے سینے میں پیوست ہوئی عنیہ کو اپنے روبرو لائے اسکے ماتھے پر ایک اور چاہت لٹا کر دلنشین ہوا۔ دونوں ہی ایک دوسرے پر بھاری تھے۔

"جی، مبشر یہ سب اتار دوں۔ سچی بہت الجھن ہو رہی ہے" عنیہ ان نگاہوں کی آنچ سے دہک رہی تھی۔ فوراً سے پہلے اپنی بھاری جیولری کی طرف اشارہ کیے بولی تو مبشر شریر سے انداز میں نفی میں سر ہلائے مزید قریب ہوا۔

"نو، میں ہوں ناں میری جان۔ تم بس مجھے دیکھو" مبشر اسکی گال پر شدت پسندی عطا کیے ہنسا تو عنیہ بھی پورے حق اسے سونپے مسکرا دی۔

"آپکو ہی دیکھ رہی ہوں، بہت پیارے ہیں" عنیہ نے بھی مسکرا کر بدلا پورا کیا تو ناٹی سے مبشر بھی کھسیانی ہنسی ہنستے ہوئے عنیہ کو پکڑ کر گماتے اسے اب آئینے سے ظالمانہ حصار میں لے چکے تھے۔ گلے میں پہنا نازک سا ہار اتارنے سے پہلے مبشر نے اپنا ہاتھ عنیہ کی گردن پر سہلایا تو وہ کچھ پل دل کی لرزی حالت کے سبب آنکھیں چرا گئی۔ مبشر نے بہت آہستگی سے وہ ہار اتار کر سامنے رکھا اور پھر اسکے کانوں کو ائیر رنگز سے آزاد کیے ایک ہی جھٹکے سے مقابل لایا۔ عنیہ اس جھٹکے پر تھوڑی کنفوز ہوئی مگر مبشر اب اسکے سر کی ایک طرف لٹکتا جھومر بھی بڑی مہارت سے اتار کر رکھ چکا تھا۔ عنیہ نے بھی ہنوز گھبرائی سی مسکان کے سنگ اپنی چوڑیوں اور گجروں والی بازو آگے کیں تو مبشر نے ایک ہاتھ پکڑ کر اسکی ہتھیلی شدت سے چومی جس پر عنیہ سختی سی اپنی آنکھیں بھینچ گئی پھر وہ اسکی بازو پے خمار آلود انداز میں ہاتھ پھیرتا چوڑیوں تک آیا اور بہت آختیاط سے ایک ایک کو اتار کر ڈریسنگ پر رکھتا گیا۔ اس دوران عنیہ مسلسل بے قراری سے اس مہربان پر نگاہوں کا نرم سایہ کیے ہوئے تھی۔ دونوں بازو بھی ہر بوجھ سے آزاد تھے اور اب مبشر نے اسکے ڈریس پر نظر دوڑائی تو عنیہ ناچاہتے ہوئے بھی سرخ ہو گئی۔

"یار باقی خود کر لینا، اب اتنا بھی اچھا نہیں ہوں میں" معنی خیز نگاہیں کنڑول کیے وہ اب پگلا خود بھی ہنسا اور اس حیا سے گلابی ہوتی عنیہ کو بھی ہنسا گیا۔ کچھ دیر وہ دونوں مسکراتے رہے مگر پھر یک دم سنجیدگی کا عنصر شامل ہوا اور لمحے پھر سے جکڑ لیے گئے۔

"آج کے یہ لمحے میں اپنے اور تمہارے لیے بے حد حسین بنانا چاہتا ہوں، میری بیقراری اور بے چینی کا حل صرف تم ہو عنیہ۔ وعدہ کرتا ہوں جب تک اس سینے میں سانس کا وجود ہے یہ صرف تمہارے ہونے سے آباد رہے گا۔ میں نے تمہارے لیے چھوٹا سا گفٹ لیا ہے۔ آو بیٹھو یہاں" محبت پاش سی نگاہوں اور باہوں کے حصار میں لیے وہ عنیہ کو ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھانے کے بعد اسکے قدموں میں بیٹھا تو ایک لمحے کو عنیہ بھی بے چین ہوئی مگر مبشر اسکی کوئی بات سنے بغیر سائیڈ ٹیبل سے وہ ایک لمبا سا جیولری باکس نکال چکا تھا۔ عنیہ نے خوشگوار سی حیرت سے مبشر کو دیکھا جو ساحرانہ انداز کے سنگ وہ باکس کھول رہا تھا۔ بہت پیاری سی دو گولڈ کی عنیہ سے بھی نازک نگوں سے مزین پائیلیں دیکھ کر خود عنیہ بے حد حسین مسکرائی۔ یہ تحفہ اسے جان سے زیادہ عزیز لگا۔ مبشر بے حد حسین انداز میں آلتی پالتی مارے عنیہ کا پاوں اپنے گھٹنے پر رکھے سنجیدہ ہوا اور عنیہ نے بھی ہنوز مسکرا کر لہنگا سرکایا جس سے مبشر نے بہت آسانی سے باری باری ان دونوں پائلوں کو انکی اصل جگہ پہنچا کر دم لیا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو مبشر مزید خطرناک ہوا۔ عنیہ کا دل لرزا جب وہ نیچے سے اٹھ کر آہستگی سے اسکے ساتھ آکر بیٹھے رخ بے تاب عنیہ کی سمت پھیر چکا تھا۔

"بہت پیاری ہیں، بلکل میری پسند کے مطابق" عنیہ نے بھی رخ میں بے تابی شامل کیے موڑا تو دونوں کی شعلہ باز آنکھوں کی آنچ دونوں کے اندر تک اتری۔

"یہ تو تھا تمہاری پسند کا ذکر، اب تم مجھ سے میری پسند کا ایک طویل افسانہ سننے کے لیے تیار ہو جاو" مبشر کا رنگ ڈھنگ بھی بلکل خوشبو اگلتی موم بتیوں سا رنگ باز اور مخمور ہوا، وہ موم تھی اور وہ دھڑکتا شعلہ تھا۔ وہ چپ چاپ حکم کی تعمیل کو اپنا سر بیڈ پر گرائے لیٹی تو خود پر جھکتے مبشر کا سایہ تک اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ دوڑا گیا۔ اور پھر وہ خود کسی بے تابی کے حامل سمندر کی طرح اس صحرائے تشنہ پر بہتا چلا گیا۔ قربت کا لمحہ تھا اور سب دوریوں نے الوداع کہہ دیا تھا۔ دو سائے سے کسی افسانے کی سطر بننے کے لیے فنا ہو گئے تھے۔ محبت اپنے دوام کو جا پہنچی تھی۔ وہ آج سارے افسانے کا ایک کامیاب افسانہ نگار تھا جسکی کہانی وہ حسن کی ملکہ عنیہ تھی۔ ملن کے لمحے حسین، اور پھولوں کی سرگوشیاں، پاگل کر دینے کی حد تک حیا میں لپٹی اور گداز تھیں۔ سب تشنگی ختم ہوئی اور مسافت کٹ گئی۔ نئے ایک حسین سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔

****

ولیمے کی تقریب بھی ویسی ہی عاشقانہ ہوئی جس میں ہر طرف خوشیاں اور کاملیت کے استعارے تھے۔ سب خوش تھے اور یہ خوشیاں یونہی سلامت رہنے کی دعا مل رہی تھی۔ مبشر اور عنیہ کے ساتھ ساتھ اسی جیسے انتظار کے حامل مینا اور ضامن بھی پار جا لگے تھے۔ ہر کوئی شاداں تھا۔ خوشیوں، محبتوں، مسافتوں کی یہ کہانی بھی انہی دائروں پر آ کر ختم ہو گئی تھی۔ یہ سفر رکنے والا ہرگز نہ تھا بلکے وقت کی روانی یونہی قائم و دائم رہنے والی تھی۔ ستارہ، محبت، حب الوطنی، دوستی، ادب، احترام، وفا، سرفرازی، طاقت، ناقابل شکستگی سے مزین فورس نے یونہی تا ابد قائم رہنا تھا۔ ملک دوست وفاداروں کی یہ ڈیوٹی تا عمر قائم رہنے والی تھی۔ ہر کوئی سیراب تھا، کوئی

تشنگی باقی نہ تھی۔ ستارہ ایک سچی فورس نہیں بلکے سچی قوت کا نام تھا جو ایک ملک کی سالمیت اور بقا کے لیے ہر وقت گوشاں رہی تھی۔ انکا نیک مقصد اور نیک نیت ہی تھی جس نے انکو کسی میدان میں ہارنے نہ دیا تھا۔ وہ ہر بار اللہ کے حکم پر چلے اور ہر بار سرخرو ٹھہرے۔ انکی زندگی کے دوسرے معاملات بھی ساتھ چلتے رہے۔ کہیں کمی نہ ہوئی، سب آسودہ ہو گئے۔

خوبصورتی اور ادب کی حدود میں لکھا ایک اور طویل سفر اپنی منزل تک جا پہنچا ہے۔ بہت ساری مٹھاس، خوشبو اور رنگ ملا کر میں نے اس فسانے کو پرو کر اپنے پڑھنے والوں تک ایک نئی دنیا پہنچائی ہے۔ وطن سے محبت کا جذبہ ہو یا آپس کے چھوٹے بڑے معاملات۔ ہر پہلو آپکو اجاگر ملا ہو گا۔ یہ ستارہ حقیقت میں ایسی کوئی فورس نہیں لیکن آج بھی کئی خفیہ جانباز ملک کی حفاظت پر ہمیں پتا لگے بنا معمور ہیں۔ جنکی سانسوں میں وطن کی محبت بہتی ہے۔ جن کے اندر حب الوطنی کا غرور ہے۔ خضر، زیان، عریش، آئزہ اور افراح جیسے کئی جانباز ہم سب کی حفاظت کے لیے اول دن سے قربانیاں دیتے آ رہے ہیں۔ ہزل انجم کے جیسے کئی دلیر آفیسرز ہیں جو محض وطن کی حفاظت کے لیے اپنے گھروں سے دور آباد ہیں۔ کئی مرجان خالق اور کردان حق ہیں جنکے لیے ملک کی سالمیت زندگی اور موت کا مسئلہ ہے اور وہ اپنا سب کچھ وطن کی عزت پر فدا کر دیتے ہیں۔ ان سب لوگوں کو ایس مروہ مرزا کا اور ہر پاکستانی کا سلام پہنچے جو ہم سب کے سکون کی خاطر اپنا سب قربان کر کے بھی ہنس دیتے ہیں۔ سلام ہے تم سب شیر جوانوں کی ماوں، بہنوں، بیٹیوں اور بیویوں کو جو تم سب سے جڑی ہیں۔ اللہ میرے وطن کی سربلندی کے فریضے پر معمور ہر سپاہی کو محفوظ رکھے۔

محبتوں کے کئی رنگ، کئی انداز دیکھائے۔ محبت محض وجود کے ملن کا نام نہیں جناب، محبت ایک دوسرے کی خوشنودی کا نام ہے۔ محبت انتظار بھی مانگتی ہے جو ضامن، مینا، مبشر اور عنیہ سے مانگا۔۔ محبت قربانی بھی مانگتی ہے جو نادم حسین سے مانگی کہ وہ اس محبت پر اپنی انا وار گیا جو ایک مشکل عمل تھا۔ محبت ایک دوسرے کا ساتھ اور بھروسہ مانگتی ہے جس کی مثال خضر اور آئرہ تھے۔ محبت کا رنگ شرارت سے عشق بھی اوڑھ لیا کرتا ہے جو عریش نے اوڑھا اور جنت کو خود میں بسا گیا۔ محبت وہ بھی ہوتی ہے جو ایک دوسرے کی بقا کا سبب ہوتی ہے اور ایک دوسرے کی جاودانی بنتی ہے جیسی زیان اور افراح کی بنی۔ محبت کئی طرح سے اثر رکھتی ہے، شفقت کے درجے بھی سب دادی اور کامل بابا پر آکر ختم ہوئے۔ مہرو، جلال، شمس اور ہاجرہ کی زندگی کے پلٹاو بھی محبت کی مرہون منت تھے۔ محبت سب بدل دیتی ہے یہاں تک کہ ہمارا دل، دماغ تک۔ اور پھر سب سے آخری سیکھ اللہ پر بھروسہ اور توکل رکھنے کی جس کی بدولت ستارہ ایک ناقابل شکست فورس بنی تھی۔ تربیت کے حق والدین نے بھی خوب نبھائے اور پھر انکی سلجھی نسلوں نے بھی پورا پورا حق ادا کیا۔ ہر دشمن کمال مصلحت سے جہنم کا ایندھن بنا اور ملک کی حرمت پر کوئی آنچ نہ آئی۔

عشق، محبت، دوستی، اضطراب، بے چینی، دسترس، وہم، ستم، وفا، بے وفائی، عادت، چاہت، ریاضت، جنون، دیوانگی، اور کاملیت کے جذبوں سے بھری یہ ست رنگی کہانی اپنے اختتام کو پہنچ گئی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبکو اچھا کرنے، اچھا بننے، اور اچھا کرتے رہنے کی توفیق دے۔ اپنی اس ادنی لکھاری "ایس مروہ مرزا" کو اپنی دعاوں میں یاد رکھیے گا۔ خوبصورتی کا یہ سلسلہ ان شاء اللہ قائم رہے گا۔